January-2021 Rs. 25/-

جمادی الاولیٰ/جمادی الآخریٰ ۱۴۴۲ھ/جنوری ۲۰۲۱ء



مدیر: مولانا محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

بیادگار: امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی سرپرست روحانی
وارث علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی



شمارہ نمبر ۱۲
Issue No. 1
Vol. 6 جلد نمبر ۶

جمادی الاولیٰ
جمادی الآخری ۱۴۴۲ھ
جنوری ۲۰۲۱ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

- قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے
- سالانہ ۳۰۰ روپے سادہ ڈاک سے
- سالانہ ۵۵۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے
- پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
- امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 9259089193 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

امام احمد رضا نمبر

امام اہل سنت کی حیات وخدمات پر ایک دستاویزی شمارہ جس کو آپ صرف ۲۰۰ روپئے ادارہ کو بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

لو جہاد! حقیقت یا فسانہ

ادار یـــــــــہ

آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد اور ان کے بطن سے جنم لینے والی بی جے پی کی اسلام اور مسلم دشمنی اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، آئے دن ہندو جاگرن منچ، ہندو مہاسبھا، بجرنگ دل اور ہندو یوواواہنی جیسی ان کی ذیلی انتہا پسند تنظیمیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کرتی رہتی ہیں، اس کے لئے اگر انھیں کوئی چھوٹی سی بھی وجہ مل جائے تو پھر کیا کہنے! نہیں تو یہ کوئی بھی من گڑھت کہانی بنا لیتی ہیں اور مسلمانوں کے خلاف اپنی اشتعال انگیزی کے ذریعہ ملک کی پر امن فضا کو مسموم کرنے کی مذموم کوشش میں لگ جاتی ہیں۔

اسی طرح آج کل مسلمانوں کو ٹارگیٹ کرنے کے لئے مذکورہ فرقہ پرست تنظیموں نے ''لو جہاد'' کی ایک مصنوعی اور اختراعی اصطلاح ایجاد کرلی ہے، جسے وہ اس ''مسلم لڑکے'' پر چسپاں کرتے ہیں جو کسی ''ہندو لڑکی'' سے شادی کرتا ہے، حالانکہ ایسا کرنے والا لڑکا ''جہاد'' تو بڑی بات! پہلے کلمے کا معنی بھی شاید و باید ہی جانتا ہوگا، کیوں کہ ''جہاد'' کو سمجھنے والا لڑکا کسی دوسرے مذہب کی لڑکی سے شادی کر ہی نہیں سکتا، ایسی کسی بھی شادی کو اسلام تسلیم نہیں کرتا جو الگ الگ مذہب کے ماننے والے مرد و عورت کے درمیان واقع ہو۔

اسلام میں نکاح یا شادی کے لئے بڑے واضح احکامات موجود ہیں، جن میں یہ بات قابل ذکر اور اہمیت کی حامل ہے کہ نکاح کرنے والے مسلمان مرد و عورت کے درمیان اگر ''کفائت'' کا فقدان ہے تو یہ نکاح نہیں ہوسکتا، یعنی مذہب و ملت کے بعد حسب و نسب، مال و دولت، تقویٰ و طہارت میں لڑکا لڑکی والوں کے ہم پلہ ہو، اگر لڑکا ان میں سے کسی بھی اعتبار سے ایسا ہے جس سے لڑکی والے شرم و عار اور ہتک و ذلت محسوس کرتے ہوں تو یہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

ذرا غور کریں کہ جس مذہب نے اپنے ماننے والوں کے درمیان بھی شادی کے لئے لڑکی والوں کی عزت و عظمت کا اس قدر پاس و لحاظ رکھا ہو، وہ کسی دوسرے مذہب والوں کی لڑکی سے شادی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں ''لو جہاد'' جیسا کوئی بھی تصور نہیں، یہ محض اسلام مخالف انتہا پسند تنظیموں کی نفرت بھری ذہنیت کی پیداوار ہے جس کا مقصد ملک میں آپسی بھائی چارہ کی خوشگوار فضا کو زہر آلود کرنا ہے، یہ ایک سیاسی ہتھکنڈا ہے جس کا استعمال ملک میں نفرت کی آگ بھڑکا کر اپنی سیاسی روٹی سینکنے کے لئے کیا جارہا ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

وطن عزیز اس وقت معاشی و اقتصادی بحران، مہنگائی اور بے روزگاری کی مار، کسانوں کی خود کشی اور کورونا وبا کا شکار ہے، ملک کو اس مشکل دور سے نکالنے کے بجائے بی جے پی کی مرکزی اور صوبائی حکومتیں ''لو جہاد'' پر قانون بنانے میں لگی ہوئی ہیں، ویسے تو اسلام مخالف طاقتیں ''لو جہاد'' کا شور شرابہ کافی دنوں سے کررہی ہیں لیکن حالیہ دنوں میں ہریانہ کی ''نکِتا'' کا معاملہ سامنے آنے کے بعد جس طرح ''لو جہاد'' کا پروپیگنڈہ کیا گیا اور اتر پردیش سمیت بھاجپا کی زیر حکومت کئی ریاستوں میں ''لو جہاد'' کے خلاف قانون بنا دیئے گئے یا بنائے جارہے ہیں، اس سے ایک عام آدمی کے ذہن و دماغ میں یہ شک و شبہ ضرور پیدا ہوگا کہ کیا واقعی اسلام میں ''لو جہاد'' کا کوئی تصور موجود ہے جس سے متأثر ہو کر مسلم لڑکے غیر مسلم لڑکیوں سے محبت کا جھانسہ دے کر، اپنا نام بدل کر شادی کریں پھر انھیں اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر مجبور کریں۔

اب آئیے یہ بھی جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا اسلامی

نقطۂ نظر سے کسی کو اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے؟ اس سلسلے میں قرآن پاک صاف لفظوں میں یہ اعلان فرمار ہا ہے کہ ”لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی اسلام میں کوئی زبردستی نہیں“ اس آیت کریمہ سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ اسلام قبول کرنے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، رہی بات کسی کو دھوکہ دے کر شادی کرنے کی! تو دھوکہ دے کر کوئی مسلم لڑکا کسی مسلم لڑکی سے بھی شادی نہیں کرسکتا، ایسے میں کسی دوسرے مذہب کی لڑکی کے ساتھ دھوکہ بازی سے شادی کا جواز ہی نہیں پیدا ہوتا، مزید یہ کہ اگر کوئی مسلم لڑکا خود کو ہندو بتا کر ہندو لڑکی سے یا عیسائی بتا کر عیسائی لڑکی سے یا سکھ بتا کر سکھ لڑکی سے یا کسی اور دھرم کی لڑکی سے شادی کرتا ہے تو یہ شادی سرے سے ہوگی ہی نہیں، الٹا اس لڑکے کا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا کہ وہ خود کو ہندو یا عیسائی یا سکھ بتا کر اسلام سے خارج ہو گیا۔

یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ ”لو جہاد، لو جہاد“ وہ چلّا رہے ہیں جو سر عام اپنے اسٹیجوں سے مسلم لڑکیوں کو پھانسنے کا اعلان کر رہے ہیں، ہندو لڑکوں کو چھ مہینے میں ۲۱۰۰ رمسلم لڑکیوں کو ورغلا کر شادی کرنے کا ٹارگیٹ دے رہے ہیں اور ایسا کرنے والے ”فسادیوں“ کو دو دو لاکھ روپئے کے نقد انعام اور قانونی مدد فراہم کرنے کی پیش کش کر رہے ہیں، یہ کیسی دوغلی پالیسی ہے کہ ایک طرف جہاں ”لو جہاد“ کا کوئی تصور بھی نہیں، وہاں تو اس عمل کو ”لو جہاد“ قرار دیا جارہا ہے اور جہاں سر عام ”لو جہاد“ کے ارتکاب کی ترغیب دی جارہی ہے، اس کے لئے ہندو لڑکوں کو اکسایا جارہا ہے، وہاں ان فرقہ پرستوں کی زبان کو لقوہ مار دیتا ہے۔ ع

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا نام جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس لئے ہمیں ”لو“ کو ”جہاد“ سے جوڑنے پر سخت اعتراض ہے، ہم اس کی سخت مخالفت اور مذمت کرتے ہیں، لو جہاد لو جہاد چلّانے والے یہ فرقہ پرست ثابت کریں کہ یہ لفظ انھوں نے کہاں سے لیا اور کیوں استعمال کیا؟ کس مولوی یا کس مسلم نے ان کی طرح سر عام اس کا اعلان کیا یا ایسی بات بھی کی؟ اور کس نے مسلم لڑکوں کو ایسا کرنے کے لئے لاکھوں روپئے انعام کا لالچ دیا؟ ہمارا چیلنج ہے کہ فرقہ پرستوں کا کوئی بھی مائی کا لال قیامت تک یہ ثابت ہی نہیں کرسکتا۔

واضح ہو کہ جب بھی کوئی مسلم لڑکے اور ہندو لڑکی کی شادی کا معاملہ سامنے آتا ہے فوراً کسی مردار پر ٹوٹ پڑنے والے گِدھوں کی طرح فرقہ پرست تنظیموں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا ہے اور سارے قاعدے قانون بالائے طاق رکھ کر پولیس کے سامنے لڑکے اور لڑکی کو ڈرانا دھمکانا یہاں تک کہ مارنا پیٹنا بھی شروع کر دیا جاتا ہے اور پولیس کسی نوکر کی طرح ان کی جی حضوری کرتی نظر آتی ہے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی لڑکی مسلم اور لڑکا ہندو ہو تو نہ مسلم تنظیموں کا پتہ ہوتا ہے نہ ہی لڑکی کے اہل محلہ کا! بے چارے والدین اور بھائی بہن تھانے کا رخ کرتے بھی ہیں تو ڈرے سہمے سے، اس وقت فرقہ پرست غنڈوں کے سامنے بھیگی بلّی نظر آنے والی یہی پولیس ”شیر ببر“ بن جاتی ہے اور کوئی کارروائی کرنے کے بجائے انھیں بھدّی بھدّی گالیاں دے کر تھانے سے باہر کر دیتی ہے اور زیادہ بات کرنے پر ”اندر“ کر دینے کی دھمکی بھی دے دیتی ہے۔

مسلم تنظیموں کا کسی مسلم لڑکے اور ہندو لڑکی کی حمایت یا کسی مسلم لڑکی اور ہندو لڑکے کی مخالفت میں کھڑا نہ ہونا اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ ان کی یہ حرکت ان کا اپنا ذاتی عمل ہے، اس کا اسلام اور مسلمانوں سے دور دور کا کوئی واسطہ نہیں، ایسے معاملوں میں اگر کسی قسم کا کوئی دھوکہ اور زور زبردستی بھی نظر آئے تو اس کے لئے انھیں قانون سزا دے گا نہ کہ یہ بھگوا دھاری غنڈے؟ اور نہ ہی اس سے کسی کو یہ حق مل جاتا ہے کہ وہ ”لو جہاد، لو جہاد“ چلّا کر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرے۔

تصویر کا پہلا رخ

”لو جہاد“ جیسے فرقہ ورانہ اور متعصّبانہ پروپیگنڈے نے سماج کے ساتھ ساتھ جوڈیشری کو بھی متأثر کر دیا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ کیرالا سے لے کر راجستھان تک کورٹ نے عجیب وغریب فیصلے کئے ہیں، کیرالا کی ۲۴ رسالہ ”اکھیلا تھا نے بقیہ ص ۵۴ ر پر

اداریہ

از: مولانا محمد طفیل احمد مصباحی*

خدمت خلق! ایک عظیم عبادت

مذہب اسلام میں خدمت خلق کی بڑی اہمیت ہے اور اس کو عبادت کا درجہ حاصل ہے، بلکہ یہ ایک عظیم عبادت ہے، یہی وجہ ہے کہ معلمِ کائنات، پیغمبر انسانیت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اہلِ ایمان کو مختلف انداز سے خدمت خلق کی تعلیم وتلقین فرمائی ہے، زکات، صدقات وخیرات، قربانی کے گوشت میں سے کچھ حصہ نکال غریبوں اور مسکینوں کو دینے کی ترغیب، غلام آزاد کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، حاجت مندوں کو کپڑا پہنانا، بیواؤں اور یتیموں کی ضرورتیں پوری کرنا، پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا وغیرہ، یہ ساری چیزیں خدمتِ خلق کی مختلف شکلیں ہیں۔

تصوف (جو سراسر اتباعِ شریعت کا نام ہے) کا ماحصل صرف اور صرف خدمتِ خلق ہے۔ غرض کہ اسلامی تعلیمات کا خلاصہ خالق کی بندگی اور مخلوقِ خدا کی خدمت و دل جوئی ہے۔ قرآن وحدیث میں خدمتِ خلق کے حوالے سے بیشمار نصوص وارد ہوئی ہیں۔ تعاون، امداد، احسان، حسنِ سلوک، رحم وکرم، عفوودر گذر، رحمت ورافت، ملی وقومی ہم دردی، خیر سگالی وغیرہ کی تعلیم در اصل معاشرے میں جذبۂ خدمت خلق کو پروان چڑھانے کے مقصد سے دی گئی ہے۔ بعض عبادات میں قصور وفتور واقع ہو جانے اور گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے بارے میں صراحت کے ساتھ قرآن مقدس میں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام کی نظر میں خدمتِ خلق کا درجہ کس قدر اہم اور باعث کارِ ثواب ہے۔

خدمت خلق کا اندازہ مندرجہ ذیل دو آیات سے لگائیں، قرآن مقدس سورۂ مدثر میں مذکور ہے:

الف

”مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿۴۴﴾

یعنی اہلِ جنت جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کون سی چیز نے جہنم میں لی گئی؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔“

ب

آیت کریمہ ”وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا) کی تفسیر میں حضرت امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے" اگر سوال کیا جائے کہ وہ عبادت کیا ہے جس کے لیے انسان وجنات کو پیدا کیا گیا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ وہ اوامر الٰہی کی تعظیم اور مخلوقِ خدا پر شفقت ورافت ہے، کیوں یہ دو چیزیں ایسی ہیں جن سے کوئی شریعت خالی نہیں ہے۔"

تعاون، خدمت خلق اور صدقات وخیرات کی اہمیت وفضیلت

(۱) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَجِدْ؟ قَالَ: فَيَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ. قَالُوا: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَلْيَأْمُرْ بِالْخَيْرِ أَوْ قَالَ: بِالْمَعْرُوفِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟ قَالَ: فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب: کل معروف صدقة، حدیث ۲۲۴۱ / دار الکتاب العربی، بیروت)

یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر

* مضمون نگار سالنامہ اہل سنت کی آواز مارہرہ شریف کے معاون مدیر ہیں۔

مسلمان کے لیے صدقہ ضروری ہے۔لوگ عرض گزار ہوئے کہ اگر کوئی شخص اِس کی اِستطاعت نہ رکھے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے کام کرے،جس سے اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔لوگوں نے عرض کیا: اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو یا ایسا نہ کر سکے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرورت مند اور محتاج کی مدد کرے۔ لوگ عرض گزار ہوئے: اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چاہیے کہ خیر کا حکم کرے یا فرمایا کہ نیکی کا حکم دے۔لوگوں نے پھر عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ برائی سے رکا رہے کیوں کہ یہی اس کے لیے صدقہ ہے، یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

(۲) المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يُسلمه، ومن كان فى حاجة أخيه كان الله فى حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة، ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة.

(صحیح البخاری، کتاب المظالم والغصب، ۳/۱۲۸،حدیث ۲۴۴۲ :،بیروت)

یعنی معلم کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ کسی کو اس پر ظلم کرنے دے اور جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی مصیبت دور کی، اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت اس سے دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے اس کے عیب کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(۳) عَنْ كَثِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّ صَدَقَةَ الْمُسْلِمِ تَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ، وَتَمْنَعُ مِيتَةَ السُّوء، وَيُذْهِبُ اللهُ بِهَا الْكِبْرَ وَالْفَخْرَ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ. (المعجم الکبیر الطبرانی، ۱۷/۲۲؛ حدیث :۳۱،بیروت)

یعنی کثیر بن عبد اللہ المزنی اپنے والد گرامی کے واسطہ سے اپنے جد امجد (حضرت عمرو بن عوف) سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کا صدقہ کرنا، اس کی عمر میں اضافہ کرتا ہے، اس کو بری موت سے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے صدقہ کرنے والوں کے دل سے غرور وتکبر کو ختم کر دیتا ہے۔

(٤) عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: اَلصَّدَقَةُ تَسُدُّ سَبْعِيْنَ بَابًا مِنَ السُّوْءِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

(المعجم الکبیر الطبرانی، ٤/۲۷٤؛ حدیث ٤٤٠٢ :،بیروت)

یعنی حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ برائی اور بد بختی کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔

دین، خیر خواہی کا نام ہے

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بايعتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم على إقامِ الصلوة وايتاء الزكوة والنصح لكُلّ مسلم. (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الرحمۃ والشفقۃ علی الخلق، ص ۲۲۳ :،بیروت)

یعنی میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھوں گا، زکوۃ ادا کروں گا اور ہر مسلمان کے حق میں خیر خواہی کروں گا۔

نماز اور زکات کی ادائیگی کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور "نصیحت" یعنی "خیر خواہی" کا تعلق حقوق العباد سے ہے، جس کے ضمن میں بندوں کے سارے حقوق و معاملات شامل ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ ارشاد فرمایا: دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے۔(سنن النسائی، کتاب البیعۃ، باب النصیحۃ للامام، ج ۲ :،ص ۱۸۵ :،دار الفکر، بیروت)

نیز مسلم شریف میں حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال :الدین النصیحة،قلنالمن؟قال :لِلّٰہ و لکتابه ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتھم -

(صحیح مسلم، باب الدین النصیحة، ج۱ :،ص ٥٤ :مجلس برکات، مبارک پور)

یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے ۔(یعنی نصیحت اور خیر خواہی اعمالِ دین میں سے افضل ترین عمل ہے) صحابۂ کرام نے عرض کیا : یارسول اللہ یہ نصیحت اور خیر خواہی کس کے حق میں کرنی چاہیے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :اللہ کے لیے، اللہ کی کتاب کے لیے ، اللہ کے رسول کے لیے ، ائمہ مسلمین کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے۔

مندرجہ بالا احادیثِ مبارکہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ دینِ اسلام فقط چند عبادات و مراسم یا اذکار یا وظائف کا نام نہیں، بلکہ بندوں کے حقوق کے رعایت کرنا، ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا اور عامۃ المسلمین کی بھلائی کے لیے فکری و عملی راہیں ہموار کرنا، یہ تمام چیزیں" نصیحت یا خیر خواہی" کے زمرے میں آتی ہیں۔

حدیث" الدین النصیحة" کی توضیح وتشریح

محدثین کرام نے حضرت تمیم داری سے مروی مذکورہ حدیث "الدین النصیحة " کی توضیح وتشریح ان الفاظ میں کی ہے:

اللہ تعالٰی کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالٰی کی ذات وصفات پر ایمان لائے ،اللہ کی وحدانیت و حاکمیت کا اعتقاد رکھے ، اس کی ذات وصفات میں کسی غیر کو شریک نہ ٹھہرائے ،اس کی عبادت اخلاصِ نیت کے ساتھ کرے اور اس کے اوامر ونواہی کی اطاعت وفرماں برداری خلوص کے ساتھ انجام دے، اس کی نعمتوں کا اقرار واعتراف کرے اور اس کا شکر ادا کرے اور اس کے نیک بندوں سے محبت کرے اور فساق وفجار سے دور ونفور رہے۔

اللہ کی کتاب کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، اس میں جو کچھ لکھا ہے، اُسے سمجھے اور اس پر ہر حال میں عمل کرے، تجوید وترتیل اور غور وفکر کے ساتھ اس کی تلاوت کرے اور اس کی تعظیم وتکریم میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتے ،

اللہ کے رسول ﷺ کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ بندہ سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور اس کے آخری نبی ہیں، ان کی نبوت پر ایمان لائے اور انہیں افضل الانبیاء تسلیم کرے، آپ اللہ عزوجل کی طرف سے جو پیغام لے کر آئے اور جن احکام کی تعلیم دی ، ان کو قبول کرے اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کرے، ان کو اپنی جان، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز رکھے، ان کے اہل بیت اور ان کے آل واصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت رکھے اور ان کی سنت پر عمل کرے۔

مسلمانوں کے اماموں کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلامی حکومت کی سربراہی کر رہا ہو، اس کے ساتھ وفاداری کا معاملہ کرے ، خلفائے عظام اور ائمۂ مسلمین کے احکام وقوانین کے پاس داری کرے اور ان کی خلاف ورزی کر کے حکومت میں کے نظم ونسق میں خلل نہ ڈالے، اچھی باتوں میں ان کی پیروی کرے اور بری باتوں میں ان کی اطاعت سے اجتناب برتے، امام المسلمین اگر اسلام اور اپنی رعایا کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت و کوتاہی کرے تو ان کو مناسب اور جائز طریقوں سے متنبہ کرے اور ان کے خلاف پرچمِ بغاوت بلند نہ کرے اور عام مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان کی دینی و دنیاوی فوز وفلاح کے لیے کوشاں رہے۔ ان کو دین کی تبلیغ کرے۔ ان کو اس راستہ پر چلنے کی تلقین کرے جس میں ان کی بھلائی ہو اور اُن کو کسی بھی طرح نقصان پہنچانے کی بجائے نفع پہنچانے کی سعی کرے۔ ان کی سلامتی کے لیے کوشاں رہے۔ ان کے ساتھ محبت والفت اور خندہ روئی کا معاملہ کرے اور حسن اخلاق کا برتاؤ کرے۔ نیز جہاں تک ہو سکے ان کی مدد اور تعاون کرے ،غرض کہ جلبِ منافع اور دفعِ مفاسد کے لیے کی گئی ہر قسم کی فکری وعملی کوششیں نُصح

اور خیر خواہی کے ضمن میں آتی ہیں۔ یہ حدیث پاک اختصار و جامعیت کا بہترین نمونہ ہے اور اس میں دینی و دنیاوی فوز و فلاح کی بیش قیمت ہدایات موجود ہیں۔

شیخ عثیمین شرحِ اربعین للنووی میں لکھتے ہیں :

قال :"وعامتھم" ای عوام المسلمین، و النصح لعامة المسلمین بأن تبدی لھم المحبة، و بشاشة الوجه، والقاء السلام، والنصیحة، والمساعدة، وغیر ذالك مما ھو جالب للمصالح و دافع للمفاسد..........و بھذا نعرف ان ھذا الحدیث علی اختصاره جامع لمصالح الدنیا و الآخرة.

(شرح الاربعین النبویہ للعثیمین ،ص :۱٤۳، دارالثریاللنشر، الریاض)

خدمتِ خلق کے فوائد وثمرات

خدمت خلق کے بیشمار روحانی و مادی فائدے ہیں، راہِ خدا میں خرچ کرنے، غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی امداد کرنے سے مال و دولت میں برکت ہوتی ہے۔ تعاون کرنے والوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے خزانۂ کرم کے دروازے کھول دیتا ہے اور قرآنی ارشاد : من جاء بالحسنة فله عشر امثالھا کے مطابق ایک نیکی کے بدلے دس نیکی اور ایک روپیہ کے بدلے دس روپے ملتے ہیں۔ خدمتِ خلق سے قلبی سکون میسر ہوتا ہے۔ رنج و غم دور اور مصائب و آلام کافور ہوجاتے ہیں۔ امیری غریبی کا فرق و امتیاز مٹ ہوجاتا ہے اور بندہ عجز و عاجزی کا پیکر بن جاتا ہے۔ غرور و تکبر اور فخر و مباہات کے جراثیم دلوں سے ختم ہو جائے۔ انسانیت نوازی، بھائی چارگی اور جذبۂ اخلاص و مروت کو پروان چڑھنے کا موقع ملتا ہے اور یہ ساری چیزیں ایک صالح معاشرہ کی تشکیل میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

سلطان المحققین، مخدوم بہار حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

مرید کا ایک بڑا کام خدمت (مخلوق کی خدمت) کرنا ہے۔ خدمت کرنے میں بڑے بڑے فوائد ہیں اور اس میں کچھ ایسی خاصیتیں ہیں جو کسی اور عبادت میں نہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ (خدمت خلق) سے نفسِ سرکش مرجاتا ہے اور بڑائی کا گھمنڈ دماغ سے نکل جاتا ہے۔ تواضع اور عاجزی آجاتی ہے۔ اچھے اخلاق، تہذیب اور آداب آجاتے ہیں۔ یہ سنت اور طریقت کے علوم سکھاتی ہے۔ نفس کی گرانی اور ظلمت دور ہوکر روح سبک اور لطیف ہوجاتی ہے۔ آدمی کا ظاہر و باطن صاف اور روشن ہوجاتا ہے۔ یہ سب فائدے خدمت ہی کے لیے مخصوص ہیں۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا: خدا تک پہنچنے کے لیے کتنے راستے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ موجوداتِ عالم کا ہر ذرہ خدا تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے، مگر خلقِ خدا کو راحت اور آرام پہنچانے سے بہتر اور نزدیک تر کوئی راستہ نہیں ہے اور ہم تو اسی راستے پر چل کر اس منزل پر پہنچے ہیں اور اپنے مریدوں کو بھی اسی کی وصیت کرتے ہیں۔ گروہِ صوفیا کے اوراد و ظائف اور عبادتیں اتنی ہیں جو بیان نہیں کی جاسکتیں، مگر خدمت خلق سے افضل اور مفید تر کوئی عبادت نہیں ہے، چنانچہ حضرت پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: ای صدقة افضل؟ قال : خدمة عبد فی سبیل الله او ظل فسطاس او طروقة فحل فی سبیل الله. (یعنی کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: راہِ خدا میں بندے کی خدمت کرنا یا سایہ کی غرض سے راستے میں شامیانے لگانا، خیمے نصب کرنا یا راہِ خدا میں اونٹ یا کشتی دینا) اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: الساعی علی الارملة و المساکین کالمجاھد فی سبیل الله فی سبیل الله او کالذی یصوم النھار و یقوم اللیل. (بیوہ عورتوں کے کام آنا اور مسکینوں کی خدمت کرنا، راہِ خدا میں مجاہد کے جہاد کرنے یا قائم اللیل وصائم النھار جیسا ہے۔

(مکتوباتِ صدی مکمل، ص :٤۳۹/ ٤٥۰، ایم، ایچ، سعید کمپنی، کراچی)

کورونا وائرس اور ہمارے لیے لمحہ فکریہ

۲۰۲۰ء کے اوائل میں " کورونا وائرس " ایک عالم گیر وبا کی شکل میں نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وبا کا بنیادی سبب کووی 2 نامی وائرس ہے، جس کی بنا پر انسان کے نظامِ تنفس میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ دسمبر ۲۰۱۹ء میں چینی صوبہ ہوبئی کے شہر ووہان میں اس

وبا کا ظہور ہوا اور اس برق رفتاری سے پھیلا کہ چند ہی مہینوں کے بعد ایک عالمی وبا کا روپ دھار لیا اور عالمی ادارۂ صحت (WHO) نے اسے ایک مہلک عالم گیر وبا قرار دے دیا، مارچ ۲۰۲۰ء تک ۱۹۰/ممالک کے مختلف خطوں میں اس وبا کے پانچ لاکھ انچاس ہزار سے زائد متاثرین کی اطلاع سامنے آچکی ہے اور اب تک اس مرض نے ہزاروں انسانوں کی جان لے لی ہے، کورونا وائرس نے چین، اٹلی اور امریکہ میں کچھ زیادہ ہی تباہی مچائی ہے،الامان والحفیظ!

بی بی سی اردو نیوز کے مطابق دنیا بھر میں کورونا وائرس کے باعث بڑھتی اموات کے دوران عالمی ادارۂ خوارک نے متنبہ کیا ہے کہ دنیا کو" بھوک مری کی عالمی وبا" کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور رواں برس (۲۰۲۰ء) خوراک کی قلت کے شکار افراد کی تعداد میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ عالمی ادارۂ خوارک کے مطابق سال ۲۰۱۹ء کے اختتام پر دنیا بھر میں ساڑھے تیرہ کروڑ افراد کو شدید بھوک کا سامنا تھا اور اب چوں کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں لاک ڈاؤن قائم ہے تو یہ تعداد رواں برس بڑھ کر ساڑھے ۲۶/کروڑ تک پہنچ جائے گی۔ عالمی ادارہ خوراک کے ایگزیکیٹو ڈائریکٹر ڈیوڈ بیسلے نے کہا ہے کہ: کورونا وائرس جیسی تباہ کن بیماری کے وجود میں آنے کے سبب دوسری جنگ عظیم کے بعد سال ۲۰۲۰ء ایسا سال ہوگا جس میں دنیا کو بدترین انسانیت سوز بحران کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

عرصۂ حیات تنگ کر دینے والے کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن کے ان دشوار ترین ایام میں مسلمان سخت پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ دیگر برادرانِ وطن کے ساتھ وہ بھی طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ ملازمت اور مزدوری کر کے روزی روٹی کمانے والے آج بھوک مری اور فاقہ کشی کے دور سے گذر رہے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں متمول طبقہ اور اربابِ خیر حضرات کی دینی و اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کریں اور جہاں تک ہو سکے ان کی مصیبتوں کا ازالہ کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کا بہتر اجر وصلہ عطا فرمائے گا۔

عن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ یحدث عن ابیہ، عن جدہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (سنن ابن ماجۃ، کتاب الجنائز، ص: ۵۱۱، حدیث نمبر ۱۶۰۱: ، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت)

یعنی: نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی مصیبت دور کرے گا، اللہ جل سجان کل قیامت کے دن اسے کرامت (شرف و بزرگی) کا لباس پہنائے گا۔

مقامِ مسرت و اطمینان ہے کہ آج کے" کورونا زدہ ماحول" اور لاک ڈاؤن کے ایام میں مختلف فلاحی تنظیمیں اپنے اپنے علاقے میں مختلف طریقوں سے غریبوں، مزدوروں اور مصیبت زدہ افراد کا تعاون کر رہی ہیں۔

اسی طرح اربابِ سیاست اور اہلِ خیر حضرات انفرادی طور پر سماجی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور حسبِ توفیق و استطاعت ضرورت مندوں کو اشیائے خورد ونوش اور نقد رقوم بھی مہیا کر رہے ہیں، جس سے کچھ حد تک غریبوں کو راحت ملی ہے ۔لیکن آج بھی ایسے ہزاروں لاکھوں غریب خاندان موجود ہیں جو معاشی اعتبار سے پریشان حال ہیں۔ بھوک مری اور فاقے کے دور سے گذر رہے ہیں۔ یہ بیچارے دو وقت کی روٹی کو ترس رہے ہیں اور امرا و اغنیا کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ غرض کہ آج پوری دنیائے انسانیت کے سروں پر مصیبت کے بادل منڈلا رہے ہیں اور ہمارا ملک سمیت دنیا کے بیشتر سخت مصیبت میں مبتلا ہیں۔ غریب عوام مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں، کورونا وائرس جیسی عالمی وبا اور لاک ڈاؤن کا ختم ہو جانا مسئلے کا فوری حل نہیں ہے، اس وبا نے وطن عزیز ہندوستان سمیت عالمی معیشت کی کمر توڑ دی ہے۔

ماہرینِ اقتصادیات کا کہنا ہے کہ اس لاک ڈاؤن کے سبب ہمارا ملک پندرہ بیس پیچھے چلا گیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، بڑی بڑی کمپنیاں اور کارخانے ابھی سے مزدوروں کی

اسلامیات

چھٹائی اور عملہ کی تعداد کم کرنے کا عندیہ ظاہر کر رہے ہیں، جس کے سبب لاکھوں مزدوروں کو نوکری سے ہاتھ دھونا اور ہزاروں کاریگروں کو سال دو سال تک بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ بھوک مری اور قحط سالی ہوگا۔ اس لیے ملک کے اہلِ خیر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ صرف لاک ڈاؤن تک ہی خدمت خلق اور امداد و تعاون کو محدود نہ رکھیں، بلکہ مجموعی اعتبار سے جب تک حالات معمول پر نہ آجائیں، وہ خدمت خلق کو ایک عظیم عبادت سمجھ کر انجام دیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کے حق دار بنیں، اللہ تعالیٰ ہمارے سینے میں خدمت خلق کا جذبۂ بیکراں عطا فرمائے اور ہماری خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے، آمین۔



ص ۲۴ رکابقیہ..........................

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے عطا ہوں، درجہ بدرجہ پیران عظام کے توسل سے وہ بھی مستفیض و مستفید ہوتے رہیں، بایں ہمہ شجرہ شریف کی خاصیت ہے کہ مانند زنجیر کے اس کے ایک سرے کی حرکت دوسرے سرے تک پہنچتی ہے۔ شجرہ شریف کے پڑھنے سے بھی اپنے شیخ و مقتدا سے لے کر جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام حضرات کی توجہ باطنی شامل حال ہوجاتی ہے۔ سلسلہ کے بزرگوں کو نام بنام یاد کرنے سے ہر ایک ظاہری و باطنی مشکل و مصیبت رفع ہوجاتی ہے۔ ان حضرات کو وسیلہ و واسطہ گردا ننے سے جو مراد یا دعا مانگی جاتی ہے قبولیت حاصل کرتی ہے۔

بلاناغہ شجرہ شریف پڑھنے کی برکت سے دل روشن اور گناہ معاف ہوتے ہیں، طبیعت میں ذوق و شوق و تازگی رہتی ہے، ایمان کو قوت پہنچتی ہے، محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حاصل ہوتی ہے، بزرگوں کی ارواح طیبہ متوجہ ہوتی ہیں، رزق، عمر، اولاد میں برکت، اعمالِ صالحہ میں ترقی ہوتی ہے، بلا و مصیبت سے نجات اور اعداء ظاہری و باطنی پر فتح نصیب ہوتی ہے۔

شجرہ پڑھنے کا بہتر وقت تہجد کی نماز اور ذکر کے بعد ہے۔ اگر شجرہ زبانی یاد ہوجائے تو ظاہری انداز میں بھی دعا کی صورت میں یعنی ہاتھ اُٹھا کر پڑھا جائے کیونکہ شجرۂ دعائیہ ہوتا ہے، جس کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ اولاً مشائخ طریقت کی ارواح کو جس قدر تلاوت قرآن و نوافل یا ختمِ مجوزہ بزرگانِ سلسلہ پڑھنے کی توفیق میسر آئے پڑھ کر ایصال ثواب کیا جائے، اس کے بعد پوری توجہ اور خشوع و خضوع کے ساتھ مثلِ سلسلہ روایت، اپنے شیخ کے نام سے لے کر حضور اکرم ﷺ کے اسم مبارک تک یا بحسب تفاوتِ مراتب حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک سے شروع کر کے اپنے شیخ کے مبارک نام تک جملہ اسماء بزرگان سلسلہ کو بحضورِ قلب زبان سے ادا کریں تا کہ ان کے توسل سے ان اکابرین طریقت کے روحانی فیضان سے استفاضہ ہو جس کا حاصل علائق دنیوی سے قلب کا انقطاع اور حضرت حق جل شانہ کی طرف قلب کی کشش اور جذبہ ہوتا ہے جو طریقت کے اہم مطلوبات میں سے ہے۔



ص ۲۹ رکابقیہ..........................

احساس، حیا، تواضع، رشک کرنا، جو رشک دلاتا ہو، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لغت میں غیرت کے کئی معنی آتے ہیں اور یہ حسد کے معنی میں مخصوص نہیں ہے اس کا مطلب حیا اور حسد دونوں کے آتے ہیں۔

لہٰذا تم لفظ حسد کی جگہ حیا کا لفظ استعمال کر سکتے تھے جب تم نے کہا تھا یہ آخری جملہ یقینی طور پر حسد کی وجہ سے تھا ان کے شوہر کے لیے جو اللہ کے رسول ہیں اور ان کی ملامت میں تھا، خاص طور پر جبکہ اس مضمون کا لفظی تناظر ایک اور حدیث شریف کے الفاظ سے واضح ہے جس میں حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں: "استحی" میں حیا محسوس کرتی تھی اور اگر تمہیں حضرت عائشہ ذرا سا ادب ہوتا اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کا تھوڑا سا خیال ہوتا تو تم اپنے خود ساختہ برے معنوں سے گریز کر سکتے تھے۔

.... جاری

دجّال اور قربِ قیامت

از: مفتی محمد اسلم رضا شیوانی *

اسلامیات

دَجّال کی وجہِ تسمیہ

لغت کے اعتبار سے دَجّال کا مادّہ دَجل ہے، جس کا معنی ہے: شیطانی چالوں سے دوسروں کو دھوکے میں ڈالنا، حقیقت کو چھپانا، جھوٹ بولنا اور غلط بیانی کرنا ہے، چونکہ دجّال میں یہ سب عُیوب موجود ہیں، لہٰذا اسے دَجّال کہتے ہیں، اصطلاحِ شرعی میں دَجّال سے مراد وہ جھوٹا مسیح (۱) ہے، جو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور آخری زمانے میں ظاہر ہوگا اور خدائی کا جھوٹا دعویٰ کرے گا۔

واضح رہے کہ دجّال کے نام کے ساتھ لفظِ "مسیح" بمعنی اسمِ مفعول ہے، یعنی ممسوح العین "ایک آنکھ کا کانا" جبکہ حضرت سیّدُنا عیسیٰ روح اللہ کا لقب مسیح بمعنی اسمِ فاعل ہے، یعنی برکت کے لیے چھونے والے اور چُھو کر مُردوں کو زندہ اور بیماروں کو اچھا کرنے والے، لہٰذا باہم کوئی تعارُض نہیں۔(۲)

دجّال کا حُلیہ

دَجّال ایک نوجوان کافر مرد ہے، پستہ قد اور عظیم الجثّہ (یعنی بہت موٹا) سرخ رنگت کا مالک، ایک آنکھ سے کانا اور گھنگریالے بالوں والا ہے۔(۳)

حضرت سیّدُنا عُبادہ بن صامِت روایت کرتے ہیں، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنِّي قَدْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ لَا تَعْقِلُوا، إِنَّ مَسِيحَ الدَّجَّالِ رَجُلٌ قَصِيرٌ أَفْحَجُ، جَعْدٌ أَعْوَرُ، مَطْمُوسُ الْعَيْنِ، لَيْسَ بِنَاتِئَةٍ وَلَا جَحْرَاءَ، فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ، فَاعْلَمُوا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ۔ (۴) میں نے تمہیں دجّال سے متعلق اتنی باتیں بتا دی ہیں، کہ تمہاری عقل میں نہ سمانے کا خدشہ لاحق ہونے لگا ہے۔ یقیناً دجّال پست قامت، ٹیڑھے پاؤں والا، گھنگھریالے بالوں والا، ایک آنکھ کا سپاٹ ہے، وہ آنکھ نہ اُبروی ہوئی ہے اور نہ دھنسی ہوگی، اگر تم پر اشتباہ ہو، تو جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔" (جبکہ دجّال کانا ہے)

ایک اَور مقام پر حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ لَا يَخْفَى عَلَيْكُمْ، إِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ -وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى عَيْنِهِ- وَإِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى، كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ (۵) اللہ تعالیٰ تم سے چُھپا ہوا نہیں، اللہ کانا نہیں اور مسیح دجّال داہنی آنکھ سے کانا ہے، اس کی آنکھ گویا اُبھرے ہوئے انگور کی مانند ہے۔"

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اے لوگو! دجّال کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر، اسے خدا نہ سمجھ لینا، اس کے بندہ ہونے کی دلیل، اس کی اپنی کانی آنکھ ہے، وہ اپنے آپ کو شفا نہ دے سکے گا۔ دجّال کی داہنی آنکھ کانی بھی ہوگی اور اوپر کو انگور کی طرح اُبھری ہوئی بھی، جو ہر شخص کو نظر آئے گی، وہ اپنے اس عیب کو دُور نہ کر سکے گا۔" (۶)

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارُض معلوم ہوتا ہے؛ کہ ایک روایت کے مطابق "دجّال کی آنکھ بالکل سپاٹ ہوگی (یعنی نہ اُبھری ہوئی، نہ دھنسی ہوئی) جبکہ دوسری روایت میں "انگور کی طرح اُبھری ہوئی" فرمایا، مفتی احمد یار خان نعیمی "مرقاۃ المفاتیح" کے حوالے سے، دونوں روایتوں میں تطبیق یوں فرماتے ہیں کہ "دجّال کی ایک آنکھ تو ہوگی ہی نہیں، وہ حصّہ سر کے پیچھے کی طرح صاف ہوگا، دوسری آنکھ کانی ہوگی، ابھرے ہوئے انگور کی طرح یا اس کی ایک آنکھ کبھی صاف

* مضمون نگار وزارت اوقاف سعودیہ عربیہ کے مفتی ہیں۔

سپاٹ ہوگی اور کبھی اُبھرا ہوا انگور یا کسی کو وہ آنکھ سپاٹ نظر آئے گی اور کسی کو اُبھرا ہوا انگور۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیثوں کے خلاف نہیں، جن میں اس کی آنکھ کو ابھرے ہوئے انگور کی مانند فرمایا گیا ہے۔" (۷)

دجّال کا موجودہ ٹھکانہ

ایک بار حضور اکرم ﷺ نے اپنے پیارے صحابۂ کرام کو، نماز کے بعد اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہنے کا حکم دیا اور پھر ارشاد فرمایا: أَتَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ؟ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمھیں کیوں جمع کیا ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: إِنِّي، وَاللهِ! مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ، وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ، لِأَنَّ تَمِيماً الدَّارِيَّ، كَانَ رَجُلاً نَصْرَانِيّاً، فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ، وَحَدَّثَنِي حَدِيثاً وَافَقَ الَّذِي كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ، حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ، مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلاً مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامَ، فَلَعِبَ بِهِمِ الْمَوْجُ شَهْراً فِي الْبَحْرِ، ثُمَّ أَرْفَؤُوا إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حِينَ مَغْرِبِ الشَّمْسِ، فَجَلَسُوا فِي أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ، فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ، لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ، مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ، فَقَالُوا: وَيْلَكِ مَا أَنْتِ؟ فَقَالَتْ: أَنَا الْجَسَّاسَةُ، قَالُوا: وَمَا الْجَسَّاسَةُ؟ قَالَتْ: أَيُّهَا الْقَوْمُ! انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ، فَإِنَّهُ إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ، قَالَ: لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلاً فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً. قَالَ: فَانْطَلَقْنَا سِرَاعاً، حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ، فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقاً، وَأَشَدُّهُ وِثَاقاً، مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ، مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ، قُلْنَا: وَيْلَكَ مَا أَنْتَ؟ قَالَ: قَدْ قَدَرْتُمْ عَلَى خَبَرِي، فَأَخْبِرُونِي مَا أَنْتُمْ؟ قَالُوا: نَحْنُ أُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ۔ میں نے تمہیں کسی بات کی ترغیب یا ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا، بلکہ صرف اس لیے جمع کیا ہے، کہ (تمہیں یہ واقعہ سناؤں کہ) تمیم داری ایک نصرانی شخص تھے، وہ میرے پاس آئے اور اسلام پر بیعت کی اور مسلمان ہو گئے اور مجھے ایک بات بتائی، جو اس خبر کے مطابق ہے، جو میں تمہیں دجّال کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا ہوں، چنانچہ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ بنو لخم اور بنو جذام کے تیس آدمیوں کے ہمراہ، ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے، انہیں ایک مہینے تک سمندر کی موجیں (طوفان کے سبب) دھکیلتی رہیں، پھر ایک دن غروبِ آفتاب کے وقت سمندر میں ایک جزیرے کے قریب پہنچے، پھر وہ لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر سوار ہو کر جزیرے تک گئے، تو وہاں انہیں ایک عجیب سی مخلوق ملی، جو موٹے اور گھنے بالوں والی تھی، بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے اگلے اور پچھلے حصے کو وہ پہچان نہیں سکے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ خانہ خراب! تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں جسّاسہ (جاسوسہ) ہوں، ہم نے کہا کہ جسّاسہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تم لوگ اندر گرجے میں اس شخص کے پاس چلو، جو تمہاری خبر کے بارے میں بہت بے چین ہے، جب اس نے ہمارا نام لیا تو ہم گھبرائے، کہ کہیں وہ شخص شیطان نہ ہو، ہم جلدی جلدی گرجے تک پہنچے، وہاں اندر ایک بہت بھاری بھر کم آدمی تھا، ہم نے اتنی بڑی جسامت والا (یعنی پستہ قامت اور بہت موٹا) اور ایسا مضبوط بندھا ہوا انسان پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، اس کے ہاتھ کندھوں تک، اور گھٹنے ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے، ہم نے پوچھا: کم بخت! تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ جب تم نے مجھے پا لیا ہے اور تمہیں معلوم ہو گیا ہے، تو تم مجھے بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم عرب کے لوگ ہیں (اس کے بعد سیّدنا تمیم داری نے اپنے بحری سفر، طوفان، جزیرہ میں داخل ہونے اور جسّاسہ سے ملنے کی تفصیل دُہرائی)

اس نے پوچھا: أَخْبِرُونِي عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ! قُلْنَا: عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ؟ قَالَ: أَسْأَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا، هَلْ يُثْمِرُ؟ قُلْنَا لَهُ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ لَا تُثْمِرَ!

قَالَ :أَخۡبِرُونِي عَنۡ بُحَيۡرَةِ طَبَرِيَّةِ! قُلۡنَا :عَنۡ أَيِّ شَأۡنِهَا تَسۡتَخۡبِرُ؟ قَالَ :هَلۡ فِيهَا مَاءٌ؟ قَالُوا :هِيَ كَثِيرَةُ الۡمَاءِ، قَالَ :أَمَا إِنَّ مَاءَهَا يُوشِكُ أَنۡ يَذۡهَبَ!-قَالَ :أَخۡبِرُونِي عَنۡ عَيۡنِ زُغَرَ! قَالُوا :عَنۡ أَيِّ شَأۡنِهَا تَسۡتَخۡبِرُ؟ قَالَ : هَلۡ فِي الۡعَيۡنِ مَاءٌ؟ وَهَلۡ يَزۡرَعُ أَهۡلُهَا بِمَاءِ الۡعَيۡنِ؟ قُلۡنَا لَهُ :نَعَمۡ، هِيَ كَثِيرَةُ الۡمَاءِ، وَأَهۡلُهَا يَزۡرَعُونَ مِنۡ مَائِهَا، قَالَ :أَخۡبِرُونِي عَنۡ نَبِيِّ الۡأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ؟ قَالُوا :قَدۡ خَرَجَ مِنۡ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثۡرِبَ- قَالَ :أَقَاتَلَهُ الۡعَرَبُ؟ قُلۡنَا :نَعَمۡ، قَالَ :كَيۡفَ صَنَعَ بِهِمۡ؟ فَأَخۡبَرۡنَاهُ أَنَّهُ قَدۡ ظَهَرَ عَلَى مَنۡ يَلِيهِ مِنَ الۡعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ -قال- :قَالَ لَهُمۡ :قَدۡ كَانَ ذَاكَ؟ قُلۡنَا :نَعَمۡ.

قَالَ:أَمَا إِنَّ ذَاكَ خَيۡرٌ لَهُمۡ أَنۡ يُطِيعُوهُ! وَإِنِّي مُخۡبِرُكُمۡ عَنِّي، إِنِّي أَنَا الۡمَسِيحُ الدجّالُ، وَإِنِّي أُوشِكُ أَنۡ يُؤۡذَنَ لِي فِي الۡخُرُوجِ، فَأَخۡرُجُ فَأَسِيرُ فِي الۡأَرۡضِ، فَلَا أَدَعُ قَرۡيَةً إِلَّا هَبَطۡتُهَا فِي أَرۡبَعِينَ لَيۡلَةً، غَيۡرَ مَكَّةَ وَطَيۡبَةَ، فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلۡتَاهُمَا، كُلَّمَا أَرَدۡتُ أَنۡ أَدۡخُلَ وَاحِدَةً، أَوۡ وَاحِداً مِنۡهُمَا، اسۡتَقۡبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيۡفُ صَلۡتاً، يَصُدُّنِي عَنۡهَا، وَإِنَّ عَلَى كُلِّ نَقۡبٍ مِنۡهَا مَلَائِكَةً يَحۡرُسُونَهَا۔ کیا بیسان (اردن کا ایک شہر، جو اسرائیل کے قبضے میں ہے) کی کھجوروں کے درختوں پر پھل آتے ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے کہا کہ وہ زمانہ قریب ہے، جب ان درختوں پر پھل نہیں آئیں گے! پھر اس نے بحیرۂ طَبَریہ (اسرائیل کے شمال مشرق میں اردن کی سرحد کے قرب) میں پانی سے متعلق پوچھا؟ ہم نے کہا کہ اس میں بہت پانی ہے، اس نے کہا کہ عنقریب اس کا پانی خشک ہو جائے گا! پھر اس نے زُغَر کے چشمہ کا حال دریافت کیا (جو اسرائیل کی مشرقی سمت میں واقع ہے) کہ اس چشمے میں پانی ہے؟ اور کیا اس کے قریب کے لوگ اس پانی سے کاشتکاری کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں، پھر اس نے پوچھا کہ ناخواندہ لوگوں کے نبی کے بارے میں بتاؤ! کہ اس نے کیا کیا؟ ہم نے کہا کہ وہ مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے ہیں، اس نے پوچھا کہ کیا عربوں نے ان سے جنگ کی؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے پوچھا: انہوں نے عربوں سے کیا مُعاملہ کیا؟ ہم نے اسے تمام واقعات بتائے، کہ جو لوگ عربوں میں عزیز تھے، اُن پر حضور اکرم ﷺ نے غلبہ حاصل کرلیا اور انہوں نے حضور کی اطاعت قبول کرلی! اس نے کہا کہ اُن کے حق میں اطاعت کرنا ہی بہتر تھا۔

(پھر اس نے کہا کہ) اب میں تمہیں اپنا حال بتا تا ہوں: میں مسیح (دجّال) ہوں، عنقریب مجھے نکلنے کا حکم دیا جائے گا، میں باہر نکلوں گا اور زمین بھر میں سرن کروں گا، یہاں تک کہ کوئی آبادی ایسی نہیں چھوڑوں گا، جہاں میں داخل نہ ہوں، چالیس راتیں برابر گشت میں رہوں گا، لیکن مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ میں نہیں جا سکوں گا، وہاں جانے سے مجھے روک دیا جائے گا، جب میں ان میں سے کسی ایک شہر میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا، تو فرشتہ مجھے تلوار سے روکے گا، ان شہروں کے ہر راستے پر فرشتے مقرّر رہوں گے۔"

یہ واقعہ سنانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے، اپنا عصا شریف منبر پر مار کر فرمایا: هَذِهِ طَيۡبَةُ! هَذِهِ طَيۡبَةُ! هَذِهِ طَيۡبَةُ! یہ ہے طیبہ! یہ ہے طیبہ! یہ ہے طیبہ! پھر مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: أَلَا هَلۡ كُنۡتُ حَدَّثۡتُكُمۡ ذَلِكَ؟ کیا میں تم سے یہی سب نہیں بیان کرتا تھا؟ لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! (پھر فرمایا:) أَلَا إِنَّهُ فِي بَحۡرِ الشَّامِ أَوۡ بَحۡرِ الۡيَمَنِ، لَا بَلۡ مِنۡ قِبَلِ الۡمَشۡرِقِ، مَا هُوَ. مِنۡ قِبَلِ الۡمَشۡرِقِ، مَا هُوَ. مِنۡ قِبَلِ الۡمَشۡرِقِ، مَا هُوَ (۸) ہوشیار رہو! کہ دجّال دریائے شام میں ہے، یا دریائے یمن میں، نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے! وہ مشرق کی طرف ہے! وہ مشرق کی طرف ہے۔"

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی مذکورہ بالا حدیث شریف کے آخری جزء أَلَا إِنَّهُ فِي بَحۡرِ الشَّامِ أَوۡ بَحۡرِ الۡيَمَنِ، لَا بَلۡ مِنۡ قِبَلِ الۡمَشۡرِقِ، مَا هُوَ اِلخ، کی شرح میں دجّال کے ٹھکانے اور سَمت سے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ "اس

اسلامیات

فرمانِ عالی کی بہت سی شرحیں کی گئیں، بہترین شرح یہ ہے کہ دجّال کبھی بحرِ شام (جانبِ شمال) میں مقیّد رہتا ہے اور کبھی بحرِ یمن (جانبِ جنوب) کی جیل میں رکھا جاتا ہے، آج کل ان دونوں جیلوں میں نہیں، بلکہ مدینہ منوّرہ سے مشرقی جانب میں ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ شامی یا یمنی جیلوں میں مقیّد رہتا ہے، مگر قریبِ خُروج مدینہ منوّرہ میں ان طرفوں (سمتوں) سے نہ آئے گا، بلکہ مشرق کی طرف سے آئے گا۔" (۹)

خروج دجّال کب ہوگا؟

آج کل یہود و نصاریٰ میں سے بعض لوگ، یہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں، کہ دجّال کا خروج ہو چکا ہے اور وہ اس کذّاب سے ملاقات بھی کر چکے ہیں، یاد رکھیے! یہ سب دعوے فی الوقت جھوٹے اور بلا ثبوت ہیں؛ کیونکہ ہمارے نبی برحق ﷺ نے خروجِ دجّال سے قبل، بعض ایسی نشانیوں سے متعلق بیان فرمایا ہے، کہ جب تک وہ نشانیاں وُقوع پذیر نہ ہوجائیں، اس وقت تک دجّال کا خروج نہیں ہوسکتا۔

حضرت سیّدُنا نافع بن عتبہ فرماتے ہیں، کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، کہ نبی رحمت ﷺ کے پاس مغرب کی طرف سے کچھ لوگ، اونی کپڑوں میں ملبوس آئے، ان کی ملاقات حضورِ اکرم ﷺ سے ایک جھاڑی کے پاس ہوئی، جبکہ وہ کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، میں نے دل میں سوچا کہ چل کر ان کے اور حضور سرورِ عالم ﷺ کے درمیان جا کر کھڑا ہوجاؤں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کوئی دھوکا کر دیں! پھر میں نے سوچا کہ ممکن ہے رسولِ کریم ﷺ ان کے ساتھ آہستہ سے بات کر رہے ہوں، بہرحال میں چلتا ہوا ان کے اور حضور رحمتِ عالم ﷺ کے درمیان آکر کھڑا ہوا، میں نے حضور پرنور ﷺ کی زبانِ حق ترجمان سے نکلنے والے چار کلمات محفوظ کر لیے، جنہیں میں اپنے ہاتھ پر شمار کر رہا تھا، حضور سیّدِ عالم ﷺ نے فرمایا: **تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ، فَيَفْتَحُهَا اللهُ، ثُمَّ فَارِسَ، فَيَفْتَحُهَا اللهُ، ثُمَّ تَغْزُونَ الرُّومَ، فَيَفْتَحُهَا اللهُ، ثُمَّ تَغْزُونَ الدَّجَّالَ، فَيَفْتَحُهُ اللهُ!** تم لوگ جزیرۂ عرب میں جہاد کرو گے، اللہ تمہارے ہاتھ پر فتح دے گا، پھر فارس والوں سے جہاد کرو گے، رب تعالیٰ اس میں بھی تمہیں فتح دے گا، پھر روم سے جہاد کرو گے، اللہ اُن پر بھی فتح عطا فرمائے گا، پھر دجّال سے جہاد کرو گے، تو اللہ رب العالمین اس پر بھی تمہیں فتح یابی نصیب فرمائے گا۔"

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدُنا نافع نے فرمایا: اے جابر! اسی لیے ہم سمجھتے ہیں، کہ دجّال کا خروج اس وقت تک نہیں ہوگا، جب تک روم فتح نہ ہوجائے۔" (۱۰)

جنگ عظیم اور خروجِ دجّال

خروجِ دجّال کی بڑی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ اس کے خروج سے قبل دنیا کو ایک اَور عالمی جنگ کا سامنا ہوگا، اور قسطنطنیہ (ترکی) جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہوگا، دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے، کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **الْمَلْحَمَةُ الْعُظْمَى، وَفَتْحُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةِ، وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبْعَةِ أَشْهُرٍ** (۱۱) جنگ عظیم، فتحِ قسطنطنیہ اور خروجِ دجّال، سات مہینوں کے اندر سب کچھ ہوجائے گا۔"

خروجِ دجّال سے قبل دنیا کی حالتِ زار

خروجِ دجّال سے چند سال قبل، دنیا میں دھوکا فریب اور جھوٹ عام ہو جائے گا، فاسق و فاجر لوگ اہم مُعاملات میں رائے زنی کریں گے، حدیثِ پاک میں ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ سِنِينَ خَدَّاعَةً يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ، وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ**۔ دجّال کے خروج سے پہلے چند سال، دھوکا و فریب کے ہوں گے، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا بنا کر پیش کیا جائے گا، خیانت کرنے والے کو امانت دار، اور امانت دار کو خائن قرار دیا جائے گا اور ان میں رُوَیضِہک بات کریں گے" عرض کی گئی: رویضہک کون ہیں؟ فرمایا: **الْمَرْءُ التَّافِهُ يَتَكَلَّمُ**

فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ(۱۲) گھٹیا قسم کے لوگ، عام عوام کے اہم معاملات میں اپنی رائے دیں گے۔"

آج نام نہاد مہذّب دنیا اور دجّالی میڈیا کا کردار ہمارے سامنے ہے، نیوز چینلز پر فاسق و فاجر اور کم علم لوگ چوبیس گھنٹے، حقائق کو توڑ مروڑ کر دنیا کے سامنے پیش کرنے میں مصروف ہیں، وہ جھوٹ کو سچ کہیں تو دنیا اسے سچ تسلیم کرتی ہے اور اگر چمکتے سورج کی طرح رَوشن سچ کو جھوٹ کہہ دیں، تو عوام الناس تو رہے ایک طرف، اچھے خاصے پڑھے لکھے اور باشعور لوگ بھی، ان کی ہاں میں ہاں ملاتے نظر آتے ہیں۔

اسی طرح ہمارا عدالتی نظام بھی سب کے سامنے ہے! کس طرح چور لیٹروں اور ملکی خزانہ لوٹنے والے کرپٹ عناصر کو، باعزت بری کر دیا جاتا ہے اور غربت و افلاس سے مجبور ہو کر معمولی جرم کرنے والا عام شہری، سالہا سال جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزارنے پر مجبور ہوتا ہے! دجّال کے خروج سے قبل دنیا کی جس حالتِ زار سے متعلق، رسولِ محتشم ﷺ نے آگاہ فرمایا تھا، آج وہ حالات بڑی تیزی سے پیدا ہو رہے ہیں۔ لہٰذا علمائے دین کو چاہیے، کہ اپنی تقریروں اور خطبات جمعہ میں، مسلمانوں کو فتنۂ دجّال سے متعلق، وقتاً فوقتاً ضروری آگاہی دیتے رہیں؛ تاکہ وہ اُس کے دجل وفریب کا شکار ہونے سے بچے رہیں۔

دجّال کے خروج کا مقام

حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا: أَنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ مِنْ أَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ، يُقَالُ لَهَا: خُرَاسَانُ، يَتْبَعُهُ أَقْوَامٌ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ(۱۳) دجّال مشرق کے ایک علاقہ سے ظاہر ہوگا، جسے خُراسان کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایسے لوگ ہوں گے، جن کے چہرے گویا تہہ بہ تہہ ڈھال (یعنی گول، چپٹے اور گوشت سے بھرے) ہوں گے۔"

فتنۂ دجّال سے آگاہی اور اُس کی علامات

دجّال کا فتنہ وفساد کس قدر بڑا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، کہ تمام انبیائے کرام اپنی اپنی امّتوں کو، اس سے خبردار کرتے رہے، اس سے بچنے کی تلقین کرتے رہے، حضرت سیّدُنا اَنس سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ! وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ! وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ "كَافِرٌ"(۱۴) ہر ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو کانے کذّاب (دجّال) کے فتنے سے ڈرایا، خبردار! یقیناً وہ کانا ہے! اور یقیناً تمہارا رب کانا نہیں! اور یقیناً اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا" کافر"۔

ایک اور روایت میں ہے، کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ، أَمْرٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ(۱۵) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور قیامت کے درمیان، دجّال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں۔"

اسی طرح حضرت سیّدُنا ہشام بن عامر سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ رَأْسَ الدَّجَّالِ مِنْ وَرَائِهِ حُبُكٌ حُبُكٌ، فَمَنْ قَالَ: أَنْتَ رَبِّي، افْتُتِنَ، وَمَنْ قَالَ: كَذَبْتَ! رَبِّيَ اللهُ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ، فَلَا يَضُرُّهُ- أَوْ قَالَ-: فَلَا فِتْنَةَ عَلَيْهِ!(۱۶) دجّال کا سر پیچھے سے گنجا معلوم ہوگا، جو شخص اس سے یہ کہہ لے گا کہ تُو میرا رب ہے، وہ اس کے فتنے میں مبتلا ہو جائے گا اور جو شخص اس کی تکذیب کر کے کہے گا، کہ میرا رب تو اللہ ہے، میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں، تو وہ اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا (یا یہ فرمایا کہ)" اس پر کوئی آزمائش نہیں آئے گی۔"

حضرت سیّدُنا حذیفہ سے روایت ہے، سرورِ کائنات ﷺ نے دجّال کے بارے میں ارشاد فرمایا: إِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا، فَنَارُهُ مَاءٌ بَارِدٌ، وَمَاؤُهُ نَارٌ(۱۷) " اُس دجّال کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی اور اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگا اور اُس کا پانی آگ ہوگی۔"

ایک اور مقام پر حضرت رِبعی بن حراش فرماتے ہیں، کہ حضرت سیّدُنا حذیفہ اور ابومسعود کسی مقام پر اکٹھے ہوئے، تو

اسلامیات

حضرت سیّدُنا حذیفہ نے فرمایا :لَأَنَا بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ أَعْلَمُ مِنْهُ، إِنَّ مَعَهُ نَهْراً مِنْ مَاءٍ وَنَهْراً مِنْ نَارٍ، فَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ نَارٌ، مَاءٌ، وَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ مَاءٌ، نَارٌ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَأَرَادَ الْمَاءَ، فَلْيَشْرَبْ مِنَ الَّذِي يَرَاهُ أَنَّهُ نَارٌ، فَإِنَّهُ سَيَجِدُهُ مَاءً! دجّال کے ساتھ جو چیزیں ہوں گی، میں انہیں دجّال سے زیادہ جانتا ہوں! اس کے ساتھ پانی کی ایک نہر ہوگی اور ایک نہر آگ کی ہوگی، جسے تم آگ سمجھو گے وہ پانی ہوگا، اور جسے تم پانی سمجھو گے وہ آگ ہوگی، تم میں سے جو شخص اسے پائے اور پیاس کے سبب پانی پینا چاہے، تو اس میں سے پیے جسے وہ آگ سمجھے، تو وہ اسے پانی پائے گا" (اس پر) حضرت سیّدنا ابو مسعود نے فرمایا" میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح فرماتے سنا ہے۔" (۱۸)

زمانۂ دجّال میں غذائی قلّت کا سامنا

خروج دجّال کے وقت سخت غذائی قلّت اور قحط کا سامنا بھی ہوگا، تمام غذائی اجناس اور پانی کے دستیاب ذخائر دجّال اور اس کے گروہ کے قبضے میں ہوں گے، مسلمان بوند بوند کو ترس رہے ہوں گے، اور غذا کے طور پر سوائے ذکرِ الٰہی کے اَور کوئی چیز دستیاب نہیں ہوگی، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ سے مروی ہے، کہ حضور پُرنور ﷺ نے قبل از دجّال پیش آنے والے شدائد کا ذکر فرمایا، تو صحابۂ کرام نے پوچھا، کہ اس دن کونسا مال بہترین ہوگا؟ حضور رحمتِ عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا: غُلَامٌ شَدِيدٌ يَسْقِي أَهْلَهُ الْمَاءَ، وَأَمَّا الطَّعَامُ فَلَيْسَ۔ وہ طاقتور غلام (خادم یا ملازم) جو اپنے گھر والوں (یا مالک) کو پانی لاکر پلا سکے، جبکہ کھانا تو ہوگا ہی نہیں، صحابۂ کرام نے عرض کی، کہ پھر اہلِ ایمان مؤمنین کی غذا کیا ہوگی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَالتَّحْمِيدُ وَالتَّهْلِيلُ ۔ تسبیح، تکبیر، تحمید اور تہلیل، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ نے پوچھا، کہ اس وقت اہلِ عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا: الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَلِيلٌ (۱۹) اس وقت اہلِ عرب تعداد میں بہت تھوڑے ہوں گے۔"

غذا فراہم کرنے والی دنیا کی سب سے بڑی کمپنیوں کا، آج دجّالی قوتوں کی ملکیت میں ہونا محض اتفاق نہیں ہے، بلکہ یہ سب دجّال کی آمد کے سلسلے میں، ان لوگوں کی طرف سے کی جانے والی پلاننگ اور تیاریوں کا حصّہ ہے، ہم مسلمانوں کو بنظرِ غائر اس کا مُشاہدہ کرنے اور عالمی حالات و واقعات کو سمجھنے کی بھی اشد ضرورت ہے۔

دجّال کی مدّتِ اِقامت اور اس کے اختیارات

دجّال کا خروج درحقیقت اللہ رب العزّت کی طرف سے، اپنے بندوں کی بہت بڑی آزمائش ہوگی، حضرت سیّدُنا عمران بن حصین سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ (۲۰) حضرت آدم کی تخلیق سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والی کوئی بھی مخلوق (فتنہ وفساد وآفت) میں دجّال سے بڑی نہیں۔"

دجال کی آمد کے وقت کے حالات بیان کرتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا :أَرْبَعُونَ يَوْماً، يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ (۲۱) چالیس دن میں سب سے پہلا دن سال بھر کے برابر، دوسرا دن مہینے بھر کے برابر اور تیسرا دن ہفتے بھر کے برابر ہوگا، جبکہ باقی تمام ایّام عام دنوں کی طرح" یعنی چوبیس چوبیس گھنٹے کے ہوں گے۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا :إِنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ، مُنْذُ ذَرَأَ اللهُ ذُرِّيَّةَ آدَمَ، أَعْظَمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (۲۲) جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو زمین میں پھیلایا یقیناً کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے زیادہ شدید نہیں ہوا" رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: مَعَهُ جَنَّةٌ وَنَارٌ، فَنَارُهُ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهُ نَارٌ (۲۳) ایک باغ اور ایک آگ اس کے ہمراہ ہوگی، جو جہنم دکھائی دے، وہ آرام کی جگہ ہوگی اور جو دیکھنے میں جنّت معلوم ہوگی، وہ حقیقۃً آگ ہوگی۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَيَدْعُوهُمْ فَيَسْتَجِيبُونَ

لَهُ وَيُصَدِّقُونَهُ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ أَنْ تُمْطِرَ فَتُمْطِرَ، وَيَأْمُرُ الْأَرْضَ أَنْ تُنْبِتَ فَتُنْبِتَ (٢٤) وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا، جو اس پر ایمان لائے گا، تو آسمان کو حکم دے گا کہ بارش برسائے تو وہ پانی برسائے گا، زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اُگائے گی۔"

خرقِ عادت (بظاہر ناممکن کاموں) پر اسے قدرت دی جائے گی، جس کا اظہار وہ وقتاً فوقتاً کرتا رہے گا، جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے: ثُمَّ يَأْتِي الْخَرِبَةَ فَيَقُولُ لَهَا :أَخْرِجِي كُنُوزَكِ، فَيَنْصَرِفُ مِنْهَا فَيَتْبَعُهُ، كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ (٢٥) پھر دجّال کسی ویرانے میں آ کر (زمین کو) حکم دے گا، کہ اپنے خزانے نکال دے! اور جب وہ وہاں سے واپس لَوٹے گا، تو خزانے اس کے پیچھے ایسے چل پڑیں گے، جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کی اتباع کرتی ہیں۔"

اسی طرح ایک اَور روایت میں، حضرت سیّدُنا مغیرہ بن شُعبہ سے ہے، کہ دجّال کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے جتنا میں نے پوچھا اتنا کسی نے نہیں پوچھا، حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مَا يَضُرُّكَ مِنْهُ؟ تجھے اس سے کیا ضرر پہنچے گا؟ میں نے عرض کی: لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی! نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذَلِكَ! (٢٦) یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔"

شارحِ بخاری حضرت علّامہ مفتی شریف الحق امجدی اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ" دجّال اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے، ایک طرف تو اللہ تعالیٰ اسے خرقِ عادت پر قدرت عطا فرمائے گا، یہاں تک کہ مُردے بھی جِلائے گا (یعنی زندہ کرے گا) بارش برسائے گا، کھیتی اُگائے گا، وغیرہ وغیرہ، جس سے کمزور ایمان والے اس کے پھندے میں پھنس جائیں گے، مگر ساتھ ہی ساتھ ایسی نشانیاں بھی اس کے ساتھ ہوں گی، جو اس کے جھوٹے ہونے کی بیّن دلیل ہوں گی، مثلاً کانا ہونا، یہ عیب ہے، اور معبود وہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے! معبود وہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، اگر یہ معبود ہوتا تو کانا کیوں ہوتا؟ اور بالفرض اس کی ایک آنکھ کانی تھی، تو اسے درست کیوں نہیں کرلیا؟ نیز اس کی پیشانی پر ک، ف، ر لکھا ہوگا، اگر وہ معبود ہوتا تو اسے مٹا کیوں نہیں دیا؟ (٢٧)

دجّال کے اوّلین پیروکار

بعض روایات کے مطابق دجّال کے اکثر پیروکار یہودی ہوں گے، حضرت سیّدُنا اَنَس بن مالک سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ إِصْبَهَانَ، سَبْعُونَ أَلْفاً، عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ (٢٨) اَصفہان کے ستّر ہزار یہودی دجّال کے پیروکار ہوں گے، جن پر طیلسان نامی لباس ہوگا۔"

طیلسان ایک خاص قسم کا لباس (مثلِ شال) ہے، جو زینت کے طور پر کندھے اور سر ڈھانپنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اسلام کے ابتدائی دَور میں جب تک یہ یہود کا نشانِ خاص رہا، ممنوع رہا اور جب اس کا رَواج عام ہوگیا، تب یہ مُباح (جائز) ہوگیا، دجّال کے اوّلین ستر ہزار پیروکار جو قومِ یہود سے ہوں گے، ان کے پہچان کی خاص نشانی یہی ہے، کہ وہ "طیلسان" لباس استعمال کرتے ہوں گے۔

علاوہ ازیں حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیثِ پاک کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ" اس زمانہ میں یہود شہر اَصفہان میں کثرت سے ہوں گے، اَصفہان ایران کا مشہور شہر ہے، یہیں دجّال کا زور زیادہ ہوگا اور دجّال کے پہلے مُعاون ومددگار یہود ہوں گے۔" (٢٩)

مدینہ منوّرہ میں تین زلزلے

دجّال اپنے سفید گدھے پر، برق رفتاری کے ساتھ دنیا بھر کا گشت کرے گا، مکّہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ کے سوا، دنیا کا کوئی خطّہ ایسا نہ ہوگا جہاں دجّال نہ پہنچا ہو، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الْمَدِينَةُ يَأْتِيهَا الدَّجَّالُ، فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُونَهَا، فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ، وَلَا الطَّاعُونُ إِنْ شَاءَ اللهُ! (٢٩) دجّال مدینہ طیّبہ کے پاس

آئے گا اور فرشتوں کو اس کی حفاظت پر مامور پائے گا، ان شاء اللہ نہ دجّال مدینہ طیّبہ میں آسکتا ہے اور نہ ہی طاعون۔"

حضرت سیّدُ نا ابو بکرہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رُعْبُ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ!(۳۰) مسیح دجّال کا رعب و دبدبہ، مدینہ منوّرہ میں داخل نہیں ہوسکے گا، اُس دن مدینہ شریف کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے، بطورِ محافظ موجود رہیں گے۔"

ایک اور مقام پر حضرت سیّدُ نا اَنَس بن مالک سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَجِيءُ الدَّجَّالُ حَتَّى يَنْزِلَ فِي نَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ!(۳۱) دجّال مدینہ منوّرہ کے ایک کنارے اُترے گا، پھر مدینہ منوّرہ تین بار (زلزلے کے سبب) لرز اُٹھے گا، جس کے سبب سارے کافر اور منافق لوگ، یہاں سے نکل کر دجّال کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

فتنۂ دجّال سے بچاؤ کے طریقے

فتنۂ دجّال کی شدّت اور غلبہ اس قدر ہوگا، کہ کسی مسلمان کے پاس اس سے دُور بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا، اس کے شبہات کا اثر اِس قدر قوی ہوگا، کہ مضبوط سے مضبوط ایمان والا بھی لڑکھڑا جائے گا، حضرت سیّدُ نا عمران بن حُصین سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ عَنْهُ، فَوَاللهِ! إِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيهِ وَهُوَ يَحْسِبُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ، فَيَتَّبِعُهُ مِمَّا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ -أَوْ لِمَا يَبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ(۳۲) جو شخص دجّال سے متعلق سنے، تو چاہیے کہ اُس سے دُور بھاگے!؛ کیونکہ جو اس کے پاس جائے گا، اگرچہ اپنے آپ کو مؤمن سمجھتا ہو، وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے گا؛ کیونکہ دجّال کے لائے ہوئے شکوک وشبہات ہی کچھ ایسے خطرناک ہوں گے، کہ آدمی ڈگمگا جائے۔"

دجّال کے فتنے سے بچنے کے لیے سورۂ کہف کی آیات

حضرت سیّدُ نا نوّاس بن سمعان سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے دجّال کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ، فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَاللهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ! فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ، فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ!(۳۳) اگر دجّال نکلا اور میں تمہارے درمیان موجود رہا، تو تم سے پہلے میں اُس پر دلیل قائم کر کے غلبہ پاؤں گا اور اگر وہ نکلے اور میں تم میں موجود نہ رہوں، تو ہر شخص اپنی طرف سے دلیل قائم کر کے غلبہ پائے اور میرے بعد بھی اللہ ہر مسلمان کا والی اور وارث ہے۔ تو تم میں سے جو اُسے پائے، اس پر "سورۂ کہف" کی ابتدائی آیات تلاوت کرے؛ کیونکہ یہ اس کے فتنے کا بچاؤ ہیں۔"

سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات کی فضیلت

ایک اور روایت میں ہے، کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ، عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ!(۳۴) "جو شخص "سورۂ کہف" کی ابتدائی دس آیات یاد کرلے، وہ دجّال کے فتنہ سے بچالیا جائے گا۔"

سورۂ کہف کی آخری دس آیات

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ، كَانَتْ لَهُ نُوراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ مَقَامِهِ إِلَى مَكَّةَ، وَمَنْ قَرَأَ بِعَشْرِ آيَاتٍ مِنْ آخِرِهَا، ثُمَّ خَرَجَ الدَّجَّالُ لَمْ يَضُرَّهُ!(۳۵) "جو کوئی "سورۂ کہف" پڑھے، تو وہ بروزِ قیامت اس کے لیے وہاں سے لے کر مکّۂ مکرّمہ تک نور ہوگی اور جو کوئی اس سورت کی آخری دس آیات پڑھے، پھر اگر دجّال نکلا، تو اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

دجّال سے مقابلے کے لیے مسلمانوں کا پڑاؤ

دجّال سے مقابلہ کرنے کے لیے، مسلمانوں کا پڑاؤ دِمشق کے قریب "غُوطہ" کے مقام پر ہوگا، حضرت سیّد نا ابو درداء

سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْغُوطَةِ، إِلَى جَانِبِ مَدِينَةٍ، يُقَالُ لَهَا: دِمَشْقُ، مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ! (۳۶) (دجّال سے) جنگ کے دوران مسلمانوں کا پڑاو، شہرِ دمشق کی ایک جانب "غوطہ" کے مقام پر ہوگا اور دمشق شام کے شہروں میں سے ایک بہترین شہر ہے۔"

آسمان سے نازل ہونے کے بعد، حضرتِ سیّدُ نا عیسیٰ مسلمانوں کے ساتھ مل کر، دجّال اور اس کے لشکر کے خلاف جہاد فرمائیں گے، جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی۔

دجّال کا خاتمہ

قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق، حضرتِ سیّدُ نا عیسیٰ زندہ ہیں اور قُربِ قیامت میں آسمان سے نُزول فرمائیں گے۔ آپ نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔ آپ جب دوبارہ تشریف لائیں گے، تب لوگوں سے اسلام کی خاطر لڑیں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیز کو قتل کریں گے، جِزیہ موقوف کریں گے اور دجّال کو قتل کریں گے۔ (۳۷)

اللہ رب العزّت نے آپ کو ایسا بلند مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے، کہ آپ جب بھی کسی ایسے کافر کے پاس سے گزریں گے، جس کے مقدّر میں ایمان نہیں، وہ وہیں مر جائے گا۔ رسولُ اللہ ﷺ نے فرمایا: فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ (۳۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے ہی کسی کافر کے پاس سے گزریں گے، آپ کے سانس کی خوشبو پہنچتے ہی وہ مر جائے گا اور آپ کی سانس کی خوشبو، آپ کی حدِ نگاہ تک پھیلتی ہوگی۔"

دجّال کی نظر جونہی حضرتِ سیّدنا عیسیٰ پر پڑے گی، وہ پگھلنے لگے گا، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ (۳۹) دجّال اس طرح پگھلے گا، جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔"

وہ بچنے کے لیے آپ سے دُور بھاگنے کی کوشش کرے گا، حضرت سیّدُ نا عیسیٰ اس لعین کا تعاقُب فرمائیں گے، یہاں تک کہ بیت المقدس کے قریب، "لُد" نامی ایک بستی کے دروازے پر اسے پکڑ لیں گے اور وہیں نیزے کے وار سے اُسے ہلاک فرمائیں گے۔ حضرت سیّدُ نا ابوہریرہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ، هِمَّتُهُ الْمَدِينَةُ، حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ، ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ، وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ (۴۰) مسیح دجّال مشرق کی طرف (یعنی خُراسان) سے آئے گا، اس کا ارادہ مدینہ منوّرہ کا ہوگا، حتّٰی کہ جبلِ اُحد کے پیچھے اترے گا، پھر فرشتے اس کا منہ ملکِ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں ہلاک ہوگا۔"

ایک اور روایت میں ہے: فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلَهُ (۴۱) حضرتِ سیّدُ نا عیسیٰ دجّال کو تلاش کریں گے، یہاں تک کہ اسے بابِ "لُد" میں پائیں گے، تو وہیں اسے قتل کریں گے۔"

دجّال کا ذکر قرآنِ مجید میں نہ ہونے کی وجہ

بعض حضرات کا یہ کہنا ہے، کہ احادیثِ مبارکہ میں فتنۂ دجّال کو کائنات کا سب سے بڑا فتنہ قرار دیا گیا ہے، پھر قرآنِ مجید میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟ بعض اہلِ علم نے اس اعتراض کے جواب میں، سورۃ الانعام کی آیت بطورِ دلیل پیش کی، کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (۴۲) وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی، کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی، کہہ دیجیے کہ انتظار کرو، یقیناً ہم بھی منتظر ہیں۔"

جن نشانیوں کا ذکر اس آیتِ مبارکہ میں کیا گیا ہے، ایک حدیث شریف کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان میں سے دجّال بھی ایک نشانی ہے، حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ، لَا يَنْفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً : (۱) طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، (۲) وَالدَّجَّالُ، (۳) وَدَابَّةُ الْأَرْضِ (۴۳) " تین نشانیاں جب نمودار ہوجائیں، تو پھر کسی کو اب ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا، جو پہلے سے ایمان نہ لاچکا ہو، یا اپنے ایمان میں بھلائی نہ کمائی ہو، وہ نشانیاں یہ ہیں: (۱) سورج کا مغرب سے نکلنا، (۲) دجّال کا خُروج، (۳) اور اللہ کی مخلوق (دابۃُ الارض) کا نکلنا۔"

دجّال کا ذکر قرآن پاک میں واضح طور پر نہ ہونے کا حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، مگر عدم ذکر میں حکمت الٰہی شاید، حدیثِ پاک کی اَہمیت کو اُجاگر کرنا بھی ہو، جیسے شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا (۴۴) غیر شادی شدہ زانی کے لیے کوڑوں کے علاوہ جلاوطنی کی سزا (۴۵) پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی حُرمت کا ذکر (۴۶) صرف احادیثِ مبارکہ میں ہے، بالکل ایسے ہی دجّال کا ذکر بھی واضح طور پر صرف احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے، لہٰذا جس طرح ہم دیگر کئی مسائل شرعیہ کو صرف احادیثِ مبارکہ کی بنیاد پر تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح دجّال سے متعلق اُمور پر بھی ایمان رکھنا ہم پر لازم ہے؛ کیونکہ احادیثِ مبارکہ جہاں قرآنِ پاک کے اَحکام کی تفسیر وتشریح بیان کرتی ہیں، وہیں بعض ایسے مسائل بھی بیان کرتی ہیں، جن کا ذکر بظاہر قرآنِ پاک میں موجود نہیں ہے۔

فتنۂ دجّال سے پناہ کی دعا

فتنۂ دجّال سے پناہ طلب کرنے کے لیے، ہمیں اللہ رب العالمین کے حضور دعا گو رہنا چاہیے؛ کہ یہ ہمارے پیارے آقا ﷺ کی سنّت اور تعلیم ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ فتنۂ دجّال سے یوں پناہ مانگا کرتے تھے: أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ! (۴۷) اے اللہ! میں فتنۂ دجّال سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

اے اللہ! ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی، دجّال کے فتنے، فساد اور شُرور سے محفوظ فرما، ایمان کی سلامتی عطا فرما، ہمارا خاتمہ بالخیر ہو، دجّال اور اس کی پیروی کرنے والوں کو نیست ونابود فرما، ہمیں تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی، بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرما، بخل وکنجوسی سے محفوظ فرما، خوشی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین۔

حوالہ جات:

(۱) انظر : "صحیح مسلم" باب ذکر الدجّال، ر 7377 :، ص.1273

(۲) "مرآۃ المناجیح" دجّال کا ظہور، فصلِ اوّل، 7/210۔

(۳) "صحیح البخاری" باب ذکر الدجّال، ر 7128 :، ص1227 بتصرّف.

(۴) "سنن أبي داود" باب خروج الدَّجَّال، ر 4320 :، ص.606

(۵) "صحیح البخاری" کتاب التوحید، باب قول الله تعالى [وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي]، ر 7407 :، ص.1274

(۶) "مرآۃ المناجیح "قیامت کے سامنے ہونے والی علامات اور دجّال کا بیان، پہلی فصل، 7/210۔

(۷) "مرآۃ المناجیح "قیامت کے سامنے ہونے والی علامات اور دجّال کا بیان، پہلی فصل، 7/212۔

(۸) "صحیح مسلم" باب قصّۃ الجسّاسۃ، ر 7386 :، ص1276، 1277.

(۹) "مرآۃ المناجیح "قیامت کے سامنے ہونے والی علامات اور... الخ، پہلی فصل، 7/229 ملتقطاً۔

(۱۰) "صحیح مسلم" کتاب الفتن، ر 7284 :، ص.1256

(۱۱) "سنن الترمذی" أبواب الفتن، ر 2238 :، ص.513 [وقال أبو عیسی : "ہذا حدیث غریب لا نعرفه إلّا من ہذا الوجه". و"المعجم الکبیر" باب المیم، أبو بحریّۃ عن معاذ بن جبل، ر 173 :، 20/.91 و"مستدرک الحاکم" کتاب الفتن والملاحم، ر 8313 :، 4/.473 سکت عنه الذہبی فی "التلخیص".

(۱۲) "مسند البزّار" مسند عوف بن مالک الأشجعي □، ر 2740 :، 7/.174 و"البدایۃ والنہایۃ" کتاب الفتن والملاحم وأشراط الساعۃ والأمور العظام یوم القیامۃ، ذکر خروج الدجال بعد وقوع الملحمۃ الرومیۃ وفتح القسطنطینیۃ، 19/.119 وقال ابن کثیر : "وہذا إسنادٌ جیدٌ قویٌ، تفرّد به أحمد من ہذا الوجه". و"مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" کتاب الفتن، باب في أیام

الصبر وفیمن یتمسّک بدینہ فی الفتن، ر12228 :، 7/.284 وقال الہیثمی :"رواہ البزّار، وقد صرّح ابن إسحاق بالسماع من عبد اللہ بن دینار، وبقیّۃ رجالہ ثقات".

(۱۳)"مسند الإمام أحمد" مسند أبی بکر الصدیق □، ر12 :، 1/.190 و"سنن ابن ماجہ" کتاب الفتن، ر4072 :، 2/.1353 و"مستدرک الحاکم" کتاب الفتن والملاحم، أما حدیث أبی عوانۃ، ر8608 :، 4/.573 وقال الحاکم :"ہذا حدیث صحیح الإسناد، ولم یخرجاہ". وقال الذہبی:"صحیح".

(۱۴)"صحیح البخاری" باب ذکر الدجال، ر7131 :ص.1228.

(۱۵)"مسند الإمام أحمد" مسند المدنیّین، ر16255 :، 26/.187 و"صحیح مسلم" کتاب الفتن، باب فی بقیۃ من أحادیث الدجال، ر : 7395،ص1279 بتصرفٍ.

(۱۶)"مسند الإمام أحمد" مسند المدنیّین، ر16260 :، 26/.191 و"مستدرک الحاکم" کتاب الفتن والملاحم، أمّا حدیث أبی عوانۃ، ر : 8551، 4/.554 وقال الحاکم :"ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاہ". وقال الذہبی:"علی شرط البخاری ومسلم". و"مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" کتاب الفتن، باب ماجاء فی الدجال، ر12521 :، 7/342، 343 وقال الہیثمی :"لہ حدیث فی الصحیح غیر ہذا. رواہ أحمد، ورجالہ رجال الصحیح، ورواہ الطبرانی".

(۱۷)"صحیح البخاری" باب ذکر الدجّال، ر7130 :ص1227، 1228.

(۱۸) "صحیح مسلم" کتاب الفتن، باب ذکر الدجّال، ر7371 :، ص.1270.

(۱۹)"مسند الإمام أحمد" مسند النساء، ر24470 :، 41/.18 و"مسند أبی یعلی" مسند عائشۃ، ر4607 :، 8/.78 و"مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" کتاب الفتن، باب فیما بین یدی الدجّال من الجہد، ر12500 :، 7/.335 وقال الہیثمی :"رواہ أحمد وأبو یعلی، ورجالہ رجال الصحیح". و"البدایۃ والنہایۃ" کتاب الفتن والملاحم وأشراط الساعۃ والأمور العظام یوم القیامۃ، ذکر أحادیث منثورۃ فی الدجّال، 19/.177 وقال ابن کثیر : "تفرّد بہ أحمد، وإسنادہ صحیح فیہ غرابۃ، وتقدّم فی حدیث أسماء، وأبی أمامۃ شاہد لہ، واللہ أعلم".

(۲۰)"صحیح مسلم" کتاب الفتن، ر7395 :ص.1279.

(۲۱)"صحیح مسلم" باب ذکر الدجّال، ر7373 :ص.1271.

(۲۲)"سنن ابن ماجہ" أبواب الفتن، ر4077 :، 2/.1359.

(۲۳)"صحیح مسلم" باب ذکر الدجّال، ر7366 :ص.1269.

(۲۴)"سنن الترمذی" أبواب القدر، باب ما جاء فی فتنۃ الدجّال، ر : 2240، ص514 ملخّصاً.] وقال أبو عیسی[:"ہذا حدیث حسن صحیح غریب لانعرفہ إلّا من حدیث عبد الرحمن بن یزید بن جابر". "بہارِ شریعت" مَعاد وحشر کا بیان، حصّہ1، ۱/120، 121 ملخّصاً۔

(۲۵) "سنن الترمذی" باب ما جاء فی فتنۃ الدجّال، ر2240 :، ص.514] وقال أبو عیسی[:"ہذا حدیث حسن صحیح غریب لانعرفہ إلّا من حدیث عبد الرحمن بن یزید بن جابر".

(۲۶)"صحیح البخاری" باب ذکر الدجّال، ر7122 :ص.1227.

(۲۷)"نزہۃ القاری" کتاب الفتن، باب ذکر الدجّال، تحت ر2900 :، 8/876، 877۔

(۲۸)"صحیح مسلم" کتاب الفتن، ر7392 :ص.1278.

(۲۹) "مرآۃ المناجیح" قیامت کے سامنے والی علامات اور دجّال کا بیان، پہلی اوّل، 7/222۔

(۳۰)"صحیح البخاری" باب ذکر الدجّال، ر7134 :ص.1228.

(۳۱) "صحیح البخاری" باب: لا یدخل الدجال المدینۃ، ر1879 :، ص.302

(۳۲)"صحیح البخاری" باب ذکر الدجال، ر7124 :ص.1227.

(۳۳)"سنن أبی داود" باب خروج الدَّجّال، ر4319 :ص.606.

(۳۴) "سنن أبی داود" باب خروج الدَّجّال، ر4321 :ص606، 607.

(۳۵) "صحیح مسلم" کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، ر1883 :، ص.326

(۳۶) "المعجم الأوسط" باب الألف، من اسمہ أحمد، ر1455 :، 2/.123 و"مستدرک الحاکم" کتاب فضائل القرآن، ذکر فضائل سور وآی متفرّقۃ، ر2072 :، 1/.752 وقال الحاکم :"ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ. ورواہ سفیان الثوری، عن أبی ہاشم فأوقفہ".

(۳۷)"سنن أبی داود" باب فی المعقل من الملاحم، ر4298 :ص.604

(۳۸)"سنن أبی داود" باب خروج الدَّجّال، ر4324: ص607 ملخّصاً.

(۳۹)"صحیح مسلم" کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، ر7373 :ص.1271

(۴۰)"صحیح مسلم" کتاب الفتن وأشراط الساعۃ، ر7278 :ص.1254.

(۴۱)"صحیح مسلم" کتاب الحج، ر3351 :ص.579.

(۴۲) "سنن الترمذی" باب ما جاء فی فتنۃ الدجّال، ر2240 :، ص.514] وقال أبو عیسی[:"ہذا حدیث حسن صحیح غریب لانعرفہ إلّا من حدیث عبد الرحمن بن یزید بن جابر".

(۴۳)پ8، الأنعام: 158.

(۴۴)"صحیح مسلم" کتاب الإیمان، ر398 :ص.79.

(۴۵)"صحیح مسلم" کتاب الحدود، ر4414 :ص749، 750.

(۴۶)"صحیح البخاری" کتاب الشہادات، ر2649 :ص.429.

(۴۷)"صحیح البخاری" کتاب النکاح، ر5109 :ص.914.

◆◆◆

از: مولانا محمد ہاشم اعظمی مصباحی*

شجرۂ طریقت کی اہمیت وافادیت

اسلامیات

021محدثین کی طرح صوفیوں کا بھی اپنی نسبت کی حفاظت کرنا، تمام مشائخ میں یہ ایک عام طریقہ رائج ہے کہ وہ وقتِ بیعت اپنے مریدین یا طالبین کو تحریر شدہ اپنے سلسلہ طریقت کا شجرہ شریف بھی دیتے ہیں، جس میں ان سے اوپر کے تمام مشائخ عظام کے نام ترتیب وار درج ہوتے ہیں اور ضروری وظائف کے ساتھ مخصوص ہدایات بھی درج ہوتی ہیں، شجرہ میں مشائخ اکرام کے نام بالترتیب اس طرح لکھے ہوتے ہیں کہ یہ کڑی در کڑی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جا پہنچتا ہے، اس ہی طرح ہر شیخ طریقت جب اپنے مرید کامل کو اپنی خلافت عطا کرتا ہے تو وہ اس کے نام کا اندراج بھی اپنے اس شجرہ میں کر دیتا ہے اور اس کو بھی اس کڑی میں شامل کر لیتا ہے۔ جس طرح محدثین اکرام احادیث شریفہ کو اُمت تک محفوظ طریقے سے پہنچانے کے لیے اپنی سندوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنی سندوں کو اس ترتیب سے روایت کرتے ہیں جس ترتیب سے ان تک روایت پہنچی ہوتی ہے، بعینہ اسی طرح صوفیائے اکرام بھی اپنی نسبت کو اسی ترتیب سے بیان کرتے ہیں جس ترتیب سے ان تک نسبت پہنچی ہوتی ہے۔ نسبت کی یہی ترتیب شجرۂ طریقت کہلاتی ہے۔ بعض صوفیا حضرات اپنا شجرۂ طریقت منظوم انداز میں چھپاتے ہیں جو دعائیہ ہوتا ہے اور دعا کی قبولیت کے لیے نسبت کو بطور وسیلہ اشعار میں استعمال کرتے ہیں۔

شجراتِ طریقت ترتیب کے لحاظ سے دو طرح کے ہوتے ہیں:

1 مثلِ سلسلہ روایت (اپنے شیخ طریقت کے نام سے شروع کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک تک)

2 بحسب تفاوتِ مراتب (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے شروع کر کے اپنے شیخ کے مبارک نام تک)

مذکورہ بالا ہر دو اسلوب منظوم شجرات میں بھی مستعمل ہیں، شائخ چشت کے شجرات میں اسلوب اول یعنی بطور سلسلہ روایت مستعمل ہے اور دوسرا اُسلوب سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ قادریہ کے بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے، ہر دو اسلوب افادیت میں برابر ہیں اور اسلوب کا اختلاف ہر سلاسل کے امام کا اپنا اپنا ذوق ہے۔

سلاسل طریقت میں شجرہ کے پڑھنے کی تلقین اس لئے کی جاتی ہے کہ جب کوئی مرید یا طالب اپنے سلسلے کا شجرہ پڑھتا ہے تو اپنے مشائخ کرام کے نام لینے اور ایصال ثواب کرنے کی برکت سے شجرہ پڑھنے والے کو اپنے تمام شجرے میں درج شیوخ طریقت کی روحانی توجہ اور فیوض حاصل ہوتے رہیں، مزید برآں مرید کو جب یہ یقین کامل ہو جائے گا کہ میں نے جس پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، میرے اس پیر کا سلسلہ شجرے میں درج تمام مشائخ عظام سے ہوتا ہوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے تو اس کے دل میں اپنے پیر اور سلسلے کے تمام مشائخ اکرام کی محبت راسخ ہو جانا لازمی امر ہے۔

راہ طریقت میں اپنے مرشد اور سلسلے کے مشائخ عظام کی محبت ہی کامیابی کا اصل راز ہے، جب مرید شجرہ پابندی سے پڑھتا ہے اور سلسلے کے بزرگوں کی ارواح مقدسہ کو ایصال ثواب بھی کرتا ہے تو اس سے ان بزرگوں کی ارواح مقدسہ خوش ہوتی ہیں اور ایصال ثواب کرنے والے مرید پر خصوصی نظر عنایت کرتی ہیں، جس سے وہ مرید دینی اور دنیاوی بیشمار برکتیں حاصل کرتا ہے۔

تمام سلسلہ کے شیوخ طریقت اس ہی لیے اپنے مریدین کو تاکید کرتے ہیں کہ روزانہ شجرہ شریف ایک مرتبہ ضرور پڑھ لیا کریں، تا کہ ان انعام و اکرام سے کہ جو بقیہ ص ۱۲ / پر

از: محسن رضا ضیائی *

طلبا کی کامیابی میں اُستاد کا کردار

اِنسان کی کامیاب زندگی اور کردار سازی میں استاذ کا رول بہت ہی اہم ہوتا ہے، کیوں کہ استاذ اپنے طلبا کی نشو ونما، تعلیم و تربیت اور تعمیر شخصیت میں جو کردار ادا کرتا ہے، وہ لائقِ صد افتخار ہوتا ہے۔ طلبا کی کامیابی اور ترقی میں استاذ کی ایثار و قربانی اور حد درجہ عرق ریزی شامل ہوتی ہے۔ طلبا تعلیم و تربیت سے خالی اور عقل و شعور سے عاری ہوتے ہیں، لیکن استاذ تعلیم و تربیت سے ان کی شخصیت کو سنوارتا ہے اور ان کے عقل و شعور کو پختگی و بالیدگی عطا کرتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہر کامیاب انسان کی زندگی کے پیچھے ایک استاذ کی جدو جہد کار فرما ہوتی ہے۔ انسان پتھر ہوتا ہے، لیکن استاذ اپنی محنت و جاں فشانی اور شفقت و مہربانی سے اسے تراش و خراش کر کے ایک گوہرِ آبدار بنا دیتا ہے، جو نہ صرف خود چمکتا دمکتا ہے، بلکہ ساری دنیا کو چمکا دیتا ہے۔

استاذ طلبا کے ذوقِ علم، شعورِ فن اور قوتِ فکر و تخیل کو بھی پروان چڑھاتا ہے اور انہیں کامیابیوں اور ترقیوں کے بامِ عروج پر پہنچا دیتا ہے، جہاں وہ پرواز کرتے ہوئے آفاق کی بلندیوں کو چھو لیتے ہیں۔ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ کوئی بھی انسان بغیر استاذ کے عروج و ارتقا کے منازل طے نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ وہ ان منزلوں کی راہوں اور مسافتوں سے نا آشنا اور اجنبی ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ کامیابی و ترقی کے ہر سفر میں استاذ کی صحبت و معیت کا محتاج ہوتا ہے۔

انسان بذاتِ خود کچھ نہیں ہوتا ہے بلکہ استاذ اُسے ایک قابل، باصلاحیت اور باہنر بنانے میں اپنا بنیادی اور کلیدی رول ادا کرتا ہے پھر وہ چاہے کسی بھی بڑے عہدہ و منصب پر فائز ہو جائے لیکن وہ اپنے استاذ کی عنایتوں اور نوازشوں کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ اسی لیے اپنے استاذ کو کسی بھی حال میں فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اگر وہ ہماری زندگی میں نہ ہوتے تو آج ہم جہالت و تاریکی اور ضلالت و گمرہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹک رہے ہوتے۔ یہ ان کی غایت درجہ مہربانی ہے کہ ہمیں تاریکی سے نکال کر علم و عمل کی روشنی کی طرف لے آئے ہیں۔

استاذ اور طلبا کے درمیان کا رشتہ بھی بہت ہی گہرا اور اہم ہوتا ہے۔ استاذ ان کے لیے باپ کی منزل میں ہوتا ہے، جن کی وہ ہر ہر قدم پر تربیت و نگہ داشت کرتا رہتا ہے۔ ان کی اصلاح و درستگی کا فریضہ سر انجام دیتا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حقیقی والد طلبا کے جسمانی باپ اور استاذ ان کا روحانی باپ ہوتا ہے، جو ان کی تعلیم و تربیت سے لے کر شخصیت کی تعمیر و ترقی تک اپنے فرائض کو بہ طریقِ احسن انجام دیتا ہے، جو استاذ کا اپنے طلبا پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔

لہٰذا طلبا کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے استاذِ مکرّم کے ساتھ احترام و ادب سے پیش آئیں، ان کی خدمت و فرماں برداری کو اپنے اوپر لازم جانیں، ان کے ہر حکم کو بجا لائیں، ان کی نصیحتوں اور باتوں پر مکمل طور سے عمل کریں، ان کی شان میں بے عزتی اور گستاخی کی ہر گز جسارت نہ کریں، بلکہ ان کے ساتھ ہمہ وقت خندہ پیشانی اور خوش خُلقی سے پیش آئیں، اسی میں طلبا کی فلاح و کامرانی کا راز مضمر ہے۔ یاد رکھیں کہ جو طلبا اپنے استاذ کی عزت و تکریم اور ادب و تعظیم نہیں کرتے ہیں اور ان کی توہین و گستاخی کرتے رہتے ہیں وہ زندگی میں کبھی کامیاب اور سرخرو نہیں ہو پاتے ہیں ہے، بلکہ زمانے کی در در ٹھوکریں کھاتے پھرتے رہتے ہیں۔

اسلامیات

* پونہ، مہاراشٹر

یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ استاذ ایک محترم اور مہتم بالشان شخصیت ہے، جس کی عظمت واہمیت اور مقام ومنزلت کا اندازہ اس بات سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اپنے وقت کے بڑے بڑے علما، ائمہ، سلاطین واساطین اور دانشوران نے اپنے استاذ کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا ہے اور ان کا اِحترام وادب بجا لایا ہے۔ بلکہ کتبِ تواریخ وسِیر کے مطالعہ سے یہ بات خوب ظاہر ہے کہ معلمِ کائنات فخرِ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ کے شاگرد صحابہ ہمہ وقت اپنے استاذ ومربی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ عالیہ میں رہا کرتے اور آپ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا کرتے تھے۔ ادب واحترام اس طرح بجالایا کرتے تھے کہ پلکیں بھی جھپک نہیں پاتی تھیں۔ صحابۂ کرام نے جس طرح اپنے استاذ ومربی معلمِ انسانیت حضور ﷺ کا پاسِ ادب کیا ہے، آج اپنے استاذ کے ساتھ بھی اسی طرح احترام و ادب سے پیش آنے کی ضرورت ہے۔

جس طرح طلبا کی اپنے استاذ کے تئیں کئی ایک ذمہ داریاں ہوتی ہیں، وہیں استاذ کے کندھوں پر بھی طلبا کے روشن مستقبل کو لے کر بہت ساری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ طلبا کو اپنے استاذ سے تعلیم وتربیت کی جستجو اور آس رہتی ہے، وہ کسی اور سے نہیں رہتی، وہ اپنے گھر، خاندان اور عیش وآرام سب کو خیر آباد کہہ کر تلاشِ علم میں تگ ودو کرکے استاذ کی درسگاہ میں آتے ہیں، اس امید پر کہ اُنہیں یہاں سرچشمۂ علوم وفنون سے سیرابی حاصل ہوگی، لہٰذا استاذ کو بھی اپنے طلبا کی ان امیدوں اور آرزوں پر کھرا اترنے اور انہیں زیورِ علوم وفنون سے آراستہ وپیراستہ کرکے اپنا فرضِ منصبی ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

اخیر میں بس اتنا عریضہ ہے کہ استاذ وطلبا دونوں مغربی اقدار واطوار سے متاثر نہ ہو اور اپنی درسگاہوں کی قدر ومنزلت اور ادب وثقافت کو زندہ وبرقرار رکھیں، اسی میں ہماری درسگاہوں اور اداروں کی عزت وبقا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اساتذۂ کرام کا احترام وادب کرنے، ان کی اطاعت وخدمت کرنے اوران کی نصیحتوں پر وفورِ عمل کی توفیقِ ارزانی عطا فرمائے، آمین۔



ص ۲۷ کا بقیہ..............................

ہاتھوں سے زاہر کی آنکھیں بند کردیں۔

زاہر نے پوچھا کون ہے؟ مگر حضور خاموش رہے، زاہر نے پھر پوچھا مگر حضور بدستور خاموش رہے حتی کہ زاہر نے کنکھیوں سے آپ کو پہچان لیا، بس فرط محبت میں آپ کے ہاتھوں کی گرفت میں مچلنے لگے، حضور نے ازرہِ مزاح فرمایا:

''من يشتري العبد؟ یہ غلام کون خریدے گا؟''

یہ سن کر زاہر بن حرام عرض کرتے ہیں: حضور! تب تو آپ کو بہت کم قیمت ملے گی کیوں کہ میں بڑا معمولی غلام ہوں، بازار میں کوئی میری اچھی قیمت نہیں دے گا، جواباً سرکار نے ارشاد فرمایا: ''لكن عند الله لست بكاسد. أو قال: لكن عند الله أنت غال. زاہر اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو، اللہ کے نزدیک تم بڑی قیمت والے ہو۔''

دوستان محترم! حضور نبی اکرم ﷺ کا طرز عمل دیکھیں کہ زاہر کو تلاشنے بازار تک جاتے ہیں، پسینے سے شرابور، گرد وغبار سے آلود شخص سے اسی خوش مزاجی اور اپنائیت سے ملتے ہیں جیسا روسائے عرب سے ملتے، سرکار مدینہ کے یہی وہ اخلاق تھے کہ غربا ومساکین آپ کی طرف بے اختیار کھنچے آتے تھے۔

آج لوگ لباس اور دنیوی رتبہ دیکھ کر بات کرتے ہیں، اچھے مکان، بڑی گاڑیوں سے انسان کا درجہ طے کیا جاتا ہے، لیکن اچھے کپڑوں سے انسان قیمتی نہیں ہوتا، خلوص ہی انسان کو قیمتی بناتا ہے، اس لئے کسی انسان کو اس کے کپڑوں سے نہیں اس کے خلوص ومحبت سے جانچیں تاکہ معاشرے سے اونچ نیچ کا فرق مٹے، مساوات عام ہو، مسلمان، مسلمان حقیقی بھائی نظر آئیں۔ ؎

در نگاہے او یکے بالا و پست
با غلامِ خویش بر یک خواں نشست



از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*



خلوص قیمتی ہے، لباس نہیں



★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★★

اسلامیات

اور بیٹری کلب سامعین سے کھچا کھچ بھرا تھا، آج کلب میں "اسلامی مساوات" کے عنوان پر ملک کے معروف سوشل ورکر نوید قمر صاحب کا خطاب تھا. نوید صاحب جہاں نبض شناس اسپیکر کے طور پر متعارف ہیں، وہیں سوشل ورکر کے طور پر بھی شناخت رکھتے ہیں۔

نوید صاحب کی خطابت کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا، الفاظ کا انتخاب، لہجے کی چاشنی اور سلیقہ مندی سے بیان کردہ نکات پر سامعین عش عش کرا ٹھے، جمع نوید صاحب کی خطابت کا اسیر ہو چکا تھا، تقریر مکمل ہوتے ہی مصافحہ کرنے والوں کی لائن لگ گئی، نوید صاحب ہاتھ ملاتے اور داد وصولتے رہے، اچانک نوید صاحب کا ہاتھ کسی کھردری چیز سے چھو گیا، نگاہ اٹھا کر دیکھا تو سامنے حمید عقیدت واحترام سے مصافحہ کے لئے کھڑا تھا، حمید ایک مزدور تھا مگر اسے علمی محفلوں کا بڑا شوق تھا، ٹھیلہ لئے کلب سے گزر رہا تھا کہ نوید صاحب کی آمد کا معلوم ہوا، بس ٹھیلہ کنارے لگایا اور ہال جا کر پوری تقریر سنی، عقیدت سے ہاتھ بھی ملایا مگر پیشے کی محنت نے ہاتھوں پر نقوش چھوڑ دئے تھے، بچپن کے ساتھ ہی ہاتھوں کی نرمی بھی گزرے دنوں کی بات تھی، اب تو ٹھیلہ کھینچتے کھینچتے ہاتھ سخت پتھر کی طرح ہو چکے تھے، حمید نے جتنی عقیدت سے مصافحہ کیا، نوید صاحب نے اتنی ہی حقارت سے ہاتھ جھٹک دیا، حمید کے کپڑے بھی قدرے میلے تھے، مزید دھوپ میں ٹھیلہ کھینچنے کی وجہ سے کپڑوں پر پسینے کے نشانات صاف نظر آرہے تھے، کھردرے پن کی وجہ سے ہی نوید صاحب نے ہاتھ جھٹک دیا تھا، اب جو حمید کا سراپا دیکھا تو غضب ناک لہجے میں بولے:

" گنوار، گنوار ہی ہوتا ہے... پہننے کا شعور، نہ نہانے کا خیال، کہیں بھی گھس جاتے ہیں... اور اپنی کثافت سے ماحول تعفن زدہ کر دیتے ہیں۔"

حمید رونی سی صورت لئے سوچ رہا تھا ابھی جو شخص اسلامی مساوات پر اس قدر خوب صورت گفتگو کر رہا تھا، وہ عملی طور پر کس بے دردی سے مساوات کی دھجیاں بکھیر رہا ہے، سر جھکائے محفل سے نکلا اور ٹھیلہ کھینچتے ہوئے شہر کی گلیوں میں گم ہو گیا۔

ہمارے آس پاس ایسے کتنے ہی نوید بستے ہیں جو لکھنے، بولنے کی حد تک بڑے مہذب، اخلاق مند اور پیکر مساوات نظر آتے ہیں لیکن میلے کپڑے والے کسی غریب مزدور کو دیکھتے ہوئے ان کا مفروضہ تہذیب وتمدن اور فکر مساوات صبح کاذب کی طرح غائب ہو جاتی ہے، چہرہ غضبناک، لہجہ آتش فشاں اور آنکھیں شرارے برسانے لگتی ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل بڑا پیارا اور نہایت سادہ سا تھا، غنی ہو یا فقیر، امیر ہو یا مزدور، سب کے ساتھ ایک سا سلوک فرماتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ زاہر بن حرام نامی ایک دیہاتی تھے، حضور ﷺ سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے، خود حضور کو بھی زاہر بن حرام سے بے حد انس تھا، آپ فرماتے تھے:

"إنَّ زاهرًا باديتنا، ونحن حاضروه(رواہ احمد 3/161) زاہر ہمارا بادیہ نشیں ہے اور ہم اس کے شہری دوست ہیں۔"

زاہر جب بھی مدینہ آتے تو حضور کے لئے پنیر، گھی وغیرہ لے کر آتے، واپسی میں حضور بھی انہیں تحائف دے کر رخصت فرمایا کرتے، ایک مرتبہ وہ حاضر ہوئے تو سرکار گھر پر نہ ملے، وہ سامان بیچنے بازار چلے گئے، حضور کو جب زاہر کی خبر ملی تو آپ تلاشتے ہوئے بازار پہنچ گئے، ایک جگہ زاہر نظر آئے، دھوپ کی شدت سے کپڑے پسینے سے شرابور اور جسم گرد آلود تھا، حضور پیچھے سے آئے اور خوش طبعی فرماتے ہوئے دونوں بقیہ ص ۲۶ / پر

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

بارہویں قسط

ایمان، کفر اور تکفیر

گزشتہ سے پیوستہ

کیا مضمون نگار کسی حدیث کے کسی لفظ کو پیش کر سکتا ہے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ تسلیم کیا ہو کہ یہ جملہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی میں کہا ہو؟ وہ ایسا کوئی لفظ پیش نہیں کر سکتا اور اگر وہ ایسا نہیں پیش کر سکتا تو مضمون نگار کیوں اپنی بنائی ہوئی چیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوب کرتا ہے۔ جیسا کے ہم نے پہلے بیان کیا، یہ بات واضح ہے کہ جو کچھ بعض شارحین نے اس حدیث شریف کی شرح میں کہا گویا کہ وہ ان سوالات کا جواب دے رہے ہوں جو مضمون نگار جیسے لوگوں کے ذہن میں اُبھرتے ہوں تو یہ ضروری نہیں۔ مزید یہ کہ وہ اس جاہلانہ انداز سے بہت دور ہے جو کہ مضمون نگار نے اختیار کیا اس کے علاوہ مضمون نگار دیوبندیوں کا دفاع کرنے میں اپنے نقطہ نظر کو ثابت کرنے میں شدید ناکامی کا شکار رہا۔ اس مناسبت سے ہم یہاں امام عینی رحمہ اللہ علیہ کی مشہور علمی کتاب (عمدۃ القاری) سے ترجیحی بیان پیش کرتے ہیں: "یعنی ما أری إلا أن الله تعالیٰ موجد لمرادك بلا تأخیر منزلا لما تحبه وترضی" میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالی آپ کی مراد کا موجد ہے اور بلا تاخیر جو کچھ آپ پسند فرماتے ہیں یا چاہتے ہیں نازل فرما دیتا ہے۔

اس تفسیر کو غور سے دیکھیے امام عینی نے اس لفظ کی کس طرح ایک پسندیدہ انداز میں شرح فرمائی ایہام کی طرف اشارہ سے بھی بچتے ہوئے گویا وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ لفظ ''ھویٰ'' کا معنی صرف حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہے۔

مذکورہ بالا تفسیر کو پیش کرنے کے بعد امام عینی رحمۃ اللہ علیہ دوسری تفسیر بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہے: قال القرطبی هذا القول أبرزه الدلال والغیرة وهو من نوع قولها ما أحمد کما وما أحمد إلا الله والإضافة الهوی إلی النبی لا یحمل علی الظاهرة لأنه لا ینطق عن الهوی ولا یفعل بالهوی ولو قالت إلی مرضاتك لکان ألیق ولکن الغیرة تغتفر لأجلها إطلاق مثل ذلك قلت الذی ذکرته أحسن من هذا علی ما لا یخفی (109/20) "امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ جملہ ناز اور غیرت کی وجہ سے رونما ہوا اور حضرت عائشہ کے الفاظ ان کے اس قول کے قبیل سے تھے کہ انہوں نے فرمایا: میں تم دونوں کی تعریف نہیں کرتی، میں تو صرف اللہ کی حمد بیان کرتی ہوں، مزید یہ کہ لفظ ھویٰ کو اس کے ظاہری معنوں کے ساتھ نبی سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ نبی کبھی ھویٰ کے تحت کچھ نہیں فرماتے ہیں اور نہ کبھی اس کے بموجب عمل کرتے ہیں اور اگر حضرت عائشہ "الی مرضاتك" فرماتیں یعنی اللہ آپ کی مرضی میں جلدی فرماتا ہے، یہ زیادہ انسب تھا لیکن غیرت کی وجہ سے ایسی بات کا بولنا قابل معافی ہے، میں کہتا ہوں جو معنی میں نے بتائے وہ اس سے بہتر ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔"

کیا مضمون نگار کسی حدیث کے کسی لفظ کو پیش کر سکتا ہے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ تسلیم کیا ہو کہ یہ جملہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی میں کہا ہو؟ وہ ایسا کوئی لفظ پیش نہیں کر سکتا اور اگر وہ ایسا نہیں پیش کر سکتا تو مضمون نگار کیوں اپنی بنائی ہوئی چیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوب کرتا ہے۔ جیسا کے ہم نے پہلے بیان

کیا، یہ بات واضح ہے کہ جو کچھ بعض شارحین نے اس حدیث شریف کی شرح میں کہا گویا کہ وہ ان سوالات کا جواب دے رہے ہوں جو مضمون نگار جیسے لوگوں کے ذہن میں اُبھرتے ہوں تو یہ ضروری نہیں۔ مزید یہ کہ وہ اس جاہلانہ انداز سے بہت دور ہے جو کہ مضمون نگار نے اختیار کیا اس کے علاوہ مضمون نگار دیوبندیوں کا دفاع کرنے میں اپنے نقطہ نظر کو ثابت کرنے میں شدید ناکامی کا شکار رہا۔ اس مناسبت سے ہم یہاں امام عینی رحمہ اللہ علیہ کی مشہور علمی کتاب (عمدۃ القاری) سے ترجیحی بیان پیش کرتے ہیں: "یعنی ما أری إلا أن اللہ تعالی موجد لمرادك بلا تأخیر منزلا لما تحبه وترضی" میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالی آپ کی مراد کا موجد ہے اور بلا تاخیر جو کچھ آپ پسند فرماتے ہیں یا چاہتے ہیں نازل فرما دیتا ہے۔

اس تفسیر کو غور سے دیکھیے امام عینی نے اس لفظ کی کس طرح ایک پسندیدہ انداز میں شرح فرمائی ایہام کی طرف اشارہ سے بھی بچتے ہوئے گویا وہ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ لفظ ''ھویٰ'' کا معنی صرف حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہے۔

مذکورہ بالا تفسیر کو پیش کرنے کے بعد امام عینی رحمۃ اللہ علیہ دوسری تفسیر بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہے: قال القرطبی هذا القول أبرزه الدلال والغيرة وهو من نوع قولها ما أحمدكما وما أحمد إلا الله والإضافة الهوى إلى النبي لا يحمل على الظاهرة لأنه لا ينطق عن الهوى ولا يفعل بالهوى ولو قالت إلى مرضاتك لكان أليق ولكن الغيرة تغتفر لأجلها إطلاق مثل ذلك قلت الذي ذكرته أحسن من هذا علی ما لا يخفى (109/20)" امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ جملہ ناز اور غیرت کی وجہ سے رونما ہوا اور حضرت عائشہ کے الفاظ ان کے اس قول کے قبیل سے تھے کہ انہوں نے فرمایا: میں تم دونوں کی تعریف نہیں کرتی، میں تو صرف اللہ کی حمد بیان کرتی ہوں، مزید یہ کہ لفظ ھویٰ کو اس کے ظاہری معنوں کے ساتھ نبی سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ نبی کبھی ھویٰ کے تحت کچھ نہیں فرماتے ہیں اور نہ کبھی اس کے بموجب عمل کرتے ہیں اور اگر حضرت عائشہ "الی مرضاتك" فرماتیں یعنی اللہ آپ کی مرضی میں جلدی فرماتا ہے، یہ زیادہ انسب تھا لیکن غیرت کی وجہ سے ایسی بات کا بولنا قابل معافی ہے، میں کہتا ہوں جو معنی میں نے بتائے وہ اس سے بہتر ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔"

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت فرما کر امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے جو بیان کیا وہ اس سے بہتر ہے اس ضمن میں ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ یقیناً امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفسیر بیشک بہتر ہے اور بلاشبہ مختصر اور واضح بھی ہے۔ مزید یہ کہ یہ تفسیر اس بے بنیاد شبہ سے کہیں دور ہے جو خوامخواہ پیدا کیا گیا۔ چونکہ لفظ ''ھویٰ'' کو اس کے عام استعمال کے مطابق برے معنوں میں لیا گیا اور اس وجہ سے اُس کے بیان میں یہ معنی اخذ کئے گئے جبکہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مقام کے پیش نظر اس لفظ کے اچھے معنی ہی متعین تھے۔ مزید یہ کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے الفاظ تب بھی موزوں تھے امام قرطبی کے الفاظ یاد کیجئے، اگر انہوں نے فرمایا ہوتا (عربی عبارت آنی ہے) یعنی جیسا آپ نے چاہا تو زیادہ موزوں ہوتا۔

اس کے علاوہ چونکہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بیان کو ہر انداز میں درست سمجھا تو امام قرطبی کے ان الفاظ کی کوئی ضرورت نہیں تھی جو انہوں نے آخر میں کہے، تاہم غیرت (کے منعوں) کی وجہ سے اس لفظ کا کہنا قابل معافی ہو جاتا ہے، اب ہم مضمون نگار کے اپنے قول کے مطابق ایک سوال قائم کرنا چاہیں گے اس کو وہ الفاظ یاد دلاتے ہوئے جو اس نے صفحہ نمبر ۷ / پر لکھے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ ایسا ثبوت فیصلہ کن ہونا چاہئے چونکہ الفاظ کے کئی معنی ہوتے ہیں، یہاں پر بھی لفظ غیرت کے یقیناً کئی معنی ہوتے ہیں ہم یہاں لغت سے غیرت کے کئی معنی بیان کرتے ہیں، عزت کا بقیہ ص ۱۲ / پر

از: مولانا محمد شاہد علی مصباحی*

بے مقصد ہوتے جلسے

تبصرہ و نظر

آج کل ہمارے اکثر جلسوں میں خرافات کا اچھا خاصا دخل ہے، صرف درد منداور غیرت مند عالم ہی نہیں بلکہ تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھنے والا عام مسلمان بھی ان جلسوں میں ہونے والی خرافات، بے راہ روی، تضیع اوقات اور گروہ بندی سے پریشان ہے، جلسوں میں غیر مہذب بیانات سے غیر مہذب اشعار اور ایسے غیر مہذب اور غیر ذمہ دارانہ بیانات پر سبحان اللہ، الحمدللہ اور ماشاء اللہ کی صداؤں کے ساتھ نعرہ تکبیر و رسالت اور شیر اہل سنت، فاتح فلاں فلاں مقام کی صدائیں گونجنے لگتیں ہیں۔

کبھی کبھی تو بغیر کسی بات کے بھی مائک پر آتے ہی کہا جاتا ہے پہلے سبحان اللہ کہو، تب ہم شروع کریں گے اور پھر کیا کیا شروع کیا جاتا ہے یہ تو جلسوں سے واقف افراد جانتے ہی ہیں، ایسے ایسے مقامات پر سبحان اللہ کہلوا دیا جاتا ہے کہ افسوس ہونے لگتا ہے جلسہ میں شریک ہونے پر۔

ذمہ دار کون؟

جلسہ میں موجود علما بھی اس خرافات میں برابر کے شریک ہیں مگر میں اس شخص کو ذمہ دار قرار دوں گا جس نے نظامت جیسی بدعت کو ایجاد کیا ہے، کیوں کہ اس آدمی کی جلسہ کو کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی جسے ناظم بنا کر بٹھایا جاتا ہے۔ مگر یہ صاحب ہر میلاد اور ہر جلسے کی آبرو سمجھے جاتے ہیں اور واعظین و شعرا (ارے نہیں وہ واعظ اور شاعر کہلانے کے لائق ہی نہیں انہیں تو مقرر اور گویّا ہی کہا جانا درست ہوگا کیوں کہ وعظ کے" واؤ" اور شعر کے" ش" سے بھی آنجناب کی واقفیت نہیں ہوتی) کی بے راہ روی کا سہرا انہیں کے سر جاتا ہے۔ کہ جب بھی مقرر کوئی پھوہڑ بات یا گویّا کوئی الٹا سیدھا اور بے تکا شعر کہتا ہے یہ فوراً کھڑے ہو کر نعرہ لگانا شروع کر دیتے ہیں اور ان کے جذبہ و جوش کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ کوئی ایسی بات بولی گئی ہے جس سے ابھی قوم مسلم کی ڈوبتی ناؤ کنارے پہنچ جائے گی بس اسی جملے کے دھکے کی ضرورت تھی۔

اس سے نہ صرف جاہل مقرر اور شاعر کی نہ صرف حوصلہ افزائی ہوتی ہے بلکہ وہ مزید ایسی ہی پھوہڑ گفتگو کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں نتیجتاً آج آپ جلسوں کا حال اور ان سے مرتب ہونے والے اثرات خود ہی ملاحظہ کر رہے ہیں، اور جب آنجناب خود مائک پر ہوں تب جناب عالی کہاں کا بانس کہاں کہاں داخل کر دیں، کس خاک کے ذرے کو ہمدوش ثریا کر دیں، کس تنکے کو سمندروں کی روانی کو قابو کرنے والا باندھ قرار دے دیں، کسے مسیحائے قوم و ملت گردان دیں، کس کی زمین کے قلابے آسمان سے ملا دیں یہ تو ابلیس بھی اندازہ نہیں کر سکتا۔

یہ تو عام مقررین اور شعرا کی بات ہے کہیں اگر کوئی پیر یا پیر کا کوئی چوزہ اسٹیج پر بیٹھا ہو تو پھر اس چوزے کی ایسے تعریف کی جائے گی کہ سامع سمجھے گا بڑے بڑے سرداران اولیا اسی چوزے سے فیض پاتے ہیں۔ اگر یہ چوزہ پیدا نہ ہوا ہوتا تو فیض و کرم اور جود و سخا کے دریا میں سوکھا پڑ گیا ہوتا۔ وہ تو اسی چوزے کے لعاب دہن کی برکت ہے جو بولتے وقت لبوں سے جھڑتا ہے کہ فیض و کرم کے دریاؤں میں روانی ہے۔

اتنا بڑا جھوٹا شخص اسٹیج پر موجود ہوتا ہے اور دھڑلے سے منبر رسول صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم پر علما اور مفتیان کرام کی موجودگی میں اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو پس پشت ڈال کر جھوٹ کی بارش کر رہا ہوتا ہے اور سب خاموشی سے سنتے رہتے ہیں اور بعض تو خود بھی سبحان اللہ کہتے رہتے ہیں، یاد رکھیں! آپ کو بھی یہ جواب دینا ہوگا کہ جب منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقدس پامال ہو رہا تھا تب آپ بھی موجود

*مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے نائب صدر ہیں۔

تھے اور اس سفید جھوٹ پر آپ نے بھی سبحان اللہ کہا تھا، کیا ایسے وقت اہل اسٹیج کو یاد نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

"من رأى منكم منكرًا، فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان" (رواہ مسلم)

ضرورت کیا ہے؟

مجھے آج تک یہ سمجھ نہیں آیا کہ جلسوں میں ناظم کی ضرورت ہی کیا ہے؟ سوائے اس بات کے کہ جلسے میں تڑکا لگایا جائے اور جسے تڑکا لگانے کے لیے رکھا گیا ہو گا وہ تڑکا ہی لگائے گا، خواہ اس سے منبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرمت پامال ہو یا اسلام کا تقدس، میرا ماننا یہ ہے کہ اگر جلسوں سے نظامت کا سلسلہ ختم کر دیا جائے تو جلسوں میں ہونے والی غیر مہذب اور غیر اسلامی خرافات کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

اپنے بلائے ہوئے مقرر اور شاعر کے چھینکنے اور کھانسنے پر بھی سبحان اللہ کہنے والا ناظم کسی اور کے بلاوے پر آئے ہوئے عالم یا شاعر کے اچھے اور اصلاحی کلام پر بھی ہونٹ سی لیتا ہے کہ کہیں لوگ اس کی بات کو اچھا نہ سمجھ لیں تو میرے بلائے ہوئے شخص کی اہانت ہو جائے۔ انہیں سب حرکتوں سے اسٹیج اکھاڑا بنتے جا رہے ہیں اور گروہ بندی عام ہوتی جا رہی ہے، اگر یہی حالات رہے تو کچھ دنوں بعد جلسہ سننے وہی لوگ آئیں گے جو صرف اور صرف مزہ لینے کی نیت رکھتے ہوں گے کیوں کہ ان سب حرکتوں کی وجہ سے جلسوں سے پیغامات تو غائب ہی ہوتے جا رہے ہیں، بس تعریف اور تحقیر کا پہلو عام سے عام تر ہوتا جا رہا ہے۔

وقت رہتے ہوئے ذمہ دار حضرات اس پر قدغن لگائیں ورنہ بہت دیر ہو جائے گی، اب اچھا موقع ہے، اس سے پہلے کہ نئے سرے سے جلسے پھر شروع ہوں، پوری پلاننگ کے ساتھ جلسوں کو بامقصد بنایا جائے تا کہ تبلیغ کے یہ اہم مراکز "کامیڈی شو" بن کر نہ رہ جائیں، اللہ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۳۶ / کا بقیہ.........

حضور تاجدار ولایت کی مجلس وعظ میں نہ صرف یہ کہ انسانوں کی کثیر تعداد جمع ہوتی بلکہ جنات بھی جوق در جوق حاضر ہوتے تھے اور آپ کے بااثر تقاریر سے فیوض و برکات کا خزانہ لے کر جاتے تھے، جس طرح آپ کے نصائح سے انسان کفر و شرک سے تائب ہوتے وہیں جنات بھی آپ کی بارگاہ سے اپنے دلوں کو مصفیٰ و مزکی بنا کر واپس ہوئے۔

چنانچہ شیخ ابوزکریا بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد مکرم کے حکم پر جنات حاضر ہوا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے جنوں کو حاضر ہونے کا حکم صادر فرمایا مگر وہ بجائے فورا حاضر ہونے کے تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے تاخیر و توقف کی وجہ پوچھی تو جنوں نے بڑے ادب و احترام کے ساتھ جواباً عرض کیا حضور والا! آپ کی بارگاہ میں ہماری حاضری کی تاخیر کا سبب یہ تھا کہ جس وقت آپ نے ہمیں طلب فرمایا اس وقت ہم سب حضور تاجدار ولایت کی مجلس وعظ میں شریک تھے، انہوں نے مزید یہ کہا کہ آپ سے ہماری یہ التجا ہے کہ برائے کرم ہمیں ایسے موقع پر نہ بلائیے جب حضور تاجدار ولایت وعظ و نصیحت کے گوہر گراں مایہ لٹا رہے ہوں، جنوں نے مزید یہ کہا کہ جناب والا! ہم آپ کو یہ بھی بتا دیں کہ حضور تاجدار ولایت کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر ہزاروں کافر جن آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ .... جاری ■

ص ۵۷ / کا بقیہ.........

شمالی ہند میں پہلا وہ مدرسہ ہے گواہ
عروج دیں کے ہیں اقدام شاہ عبدالحق

ہے فیض مرشد ذیشان موسیٰ گیلانی کا
ہیں اتقا کے حسیں بام شاہ عبدالحق

بکھیری روشنی ہر دل میں علم و حکمت کی
ہیں مہر عظمت و اکرام شاہ عبدالحق

خدا کا قدسی یہ فیضان ہے کہ اس نے دیا
ہمیں بصورت انعام شاہ عبدالحق

تقدونظر

از: مولانا انصار احمد مصباحی*

امامت، خطابت اور عصری عنوانات

احوال قوم وملت

عوام اور علمی حلقوں میں، ائمہ حضرات کی تقریر اور خطابت سب سے زیادہ سرخی میں رہتی ہے، میں نے اس تعلق سے، سنجیدہ قارئین سے چند باتیں عرض کرنے کی کوشش کی ہے:

(۱) ایک رمضان کی بات ہے؛ شہر کی جامع مسجد جانے کا اتفاق ہوا، اذان سے پہلے خطیب و امام صاحب سے مل کر چند منٹ بولنے کی اجازت چاہی اور وہ نہیں مل سکی، میں نے امام صاحب سے عرض کیا:

''امید ہے حضرت! آپ نے تقریر کی مکمل تیاری کر لی ہوگی'' اس پر حضرت کے غیر ذمہ دارانہ جواب سے مجھے بڑی حیرانی ہوئی، ان کا جملہ تھا ''تیاری کیا کرنی ہے! دیکھا جائے گا، جو آئے گا بول ڈالیں گے'' بیان شروع ہوا تو ''وہی ڈھاک کے تین پات'' ایک لمبا سا عربی خطبہ، تمہید کے مقفّیٰ و مسجع جملے، مترنم درود شریف، درود پاک کی فضیلت میں چند حدیثیں، پھر ایک اور بار، اتنا ہی نہیں، طاق (وتر) عدد کی برکت سمجھا کر ایک بار اور درود شریف، خدا خدا کر کے موضوع سخن پر آئے تو وہی گھسا، پٹا عنوان؛ کوئی پیغام نہیں، درس عبرت نہیں، سوز و گداز نہیں، عزم و حوصلہ نہیں، جذبہ نہ ایثار، قیادت نہ رہنمائی، نہ درد نہ طرب، بس؛ آئیں بائیں شائیں اور وما علینا الا البلاغ۔

ان کی تقریر بنفسہٖ بری نہیں تھی؛ لیکن مدرسوں کی ابتدائی جماعتوں میں ''مقتضائے حال، معرفت زمان'' اور ''مقام و محل'' وغیرہ کے جو اسباق پڑھائے گئے تھے، وہ کس لئے؟ بروئے کار کب لائے جائیں گے؟ منبر رسول ﷺ میں کھڑے ہو کر اتنی بڑی لاپروائی نااہلی کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے، ڈاکٹر اقبال کی نظر میں وہ قائد اور رہنما بننے میں ناکام ہیں، وہ فقط ''بے چارے دو رکعت کے امام'' ہیں اور بس۔

(۲) جب ملک بھر میں CAA جیسے دستور مخالف قانون کے خلاف مظاہرے ہو رہے تھے، ملک کا پورا سنجیدہ طبقہ سڑکوں پر سراپا احتجاج تھا، شہر میں بند اور ریلی کا پروگرام تھا، امام صاحب سے کہا: حضور! جمعہ میں اس تعلق سے بیداری والی تقریر کریں! پہلے تو وہ سراپا سوالیہ نشان بن گئے، پھر تھوڑی دیر میں کہنے لگے: اچھا اچھا ٹھیک ہے، جب تقریر شروع ہوئی تو کبھی کربلا کا میدان تو کبھی سلطان صلاح الدین ایوبی کے کارنامے، کبھی قوت مسلم تو کبھی ''گرمئ خون مسلم۔''

آپ بتائیے! وہاں عوام کو اس قانون کی خرابیوں سے آگاہ کرنا تھا یا نمازیوں کو میدان جہاد میں کودنے کے لئے تیار کرنا! ایک امام سب کے مقتدیٰ اور رہبر ہوتے ہیں، عصری مُدّوں پر ان کی علمی دسترس مقتدیوں میں سب سے کم ہو، اس سے بڑھ کر حیران کن اور کیا ہوگا؟ ڈاکٹر اقبال کو بھی یقیناً ایسے ہی کسی امام سے سابقہ پڑا ہوگا، جو انھیں کہنا پڑا۔

قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے؟
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

امامت کا عہدہ مجروح کیوں ہو رہا ہے؟

عام اور خاص دونوں طبقے میں خطابت کی پاکیزگی مسلسل مجروح ہوتی جا رہی ہے، معیار گھٹ رہا ہے، کمیت بڑھ رہی ہے، کیفیت مکدر ہو رہی ہے، اس کی بنیادی وجہ خود خطبا میں ہے، ہمارے ملک میں سب سے پاکیزگی اور سنجیدگی سے کسی کی بات سنی جاتی ہے تو وہ اماموں کی۔ کانفرنسوں کے لئے مہینوں تشہیر ہوتی ہے، تب جا کر بڑی مشکل سے لوگ جمع ہوتے ہیں؛ لیکن مساجد کا حال یہ ہے کہ لوگ مکمل تیاری کے ساتھ، طہارت اور نفاست کو مکمل ملحوظ رکھ کر، عمدہ کپڑے زیب تن کر کے، وقت سے

* مضمون نگار جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ کولکاتا کے رکن ہیں۔

پہلے ہی اپنی نشستیں لے لیتے ہیں۔ ایک بڑے شہر میں ہزاروں مسجدیں ہوتی ہیں، ایک ایک مسجد میں دو دو سو نمازی بھی آئیں تو صرف ایک متوسط شہر میں ہفتے میں کم از کم دو لاکھ لوگوں تک اہم اور ضروری پیغامات پہنچائے جاسکتے ہیں، ان کے سامنے قوم وملت کے سرگرم مسائل رکھے جاسکتے ہیں، ان کے خوابیدہ جذبات واحساسات کو آسانی سے جگایا جاسکتا ہے، ائمہ اگر پوری دیانت داری سے ''قوموں سے خطاب'' کی یہ ذمہ داری انجام دیں تو دعوے سے کہہ سکتا ہوں، کبھی کسی کانفرنس، جلسہ اور اجتماع کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ملک کے سارے ائمہ ہر ہفتہ متعین پیغام لے کر قوم سے مخاطب ہوں تو سمجھ لیجیے اسی دن انقلاب آگیا، اس جانب روشن مستقبل کی پیش رفت کو، شایان شان پزیرائی ملنی چاہیے، اس سلسلے میں عہد رسالت کی مسجد نبوی اور اس کے شب وروز ہمارے ائمہ کرام کے لئے سب سے پہلا اور کار آمد ''آئیڈیل'' ہوسکتے ہیں۔

مسجد نبوی اور عصر حاصر کے ائمہ

حضور رحمت عالم ﷺ کی مسجد، اسلامی دنیا کی پہلی درس گاہ اور مسلمانوں کی اوّلین باضابطہ تربیت گاہ بھی ہے، مسجد نبوی کی تاریخ پڑھنے سے سرسری طور پر مندرجہ باتیں معلوم ہوتی ہیں، آقائے کائنات ﷺ اور حضور کے بعد خلفائے اربعہ مسجد نبوی میں مختصر اور جامع خطاب فرمایا کرتے، صرف کام کی باتیں کرتے اور بڑی وضاحت سے کرتے؛ وہاں لایعنی، جھوٹی اور غیر مستند باتیں کبھی نہیں ہوتیں؛ وہاں اصحاب صفہ نامی اہل اللہ کی ایک بہترین جماعت کی اعلا تربیت ہوتی؛ حضور ﷺ جب بھی خطاب فرماتے، مناسب اور زود اثر لہجہ اپناتے، نہ ضرورت سے زیادہ آواز بلند ہوتی اور نہ ہی بہت تیز بولتے، آپ کا انداز بڑا انوکھا اور فصیحانہ ہوتا؛ تقریریں نہ بے حد طویل ہوتیں نہ ہی مغلق اور غیر واضح؛ مسجد نبوی میں خطابت کی ذمہ داری سنبھالنے والوں کا اعلا کردار، ان کے گفتار کا آئینہ دار ہوتا، جو کہتے، اس پر خود سختی سے عمل پیراں ہوتے؛ ان کا سب سے بڑا اور اولین ماخذ قرآن ہوتا، پھر افعال واقوال رسول ﷺ؛ بے ضرورت اور لایعنی قصے کہانیوں سے اجتناب کرتے۔ اِن تمام باتوں کو ائمہ ذہن میں رکھیں تو اُن کی تقریروں میں نہ صرف تاثیر کا فن پیدا ہوگا؛ بلکہ ان کی شخصیت بھی مقبول اور متاثر کن ہوتی جائے گی۔

اس کے علاوہ پیارے آقا حضور رحمت عالم ﷺ کی سیرت میں ایک کامیاب خطیب کی ساری خوبیاں کامل درجے میں موجود ہیں، ضرورت مطالعے کی ہے، محلے یا گاؤں والے اپنے بَل پر مسجد کی ساری ضرورتیں پوری کرتے ہیں، امام کے کھانے پینے رہنے کا انتظام کرتے ہیں، ان کی خبر گیری کرتے ہیں، بدلے میں ان کو کیا چاہیے! دینی رہنمائی اور بس، یہی تو ہمارا مشن ہے، تھوڑی محنت کر کے ائمہ کچھ وقت مطالعہ میں لگائیں تو دھیرے دھیرے وہ ماحول شناس، حساس اور نباض ہوجائیں گے، قوم کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت بھی پروان چڑھتی جائے گی۔ ؎

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے، مانی نہیں جاتی

ص ۵۸ / کا بقیہ.............................

تھے آپ، جن کے یہاں غیر شرعی، غیر اسلامی مصلحت اندیشی کا کوئی عمل دخل نظر نہیں آتا تھا، ان خیالات کا اظہار معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی نے فرمایا وہ آج یہاں الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ میں منعقد ایک تعزیتی نشست میں آن لائن خطاب کر رہے تھے، انہوں نے کہا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت علامہ خادم حسین رضوی کی حیات وخدمات کا جلی عنوان ہے، آپ کی بارعب شخصیت کے سامنے بڑے بڑے کج کلاہوں کے سرخم ہوتے نظر آتے تھے، پیغام رضا کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی نے ان کی بارگاہ میں خراج پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت علامہ خادم حسین رضوی ایسے گستاخوں اور ان کی پشت پناہی کرنے والے ارباب اقتدار واختیار کے لیے ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے تھے اور شاتمان بارگاہ نبوی کے لئے شمشیر برہنہ بن کر سامنے آئے تھے، نشست میں جامعہ کے جملہ اساتذہ اور طلبا بھی شریف اجلاس رہے۔

رپورٹ: اراکین مجلسِ علمائے اہل سنت بہار

احوال قوم وملت

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

تیسری قسط

تاجدار ولایت اور احیائے دین



اسلاف و اخلاف

◄■گزشتہ سے پیوستہ■►

حضور تاجدار ولایت کا جھوٹ سے اجتناب کا ہی اثر تھا کہ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ ام الخیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت لے کر حصول علم کی غرض جیلان سے بغداد شریف قافلہ کے ہمراہ چلنے لگے تو سر راہ ہمدان کے آگے ڈاکوؤں کے ایک خطرناک گروہ نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ ایسے موقع پر آپ کی راست گوئی سے نہ صرف یہ کہ قافلہ والوں کا لٹا ہوا مال مل گیا بلکہ ڈاکوؤں کے سردار سمیت تمام ڈاکو آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر واصلین باللہ کی نورانی صف میں شامل ہو گئے۔ صاحب بہجۃ الاسرار نے اس واقعے کے اختتامی بیان میں ڈاکوؤں کے سردار کا جو درس خیز جملہ تحریر فرمایا ہے وہ قابل سماعت ہونے کے ساتھ ساتھ قابل تقلید و عمل بھی ہے، جب حضور تاجدار ولایت نے ڈاکوؤں کے سردار کے سوال پر بلا جھجک چالیس دینار کا پتہ یہ کہتے ہوئے بتایا کہ گھر سے چلتے وقت اپنی مادر مشفقہ سے جھوٹ نہ بولنے کا میں نے عہد و پیمان کیا تھا تو ڈاکوؤں کے سردار کے اندر رقت طاری ہو گئی اور وہ نمدیدہ ہو کر بولنے لگا صاحب زادے، تم کس قدر خوش بخت ہو کہ تم نے اپنی ماں سے کئے ہوئے عہد کی پاسداری کی اور حیف صد حیف ہم سالہا سال سے اپنے خالق حقیقی کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو روز صبح و شام توڑے جا رہے ہیں۔

اس کا احساس ندامت اس طرح رنگ لایا کہ رب کائنات نے اسے توفیق بخشی اور وہ اپنے تمام ڈاکوؤں سمیت صدق دل سے تائب ہو کر میدان تسلیم و رضا کا شہسوار بن گیا، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جھوٹ ایک انتہائی مذموم گناہ کبیرہ ہے۔ جھوٹ کی بنیاد پر انسان جہاں کئی ایک گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے وہیں اپنوں اور غیروں کے سامنے بلکلیہ اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔ ایک بار کسی کا جھوٹ اگر ثابت ہو جائے تو پھر وہ ہزاروں بار سچ بولے پھر بھی اسے سچا نہیں مانا جاتا۔

جہاں قرآن مقدس نے جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے وہیں کتب احادیث میں جھوٹ بولنے والوں پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں۔ حتی کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھوٹ اور ایمان کو متضاد و متباین قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مشکوۃ المصابیح کے اندر حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مرقوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استفسار کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر عرض کیا گیا کہ کیا مومن بخیل بھی ہو سکتا ہے فرمایا ہاں، پھر سوال کیا گیا کہ کیا مومن جھوٹا بھی ہو سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! اس حدیث سے یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان اور جھوٹ جمع نہیں سکتے، اب اگر کوئی بندہ مومن کہلانے کے باوجود کذب بیانی کا خوگر ہو جائے اور جھوٹ بولنا اپنا شیوہ بنالے تو اس کا مطلب یہ کہ ایسے انسان کے ایمان میں کہیں نہ کہیں نقص ضرور ہے۔ بلفظ دیگر یوں کہہ لیں کہ سچا اسور پکا مومن وہ ہے جو راست بازی اختیار کرے اور کذب و دروغ سے خود کو دور و نفور رکھے، اسی طرح مسلم شریف کے اندر حضرت ابن مسعور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی موصل جنت ہوا کرتی ہے اور جھوٹ فسق و فجور ہے اور فسق و فجور انسان کو واصل جہنم کر دیتا ہے، لگے ہاتھوں ایک اور انتہائی درس خیز و عبرتناک حدیث ملاحظہ فرمائیں، ترمذی شریف میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور ہٹ جاتا ہے۔

اگر تاریخ اسلام کا بالغائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات مترشح ہوجائے گی کہ بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی دعوت حق کی بنیاد بھی صداقت پر رکھی، میرے اس دعوے کی پشت پناہ تاریخ کا وہ زریں موقع ہے جب رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو جمع فرما کر فاران کی چوٹی پر جلوہ افروز ہوکر فرمایا تھا کہ مکہ والو! یہ بتاؤ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات پر سر تسلیم خم کروگے؟ تو ایسے وقت میں سب نے بیک زباں ببانگ دہل یہ کہا تھا: اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بلاشبہ بلا چوں چرا اور بے جھجھک ہم آپ کی بات مان لیں گے کیوں کہ آپ ایسے امین وصادق ہیں کہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے دیکھا اور نہ سنا ہے۔ آپ کی امانت وصداقت کے سامنے پورا عرب کل بھی سربہ خم تھا، ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

یہی وہ بانی اسلام اور ان کے وفا شعار غلاموں کا لائق تقلید صدق وصفا سے معمور عمل ہے کہ جس کی بنیاد پر اسلام کی صداقت وحقانیت اپنے تو اپنے اغیار کے دلوں میں بھی پیوست ہوتی چلی گئی، آج بھی اگر ہم مسلمان راست بازی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں تو پھر وہ دن دور نہیں کہ ہم ڈاکٹر اقبال کے مندرجہ ذیل شعر کے صحیح مصداق بن سکتے ہیں۔ ؎

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

حضور تاجدار ولایت من جانب اللہ محی الدین کے جلیل القدر منصب پر فائز تھے اور آپ نے تاحیات ظاہری احیائے دین کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا، آپ نے رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت کا حق اپنے علم وفضل اور روحانی اقدار سے بخوبی ادا کیا۔

بلاشبہ آپ کے محیر العقول علم وفضل پر رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ علیہ کا بے پایاں فیضان تھا۔ اخبار الاخیار کے اندر مندرج ہے کہ حضور تاجدار ولایت کی علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے دیدار سے باریاب فرمایا اور پوچھا اے عبدالقادر! اب تمہارا سینہ علوم ومعارف کا گنجینہ بن چکا ہے تمہیں خلق اللہ کو اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض کرنا ہے، لہٰذا اب تم وعظ ونصیحت کا باضابطہ آغاز کرو، واضح رہے کہ یہ حضور تاجدار ولایت کی انتہائی خوش بختی تھی کہ آپ جہاں متعدد بار عالم خواب میں سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے وہیں عالم بیدار میں بھی آپ کو یہ شرف حاصل ہوتا رہا۔ سرکار کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم وعظ پر آپ نے بصد ادب واحترام عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ پر میرے والدین کریمین قربان ہوں، میں نے کئی بار چاہا کہ وعظ کے ذریعہ لوگون کی اصلاح کروں مگر یہ سوچ کر میں اپنی خواہش کو جامۂ تکمیل نہ پہنا سکا کہ بغداد میں عربی زبان کے بڑے بڑے ماہرین اور نامور فصحا وبلغا رہتے ہیں، مجھے عجمی ہونے کی بنیاد پر ان کے سامنے لب کشا ہونے میں جھجھک محسوس ہوتی ہے۔ اتنا سننا تھا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عبدالقادر اپنا مونھ کھولو۔ جوں ہی آپ نے اپنا منہ کھولا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے مونھ میں سات بار لعاب دہن ڈالا اور فرمایا کہ اب جاؤ بلاخوف وخطر وعظ ونصیحت کرو اور اپنے موعظ حسنہ سے لوگوں کے قلوب واذہان کو دینی تعلیمات سے سرشار ومعمور کرو، حضور تاجدار ولایت فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ قبل ظہر رونما ہوا اور جس میں نماز ظہر سے فارغ ہوا تو مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تشریف لائے۔

آپ نے بھی حضور اقدس ص ﷺ کی طرح انتہائی شفقت آمیز انداز میں فرمایا: اے عبدالقادر! اپنا منہ کھولو، چنانچہ آپ نے بھی سات مرتبہ کے بجائے چھ مرتبہ میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا، میں نے عرض کیا حضور والا تبار! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ نانا جان نے سات بار اپنے لعاب دہن سے مجھے باریاب فرمایا مگر آپ نے چھ بار! آخر اس میں کون سی حکمت ہے۔

اسلاف واخلاف

اسلاف وأخلاف

حضور تاجدار ولایت کے اس سوال پر کہ نانا جان نے سات بار اپنے لعاب دہن نے مجھے باریاب فرمایا مگر آپ نے چھ بار، اس میں کون سی حکمت ہے؟ مولائے کائنات نے فرمایا کہ رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کا ادب ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں نے ایک بار کم لعاب دہن ڈالا تاکہ ادب کا پاس بھی رہ جائے اور برابری کا شائبہ بھی نہ ہو۔

بہجۃ الاسرار شریف میں یہاں تک مرقوم ہے کہ ایسے موقع پر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور تاجدار ولایت پر اس قدر لطف وکرم فرمایا کہ لعاب دہن سے نوازنے کے ساتھ آپ کو یہ فرماتے ہوئے خلعت سے بھی شرف یاب فرمایا کہ یہ خلعت تمہارے لئے دیگر اقطاب واولیاء سے مخصوص ہے، حضور تاجدار ولایت فرماتے ہیں ان تبرکات کا ایسا زریں اثر مرتب ہوا کہ میری محفل وعظ میں سامعین کی تعداد اس قدر بڑھنے لگی کہ بغداد کی جامع مسجد تنگ ہوگئی بالآخر لوگوں نے عیدگاہ میں میرے لئے منبر بچھایا، شیخ علی جبائی علیہ الرحمہ کا یہ قول قلائد الجواہر میں موجود ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضور تاجدار ولایت کی محفل وعظ میں کبھی بھی ستر ہزار سے کم مجمع نہیں ہوا بلکہ اس سے زیادہ، مزید فرماتے ہیں آپ کی عظیم الشان کرامت تھی کہ ستر ہزار کے مجمع کے اندر ہر فرد پہلی صف سے لے آخری صف تک آپ کی آواز یکساں سنا کرتا تھا۔

آپ کے مواعظ حسنہ کے اثرات سے متعلق ہم نے سابق صفحے میں ذکر کیا ہے کہ آپ کی شاید ہی کوئی ایسی مجلس ہو جہاں یہود ونصاریٰ حلقہ بگوش اسلام اور فساق وفجار تائب نہ ہوتے ہوں، علاوہ ازیں علوم ومعارف سے لبریز آپ کے بیانات سننے کے بعد سامعین پر ایسی وجدانی کیفیات طاری ہوجاتیں کہ فرط جذبات میں کوئی اپنا گریبان چاک کر لیتا کوئی اپنے کپڑے پھاڑ لیتا تو کوئی اپنا ہوش وحواس کھو بیٹھتا۔ آپ کی مجلس وعظ میں مذکورہ کیفیات اس وقت ظہور پزیر ہوئیں جب آپ اپنی مخصوص شان ولایت سے فرماتے ”قال تو ہو چکا اب حال کی طرف آئیے“ آپ کی روحانی ونورانی مجلس کا علم یہ تھا کہ جب تک آپ وعظ فرماتے رہتے اس وقت تک پورے مجمع میں سکوت ہی سکوت ہوتا اور تمام سامعین پر اس قدر محویت حاوی رہتی کہ نہ کسی کو تھوک آتا نہ کوئی کھنکھارتا اور نہ کوئی کسی قسم کا کلام کرتا، سب کے سب ایسے ہمہ تن گوش رہتے کہ جیسے سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

شیخ عبد اللہ محمد بیان کرتے ہیں کہ ”بوقت وعظ حضور تاجدار ولایت کی نگاہ کیمیا اثر سامعین کے چہروں پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوتی تھی“ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اثر انگیز تقاریر سے لوگوں کے دلوں کی دنیا اس طرح بدل جاتی کہ پھر ان میں ذرہ برابر بھی آلائش باقی نہیں رہتی تھی۔ بلفظ دیگر یوں کہہ لیجئے کہ لوگوں کے قلوب و اذہان روحانیت ونورانیت کی آماجگاہ بن جاتے تھے۔

شہزادۂ حضور تاجدار ولایت حضرت امام ابوبکر عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی کے خلیفۂ اجل حضرت علی بن ہیتی نے بتایا کہ جب میرے والد مکرم وعظ ونصیحت کا آغاز اپنے مخصوص انداز میں الحمد للہ سے فرماتے تو محفل میں جتنی تعداد شرکا و سامعین کی ہوتی تھی اس سے کہیں بڑھ کر ایسے حضرات بھی شریک بزم ہوتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتے تھے، اس وقت جو باران رحمت ونور کا دل نواز منظر ہوتا تھا وہ احاطۂ بیان میں لایا جاسکتا ہے اور نہ صفحۂ قرطاس پر۔

صاحب بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ جب دوران وعظ حضور تاجدار ولایت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ بجائے فوری جواب عطا کرنے کے آپ فرماتے کہ مجھے اس مسئلے کی وضاحت وتفصیل کے لئے اجازت لینے دو، پھر آپ تھوڑی دیر اپنے سر انور کو جھکا کر توقف فرماتے اور مسئلے کا ایسا شافی جواب مرحمت فرماتے کہ نہ صرف یہ کہ سائل کو اطمینان قلبی حاصل ہوجاتا بلکہ تمام سامعین عش عش کر اٹھتے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک کوئی بات پیش نہیں کرتا جب تک مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اذن نہیں مل جاتا، گویا آپ کی گفتگو مشیت ایزدی کی آئینہ دار ہوا کرتی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواعظ حسنہ کے اثرات سامعین کے قلوب واذہان میں مرتسم ہونے کے ساتھ ساتھ راسخ ہوجاتے۔

بقیہ ص ۳۱ پر

از: مولانا محمد تحسین رضا قادری*

امام واسطی حضور دعوت الصغریٰ علیہ الرحمہ

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گرانہ نور کا

ہندوستان کے جن قصبوں اور شہروں کو تاریخی، علمی وادبی اور روحانی اعتبار سے فضیلت حاصل ہے، ان میں بلگرام کی اہمیت اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ یہ اتر پردیش کے ضلع ہردوئی میں واقع ہے، بلگرام کو یہ بلندی قطب الاولیا خواجہ سید عماد الدین چشتی علیہ الرحمہ اور فاتح بلگرام خواجہ میر سید محمد صاحب الدعوۃ الصغری چشتی واسطی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات سے حاصل ہوئی، یہ دونوں قطب الاقطاب خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی چشتی دہلوی علیہ الرحمہ کے منظور نظر خلفا سے ہیں، اوّل الذکر بزرگ ولی کامل ہی نے امام واسطی کے بلگرام شریف لاکر عدل وانصاف، امن و بھائی چارگی کی خوشبو بکھیرنے کی بشارت دی تھی۔

سلطان شمس الدین التمش علیہ الرحمہ کے دور اقتدار میں پیر و مرشد سرکار بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے اشارے پر ساتوی صدی کے اوائل میں امام واسطی کے دم قدم سے یہ خطہ گلشن اسلام میں تبدیل ہوا اور یہ پورا علاقہ بطور جاگیر آپ کو عطا ہوا پھر آپ اور آپ کے دونوں شہزادوں سے علم وفضل، زہد وتقویٰ کی وہ باد بہار چلی کہ بلگرام رشک ہندوستان بن گیا، آپ کی نسل مبارکہ سے ایسے ارباب فضل وکمال طلوع ہوئے جو اپنے اپنے دور کے آفتاب و ماہتاب ثابت ہوئے حسان الہند علامہ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ السامی رقمطراز ہیں:

''صوبہ اودھ میں محروسۂ بلگرام زمانہ قدیم سے فضلائے کرام اور علمائے عظام کی جائے نشو ونما رہا ہے اور بے شمار دانشور اس شہر سے اٹھے، افادہ و استفادہ کی انجمن بہترین انداز سے سجائی۔'' [مآثر الکرام، ص ۳۳۳]

سادات بلگرام کی عظمت ورفعت کا اعتراف کرتے ہوئے سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''سادات بلگرام ذوی الاحترام چوب مسجد و ورق مصحف ناطق، نہ قابل سوختن، نہ لائق فروختن'' [تاریخ بلگرام ص ۷]

یعنی معزز سادات بلگرام چوب مسجد اور مصحف قرآنی کی ورق کی طرح محترم ہیں کہ نہ چوب مسجد اور مصحف کے ورق کو ضائع کیا جاسکتا ہے نہ فروخت کیا جاسکتا ہے انہیں بہر طور سینے سے لگا کر رکھنا ہے۔ [دائرہ قادریہ بلگرام شریف صفحہ ۴۴]

ذیل میں صاحب عرس مجمع البحرین، غوث الثقلین، امام العصر، فرید الدہر، سلطان الاولیاء، زبدۃ الکملاء، مجاہد اسلام، فاتح بلگرام سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ واسطی چشتی علیہ الرحمہ کا مختصر تعارف حاضر خدمت ہے۔

نام: سید محمد واسطی (قدس سرہ)

ولادت: چھٹی صدی کے نصف اخیر ۵۶۴ ہجری میں جلوہ آرائے بزم کائنات ہوئے۔

نسب: آپ زیدی حسینی سادات سے ہیں، سلسلۂ نسب اٹھارہ واسطوں سے سیدنا امام عالی مقام حسین پاک سے جاملتا ہے (۱) سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ ولد (۲) سید حسین ولد (۳) سید ابو الفرح ثانی ولد (۴) سید ابو الفراس ولد (۵) سید ابو الفرح واسطی ولد (۶) سید داؤد ولد (۷) سید حسین ولد (۸) سید یحییٰ ولد (۹) سید زید ثالث ولد (۱۰) سید عمر ولد (۱۱) سید زین ثانی ولد (۱۲) سید علی عراقی ولد (۱۳) سید حسین ولد (۱۴) سید علی ولد (۱۵) سید محمد ولد (۱۶) سید عیسیٰ موتم الاشبال ولد (۱۷) سید زید شہید ولد (۱۸) امام زین العابدین سید علی ولد (۱۹) سیدنا امام شہید کربلا ولد (۲۰) امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ زوج (۲۱)

* مضمون نگار دار العلوم ضیائے مصطفیٰ فہیم آباد کالونی کانپور کے استاذ ہیں۔

خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دختر (۲۲) سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ [کاشف الاستار، سید شاہ محمد حمزہ عینی، ص:۱۵۱]

القاب وآداب: مجمع البحرین، غوث الثقلین، امام العصر، فرید الدہر، سلطان الاولیاء، زبدۃ الکملاء، مجاہد اسلام، فاتح بلگرام، صاحب الدعوۃ الصغریٰ، امام واسطی، صغریٰ بابا، جد اعلیٰ سادات بلگرام، مارہرہ مطہرہ، مسولی شریف، قبیلہ اخوان خمسہ مدینہ منورہ وغیرہ۔

تکمیل تعلیم و پیشہ: امام واسطی علیہ الرحمہ نے تکمیل تعلیم کے بعد دلی دربار سے وابستگی اختیار فرمائی آپ سلطان شمس الدین التمش کے مقربین میں تھے، حکمت وشجاعت ورثے میں ملی تھی، اس لے جلد ہی عروج وارتقا کی منزلیں بآسانی طے فرمالی، آپ کے فضل وکمال پر حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:

''حضرت سید محمد صغریٰ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ (م ۶۳۳ ھ) کے مرید تھے ظاہری باطنی فضائل کی جامعیت میں مجمع البحرین تھے آپ کو دین مصطفوی کا کلمہ بلند کرنے سنت نبوی کو زندہ کرنے اور بدعت سیئہ کو مٹانے میں مکمل رسوخ حاصل تھا، سلطان شمس الدین التمش کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے باطنی احوال وکمالات کو نوکری کے لباس میں عوام کی نگاہوں سے چھپائے رکھتے تھے۔'' (مآثر الکرام، اردو ص ۱۱)

''ہمت بلند، اعلیٰ خصائل اور جامع کمالات کے ساتھ ساتھ آپ سلطان التمش کے خواجہ طاش بھی تھے، کیوں کہ سلطان شمس الدین التمش بھی سید خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے اور حد درجہ نیاز مند، امور سلطنت کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ شیخ الاسلام جمال الدین محمد بستامی کی وفات کے بعد انہوں نے شیخ الاسلام کا منصب سید نا خواجہ قطب الدین کی خدمت میں پیش کرنا چاہا لیکن حضرت نے قبول نہ فرمایا۔'' [اہلسنت کی آواز، گوشۂ غریب نواز، ص:۳۸۲]

بیعت وخلافت: امام واسطی مجمع البحرین فاتح بلگرام علیہ الرحمہ، قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی سے بیعت ہوئے مرشد نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا: یا خدا مثل محمد اہل دعوت کر مجھے شیر کر سالار جند اتقیا کے واسطے فاتح بلگرام امام واسطی سلطان شمس الدین التمش کے مصاحب خاص تھے اور خواجہ طاش بھی قطب الاقطاب سیدنا قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کی اجازت اور سلطان شمس الدین التمش کی چاہت پر ۶۱۴ ہجری میں بلگرام فتح فرمایا لفظ ''خداداد'' ۶۱۴ ہجری سے تاریخ فتح برآمد ہوئی ہے۔

خدمت اسلام: امام واسطی کے اندر خدمت اسلام کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا آپ کی پوری زندگی خدمت اسلام سے عبارت ہے آپ پوری زندگی رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے علم پر آپ کی خدمات دینیہ کی وجہ سے حاصل شدہ لقب غالب آ گیا یعنی صاحب الدعوۃ الصغریٰ آپ سید محمد صغریٰ سے معروف بھی ہیں، شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت کے ایسے شناور تھے کہ آپ کو معاصرین نے مجمع البحرین کے وزنی لقب سے ملقب کیا، صاحب الدعوۃ الصغریٰ اور مجمع البحرین، فاتح بلگرام تینوں لقب آپ کی علمی وجاہت اور روحانی مقبولیت پر بین دلیل ہے اور آپ کی پوری ذات کا تعارف بھی۔

اولاد وامجاد: امام واسطی علیہ الرحمہ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی جو آپ کے بھانجے سید ابو طاہر سے منسوب ہوئی، صاحبزادوں میں سید محمد سالار معروف بہ مخدوم صاحب ہیں اور چھوٹے سید محمد عمر ہیں تینو کی نسلیں خوب پھلی پھولیں آٹھ سو سال سے زائد کا عرصہ ہو گیا آپ کی نسل پاک میں علم وفضل اور ولایت وکرامت کے قافلے رواں دواں ہیں، حضرت سید سالار معروف بہ مخدوم کی نسل پاک میں کثرت سے اولیا، علما، ادبا، شعرا، صاحبان ذوق وحفاظ، والیان جاہ اقتدار پیدا ہوئے حضرت سید محمد عمر کی نسل میں کثرت سے مقربان بارگاہ الٰہی اور اساطین فضیلت و روحانیت پیدا ہوئے۔

یادگار تعمیر: امام واسطی نے حکومتی نظام درست کرنے کے بعد اسلام کی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ شروع فرمایا چنانچہ اس سلسلہ کی ایک کڑی وسط شہر میں ٹیلے پر ۶۲۷ ھ میں قلعہ تعمیر کرایا، سلطان

اسلاف وأخلاف

شمس الدین التمش کا دور اقتدار ۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء سے ۶۳۴ھ ۱۲۳۲ تک محیط ہے تعمیر قلعہ کے کچھ سالوں بعد ہی سلطان التمش کا انتقال ہو گیا، آپ نے اس پر ایک سنگی کتبہ نصب کرایا تھا۔

وصال: اسلام کی اشاعت اور اس خطہ کو ایمان کی رونق اور اخلاق کی برکتیں عطا فرما کر امام واسطی سرکار فاتح بلگرام نے ۸۱/سال کی عمر میں سفر آخرت اختیار فرمایا: شعبان المعظم کی ۱۴/تاریخ تھی پیر کا دن تھا، دوپہر کا وقت تھا اور ہجرت نبویہ کا ۶۴۵ھ سال تھا، سلطان ناصرالدین محمود [۶۴۴ھ۔۶۶۴ھ] کے عہد حکومت کا آغاز تھا۔ ''امام بلگرام وادئ عقبی پیمودہ'' [۶۴۵ھ] کے جملے سے تاریخ وفات برآمد ہوئی ہے۔

مزار اقدس: امام واسطی سرکار فاتح بلگرام قدس سرہ کی تدفین بلگرام کے شمال مشرقی گوشے پر سید مبارک دستار کلاں جو آپ کے بھانجے ہیں، کے باغ میں ہوئی۔ ؎

باشد بہ بلگرام مزار مبارکش
برمرقدش کنند ملائک مجاوری

آپ کا مزار مبارک بلگرام شریف میں ہے، فرشتے آپ کے مقدس مرقد کی مجاوری کیا کرتے ہیں۔

برکات امام واسطی: امام واسطی قدس سرہ کی نسل مبارک میں مولیٰ تعالیٰ نے ایسی برکتیں و دیعت فرمائی ہیں کہ آٹھ سو سال سے زائد آج تک، زمانے کے آفتاب و مہتاب طلوع ہو رہے ہیں، اولیائے کرام میں غوث، قطب، ابدال، اوتاد، سالک غرض ہر مقام پر فاتح بلگرام کے شہزادے فائز ہیں، قطب مسولی سرکار پیر سید اسمٰعیل بلگرامی علیہ الرحمہ کی خانقاہ اور مارہرہ مطہرہ کے سادات کرام کی خانقاہ اور بلگرام کی خانقاہ سے آج بھی خاندان نبوت کی برکتیں تقسیم ہو رہی ہیں، آپ کی نسل مبارکہ سے دو مجدد اپنے اپنے دور میں مشہور اقران ہوئے صاحب سبع سنابل شریف، سید الاولیاء حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ اور صاحب تاج العروس قدوۃ الاولیاء، فاتح عرب و عجم سید محمد مرتضیٰ بلگرامی زبیدی قدس سرہ۔

موجودہ سجادہ نشین: امام واسطی قدس سرہ کے آستانۂ عالیہ کی سجادگی نسلاً بعد نسلٍ آپ کے خانوادہ میں چلی آرہی ہے، آپ کے بیسویں سجادہ نشین آپ کے شہزادے مرشد گرامی رئیس الاتقیاء مخدوم المشائخ حضرت علامہ حافظ وقاری سید اویس مصطفیٰ واسطی قادری ہیں اور پوری شان ولایت کے ساتھ مشائخ بلگرام کے فیضان کو بانٹ رہے ہیں اور دو سلسلے سلسلہ قادریہ رزاقیہ، سلسلہ معینیہ قطبیہ صغرویہ کی تجدید کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، حضور بادشاہ ملت سرکار سیدی بادشاہ حسین واسطی اور حضرت شاہ سید جیلانی میاں واسطی، حضرت شاہ سید فیضان مصطفیٰ واسطی مدظلہم بلکہ آپ کا پورا گھر آپ کے دست و بازو بن کر فیضان لٹا رہے ہیں۔

نوٹ: آستانہ عالیہ بڑی سرکار محلہ میدانپورہ میں ہر سال متعدد تقریبات منعقد ہوتی ہیں، سرکار امام واسطی کا عرس ۱۴/شعبان تاریخ وصال میں ہوتا ہے علاوہ ازیں آپ کے قل شریف کی بڑی تقریب کے لئے سال میں ۲/یوم صاحب سجادہ، مریدین ومتوسلین اور عقیدتمندوں کی سہولت کے لئے متعین فرما کر اعلان کر دیتے ہیں۔

[یہ مضمون مآثر الکرام، نظم اللالی، دائرہ قادریہ بلگرام شریف، اصح التواریخ، اہلسنت کی آواز سالنامہ کی مدد تیار کیا گیا ہے۔

ص ۵۷/کا بقیہ.................

ذرے ہوئے قریب تو مہتاب بن گئے
نقشِ حیات اِتنا ہے روشن نظام کا

سلطان اولیا ہیں، وہ شیخ الشیوخ ہیں
اونچا ہے بزم دیں میں سنگھاسن نظام کا

ہم سب کے کام آئیں گے وہ آخرت میں بھی
شاہوں کا یہ نہیں، یہ ہے بندھن نظام کا

اپنے، پرائے، سب پہ لٹائے کرم کے پھول
گُن گا رہے ہیں شیخ و برہمن نظام کا

سَر پر ہے اُس غنی وسخی کا ید کرم
ہم کھا رہے ہیں آج بھی بھوجَن نظام کا

روشن ہوا فریدئ خستہ سخن کا دل
دیکھا جو چشم فکر نے دَرپن نظام کا

اسلاف و اخلاف

از: احمد رضا عارف شمسی*

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

احوال قوم و ملت

آج کورونا وائرس اور لاک ڈاون سے پوری دنیا کس طرح پریشان ہے، یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں، کہیں بھوک ہے، کہیں موت ہے، کہیں ظلم ہے تو کہیں نفرت کی آگ سے سیاست کی روٹیاں سینکی جارہی ہیں، کہیں الزام تراشی ہے، کہیں مسلمانوں سے بائکاٹ ہے، کہیں پھٹکار ہے تو کہیں ڈانٹ ہے، مسجدیں سونی ہیں، مدرسے خالی ہیں، جمعہ کے لیے روک تھام ہے، کہیں درپیش مسئلہ اذن عام ہے، دارالافتا کا رخ کیے عوام ہے، مفتیان کرام بھی پریشان ہیں، ہر مفتی کا مناظرے کے لئے صدائے عام ہے، کہیں دفن کے مسائل ہیں تو کہیں معاملہ غسل میت کا حائل ہے، تو کہیں مسئلہ نماز جنازہ کا لے کے آیا سائل ہے۔

نِت نئے مسائل ہیں، الگ الگ دلائل ہیں، اس بیماری کو کسی نے ''جامد'' کہا تو کسی نے ''مشتق''، کسی نے ''لازم'' کہا تو کسی نے ''متعدی''، کوئی کہتا ہے کرونا بیماری خطرناک ہے تو کسی نے کہا یہ سب پھیک پھاک، کہیں سے آواز آتی ہے یہ بیماری ہے سچ ہے اس کی کئی مثالیں ہیں، کوئی بول پڑا یہ سب یہودیوں کی چالیں ہیں، پوری دنیا کہتی ہے یہ آیا ہے چین کے وہاں سے، مگر ہندوستان کی میڈیا کہتی ہے یہ آیا ہے مسلمان سے کرونا ایسا عجیب معمّہ بن کر رہ گیا ہے، جیسے بات سمجھنے کی ہو نہ سمجھانے کی، ڈاکٹروں کا کہنا ہے یہ بیماری ہے لاعلاج، پھر بھی اکثر صحت یاب کیسے ہو جاتا ہے سماج؟ کیا یہ معمّہ نہیں ہے، آخر یہ بیماری کیسی بیماری ہے، جس پہ حیران دنیا ساری ہے۔

تعجب ہے! پانی سے ختم ہو جاتا ہے مگر دوا نہیں ہے، یہ وائرس ہے، اتنا باریک ہے کہ ہاتھ کے ذریعہ ناک اور منہ میں جا کر گلے اور سینے کو جام کر دیتا ہے، یہاں تک کہ ہاتھ کے مسام (یعنی بال کی جڑوں میں جو باریک سوراخ ہے) کے ذریعہ بدن میں پھیل جاتا ہے، اس لیے ہاتھ میں دستانہ پہنئے منہ اور ناک کو ماسک سے ڈھک لیجئے مگر یہ کان میں کیوں نہیں گھس کر سینہ اور گلا جام کر پاتا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہاں کے لیب میں یہ وائرس ادھوری پڑھائی کر کے آ گیا ہو کہ اس کو ہمارے کان کا رستہ ہی نہ پتہ ہو کہ کدھر جاتا ہے، یہ عجیب معمّہ ہے، نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

کہا جاتا ہے کہ وائرس زدہ شخص جس سامان کو چھولے اس میں بھی سما جاتا ہے یہ مرض، اس لیے سنیٹائز کرتے رہیے، دروازہ دھلیئے، کنڈی دھلیئے، ہاتھ دھوتے رہیے، ہاتھ مت ملائیے، احتیاط کیجیے، دور سے لین دین کیجیے، مگر روپیہ میں یہ وائرس کیوں نہیں لگتا، اس لیے ہاتھوں ہاتھ لین دین ہو رہا ہے، نہ روپیہ کا سنیٹائز رہو رہا ہے، نہ اس کا کورنٹائن، آخر معمّہ کیا ہے؟ آخر کس سے سمجھیں، کس سے پوچھیں، کدھر جائیں، کون اس سوال کا جواب دے گا، فلسفی چپ ہیں، سائنسدان چپ ہیں، ڈاکٹرس چپ ہیں، وزیر صحت بھی چپ، خود ساختہ دانشورانِ قوم کی انجمن خاموش، عقل و خرد گتھیاں سلجھانے والے مہر برلب۔ ع

خداوندہ یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

علما نے کہا ادھر آئیں ادھر آئیں، لوگوں سے کہیں کہ وہ سدھر جائیں، جب لوگ اللہ و رسول کی فرمابرداری سے مکر جائیں، تب آسمانوں سے اترا کرتی ہیں بلائیں، اس کو اللہ کا عذاب کہتے ہیں، عذاب ایسا ہی ہوتا ہے، اس سے متأثر تو سب ہوتے ہیں مگر فرمابرداروں کے لیے اتنی سی گنجائش ہے کہ اس کے لیے یہ آزمائش ہے، اللہ تعالیٰ نے کتنے پیار سے ہمیں پکارا:

''یاایھا الانسان ماغرك بربك الكريم۔ یعنی اے انسانو! تمہیں اپنے کرم فرمانے والے رب سے کس نے دھوکے میں ڈالا ہے، کلالما یقض ما امرہ۔ یعنی بے شک

اب تک اس نے پورا نہ کیا جس کا اسے حکم تھا۔''

جب کہ کروڑہا نعمتیں رب نے ہمیں دیں ہم نے کیا کیا:

''من ای شیء خلقه۔من نطفة خلقه فقدره۔ثم السبیل یسره۔ یعنی اس نے ایک قطرے پانی سے ہماری تخلیق فرمائی پھر ہمارے لیے راستہ آسان فرمایا۔''

مزید یہ کہ:

''ثم اماته فاقبره۔ یعنی پھر ہمیں موت دی پھر قبر دیا۔''

جب کہ انسان پر حالات ایسے بھی آئے کہ موت کی تمنا لیے آیا، اگر موت نہ دیتا تو کیا کرتا، مرنے والے تو بہت مرے، کسی کو نذر آتش کیا گیا، کسی کو جنگلی اور دریائی درندوں، چرندوں، پرندوں نے چیر پھاڑ ڈالا، مگر اے انسان! تمہیں رب کی نعمت کا شکرادا کرنا چاہیے تھا کہ اس نے موت دے کر عزت کے ساتھ قبر میں رکھوایا، آج ہمیں ہمارا رب دیکھا رہا ہے کہ دیکھو اگر تمہارا رب اپنا کرم تم پر سے اٹھالے تو تمہیں دفن کرنے کے لئے کوئی تیار نہ ہو، تمہیں قبرستان میں بھی جگہ نہ ملے۔

''قتل الانسان ما اکفره۔ یعنی آدمی مارا جائے کہ کتنا ناشکرا ہے وہ۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔ یعنی اہل بصیرت کے لیے عبرت ہے۔''

اس عبرت کو عقل مند ہی سمجھ سکتے ہیں، فرماتا ہے: عبرۃ لاولی الالباب۔

کیا اللہ نے نشانی کے طور پر نہ دیکھا دیا کہ:

''یوم یفر المرء من اخیه، وامه وابیه، وصاحبته وبنیه۔ یعنی اس دن بھائی بھائی سے کیسے بھاگے گا، ماں باپ اپنی اولاد سے کیسے بھاگیں گے۔''

کرونا زدہ مریض اور میت کے حالات سے سمجھا جاسکتا ہے، بات تو سچی ہے مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدائے واحد کے جلال و جبروت کا اس طرح اظہار ہمیشہ کیوں نہیں ہوتا، جب کہ گناہ ہوتے ہی رہتے ہیں، آخر ایسا کون سا گناہ ہے جو اللہ کے جلال کو دعوت دیتا ہے اور ساری دنیا پر قہر ٹوٹ پڑتا ہے، جواب دینے والے نے جو جواب دیا ہے سوفیصد اس کی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ع

پانی پانی کرگئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

کہ آج جو پوری قوم پر عذاب ہے اس کے بہت سارے اسباب ہیں جن میں تین سبب اہم ہے:

(۱) گستاخی انبیا و اولیا۔

(۲) سود کا عام ہونا۔

(۳) نہتے کمزوروں پر ظلم۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف دو گناہ پر اعلان جنگ فرمایا کہ اللہ اس سے اعلان جنگ فرماتا ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

''من عادی لی ولیا فقد اذنته للحرب۔ یعنی جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے اس سے میں نے جنگ کا اعلان کردیا۔''

آج آئے دن کہیں نہ کہیں ناموس رسالت پر شب خون مارا جارہا ہے اور یہ بات یاد رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی قوم پر اس وقت تک عذاب مسلط نہیں فرمایا جب تک قوم نے اپنے دور کے نبی و رسول کی تکذیب نہ کی، جب جب تکذیب کی، شان رسالت میں گستاخی کی، اللہ نے اس قوم پر مختلف قسم کے عذاب نازل فرمائے، قابل غور بات یہ بھی ہے کہ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر عذاب نازل نہ ہوا بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم ہوتا ہے کہ جائیے اور فرعون کو نرمی سے سمجھائیے مگر جب خدائی کا دعویٰ کرنے والا وہی فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی پر اتر آیا تو دریائے نیل میں غرق کردیا گیا، اگر کوئی فرد واحد گستاخی کرے تو اس پر بھی عذاب آکر رہے گا، جو اس کا ساتھ دے اور گستاخوں سے دوستی نبھائے اس پر بھی عذاب مسلط کیا جائے گا کیوں کہ اللہ جسے محبوب رکھتا ہے، جسے اپنا دوست اور ولی فرماتا ہے اس کی گستاخی ہرگز پسند نہیں فرماتا، اس اپنا عذاب مسلط کرتا ہی کرتا ہے آج دنیا بھر میں یہی کچھ ہورہا ہے کہ جس نے ناموس رسالت پر بھونکنا شروع کیا، اسے حکومتی تحفظ مل جاتا ہے، سروں پر دستار باندھی جاتی ہے یا کوئی عہدہ دے دیا جاتا

ہے، جب یہ کام ملکی پیمانے پر ہو رہا ہے تو عذاب تو پورے ملک میں ہی آنا ہے۔ اس لیے انبیا و رسل صحابہ و اہل بیت اور ولیوں کے دشمنوں سے ہمیشہ دور رہیے اور اس کو اپنے سے دور رکھیے، دوستی اللہ کے لیے اور دشمنی بھی اللہ کے لیے کیجیے، جسے گستاخ پائیے اسے فوراً اپنے سے جدا کر دیجیے، اپنا رشتہ ناطہ توڑ دیجیے، یہ کیسے درست ہوسکتا ہے کہ ع

سجدہ خالق کو بھی ابلیس سے یارانہ بھی

دوسرا گناہ سود ہے جس کے متعلق اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"فان لم تفعل فاذنو بحرب من اللہ و رسولہ۔ اگر تم پھر ایسا کرو گے (یعنی سود کا کاروبار) تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا یقین کرلو۔"

یہ گناہ بھی ملکی پیمانے پر ہو رہا ہے، دور حاضر میں کیا نمازی، کیا حاجی، کیا دنیا دار سب اس میں ملوث نظر آتے ہیں، یہ جانے انجانے میں بہت زیادہ ہو رہا ہے۔

تیسرا سبب مظلوموں کی آہیں ہیں، کیوں کہ مظلوم کی آہ اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے، یہ عرش الٰہی کو ہلا کر رکھ دیتی ہے، اس میں بھی پورا ملک ملوث ہے اور ان تینوں گناہوں میں قصداً ہو یا سہواً کسی نہ کسی طریقے سے ہم بھی شریک ہیں، وہ شرکت خاموشی کی وجہ سے ہو یا ایسے لوگوں سے میل جول کی وجہ سے! لہٰذا ہم بھی گنہگار ہیں۔

الحاصل یہ کہ ہم اس وقت اللہ و رسول سے حالت جنگ میں ہیں، اللہ اکبر! تصور سے ہی کانپ جانے کا مقام ہے کیا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کی تاب کسی میں ہوسکتی ہے؟ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس عذاب سے بچنے کی صورت کیا ہے تو میرے عزیز دوستو ں تین چیزوں کو لازم پکڑ لو، جس خدا نے جنگ کا اعلان فرمایا ہے اسی نے جنگ کے اصول میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر دشمن ہتھیار ڈال دے اور معافی چاہے تو معاف کردو:

(۱) لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سرکشی اور نافرمانی کے سارے ہتھیار ڈال کر ہاتھ اٹھا دیں اور سجدے میں گر جائیں، اس کی تسبیح کریں، لاحول پڑھیں اور استغفار کی کثرت کریں، امید ہے کہ اللہ ہمیں معافی دے دے گا۔

(۲) گھنٹہ دو گھنٹہ روزانہ درود و سلام کے لیے مختص کر لیں۔

(۳) صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے، گناہوں کو مٹاتا ہے لہٰذا اس کو بھی حتی المقدور اپنے اوپر لازم کر لیں، صدقہ کی اہمیت کو سمجھیں، اپنے رب کے منشا کو سمجھیں، قسم توڑ دو تو دس مسکین کو کھانا کھلاؤ، یہ اس کا کفارہ ہے، روزہ توڑ دو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یہ اس کا کفارہ ہے، ان تمام مسائل سے کیا سمجھا آپ نے، آخر کیا بات ہے کہ گناہ آپ کر رہے ہیں، پیٹ غریب کا بھر رہا ہے اور ادھر گناہ معاف ہو رہا ہے، صدقہ کی اہمیت کا اندازہ ایک آیت سے لگائیے، اللہ فرماتا ہے:

"ہم نے جو تمہیں رزق دیا، اس سے اس وقت سے پہلے پہلے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرلو کہ تم میں کسی کی موت آئے تو کہنے لگے کہ اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور صالحین میں ہو جاتا۔" (سورۂ منافقون، آیت ۱۰)

مقام غور ہے کہ مرنے کے بعد آدمی دنیا میں آنے کی تمنا صرف اس لیے کرے گا کہ میں اپنا مال صدقہ کردوں، اعمال خیر تو بہت سے ہیں مگر صدقہ کی اہمیت اس سے واضح ہے، جہاں احبا، اقربا اور دوسرے غریبوں محتاجوں کا خیال رکھیے، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے سخت حالات میں مدارس اور مساجد کو نہ بھولئے، مساجد سے مختلف پریشانیاں سامنے آرہی ہیں، اس لاک ڈاون کے ماحول میں لوگوں کی توجہ کم ہے، مساجد کے بھی خرچے ہیں بجلی، پانی، مرمت ائمہ و موذنین کی تنخواہیں، یہ اشد ضروری ہیں۔

یاد رکھیے دور حاضر میں جو کچھ اللہ و رسول کا فرمان اور دینی باتیں لوگوں کی زبان پر ہیں، وہ صرف اور صرف مدارس اور مساجد کی مرہون منت ہیں ورنہ تھوڑی دیر کے لیے تصور کیجیے کہ آپ کے پاس نہ مدرسہ ہے نہ مسجد پھر جو ماحول اور حالات کا تصور ہوگا، اس کا صرف تصور ہی آپ کے وجود کو ہلا کر رکھ دے گا، سب کچھ ہوتے ہوئے بھی آپ کے پاس مدارس و مساجد نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے، لہٰذا جان بچانے کے لیے لوگوں کے کھانے پینے

کا جہاں انتظام کیجیے، وہیں آنے والی نسلوں کے ایمان کو بچانے کے لیے مدارس اور مساجد میں بڑھ چڑھ کر تعاون بھی کیجیے۔

ہر انسان کو اللہ نے کسی نہ کسی لائق ضرور بنایا ہے، ہر شخص اپنے لائق کام کرے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے، ایک حکایت یاد آتی ہے کہ ایک شخص نہایت مفلسی کی زندگی گزار رہا تھا، سات بیٹیوں کی شادی کرنی ہے، آمدنی کے کچھ ذرائع نہیں ہیں، روٹی روٹی کا محتاج ہے، بیچارہ ایک بزرگ کے پاس گیا کہ کچھ وظیفہ لے کر اپنے لیے دعا کرائے اور برکت و حاجت پوری ہونے کا تعویذ بھی لے لے، بزرگ سے مؤدبانہ اپنی پریشانی سنائی، حضرت نے فرمایا: سب ٹھیک ہوجائے گا، روزانہ سو دو سو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، اللہ تعالیٰ سارا راستہ آسان فرمائے گا، اتنا کہہ کر بزرگ اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

اس نے سوچا کوئی مجذوب یا پاگل کے پاس ہم غلطی سے آ گئے ہیں، اس شخص کی امید پر پانی پھر گیا، مایوس ہو کر آنکھ میں آنسو لیے واپس ہو رہا تھا کہ دروازے پر موجود بزرگ کے خادم نے پوچھا کیا بات ہے، کیا مصیبت آن پڑی ہے؟ اس شخص نے اپنی حالت زار اور بزرگ کا مشورہ سنایا، اتفاق سے وہ خادم حضرت کا مزاج شناس تھا اور محرم راز بھی، خادم نے کہا: حضرت نے بھوکوں کو کھلانے کے لیے کہا ہے اور بھوکے صرف انسان ہی نہیں ہوتے، چونٹیاں بھی تو بھوکی ہوتیں ہیں، مٹھی بھر آٹا آپ نہیں ڈال سکتے ہیں، کیا اللہ نے آپ کو اتنی بھی حیثیت نہیں دی ہے، وہ شخص گیا اور اس پر عمل پیرا ہوا، کہتا ہے کہ کچھ ہی مہینے گزرے ہوں گے کہ ایسی برکت ہوئی کہ سب بیٹیوں کی شادی بھی ہوگئی اور اللہ نے مجھے غنی کر دیا، آج بھی اس کے نسل میں کئی پشتوں سے چڑیوں کو دانہ ڈالنے کا رواج ہے۔

اس واقعہ کا یہ مطلب ہر گز نہ ہوا کہ امیر کبیر شخص بھی صرف چونٹیوں کو شکر دے کر اپنی ذمہ داری سے دامن جھاڑ لے، مقصد یہ ہے کہ مخلوق اللہ کی عیال ہے، اس پر رحم کریں، اللہ آپ پر رحم کرے گا، ہر شخص اپنے حصے کا کام کرے، اللہ نے سب کو لائق بنایا ہے، اب اللہ کی راہ میں خرچ کا مطلب بھی سمجھتے چلیے، ایک بزرگ کا کسی زمانے میں بہت شہرہ تھا، ایک شخص غائبانہ ان سے محبت رکھتا تھا اور بیعت کی خواہش بھی! تجارت کے لیے نکلا اور اسی ملک میں پہنچ گیا جہاں بزرگ رہتے تھے، جا کر ملاقات کی اور بیعت کا طالب ہوا، عرض کی: حضور مجھے کچھ نصیحت فرما دیں، ابھی عجلت میں ہوں، تجارت سے واپسی ہوگی تو وقت دوں گا اور جو سبق ارشاد فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا۔

حضرت نے فرمایا صرف ایک نصیحت یاد رکھنا، وہ یہ کہ اللہ کو اپنے سے بڑا نہ سمجھ سکو تو چھوٹا بھی نہ سمجھنا، وہ شخص اس نصیحت پر بڑا حیران ہوا کہ حضرت اس کا کیا مطلب ہے، کون مسلمان اللہ کو چھوٹا جانے گا؟ فرمایا: جا اتنا ہی یاد رکھ مطلب بعد میں سمجھا دوں گا، وہ شخص چلا گیا، ایک جگہ قافلہ رکا، خیمہ گاڑ کر آرام کیا، بھوک لگی بازار گیا، آٹا، دال اور مرغی لے کر آیا، پکا کر کھانے بیٹھا تھا کہ دروازے پر کسی سائل نے صدا لگائی، کوئی اللہ کے نام پہ کھانا کھلا دو، دو روٹی اور دال اٹھا کر سائل کو دے دیا، پھر خود بھی کھایا اور سو گیا، تجارت سے واپسی پر پھر اپنے اسی مرشد کے پاس پہنچا اور مزید سبق اور نصیحت کا مطالبہ کیا، مرشد نے فرمایا: ایک نصیحت یاد نہیں رکھ سکا، دوسرا سبق کیا دوں؟ کہنے لگا حضرت میں نے تو ایسا خیال تک نہیں لایا کہ اللہ ہم سے چھوٹا ہے، فرمایا کہ اللہ کے نام پر تو دال روٹی دیتے ہو اور خود مرغی کھاتے ہو، تو بتاؤ کہ اللہ کو کیا سمجھا؟ کم سے کم برابر والا سلوک کر لیا ہوتا، اللہ اللہ!

اس طرح کی بہت سی عبادت ہے جس میں ہم بڑی بڑی غلطیاں کرتے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں ہوتی، ہمارا خیال درست نہیں ہوتا اور اپنے کو نیکوں میں شمار کرتے ہیں، جب کہ خود کا نیک ہونے پر مطمئن ہوجانا ہی بڑا گناہ ہے، خود بد عمل رہ کر بھی دوسروں کی بدعملی پر انگشت نمائی کرنا ہمارا شیوہ بن چکا ہے، ہم کہتے تو ہیں کہ دنیا میں گناہ بڑھ گیا مگر اپنا محاسبہ ہم کبھی نہیں کرتے، ہمارے اسلاف نے کیسی کیسی مشقتیں برداشت کر کے ریاضتیں کیں پھر بھی اپنے کو گنہگار کہہ کر روتے رہے، گزشتہ چند سال پہلے سلوک وتصوف کی کتاب کے مطالعہ میں ایک تحریر پہ نظر پڑی کہ بزرگان طریقت ایسے بھی گزرے ہیں جو اپنی نماز کو بھی گناہ سمجھتے تھے بلکہ

احوال قوم وملت

زنا سے بدتر سمجھتے اور نماز پڑھ کر بھی رویا کرتے اور توبہ کرتے ہیں، ان کا خیال یہ تھا کہ زنا میں انسان حق کو بھول کر غیر حق میں مشغول ہوتا ہے، ہم بھی جب نماز کو کھڑے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں تو خیالِ دنیا آیا اور وہ بھی رب کے سامنے جب کہ اس وقت دل کو غیر حق کی یاد سے خالی ہونا چاہیے تھا تو گویا ہم نے نماز کیا پڑھی بارگاہ الٰہی کا ادب بھی نہ کر سکے، اللہ نے تو فرمایا: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ مگر دل میں تو غیر کا ذکر تھا، اللہ اللہ!

پانی پانی کرگئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے تو من تیرا نہ تن

آخر وہ کون سا تصور تھا جس سے سرکار غوث اعظم جیسا مقرب بندہ بھی کعبہ کے غلاف میں لپٹ کر اپنی بخشش اس طرح طلب کر رہا ہے جیسے دنیا کا سب سے بڑا خطا کار وہی ہو، دراصل اللہ کی صفت صمدیت سے سب خوف زدہ رہے، اللہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، نہ ہماری تسبیح، نہ حمد کی اس کو حاجت ہے، نہ ہم کو بخشنا اس پر لازم ہے، وہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہے، اس کو کسی کی ضرورت نہیں، سب اس کے محتاج ہیں، آج ہم حقیر فقیر سراپا تقصیر انکساری کے الفاظ لکھتے ضرور ہیں مگر یہ بھی تکبر کے ساتھ، یہ کسی سچے نیکوکار کا صدقہ ہے جو اللہ ہمیں رزق کھلا رہا ہے ورنہ ہم تو زمین میں دھنسا دیئے جانے کے قابل ہیں، ہمیں تو نہ نیکی کا پتہ ہے نہ گناہ کا! جب جلال الدین رومی جیسا مردانہ اور صاحب علم ایک حقیقت آشنا کی صحبت کے بعد بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ع

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

تو ہم کس کھیت کے مولی ہیں، ہم نے کیا جانا اور کیا سمجھا، نہ کسی مردانہ کی صحبت اختیار کی، نہ ان سے کچھ سیکھا۔

اے شوق جنوں بے کار نہ رہ کچھ خاک اڑا ویرانے کی
دیوانہ تو بننا مشکل ہے صورت ہی بنا دیوانے

اے اللہ! ہم تو صرف نقالوں میں ہیں جس کی نقل کرتے ہیں، اسی کے ساتھ اٹھانا مولیٰ! ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ تو اپنے محبوب محمد رسول ﷺ کا اور ہمارا رب ہے بس! عبادت اور نیکی سے ہمارا دور دور تک کہیں کوئی واسطہ نہیں، اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے ہماری بخشش فرما، آمین۔ ◆◆◆

ص ۵۰ رکا بقیہ.........

اثرات ہویدا تھے، اس خواب کی تعبیر جاننے کے لئے آپ کا تجسس بڑھنے لگا، امر مشکل یہ تھا کہ ملک شام میں صحیح و معقول معبر کی تلاش کہاں کی جائے، یوں تو معبروں کی وہاں کمی نہیں تھی مگر آپ چاہتے تھے کہ ایسا معتبر معبر مل جائے جو خواب کی ایسی مکمل اور صحیح تصویر بصورت تعبیر پیش کر سکے جو آپ کے ذہنی سکون و اطمینان کا باعث ہو اور آپ کے اضطراب کے زوال کا سبب بن سکے۔

تفتیش و تفحیص کے بعد ایک عیسائی راہب کا جوں ہی آپ کو سراغ ملا، آپ فوراً اس کے پاس پہنچے اور اسے اپنا خواب تفصیلاً بتایا، راہب نے آپ کا مفصل خواب بغور سننے کے بعد تعبیر بتانے سے قبل کئی ایک سوالات جڑ دیئے، مثلاً اس نے پوچھا کہ یہ بتائیے آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ آپ کا تعلق کس قبیلے سے ہے؟ کسب معاش کے سلسلے میں آپ مشغلہ کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ، حضرت ابوبکر صدیق نے انتہائی متانت و سنجیدگی کے ساتھ اس راہب کے تمام سوالات کے جوابات دیئے، جوابات سن کر راہب نے کچھ دیر توقف کیا پھر وہ بولنے لگا جناب! یہ خواب آپ کے روشن مستقبل کا پیش خیمہ ہے، یہ خواب آپ کی سعادت مندی کا واضح اشارہ ہے، خواب آپ کی بلندی قسمت کی نوید جانفزا ہے، یہ خواب آپ کی دنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی کی ضمانت ہے، یہ خواب آپ کی فضیلت و عظمت اور جاہ و حشمت پر حجت بالغہ ہے، یہ خواب آپ کی انفرادیت و خصوصیت کا برملا اعلان ہے، یہ خواب آپ کی غیر معمولی مقبولیت کی سنگ میل ہے، یہ خواب آپ کی سرفرازی صحابیت کی پرنور دلیل ہے، یہ خواب آپ کے اوّل المسلمین ہونے کا مینارۂ نور ہے، یہ خواب آپ کے لئے خیر و برکت اور رحمت و رافت باعث ہے۔

.........جاری

احوال قوم و ملت

از: ایک کونسپریسی تھیورسٹ کے قلم سے*

ایلومیناتی ایجنڈا اور بے بس انسانیت

احوال عالم

کرونا وائرس ساری دنیا میں پھیل چکا ہے، کاروبارِ حیات بند ہو چکا، تجارت، تعلیم، مذہبی اجتماعات، سیاحت غرض تمام شعبہ ہائے زندگی pause کی حالت میں چلے گئے ہیں، پوری دنیا کی سات ارب آبادی شدید ذہنی دباؤ، خوف وہراس میں مبتلا ہے، بیماری کی نہ تو علامات واضح ہیں نہ ہی وجوہات، بیماری کا ٹیسٹ بھی with precision تا حال ممکن نہیں، کم ترقی یافتہ ممالک تو دور، ترقی یافتہ ممالک بھی اس وائرس سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

اس ساری صورت حال کے تناظر میں یقیناً یہ سوال بہت اہم ہے کہ کیا یہ کرونا وائرس واقعی ایک وبا ہے یا Bioterrorism ہے؟ یہ طاعون جیسی بیماری naturally پیدا ہوئی ہے یا یہ Biological warfare کا حصہ ہے؟ یہ ایک سانحہ ہے یا باقاعدہ planned سازش؟ پہلے بھی متعدد بار عرض کر چکا ہوں کہ میں ایک conspiracy theorist ہوں، میری رائے سے آپ کا اتفاق ضروری نہیں، تاہم اپنی گزارشات آپ کے سامنے ضرور رکھنا چاہوں گا۔

میرے نزدیک موجودہ وبا ''کرونا وائرس'' ایک مکمل پلان کے تحت دنیا بھر میں پھیلائی گئی ہے، جس کے پیچھے عالمی خفیہ شیطانی تنظیم الومیناٹی (1776) کا ہاتھ ہے، ایلومیناٹی اور فری میسن وغیرہ کی تفصیلات کسی اور وقت، مگر مختصراً یہ بتا تا چلوں کہ یہ عالمی خفیہ شیطانی تنظیم ہے، اس کو چند انتہائی طاقتور خاندان پس پردہ رہ کر چلا رہے ہیں (Rothschild خاندان، Rockefeller خاندان، برطانوی شاہی خاندان، khazarians وغیرہ) یہ لوگ کسی مذہب کے پیروکار نہیں بلکہ براہِ راست شیطان کے پجاری ہیں اور اُسی کی ہدایات پہ چلتے ہیں، کچھ لوگ بظاہر یہودی ہیں اور کچھ عیسائی، اس تنظیم کا سب سے اہم مقصد یہودیوں اور یہود نواز و مذہب بیزار عیسائیوں کی مدد سے دجال کی آمد اور اس کی مطلق العنان حکمرانی کی راہ ہموار کرنا ہے، اس بنیادی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے New World Order کے نام سے ایک منصوبہ بنایا ہے، یہ ایک انتہائی شاطرانہ شیطانی منصوبہ ہے جس کے بہت سے حصے اور بہت سے steps ہیں اور یہ multidimensional ہے، اس پورے منصوبے کا لبِ لباب Crux یہ ہے:

دنیا میں one world government کا قیام، دنیا میں one world religion کا نفاذ، دنیا میں one world currency کا نفاذ، اور آخر میں One World leader پہ اتفاق کا قیام (یعنی دجال یا Antichrist کو حاکم اعلیٰ تسلیم کرانا)

ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے پلان کو مزید چھوٹے پلانز میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں سب سے خطرناک پلان دنیا کی آبادی کو سات ارب سے کم کر کے ایک ارب یا پچاس کروڑ تک لانا ہے اور یہی وہ منصوبہ ہے جس کا براہِ راست تعلق کرونا وائرس وبا سے ہے۔

دنیا کی آبادی کو کم کرنے کے شیطانی منصوبہ سازوں کے نزدیک متعدد فوائد ہیں، ایک یہ کہ کم آبادی کو کنٹرول اور Manage کرنا نسبتاً آسان ہوگا، بعد ازاں Chips install کر کے ان کے behavior کو مانیٹر کرنا زیادہ آبادی کی بنسبت بہت آسان ہوگا، دوسرا یہ کہ زیادہ آبادی کو مذہب سے دور رکھنے کے لئے نفسیاتی طور پہ تیار کرنا مشکل ہے بنسبت کم آبادی کے، نیز کم آبادی پہ اپنا کلچر impose کرنا

بھی زیادہ آبادی کی نسبت آسان عمل ہے، تیسری بات یہ کہ کم آبادی کی صورت میں Planet earth کی Stability اور sustainability میں اضافہ ہو جائے گا اور Natural resources پہ دباؤ کم ہو جائے گا جو کہ Ruling Elite کے لئے بہتر ہوگا، چوتھا فائدہ یہ ہوگا کہ وائرسز اور genetically engineered بیماریوں سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر دیا جائے گا جو ان کی نظر میں سوسائٹی پہ بوجھ ہیں یا جن کی labour productivity بہت کم ہے، اس انداز سے انہیں جوان طاقتور labour force لمبے عرصے تک میسر رہا کرے گی جس کو استعمال کر سکیں گے۔

(اس نکتہ پہ مزید تحقیق کے لئے Transhumanism پہ ریسرچ کیجیے، یوٹیوب پہ چند اہم مواد اس پہ موجود ہیں) دنیا کی آبادی کم کرنے کے لئے مختلف طریقے استعمال کیے جائیں گے جن میں علاقائی اور عالمی جنگیں Fast foods اور کیمیکل زدہ packed کھانے اور مشروبات کا استعمال عام کرنا، ملٹی نیشنل فارماسیوٹیکل کمپنیوں کے ذریعے شدید مگر خاموش side effects والی ادویات کی ترویج Genetically engineered viruses اور بیماریوں کا عالمی وعلاقائی پھیلاؤ، گلوبل وارمنگ کے ذریعے قحط سالی، سیلاب برپا کرنا، پینے کے پانی اور اجناس کی کمی create کرنا وغیرہ۔

یہ تو رہی الومیناٹی کی پلاننگ، اب آتے ہیں کرونا وائرس کی طرف، میرے نزدیک اس وائرس کا وبا کی طرح پوری دنیا میں پھیلاؤ اسی شیطانی پلان New World Order کا حصہ ہے، اس سے قبل HIV، Ebola virus, Anthrax، SARS، روٹا وائرس، Hanta virus, Dengue VIRUS, MERS VIRUS کا کامیاب تجربہ کیا جا چکا ہے، وبا کے آغاز پہ ہی انٹرنیشنل میڈیا کا اس کو بھرپور کوریج دینا، شہ سرخیوں میں لگانا، تمام عالمی لیڈروں کا اس پہ بات کرنا شروع کر دینا، لوگوں کو ڈرایا اور ہراساں کیا جانا، فوراً لاک ڈاؤن، کرفیو کی باتیں کرنا، یہ سب وہی SOP ہے جو پراپیگنڈہ کے لئے افغانستان اور عراق حملے کے وقت استعمال کیا گیا، بیماری پھیلانے کے ساتھ ساتھ اس عالمی لیول کے پراپیگنڈہ اور میڈیا کے ذریعے ہراسگی کے پیچھے بھی ایک اہم مقصد کارفرما تھا اور وہ مقصد تھا Mind and behavior Control جو کہ اومیناٹی کے اہم ترین ہتھیاروں میں سے ہے، کرونا وائرس وبا کا پھیلاؤ محض ایک drill ہے، ایک مشق ہے ایک تجربہ ہے، اصل War ابھی آگے ہے، موجودہ وبا کا پھیلایا جانا اور اس کے حوالے سے شدید ترین اور شاطرانہ میڈیا کمپین ایک اہم تجربہ ہے جس سے مستقبل کی مزید پلاننگ کی جانی مقصود ہے، موجودہ وبا شاید 2–3 ماہ میں کنٹرول کر لی جائے اور اس بار اموات بھی مجموعی طور پہ کم رہیں مگر مستقبل میں یہ تجربہ منصوبہ سازوں کو مزید بہتر اور خطرناک پلاننگ کرنے کی صلاحیت دے دے گا، الومیناٹی نے اس وائرس کے پھیلاؤ سے انتہائی اہم نتائج حاصل کر لیے ہیں اور باقی نتائج وقت کے ساتھ سامنے آ جائیں گے، تاہم انکا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، نتائج یہ ہیں:

پہلی بات یہ کہ لوگ Biological warfare کے بارے میں بالکل لاعلم نکلے ہیں اور ابھی تک اس Bioterrorism کو ایک قدرتی وبا ہی سمجھ رہے ہیں جو کہ ان کے لئے ایک positive result ہے، دنیا کو لاک ڈاؤن کرنے ایک کامیاب تجربہ کر لیا گیا اور اس لاک ڈاؤن کے نتیجہ میں لوگوں حکومتوں آزاد میڈیا اور مذہبی رہنماؤں کے ردِعمل کو نوٹ کر لیا گیا اور اب اس لاخ ڈاؤن کے اثرات جانچے جائیں گے اور پلان کی خامیوں کو دور کر کے آئندہ مزید بہتر پلان بنایا جائے گا۔

اس تجربہ کے ذریعے قرنطینہ یا Quarantine کا concept ایک ہی جھٹکے میں پوری دنیا کے لوگوں تک پہنچا دیا گیا ہے اور انہیں شدید ذہنی مفلوج کر کے سمجھا دیا گیا ہے کہ جب کسی کو بیمار قرار دے کر quarantine کرنے کا حکم صادر ہوگا تو اس پہ احتجاج نہیں کرنا، چاہے وہ شخص جسمانی بیمار ہو یا ذہنی بیمار، یوں عزیز سے عزیز تر رشتے کو بھی quarantine ہوتے دیکھ کر احتجاج نہ کرنے کی ہمیں indirectly تربیت دے دی

گئی ہے، چنانچہ کل جب ہمارے مذہبی پیشواؤں کو، سیاسی سوجھ رکھنے والے رہنماؤں کو ذہنی بیمار قرار دے کر quarantine کیا جائے گا تو ہم نہ صرف خاموش رہیں گے بلکہ خوش ہوں گے، ہمارے کسی عزیز کو شیطانی منصوبوں کی تکمیل میں رکاوٹ سمجھ کر جب اسے خود ساختہ وائرس کا شکار بنا کر ہم سے دور کرنے یا وائرس کے بہانے قتل کر دیئے جانے کی بات ہوگی تو ہم کرونا وائرس ٹریننگ اینڈ پروگرامنگ کی بدولت قطعاً احتجاج نہیں کر پائیں گے۔ (میری باتوں پہ کچھ دوستوں کو ہنسی آ رہی ہوگی مگر انتظار کیجئے ایسا چند سالوں چند دہائیوں میں ہونے والا ہے)

ایک نتیجہ یہ بھی حاصل ہوا ہے کہ دنیا بھر کی ترقی یافتہ میڈیکل سائنس ابھی الومیناٹی کے ماتحت کام کرنے والی میڈیکل Bio-engineering labs سے بہت پیچھے ہے اور ایسے وائرس کی کئی ماہ سے مسلسل تباہی کے باوجود کوئی لیب اس کا توڑ نہیں بنا سکی، جو کہ شیطانی منصوبہ سازوں کے لئے بہت خوش آئند ہے، سب سے اہم نتیجہ یہ ہے کہ دنیا اب انہی چند فارماسیوٹیکل کمپنیوں کی جانب دیکھ رہی ہے جو ان شیطانی تنظیموں کے کنٹرول میں ہیں، دنیا بے بسی کے عالم میں ہے، حکمران بھی بے بس ہو کر بِل بلا رہے ہیں اور گھٹنے ٹیک چکے ہیں۔

آج پوری دنیا کے عوام اور حکمران ان مغربی دواساز کمپنیوں کی طرف حسرت امید اور آس بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کب اعلان ہوگا کہ وبا کا علاج دریافت کر لیا گیا ہے، شاید آپ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس بات پہ شیطان کے پجاری کس قدر خوش ہو رہے ہوں گے، وہ سوچ رہے ہوں گے مستقبل کے اس منظر بارے جب وہ پوری دنیا میں مصنوعی قحط برپا کریں گے اور سارا غلّہ اور اجناس ان عالمی سرمایہ داروں کے پاس ہوگی اور ان کا سربراہ دجال کہے گا مجھے اپنا رہنما مانو تب غذا دوں گا، پھر کہے گا اپنا خدا مانو تب Artificial Rain برساؤں گا اور اجناس دوں گا، کیا حسین منظر ہوگا وہ۔ (اس بات کا اشارہ رسولِ پاک ﷺ کی حدیث مبارکہ میں بھی ہے کہ غذا اجناس بارش سب کچھ دجال کے کنٹرول میں چلا جائے گا، لوگوں کے لئے ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا)

پہلے بھی ایک پوسٹ میں عرض کر چکا ہوں کہ آنے والے سالوں میں وہی قوم "سپر پاور" کہلائے گی، جس کے پاس Genetic engineering، Biotechnology Medicine and، Biomechanics pharmaceutical technology and research ہوگی، اگلی جنگیں جہاں روایتی جنگی سازوسامان سے لڑی جائیں گی وہاں میڈیکل انڈسٹری انتہائی اہم کردار ادا کرے گی۔

یاد رکھیں عالمی شیطانی تنظیموں کی بھی بہت سی کمزوریاں ہیں جن میں سے ایک ہے mass awareness جتنے زیادہ لوگ ان کے شیطانی منصوبوں سے aware ہوتے جائیں گے، ان کے شیطانی منصوبے اتنی جلدی expose ہوں گے اور انہیں resistance کا سامنا کرنا پڑے گا، مذہب سے لگاؤ، سطحی معلومات کے بجائے حقیقی تعلیم شعور اور critical analysis کی صلاحیت ان شیطان کے پجاریوں کی اصل دشمن ہے، جنسی بے راہ روی اور مذہب بیزاری، عورت کی آزادی ان کے اہم ہتھیار ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ دجال تب ظاہر ہوگا جب اس کے بارے میں بات کرنا کم کر دی جائے گی، یہی صورت حال آج ہے، دجال کی بات کی جائے تو لوگ اسے ہنسی مذاق میں اُڑا دیتے ہیں، یہ وہ فتنہ ہے جس کے شر سے صحابہ اور دیگر انبیا تو ایک طرف خود انبیا کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے، کرونا وائرس وبا دجال کے شروروں میں سے ایک شر ہے اور یہ محض ایک چھوٹا laboratory test ہے، ابھی اصل وبائیں آنا باقی ہیں، یہ جو بے بسی ہم محسوس کر رہے ہیں یہ کچھ بھی نہیں، آنے والے دجالی فتنے اور شر اس سے کہیں بڑھ کر ہوں گے (معاذ اللہ) اندازہ لگا لیجئے کہ دجال کے شر کیسے ہوں گے اور کیا وجہ ہوئی ہوگی کہ انبیا نے بھی اس سے پناہ مانگی؟

یاد رکھیں جب اللہ کسی قوم سے ناراض ہوتا ہے تو اپنے ہی

منکرین کو بسا اوقات اِس چہیتی قوم پہ بطور عذاب مسلط کر دیتا ہے، قرآن اس بات کا گواہ ہے، جہاں بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں پہ دو مرتبہ یروشلم کی تباہی کرائی گئی، ایک مرتبہ Babylonians کے ہاتھوں اور دوسری دفعہ Romans کے ہاتھوں اور اللہ نے رومی کفار کو بھی "اپنے بندے" کہہ کر ذکر کیا کہ ہم نے بنی اسرائیل پہ ان کو مسلط کیا۔

(17:5، Al-isra 17:4–QURAN)

اس لیے موجودہ صورت حال کو اللہ پاک کی شدید ناراضگی سمجھنے والے بھی درست ہیں اور یقیناً ہم گناہ گاروں پہ بطور عذاب یہ وبا اپنے منکرین سے مسلط کرادی گئی ہے اور نیک لوگوں پہ بطور آزمائش، باقی واللہ اعلم۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان سنبھل جائیں اور یکجا ہو جائیں، توبہ کریں اور اپنا راستہ درست کریں، شعائر اسلام اور احکاماتِ دینیہ کی پابندی کریں، عرب شہزادے عیاشیوں اور غیر ضروری عمارات بنوانے کے بجائے مسلم ممالک میں تعلیم وتحقیق پہ دولت خرچ کریں اور یہاں medical science، Medicine، Bioengineering، اور genetic engineering کے شعبوں مہارت حاصل کی جائے اور ایسے دجالی حملوں سے بچنے نیز عوام میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً قوتِ مدافعت بڑھانے والی نیچرل ادویات کی تیاری ممکن بنائی جائے تا کہ مسلمانوں کو مغرب کی جانب نہ دیکھنا پڑے اور سخت ترین حالات میں بھی شیطان کے پجاریوں کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکنے کی ضرورت پڑے۔

تب تک ویلڈن الومیناٹی، تم اس تجربے میں کامیاب رہے، مگر یاد رکھنا تم اپنے منصوبے بناتے ہو اور اللہ اپنے منصوبے بناتا ہے اور اللہ بہترین منصوبہ ساز ہے، آخری فتح خیر ہی کی ہوگی، ان شاء اللہ۔

(نوٹ: تحریر کا یہ مطلب نہیں کہ مرض سے احتیاط نہ کی جائے یا معاملہ محض دعاؤں پہ چھوڑ دیا جائے، غیر جانبدار ماہرین کی suggestions پہ عمل کرنا، جان بچانے کے لئے احتیاطی تدابیر اپنانا انتہائی اہم ہے۔

دوسرا نوٹ: اس پوسٹ میں کرونا وائرس معاملے کا صرف ایک پہلو زیرِ بحث لایا گیا ہے، اس کے معاشی، سیاسی، دفاعی پہلو الگ ہیں۔

تیسرا نوٹ: میری باتوں پہ ہنسنے والوں سے گزارش ہے محض ایک دن مکمل فراغت کے ساتھ بیٹھ کر ,New World Order اور Antichrist اور End of Times کے موضوعات پہ تحقیق کر لیجئے، حقیقت سامنے آجائے گی۔)



ص ۵۳ر کا بقیہ...

''اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا۔ (سورۂ آل عمران، جز آیت ۹۶) سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے رکھا گیا یہ وہ ہے جو مکے میں ہے برکت والا۔''

اور حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام سے فرمایا: ''اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَالۡعٰکِفِیۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ۔ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔''

اور ناپاکی کی حالت میں مسجد جانا ناجائز وحرام ہے اگر اس پر غسل جنابت ہے تو مسجد میں آنا اس کو وہ حصہ جو موضع صلاۃ کے لئے مقرر ہے اس میں اس کو جانا ناجائز وحرام ہے اور کفر نہیں ہے البتہ اگر حرام کو حلال جان کر اس کا ارتکاب کرے یہ بے شک کفر ہے کسی مسلمان سے یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ حرام کو حلال جان کر اس کا ارتکاب کرے گا۔

عرض...۱۹: اگر فجر کی سنتیں پڑھنے کا وقت نہ ملے تو کیا قضا پڑھے گا اور پڑھے گا تو کب پڑھے گا؟

ارشاد... : زوال سے پہلے پہلے تک، حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ضحوۂ کبریٰ کہ جس وقت کوئی نماز جائز نہیں اس سے پہلے پہلے طلوع آفتاب، آفتاب بلند ہونے کے بعد ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پڑھ لے۔

.........جاری 

چوتھی قسط

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

◀■گزشتہ سے پیوستہ■▶

حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں کہ وہ بت جو صدیوں سے کعبۃ اللہ کے اندر نصب تھے، جن کی پرستش پر اہل مکہ کو بڑا ناز تھا، جنہیں وہ مفتخرانہ انداز میں اپنا معبود تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ہر حاجت وضرورت میں ماویٰ وملجا مانتے تھے، سب کے سب یکلخت گر کر ریزہ ریزہ ہو گئے اور وہ بت جسے سب سے بڑے بت اور معبود ہونے کا اعزاز حاصل تھا، وہ اوندھے منہ گرا پڑا تھا، ان حیرت انگیز اور تعجب خیز مناظر کو دیکھنے کی میری آنکھیں اپنے اندر تاب فراہم کر ہی رہی تھیں کہ معاً ندا آنے لگی، مبارک ہو، مبارک ہو! سیدہ آمنہ کے گھر محمد مصطفیٰ جلوہ گر ہو گئے، سارے عالم پر رحمتوں کی گھٹائیں چھا گئیں، حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں کہ اس وقت میری قلبی کیفیت ناقابل بیان تھی، میں مسرت و شادمانی کے بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زن تھا، ناگہاں ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور یہ مژدۂ جانفزا سنانے لگا کہ اے کعبۃ اللہ کے متولی! اے ساقی حجاج! جلدی سے گھر جائیے، آپ کے گھر آپ کے نورانی پوتے کی جلوہ طرازی ہوئی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں خوشی خوشی گھر آیا اور اپنے پوتے کو فرطِ محبت وشفقت میں کلیجے سے لگا لیا، پھر کعبہ جا کر خداوند قدوس کی بارگاہ میں بطریق الحاح خوب خیر وبرکت کی دعائیں مانگیں اور میں نے ان کا نام ''محمد'' رکھا۔

جامع المعجزات کے اندر یار غار مصطفیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مقدس خواب اور اس کی حسین تعبیر کا ایسا ذکر موجود ہے، جس میں ملک شام کے ایک راہب نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدۂ جانفزا سنایا اور یہی خواب آپ کے اوّل المسلمین ہونے کا داعیہ بنا، واضح رہے کہ قبل اعلان نبوت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص احباب ورفقا میں ہوتا تھا۔

مسلم شریف کی جلد اوّل کی کتاب حج میں ان احباب میں سے خصوصی طور پر چار حضرات کے اسما مع مختصر تعارف مندرج ہیں اور وہ چاروں کے چاروں بحمدہٖ تعالیٰ صحابیت کے اعزاز سے سرفراز ہوئے، ان میں سے ایک نام حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے، آپ کی شخصیت بڑی باوقار اور بارعب تھی، ساتھ ساتھ قریش کے معزز رئیسوں میں بھی آپ سرفہرست تھے، آپ کی بہت ہی اہم خوبی یہ رہی کے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی طرح آپ کی بھی ولادت کعبۃ اللہ کے اندر ہوئی تھی۔

دوسرا نام حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، اس دور میں مکۃ المکرمہ کے اندر آپ کی کامیاب طبابت اور جرّاحی کا بڑا شہرہ رہا، آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ بھی بڑا ایمان افروز ہے، اتفاق ایسا ہوا کہ جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت آپ مکۃ المکرمہ کے باہر اپنے گاؤں میں تھے، جب وہ اپنی طبابت کے سلسلے میں مکۃ المکرمہ تشریف لائے تو یہ دیکھ کر آپ کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ چاروں طرف جہاں نبی آخر الزماں کے اعلان نبوت کا چرچا ہے، وہیں بیشتر زبانیں انہیں مجنون کہہ رہی ہیں، مزید برآں جب آپ نے یہ دل دوز منظر دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستے سے لطیف خوشبو بکھیرتے ہوئے خراماں خراماں چلے جا رہے ہیں اور آپ کے پیچھے شریر لڑکوں کا ایک جتھا ہے جو اہانتوں پہ اہانتیں کئے جا رہا ہے۔

جب حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دل سوز منظر دیکھا تو دیرینہ دوستی کی بنیاد پر انہیں بے حد اذیت ہوئی اور

انوار مصطفےٰ

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

انوارِ مصطفیٰ

جب انہوں نے بار بار مجنون ہونے کی باتیں سنیں تو انہیں ایسا لگا کہ کہیں واقعی محمد عربی ﷺ پہ جنوں کی کیفیت تو نہیں طاری ہو گئی ہے، حضرت ضماد بن ثعلبہ کی رگِ طبابت پھڑک اٹھی، بڑی تیزی کے ساتھ رسول گرامی قدر ﷺ کے پاس آئے اور انتہائی مخلصانہ انداز میں بولے کہ محمد! (ﷺ) مجھے یہ سن کر بڑا قلق ہوا کہ آپ پر جنونی اثرات لاحق ہو گئے ہیں، گھبرانے کی قطعی ضرورت نہیں، آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں طبابت میں کس قدر مہارت رکھتا ہوں، آپ اجازت دیں تو میں آپ کا ایسا علاج کروں گا کہ جنون جیسے مہلک مرض کا یکسر خاتمہ ہو جائے گا اور آپ مکمل طور پر شفایاب ہو جائیں گے، پھر سڑکوں پر ایسا دل سوز منظر نظر نہیں آئے گا۔

دراصل جناب کو اس بات کا علم نہ تھا کہ ربّ کائنات اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو جنوں اور دیگر وہ امراض (جو باعث تنفر ہوں) سے محفوظ رکھتا ہے، حضرت ضماد بن ثعلبہ کی دوستانہ و مخلصانہ گفتگو سننے کے بعد حضور ﷺ نے رب لم یزل کی حمد وثنا بیان کی اور اس کے بعد اپنی حلاوت آگیں زبان فیض ترجمان سے چند ایسے جملے ارشاد فرمائے جو حضرت ضماد بن ثعلبہ کے سینے میں اتر کر پیوست ہو گئے پھر بلا تاخیر وہ کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

قبل اعلان نبوت سرکار ابد قرار ﷺ کے مخصوص احباب میں تیسرا نام صحیح المسلم کے علاوہ استیعاب کی دوسری جلد میں بھی جس خوش بخت ذاتِ گرامی کا آیا ہے وہ ہیں حضرت قیس بن سائب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یوں تو حضرت قیس بن سائب کو آپ سے بے حد قربت حاصل رہی مگر سب سے بڑی خصوصیت اور خوش نصیبی کا عالم یہ رہا کہ تجارتی امور میں بھی آپ کے شریک کار رہے، حضرت قیس بن سائب نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے اس قدر متاثر رہے کہ ببانگ دہل فرمایا کرتے تھے کہ برسوں میں نے آپ کے ساتھ نہ صرف تجارت کی بلکہ تجارتی اسفار کے ساتھ ساتھ دیگر شرکائے تجارت سے آپ کے معاملات کا بھی جائزہ لیتا رہا مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی شریک تجارت سے آپ کا کسی قسم کا اختلاف ہوا ہو، تمام شرکا سے آپ کے معاملات ہمیشہ بے حد صاف وشفاف رہے اور شرکا آپ کے حسن امانت کا سدا کلمہ پڑھتے رہے، آپ کے تمام مخصوص احباب پر خداوند قدوس کا یہ خصوصی فیضان کرم رہا کہ سب کے سب شروع ہی سے فطری طور پر جہاں اخلاق کے بلند مراتب پر فائز تھے وہیں انتہائی ذی ہوش، ذی شعور اور باوقار بھی تھے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جہاں اہل مکہ رسول گرامی قدر ﷺ کی امانت وصداقت، خوش روی اور بلندی اخلاق کا خطبہ پڑھتے تھے، وہیں آپ کے احباب کی مدح وستائش میں بھی رطب اللسان رہتے تھے، بلفظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے اصحاب ”صالح ترا صالح کند“ کے جلوؤں سے ایسے سرشار رہے کہ دوست تو دوست دشمن کو بھی یہ کہنا پڑا کہ محمد عربی ﷺ کی نفیس ترین صحبت بافیض کے اثرات کی ضیائیں دیکھنی ہوں تو آپ کے اصحاب میں دیکھو۔

بھلا کیوں نہ ہو جس بے مثال ذات ستودہ کے نور کو ربّ کائنات نے کائنات کی تخلیق سے کروڑوں سال قبل اپنے نور سے خلق کر کے اپنے قرب خاص میں لکھا ہو، اسے سنوارا اور سجایا ہو، منبع کمالات ومصدر اوصاف بنایا ہو، اپنی صفات کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کا مظہر اتم بنایا ہو، پھر وہی نور جب لباس بشر میں ملبوس اس خاکدان گیتی پر تشریف لایا تو فقط اصحاب کی تخصیص کیا کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی نورانیت سے فیض یاب و بہرور ہو گیا، جس بشر کو آپ سے نسبت ہو گئی، وہ اگر ذرہ تھا تو تارا بن گیا، قطرہ تھا تو دریا بن گیا۔

قبل اعلان نبوت آپ کے مخصوص احباب میں سرفہرست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی ہے، آپ کے مقدس خواب کا مختصر پس منظر یوں ہے کہ آپ تجارت کی غرض سے ملک شام تشریف لے گئے تھے، انہیں ایام کا واقعہ ہے کہ ایک بار آپ محو استراحت تھے، عالم رؤیا میں دیکھا کہ شمس وقمر آسمان سے اتر کر آپ کی آغوش میں آ گئے ہیں، بیدار ہونے کے بعد آپ پر اس عجیب وغریب خواب کے

بقیہ ص ۴۴/ پر

بائیسویں قسط

(از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی بائیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتؔر فاروقی

ملفوظات

◀■گزشتہ سے پیوستہ■▶

عرض...۷: عورت نقلی زیور پہن کر نماز پڑھے تو کیا ہوجائے گی؟

ارشاد...: نماز تو ہوجائے گی یہ جو مشہور ہے لوگوں میں کہ چین کی گھڑی باندھ کر نماز پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی نماز تو ہوجائے گی البتہ چین مردوں کے لئے مطلقاً حرام ہے سونے اور چاندی کی ہو عورت کو جائز ہے اور اگر کسی دھات کے نقلی زیورات ہوں یا چین ہو وہ عورت کو بھی ناجائز وحرام ہے اور اس کا پہننا گناہ ہے اور جو نماز یہ زیور پہن کر پڑھی جائے گی مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی یوں ہی جو مرد چین پہن کر نماز پڑھیں گے ان کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی بلکہ جو اس چین پہننے کے عادی ہیں اور اسی طرح جو عورتیں نقلی زیورات عادتاً پہنتی ہیں تو جب تک اس کو پہننا نہ چھوڑیں اور توبہ صحیحہ نہ کریں نماز کا وہی حکم ہے جو بتایا گیا۔

عرض...۸: کچھ بزرگ حضرات مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں جب کہ وہ چل سکتے ہیں مگر زیادہ دیر کھڑے نہیں رہ سکتے تو کیا وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: چل کر اگر کھڑے ہونے پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہو کر وہ تکبیر تحریمہ کہے اور جب تک کھڑا رہ سکتا ہے وہ کھڑا رہے پھر اس کو بیٹھنے کی اجازت ہے جس طور پر آسانی سے وہ زمین پر بیٹھ سکتا ہے بیٹھ کر وہ نماز پڑھے کرسی پر بیٹھنا یہ

سخت محل نظر ہے کرسی کا استعمال اس غرض کے لئے ناجائز ہے اور یہ چند وجوہ سے، ایک تو یہ جماعت کی جگہ گھیرنا ہے اور جماعت کی جگہ اس طور پر گھیرنا اس سے تقریظ جماعت ہے یہ ناجائز ہے اور پھر اس میں قطع صف بھی ہے یعنی ایک تو کرسی ہے جو صف کو منقطع کرتی ہے پھر اس پر جو صاحب نماز پڑھ رہے ہیں وہ اگرچہ بظاہر نمازی ہیں لیکن دراصل وہ حقیقتاً نمازی نہیں ہیں ان کی نماز نماز نہیں ہے اس لئے کہ جب وہ چل سکتے ہیں اب کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں تو ایک تو قیام چھوڑا یوں نماز گئی اور اگر قیام کر بھی لیا اور کرسی پر بیٹھ کر اب سجدہ کیا اشارے سے تو جو زمین پر پیشانی رکھ کر سجدہ کرسکتا ہے اس کا اشارے سے سجدہ کرنا صحیح نہیں ان دونوں صورتوں میں کرسی پر بیٹھنے والوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی کرسی کا استعمال سخت محل نظر ہے اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی عبادتوں کو رائیگاں نہ کریں اور عبادتوں کے احکام جانیں اور صحیح طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت ادا کریں۔

عرض...۹: سجدے میں پیر کی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگے تو کیا نماز ہوجائے گی؟

ارشاد...: ایک انگلی کا پیٹ لگنا فرض ہے اگر ایک انگلی کا بھی پیٹ نہ لگا تو نماز نہ ہوگی اور اکثر کا لگنا یہ واجب ہے اور کل کا لگنا سنت مؤکدہ ہے اور یہ حکم مردوں کے سجدے کا ہے عورتوں کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

عرض...۱۰: ایک سلفی نے مجھ سے کہا کہ حدیث جس میں جہاد نفس کو جہاد اکبر کہا گیا ہے، موضوع اور من گھڑت ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: آپ کو چاہیے کہ اس سلفی سے کہیں کہ وہ اپنے اس دعوے کو ثابت کرے، اس کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے اور یہ حدیث مستند ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ غزوہ کے بارے میں مجھے اس وقت ذہن نشین نہیں کہ وہ غزوہ بدر تھا یا کوئی اور مگر آپ نے فرمایا:

”رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر۔ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے۔“ (کشف الخفاء، جلد ۲، صفحہ ۳۴۵، حدیث ۱۳۶۲)

عرض...۱۱: فی زمانہ سلفی کون ہیں اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: سلفی مشہور ہیں اور فی الوقت اس بارے میں کچھ گفتگو کرنا بہتر نہیں۔ یہ لوگ معروف ہیں اور ان کے عقائد بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔

عرض...۱۲: بہارِ شریعت حصہ سوئم میں ہے کہ ایک صورت میں امام کو نیت امام بالاتفاق ضروری ہے کہ مقتدی عورت ہو اور وہ کسی مرد کے محاذی کھڑی ہوجائے اور وہ نماز جنازہ نہ ہو تو اس صورت میں اگر امام نے امامت زنانہ کی نیت نہ کی تو اس عورت کی نماز نہ ہوئی اس میں محاذی سے کیا مراد ہے؟

ارشاد...: محاذی سے مراد اس کے برابر مرد کے برابر کندھے سے کندھا ملا کر اگر عورت کھڑی ہوگی تو اس صورت میں وہ اس کے محاذات میں کھڑی ہے اس کی نماز اس کے سامنے والے کی نماز اور اس کے پیچھے والے کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی بشرطیکہ وہ جو محاذات کی شرطیں ہیں وہ بہارِ شریعت میں ہیں سائل وہاں سے دیکھ کر معلوم کرے اگر وہ ساری شرطیں پائی گئیں تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی ان میں سے ایک یہ ہے کہ نماز صلاۃِ مطلقہ رکوع و سجود والی نماز ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ تحریمہ اداءً اور بقاءً وہ عورت صلاۃ مشترکہ جو نماز مشترک ہے امام کے درمیان اور اس کے درمیان عورت اس میں تکبیر تحریمہ کہہ کر شامل ہوئی اور پھر ایک شرط یہ ہے کہ وہ عورت مشتہاۃ ہو بالغہ ہو۔ اگر بالغہ نہیں یا صغیرہ ہے لیکن مشتہاۃ نہیں تو اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوگی۔

عرض...۱۳: میں سُنی ہوں اور پیشہ ور کرکٹر ہوں اس کھیل میں ستر کی بھی حفاظت رہتی ہے اور میں نماز کی بھی پابندی کرتا ہوں اور یہی میری روزی کا ذریعہ ہے کیا میں اسے جاری رکھ سکتا ہوں؟

ارشاد...: اگرچہ نماز کی حفاظت کرتے ہیں اور بے ستری نہیں ہوتی اور نمازوں کی قضا کا اندیشہ نہیں ہے وقت پر نمازیں ہوجاتی

ہیں پھر بھی لہو ولعب کی اس صورت سے بھی بچیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ روزی رساں ہے کوئی سنجیدہ اچھا پیشہ طلب روزی کے لئے اختیار کریں۔

عرض...۱۴: میں بہت ہی فریکوینٹلی (پے در پے) سفر کرتا ہوں میں تصاویر کو جائز نہیں جانتا اور نہ ہی عام طور پر بنواتا ہوں مگر سفر کی وجہ سے مجھے تصویر بنوانا پڑتی ہے کیا اس صورت میں میں معذور ہوں؟

ارشاد...: یہ سفر پر ڈیپینڈ (منحصر) کرتا ہے اگر سفر کی ضرورت، ضرورت شرعیہ ہے یا حاجتِ شرعیہ ہے اس کی بنا پر تصاویر کے لئے قانون مجبور کرتا ہے تو اس صورت میں وہ شخص معذور ہے اور اگر سفر کے بغیر وہ ضرورت اس کی پوری ہو سکتی ہے یا حاجت پوری ہو سکتی ہے اس صورت میں اجازت نہیں۔

عرض...۱۵: ختم قادریہ میں جب ہم طفیل حضرت دستگیر پڑھتے ہیں تو کچھ لوگ زمین پر ہاتھ مارتے ہیں کیا ایسا کرنا ہمارے بزرگوں سے ثابت ہے اور ایسا کرنے سے کیا مقصد ہوتا ہے یا کیا نیت ہونی چاہئے؟

ارشاد...: اس سلسلے میں مجھے کچھ مستحضر نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ یہ معمولات میں کوئی عمل ہو بہر حال اس سے ممانعت کی کوئی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آتی ہے اگر یہ بزرگوں کے معمولات سے ہے تو بزرگوں کا عمل جس سے ظاہری طور پر شرعاً کوئی ممانعت نہیں وہ لائق اتباع ہے۔

عرض...۱۶: کیا حنفی لڑکا یا لڑکی، شافعی لڑکی یا لڑکے سے شادی کر سکتے ہیں اور شادی کے بعد کیا ان کو اپنا مذہب بدلنے کی ضرورت ہے؟

ارشاد...: حنفی لڑکا ہو اور شافعی لڑکی ہو ان کا نکاح بروجہ شرعی، شرعی طور پر ہو تو یہ جائز و صحیح ہے اور بلا وجہ شرعی حنفی کو شافعی ہونا یا شافعی کو حنفی ہونا جائز نہیں ہے۔

عرض...۱۷: کیا شریعت کی رو سے خواتین کو خاص دنوں میں غسل کرنا، گھر کے اچار میں ہاتھ ڈالنا یا ٹھنڈی چیز کھانا منع ہے؟

ارشاد...: اسلام کی رو سے کوئی بات منع نہیں ہے اگر اس کو غسل کرنے کی حاجت ہے مثلاً سخت گرمی ہے یا کوئی اور وجہ ہے تو وہ غسل کر سکتی ہے اور جب تک اس کے وہ ایام جاری ہیں اس غسل کی بنا پر اس کو نماز وغیرہ، نماز، تلاوتِ قرآن کریم، قرآن کریم کو چھونا جائز نہیں ہوگا۔ گھر کے اچار میں ہاتھ ڈالنا اس میں کوئی حرج نہیں اور ٹھنڈی چیز کھانا یہ تو لگتا ہے کہ عوام میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ایام کی وجہ سے اس کی نجاست اس کے ہاتھ میں آ گئی یہ باطل اور غلط خیال ہے، حضور علیہ الصلاۃ والسلام مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہا سے کچھ طلب کیا انہوں نے کہا کہ میں حائضہ ہوں فرمایا:

"**ان حیضتک لیست فی یدک**۔ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔"

اور بھی احادیث شریفہ سے یہ ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام مسجد نبوی شریف میں تشریف رکھتے اور اپنا سر مبارک حجرۂ عائشہ میں کر دیتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہا سر مبارک میں کنگی وغیرہ کرتیں اور وہ ایام سے ہوتیں، یہ غلط اور بے ہودہ خیال ہے اور ٹھنڈی چیز کھانا اس بنا پر کہ ایام جاری ہیں ٹھنڈی چیز کھانے کی ممانعت نہیں ہوگی البتہ اگر ٹھنڈی چیز کسی وجہ سے اس کو مضر ہوتی ہے خاص وجہ سے جو اس وقت یہ وجہ ہے اس سے پرہیز کرے لیکن محض اس بنا پر کہ ایام جاری ہیں ان باتوں سے ممانعت نہیں ہو سکتی۔

عرض...۱۸: کیا ناپا کی کی حالت میں مسجد جانا کفر ہے اور اگر مجبوری ہو تو بھی یہی حکم ہے؟ اکثر لوگ مسجد کو اللہ تبارک وتعالیٰ کو گھر کہتے ہیں ایسا کہنا کیسا ہے؟

ارشاد...: اللہ تبارک وتعالیٰ کا گھر کہنا مسجد کو جائز ہے اور خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسجدوں کو فرمایا:

"وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ۔ کہ مسجدیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا گھر ہیں۔" (سورۂ جن، جز آیت ۱۸)

اور کعبہ بھی مسجد حرام ہے اور وہ مسجد ہے، اس کو خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

بقیہ ص ۴۸ ر پر

ص ۶ ر کا بقیہ..................

عرف ہادیہ'' کی شادی کو سپریم کورٹ نے یہ کہتے ہوئے منسوخ کر دیا کہ وہ بالغ ہونے کے باوجود ذاتی فیصلے کے لئے خودمختار نہیں ہے اور ہادیہ کو اس کے والدین کے سپرد کر دینے کا حکم دے دیا، واضح ہو کہ ''اکھیلا تھانے'' اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا اور ''ہادیہ'' بن کر ''شفین جہاں'' نامی مسلم لڑکے سے شادی کی، جس کا اعتراف ہادیہ نے سپریم کورٹ کے سامنے بھی کیا۔

جودھپور کی رہنے والی ''پائل سنگھوی عرف عارفہ'' نے اپریل ۲۰۲۰ء میں فیض مودی کے ساتھ نکاح کیا اور اکتوبر میں اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر سسرال چلی گئی، ۲۲ر سالہ پائل عرف عارفہ نے جودھپور پولیس کمشنر کو خط لکھ کر مطلع کر دیا تھا کہ اس نے اسلام قبول کر کے فیض سے نکاح کر لیا ہے، اس لیے عارفہ کے والدین نے پرتاپ نگر تھانے میں شکایت درج کرانے کی کوشش کی تو پولیس نے انکار کر دیا لیکن انھوں نے کورٹ کے دروازے پر دستک دی تو اس کے تیور خوفناک تھے، کورٹ نے نہ صرف پولیس کو ایف آئی آر لکھنے کے لئے پابند کیا بلکہ عارفہ کو ناری نکیتن میں بھیج دیا، جسٹس گوپال کرشن ویاس نے جوڈیشری ضابطے کی توہین کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ صرف ۱۰ر روپئے کے حلف نامہ سے پولیس یہ کیسے اندازہ کر سکتی ہے کہ مذہب کی تبدیلی جائز ہے؟ اس طرح تو میں بھی کل سے اپنے آپ کو ''گوپال محمد'' کہلوا سکتا ہوں۔ ایک جج کے ذریعہ حلف نامہ کی تضحیک اور اس کے اس بازارولب ولہجہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فرقہ واریت کا زہر ہمارے سماج میں کس قدر تباہ کن حد تک سرایت کر چکا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ

یوپی میں انسداد تبدیلی مذہب قانون کے نفاذ کے بعد بریلی میں ایک مسلم لڑکی کے باپ نے پولیس سے شکایت کی کہ دولوگوں کے ساتھ مل کر ایک غیر مسلم لڑکے نے اس کی ۲۲ر سالہ لڑکی کو اغوا کیا اور اس کا مذہب تبدیل کرانے کے بعد اس سے شادی کر لی ہے، پولیس نے باپ کی اس شکایت کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا اور جبراً لڑکی سے پہلے تھانے میں پھر مجسٹریٹ کے سامنے اپنے موافق بیان دلوا کر اسے اس ہندو لڑکے کے پاس چھوڑ آئی، جس پر اسے اغوا کرنے کا الزام ہے، پولیس کے مطابق لڑکی کہتی ہے کہ وہ بالغ ہے اور اس نے اپنی مرضی سے اپنا مذہب بدل کر ہندو لڑکے ''امن'' کے ساتھ ایک مندر میں شادی کی ہے، پولیس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان دونوں نے نیا قانون نافذ ہونے سے پہلے ستمبر میں شادی کر لی تھی اس لئے ان پر یہ قانون لاگو نہیں ہوتا۔

جولائی مہینے میں ایک مسلم لڑکا کسی غیر مسلم لڑکی کو مرادآباد کورٹ میں کورٹ میریج کے لئے لے کر جا رہا تھا، ساتھ میں لڑکے کا بھائی بھی تھا، پولیس نے دونوں بھائیوں کو نئے قانون کے تحت گرفتار کر کے ۱۴ر دنوں کے لئے جیل بھیج دیا، یہاں لڑکی کہتی رہ گئی ہے کہ وہ بالغ ہے اور اس نے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا ہے، دونوں نے ہندو رسم ورواج کے مطابق جولائی ۲۰۲۰ء میں ہی شادی کر لی تھی، لیکن یہاں پولیس نے لڑکی کی ایک نہیں سنی۔

ان دونوں واقعات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نئے قانون کا مقصد ہندو لڑکیوں کو اپنا مذہب تبدیل کرنے سے روکنا کم مسلم لڑکوں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالنا زیادہ ہے، غور کریں کہ جس ہندو لڑکی نے ''جولائی'' میں مذہب تبدیل کئے بغیر شادی کی تھی اس کے بیان پر یقین نہیں کیا گیا اور مسلمان لڑکے کو اس کے بھائی کے ساتھ جیل میں ڈال دیا گیا اور ''ستمبر'' میں مذہب تبدیل کرنے کے بعد ایک ہندو لڑکے سے شادی کرنے والی مسلم لڑکی کا بیان تسلیم کر لیا گیا، جبکہ اس مسلم لڑکی کا باپ مسلسل شکایت کرتا رہا کہ دفتر میں اس کے ساتھ کام کرنے والے ''امن'' نے اس کی لڑکا کا اغوا کیا اور جبراً مذہب تبدیل کرا کر شادی کی ہے۔

تازہ خبر لکھنؤ کی ہے جہاں ''رقیہ'' سے ''مسکان'' بنی ایک لڑکی اب نہ ''گھر'' کی رہی، نہ ''گھاٹ'' کی، یشوردھن شریواستو نے اسے در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا ہے، مسکان کے مطابق اس کی ساس کہتی کہ میں کسی ''ایس سی'' لڑکی کو تو اپنے بیٹے

کی بہو بنا سکتی ہوں لیکن تمہیں (مسلمان) نہیں، مجھے گھر کا کوئی بھی سامان چھونے نہیں دیا جاتا تھا، یہاں تک کہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے پر بھی گالیاں دی جاتی تھیں، مجھے صرف اپنے شوہر کے ساتھ سونے کی اجازت تھی، جس پر میں سوچتی تھی کہ کیا میں کوئی استعمال کی چیز ہوں، میں مسلمان سے ہندو بن چکی ہوں پھر بھی مجھے گھر میں ہو رہی پوجا میں شامل نہیں ہونے دیا جاتا تھا، اگر میں مندر میں بیٹھ جاتی تو میری ساس مجھے وہاں سے یہ کہہ کر اٹھا دیتی کہ ''مندر'' ناپاک ہو جائے گا۔

ہندو بننے سے قبل رقیہ لکھنؤ کے ایک سول سروسز انسٹی ٹیوٹ میں پی سی ایس جے کی کوچنگ دیتی تھی، یشوردھن سے اس کی ملاقات وہیں ہوئی پھر محبت کا سلسلہ چل پڑا، مسکان نے بتایا کہ یشوردھن شادی کے لئے اس پر دباؤ بنایا کرتا تھا، ایک دن نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے چاقو سے اپنے ہاتھ کی رگ کاٹ کر واٹس ایپ پر مجھے اس کی تصویر بھیجی اور دھمکی دی کہ اگر مجھ سے شادی نہیں کی تو میں خودکشی کرلوں گا، اس کے بعد میں نے اس سے شادی کرلی اور اپنا مذہب بھی تبدیل کرلیا، مسکان کے مطابق ''یشوردھن نے کہا کہ اگر تم اپنا مذہب تبدیل کرلوگی تو میرے خاندان کے ساتھ گھلنے ملنے میں آسانی رہے گی'' میں نے بھی سوچا کہ زندگی تو ہندو سسرال والوں کے ساتھ ہی گزارنی ہے تو کیوں نہ میں بھی ہندو ہی بن جاؤں، سو میں ہندو بن گئی۔

مسکان نے آگے بتایا کہ شادی کے چھ مہینے بعد میرے والد کو میرا فیصلہ قبول کرنا پڑا پھر انہوں نے ہمارے لئے ایک تقریب بھی منعقد کی، میرے خاندان نے یشوردھن کو وہی درجہ دیا جو ایک داماد کو حاصل ہوتا ہے، لیکن مجھے میری سسرال والوں نے کبھی بہو کا درجہ نہیں دیا، میری زندگی اجیرن بن گئی ہے، مسکان کا کہنا ہے کہ میں پوری طرح برباد ہو چکی ہوں، ایک طرف میرے میکے والے مجھے ''ہندو'' کہتے ہیں تو دوسری طرف میری سسرال والے مجھے ''مسلمان اور اشدھ'' مانتے ہیں، گویا میں گھر کی رہی نہ گھاٹ کی، میرے میکے والے مجھے لعن طعن کرتے ہیں، کوئی مجھ سے بات تک نہیں کرتا، کسی طرح میں نے اپنی ماں کو راضی کر کے ایک برامدے میں اپنا بستر لگایا ہے اور گھر والوں سے کہا ہے کہ میں آپ پر بوجھ نہیں بنوں گی، اس نے کہا کہ ''جو میرے ساتھ ہوا وہ قانوناً جرم ہے، جس کے لئے میں نے اپنا گھر بار، ماں باپ یہاں تک کہ اپنا مذہب تک چھوڑ دیا، اسی نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے، اس نے سوال کیا کہ کیا انصاف کا ترازو کسی کا مذہب دیکھ کر انصاف کرتا ہے؟ اور یہ کہ اگر یہ معاملہ کسی ہندو لڑکی کا ہوتا تو کیا اس وقت بھی قانون کا یہی رویہ ہوتا؟ میں چوں کہ مسلمان تھی اور میرا شوہر ہندو! اس لئے پولیس نے میری شکایات کو سنجیدگی سے نہیں لیا اور میری بربادیوں کا تماشہ دیکھتی رہی۔

مسکان کے لئے انصاف کی جنگ لڑ رہی لکھنؤ کی ''ایڈوا'' نامی تنظیم کی مدھو گرگ کہتی ہیں ''ادر مذہب میں شادی کرنے والے جوڑوں کو مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس معاملہ میں بھی وہی دقتیں ہیں، ہندو اور مسلم لڑکیاں یکساں طور پر محبت کی شادیاں کرتی ہیں مگر حکومت صرف ہندو لڑکی والے معاملے کو ''لو جہاد'' کا نام دے کر ایک ہی فریق کی بات کرتی ہے، جبکہ ہمارے پاس دونوں مذہب کی متاثرہ خواتین آتی ہیں۔''

لکھنؤ کی رقیہ عرف مسکان کا یہ معاملہ تازیانۂ عبرت بن کر ایسی مسلم لڑکیوں کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہے جو یہ سمجھتی ہیں کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے، دراصل یہ مقولہ ہی غلط ہے، اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ "محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے" تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یشوردھن نے جو کچھ بھی کیا وہ "سب کچھ" جائز ہے، اس نے جو آپ کو محبت کا جھانسہ دیا وہ بھی جائز، آپ کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا وہ بھی جائز، آپ کے ساتھ جو اس کے گھر والوں نے کیا وہ بھی جائز اور آپ کو استعمال کر کے جو اس نے سڑکوں پر چھوڑ دیا وہ بھی جائز، کیوں کہ یہ جو کچھ بھی ہوا ''سب کچھ'' محبت میں ہوا، اور آپ تسلیم کر چکی ہیں کہ "محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے" تو اب کوئی بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ یہ جو کچھ بھی آپ کے ساتھ ہوا یا آگے ہوگا اسے آپ ہی نے دعوت دی ہے اور ع

خود کردہ را علاجے نیست

ہماری یہ تحریر تکمیل کے مرحلے سے گزر رہی تھی کہ یوپی کے حالیہ عجوبہ روزگار قانون کے تحت یوگی جی کی بہادر پولیس کا ایک ''عظیم کارنامہ'' سامنے آیا تو سوچا کہ اس کو بھی آپ کے سامنے رکھتے چلیں، ہوا یوں کہ کشی نگر میں ایک مسلم شادی کی تقریب ہو رہی تھی، کسی سنکی پر ''لو جہاد'' کا بھوت سوار ہوا، اور اس نے تھانے میں اس کی شکایت کر دی پھر تو یوپی کی ''فرض شناس'' پولیس دندناتی ہوئی وہاں پہنچ گئی، جس سے اچھے خاصے خوشی کے ماحول میں خوف وہراس چھا گیا، پولیس شادی رکوا کر کسی کی کچھ سنے بغیر دولہا دولہن کو تھانے لے گئی اور رات بھر انھیں حوالات میں بند رکھا، صبح جب اس معاملے میں پولیس کو ''لو جہاد'' کا کوئی اینگل نہیں ملا تو دولہا دولہن کو چھوڑ دیا گیا۔

''لو جہاد'' کے نام پر یہ فرقہ پرست غنڈے اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ انھیں ہر جوڑا ''لو جہادی'' ہی نظر آتا ہے، پچھلے دنوں آوارہ کتوں کی طرح بے لگام گھومنے والے ان غنڈوں کی ایک گھناؤنی حرکت سامنے آئی، ۱۰؍ اکتوبر کو ایک جوڑا ''ریواڑی'' بس اڈے پر پہنچا تو اسے ان فسطائی غنڈوں نے اس لئے گھیر لیا کہ یہ ''لو جہادی'' کسی ہندو لڑکی کو لے کر کہیں فرار ہو رہا ہے، لڑکے کو زد و کوب کیا جانے لگا یہاں تک کہ اس کے مذہب کی تصدیق کے لیے بس اڈے پر ہی اسے سرعام برہنہ کر دیا گیا، خیریت یہ ہوئی کہ وہ بیچارہ ہندو نکلا جس کے سبب اس کو انھیں چھوڑنا پڑا ورنہ اس کی موب لنچنگ یقینی تھی، بعد میں میاں بیوی نے تھانے میں شکایت درج کرائی، جب کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو وزیر اعلیٰ کے دفتر میں شکایت کی، اس کے بعد تھانے میں بیوی پر دباؤ ڈال کر شکایت واپس لینے پر مجبور کیا گیا، اب یہ معاملہ ریواڑی کی ایس پی سنگیتا کالیا کے سپرد ہے جنھوں نے ڈی ایس پی کے ذریعہ تفتیش کے بعد مجرموں کو قرار واقعی سزا دلانے کا ''وعدہ'' کیا ہے جیسا کہ پولیس عام طور پر کرتی ہے، اگر قانون کی حکمرانی ہوتی تو پہلے پولیس سے شکایت کی جاتی لیکن بی جے پی کی حکومت میں اس کی کوئی ضرورت نہیں، لا اینڈ آڈر کے لئے تو حکومت کے منظور نظر یہ فرقہ پرست غنڈے ہی کافی ہیں۔

بی جے پی نے تو ہر اس غنڈہ گردی کو قانونی جامہ پہنا دیا ہے جس میں بھگوا جھنڈا لے کر قانون کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں، چند بدقماش لوگ بھگوا رومال لے کر کسی بھی پارک میں جوڑوں کو دوڑانے لگتے ہیں، کبھی یہ بھگوا ٹیکا لگا کر گدھوں کی طرح کسی کے کچن میں جھپٹا مارتے ہیں حتیٰ کہ اس بھگوا کا سہارا لے کر کسی کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیتے ہیں، پولیس اپنا رشتہ دار سمجھ کر ان کی آؤ بھگت کرتی ہے اور بی جے پی کے لیڈران ہار مالا پہنا کر ان غنڈوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

ہونا تو یہی چاہئے کہ نہ مسلم لڑکا کسی ہندو لڑکی سے شادی کرے، نہ کوئی ہندو لڑکا کسی مسلم لڑکی سے! خواہ دھوکہ دے کر ہو یا جبراً، برضا و رغبت ہو یا مجبوراً، کسی بھی صورت میں یہ بھیانک قدم نہیں اٹھنا چاہئے، جوش میں ہوش کھونے والے نوجوانوں کا یہ قدم نہ صرف ماں باپ کے ارمانوں پر پانی پھیر دیتا ہے بلکہ سماج میں بھی ان کی عزت وعظمت کو تار تار کر دیتا ہے اور فرقہ پرست غنڈوں کو اپنی ذہنی غلاظت سے بھائی چارہ کے ماحول کو پراگندہ بنانے کا موقع بھی فراہم کر دیتا ہے، خود ایسے جوڑوں کے لئے بھی فرقہ پرست غنڈوں کے ساتھ ساتھ ہماری ''فرض شناس پولیس'' کی ''مہربانیوں'' کا خطرہ ہمیشہ بنا رہے گا۔

آخر میں ہم تمام مسلم والدین سے یہ التماس کریں گے کہ ''ترقی یافتہ'' کہلانے کی دھن میں اپنے بچوں کو اتنا ''روشن خیال'' نہ بنائیں کہ اُن کی اِن مذموم حرکتوں کی وجہ سے آپ ہی کے ''چودہ طبق روشن'' ہو جائیں اور آپ اس ''مکروہ روشنی'' میں اپنا چہرہ چھپاتے پھریں حتیٰ کہ اہل دنیا کے سامنے اپنی نظریں بھی نہ اٹھا سکیں، اس لئے انھیں ہمیشہ اپنے حدود میں رہنے کی تلقین کریں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے انھیں لازمی طور پر آراستہ و پیراستہ کریں کیونکہ ایک کامیاب زندگی جینے کے لئے اسلام سے بہتر کوئی طریقہ نہیں اور ایمان سے قیمتی کوئی شئے نہیں، دنیا کی محبت ملے یا نہ ملے، اسلام کا دامن ہاتھوں سے نہیں چھوٹنا چاہئے، اس کی حفاظت ہر حال میں لازم وضروری ہے۔

◆◆◆

خسرو کی آنکھ سے کرو درشن نظام کا

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

تم کو اگر سمجھنا ہے جیون نظام کا
خسرو کی آنکھ سے کرو درشن نظام کا

حضرت کا آستانہ، عطائے نبی کا باغ
فِردوسِ اہلِ عشق ہے مسکن نظام کا

نبضِ حیات میں رگِ حسنین کا لہو
نسبت کا رنگ کتنا ہے روشن نظام کا

وہ جلوہ گر ہیں دلّی کے روحانی تخت پر
جپتی ہے نام، وقت کی دھڑکن نظام کا

درگاہِ پاک، جن و بشر کی طواف گاہ
منزل ملائکہ کی ہے، آنگن نظام کا

ہیں جس میں بختیار و فرید و معین کے رنگ
مجموعۂ فیوض ہے گلشن نظام کا

ہے اُن کے دَم سے نور، چراغِ نصیر میں
لبریز ہے اجالوں سے مخزن نظام کا

دن رات سوزِ عشقِ نبی میں جلے ہیں وہ
کردار، تپ کے بن گیا کُندن نظام کا

چشمِ جہاں کا نور ہے دہلیز کی چمک
برکات سے بھرا ہے نشیمن نظام کا

فقرِ جنید، مستِ منصور کے ہیں جام
میخانۂ سلوک ہے تن من نظام کا

جس پر سجی ہے عظمت ملت کی کہکشاں
چرخِ تجلّیات ہے مدفن نظام کا

کردار پنجتن کی عطاؤں کا شاہکار
ہر رخ ہے لاجواب یقیناً نظام کا

جس سے بہارِ چشت، جہانگیر بن گئی
روحانیت کا باغ ہے احسن نظام کا

دیوانو! آؤ دستِ عقیدت سے تھام لو
پروانۂ نجات ہے دامن نظام کا

بقیہ ص ۳۹ پر

آیات کی تفسیر ہیں محبوب الٰہی

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

ایمان کی تنویر ہیں محبوب الٰہی
اسلام کی توقیر ہیں محبوب الٰہی

کہتا ہے ارادت کا فلک، گنج شکر کی
اک ہو بہو تصویر ہیں محبوب الٰہی

دلّی ہے ابھی دور یہ قول ان کا ہے شاہد
تاثیر کی تقدیر ہیں محبوب الٰہی

سانچے میں شریعت کے ڈھلا منظر دہلی
جلوہ گہ تدبیر ہیں محبوب الٰہی

اوصاف ضیا بار کا ہے حسن نتیجہ
آیات کی تفسیر ہیں محبوب الٰہی

یہ حضرت خسرو کا تاثر ہے، بقا کے
ہر خواب کی تعبیر ہیں محبوب الٰہی

قول اہل بصیرت کا ہے، تسلیم و رضا کے
آثار کی تعمیر ہیں محبوب الٰہی

ہے علمی تبحر پہ فدا علمی تبحر
اغلاق کی تیسیر ہیں محبوب الٰہی

جو مٹ نہ سکے سینۂ تاریخ سے قدسی
بے مثل وہ تحریر ہیں محبوب الٰہی

عروج دیں کے ہیں اقدام شاہ عبد الحق

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

بہار گلشن اسلام شاہ عبد الحق
برائے قوم خوش انجام شاہ عبد الحق

خدا کے جود و کرم کے رہے وہ یوں محور
ہیں کامیاب ہر اک گام شاہ عبد الحق

قلیل عمر میں فارغ ہوئے مطول سے
یوں علم و فن میں رہے تام شاہ عبد الحق

بقیہ ص ۳۱ پر

منظومات

مچھلی محال لکھنؤ میں جانشین تاج الشریعہ کا شاندار استقبال

کئی سو خواتین و حضرات سلسلۂ رضویہ میں داخل

لکھنؤ: ۲۰ رنومبر ۲۰۲۰ ءشب جمعہ رات دو بجے کے قریب قاضی القضاۃ فی الہند، نبیرۂ اعلی حضرت، شہزادہ تاج الشریعہ، قائد ملت علامہ شاہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی ناظم اعلیٰ شرعی کونسل آف انڈیا و سربراہ اعلیٰ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا و سرپرست مرکزی دارالافتاء بریلی و جانشین حضور تاج الشریعہ کی پہلی بار مچھلی محال جامع مسجد میں آمد آمد ہوی؛ قاضی القضاۃ کے ساتھ میں علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری، علامہ مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی، شہزادۂ بدر میاں مولانا عبدالقادر صاحب اور محترم بختیار رضا خان وغیرہ کی تشریف آوری سے اہل مچھلی محال بے پناہ مسرور ہوئے۔

اس موقع پر الحاج قاری محمد صابر علی رضوی صاحب کی سرپرستی فاضل بغداد علامہ مفتی انیس عالم سیوانی کی صدارت اور نقیب اہل سنت علامہ محشر فریدی کی نظامت میں استقبالیہ پروگرام ہوا، مجاہد سنیت الحاج قاری محمد صابر علی رضوی صاحب کا ولولہ انگیز بیان ہوا؛ اس موقع پر صدر اجلاس علامہ انیس عالم سیوانی نے خصوصی مہمان نبیرہ اعلی حضرت کا تعارف کرایا اور کہا کہ پچاس سال بعد مرکز اہل سنت بریلی شریف سے اس منصب جلیل کے حامل کسی شخصیت کی یہاں آمد ہوی ہے؛ قاضی القضاۃ کی آمد کو آپ نے اہل مچھلی محال کی مشترکہ خوش قسمتی بتایا؛ انھوں نے کہا کہ آج سے لگ بھگ پچاس سال پیشتر موجودہ قاضی القضاۃ کے جد اور سیدی اعلی حضرت کے چھوٹے صاحبزادے سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی مچھلی محال مسجد میں آمد ہوئی تھی۔

قائد ملت حضرت علامہ عسجد رضا خاں قادری صاحب کے دیدار کے لیے انسانی سیلاب امنڈ پڑا تھا ہر شخص اک نظر دیکھنے اور مصافحہ کرنے کے لیے بے قرار نظر آ رہا تھا؛ پچاسوں کی تعداد میں والنٹیر زاپنے گھیرے میں لے کر مسجد میں داخل ہوئے؛ مسجد اور آس پاس کے علاقے میں ہر طرف عشاق کی بھیڑ ہی بھیڑ تھی؛ عاشقوں کی جماعت قائد ملت کی شکل میں حضور تاج الشریعہ کی جھلک محسوس کر رہی تھی۔

اس موقع پر کئی سو مرد و عورت آپ کے دست مبارک پر سلسلۂ رضویہ میں داخل ہوئے پھر حضور قائد ملت نے والہانہ انداز میں سلام کا نذرانہ بارگاہ رسول کریم علیہ السلام میں پیش کیا اور عامۃ المسلمین کے حق میں دعائے خیر فرمایا؛ مسجد کے متولی جناب مکی آزاد صاحب کے دولت خانہ پہ قاید ملت کے ٹھہرنے کا اہتمام تھا وہیں عشائیہ سے فارغ ہو کر نماز عشا کی امامت فرمائی پھر یہ نورانی قافلہ بریلی شریف کے لیے روانہ ہوا۔

مذکورہ پروگرام کی نگرانی قاری احسان اختر؛ مولانا منور رضا اور سلمان رضا وغیرہ نے کی؛ اس عظیم الشان پروگرام کو کامیاب بنانے میں مسجد کمیٹی کے تمام ممبران اور اہل مچھلی محال بالخصوص الحاج افضال رسول بن شاعر اہل سنت الحاج معراج رسول؛ الحاج قاری معین الدین وغیرہ نے تعاون کیا۔

پروگرام میں قاری محمود الحسن حشمتی؛ قاری فیروز مسعودی گڑمبا تھانہ؛ قاری محمد رئیس؛ قاری شفیق عالم وغیرہ کے علاوہ مقامی سرکردہ افراد بھی بڑی تعدا میں شریک رہے۔

رپورٹ: قاری احسان اختر رضوی
خادم دارالعلوم ستاریہ رضویہ مچھلی محال لکھنؤ

تحفظ ناموسِ رسالت کے علمبردار علامہ خادم حسین رضوی

الجامعۃ الرضویہ میں تعزیتی نشست سے علامہ سہسرامی کا خطاب

پٹنہ: ۲۱ رنومبر (پریس ریلیز) تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے سربراہ حضرت علامہ خادم حسین رضوی دار فانی سے دار بقا کی جانب رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یقیناً اس دور میں آپ نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے باب میں اپنی بے باک قیادت کی بنیاد پہ ایک روشن تاریخ تحریر فرما دی ہے، آپ کی جرأت ایمانی کی حرارت سے حکومت وقت کے فولادی ارادوں کے شیش محل زمیں بوس ہوتے نظر آتے تھے، اہل سنت و جماعت کے ایک حق گو، حق پسند اور حق نگر قائد و راہنما بقیہ ص ۳۳ رپر

February-2021 Rs. 25/-

جمادی الاخریٰ/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ/فروری ۲۰۲۱ء





قرآن پاک پر نقطے اور اعراب



سیرت غریب نواز کے تابندہ نقوش



قصیدہ! شہنشاہ دوجہاں کا



تفہیم اشعار رضا اور حضور احسن العلما



تذکرہ جمیل حضور محدث سورتی

- سقوط اندلس کے اسباب وعلل
- عورت کی آزادی! ایک تنقیدی جائزہ
- انسانی زندگی میں باپ کا مقام ومرتبہ
- کلچر کی سرد جنگ اور مسلمانوں کی بربادی
- کہیں ہم فرقہ پرستوں کے مددگار تو نہیں
- فحش نظری! نوجوانوں میں پھیلتا ایک ناسور



تاج الشریعہ اور غوث پاک عقیدت ومحبت



حضور مجاہد ملت اور احترام علما وسادات

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

مشمولات

مطالعہ علم کو پختگی عطا کرتا ہے

اداریہ

محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

حضور مجاہد ملت اور احترام علما و سادات

حضور مجاہد ملت کی دولت وثروت اور جاگیردارانہ جاہ و حشمت جس قدر بلند و بالا تھی اسی قدر علم و فضل اور تقویٰ و تصلّب میں آپ کی انفرادیت ضرب المثل تھی اور جس قدر مالی غلغلہ اور علمی طنطنہ بلند و بالا تھا، اس سے کہیں زیادہ آپ کی کسر نفسی عالی و مثالی تھی، علما و سادات تو ٹھہرے ہی معظم و محترم! کوئی عام انسان بھی جب آپ کی دست بوسی کرتا تو کسی آنکھ نے یہ نہیں دیکھا ہوگا کہ مجاہد ملت نے اس کی بھی دست بوسی نہ کی ہو۔

مجاہد ملت کے اس طرز عمل سے یہ حقیقت مثل نیم روز عیاں ہوجاتی ہے کہ جب ایک عام انسان آپ کی بارگاہ میں اس قدر اہمیت کا حامل تھا تو علما جن کے بارے میں معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ''علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل۔ میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہیں'' ان کی قدر و منزلت کا کیا عالم ہوگا اور جب علما آپ کی بارگاہ میں اس قدر محترم ہیں تو آل رسول جن سے متعلق محبوب رحمٰن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ''مثل أهل بيتي كمثل سفينة نوح من ركب فيها نجا ومن تخلف عنها غرق۔ میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا کامیاب ہوگیا اور جس نے اس کی مخالفت کی غرق ہوگیا'' ان کی عظمت و رفعت کا اندازہ بھلا کون کرسکتا ہے۔

حضور مجاہد ملت آل انڈیا تبلیغ سیرت کے اجلاس میں مدعو علمائے کرام کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترین خاطر و مدارات کے ساتھ ساتھ معقول نذرانے دیا کرتے اور برسر منبر حاضرین علما و سادات کا شکریہ بھی ادا فرماتے تھے، چنانچہ ۹-۱۰-۱۱/اپریل ۱۹۵۴ء کو انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں منعقد تبلیغ سیرت کے جلسے سے آپ نے ان الفاظ میں علمائے کرام، سادات عظام اور دیگر معاونین اجلاس کا شکریہ ادا کیا:

''میں اپنے معزز مہمانوں کا بھی خصوصاً علمائے کرام کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ آپ حضرات نے سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور ملک کے دور دراز گوشوں سے تشریف لاکر اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں ہمارے معاون ثابت ہوئے، میں بیگم حبیبہ صغریٰ مالکہ کافی ہاؤس اور مولوی ولی الحق شاہو بیگھوی کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے کافی ہاؤس کو مہمانوں کے آرام و آشائش کے لئے خالی کردیا، میں خان بہادر سید حسن صاحب، ابوالفتح سید محمد صاحب وکیل اور حکیم محمد زکریا صاحب صدر و سیکریٹری انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ کا دل سے مشکور ہوں کہ آپ حضرات نے اس سیرت کے جلسے کے لئے کوئی کرایہ نہیں طلب کیا، مولوی انوار الحق صاحب موضع مادھوپور، ضلع چمپارن کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے بڑی نوازش اور دریا دلی سے غلہ واسطے مطبخ عنایت فرمایا۔''

[خطبۂ صدارت، ص ۷-۸/بحوالہ ماہنامہ اشرفیہ مجاہد ملت نمبر، ص ۹۶]

حضور مجاہد ملت کے سچے عاشقوں میں ایک نام حضرت مولانا نعیم اللہ خاں صاحب چھپروی علیہ الرحمہ کا ہے، مشکل ترین حالات میں بھی انھوں نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا، بلکہ اس وجہ سے مولانا کو اپنے اور بیگانے سب کے طعن و تشنیع کے تیر کھانے پڑے، لیکن مولانا نے نہ ہمت ہاری نہ آپ کا ساتھ چھوڑا، حالانکہ مجاہد ملت سے عقیدت و محبت کے بڑے بڑے دعویدار اس وقت گوشہ نشین ہوگئے تھے جب آپ کو ان کے ساتھ کی سخت ضرورت تھی، چنانچہ ایک مقام پر اس سلسلے میں حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب حبیبی یوں رقم طراز ہیں:

''مقدمے کی پیروی میں، ضمانت کروانے میں مجاہد ملت کو

جیل سے باہر لے آنے میں، ان کو بری کروانے میں جس جدوجہد کی ضرورت پڑی، اس کے پیش کرنے کے لئے صرف وہی مرد سامنے آیا جس کا دل واقعی مجاہد ملت کی محبت سے بھرا ہوا تھا، جس کی رگوں میں واقعی جذبۂ وفا کا خون جاری تھا، جو ظلم کا شکار ہو کر مسجد اعظم اور جامعہ حبیبیہ کو چھوڑ کر، شہر الہ آباد کو خیر آباد کہہ کر اپنے وطن چھپرہ میں پڑا ہوا تھا، بندہ کی مراد ہیں حضرت مولانا الحاج محمد نعیم اللہ خاں صاحب چھپروی رحمۃ اللہ علیہ! جس وقت معتقدین کہلانے والے تنقید میں لگے ہوئے تھے، اغراض دنیوی کو پورا کرنے کے لئے مجاہد ملت سے ہمہ وقت جمٹے رہنے والے پَر جھاڑ کر الگ ہو چکے تھے، اس وقت یہی سامنے آئے، لیکن ان کو بھی بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جو خود ان کی ۲۳/ اگست ۱۹۵۶ء کی اس تحریر سے واضح ہے، جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۲۳/ اگست ۱۹۵۶ء، یہ ایک ایسا نازک وقت تھا کہ ہر دروازہ بند نظر آتا تھا، کچھ روز تک تو عجب حال تھا، اس پر سی آئی ڈی وغیرہ کا تعاقب جو دوسروں کے لئے اور پریشان کن ہو رہا تھا، اس وقت جو اس میدان میں تن تنہا ہی جانتا ہے، اس پر ناواقف دوستوں کا مشورہ اور پریشان کن بنا ہوا تھا، مگر ہر ایک کا مقابلہ تن تنہا کرتا گیا جو اپنا فریضہ تھا اور ہے بلکہ اس سے بھی سخت امتحان کا وقت اگر آجائے تو اس وقت بھی اپنا دینی و مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے کافی ہمت رکھتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اور مزید ہمت وقوت عطا ہو تو زہے قسمت! بجاہ حبیبہ وبعون غوثہ، جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہ آمین ثم آمین۔

احقر محمد نعیم اللہ غفرلہ۔'' [مرجوزا، ص ۴۱۶]

حضرت مولانا نعیم اللہ خاں صاحب چھپروی علیہ الرحمہ سے بھی حضور مجاہد ملت بڑی محبت فرماتے تھے، ۱۹۶۳ء میں ان کا وصال ہو گیا، ۵/ ذی قعدہ کو ان کا عرس ہوتا ہے، ابتدائی دنوں میں حضور مجاہد ملت کا یہ معمول تھا کہ ۵/ ذی قعدہ کو اگر الہ آباد میں ہوتے بھی تو اس دن کہیں اور چلے جاتے، جب بارہا ایسا دیکھنے میں آیا تو ایک بار لوگوں نے آپ سے عرض کیا:

''حضور کیا ماجرہ ہے کہ جب بھی حضرت مولانا نعیم اللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ کا عرس ہوتا ہے تو یہاں ہوتے ہوئے بھی آپ کہیں اور چلے جاتے ہیں؟ اس سوال پر حضور مجاہد ملت کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، آپ نے ارشاد فرمایا: میری قبر پر ان کو حاضری دینی تھی یا مجھے ان کی قبر پر۔'' [مرجوزا، ص ۴۱۷]

حضور مجاہد ملت عمر میں بڑے ہونے کے باوجود حضور تاج الشریعہ کا بھی اکرام واحترام فرماتے تھے، یہاں پاس ولحاظ کی دونوں وجہیں تھیں پہلی وجہ تو خاندان رضا کی نسبت تھی، دوسری وجہ حضور تاج الشریعہ کی مسلم الثبوت عالم ومفتی کی حیثیت تھی، حضور مجاہد ملت نے دونوں ہی نسبتوں کے احترام واکرام کا حق ادا فرمادیا، اس سلسلے میں مزید روشنی ڈالنے کے لئے ملاحظہ فرمائیے ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری صاحب کی زبانی یہ واقعہ:

''حضور مجاہد ملت حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان صاحب ازہری قبلہ دام ظلہ علینا کا اتنا ادب واحترام کرتے تھے کہ آج لوگ اپنے اساتذہ کا اتنا احترام نہیں کر پاتے، یا عشق تو جھکنا چاہتا ہے مگر عقل کسر شان کا فلسفہ کھڑا کر دیتی ہے اس میں اپنی خفت سمجھنے لگتے ہیں، حضور تاج الشریعہ حضور مجاہد ملت سے عمر میں ظاہر ہے بہت چھوٹے تھے، ان کی جوانی تھی تو حضرت کی ضعیفی و پیری مگر اس تفاوت کے باوجود حضور مجاہد ملت کا انداز وفا دیکھئے، حضور تاج الشریعہ ایک بار بھدرک تشریف لائے، حضور مجاہد ملت اپنے متعلقین کے ساتھ موجود ہیں، پل پل خدمت ومدارات پر نظر رکھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک صاحب حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور میں آپ سے بیعت کی غرض سے آیا ہوں، حضور مجاہد ملت جلال میں آگئے اور فرمایا میرے مخدوم اور مخدوم زادے، بریلی شریف کے شہزادے تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی موجودگی میں میں بیعت کروں؟

حبیب الرحمان کی یہ مجال کہ اتنی بڑی جرات کرے، یہ تمہارا نصیب ہیکہ حضرت تشریف فرما ہیں، تمہیں شہزادے صاحب ہی سے بیعت ہونا ہے، خود لے جا کر ان صاحب کو حضور تاج الشریعہ سے بیعت کروایا۔''[ماہنامہ سنی دنیا بابت ماہ ۔۔ص۔۔۔]

ڈاکٹر صاحب اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید یوں رقم طراز ہیں:

''ان شخصیتوں کے حضور سرکار مجاہد ملت نے احترام واکرام، تعظیم وتوقیر اور ادب ولحاظ کا جو بے پایاں ثبوت دیا ہے، ان جواہر پاروں نے نسبتوں کا بھر پور پاس وخیال کرنے کی شاہراہ متعین کی ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں اب تک جس کو بھی جو کچھ بھی ملا ہے وہ ادب ہی سے ملا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ یونہی رواں دواں رہے گا، جو باادب ہوگا، بامراد رہے گا اور جو بے ادب ہوگا نامراد ہی رہے گا، حضور مجاہد ملت کے عہد میں خود آپ کے معاصرین میں چندے آفتاب اور چندے ماہتاب کی کمی نہیں تھی، مگر آج حضور مجاہد ملت کا جتنا چرچا ہے، ادب واحترام کی زبان پر جس طرح آپ کا نام مصری کی ڈلی گھولتا ہے، ایسا جلوہ اور جگہ کہاں؟ میرا وجدان کہتا ہے اس میں سب سے بڑا رول حضور اعلیٰ حضرت، خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے مجاہد ملت کے بےلوث والہا پن کا ہے اور حضرات تو خیر حضور مجاہد ملت سے بڑے ہیں یا ہم عصر ہیں، حضور تاج الشریعہ تو عمر میں بہت چھوٹے ہیں، مگر حضور مجاہد ملت کی آنکھوں نے ہمیشہ انہیں بڑی نظر سے دیکھا اور ان کے ادب وتوقیر کا کوئی بھی گوشہ کبھی بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا۔'' (حوالۂ سابق)

حضور مجاہد ملت اپنے پیر ومرشد حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز سے دیوانگی کی حد تک عشق تھا، جہاں کہیں ذکر آتا ''میرے حضور، اپنے مالک'' جیسے القابات سے یاد کرتے، ایک بار حضور مجاہد ملت بریلی شریف اسٹیشن سے درگاہ اعلیٰ حضرت کے لیے کسی رکشہ والے سے پانچ روپیہ پر معاملہ طے کرتے ہیں، ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ کیا جی میں آیا رکشہ والے سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: حامد رضا، آپ نے جونہی ''حامد رضا'' سنا، بے قرار ہوگئے اور رکشہ والے سے کہا رکشہ روکو، رکشہ رکا تو فوراً رکشہ سے اچھل کر نیچے اُتر گئے، ۵؍روپیہ کی جگہ رکشہ والے کو دس روپیہ دیا، رکشہ والے کو ماجرہ سمجھ میں نہیں آیا، اس نے پریشان ہوکر پوچھا: حضور کیا کوئی غلطی ہوگئی جو آپ ہمارے رکشہ سے اتر گئے؟ فرمایا: کوئی غلطی نہیں ہوئی، دراصل تمہارا نام میرے پیر ومرشد کے نام پر ہے، میں کیسے تمہارے رکشہ پر سواری کروں، یہ میرے عشق وادب کی توہین ہے۔

اوّلیں سطور میں یہ ذکر ہوا کہ حضور مجاہد ملت ہر مومن کا اکرام واحترام کرتے تھے، اگر وہ صاحب علم وفضل ہو تو کیا کہنا اور اگر وہ صاحب فضل بریلی کا کوئی فرد ہے تو ادب وتکریم کا منظر دیدنی ہوتا تھا پھر تو مجسم ادب کا پیکر بن جاتے، جناب راز الہ بادی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ایک بار الہ باد میں تاجدار اہل سنت، عارف باللہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز تشریف لائے، اسٹیشن پر حضرت مجاہد ملت بہت سے مریدوں کو لے کر موجود تھے، ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور مجاہد ملت نے حضور مفتی اعظم کی پیشانی کے بوسے لیے، حضور مفتی اعظم ہند نے حضور مجاہد ملت کے سر کو لیا اور اپنے سینے سے لگالیا، لوگ عش عش کر گئے، سبحان اللہ اتنے عظیم بزرگ اپنے بڑوں کا احترام کس طرح کرتے ہیں۔

ایک بار پھر الہ باد آنا ہوا تو آپ حضور مفتی اعظم کو لینے اسٹیشن تشریف لے گئے، جب حضور مفتی اعظم ہند کار میں بیٹھے تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضور آپ بھی بغل میں تشریف رکھیں، مجاہد ملت انکار فرمانے لگے، ادھر حضور مفتی اعظم ہند قبلہ بار بار فرماتے رہے کہ مولانا میرے پاس بیٹھئے مگر وہ کہتے تھے کہ میں رکشے سے آجاؤں گا، ہم لوگ اس راز کو نہ سمجھے، حاجی عید و بھائی جن کی کار تھی کہنے لگے، حضرت آپ کیوں رکشے سے آئیں گے؟ کار میں جگہ ہے آپ تشریف

اداریہ

رکھئے، حضرت مجاہد ملت نے عید و بھائی سے چپکے سے کان میں کہا کہ آپ لوگ کیا ستم کر رہے ہیں، آپ مجھ کو حضرت کے بغل میں بیٹھنے کے لیے کہتے ہیں، میری مجال ہے کہ ان کے کاندھے سے کاندھا ملا کر بیٹھوں، ہم لوگ دم بخود رہ گئے، آخر کار حضرت مفتی اعظم کے خادم کو حضرت کے بغل میں بیٹھایا گیا تو حضرت مجاہد ملت اس خادم کے بغل میں بیٹھے، یوں تو ہر آدمی اپنے ذوق کے اعتبار سے اپنے بڑوں کا ادب کرتا ہے، لیکن حضور مجاہد ملت نے حضور مفتی اعظم کا جس انداز میں ادب فرمایا ہے، ادب کی یہ تفسیر صرف حضور مجاہد ملت کی کتاب عشق میں نظر آتی ہے۔'' [بحوالہ ماہنامہ سنی دنیا]

حضور مجاہد ملت کی ذات گرامی اپنے اکابر کے لئے سراپا ادب و نیاز اور علما و سادات کرام کے لئے مخلص، مشفق و مہربان تھی، آپ کی حیات مبارکہ کا گوشہ گوشہ، لمحہ لمحہ قوم و ملت کے لئے درس رشد و ہدایت اور فلاح و صلاح کا ذریعہ تھی۔

□□□

ص ۱۰ / کا بقیہ.....................................

موجودگی کا احساس دلا رہا ہوتا ہے، اسی طرح جیسے آج کا دن کئی لوگوں کو بیک وقت ان کے ''بابا جانی'' کی غیر موجودگی کا احساس دلا رہا ہے۔ ؎

باپ مرے سر ننگا ہوندا
ویر مرے کنڈ خالی

ماواں بعد محمد بخشا
کون کرے رکھوالی

اللہ پاک ہمارے والدین کو یا دونوں میں سے جو حیات ہے ان کو لمبی زندگی عطا کرے اور جو اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آمین ثم آمین۔

□□□

ص ۱۵ / کا بقیہ.....................................

دے دیئے ہوں گے، حضرت ابو الاسود کی سوانح اور ان کی حالات زندگی پر کچھ لکھا جائے، یہاں اس کا محل نہیں ہے، ہاں کچھ ضمنی حالات ان کے آنے والے صفحات میں درج کر دیئے گئے ہیں، جیسے ہی عبد الملک بن مروان کی حکومت شروع ہوتی ہے دور اوّل ختم ہو جاتا ہے۔

.... جاری

ص ۲۰ / کا بقیہ.....................................

حدیثیہ اور دیگر علمائے اسلام کی کتابیں، مختصر یہ کہ دیوبندی وہابی ایک ہی کشتی میں ہیں اور مضمون نگار بھی ان کے ساتھ اسی کشتی پر سوار ہے دونوں گروہ فقہا کے نزدیک کافر ہیں، علاوہ ازیں دیوبندیوں کا درجہ برتر ہے اس لیے کہ وہ فقہا متکلمین دونوں کے نزدیک کافر ہیں۔

□□□

ص ۵۷ / کا بقیہ.....................................

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
قلعے قمع ہیں نجد کے بس ایک وار میں

حامد رضا ہے کوئی، کوئی مصطفیٰ رضا
ہیں پھول کیسے کیسے ترے لالہ زار میں

اِتراؤ اے نہ ظالمو! تم تخت و تاج پر
لے جائے گا یہ تم کو جہنم کی نار میں

انور نہ چھو سکے گی کبھی گمرہی اسے
جو آ گیا ہے فیض رضا کے حصار میں

□□□

ص ۵۲ / کا بقیہ.....................................

اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس کو کعبہ بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف کعبہ کی بلکہ یہاں کے باشندوں کی بھی دنیا بے حد تعظیم و تکریم کرتی ہے، دور دور سے لوگ یہاں انتہائی ذوق و شوق سے آتے ہیں اور دیوانہ وار یہاں اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں، اس مقدس گھر کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ روئے زمین پر اس سے بڑھ کر کوئی جگہ مقدس نہیں کیونکہ یہاں سب سے بڑے بادشاہ خداوند عالم کا گھر ہے۔

.... جاری

از: ایک فرض شناس بیٹی کے قلم سے...

انسانی زندگی میں باپ کا مقام و مرتبہ

بابا جانی، ابو جی، پاپا جانی، دوست، محافظ، سایہ، کہوں یا زندگی کہوں کس نام سے پکاروں؟ کن الفاظ میں پکاروں؟ انگریزی، اردو، فارسی بلکہ تمام زبانوں میں ایسا کوئی لفظ موجود ہی نہیں جس کو استعمال کر کے ''باپ'' کی ہستی کو بیان کیا جا سکے، یا باپ کے مکمل روپ کی عکاسی ہو سکے، بھلا کیسے ممکن ہے کہ کُل کائنات کو کسی ایک یا چند الفاظوں میں سمیٹ لیا جائے، باپ کو محبت میں سمیٹوں تو احساس کہاں جائے؟ احساس میں سمیٹوں تو احسان کہا جائے؟ احسان میں سمیٹوں تو شفقت کہاں جائے؟ شفقت میں سمیٹوں تو محافظ کہاں جائے؟ محافظ میں بیان کروں تو سایہ کہاں جائے؟ سائے میں سمیٹ لوں تو چاہت کہاں جائے؟ چاہت میں سمیٹوں تو رحمت کہاں جائے؟ کس لفظ میں کس طرح بیان کروں اس ہستی کو جو سراپا رحمت بھی ہے، محبت بھی، محافظ بھی اور ہماری زندگی کی موجودگی کی وجہ بھی!

مرد تو پیدا ہوتے ہی مرد ہوتا ہے، وقت کے ساتھ ساتھ کمانے کی فکر بھی لاحق ہوتی ہے، ذمہ داری کا احساس بھی پیدا ہو جاتا ہے، مگر باپ بنتے ہی یہ مرد کوئی اور مخلوق بن جاتی ہے، جسے نہ اپنی فکر، نہ اپنے لئے کوئی چاہت، نہ اپنی کوئی خواہش کی پرواہ! صرف کچھ فکر رہتی ہے تو اولاد کی خوشیوں کی، ان کے سکون کی، ان کی زندگی سنوارنے کی، بچوں کی خوشیوں اور زندگی سنوارنے کے لئے اپنی جان لڑانے والے باپ کو اپنے لئے کچھ نہیں چاہیے ہوتا صرف کوئی طلب ہوتی ہے تو اتنی کہ وہ اپنی اولاد کو بہتر معیارِ زندگی دے سکے اور اولاد کو معاشی، اخلاقی اور سماجی طور پر ایک کامیاب انسان بنا سکے۔

باپ ایک مقدس محافظ بن کر اپنی جان کی بازی لگا کر بھی اولاد کی حفاظت کرتا ہے، کیسی صفت رکھی ہے قدرت نے ''باپ'' کے روپ میں مرد میں جو اپنی سانس تک اولاد کی سانسوں میں شامل کر کے اس کی زندگی بڑھانے کا حوصلہ رکھتا ہے، گلیوں میں کڑی دھوپ میں چھابڑی فروش، مزدور، کمہار، موچی، غبارے بیچنے والے، دربان اور ہر طرح کا کام کرنے والی یہ ہستیاں ملازم نہیں بلکہ ''باپ'' ہیں، جن کو کسی نا کسی طرح اپنی اولاد کی ضرورتیں پوری کرنی ہیں، سارا سارا دن، رات، سردی، گرمی ہر موسم ہر تکلیف ہر دکھ اور پریشانی کے باوجود یہ باپ نامی ہستیاں سڑکوں پر، بازاروں میں، دفتروں میں ہر جگہ لوگوں کی باتیں سنتے، طعنے سنتے، بے عزت ہوتے ہیں مگر وہ مسلسل کام جاری رکھتے ہیں مرتے دم تک کیونکہ ان کو اپنی اولاد کی ضروریات پوری کرنی ہیں، جس لمحے اولاد گھر میں سکون کر رہی ہوتی ہے، عمدہ لباس پہنے بہترین اسکول اور کالج میں پڑھ رہی ہوتی ہے یا عمدہ کھانا کھا رہی ہوتی ہے، اسی لمحے اس ''باپ'' کو آفیسر گالیاں دے رہے ہوں یا لوگ باتیں سنا رہے ہوں، ذلیل کر رہے ہوں اور اس لمحے ایک انسان ہونے کی حیثیت سے جواب دینے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود بھی خاموش رہنے والا مرد صرف ایک ''باپ'' ہی ہوتا ہے، جس کو لوگوں کے طعنے اور گالیاں اور ذلت محسوس ہوتے ہوئے بھی خاموش رہنا پڑتا ہے کیونکہ اس کو اپنی اولاد کے لئے بہر صورت کمانا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مجھ کو چھاؤں میں رکھا اور خود جلتا رہا دھوپ میں
میں نے دیکھا ہے اک فرشتہ باپ کے روپ میں

اولاد ماں باپ کی جوانی کھا جاتی ہے، ماں باپ تمام عمر اولاد کے لئے جیتے ہیں، اپنی تمام ضرورتوں اور محبتوں کو پسِ پشت ڈال کر وہ صرف جوان ہوتی اولاد میں اپنا بچپن اپنی جوانی دیکھتے ہیں اور افسوس کہ اولاد اکثر جوان ہو کر ماں باپ سے پوچھتی ہے

کہ آخر آپ نے ہمارے لئے کیا ہی کیا ہے؟ اور اگر پرورش کی ہے تو وہ سب والدین کا فرض ہے آپ نے انوکھا کام نہیں کیا، ایسی بدبخت اولاد کو والدین بچپن سے جوانی تک اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے رکھتے ہیں اور یہی اولاد جوان ہو کر بڑھاپے میں ماں باپ کے لیے اذیت بن جاتی ہے، ایک بیٹی ہونے کی حیثیت سے میں یہ بات بخوبی جانتی ہوں کہ بیٹی کے لئے باپ کس قدر شفیق، ہمدرد، حساس اور دوست ہوتا ہے، بیٹی جانتی ہے کہ اس دنیا کی تمام پریشانیاں دور کر کے اس کا باپ اس کے لئے خوشیاں خرید لائے گا، بیٹی جانتی ہے کہ اس کا باپ اس کی زندگی میں آنے والی حالات کی آندھی، طوفان، گرج، چمک، گرم سرد ہوا اور ہر قسم کی آفت سے اس کو محفوظ کر لے گا، بیٹی جانتی ہے کہ وہ زندگی میں جب جب گرے گی، اس کو کوئی سہارا دے نہ دے مگر اس کا باپ اس کو سنبھالنے کے لئے موجود رہے گا۔

بیٹی جانتی ہے وہ صرف باپ کی موجودگی میں مکمل ہے، وہ صرف باپ کی موجودگی میں شہزادی ہے، وہ صرف باپ کی موجودگی میں نخرے کر سکتی ہے اور اگر باپ نہیں تو وہ بیٹی نہ شہزادی رہتی ہے، نہ ہی اس کے نخرے کوئی اٹھا سکتا ہے۔

خدائے ارض! میں بیٹی کے خواب کات سکوں
تو میرے کھیت میں اتنی کپاس رہنے دے

ہم صرف ماں کی عظمت اور جدائی کی بات کرتے ہیں، مگر ماں باپ دونوں کی موجودگی زندگی کو مکمل کرتی ہے، زندگی اگر ماں کے جانے سے اداس ہوتی ہے تو باپ کے جانے سے بھی ویران ہوتی ہے، باپ کی حیثیت اور موجودگی اولاد کی زندگی میں اتنی ہی ضروری ہے جتنی جسم کے لئے روح، باپ کی موجودگی میں جوانی میں بھی بچپن کی بے فکری جی رہے ہوتے ہیں اور باپ کے فوت ہوتے ہی بچپن میں جوانی کی سی فکر لاحق ہو جاتی ہے، انسان عمر سے دس سال بڑا ہو جاتا ہے، سکون پھر پریشانی بن جاتا ہے، پھر زندگی میں صرف بے سکونی اور مشقت مقدر بن جاتی ہے۔

ہر ایک درد وہ چپ چاپ خود پہ سہتا ہے
تمام عمر وہ اپنوں سے کٹ کے رہتا ہے
وہ لوٹتا ہے کہیں رات دیر کو، دن بھر
وجود اس کا پسینہ میں ڈھل کر بہتا ہے
وہ مجھ کو سوئے ہوئے دیکھتا ہے جی بھر کے
نجانے سوچ کے کیا کیا وہ مسکراتا ہے
میرے بغیر ہیں سب خواب اس کے ویران سے
یہ بات سچ ہے میرا باپ کم نہیں ماں سے

[احمد کبیر]

خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کے والدین حیات ہیں، ورنہ جن کے والدین میں سے دونوں یا کوئی ایک موجود نہیں ان کے لئے زندگی مکمل ہو کر بھی ہمیشہ ادھوری رہتی ہے، اک کسک دل میں موجود رہتی ہے، جو ہر خوشی ہر غمی پر دل کو جھنجھوڑ دیتی ہے، جب والد کا سایہ نہ رہے، اولاد کا بہترین دوست بھی نہیں رہتا، بیٹیاں شہزادیاں نہیں رہتی، کوئی دنیا میں پھر انہیں شہزادی نہ کہتا ہے نہ احساس دلاتا ہے، کوئی ان کو محبت کی ٹھنڈک کا احساس نہیں دلا سکتا، بیٹوں کا دوست کھو جاتا ہے، بیٹے ناکامی اور کامیابی میں باپ کی محبت بھری تھپکی کو ترستے ہیں، بیٹوں کی مشکلات میں کندھے سے کندھا جوڑ کر چلنے والا کوئی نہیں رہتا، اولاد کی زبان سے لفظ ''باباجانی'' کھو جاتا ہے، وہ پکارنا بھی چاہیں نہیں پکار سکتے، یہ لفظ ایک تڑپ ایک لاحاصل خواہش بن جاتا ہے۔

جن کے باباجانی دنیا سے رخصت ہو جائیں، ان کو زندگی کی دھوپ، آندھی، طوفان سے ہمیشہ خوف آتا ہے، کہتے ہیں نا! انسان مر کر ستارہ بن جاتا ہے، میں ہمیشہ سوچتی ہوں کہ انسان کسی پریشانی میں ہو یا خوشی کی کیفیت میں تو نگاہ خود بخود آسمان کی طرف اٹھ جاتی ہے پھر جن کے والدین ستارہ بن گئے ہوں ان کی تو اکثر ہی راتوں میں نگاہیں آسمان پر ستاروں کو ڈھونڈتی ہیں، نظر کی فطرت ہے کہ وہ سب سے روشن ستارہ پہلے دیکھتی ہے اور ایسی نظر جس کو ستاروں میں والدین کی تلاش ہو، وہ صرف روشن ستارہ دیکھنا چاہتا ہے، تاکہ وہ نظروں سے اوجھل ہوا اور نہ ہی روشنی مدھم ہو، ستارہ ٹمٹماتا ہے تو لگتا ہے وہ ہمیں دیکھ کر مسکرا رہے ہیں، ایک ہی ستارہ بیک وقت کئی لوگوں کو ان کے اپنوں کی

بقیہ ص ۸ / پر

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

قرآن پاک پر نقطے اور اعراب

پہلی قسط

[آغاز وارتقا اور ضرورت وافادیت]

اسلامیات

قرآن پاک میں اعراب اور نقطے کا لگانا اچانک نہیں ہوا ہے بلکہ اس میں بھی رفتہ رفتہ ترقی ہوئی ہے اور عہد بعہد اس میں اصلاح اور ترقی ہوتی رہی ہے، شروع شروع میں اس کا دائرہ کافی حد تک اعراب اور نقطوں تک محدود رہا ہے، مذہب اسلام حدود عرب سے نکل کر عجم کے علاقوں میں پھیلتا رہا جس کے نتیجے میں عربوں کا عجمیوں سے اختلاط بڑھتا رہا اور عرب کے لوگ ایک دوسرے کی زبان سے متأثر ہوتے رہے، یہ حقیقت ہے کہ جب دو زبانوں کا میل جول ہوتا ہے تو کوئی ایک زبان بھی اپنی اصلی اور فطری حالت پر برقرار نہیں رہتی ہے یا پھر ایسا ہوتا ہے کہ دونوں زبانوں کے ملنے سے ایک تیسری زبان وجود میں آجاتی ہے، یہاں دونوں کی زبانوں کے اختلاط سے کوئی تیسری زبان تو وجود میں نہیں آئی ہے، ہاں اتنا ضرور ہوا ہے کہ عربی زبان وادب میں عجمی زبانوں کے اثرات بڑھتے چلے گئے اور اعراب میں غلطیاں واقع ہونے لگیں، عام طور پر کسی بھی زبان میں دوسری زبانوں کے اثرات اور غیر زبانوں کے الفاظ وکلمات کے شامل ہونے کو وسعت اور ترقی کا نام دیا جاتا ہے، مگر عربی زبان وادب میں اس طرح کے اثرات کو کبھی بھی خوش گوار نہیں کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسی عربی زبان میں کلام الٰہی کا نزول ہوا ہے، احادیث پاک بھی اسی زبان میں ہیں اور تفسیریں بھی اسی زبان میں لکھی گئی ہیں۔

اہل عرب کا مزاج بھی بڑا نازک ہوا کرتا ہے اور وہ انہیں الفاظ وتراکیب کو پسند کرتے ہیں جنہیں ادا کرنا آسان اور بہت زیادہ آسان ہوتا ہے، جہاں ادا کرنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے اس میں اہل عرب بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس میں تبدیلی کر دیتے ہیں، ہم ہندوستان والے تو اپنی زبان سے ہندی اور سنسکرت کے وہ الفاظ بھی کسی نہ کسی طرح ادا کر دیتے ہیں جو بمشکل تمام زبان پر چڑھتے ہیں، مگر عرب والے ایسا کہاں کر پاتے ہیں؟ اہل عرب نے اپنی زبان کی ضرور حفاظت کی ہے مگر اس لئے نہیں کہ یہ ان کی اپنی زبان ہے بلکہ انہوں اس لئے حفاظت کی ہے کہ وہ قرآن مقدس کی زبان ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے قرآن پاک میں اعراب اور نقطوں کا لگانا بھی زبان کی حفاظت کے دائرہ میں آتا ہے، اس لئے شعوری طور پر اعراب اور نقطے لگانے کی کوشش کی گئی، اس بات کا خیال رہے کہ جو کام شعوری طور پر کسی مقصد کے تحت انجام دیا جاتا ہے، اسے ایک مرحلہ میں انجام نہیں دیا جاسکتا ہے بلکہ اس کام کو مرحلہ وار کیا جاتا ہے تب کہیں جا کر یہ کام اپنے انجام کو پہنچتا ہے اور اس کام کو کوئی ایک شخص ہی انجام نہیں دیتا ہے بلکہ اس کام کے انجام دینے کے لئے مختلف افراد اور مختلف اشخاص سامنے آتے ہیں تب کہیں یہ کام پورا ہوتا ہے، قرآن پاک میں اعراب لگانے کی صورت حال بھی کچھ اسی انداز کی ہے مگر اس کام کا سہرا اسی کے سر باندھا جاتا ہے جو اس کام کو شروع کرتا ہے، علامہ زبیدی نے اس پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”ولم تزل العرب العاربة فی جاهلییتها و صدر من اسلامها تبرع فی نطقها بالسجیتة و تتکلم علی السلیقیة حتی فتحت البلدان و مصرت الامصار و دونت الدواوین فاختلط العربی بالنبطی والنقی الحجازی بالفارسی و دخل الدین اخلاط الامم و سواقط البلدان فوقع الخلل فی الکلام و بدأ اللحن فی السنة العوام فکان اول من استدرک ذالک و حاول اصلاح فساده ”ابو الاسود ظالم بن عمرو الدؤلی فألف ابواب النحو ذکر فیها عوامل الرفع

*مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

والنصب والجر والجزم ودل علی الفاعل و المفعول والمضاف ...ثم فشأ اللحن بعد ذالک و کثر بقدر اختلاط الناس و کثرتهم و نسوء الذریة علی ما فسد من لفظهم فاقتفی اثر ابی الاسود الدؤلی فیما الفه جمله ممن اخذ عنه ففرعوا علی مااصله وبنوا علی مااسسه فوضعوا للعربیة قیاساً وتهجوا لها سبلاً حتی انتهیٰ ذالک الیٰ الخلیل بن احمد الفراهیدی ففتح ابواب النحو و مداطنابه واوضح علله وبلغ اقصی حدوده واتوعب فیه غایة مراده و کان فی علمه فذالا نظیر له و فرداً لا قرین معه ...ثم الف من بعده من اهل العلم فی النحو والغریب و اصلاح المنطق علی قدر الحاجة وبحسب الضرورة تحصینا للغتهم و اصلاحاً للمفسد من کلامهم الیٰ وضع ابو حاتم کتاباً اعتزی بها تقویم ما غیره اهل عصره من کلام العرب وسماها ”کتاب لحن العامة۔“ (لحن العامة۔الزبیدی ص ۵۹۔۶۰)

ترجمہ: خالص عربی لوگ دور جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں مہارت رکھتے تھے، عربی بول چال میں اپنی فطرت کے سبب اور کلام کرتے تھے نہایت ہی سلیقہ مندی کے ساتھ، یہاں تک کہ بہت سے علاقے فتح کئے گئے اور بہت سارے شہر بسائے گئے اور دفاتر ترتیب دئے گئے۔عربوں اور نبطیوں کا خلط ملط ہوا، اور خالص حجازی فارس کے لوگوں سے ملے جلے اور دین میں بہت سے گروہ داخل ہو گئے اور شہروں کے سردار وغیرہ بھی داخل اسلام ہو گئے، اس اختلاط و ملاقات کے سبب کلام میں خلل واقع ہوا...اور عوام کی زبانوں میں غلطیاں ہونے لگیں، سب سے پہلے جس شخص نے ان غلطیوں کا احساس کیا اور ان کی اصلاح کے بارے میں غور وخوض کیا وہ ”ابوالاسود ظالم بن عمر الدؤلی“ ہیں انہوں نے ”نحو“ کے ابواب کی تالیف کی اور رفع نصب نیز جر کے عوامل کا ذکر کیا اور فاعل مفعول اور مضاف کی جانب رہنمائی کی، پھر ان کے بعد عوام میں غلطیوں کا دائرہ بڑھتا رہا، جیسے جیسے لوگوں میں ختلاط بڑھتا رہا اور کثرت ہوتی رہی اور ان کی اولاد کی بھی کثرت ہوتی گئی جن کی زبان اور الفاظ و کلمات میں فساد واقع ہوا تھا، ابوالاسود کے شاگردوں میں جس نے تالیف کا کام شروع کیا اور کتابیں لکھیں، اس نے اپنے استاذ کے نقوش قدم کی اتباع کی اور انہیں کے اساسی اصولوں پر تفریع کرتے چلے گئے اور انہیں کی بنیاد پر اصلاح زبان و بیان کی عمارت تعمیر کرتے چلے گئے، انہیں کے شاگردوں نے نحوی قواعد وضع کئے اور عوامی زبان میں پائی جانے والی غلطیوں میں سدھار کے لئے راہیں ہموار کرتے رہے اور یہ سلسلہ مدت دراز تک چلتا رہا یہاں تک کہ ”خلیل بن احمد فراہیدی“ کا دور آیا، انہوں نے بھی ”علم نحو“ میں نئے امکانات اور نئی جہات کے دروازے کھول دیئے اور اس کے دائرے کو وسیع کر دیا اور اس کے اسباب وعلل کو ڈھونڈھ نکالنے میں کامیاب ہو گئے، یہاں تک کہ ان غلطیوں کی جڑ تک پہونچ گئے اور اپنے مقاصد (یعنی فساد کلام کی اصلاح) میں کامیاب ہو گئے، فراہیدی اپنے علم میں یگانہ اور اپنے زمانے میں تنہا تھے کوئی ان کا شریک نہیں۔

فراہیدی کے بعد بھی اہل علم نے نحو کے باب میں نامانوس الفاظ اور زبان و بیان کی اصلاح میں کتابیں لکھتے رہے، یعنی ضرورت وحاجت کے اعتبار سے تصنیف کرتے رہے اس کا مقصد زبان کی حفاضت عربوں کے کلام میں جو غلطیاں پائی جاتی تھیں ان میں سدھار لانا تھا، یہاں تک کہ ابوحاتم کا دور آیا انہوں نے ایک ایسی کتاب تالیف کی اس زمانے کے لوگوں میں جو خطائیں پائی جاتی تھیں ان کی اصلاح کر دی گئی اور اس کتاب کا نام ”لحن العامة“ رکھا گیا۔“

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل عرب نے اپنی زبان کی حفاظت کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، مگر اصلاح کا یہ پہلو کسی ایک جہت کے ساتھ مختص نہ تھا بلکہ اصلاح کی یہ کوشش مختلف جہتوں میں جاری رہی، اگر اس پر غور وفکر کیا جائے تو یہ

بات نہایت ہی آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ ان تمام غلطیوں کا مرکز ومحور اعراب اور نقطے ہی ہیں اور موضوع کا تعلق بھی اسی مرکز ومحور سے ہے، اگرچہ شروع شروع میں اعراب اور نقطے لگانا فرد واحد کا کام قرار دیا گیا لیکن بعد میں اس میں بھی عوامی دلچسپیوں نے شمولیت اختیار کرلی، وہی ایک نقطہ ہے اگر حرف کے اوپر لگا دیجئے تو وہ لفظ خدا ہوجائے اور اسی حرف کے نیچے چسپاں کر دیجئے تو جدا بن جائے، پیش کی جگہ زیر پڑھ دیجئے تو معنی کہیں سے کہاں پہنچ جائے اور اس پیش کو پیش ہی پڑھا جائے تو اس کا معنی اپنی صورت پر باقی رہ جائے، اس بارے میں ''علم نحو'' کا جو کردار ہے اور اس کی جو اہمیت ہے میں سمجھتا ہوں اس سے انکار وہی کرسکتا ہے جو فکر وشعور کی دولت سے عاری ہے اور جس کے پاس یہ دولت ہے وہ اپنے زمانے کا سکندر رہے۔

جہاں تک اعراب اور نقطے لگانے کی بات ہے اس میں بھی عہد بعہد ترقی ہوتی رہی ہے اور اس کام کے مکمل ہونے میں برسوں لگ گئے ہیں، کسی ایک دور کو سامنے رکھ کر اس کی مکمل توضیح نہیں جاسکتی ہے، ہاں اگر اس کے تمام ادوار کا کسی نہ کسی نوع سے تشریح کردی جائے تو اس پر سیر حاصل گفتگو کی جاسکتی ہے، بریلی شریف کے جناب معظم بیگ نے میرے پاس ایک سوال بھیجا جس میں انہوں نے سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ایک تحریر پُرتنویر، مفتی شریف الحق امجدی کے ایک فتویٰ کی عکسی تحریر اور مفتی منظور صاحب پورنوی کی کتاب ''مخزن معلومات'' کی عبارت نقل کرکے ارسال کیا تھا اور پھر اپنے چند شبہات کا بھی ذکر کیا تھا، جب میں نے اس تعلق سے مطالعہ کیا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کیوں نہ اس تعلق سے ایک مقالہ تحریر کردیا جائے تاکہ بیگ صاحب کے شکوک وشبہات کا ازالہ بھی ہوجائے اور ایک مقالہ بھی تیار ہوجائے، اس لئے میں نے قرآن مقدس میں اعراب اور نقطے لگانے کی اہمیت وافادیت کو دیکھتے ہوئے، میں نے اسے چار دور پر تقسیم کردیا اور وہ یہ ہے:

دور اوّل ☐ اعرابی اصول وقواعد کی تدوین وتشکیل۔

دور دوم ☐ اعراب بالنقط۔

دور سوم ☐ اعراب بالعلامۃ۔

دور چہارم ☐ رواج یافتہ اعراب۔

ذیل میں انہیں ادوار کے تناظر میں گفتگو کی جائے گی، اس تعلق سے جب میں نے کتابوں کا مطالعہ کیا تو کسی بھی کتاب میں ادوار کو بنیاد بنا کر بحث نہیں کی گئی ہے بلکہ صرف روایتوں کی بنیاد پر گفتگو کی گئی ہے لیکن میں نے، اپنے مقالے میں لوگوں کی سہولت کے پیش نظر اس کار عظیم کو ادوار میں بانٹ دیا ہے۔

دور اوّل... اعرابی اصول وقواعد (یعنی علم نحو کی تدوین)

قرآن شریف میں اعراب لگانے کے تعلق سے تاریخ و تفسیر میں مختلف روایتیں آئی ہیں، مگر اس بات کا خیال رہے کہ کوئی بھی کام اچانک وجود میں نہیں آتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ ہی وجود میں آتا ہے اور مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد ہی اس میں ارتقائی صورت نمایاں ہوتی ہے جو پھر بعد میں جا کر عوام وخواص کے مابین رواج پاتا ہے، یہی کچھ اعراب اور نقطوں کے ساتھ ہوا، اہل عرب جن کی مادری زبان عربی تھی انہیں قرآن پاک کی تلاوت کے لئے اور صحیح پڑھنے کے لئے نہ اعراب کی ضرورت تھی اور نہ ہی کسی نقطہ کی، خود ان کے اندر صحیح تلاوت کرنے کی فطری صلاحیت پائی جاتی تھی، مگر جب اسلام عرب کی دنیا سے نکل کر عجم کے علاقوں میں پہونچا اور عجم کے لوگوں کے سامنے قرآن مقدس آیا، چونکہ یہ اہل عجم تھے اور عربی زبان وادب سے نابلد تھے اور قرآن مقدس کو صحیح طور پر پڑھنے کی ان میں فطری صلاحیت نہیں پائی جاتی تھی، اس لئے کہیں نہ کہیں وہ پڑھنے میں غلطی کرجاتے تھے، مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عجمی کو پڑھتے ہوئے سنا (ان اللہ بری ء من المشرکین و رسولِه) ترجمہ: بیشک اللہ مشرکین اور اپنے رسول سے بیزار ہے) کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہوجائے؟ نہیں ہرگز نہیں! مگر پڑھنے والے عجمی نے جس طرح سے آیت پڑھی اس کا ترجمہ یہی ہے جو میں نے اوپر بیان کیا، اس غلط مفہوم کا ذمہ دار یہ ہے کہ اس نے (رسوله) کے لام کو زیر کے ساتھ پڑھ دیا حالانکہ لام پر زیر نہیں بلکہ پیش ہے اور جب لام کو پیش

اسلامیات

کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا ترجمہ ہوگا ’’بیشک اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہے‘‘ ذرا سوچیۓ! پیش کی جگہ زیر پڑھنے سے مذکورہ آیت پاک کا ترجمہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا؟ اور اس غلط مفہوم کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر کیا کچھ نہ گزرا ہوگا؟

اس پر غور کیجئے اور قوت احساس کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کیجئے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جب دیکھا کہ قرآن مقدس کے پڑھنے میں اعراب کی غلطیاں ہو رہی ہیں تو اپنے شاگرد رشید حضرت ابوالاسود سے ارشاد فرمایا: کچھ ایسا کرو کہ لوگ اعراب میں غلطی نہ کریں، یہ غلطی صرف عجمی لوگوں میں ہی نہیں پائی جاتی تھی بلکہ اہل عرب میں سے وہ بھی کر رہے تھے جو عجمیوں کی صحبت میں رہا کرتے تھے، اس بات کو لے کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس قدر متفکر رہا کرتے تھے، اس بات کا اندازہ درج ذیل عبارت سے لگایا جاسکتا ہے:

’’عن ابی الاسود قال:دخلتُ علیٰ علی، فرأیته مطرقاًفقلتُ فیم تتفکریاامیرالمؤمنین ؟قال : سمعت ببلدکم لحناً فاردتُ ان اضع کتاباً فی اصول العربیة فقلت ان فعلت هٰذا احییتنا فاتیته بعدایام فالقی الی صحیفة فیها . . . الکلام کله اسم وفعل وحرف . . . فالاسم ما انبأ عن المسمیٰ و الفعل ما انبأ عن حرکة المسمی والحرف ما انبأ عن معنی لیس باسم ولا فعل ثم قال لی فزده وتتبعه فجمعت اشیاء ثم عرضتها علیه۔‘‘ (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۸۴) ترجمہ: حضرت ابوالاسود الدویلی سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں حضرت علی کے پاس گیا تو میں نے انہیں متفکر پایا عرض کیا: کیا فکر کر رہے ہیں اے امیر المومنین؟ انہوں نے فرمایا: میں تمہارے شہر میں اعراب کی غلطیاں سن رہا ہوں، میں چاہتا ہوں اصول عربی میں ایک کتاب لکھ دوں، میں نے کہا: اگر آپ نے ایسا کر دیا تو گویا آپ نے ہمیں زندہ کر دیا، پھر میں چند دنوں کے بعد ان کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے ایک صحیفہ دیا، جس میں لکھا ہوا تھا، کلام کل کا کل اسم ہے فعل ہے اور حرف ہے، اسم وہ ہے جو ذات کی خبر دیتا ہے، فعل وہ ہے جو ذات کے کسی کام یا حرکت کی خبر دیتا ہے اور حرف ایک ایسے معنیٰ کی خبر دیتا ہے جو نہ اسم ہوتا ہے اور نہ ہی فعل ہوتا ہے، اس کے بعد حضرت علی نے مجھ سے فرمایا: اس میں مزید اضافہ کرو اور جو میں نے لکھ دیا ہے اس کی اتباع کرو۔

حضرت ابوالاسود نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی بجا آوری میں دلچسپی سے کام لیا اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر آگے کام کرتے رہے اور قواعد عربیہ کی ترتیب دیتے رہے، فاعل، مفعول، رفع، نصب، جر اور جزم کے ابوب کا اضافہ کرتے رہے، اس کے علاوہ ابوالاسود نے اور بھی بابوں کا اضافہ کیا، ان ابواب میں یہ درج ذیل ابواب ہیں جنہیں ابوالاسود نے پہلی بار پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

’’قال :محمد بن سلام الجمعی‘‘ابو السود هو اول من وضع باب الفاعل والمفعول،والمضاف و حرف الرفع والنصب والجزم (ناخوذ از :سیر الاعلام النبلاء) یعنی محمد بن سلام الجمعی نے فرمایا: ابوالاسود وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے فاعل، مفعول، مضاف، حرف رفع، نصب اور جزم کے ابواب کا اضافہ کیا۔

ان کی یہ کوشش کہاں تک کامیاب ہوئی؟ اور کیا یہ ابواب اپنے آپ میں کسی افادیت کے حامل ہیں یا نہیں؟ اس بات کو جاننے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنی پیش رفت کو ان کے سامنے پیش کیا آپ نے اسے غور سے دیکھا اور اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر آپ کے رخِ زیبا پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور فرط مسرت میں ارشاد فرمایا:

’’قال: فاراه الاسود ما وضع فقال علی ما احسن النحو الذی نحوت فمن ثَم سمی النحو نحواً (حوالۂ سابق) ترجمہ: محمد بن سلام نے کہا: جب ابوالاسود

نے اپنی پیش رفت کو دکھایا تو حضرت علی نے ارشاد فرمایا: واہ کیا خوب ہے؟ وہ گوشہ جسے تم نے نکالا ہے، حضرت علی کے ارشاد میں لفظ ''نحو'' کا استعمال ہوا ہے اسی لئے اس علم اور فن کا نام بھی ''نحو'' رکھ دیا گیا۔

ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ خدشہ ظاہر ہو جائے کہ بات چل رہی تھی قرآن مقدس میں اعراب اور نقطے لگانے کی اور بات چھڑ گئی علم نحو کی، آخر ایسا کیوں؟ مقالہ کا جو عنوان ہے اسی پر بات کی جاتی، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کام کوئی بھی ہو اور خاص طور پر جب علمی کام ہو تو اس کو منظم انداز میں انجام دینا چاہئے کیونکہ علمی کام کوئی چلتا پھرتا کام نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا رشتہ جس قدر حال سے جڑا ہوتا ہے، اس سے کہیں زیادہ اس کا رشتہ مستقبل سے مضبوط ہوا کرتا ہے اس لئے کسی کام کو انجام دینے سے پہلے کچھ اصول اور کچھ قواعد ہونے چاہئے تاکہ کام میں استحکام کی کیفیت نمایاں ہو جائے اور آگے چل کر بھی اس کی افادیت میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہو، اسی لئے حضرت ابوالاسود نے اعراب اور نقطے لگانے سے پہلے اصول عربیہ پر مشتمل قواعد مرتب کرنے پر دھیان دیا اور ''علم نحو'' کہا ہی اسے جاتا ہے جس سے اواخر کلمہ کے احوال یعنی حرکات وسکنات جانے جاتے ہیں، اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ ''علم نحو'' کا اعراب سے بڑا گہرا رشتہ ہوا کرتا ہے کہ اس کے بغیر کوئی عجمی صحیح ڈھنگ سے کوئی عبارت پڑھ ہی نہیں سکتا ہے، حضرت ابوالاسود نے جہاں قواعد مرتب کئے وہیں انہوں نے درس وتدریس کا بھی سلسلہ شروع کیا اور آپ کی درس گاہ میں ایسی ایسی نامور شخصیتیں ہوا کرتی تھیں جنہوں نے آگے چل کر بہت ہی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، انہیں میں ''نصر بن عاصم اور یحی بن یعمر'' بھی ہیں، دور اوّل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت سے شروع ہوتا ہے اور عبد الملک بن مروان کے بادشاہ بنتے ہی اس کا اختتام ہو جاتا ہے، تاریخ سے ثابت ہے کہ عبد الملک بن مروان ۶۶ ھ میں بادشاہ ہوا، اس دور میں جس قدر اصول وقواعد مرتب ہوئے قرآن پاک میں اعراب لگانے کے لئے کافی تھے، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں نکالا جاسکتا ہے کہ اب تدوین وتشکیل کا دور ختم ہو گیا بلکہ میرا ماننا ہے جس قدر ضرورت تھی وہ ضرورت پوری ہوگئی۔

اب رہی ''علم نحو'' کا فن کی صورت میں آنا تو اس کا سلسلہ چلتا رہا ہے اور اب تک چل رہا ہے، کیونکہ علم اور فن اور اس کا ارتقا کہیں رکتا نہیں ہے بلکہ اس کا سفر خراماں خراماں جاری رہا کرتا ہے، قرآن مقدس میں اعراب اور نقطے لگانے کا یہ دور صرف دور ہی نہیں ہے بلکہ یہ اساسی دور ہے، کوئی بھی محقق اور کوئی بھی دانشور اپنی عمر کے کسی بھی حصہ میں نظر انداز نہیں کرسکتا ہے، دور اوّل کی حیثیت گھر کی بنیاد کی مانند ہوا کرتی ہے، جس طرح بنیاد، دیواریں بنتی ہیں چھتیں پڑتی ہیں اور ایک بلند بالا عمارت کھڑی کی جاتی ہے یہی کچھ معاملہ دور اول کا ہے، اس کے بعد جو بھی دور آئے اس کی حیثیت دیوار کی ہوگی یا چھت کی یا پھر بلند عمارت کی، اس معاملہ میں آپ آزاد ہیں کہ آپ دور اول کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں؟ مگر اس بات کا خیال رہے کہ دور اول رشتہ جوڑنا ہے توڑنا نہیں، دور اوّل کی عمر بھی کافی طویل ہے اس نے نہ جانے کتنے نشیب وفراز کو دیکھا ہوگا، اس بات کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو تاریخ کے مطالعہ کرنے کا ذوق رکھتا ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال پاک ۴۰ھ کو ہوتا ہے، آپ کے وصال سے جہاں اوروں کو غم ہوا وہیں ابوالاسود بھی غم زدہ ہوئے انہوں نے اپنے اشعار میں حزنیہ کیفیات کا اظہار کیا ہے۔

دور اوّل کی شروعات حضرت علی کے وصال سے نہیں ہوتی ہے بلکہ برسوں پہلے سے ہوتی ہے چلئے دس سال سے لیتے ہیں اور ۶۶ ھ ہجری تک یہ دور چلتا ہے اس اعتبار سے دور اوّل (۱۰+۲۶=۳۶) تقریباً ۳۶ رسال پر مشتمل ہوتا ہے، اس دوران نہ جانے حضرت ابوالاسود دؤیلی کے کتنے تجربات ہوئے ہوں گے اور انہوں نے کثیر تعداد میں مشاہدے بھی کئے ہوں گے انہیں تجربات ومشاہدات کے تناظر میں عربی اصول وقواعد بھی ترتیب دیئے ہوں گے، قرین قیاس یہ ہے قرآن مقدس میں اعراب اور نقطے لگانے کے لئے جس قدر قواعد کی ضرورت ہوتی ہے، ان سب قواعد کو حضرت والا نے ترتیب بقیہ ص ۸ ر پر

اسلامیات

از: عمران ظہور غازی

قصیدہ! شہنشاہ دو جہاں کا

اسلامیات

مصر کے ایک مشہور بزرگ حضرت شیخ شرف الدین بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے ہیں، انہوں نے ایک غریب گھرانے میں آنکھ کھلی، جیسا کہ والدین بچوں کو سکولوں مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجتے ہیں اسی طرح بوصیری کو بھی والدین نے مدرسے بھیجنا شروع کیا اور جلد ہی آپ نے قرآن پاک حفظ کرلیا اس کے بعد آپ کے والد صاحب کی خواہش تھی کہ اب آپ کچھ کام کاج کریں تا کہ گھر سے غربت کا خاتمہ ہو جبکہ بوصیری ابھی مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے، وہ ایک زیادہ روشن مستقبل چاہتے تھے، گھر میں باپ بیٹے کے درمیان کھینچا تانی شروع ہوگئی، آخر کار بوصیری نے اپنی والدہ کو اپنے ساتھ ملا کے والد سے مزید پڑھنے کی اجازت لے لی۔

اس کے بعد آپ نے تجوید، فقہ اور باقی ضروری مضامین کو پڑھا اور بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا، اس وقت تک آپ ایک دنیا دار شخص تھے اور مادی کامیابیوں کو ہی ترجیح دیتے تھے آپ غربت سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے، شاعری کا وصف آپ کو اللہ کی طرف سے ودیعت کیا گیا تھا، اب آپ بادشاہوں کی شان میں قصیدے بھی لکھتے تھے اور نئے شعراء کی اصلاح بھی کیا کرتے تھے۔ درس و تدریس سے بھی منسلک تھے، ایک دن آپ گھر سے باہر کہیں جا رہے تھے جب ایک شخص نے آپ کو روک کے آپ سے پوچھا، کبھی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی زیارت ہوئی؟

اس شخص کا یہ سوال کرنا امام بوصیری کی زندگی کو بدلنے کا سبب بن گیا، اب امام بوصیری نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ شروع کر دیا، آپ جوں جوں مطالعہ کرتے جا رہے تھے، آپ کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھتی جا رہی تھی، جوں جوں وقت گزر رہا تھا آپ کے دل میں نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق کی تڑپ بڑھتی جا رہی تھی۔

اسی دوران میں انہیں فالج کا حملہ ہوا اور یہ صاحب فراش ہو گئے، اسی حالت میں پندرہ سال گزر گئے، وہ بادشاہ جن کے قصیدے امام بوصیری لکھتے تھے انہوں نے پلٹ کے نہ پوچھا، آپ بہت دل گرفتگی کے عالم میں ایک رات لیٹے ہوئے تھے، جب آپ نے سوچا کہ زندگی بھر دنیا کے بادشاہوں کے قصیدے لکھے آج کیوں نہ ان کا قصیدہ لکھوں جن کے سامنے ان بادشاہوں کی کوئی اوقات نہیں، جب ٹوٹے ہوئے دل سے، سچی محبت کے ساتھ الفاظ نکلے تو وہ اس بارگاہ میں مقبول ہوگئے جس کے بعد وہ الفاظ امر ہو گئے۔

اس سے پہلے بھی امام بوصیری نے عرب کے صحراؤں پہ، صحراؤں کے خیموں پہ اور خوش جمال چہروں پہ شاعری لکھی، لیکن اس رات وہ اس بدرالدجی، شمس الضحیٰ کی شان بیان کر رہے تھے جن کی خاطر رب نے اس دنیا اور اسکی ہر چیز کو تخلیق فرمایا، میرا ایمان یہ ہے کہ یہ کلام بھی رب کی ہی دین ہے اور وہی رب ہی اسے انسان پہ اتارتا ہے، جب آپ قصیدہ لکھ چکے تو آپ نے قلم دوات رکھی اور سو گئے، اسی رات آپ نے خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں ہیں اور فرمایا کہ:

اٹھ بوصیری! امام بوصیری نے کہا: میں ہزار جانوں سے قربان لیکن کیسے اٹھوں، کیونکہ وہ فالج زدہ تھے اور اٹھنے سے قاصر تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست شفقت ان کے جسم پہ پھیرا اور فرمایا: اٹھ اور مجھے وہ سنا جو تو نے لکھا، امام بوصیری اٹھ بیٹھے اور جھوم جھوم کے سنا رہے، مولا یا صلی وسلم دائما

ابًا دا۔ اے اللہ! آپ دائمی اور ابدی سلامتی بھیجئے اپنے محبوب پہ میری آنکھیں آپ کی یاد میں آنسو بہا رہی ہیں اور رواں دواں ہیں، مدینہ پاک سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے، اندھیری رات میں بجلی چمک رہی ہے، میرے عشق کا تذکرہ لوگوں تک پہنچ چکا ہے، اب میرا رازِ محبت بھی نہیں چھپ سکتا اور نہ ہی میرا مرض ختم ہوگا، تیری محبت کی، میرے آنسو اور میری بیماری گواہی دے رہے ہیں۔

میں اپنے عشق کو کیسے چھپا سکتا ہوں، اے دل! اگر تو حضور (ﷺ) کا عاشق نہیں تو مکہ کو دیکھ کے آنسو کیوں بہاتا ہے، کیا محبت میں رونے والا عاشق خیال کرتا ہے کہ بہتے آنسوؤں اور سوختہ دل کی آڑ میں محبت کا راز چھپا پائے گا، تیری آنکھوں کو کیا ہوا ہے کہ تو انہیں آنسو روکنے کے لئے کہتا ہے اور یہ بہائے جا رہی ہیں، تیرے دل کو کیا ہو گیا ہے کہ سنبھلنے کی بجائے مزید غم ناک ہو رہا ہے، جب رات مجھے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خیال آیا تو میں رات بھر جاگتا رہا، دردِ محبت نے میرے چہرے پہ آنسو اور رخساروں پہ زردی پیدا کر دی ہے۔

اے غریبوں کا خیال رکھنے والے، اے دل گیروں کی دل جوئی کرنے والے، اے مظلوموں کا ہاتھ پکڑنے والے، اے سچ کہنے والے، سے گناہگاروں کا پردہ رکھنے والے، اے ازل کا نور، اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے منہ میں آپ کے دانت ایسے ہیں جیسے سیپ کے اندر قیمتی موتی، اے اللہ آپ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ ابدی اور دائمی سلامتی نازل فرمائیں۔

اب امام بوصیری جھوم جھوم کے پڑھ رہے ہیں اور محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی محبت کو قبول فرماتے ہوئے ان کے ساتھ سن رہے ہیں، جب قصیدہ ختم ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے خوش ہوے کہ انہوں نے اپنی چادر (بردہ) اتار کے انہیں مرحمت فرمائی، اس کے ساتھ ہی ان کی آنکھ کھل گئی، دیکھا تو چادر ان کے پاس ہی رکھی ہوئی تھی، وقت دیکھا تو تہجد کا وقت تھا، امام بوصیری پندرہ سال کے بعد ہشاش بشاش صحت مند اٹھے، فالج کا کہیں دور دور تک نام ونشان بھی نہیں تھا وضو کیا اور مسجد کا رخ کیا کہ تہجد ادا کریں۔

گھر سے نکلے تو ایک فقیر نے آواز لگائی، ہمیں بھی تو سناؤ وہ قصیدہ، امام بوصیری نے تجاہل عارفانہ سے کہا، کون سا؟ وہی جس کے بدلے یہ بردہ بھی ملا، مجذوب نے چادر کی طرف اشارہ کیا اور آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

اس قصیدے میں 100 سے اوپر اشعار ہیں اور کسی شعر میں لفظ ''بردہ'' استعمال نہیں ہوا، لیکن جو چادر آپ کو دی گئی، اس کی مناسبت سے اس کا نام ''قصیدہ بردہ'' شریف زباں زد خاص و عام ہوا، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو شرف قبولیت سے نوازا تو آج تک اس کا ورد جاری ہے۔ ع

مولا یا صل وسلم دائما ابدا

□□□

ص ۵۷ ر کا بقیہ...

جن پر ہمیشہ روئے گی باغِ جہاں کی آنکھ
ایسے گلوں کو لے کے اٹھا دو ہزار بیس

بے چین ومضطرب ہے گلستانِ زندگی
کر کے چلا ہے حشر بپا دو ہزار بیس

موضوعِ گفتگو رہے اموات وحادثات
جیسے ہوا کے دیارِ عزا دو ہزار بیس

اُن سارے حق پرستوں پہ فضل خدا رہے
جن کو بھی ساتھ لے کے گیا دو ہزار بیس

یارب سبھی کے نور کا نعم البدل ملے
جتنے دیئے بجھا کے چلا دو ہزار بیس

دیتے ہیں یہ حوادث وآفات بھی سبق
ہے اک نقیب صبر ورضا دو ہزار بیس

اللہ پر یقین، سبھی مشکلوں کا حل
ہم کو یہ درس دے کے گیا دو ہزار بیس

چشمِ جہاں سے پوچھا کہ ہے غم کا سال کون
گر کر یہ آنسوؤں نے کہا، دو ہزار بیس

جب جب چلے گی زندگی سوختہ کی بات
یاد آئے گا فریدی سدا دو ہزار بیس

اسلامیات

تیرہویں اور آخری قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ایمان، کفر اور تکفیر

گزشتہ سے پیوستہ

آگے مضمون نگار رقم طراز ہے کہ: لوگوں کو اس اصول سے آگاہی ہونی چاہئے کہ ایذا کو سمجھنے کے لیے اس کے پیچھے موجود نیت کو ضرور ملحوظ رکھے۔ [ص ۱۳]

اس تمہید کا دیوبندیوں کو کیا فائدہ؟ کہ گفتگو صریح متعین میں ہے، خود اس پر اس کے اگلے پچھلے اقرار شاہد ہیں اور بار ہا وہ خود دیوبندیوں کی ان عبارتوں کو بغیر کسی شبہے کے کھلی گستاخی کہہ چکا اور اس مضمون کا بار ہا اعادہ کیا تو جو فعل یا قول اہانت و ایذا میں صریح نہ ہو اور دلالت حال سے یہ معلوم ہو کہ قصد اہانت کا یا ایذا کا نہیں، اس محتمل پر اس صریح متعین کو کیسے قیاس کرتا ہے خود صفحہ ۲۸ پر یہ کہہ چکا کہ شاید ہی کوئی مسلمان اپنے باپ کے لیے یہ گوارا کرے۔

اب اس جگہ اپنا یہ خط کشیدہ جملہ کہ" مندرجہ بالا آیت سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دینا اللہ اور رسول کی مخالفت ہے جو بلا شبہ کفر ہے۔" [ص ۱۳]

دیوبندیوں کے معاملہ میں کیوں بھلاتا ہے اور اپنے اقرار کے باوجود یہ کیوں کہتا ہے" مگر یہ کفر کے زمرے میں نہیں آتا" کیا ایسی بات جو کوئی مسلمان اپنے باپ کے لیے گوارا نہیں کرتا، رسول اللہ کے لیے موجب ایذا نہیں؟ ضرور ہے اور خود اسی کے اقرار سے کہ رسول اللہ کو ایذا دینا اللہ ورسول کی مخالفت ہے جو بلا شبہ کفر ہے اب اس اقرار کو جھٹلائے یا مقرر رکھے؟ کیا خود اسی کے اقرار سے دیوبندیوں کا کفر مسجل اور مؤکد نہ ہو گیا؟ اور خود اس کا وہ بول جو یوں بولے گا کہ مغالطہ اہانت بالقصد کا مطلب ان معاملات میں یہ ہے کہ ایسے مقدمات میں بغیر حتمی ثبوت کے کسی عمل یا اظہار خیال کو قصدا اہانت خدا یا رسول جان کر کفر قرار دے دیا گیا۔

ہم بار بار بتا چکے کہ دیوبندیوں کی عبارتیں کفری معنی میں صریح متعین ہیں اور قصد و بلا قصد کا فیصلہ ہو چکا اور اس پر خود مضمون نگار کے شواہد گزر چکے اور بار ہا یہ بھی گزر چکا کہ دیوبندیوں کے کفر کا ثبوت خود مضمون نگار دے چکا اب مغالطہ کا الزام کس کے سر ہے؟ اور یہ الزام کہ بغیر حتمی ثبوت کے کسی عمل یا اظہار خیال کو قصدا اہانت خدا یا رسول جان کر کفر قرار دے دیا گیا، اسی پر منطبق ہے یا یہ ہوائی بات ہے؟ اور جب یہ کسی پر منطبق نہیں تو یہ بری کو الزام دینا اور مجرم کو بری کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر مغالطہ کار مضمون نگار نہیں دوسرے ہیں؟

آخر میں میں یہاں یہ چاہتا ہوں کہ اس طویل بحث کو امام قاضی عیاض کی کتاب مستطاب شفا کے ایک جامع بیان کو پیش کر کے انتہا تک پہنچاؤں تا کہ اس مفصل بحث کا خلاصہ ہو اور دیوبندیوں اور وہابیوں کا کفر او وجوہ سے بھی آشکار ہو، اس سے پہلے کہ میں شفا کی بعینہ عربی عبارت پیش کروں میں یہاں جو امام موصوف نے شفا میں فرمایا اختصار کے ساتھ اس کو واضح کرتا ہو، قاضی عیاض نے شفا میں فرمایا:

”و كذلك من ادعى نبوة أحد مع نبينا صلى الله عليه و سلم أو بعده ، كالعيسوية من اليهود القائلين بتخصيص رسالته إلى العرب، و كالخرمية القائلين بتواتر الرسل وكأكثر الرافضة القائلين بمشاركة علي في الرسالة للنبي صلى الله عليه و سلم و بعده. (إلى أن قال) أو من ادعى النبوة لنفسه. (إلى أن قال) فهؤلاء كلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله عليه و سلم ، لأنه أخبر

صلی الله علیه و سلم أنه خاتم النبیین، لا نبی بعده و أخبر عن الله تعالی أنه خاتم النبیین، و أنه أرسل کافة للناس.

وأجمعت الأمة علی حمل هذا الکلام علی ظاهره، و أن مفهومه المراد منه دون تأویل ولا تخصیص، فلا شك فی کفر هؤلاء الطوائف کلها قطعاً إجماعاً و سمعاً. (إلی أن قال) و کذلك نقطع بتکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل به إلی تضلیل الأمة. (إلی أن قال) و کذلك نقطع بتکفیر کل من کذب و أنکر قاعدة من قواعد الشرع. (إلی أن قال) فأما من أنکر الإجماع المجرد الذی لیس طریقه النقل المتواتر عن الشارع فأکثر المتکلمین من الفقهاء و النظار فی هذا الباب قالوا بتکفیر کل من خالف الإجماع الصحیح الجامع لشروط الإجماع المتفق علیه عموماً وحجتهم قوله تعالی: ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا [سورۃ النساء/4، الآیۃ115]

و قوله صلی الله علیه و سلم :من خالف الجماعة قید شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے وصف سے موصوف کرنا جو حقیقت میں ان کا وصف نہیں علما نے اس کو کفر فرمایا ہے، میں کہتا ہوں کہ دیوبندی اور وہابی دونوں نے اسی جرم کا ارتکاب کیا ہے، اس لئے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا کہ انہیں غیب کی خبر نہیں اور دیوبندی کفر اور اہانت میں وہابیوں سے بڑھ گئے، اس لیے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو معمولی انسانوں، پاگلوں، بچوں، جانوروں اور چوپایوں سے تشبیہ دی، اسی پر بس نہیں، اس کے ساتھ دیوبندیوں نے شیطان اور ملک الموت کے لیے علم وسیع مانا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم غیب کی مطلق نفی کی اور حضور کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک قرار دیا، اسی طرح دیوبندیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا، اس لیے کہ انہوں نے مختلف انداز میں ختم نبوت کی نفی کی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، اسی اثنا میں دیوبندیوں نے سارے انبیا کی نبوت کو رد کر دیا جیسا کہ "تحذیر الناس" میں نانوتوی کی عبارت سے ظاہر ہے، میں نانوتوی کے بارے میں ایک بار پھر گفتگو کر رہا ہوں اس لیے کہ مضمون نگار نانوتوی کے بارے میں کم بولا اور آخر تک گفتگو کو دیوبندیوں کے دیگر پیشواؤں پر مرکوز کیا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ یہاں ایک جامع بیان پیش کروں جو مجموعی طور پر تمام دیوبندیوں کا حکم اور خصوصاً نانوتوی کا حکم ظاہر کرے۔

اب میں توضیح کو جاری رکھتا ہوں چنانچہ امام موصوف نے فرمایا: اور یونہی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یا ان کے بعد کسی کی نبوت کا دعوی کرے، جیسے کہ یہودیوں میں عیسویہ جو اس کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاص اہل عرب کے رسول ہیں، اور جیسے خرمیہ جو پے در پے رسولوں کے آنے کے قائل ہیں اور جیسے اکثر رافضی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شریک مانتے ہیں یا سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد ان کو رسول جانتے ہیں [اِلیٰ اَن قال] یا جو اپنے لیے نبوت کا دعوی کرے۔ [اِلیٰ اَن قال] تو یہ سب کافر، نبی علیہ الصلاہ والسلام کو جھٹلانے والے ہیں، اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ آخر الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی یہ خبر دی کہ اس نے انہیں خاتم النبیین فرمایا اور یہ کہ وہ رہتی دنیا تک سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور امت نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر رکھا جائے گا اور اس کا مفہوم جو اس سے مراد لیا گیا اس میں کوئی تاویل اور کوئی تخصیص نہیں، تو ان تمام گروہوں کے کفر میں کوئی شک نہیں ان کا کفر قطعی اجماعی دلیل نقلی سے ثابت ہے [الیٰ اَن قال] یونہی ہم ہر اس شخص کی تکفیر پر یقین کرتے ہیں جو ایسی بات کہے جس سے وہ تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی غرض تک پہنچنا چاہتا ہے، [الیٰ اَن قال]

یونہی ہم اس کے کافر ہونے کا یقین کرتے ہیں جو شرعی قاعدوں میں سے کسی قاعدہ کو جھٹلائے [اِلی اَن قال] اب رہا، وہ جو تنہا ایسے اجماع کا انکار کرے جو شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے متواتر نقل کے طریقے پر نہ ہو۔

فقہا اور اہل نظر میں سے اکثر متکلمین کا اس باب میں قول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کہ اس اجماع صحیح کا مخالف ہو جو شرائط اجماع کا جامع ہو اور عموماً اس کی صحت اور استجماع شرائط پر اتفاق ہو، اور ان کی دلیل اللہ تبارک وتعالی کا یہ قول ہے: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی اور جو اس رسول کی مخالفت کرے ہدایت کے روشن ہونے کے بعد اور مسلمانوں کے راستے سے جدا راہ کی پیروی کرے ہم اسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور کیا ہی برا انجام۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ جو بالشت بھر جماعت مسلمین سے جدا ہوا تو اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا، شفائے قاضی عیاض کے شارح امام خفاجی نے ان کے لفظ "کالعیسویہ" کی شرح میں فرمایا: **ھم طائفہ من الیھود نسبوا العیسی بن اسحاق بن یعقوب الاصبھانی الیھودی وکان من مذھبہ تجویز حدوث النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔**

یہ یہودیوں کا ایک گروہ ہے جو ایک یہودی عیسیٰ بن اسحاق بن یعقوب اصفہانی یہودی سے منسوب ہے، جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نئے نبی کا آنا جائز جانتا تھا۔ [یہی نانوتوی کا نظریہ ہے]

ایک نظر اس خط کشیدہ فقرہ پر ڈالو اور سوچو کہ اس کا مصداق وہابیوں اور دیوبندیوں کے علاوہ کون ہے؟ جو اپنے آپ کو صحیح مسلمان سمجھتے ہیں اور ساری امت کو کافر جانتے ہیں، جس طرح شفا کی عبارت کے تذکرے میں کچھ اس بات کو دہرانا تھا جو پہلے ذکر ہو چکی، بیک وقت شفا کی عبارت میں یہ بھی بتایا کہ یہ امر ہلکا لینے کے قابل نہیں کہ ان امور کو رد کیا جائے جن کو تمام امت نے بالاتفاق قبول کیا، جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم ولادت پر جشن منانا یا بدعت کی تعریف یا ان لوگوں کی روحوں کو ایصال ثواب پہنچانے کے لیے جو اس دنیا سے رخصت ہو گئے خاص ایام مختص کرنا اور مسئلہ حاضر وناضر وغیرہ۔

اس کے بارے میں کیا کہا جائے کہ ان باتوں کے سبب تمام اہل سنت کو شرک کا الزام دیا جائے مگر مضمون نگار نے معاملے کو یکسر الٹ دیا اس لیے کہ اس نے اتفاقی کو اختلافی بنا دیا، اسی لیے اس نے امام غزالی کا بیان بے محل دیوبندیوں کو چھوٹ دینے کے لیے پیش کیا، جیسا کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ اجماع کو رد کرنے کی ایک کوشش ہے اور یہ صرف اجماع کو رد کرنا نہیں یہ بات قرآن وحدیث کے انکار کی طرف بھی لے جاتی ہے جن سے اجماع ثابت ہے، اتفاقی امر میں اختلاف کو صحیح قرار دینے کے لیے اس بہانے سے اگر تم رد اجماع کا دروازہ کھولو پھر تو اجماع محفوظ نہ رہے گا، بالفاظ دیگر اجماع ہی نہ ہوگا، تھوڑی دیر کے لیے غلط طور پر یہ فرض کر لو کہ یہ معاملہ اتنا اہم نہیں جیسا کہ مضمون نگار کہتا ہے: "ان چھ سوالات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی خالصہ عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے۔"

مگر مضمون نگار کے قول کی روشنی میں یہ بہت واضح ہے کہ تمام مسلمانوں کو اس وجہ سے شرک اور گمراہی کی تہمت لگانا بے بنیاد ہے، تو مضمون نگار کو یہاں پر وہی حدیث کیوں نہیں یاد آتی جو اس نے ص ۷ر پر درج کی کہ: جو کسی مسلمان کو کافر کہے۔ الخ

مزید برآں اگر یہ معاملہ اتنا ہی ہلکا تھا جیسا کہ مضمون نگار لوگوں کو یہ کہہ کر سمجھانا چاہتا ہے کہ "ان میں سے کوئی بھی عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے" ابن تیمیہ پر زیارت [روضہ رسول] کو حرام قرار دینے کی وجہ سے اور اسی طرح بہت سے اجماعی مسائل کا انکار کرنے کی وجہ سے کفر اور گمراہی کا الزام نہ لگتا۔

دیکھو امام ابن حجر کی جوہر منظم، فتاویٰ

بقیہ ص۸ر پر

از: مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی*

سقوط اندلس کے اسباب و علل

احوال قوم و ملت

ایک ارب سے زائد تعداد میں زندہ رہنے والی قوم مسلم آج جس پریشانی اور زبوں حالی کا شکار ہے، اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا، آئے دن نت نئے فتنے اور قسم قسم کے فسادات وحادثات کے مصائب، قوم مسلم کا نصیبہ بن چکے ہیں، عالمی پیمانے پر مسلمانوں کی نسل کشی کا منصوبہ بروئے کار لانے کی تیاری کی جا رہی ہے، حکومت سے لے کر بین الاقوامی ادارے اور جوڈیشری تک سبھی مسلمانوں کو کاٹ کھانے کی تیاری کر رہے ہیں اور جگ ہنسائی کے ڈر سے گاہے بگاہے گھڑیالی آنسو بھی بہانے سے گریز نہیں کرتے، مسلمانوں کی عزت و وقار، حکومت و شوکت، عظمت و رفعت، عصمت و آبرو، جان و مال کا تحفظ گویا کہ تمام قومی و مذہبی تشخصات، درس گاہیں، مساجد و مزارات خطرے میں ہیں، آج مسلمانوں سے ہندوستانی ہونے کا ثبوت مانگا جا رہا ہے اور مسلمان روز بروز ہلاکت و بربادی کا سامنا کرتے ہوئے زندگی کے تلخ گھونٹ پینے پر مجبور ہیں۔

ادھر نصف صدی میں تمام غیر مسلم قوموں (عیسائی، یہودی، مجوسی، ہندو، بدھ، جین، پارسی) نے پوری دنیا میں جس قدر عروج وارتقا کی بلندیوں کو طے کیا ہے اور کامیابیوں کا حصول کیا ہے، اُتنا ہی مسلمان قوم ذلت وحقارت اور پسماندگی کے قعر مذلت میں گرتی چلی گئی ہے اور قتل وغارت گری تو جیسے اس کے پیروں کی زنجیر بن گئی ہے۔

اگر ہم موجودہ حال کے تناظر میں دیکھیں تو ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس کی قیامت خیز ہولناکیاں محتاج تعارف نہیں، تباہیوں اور بربادیوں کا ایک سیلاب بہہ رہا ہے جس کی سرکش موجوں نے قوت انسانی کو شکست خوردگی کے احساس پر مجبور کر دیا ہے، معاشی، اقتصادی، غریبی، بے روزگاری، بھوک مری کا مہیب سایہ دراز ہوتا جا رہا ہے، بے روزگاری کا دباؤ تو اتنا بڑھ گیا ہے کہ زندگی کے لیے توازن برقرار رکھنا مشکل ترین مسئلہ بن چکا ہے، آج کا ماحول بہت پراگندہ ہو چکا ہے کہ زندگی کا سارا جمال اور حیات کے ساری رعنائی رخصت ہو چکی ہے، آج پورے ملک کا دائرۂ فکر معاشیات کے ارد گرد محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

پھر مسلمان! جس کی زندگی کا تبسم وقت کی تیز دھوپ نے پہلے ہی جلا کر رکھ دیا ہے حالات کی نئی افتاد اور موجودہ قیامت نے اس کے لئے زندگی کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں، آج اس قوم کی صبح وشام میں مسرت کی چاندنی، تمناؤں کی روشنی اور امیدوں کی سنہری کرن کی بجائے زخموں کی کراہ، مصائب کی تاریکی اور مایوسیوں کی دبیز اندھیاری ہے، اب نہیں کہہ سکتے کہ مدارس و مکاتب کا مستقبل کیا ہوگا، مسجد و محراب و منبر کا کیا حال ہوگا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ شورشیں کہ نظام حیات برہم ہے
یہ زندگی تو نہیں زندگی کا ماتم ہے

ویسے ہی مدارس و مکاتب کی دنیا کی زندگی میں قدم قدم پر نہ جانے کتنی دشواریاں اور مصیبتیں ہیں، اس کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتے ہیں جو اس راہ کے مسافر ہیں اور وقت کے حالات نے ان کی زندگی میں عافیت کی ٹھنڈی چھاؤں کو کہیں بہت دور بہت دور کڑکتی اور تیز دھوپ میں چھپا دیئے ہیں، علمائے کرام اور دینِ اسلام کی نشر واشاعت کرنے والوں کو قدم قدم پر آزمائشوں کی تیز دھوپ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آزمائش کی راہوں میں چلنے کے لئے اور منزل تک پہنچنے کے لئے کوئی مشعلِ راہ بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔

مسلمان اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سے سمجھ لیں کہ یہ

* مضمون نگار خلیل اللہ اکیڈمی، بڑھنی بازار، سدھارتھ نگر کے ڈائریکٹر ہیں۔

تاریک ترین وخوفناک دورصرف جانی مالی بربادی کا دورنہیں، اس میں صرف ملازمت وتجارتوں کا سوال نہیں بلکہ یہ دور ہمارے سب سے انمول سرمایہ دین وایمان کے لئے کھلا چیلنج ہے، رسول اللہ ﷺ کی عظمت، اسلاف کی تاریخ، دین کے معتقدات اور اسلام کے قوانین کوسر بازار قتل کیا جارہا ہے، ایک منظم سازش کے تحت، پری پلان منصوبے کے تحت، اسکول وکالجز کا نصاب تعلیم بھی اسی سازش کی ایک اہم کڑی ہے، مصنفوں نے کتابوں میں غلط تاریخ بیانی کی ہیں مسلمانوں کے اسلام کے قوانین کومسخ کرنے کا سلسلہ ابھی تک جاری وساری ہے ایک منظم سازش کے تحت پیغمبر اسلام ﷺ کے بے داغ کردار پر غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈہ پھیلایا جارہا ہے۔

ہماری مسجدوں کوجلایا جارہا ہے، ہمارے مدرسوں کو نذر آتش کیا جارہا ہے، ہماری مسجدوں کے میناروں پر بھگوا جھنڈا پھہرایا جارہا ہے اور مزارات اولیا کو بھی آگ کے حوالے کیا جارہا ہے، مسلمانوں کی بہوبیٹیوں، بہنوں کی عزت وعظمت کوتار تار کیا جارہا ہے، یہ مسلمانوں کے لئے کتنی شرمناک بات اور افسوس صدافسوس ہے، کالجزو ینورسٹی کے نصاب تعلیم بھی اسی منظم سازش کی ایک اہم کڑی ہیں اور اسی مذموم سازش کے قائم کردہ ہیں اگرہم نے اسی طرح اپنے تغافل رویوں سے کام لیا تو آنے والے نسل کا حال کیا ہوگا اور قوم کدھر جائے گی۔

مسلمان، مسلمان بھی رہے گا یہ بھی کہنا محال ہے، کیوں کہ برہمن ازم کے چیلوں نے توایسا ہندوستان ''نیوڈیجیٹل انڈیا'' بنانے کی کوشش کی ہے جہاں صرف برہمن اوراس کے چاہنے والے ہی خوش دلی کے ساتھ اور" اچھے دن" کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں، ہم نہیں کہہ سکتے کی مشرکانہ نصاب کے تحت نسلوں کا مستقبل کیا ہوگا، اگر میں یہ کہوں تو بے جانہ ہوگا کہ یہ ساری کرم فرمائیاں ومہربانیاں ہمارے قائدین ورہنماؤں کی ہے، شہر اندلس کے واقعات وحادثات واسباب کودلچسپی کے ساتھ پڑھئے اورغوروفکر کیجئے نیز درس عبرت حاصل کیجئے، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا بھی وہی حال ہوجائے۔

سن 92 ہجری میں اسلام شہر اندلس میں پھیلا اور آٹھ سو سال تک مسلمانوں نے وہاں حکومت کی، وہ ایک نہایت عظیم اور مضبوط ومستحکم سلطنت تھی اوراس وقت کے ممالکِ نصاریٰ میں اسلامی فوجوں کا اِسی طرح اثر ورسوخ تھا جیسے آج بہت سے ممالک میں امریکہ کی فوجوں کا دخل ہے، پھر آہستہ آہستہ مسلمانوں کی حکومت اندلس میں کمزور ہونے لگی اوراس کے ایک ایک علاقے آہستہ آہستہ ختم ہونے لگے اور یہودونصاری کے قبضے میں جانے لگے، یہاں تک کہ انکی حکومت صرف شہرغرناطہ تک محدود ہوکررہ گئی اور (1492ء) چودہ سو بانوے عیسوی میں وہ بھی ساقط ہوگئی، جس کا آخری بادشاہ ابوعبداللہ الصغیر تھا۔

پھر تمام کافر بادشاہوں نے مل کر اندلس میں اسلامی وجود کوختم کرنے کی ناپاک کوششیں شروع کیں اور جومسلمان وہاں سے بھاگ سکے وہ بھاگ لئے اور جو وہاں رہ گئے ان کو تہ تیغ کردیا گیا ہے، ان کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی عزتوں کوتار تار کیا گیا، مال ومتاع لوٹ لیا گیا، آبادیوں کو اُجاڑ دیا گیا، محلات ومکانات کھنڈر میں تبدیل کردیئے گئے، ان کے مال و جائیداد کولوٹ لیا گیا۔

قارئین کرام! یہاں میں آپ سے ایک اہم سوال کرتا ہوں اور وہ سوال یہ ہے کہ اس ملک سے مسلمان کیوں ختم ہوگئے اور وہاں سے اسلامی وجود اپنے وقار وتمکنت کے بعد بھی کیوں فنا ہوا اور اتنی عظیم سلطنت کا وجود کیسے نیست ونابود ہوگیا؟ تواس سوال کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ اس کے چند وجوہات ہیں جن کی وجہ سے شہر اندلس سے مسلمان اور مسلمانوں کی حکومت دونوں کو نیست ونابود کردیا گیا تھا۔

پہلا سبب ضعفِ عقیدہ

عقیدہ اور شریعت اسلامیہ اور صحیح اسلامی منہج سے انحراف اور یہ ایک ایسا سبب ہے جوتباہی وبربادی کا سب سے بڑا اور بنیادی واہم سبب ہے کیونکہ اندلس میں شراب نوشی جائز ہوچکی تھی، اور حال یہ ہوچکا تھا کہ شراب پینے والے پرحدود بھی قائم ہونا بند ہوگئے تھے اور اس طرح وہاں لہوولعب، گانے بجانے

احوال قوم وملت

موسیقی اور گانے والی عورتوں کی کثرت ہو چکی تھی اور حکام واُمرا، اس طرح کے غیر شرعی تقریبات میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور ان فحش افعال و کرتوت کے لیے اپنے اپنے محلوں کے قریب" محلات خواتین" تعمیر کرنے لگے اور گانے بجانے وموسیقی کی تعلیم کے لیئے اسکول کھولنے لگے اور یہ سب حرکت اُس وقت میں جبکہ اندلس کے شہر ختم ہو رہے تھے اور لوگوں کے قتل ہو رہے تھے، عورتوں کو گرفتار کر کے عیسائی لے جا رہے تھے، ماں بہنوں کے عزتوں کو تار تار کر رہے تھے۔

دوسرا سبب عیش وعشرت کی زندگی

اہل اندلس اور وہاں کے حکام وامرا اس طرح عیش وعشرت میں ڈوبے ہوئے تھے کہ مکانات وملابس اور کھانے پینے میں بے دریغ خرچ کرنے لگے تھے اور ساری مشغولیت زمین وجائیداد بنانے اور ان کی حفاظت میں اس طرح ڈوب گئے کہ جہاد سے کنارہ کش ہو گئے اور جو زندگی کو موت سے بچانے کا حریص ہوتا ہے وہ زمین، عزت، دین اور بزرگی میں سے کسی کی حفاظت نہیں کر پاتا، تو اس کی زمین وجائیداد اور دولت وثروت سب ضائع وبرباد ہو جاتی ہے۔

مروی ہے کہ ایک وزیر ان کے کسی ایک بادشاہ کے پاس گیا تو اسے غمگین وناراض پایا تو اس وزیر نے گمان کیا کہ بادشاہ اس لئے غضب ناک ہے کہ پڑوس کی سلطنت پر عیسائیوں نے حملہ کر کے وہاں قتل وغارت گری کی ہے اور عورتوں کو گرفتار کر لیا ہے اور ان پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے ہیں، وزیر نے جب غضب ناکی کی وجہ اس بادشاہ سے دریافت کیا، تو بادشاہ نے جواب دیا: میں اس وجہ سے غضبناک نہیں ہوں، بلکہ میری غضبناکی کی وجہ یہ ہے کہ انجینئر جو میرا محل بنانے کے لئے مقرر ہے، وہ من مانی کرتا ہے میرے حکم کا التزام نہیں کرتا، جیسا میں چاہتا ہوں میرے محل کو ویسا تعمیر نہیں کر رہا ہے، افسوس صد افسوس!

تیسرا سبب امت مسلمہ کے دشمن صلیبیوں سے موالات

دوستی اور ان سے اچھا گمان اور احسان کی امید کیونکہ حکام اندلس صلیبیوں سے دوستی قائم کر کے اپنی آپس کی لڑائیوں میں ان میں سے ایک دوسرے مسلمان حاکم پر مدد مانگتے اور صلیبیوں کے عہدو پیمان پر بھروسہ کرنے لگے، ان کی باہمی عداوت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ ذرا ذرا سی بات میں بگڑ جاتے اور اس طرح کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، انہیں میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک حاکم ابن رزین حسام الدولہ نے ایک صلیبی حاکم کے پاس عمدہ تحفے بھیجے تھے اور ایک اپنے مسلمان حاکم پر حملہ کی طرف توجہ دلائی تو صلیبی حاکم نے اس کے پاس بندر بھجوائے اس کی تحقیر کے لئے لیکن حسام الدولہ نے اس کو اپنے لئے فخر سمجھا تھا۔

چوتھا سبب مسلمانوں میں ذاتی مخاصمت اور مقدمہ بازی

آج مسلمانوں کے درمیان دنیاوی تنازع، مقدمہ بازی اور ذات برادری کا جھگڑا شروع ہو گیا ہے، یہ عرب کے ہیں، یہ عجم کے ہیں، یہ بربر نہیں ہیں، یہ یمن کے ہیں، یہ قسطنطنیہ کے ہیں اور خود ایک خاندان والے اور ایک برادری والے (اور آج یہی حال ہمارا ہے، آج ہم کو آپسی انتشار میں الجھا کر ایک دوسرے سے دست وگریباں کیا جا رہا ہے، آج ہمارے اندر بھی دنیاوی جھگڑا اور مقدمہ بازی میں پھنسا کر اور گھریلو جھگڑوں میں الجھا کر تفرقہ بازی کروائی جا رہی ہے آج ہمارے مابین اتحاد واتفاق نہیں ہے، اقوام وملل کی شیرازہ بندی کے لئے، عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے، باوقار زندگی گزارنے کے لئے اتحاد واتفاق بہت ضروری ہے، اتحاد کے بغیر اقوام عالم کی ترقی ممکن نہیں، جو قومیں شوکت واقتدار اور کرسی کی متلاشی ہوتی ہیں وہ بھی دھیرے دھیرے اتحاد کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیتی ہیں اور اتحاد واتفاق کی برکات سے مستفید ہوتی ہیں۔

چنانچہ ایک مسلمان خواہ دنیا کے کسی بھی خطے، قصبے، شہر، ملک میں ہو، دوسرے مسلمان پر ہوئے مظالم کو دیکھ کر یا سُن کر تڑپ اٹھتا ہے، عراقی مسلمانوں پر جب ظلم ہو رہا تھا تب ہندوستانی مسلمان آہ وزاری کر رہا تھا اور نمازوں میں صحت وسلامتی کی دعائیں مانگ رہا تھا، افغانستان پر حملے ہو رہے تھے، تب بھی، دہلی کے فسادات ہوں یا کشمیر کے مسلمانوں پر ظلم وبربریت، یا برما کے مسلمانوں پر ظلم وستم اور ان کی قتل وغارت گری، سارے مسلمان

احوال قوم وملت

بے قرار تھے، وہ کون سی چیز تھی جو ہر مسلمانان عالم کو بے قرار کر رہی تھی، وہ اسلامی ہمدردی، وہ محبت اتحاد و اتفاق کی تھی اور مذہبی رشتہ تھا۔

دنیاوی عہدوں اور منصوبوں کے لیے ایک دوسرے سے لڑ پڑے، ان کی باہمی دشمنی حد سے تجاوز کر چکی تھی، ان کو آپس میں ملانے کے لئے تمام کوششیں بیکار تھیں اور کوئی صورت باقی نہ رہی تھی، ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا کرتے اور کئی دنوں تک یہ جنگ جاری رہتی، دلوں سے عداوتیں اور بغض وعناد دور نہیں ہو رہی تھیں، جس کی بنا پر صفِ اسلامی کمزور ہونا شروع ہو گئی اور بہت سے خون ان کی خود آپسی لڑائی میں بہہ گئے اور یہ لڑائیاں ان میں دائمی صورت اختیار کر گئیں، ایک مرتبہ ایک مصری شخص نے ایک یمنی کے باغ سے پتے توڑ لیئے، صرف اتنی سی بات پر یمنی نے اسے قتل کر دیا پھر دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی اور برسوں تک جاری رہی اور اس لڑائی میں سینکڑوں مسلمان بے دریغ قتل کر دیئے گئے۔

پانچواں سبب: علما کی اپنی ذمہ داریوں سے چشم پوشی

دعوت واصلاح اور اصولوں کے خلاف جہاد کی ترغیب کے بجائے ان میں بہت سے فروعی مسائل اختلافیہ میں مشغول ہو گئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف ہونے کے بجائے بہتوں نے حکام امرا کی مدح وتعریف کو اپنا پیشہ بنا لیا اور سلاطین وحکام کے عیوب وحرکات ذمیمہ سے آنکھیں بند کر لیں صرف یہی نہیں بلکہ منکرات میں ان حکام کے شریک ہو گئے اور ایسے ہو گئے کہ فقہ کی طرف منسوب تو تھے مگر افسوس صد افسوس! فسق کے خوگر ہو گئے، ان کی مثال ایسے ہو گئی تھی جیسے بکریوں کی کھال ہو، درندوں کے سروں پر اور وہ اہلِ شر کے لئے ان کے شر کو مزین کرتے اور فسق وگناہ پر ان کی مدد کرتے اور لوگوں کو ظلم وجبر کے خلاف جہاد اور ثابت قدمی کی دعوت دینے کے بجائے بزدلی اور خوف کی باتیں کرتے اور اندلس چھوڑنے کی دعوت دیتے ان میں کوئی کہتا" اے اہل اندلس اپنی سواریوں کو ہانکو، کیوں کہ یہاں ٹھہرنا غلطی ہے ہم ایسے دشمنوں کے درمیان میں ہیں جو ہم سے جدا نہیں ہوتے تو سانپوں کے ساتھ ٹوکری میں زندگی کیسے گزر سکتی ہے۔

یہ ہیں بعض وہ اہم اسباب جن کی بنا پر شہر اندلس سے مسلمان ختم ہوئے لہٰذا جو چاہتا ہے کہ اس کی جان، مال عزت آبرو، جائیداد، ملک قوم بربادی سے بچیں رہے تو وہ قوم اور قوم کے قائدین نیز ارباب علم وفن ان وجوہاتوں کو یاد رکھیں اور ہر سبب سے خود بچے اور اپنی قوم کو بھی بچانے کی کوششیں جاری رکھیں، نیز قوم کے سربراہان قائدین ودانشواران قوم وملت کو کوئی نہ کوئی لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا، ورنہ قوم مسلم کو اس ملک کے حکومتوں اور دشمن عناصر، فرقہ پرستوں کے ظلم وتشدد اور بربریت کا نشانہ بننا پڑے گا، آپ تاریخ کا مطالعہ کریں اور ان اسباب کو بھی دریافت کریں جن کے باعث امت مسلمہ پر تباہی وبربادی اور ظلم وستم کے بادل منڈلا رہے ہیں۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

ص ۴۲ کا بقیہ...............................

ایک کرن بھی دیکھ لیتا ہے تو پھر بے تحاشا چیختا ہے۔

اس تلمیح کو سامنے رکھتے ہوئے شعر کے مفہوم پر غور کیجیے کہ حضرت رضا فرماتے ہیں کہ اے پروانو! تم شمع محفل پر اس طرح خاموشی سے جان کو قربان کرتے ہو، جان اگر قربان کرنا ہے تو بلبل، نیل پر اور کبک کی طرح قربان کرو، کہ چراغانِ عرب تو مہ وخورشید سے بھی زیادہ فروزاں ہیں، شمع محفل کا کیا ذکر، اس طرح حضرت شمس کئی منٹ تک اس شعر کی تشریح فرماتے رہے۔"

(ملفوظاتِ شمس، ص ۴۱ تا ۴۴، مطبوعہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۳ء)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت احسن العلما کو اشعار رضا کی تفہیم وتوضیح سے کس قدر دلچسپی تھی، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شمس بریلوی کی علمی حیثیت احسن العلماء کی نظر میں کس قدر بلند تھی؛ گویا حضرت شمس بریلوی کی ادبی وعلمی بصیرت پر مہر تصدیق لگا دی ہے حضور احسن العلماء نے۔

شذرہ: مزید تفصیل کے لیے احقر کا مقالہ "اشعارِ رضا کی توضیح اور احسن العلماء مارہروی" مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں ملاحظہ فرمائیں، بزمِ مطالعہ میں آویزاں کریں۔ ❑❑❑

از: افتخار الحسن رضوی*

کلچر کی سرد جنگ اور مسلمانوں کی بربادی

احــوال قوم وملت

مجھے دنیا کے اکثر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملا ہے، مثلاً عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ، پارسی، بدھ، قادیانی، اسماعیلی، آغا خانی، ملحد، بہائی، دروز، جین، مانچو وغیرہ وغیرہ، ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن سے میرا تعلیمی تعلق ہے، بعض کے ساتھ دفتری و کاروباری امور کا تعلق اور بعض کے ساتھ سیاحتی واقفیت رہی ہے، میں نے اپنی زندگی میں ان تمام لوگوں کو اپنے کلچر اور ثقافت کا پابند دیکھا ہے، فقط مسلمان ہی اس فکری کمزوری کا شکار ہیں جو اپنا اصل کلچر اور تہذیب بھول چکے ہیں، چند مثالیں درجِ ذیل ہیں:

ہندو مذہب کے ماننے والے یورپ اور خلیجی ممالک میں مقیم ہیں، وہ ہر حال میں ہندو خوراک ہی کھاتے ہیں، ہاتھوں میں دھاگے، ماتھے پر تلک، دیوالی و ہولی کی مناسبت سے وضع قطع بنانا یہ ان کا شعار ہے، حتّٰی کہ مشرقی افریقی ممالک میں ہندو لوگوں نے اپنے کلچر سنٹرز بنا لیے ہیں، تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ابوظہبی میں ہندو مندر بن چکا ہے، دبئی اور ابوظہبی کے مالز اور بازاروں میں ہندو کلچر پر مبنی مواد و اشیاء بآسانی دستیاب ہیں، حتّٰی کہ بت اور بھگوان بھی مارکیٹ میں مل جاتے ہیں۔

افریقی ممالک میں آغا خانیوں نے اپنے ہسپتال، اسکولز اور مراکز قائم کر رکھے ہیں، جہاں وہ اپنے کلچر پروان چڑھانے کے لیے مہم جاری رکھتے ہیں، دہلی میں خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کے مزار شریف پر قادیانیوں کے ساتھ ساتھ آغا خان فاؤنڈیشن کی مدد سے فن پارے اور تزئین و آرائش کا سامان کیا گیا ہے، یہاں ساڑھی پہنے خواتین کا مجمع لگا رہتا ہے، اجمیر شریف میں بھی ناچ گانا معمول کی بات ہے، یہ ناچ گانا ہندو مذہب کا لازمی جز ہے، جب کہ اسلام اس کی مذمت کرتا ہے۔

جرمنی، انگلینڈ اور دیگر یورپی ممالک میں قادیانی حضرات کی عبادت گاہیں الگ تھلگ نظر آتی ہیں، سر پر ٹوپی، واسکٹ اور داڑھی کا مخصوص اسٹائل انہیں معاشرے کے دیگر لوگوں سے نمایاں کرتا ہے، قادیانی خواتین کا نقاب، حجاب اور برقع جداگانہ ہے۔

دبئی شہر کے معروف علاقے میں بوہری جماعت کی خوب صورت و بڑی مسجد واقع ہے، جب کہ متحدہ عرب امارات میں ہی اہل سنت کے دو گروہوں کے باہم تصادم کی وجہ سے مساجد بند ہو چکی ہیں، بوہری لوگوں کا لباس، ٹوپی، رومال اور داڑھی انہیں معاشرے کے دیگر لوگوں سے جدا کرتی ہے، بوہری خواتین کا برقع مختلف ہے، وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوں، سیاحت کے لیے جائیں یا بزنس کے لیے، وہ اپنی پہچان اپنے ساتھ رکھتے ہیں، شارجہ کے بہت بڑے انڈسٹریل گروپ کی ملکیت ایک ہندوستانی بوہری خاندان کے پاس ہے، سحر و آسیب کی وجہ سے دو فیکٹریاں برباد ہو گئیں، کسی دوست کے ذریعہ مجھ تک پہنچے، علاج کے دوران میں نے ان کی اصلاح کی بہت کوشش کی، ان کے مالی معاملات سدھر گئے، فیکٹریاں بحال ہو گئیں، لیکن وہ اپنے بوہری کلچر سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

اسرائیل نے حال ہی میں خلیجی عربی ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کیے ہیں، فوری طور پر جو اقدامات کئے گئے اس میں یہودی کھانا ”کوشر“ یہودی لباس اور ان کی عبادت گاہوں کا قیام شامل ہے، کوشر پکانے کے لیے یہودی مذہب کے مطابقت تمام انتظام مکمل کر لیے گئے ہیں اور اسرائیل سے ماہرین بحرین اور متحدہ عرب امارات پہنچا دیئے گئے ہیں، اسی طرح بحرین اور متحدہ عرب امارات کی منڈیوں میں اسرائیل کے کھیتوں اور فارمز میں اگائے گئے پھل اور سبزیاں پہنچا دی گئی ہیں، بحرین

*پونہ، مہاراشٹر

میں اسرائیلی آلو میں نے اٹھا کر شاپنگ بیگ میں ڈال لیے، میری اہلیہ کی توجہ دلانے پر معلوم ہوا کہ یہ اسرائیلی آلو ہیں۔

چینی قوم نے اپنے ہر طرح کے کھانے خلیجی مما لک میں مہیا کر رکھے ہیں، وہ کسی بھی صورت چائنیز کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے، تاہم ان کے مسلمان کاروباری پارٹنرز ان کے ساتھ چائینز کھا کر خود کو بڑا محسوس کرتے ہوئے سیلفیاں ضرور شیئر کرتے ہیں۔

یورپی اقوام سے تعلق رکھنے والے لوگ دیگر مما لک میں جا کر اپنا لباس تبدیل کرتے ہیں نہ ہی طرزِ زندگی پر کوئی اثر پڑنے دیتے ہیں، مثلاً لاہور کے ایک پاش علاقے میں مقیم ایک امریکی خاتون nutritionist ہے، اس کی شادی ایک پاکستانی کے ساتھ ناکام ہو گئی تھی، تاہم وہ بچوں کی وجہ سے لاہور میں رک گئی تھی۔ اس کے کلینک پر آنے والی خواتین نے سمارٹ ہونے کے چکر میں جینز پہننا شروع کر دی ہے، پاستے، پیزے، امریکی اور مغربی کھانے شروع کر دیئے ہیں، نتیجتاً یہ خواتین منہ سے افریقی اور وضع قطع سے امریکی لگتی ہیں، لیکن امریکی خاتون آج بھی صد فیصد امریکی کلچر میں ہی زندگی گزار رہی ہے، اس کی زبان، لباس، طعام اور زندگی میں پاکستانی جھلک مفقود ہے، لیکن پاکستانی خواتین اس کے پاس ڈائیٹ لینے اور اسمارٹنس کے نسخے لینے صرف اس لیے جاتی ہیں کہ ڈاکٹر گوری ہے۔

برطانوی انگریزوں کو ہندو پاک سے گئے ہوئے ستر سے زائد برس ہو گئے ہیں، لیکن ان کا کلچر آج بھی ہمارے کورٹ، کچہری، تھانہ، فوج، بازار، تعلیمی نصاب اور اب سوشل میڈیا کی صورت میں ہر وقت ہماری جیب میں موجود ہے، سوال یہ ہے کہ کیا مسلمانوں نے دنیا کو اسلامی کلچر دیا؟ ہم دوسروں سے اتنی جلدی متاثر کیوں ہو جاتے ہیں؟ ہم فکری اعتبار سے اس قدر کمزور کیوں ہیں؟ ہماری بیٹیاں فلمی لباس، ہمارے بیٹے ہندی و یورپی ایکٹرز کی طرز اور ہم خود غیر مسلم لیڈرز کے لباس واقوال اور طرز زندگی اختیار کرنے کی خاطر مرے کیوں جاتے ہیں؟

کبھی آپ نے غور کیا کہ اقوام مغرب ہمارے معاشرے میں جس چیز کو پروموٹ کرنا چاہیں، اس کی ایڈورٹائزمنٹ میں ”عورت“ شامل کر لی جاتی ہے، بسکٹ ہو یا چائے، موٹر سائیکل ہو یا پراپرٹی کی خرید و فروخت، لوگ عورتوں کو دکھا کر، نچا کر مسلمان کو چیز بیچ جاتے ہیں۔

اگر یہی کلچر اور تہذیب ہے تو پھر محمد مصطفےٰ ﷺ کی محنت کا کیا فائدہ؟ یہ سب کچھ تو چودہ برس قبل بھی تھا، رسول اللہ ﷺ کے کلچر میں تو حیا ہے، ہم تو وہ ہیں جو اپنے پسند، ناپسند، لباس، کلام، طعام اور طرزِ بود و باش سے دنیا کو بدلنے والے تھے، پھر یہ کیا ہوا کہ ہم اغیار کی پیروی میں خود کو بدل رہے ہیں؟ ہماری صبح سے لے کر رات بستر پر جانے تک یہود و نصاریٰ کے طرزِ گفتگو، پہننا اوڑھنا، اٹھنا بیٹھنا ہر ہر فعل میں غیروں کی ہی پیروی ہے، آج ہماری شادیوں میں دولہا، دولہن کا لباس میک اپ وغیرہ کس کا کلچر ہے؟ کیا ہماری عادات واطوار میں کوئی ایک ایسا کام ہے جو واقعی سرکار مدینہ کی تعلیمات سے تعلق رکھتا ہو؟ یہ گوری عورتیں اتنی آسانی سے مسلمانوں کے ساتھ شادی کیوں کر لیتی ہیں؟ یہ جھٹ سے اپنا مذہب کیوں بدل لیتی ہیں؟ کبھی غور کیا ہے؟

اب تو یہ وہم گمان حقیقت میں بدلتا جا رہا ہے کہ ہماری ثقافتی اور تہذیبی موت واقع ہو چکی ہے، اغیار ہمیں اتنا کمزور کر چکے ہیں کہ فرانس میں حکومتی سطح پر رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی ہوئی، سوئٹزرلینڈ میں حکومتی سطح پر قرآن کریم کے نسخے جلانے کی حمایت کی گئی لیکن آج پورا عالم اسلام خاموش ہے، کیا یہ اس لیے نہیں کہ اغیار کا کلچر ہمارے خون میں شامل ہو چکا ہے، جس کے سبب ہمیں بولنے کی ہمت ہی نہیں ہو پا رہی؟ ذرا سوچیے، کلچر کی یہ سرد جنگ اور اغیار کی یہ خاموش مہم ہمیں کس قدر کھوکھلا کر چکی ہے۔ ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب کو نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے قوم و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے ہے جمعیت تیری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

□□□

احوال قوم وملت

فحش نظری! نوجوانوں میں پھیلتا ایک ناسور

از: منیب اعوان

ان سے ملئے! یہ بھائی کالج کے طالب علم ہیں، فیس بک پر شغل فرماتے ہیں اور مسلسل فرماتے ہیں، ایک روز سرفنگ کے دوران ڈیٹنگ کی ویب سائٹ کے اشتہار پر نظر پڑی جو کے بار بار دعوت گناہ دے رہی تھی، انھوں نے سوچا کہ کیوں نا اس کو بھی آج چیک کیا جائے، دو گھنٹے بعد انتہائی شرمندگی اور ڈپریشن کے عالم میں سسٹم آف کیا، لیکن ابلیس کا وار کامیاب ہو ہی چکا تھا، دو دن بعد یہی کاروائی دہرائی گئی اور آخر کار ان کو بھی پورن دیکھنے (فحش فلمیں دیکھنا) کی لت لگ چکی تھی۔

دوسرے بھائی دین دار ہیں کسی مدرسے یا مذہبی جماعت کے ساتھ منسلک ہیں، ڈیلی موشن یا کسی اور ویب سائٹ پر دوران سرفنگ کسی بیہودہ ویڈیو پر نظر پڑی، شیطان نے سرگوشی کی یار دیکھ لو ایک دفعہ سے کیا ہوتا ہے، لیکن اب وہ ایک دفعہ وبال جان بن چکا ہے، اللہ سے توبہ بھی روز ہوتی ہے لیکن گناہ ہے کہ پیچھا چھوڑتا نہیں، چہرے پر سنت رسول سجائے باعمل مسلمان بھی اس غلاظت میں گر چکا ہے، اللہ کریم بڑا ستار ہے، پردہ پوشی فرماتا ہے لیکن ہم میں سے ہر ایک کو اپنا حال معلوم ہی ہے۔

ان دو مثالوں کے علاوہ متعدد مثالیں ایسی ہیں جو واضح کرتی ہیں دنیا کو گلوبلائز کرنے کا دعوے دار انٹرنیٹ جہاں بہت سارے فائدے لایا ہے وہیں، اس کے نقصانات بھی کم نہیں، پورنوگرافی (فحش فلمیں دیکھنا) ایک ایسا سنگین مسئلہ ہے جس نے نوجوان نسل کو نا صرف معاشرتی بے راہ روی پر مجبور کیا ہے بلکہ ایک ایسا بھیڑیا بنا دیا ہے جو ہوس پورا کرنے کو ہی اپنا مقصد عین سمجھتا ہے، فحش نظری کا شکار عمومی طور پر غیر شادی شدہ نوجوان ہوتے ہیں لیکن بڑی عمر کے افراد کی تعداد بھی کچھ قلیل نہیں ہے۔

فحش نظری (voyeur) نامی بدی نے خاندان کے خاندان اجاڑ کر رکھ دیئے ہیں اور ہمارے نوجوان سے قوتِ عمل سلب کر لی ہے (الا ما رحم ربی) آئیے سب سے پہلے اس بیماری کا دنیاوی نکتہ نظر سے محاسبہ کرتے ہیں، بنیادی طور پر ایک صحت مند معاشرے کو اس برائی نے ایسے جوہڑ میں دھکیلا ہے جس نے نوجوانوں کی صحت کو تباہ کن حد تک خراب کی ہے، اطبا کے مطابق یہ غلیظ بیماری اور اس سے پیدا ہونے والی برائیاں انسان کے دل، گردے، دماغ، آنکھیں اور جنسی اعضا کو ناقابل یقین حد تک متاثر کرتی ہیں، اَسی فی صد بانجھ پن پورنوگرافی اور اس کے نتیجے میں سرزد ہونے والے مضر صحت گناہوں سے پیدا ہوتا ہے، وقتی لذت حاصل کرنے کے بعد انسان غصے، شرمساری، ڈپریشن اور مایوسی کی ملی جلی کیفیات کے ساتھ زندگی کی طرف لوٹتا ہے، بے نور چہرہ لیے نوجوان اب خلاؤں میں اپنے عہد رفتہ کا عروج تلاش کرتے عملی زندگی سے کوسوں دور نکل چکے ہوتے ہیں، مزید یہ کہ روحانی طور پر انسان کھوکھلا ہو چکا ہوتا ہے، مخالف جنس اس کے لیے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی بجائے ایک ایسی چیز بن جاتی ہے جس سے صرف ہوس کی آگ بجھائی جا سکے۔

جسمانی نقصان کے علاوہ پورنوگرافی کے روحانی نقصانات بھی بے شمار ہیں، پورنوگرافی اور اس کے نتیجے میں سرزد ہونے والے گناہوں سے انسان کا چہرہ ایمان کے نور سے محروم ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ نیکیوں کی استعداد بھی چھنتی جاتی ہے، تقویٰ تو نام ہی پاکیزگی کا ہے اور نفس کی پاکیزگی حقیقی کامیابی کی ضامن ہے، بقولہ تعالیٰ "قد افلح من تزکی۔ یعنی جس نے تزکیہ کیا وہ کامیاب ہو گیا" سو فحاشی و منکرات سے بچے بغیر پاکیزگی بھلا کیونکر ممکن ہو سکتی ہے، مسلمان کے لیے تو ہدایت کا منبع کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی ہے۔

آئیے علم وحی کے نور میں اس صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے (کو) دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یادرکھو۔"

اللہ سبحانہ نے اس آیت میں تین چیزوں سے منع کیا، فحشا، منکر، بغی۔ کیونکہ انسان میں یہی تین قوتیں ہیں جن کے بے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں"فحشاء" سے وہ بے حیائی کی باتیں مراد ہیں جن کا منشا شہوت اور حیوانی خواہشات کی تکمیل ہے۔ پورنوگرافی بھی حیوانی لذات کی چاہ میں زنا کی سیڑھی کے طور پر انسان کا ایمان چوری کرنے کی کوشش کرتی ہے۔"منکر" ہر وہ نامعقول کام جن پر فطرت سلیمہ اور عقل صحیح انکار کرے، سواس غلیظ برائی کو کون سی عقل صحیح تسلیم کرے گی؟"بغی" تو ہے ہی کھلی سرکشی، کہ اس غلاظت سے انسان آبرو کا بھوکا درندہ بن جاتا ہے۔

الحاصل آیت میں تنبیہ فرمادی کہ انسان جب تک ان تینوں قوتوں کو قابو میں نہ رکھے اور اللہ کی عطا کردہ عقل کو وحی کے تابع کر کے ان سب پر حاکم نہ بنائے، مہذب اور پاک نہیں ہوسکتا، ابن کثم بن صفی نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم سے کہا" میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینہ اخلاق اور اعمال سے روکتے ہیں تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو۔ (یعنی تم اس سلسلہ میں سر بنو، دُم نہ بنو) حضرت عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد ﷺ کی محبت جاگزیں ہوئی۔

اس پر مستزاد یہ کہ آقا و مولا ﷺ کے فرامین کی روشنی میں دیکھیں کہ الحیاء من الایمان جیسی تنبیہات اور" اگر تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو" جیسی وعید کی روشنی میں ہم اس وقت کہاں کھڑے ہیں، اپنا ایمان اور اس ایمان کے بل پر کھڑی اعمال کی عمارت کو ٹٹولنے کی اشد ضرورت ہے، اب آتے ہیں، اس مسئلہ کی جانب کہ اعمال واسباب کے درجے میں اس غلیظ لت کو ترک کرنے کے لیے کیا اسباب اختیار کیے جائیں کہ تزکیہ نفس ہوجائے اور باحیا وصالح زندگی کی جانب لوٹنا ممکن ہو۔

اوّل یہ انسان اپنے اوپر لازم کرلے کہ نماز باجماعت کسی حال میں بھی چھوٹنے نہ پائے، آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کی راحت، سارے جسم کا سکون، فواحشات ومنکرات کو روکنے والی اور بلاؤں کو ٹالنے کا وسیلہ بننے والی یہی نماز ہی تو ہے۔

دوم یہ کہ انسان اپنی بدعملی پر صدقِ دل اور امید ورجا کے ساتھ نادم ہوکر مالک حقیقی کے سامنے جھکے، گڑگڑا کر معصیت سے عافیت کی جانب لوٹنا طلب کرے کہ حقیقی قبولیت تو رب کی بارگاہ سے ہی ممکن ہے، دلوں کا چین اللہ کے ذکر میں ہے اور ذکر اللہ کی عادت عموماً اہل اللہ کی صحبت سے ہی نصیب ہوتی ہے، سو انسان ذکر اللہ اور صحبت اہل اللہ کو اپنا شعار بنائے، جتنے بھی گناہ ہو جائیں، انسان نیکی کے کام اس سے بڑھ کر جاری رکھے کہ نیکیاں گناہوں کو مٹادیتی ہیں۔

پھر یہ کہ انسان حتی الوسع اسکرینی زندگی ترک کر کے حقیقی زندگی کی جانب لوٹے، کسی بھی قسم کی اسکرین (لیپ ٹاپ، موبائل، ٹی وی وغیرہ) سے ممکن حد تک اجتناب برتے اور غیر ضروری تو قریب بھی نا پھٹکنا چاہیے۔ کھانے پینے کے اوقات اور روزمرہ کی روٹین کو اعتدال پر لایا جائے، محدود مدت کے لیے خلوت میں بیٹھنا ترک کردے، باوضو رہنے کی عادت ڈالے اور اپنی بساط میں مشتبہ اور مشکوک چیزوں کو بھی چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ مشتبہات اکثر اوقات حرام کا دروازہ ثابت ہوتی ہیں۔

آخری اور حتمی بات! مسلمان ہیں حیا کو ایمان کا جز ولاینفک جانتے مانتے ہوئے ہمت کریں، اللہ پر توکل کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور ابلیس کی مکاری کا جرأت سے مقابلہ کریں اور یادرکھیں کہ باحیا زندگی ہی دنیوی واخروی کامیابی کی ضامن ہے، مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے مسلم نوجوانوں کو نیک اور صالح بنائے اور انھیں صراط مستقیم پر ہمیشہ گامزن رکھے، آمین۔

□□□

چوتھی قسط

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

تاجدار ولایت اور احیائے دین

⁅⁅گزشتہ سے پیوستہ⁆⁆

حضور تاجدار ولایت کی انہیں خصوصیت کی بنیاد پر آپ کو غوث الثقلین سے بھی یاد کیا جاتا ہے، یاد رہے کہ ثقلین کہتے ہیں جن وانس کو اور غوث کہتے ہیں فریادرس کو، گویا غوث الثقلین کا معنی ہے جن وانسان کا فریادرس۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ آپ نے دو چار سال نہیں بلکہ چالیس سال تک متواتر وعظ و نصیحت فرمایا، اس چالیس سال کی مدت میں جہاں ہزاروں لاکھوں گم گشتہ انسان راہ راست پر گامزن ہوئے وہیں جنوں کی کثیر تعداد بھی صراط مستقیم پر قائم ودائم ہوئی۔

حضور تاجدار ولایت کا ذکر جمیل تشنۂ تکمیل رہ جائے گا، اگر آپ کے عظیم الشان اعلان ''میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' کا بیان نہ ہو، حضور تاجدار ولایت کے اس عظیم الشان اعلان سے متعلق حافظ ابوالعز عبدالمغیث بن حرب بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ نے جب یہ اعلان فرمایا کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، تو اس متبرک مجلس میں جہاں میں موجود تھا وہیں پچاس سے زائد عالی مرتبت مشائخ کرام بھی جلوہ افروز تھے، جوں ہی آپ نے اعلان فرمایا تو سب سے پہلے آپ کے محبوب ترین خلیفہ حضرت شیخ علی بن ہیتی دیوانہ وار اٹھے اور آپ کے مقدس منبر کے پاس جا کر آپ کے قدم ناز کو اپنی گردن پر رکھ لیا، ان کے فوراً بعد مجلس مبارک میں موجود سارے مشائخ عظام نے اپنی اپنی گردنیں فرط عقیدت ومحبت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے جھکا لیں کہ ہاں بلا شبہ آپ کا مقدس قدم ہماری گردنوں پر ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس واقعہ کو کس قدر پیارے انداز میں شعری پیکر میں ڈھالا ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

حضور پرنور تاجدار ولایت کے اعلان پر صرف آپ کی مجلس پاک میں رونق افروز مشائخ عظام اور اولیائے کرام نے گردنیں خم نہ کیں بلکہ جہاں جہاں اولیاء اللہ موجود تھے سب لبیک کہتے ہوئے سر بہ خم ہو گئے۔

تفریح الخواطر میں مذکور ہے کہ آپ کے اس اعلان کے وقت خواجۂ خواجگاں، شاہ ہندستاں، عطائے مصطفی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خراسان کے پہاڑ پر خالق کائنات کی عبادات میں مستغرق ومنہمک تھے، یہ چنداں بتانے کی ضرورت نہیں کہ خراسان کا وہ پہاڑ (جو ایران میں ہے) بغداد معلی سے کتنے فاصلے پر تھا مگر اس کے باوجود حضور تاجدار ولایت کا اعلان آپ نے صرف سنا ہی نہیں بلکہ سنتے ہی فوراً اپنے سر مبارک کو زمین پر رکھ دیا اور فرمایا حضور والا! آپ کا مقدس قدم معین الدین کے سر پر ہی نہیں بلکہ اس کی آنکھوں پر ہے۔

حضور خواجگان کی طرح حضرت بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ نے بھی آپ کے اعلان کو سن کر فرمایا تھا کہ بے شک آپ کا قدم صرف گردن ہی کیا بلکہ میری آنکھوں پر ہے۔

بہجۃ الاسرار میں حضرت شیخ عدوی بن مسافر جن کا اکابر اولیا میں شمار ہوتا ہے کا بیان کچھ اس طرح مذکور ہے کہ حضرت تاجدار ولایت کا اس اعلان پر آپ نے اپنی گردن جھکائی اور حضرت شیخ ابومحمد یوسف عاقولی جو اس وقت وہاں موجود تھے سے فرمایا کہ حضور تاجدار ولایت کے اس اعلان پر اس وقت تین سو اولیا اللہ

اور سات سو رجال غیب نے جن میں بعض زمین پر بیٹھنے والے اور بعض ہوا میں اڑنے والے تھے بلا توقف سب نے اپنی اپنی گردنیں جھکا لیں۔

گزشتہ صفحے میں ہم نے جو باتیں بیان کی ہیں ان کا تعلق حضور تاجدار ولایت کے دور کے اولیا اللہ سے تھا لیکن آپ کے علوم رتبت کا یہ عالم ہے کہ آپ کے اس اعلان کے تقریباً دو سو سال قبل سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب عالم کشف میں فرمایا تھا ''اس کا قدم میری گردن پر ہے'' تو یہ سن کر آپ کے حلقہ ارادت میں موجود لوگوں نے عرض کیا حضور! کس کے بارے میں فرما رہے ہیں؟ کون کس کا قدم؟ ہم نے کچھ سمجھ نہیں پائے، برائے کرم اس کی وضاحت فرما دیں کیوں کہ ہم نے آپ کو بڑے ہی پر جوش لہجے میں متعدد بار یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان کا قدم میری گردن پر ہے، ان کا قدم میری گردن پر ہے۔ حضرت سید الطائفہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ سنو آج سے دو سال بعد شیخ عبد القادر جیلانی بغداد میں اعلان فرمائیں گے کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر اور میں ابھی سے یہ اعترافاً کہہ رہا ہوں کہ ان کا قدم میری گردن پر ہے۔

حضور تاجدار ولایت کے اس عظیم الشان اعلان پر جہاں جملہ اولیا اللہ نے اپنی گردنیں جھکائیں وہیں تاریخ وسیر کی کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے اعلان کی تصدیق ملائکہ نے کی جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں مندرج ہے کہ شیخ لقا ابن بطو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا شمار ابدال میں ہوا کرتا تھا فرماتے ہیں کہ جب شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''**قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ**۔ یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔'' فرمایا تو اس وقت رب کائنات کے نوری ومعصوم ملائکہ نے آپ کے ارشاد کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: **صدقت یا عبد اللہ**۔ یعنی اے اللہ کے بندے آپ نے سچ فرمایا۔

اس طرح اسی بہجۃ الاسرار میں شیخ خلیفۃ الاکبر علیہ الرحمۃ و الرضوان کے معتبر ومقدس خواب کے بیان مذکور ہے کہ حضور تاجدار ولایت کے اعلان (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے) کے فوراً بعد رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے اعلان کی توثیق وتائید یوں فرمائی ''**صدق الشیخ عبد القادر فکیف لا وھو القطب وانا ارعاہ**۔ یعنی شیخ عبد القادر نے سچ کہا اور وہ ایسا کیوں نہ کہیں، جب کہ وہ قطب دوراں ہیں اور میں ان کا نگہدار ہوں۔''

اس روایت کے سلسلے میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ خواب کی بات ہے لہٰذا ضروری نہیں کہ یہ صادق بھی ہو کیوں کہ خواب تو خواب ہوتا ہے اسے معتبر کیسے سمجھ جا سکتا ہے، اس تناظر میں پہلی بات تو یہ ہے کہ خواب جہاں برے ہوتے ہیں وہیں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ صحیحین شریفین میں دونوں قسم کے خوابوں سے متعلق صحابی رسول حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں موجود ہے کہ سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا خواب من جانب اللہ ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے، برے خواب دیکھنے پر بندے کو کیا کرنا چاہیے اس بابت بھی مسلم شریف کے اندر رسول گرامی قدر ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تمہیں کبھی برا خواب نظر آئے تو بیدار ہو کر بائیں جانب تین بار تھوک دیا کرو اور تین مرتبہ تعوذ یعنی شیطان لعین سے رب کائنات کی پناہ طلب کر کروٹ بدل دیا کرو۔

یہ ساری باتیں برے خوابوں سے متعلق اب رہا اچھے خواب کا معاملہ تو یاد رہے کہ اچھے خوابوں کی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عظمتیں بیان کرنے کے پہلو بہ پہلو ان کی تحسین بھی فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیحین شریفین کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

اس بندۂ مومن کی خوش نصیبی کا کیا کہنا جو اپنے خواب میں تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے شاد کام ہو، یہ بات بھی اچھے طرح ذہن نشین رہے کہ یوں تو شیطان کسی کی بھی شکل اختیار کئے ہمارے خواب میں وارد ہو سکتا ہے لیکن رسول گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل ہرگز ہرگز اختیار نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ بلا شبہ یقیناً اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ بطور استدلال صحیح

البخاری کی وہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے جس میں آقائے نامدار ﷺ نے مذکورہ باتیں ارشاد فرمائی ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

حضور تاجدار ولایت کے اس اعلان پر کہ ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے''، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توثیق و تصدیق بلاشبہ درجۂ اعتبار رکھتی ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آپ کو خواب میں دیکھنا آپ ہی کو دیکھنا ہے پھر دیکھنے والے کی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہیں بلکہ ایک ایسے دیکھنے والے نے اپنے خواب کا ذکر کیا جو بحر ولایت کا خواص وشناور ہے۔

میرا خیال ہے کہ اسی توثیق وتصدیق سے متاثر ہو کر تحدیث نعمت کے طور پر حضور تاجدار ولایت نے اپنے شہرۂ آفاق قصیدہ قصیدۂ غوثیہ میں فرمایا:

''اے اولیائے کاملین! تم سب کا مقام ومرتبہ بلندی پر ہے لیکن میرا مقام ازازل تاابد تم سب سے بلند تر ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے جملہ اقطاب پر حد درجہ فائق بنایا ہے، یہی وجہ ہے کہ میرے احکام ہر حال میں جاری وساری رہتے ہیں، ہر ولی کسی نہ کسی قدم پر ہوتا ہے اور میں نبی محترم ﷺ کے قدم مقدس پر ہوں۔''

''قلائدالجواہر'' میں مندرج ہے کہ ۳ رمضان المبارک ۵۹۹ھ میں حضرت شیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامع مسجد میں ایک بھرے مجمع کے سامنے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ حضور تاجدار ولایت کے اس ارشاد ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر'' پر اولیائے کاملین کا بلاتامل اپنی گردنوں کو جھکا لینا اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اس نے اس کے صلے میں نہ صرف یہ کہ ان کے قلوب واذہان کو بے بہا انوار وتجلیات سے معمور کردیا بلکہ ان کے علوم میں اضافہ فرماتے ہوئے ان کے درجات ومراتب کو بلند سے بلند تر فرمادیا۔

........جاری

ص ۱۴ رکا بقیہ........................

degree or less, on the other hand, face a meager 40% probability of their marriages surviving the same period." [Quartz, This subset of women has the best odds of making a marriage last]

یعنی" دوسری طرف وہ خواتین جن کے پاس فقط ہائی اسکول کی ڈگری یا اس سے کم ہے، ان کی شادیاں اسی مدت تک (یعنی بیس سال تک) باقی رہنے کا امکان محض چالیس فیصد ہے۔"

آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح معاشرے میں ایک بحران برپا ہے۔ بچے بنا باپ کے پل رہے ہیں، عورتوں کو کثرت سے طلاق دی جارہی ہے اور ایک سالم معاشرے کا ستون اوّل یعنی مردوزن کا باہمی تعلق ہی ختم ہوتا جارہا ہے، ایسے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر یوں ہی یہ روش قائم رہی تو وہ دن بھی دور نہیں جب لوگ اپنے بچوں کو بتایا کریں گے کہ ایک زمانے میں کبھی معاشرہ نام کی بھی کوئی چیز ہوتی تھی۔

مقام اصلاح میں یہ بات بہت ہی ذمہ داری کے ساتھ ضرور کہنا چاہوں گا کہ اگر اب بھی مغرب یا اس کے ہم خیال ممالک کو اپنے بکھرتے شیرازے کو بچانا ہے تو لازم ہے کہ وہ آدمی کے بنائے قوانین کو ترک کر اب خدائی احکامات کی پاس داری میں لگ جائیں، اسلام ایک مکمل دستور حیات اور نظام عمل ہے جہاں مردوزن دونوں کے حقوق محفوظ ہیں، اسے اپنا کر آج بھی کسی برے سے برے معاشرے کو امن وامان کا گہوارا بنایا جاسکتا ہے، اللہ ہم سب کو اسی دین متین پر استقامت عطا فرمائے اور علم وعمل کی دولت سے سرفراز فرمائے، آمین۔

ص ۵۷ رکا بقیہ........................

گردوا کام آئے نہ کوئی توپھر
وِرد صلِ علیٰ کا کیا کیجئے

آپ کے در کا ہے صدر عالم گدا
کچھ عطا یا حبیب خدا کیجئے

اسلاف واخلاف

از: بنت مفتی عبدالمالک مصباحی*

سیرت غریب نواز کے تابندہ نقوش

اسلاف واخلاف

دور حاضر میں قوم مسلم کی زبوں حالی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے اسلاف سے دور ہوتے جارہے ہیں، ان کے کردار کو فراموش کرتے جارہے ہیں اور چند گنے چنے افراد ذرا یاد کر بھی رہے ہیں تو صرف کرامات، قوم کو محض اولیا اللہ کے متحیر العقول کرامات سنا سنا کر داد وتحسین بٹورنے میں مصروف ہیں (إلا ماشاء اللہ) یہی وجہ ہے کہ آج قوم اولیا اللہ کی کرامات سن کر تو جھومتی ہے لیکن ان کی تعلیمات سنتے ہی منہ پھیرنے لگتی ہے کیا اس طرف توجہ کی ضرورت نہیں کہ قوم کو کرامات اولیا کے پیچھے پنہاں مجاہدات وقربانیوں سے متعارف کرایا جائے؟

واقعی اشد ضروری ہے کہ ہم ’’اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ‘‘ (یونس ۶۲) کا خطبہ پڑھ کر کرامات کی داستان کھولنے سے پہلے آیت ’’وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا فِیۡنَا لَنَھۡدِیَنَّھُمۡ سُبُلَنَا-وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ‘‘ (العنکبوت ۶۹) کے تحت ان کے عظیم کردار، رضائے الٰہی کے لیے دی گئیں قربانیوں نیز راہ حق میں اٹھائی گئیں مشقتوں کا ذکر کریں تا کہ اولیا اللہ سے محبت کرنے والی جماعت ان کی تعلیمات سے بھی محبت کرنے لگے کہ اولیا کی یاد حقیقی معنوں میں ان کی تعلیمات و مجاہدات ہی کی یاد ہے۔

ہاں! ہم اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ بھی مسلّم ہے کہ بعض اولیا مادرزاد ولی ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ اولیائے کرام کو اللہ رب العزت نے متحیر العقول کرامات سے نوازا ہے جس کا انکار جاہل یا گمراہ ہی کرسکتا ہے، ساتھ ہی ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ محض عبادات شاقہ ومجاہدات تامہ سے ہی کسی کو ولایت نصیب نہیں ہوتی بلکہ یہ اللہ کا فضل جسے چاہے عطا فرمائے، معاً اس امر پر بھی علما کا اجماع ہے کہ کوئی ولی سست اور کاہل نہیں ہوتا، ولی فاسق وفاجر نہیں ہوسکتا، دنیا میں کبھی عیش وآرام طلبی میں مبتلا نہیں ہوسکتا، حیات فانی میں چین وسکون کا متلاشی نہیں ہوتا بلکہ جو جتنا بڑا ولی ہے وہ اتنا بڑا مجاہد، اتنا ہی زیادہ عبادت وریاضت میں سرگرداں اور دنیا کی عیش وعشرت سے لاپرواہ اپنے مقصود کے حصول کے لیے کوشاں رہتا ہے، جس کے نتیجے میں اللہ رب العزت نے اسے بے شمار عزت وشرف اور کرامت وبزرگی سے نوازتا ہے، لہٰذا ثابت ہوگیا کہ ولایت کی اصل کرامت نہیں بلکہ یہ تو بس ان کے بلندیِ مرتبت کی ایک شناخت ہے، چناں چہ ہمیں چاہیے کہ ہم وجہ کرامت اور اصل ولایت کو جانیں تا کہ ان کی کرامات کی بلندی کا اندازہ لگا سکیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کے کردار وافعال کی روشنی میں راہ راست کی طرف مائل ہونے کی توفیق ملے۔

تو آئیں! ہم انھیں اولیائے کرام میں سے جن کی کرامات مشہور ومعروف اور ہر عام وخاص کے زبان زد ہے نیز جن کی محبت سے دنیا بھر کے افراد بالخصوص ایشیا کا بچہ بچہ سرشار ہے یعنی خواجۂ خواجگان، عطائے رسول، سلطان الہند، خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن سنجری، چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ! دیکھتے ہیں ان کی کرامات کے پیچھے چھپی عظیم قربانیوں اور تابناک کردار کو۔

راہ حق کی ابتدا عظیم قربانی کے ساتھ

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ پر پہلی بڑی پریشانی اور آزمائش ۱۵ر برس کی عمر میں آئی کہ آپ کے والد بزرگوار سید غیاث الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا، وراثت میں صرف ایک باغ اور ایک پَن چکی ملی، آپ نے اسی کو ذریعہ معاش بنالیا اور خود ہی باغ کی نگہبانی کرتے اور درختوں کی آبیاری فرماتے۔

یوں ہی ایام حیات بسر ہورہے تھے کہ ایک روز حضرت

سیدنا خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باغ میں پودوں کو پانی دے رہے تھے کہ ایک مجذوب بزرگ حضرت سیدنا ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باغ میں تشریف لائے، جوں ہی حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ رحمۃ اللہ کی نظر اللہ کے اس مقبول بندے پر پڑی، فوراً دوڑے، سلام کر کے دست بوسی کی اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ درخت کے سائے میں بٹھایا پھر ان کی خدمت میں انتہائی عاجزی کے ساتھ تازہ انگوروں کا ایک خوشہ پیش کیا اور دوزانو بیٹھ گئے، اللہ کے ولی کو اس نوجوان باغبان کا انداز بھا گیا، خوش ہو کر ایک ٹکڑا چبا کر آپ کے منہ میں ڈال دیا، جوں ہی وہ ٹکڑا حلق سے نیچے اترا، آپ کے دل کی دنیا یک دم بدل گئی اور طبیعت دنیا کی محبت سے اچاٹ ہوگئی، پھر آپ نے باغ، پن چکی اور سارا ساز وسامان بیچ کر اس کی قیمت فقرا ومساکین میں تقسیم فرما کر حق کی تلاش میں نکل پڑے۔

{مرآۃ الأسرار، ص ۵۳۹ بحوالہ فیضانِ غریب نواز، ص ۶}

طلب حق میں نذرِ جوانی

حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے یوں ہی بے علم جنگل میں گوشہ نشین نہیں ہوگئے بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے اپنی جوانی کے تقریباً ۳۵ رسال محض ظاہری علوم تفسیر، فقہ اور حدیث کی تحصیل میں صرف فرمائے۔ {تذکرۃ المعین فی ذکر کاملین، ص ۲ رمطبع معینیہ اجمیر} اس کے علاوہ باطنی علوم کی تحصیل کے لیے اپنے پیر ومرشد خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی دولت سے سرفراز ہوئے، سیر الاقطاب مترجم تذکرہ خواجگان چشت {ص ۱۳۸} کے مطابق بیس سال اور دلیل العارفین نیز دیگر کتب کے اعتبار سے اس آٹھ برس خدمت مرشد میں مشغول رہے، آپ کے ملفوظات میں درج ہے کہ خود آپ فرماتے ہیں:

''میں آٹھ سال اپنے مرشد کی خدمت میں مصروف رہا، ایک لمحہ بھی آرام نہیں کیا، میں نے نہ رات دیکھی نہ دن! ہمیشہ ان کے ساتھ سفر میں رہا، ان کے کپڑے، بستر اور دیگر سامان سفر سر پر رکھ کر ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہا، جب انھوں نے مجھ درویش کی خدمت کو دیکھا تو مجھے وہ نعمت ابدی عطا فرمائی جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ انتہا۔''

{دلیل العارفین، ص ۱۶، مطبع ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور}

الغرض اس دم تک بارگاہ مرشد کے خادم بنے رہے یہاں تک کہ کامیابی حاصل کر کے منزل مقصود تک پہنچ گئے، حتیٰ کہ سند کے طور مرشد کامل نے ارشاد فرمایا:

''معین الدین محبوب خدا است ومرا فخر است بر مریدی او۔ یعنی ہمارا معین الدین اللہ کا محبوب ہے، ہمیں اپنے مرید پر فخر ہے۔''

{مرآۃ الأسرار، ص ۵۹۰، سیر الاقطاب ص ۱۰۳}

ولایت ہند یوں ہی عطا نہ ہوئی

اتنی عظیم بزرگی کہ زیارت حرمین طیبین کے موقع پر مکہ مکرمہ میں غیب سے ندا آئی کہ ''معین الدین میرا دوست ہے، میں نے اس کو اپنے مقبول اور برگزیدہ بندوں میں شامل کیا'' اور پھر جب مدینہ منورہ میں روضہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی اور ادب واحترام کے ساتھ سلام پیش کیا تو جواباً روضہ اقدس سے ''وعلیکم السلام یا قطب المشائخ'' کی صدا آئی۔ {ملخصاً سیر الاقطاب مترجم تذکرہ خواجگان چشت، ص ۱۳۸ رطبع نفیس اکیڈمی کراچی} اور نائب رسول بنا کر ہند کی ولایت سپرد کر دی گئی، اس بلند مقام ومرتبت پر فائز ہونے والے خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مجاہدہ بھی ذرا ملاحظہ کریں:

تلاوت قرآن اور شب بیداری

حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ ساری ساری رات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے، حتیٰ کہ عشا کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے اور تلاوت قرآن سے اس قدر شغف تھا کہ دن میں دو قرآن پاک ختم فرما لیا کرتے، دوران سفر بھی قرآن پاک کی تلاوت جاری رہتی۔

{مرآۃ الاسرار، ص ۵۹۵ بحوالہ فیضان غریب نواز ۱۲}

کم کھانے کی عادت

دیگر بزرگان دین اور اولیائے کاملین رحمہم اللہ کی طرح آپ بھی زیادہ سے زیادہ عبادت الٰہی بجالانے کی خاطر بہت ہی کم

اسلاف واخلاف

کھانا تناول فرماتے تا کہ کھانے کی کثرت کی وجہ سے سستی، نیند یا غنودگی عبادت میں رکاوٹ کا باعث نہ بنے، چنانچہ آپ کے بارے میں منقول ہے کہ سات روز بعد دو ڈھائی تولہ وزن کے برابر روٹی پانی میں بھگو کر کھایا کرتے۔ {ایضاً}

لاکھوں افراد نے آپ کے ہاتھ پر کیسے اسلام قبول کرلیا؟

اس کے جواب میں جہاں آپ کی دیگر بے شمار صفات حمیدہ موجود ہیں وہیں آپ کا حسین و بے نظیر خلق حسن ہے کہ جس طرح آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر تین سو تیرہ کی تعداد محض چند ہی برس میں لاکھوں سے تجاوز کر گئی، اسی طرح نائب رسول یعنی خواجہ غریب نواز کے اخلاق حسنہ نے لاکھوں کو اسیر بنا لیا، کیوں کہ آپ کی طبیعت میں حلم وعفو کی درویشانہ صفات منتہائے کمال تک پہنچی ہوئی تھیں، اس کا اندازہ لگانے کے لیے یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

''ایک مرتبہ خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی آیا اور آداب بجالا کر ایک جانب بیٹھ گیا، عرض کی کہ حضرت بہت عرصہ سے آپ کی قدم بوسی کی تمنا تھی، اللہ کا شکر ہے کہ یہ عظیم سعادت آج میسر ہوئی، اس بد باطن شخص نے جیسے یہ جملہ کہا، حضرت نے اس کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور ذرا توقف کے بعد فرمایا: جس ارادہ سے آئے ہو اس کو پورا کرو، یہ سنتے ہی وہ شخص کانپنے لگا، خوف زدہ ہو کر زمین پر گر گیا اور بڑی عاجزی سے بولا کہ مجھ کو لالچ دے کر آپ کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا، یہ کہہ کر بغل سے چھری نکالی اور سامنے ڈال دی، پھر قدموں پر گر کر کہنے لگا کہ آپ مجھ کو اس کی سزا دیجئے، بلکہ آپ حکم دیجئے کہ مجھے مار ڈالا جائے، خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عزیز! ہم لوگوں کی روش یہ ہے کہ جو ہمارے ساتھ برا کرے، اس کے ساتھ بھی ہم نیکی سے پیش آتے ہیں، تم نے تو میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی، یہ کہہ کر اس کا سر اپنے قدم سے اٹھا لیا اور اس کے لیے دعائیں کیں: خداوندا اس شخص کو نیک توفیق عطا فرما، دعا کرتے ہی اس کا دل بدل گیا، اس نے آپ کی ملازمت اختیار کر لی، دیندار آدمی بن گیا، یہاں تک کہ ۴۵ بار حج کعبہ کی سعادت حاصل ہوئی اور اسی مقدس سرزمین میں روح پرواز ہوئی، مکہ مکرمہ ہی میں پیوند خاک بھی ہوا۔''

{سیر الاقطاب، ص ۱۳۳ و ۱۳۴ طبع نفیس اکیڈمی کراچی}

شاہ و گدا سبھی آپ پر کیوں فریفتہ ہوئے؟

کرامات غریب نواز میں یہ تو آپ نے خوب سنا ہوگا کہ آپ سفر ہند میں سمرقند، بخارا، بغداد، نیشاپور، تبریز، اوش، اصفہان، سبزوار، خراسان، خرقان، استرآباد، بلخ اور غزنی وغیرہ سے ہوتے ہوئے دوران سفر ہی لاکھوں گمراہوں کو راہ راست پر گامزن فرما دیا اور بے شمار بت پرست، آتش پرست، یہودیوں اور عیسائیوں کو دامن اسلام میں آباد فرما دیا، انھیں میں سے کئی افراد اسی وقت اپنے گھر بار، وطن وشہر سب کو خیر آباد کہہ کر دیوانہ وار غریب نواز کے ہمراہ ہو گئے۔

واقعی یہ آپ ہی جیسے ولی کامل کا حصہ ہے، حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ اللہ رب العزت جب کسی بندے کو اپنا محبوب بنانا ہے تو اہل سما وارض کے دلوں کو اس کی محبت سے سرشار فرما دیتا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ان کے کچھ دل آویز انداز کردار بھی ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف دیوانہ وار بھاگنے لگتے ہیں، کچھ ایسا ہی کردار خواجہ غریب نواز کا بھی تھا مثلاً:

آپ خلق خدا پر نہایت شفیق تھے، بہت ہی نرم دل اور متحمل مزاج، سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے، اگر کبھی غصہ آتا تو صرف دینی غیرت وحمیت کی بنیاد پر، البتہ ذاتی طور پر اگر کوئی سخت بات کہہ بھی دیتا تو آپ برہم نہ ہوتے بلکہ اس وقت بھی حسن اخلاق اور خندہ پیشانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے، ایسا معلوم ہوتا کہ آپ نے اس کی نازیبا باتیں سنی ہی نہ ہوں۔ {حضرت خواجہ غریب نواز! حیات وخدمات، ص ۳۹}

یوں ہی اگر کوئی آپ کے ساتھ کتنی ہی بدسلوکی کیوں نہ کرے مگر کبھی آپ اسے رسوا نہیں کرتے تھے حتی کہ آپ کے مرید و خلیفۂ خاص حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے

اسلاف و اخلاف

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

پیرومرشد کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں کئی برس تک خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر رہا لیکن کبھی آپ کی زبان اقدس سے کسی کا راز فاش ہوتے نہیں دیکھا، آپ کبھی کسی مسلمان کا راز نہ کھولتے۔ {ایضا}

اسی طرح آپ کے اندر وارفتہ ودیوانہ وار بنانے والی ایک اور بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کو انسانیت سے بڑا پیار تھا بلاتفریق مذہب وملت مظلوم کی امداد وحاجت روائی گویا آپ نے اپنے اوپر لازم کرلیا تھا، مثال کے طور پر اس مظلوم مقتول کی حیات نو کے واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں:

''ایک حاکم نے ایک شخص کو بے گناہ پھانسی کی سزا دے دی، مقتول کی ماں حضرت خواجہ کی خدمت میں آئی، اس وقت حضرت وضو فرمارہے تھے، اس عورت نے آتے ہی گریہ وزاری شروع کردی کہ خدا کے لیے میری فریاد سن لیجئے، حاکم شہر نے ناحق میرے بیٹے کو پرچہ نویسوں کی رپورٹ پر پھانسی دے دی ہے، حضرت خواجہ نے متوجہ ہو کر اس مظلومہ کی فریاد کو غور سے سنا اور جب آپ کو یقین ہو گیا کہ واقعہ بالکل صحیح ہے تو آپ نے اپنا عصا ہاتھ میں لیا اور اپنے خدام ومریدین کے ساتھ روانہ ہوگئے، ہر شخص حیران وپریشان تھا کہ دیکھئے پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے، حضرت خواجہ سیدھے مقتول کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے اور دیر تک اس کی لاش کو دیکھتے رہے پھر اپنے عصا سے اس کی گردن کو چھو کر فرمایا: اے مظلوم! اگر تجھ کو بے قصور مارا گیا ہے تو اللہ کے حکم سے زندہ ہوجا اور پھانسی کے تختے سے اتر جا، ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ مقتول زندہ وسلامت پھانسی کے تختے سے نیچے آگیا، جیسے حکم کا منتظر ہو اور فوراً حضرت کے قدموں پر گر گیا۔'' {سیر الاقطاب مترجم تذکرہ خواجگان چشت، ص۱۳۱و۱۳۲، مطبع نفیس اکیڈمی کراچی}

آٹھ صدیاں گزرنے کے بعد بھی عاشقان خواجہ کی کثرت کا راز

اس وجہ سے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے مریدین و محبین سے بے پناہ محبت فرماتے ہیں اور صرف حیات ظاہری ہی میں نہیں بلکہ بعد وفات بھی قیامت تک ہونے والے مریدین ومحبین کے لیے اس وقت دعا فرمایا جب آپ حرم کعبہ میں مصروف عبادت تھے اور آواز آئی:

''اے معین الدین میں تجھ سے خوش ہوں، تجھ کو بخش دیا، جو کچھ تمہاری خواہش ہے، مانگو تا کہ میں تم عطا کروں، آپ نے دعا فرمائی'' اے اللہ! میرے مریدوں کو بخش دے، آواز آئی: اے معین الدین! تو میرا مخصوص و برگزیدہ بندہ ہے، تیرے تمام مریدین جو بھی تیرے شجرے میں شامل ہوں گے، سب کو بخش دوں گا، اس کے بعد خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میرے مریدین اور مریدوں کے مریدین جنت میں قدم نہیں رکھ لیں گے، میں بہشت میں داخل نہیں ہوں گا۔''

{سیر الاقطاب مترجم تذکرہ خواجگان چشت، ص۱۳۹، مطبع نفیس اکیڈمی کراچی}

یہ ہیں خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابندہ نقوش کی چند جھلکیاں! جن کی روشنی میں روز روشن کی طرح یہ امر عیاں ہوگیا ہے کہ ''من جهد وجد'' آپ کو اگر آج بھی خواجۂ ہند کہا جاتا ہے تو یوں ہی نہیں بلکہ ایران سے ہندوستان آنے میں بے پناہ دشواریوں کا سامنا کیا، راہ حق میں بے نظیر قربانیاں دیں، جس کی گواہی خود غیب سے ملی ''حَبِيْبُ اللّٰهِ مَاتَ فِي حُبِّ اللّٰهِ۔ یعنی جس نے اپنی پوری زندگی اللہ کے لیے وقف کردی حتی کہ روح بھی اللہ کی محبت میں قفس عنصری سے ۶/رجب المرجب ۲۳۶ء کو پرواز کرگئی۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم تمامی مسلمانوں کو فیضان خواجہ سے فیض یاب فرمائے نیز تعلیمات خواجہ پر عمل پیرا ہونے اور انھیں عام سے عام تر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، سلطنت خواجہ کو پرامن وسکون بنائے، آمین۔

ترے در کی ہو خیر شہِ اجمیر
مٹے غم کی اندھیر شہِ اجمیر

(فریدی)

□□□

از: مفتی محمد ساجد احمد رضوی*

تذکرۂ جمیل حضور محدث سورتی

اسلاف و اخلاف

اکناف عالم کا ہر گوشہ محافظین دین اسلام سے مہک رہا ہے، عاشق عشق بن کر اپنے محبوب کی اداوں پر سو جان سے قربان ہوتا ہے، اس کے ایک ایک ادا کو اپنی معراج سمجھ کر محبوب کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، محبوب وابلب ہوتا ہی ہے کہ یہ پرانے جان لٹا کر محبوب کے لبہائے مبارکہ مقدسہ مطہرہ سے صادر شدہ جملے، پیغامات و احکام کی حفاظت میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں، سینہ سے لگا کر آنے والی نسلوں تک پہنچانا اپنی معراج زندگی تصور کرتے ہیں اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ جس محبوب کی ہم بات کر رہے ہیں وہ محبوب نا تو کسی کا تنہا محبوب ہے نا ہی کسی کا جا گیری محبوب اور عشق مجازی کا معشوق ہے اور جو عاشق ہے وہ بھی کوئی عام انسان نہیں عاشق ہوتے ہی اس کو زمانہ پر حکمرانی کی دولت مل جاتی ہے، اس عاشق کا نام مومن صادق اور محبوب کا نام آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات و فرمان مقدسہ کے ہر ہر لمحہ کو عاشقان نبوت نے محفوظ فرما کر ہم تک اس لیے پہنچایا تا کہ اسی کی روشنی میں ہم صراط مستقیم کی طرف چل کر اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں اور یہ تراث علیہ حدیث کی صورت منورہ میں ہم تک سلسلہ بسلسلہ پہنچتا رہا۔

برصغیر میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کو دور جدید کا علم حدیث کا امام مانا جاتا ہے کہ ان کے بغیر کسی بھی محدث کی کی سند حدیث کا اتصال الی النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم ناممکن مانا جاتا ہے آپ نے سرزمین ہند کو اپنا مرکز توجہ بنا کر علم حدیث کی رعنائیوں سے سرسبز و شاداب فرمایا، اس کے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے علم حدیث سے روشنی پھیلائی اسی طرح دیگر علمائے اسلام کی ایک لمبی جماعت نے اپنی خدمت مستنیر سے ہم پر احسان فرما کر ہم تک حدیث نبوی کو توضیحاً، تشریحاً اور تصریحاً پہنچانے میں مدد فرمائی انہیں طویل فہرست کی محترم و محتشم مقدس ترین ہستیوں میں حضر شیخ محدث المحدثین مولانا وصی احمد محدث سورت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات ہے، آپ کا اسم شریف وصی احمد بن مولانا محمد طیب بن مولانا محمد قاسم بن مولانا محمد طاہر ہے اور آپ کا مشہور لقب " شیخ المحدثین" ہے، آپ کا سلسلہ نسب سیدنا مولی علی خیبر شکن کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے، آپ کے جد اعلیٰ حضرت مولانا قاسم مدینہ طیبہ طاہرہ مطہرہ کے باشندے تھے سولہویں صدی عیسوی شاہ جہاں کے زمانہ کی چوتھائی میں ہندوستان تشریف لائے اور سورت کی بندرگاہ " راندیر" میں مقیم ہوئے۔

آپ کے جد اعلیٰ مولانا محمد قاسم نے بعد قیام تعلیم و تعلم کا سلسلہ راندیر ہی میں شروع کر دیا چوں کہ راندیر کا شمار اس زمانہ میں تجارتی مراکز میں ہوتا تھا، لہٰذا آپ نے یہیں پر کپڑے کی تجارت شروع کی اور یہیں حضرت محدث سورتی نے حیات جہان فانی کی پہلی سانس ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء میں لی۔

ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرمی مولانا محمد طیب سے حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے سفر شروع ہونا ہی تھا کہ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کا غاز ہو گیا، آپ کا خانوادہ انگریزی سامریت کے بغاوت میں شہرت یافتہ تھا کہ آپ کے خاندان نے اس تحرک میں اچھی خاصی قربانی پیش کی تھی، آپ کے دو بھائی اور دیگر رشتہ دار شہید ہوئے، آپ کی دکان جلا کر خاکستر کر دی گئی اور آپ کے گھر پر انگریزوں نے قبضہ جما لیا، جس کی وجہ سے حالات پر قابو نہ پا کر آپ کے والدین نے شہر بغداد کی جانب رخ کی اور تین سال اقامت پذیر رہے، اس کے بعد ادائیگی حج کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوئے جب تک ہندوستان کے حالات

*مضمون نگا اسلامی دار الافتا، پچپڑوا، بلرام پور، یوپی کے مفتی ہیں۔

سازگار ہوگئے تھے پھر بعد حج شہر ہند کی طرف واپس ہوئے کہ راستہ والد محترم کا انتقال پر ملال ہوگیا اور راندیر پہنچنے کے بعد والدہ محترمہ کی مامتا سے محروم ہوگئے۔

ایسے حالات سے آدمی کا ٹوٹ جانا یقینی ہے لیکن آپ نے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اپنے چھوٹے بھائی مولانا لطف اللہ کو ساتھ لیا اور راندیر سے شہر دہلی کی طرف روانہ ہوے تا کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں، دہلی پہنچ کر آپ مسجد فتح پوری میں مقیم ہوئے اور مفتی محمد مسعود محدث دہلوی کے مشورے سے مدرسہ حسین بخش دہلی میں داخلہ لے کر علما وفضلا سے صرف ونحو تفسیر وتراجم اور دیگر علوم وفنون حاصل کئے اس کے بعد علی گڑھ مولانا لطف اللہ اور مولانا محمد علی کان پوری کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے بھی آپ نے اکتساب فیض کیا اور ۱۸۶۸ء میں اس دور کے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی۔

آپ کو علم حدیث سے گہرا لگاؤ تھا، اس لیے مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی اور مولانا لطف اللہ کے ایما پر اس وقت کے جلیل القدر محدث مولانا احمد علی سہارن پوری کے حلقہ درس میں شامل ہوے جہاں پر پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی جیسی عظیم ہستیاں آپ کے ہم راہ رہیں، علم فضل کے اس کوہ گراں استاذ نے آپ کو اتنا سنوارا نکھارا کہ آگے چل آپ ''شیخ المحدثین'' کے لقب سے جانے گئے۔

قدیم علما میں ایک بات بہت قریب سے دیکھنے کو ملی کہ جو بھی بڑا عالم ہوتا تھا، جہاں کئی اور اوصاف سے متصف ہوتے وہیں وہ حکیم بھی ہوتے تھے اس کی کئی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں، ماضی تو ماضی ہے حال میں حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ دام ظلہ العالی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے کہ آپ ایک متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر اور کامیاب حکیم بھی ہیں، بہر حال محدث سورتی کے دور میں علم طب کا رواج عام تھا اسی رواج عامہ کے پیش نظر آپ نے حتی المقدور علم طب حاصل کیا۔

آپ علوم اسلامیہ پر گہری نظر رکھتے تھے، مہارت تو آپ کو فقہ وتفسیر، منطق وفلسفہ، وغیرہ جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں تھی لیکن خاص موضوع ''علم حدیث'' کو بنایا تھا، اسی وجہ سے آپ نے ۴۰ ؍سال تک اسی کی درس تدریس میں گزارے اور اسی کی نسبت ''محدث'' سے شہرت دوام حاصل فرمائی، علم حدیث میں آپ کے کمال اور پختگی کا عالم یہ تھا کہ مولانا احمد علی آپ کو اپنا جانشین کہا کرتے تھے، مولانا ہدایت اللہ خاں رام پوری، امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مولانا عبدالوہاب فرنگی محلی علی گڑھی، مولانا احمد حسن کان پوری اور مولانا شاہ فضل الرحمٰن قدس سرہم العزیز فن حدیث میں آپ کے وسعت نظر کے مداح تھے حتی کہ اوّل الذکر تینوں اکابرین نے اپنے تلامذہ کو دورۂ حدیث کے لیے آپ کی بارگاہ میں بھیجا۔

آپ کے در سے علوم وفنون کے بہتے دھارے سے پیاس بجھانے والوں کی تعداد دائرہ تحدید سے باہر معلوم ہوتی ہے تاہم مندرجہ ذیل در یتیم ہستیاں آپ کے چشمہ علم، فضل سے سیراب ہوئیں (۱) حضور صدر الشریعہ فقیہ اعظم ہند علامہ امجد علی اعظمی، مصنف بہار شریعت (۲) حضور محدث اعظم کچھوچھوی (۳) ملک العلما علامہ ظفرالدین بہاری، مصنف صحیح البہاری (۴) سید سلیمان اشرف بہاری، مصنف المبین، وغیرہم۔

امام اہل سنت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کے بہت اچھے مراسم تھے، دوران تدریس آپ کے بار بار اعلیٰ حضرت کا ذکر فرمانے پر حضور محدث اعظم ہند نے ایک مرتبہ عرض کیا: حضور آپ اپنے پیر کا اس قدر ذکر نہیں فرماتے ہیں جس قدر آپ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرماتے ہیں، جس پر محدث سورتی نے آب زر سے لکھا جانے والا اور حاسدین رضا کی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دینے والا یہ جملہ ارشاد فرمایا:

''جب میں نے پیر کی بیعت کی تھی بایں معنیٰ مسلمان تھا کہ میرا سارا خاندان مسلمان سمجھا جاتا تھا مگر جب اعلیٰ حضرت سے ملنے لگا تو مجھ کو ایمان کی حلاوت مل گئی، اب میرا ایمان رسمی نہیں بلکہ بعونہ تعالیٰ حقیقی ہے جس نے حقیقی ایمان بخشا اس کی یاد سے دل کو تسکین دیتا ہوں۔''

پھر سوال کیا کہ کیا وہ علم حدیث میں آپ کے برابر ہیں؟

اسلاف وا خلاف

٭ مضمون نگار دارالعلوم ضیائے مصطفیٰ فہیم آباد کالونی کانپور کے استاذ ہیں۔

جواباً آپ نے ارشاد فرمایا:

”ہرگز نہیں“، پھر فرمایا کہ شہزادہ صاحب سمجھا آپ نے کہ ”ہرگز نہیں“ کا کیا مطلب ہے؟ سنئے ”اعلیٰ حضرت اس فن میں امیر المومنین فی الحدیث ہیں کہ سالوں سال تک صرف اس میں تلمذ کروں تو بھی ان کا پاسنگ نہ ٹھہروں۔“

(ماہ نامہ المیزان، ۱۹۷۶ء مئی، جون ص ۲۴۷)

علم وحکمت کے دریتیم نے مسلک ومذہب کے تحفظ وبقا کے لیے آخری دم تک جان توڑ کوششیں کی اور جماعت اہل سنت کی راہ نمائی کے لیے صفحہ ہستی پر کئی ہیرے بکھیرے مثلاً آپ نے علم تفسیر میں ”مدارک التنزیل وحقائق التاویل“ پر مختصر حاشیہ ”انوار التنزیل واسرار التاویل“ یعنی تفسیر بیضاوی پر حاشیہ اور ”تفسیر الجلالین“ پر حاشیہ، علم حدیث میں ”السنن للنسائی“ پر مستند تعلیقات اور ”امام طحاوی کی مشہور زمانہ ومرجع اخص الخواص ”شرح معانی الآثار“ پر حاشیہ (جو مطبوع ہیں) شرح مشکاۃ المصابیح، تعلیقات شروح اربعہ ترمذی، جامع الشواہد، انفع الشواہد، علم فقہ میں آپ نے ”منیۃ المصلّی“ پر حاشیہ بنام ”التعلیات المجلی لما فی منیۃ المصلی“ تحریر فرمائی جو شائع شدہ ہے، حاشیہ شافعیہ، الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ، کشف الغمامۃ عن سنیۃ العمامۃ اور علم منطق میں ”تعلیقات شرح ملاحسن، حاشیہ میبذی“ تحریر فرمائی۔

علم وحکمت کا یہ درخشندہ ستارہ ۸؍جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۱۶ء بروز چہارشنبہ غروب ہو کر ایک جہان علم وفن کو تاریک کر گیا، آپ کی نماز جنازہ حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے سامنے مسجد کے احاطہ میں مدفون ہوئے، آپ کی تاریخ وصال کے اعداد ”یطاف علیھم بآنیۃ من فضۃ واکواب“ آیت مقدسہ مطہرہ نکالی اور فرمایا کہ اگر اس میں ”و“ شامل کر دیا جائے تو میری تاریخ وصال ہے۔

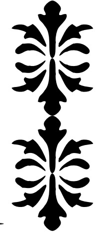
حضور محدث سورتی کی حیات وخدمات کا جائزہ لینے کے بعد مندرجہ ذیل نتیجے پر پہنچتے ہیں:

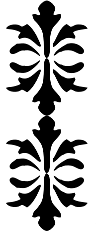
(۱) علم دین کی حصول یابی کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ یہی راہ نجات اور حیات ابدی کا اصل ذریعہ ہے۔ (۲) علم دین کو دنیا کے لیے نہیں دین کے لیے استعمال کرنا اپنا شعار بنانے ہی میں خیر ہے۔ (۳) حاصل سب کرو لیکن کسی ایک ہی فن کو مختص کرلو جس سے کام یابی کی منزلیں قریب ہوجاتی ہیں۔ (۴) بزرگوں کے مشورے پر عمل اور ان کی عزت وعظمت بجالانے میں بھلائی پنہاں ہے۔ (۵) (اکیسویں صدی کی اس ہمہ ہمی میں) اپنی نگارشات، خدمات حتی المقدور اپنی ہی حیات میں شائع کروا دیں ورنہ نسلیں مستفید ہونے سے رہ سکتی ہیں۔ (۶) اپنے محسن کے ذکر جمیل کرنے میں فروگزاشت نہیں ہونا چاہیے۔ (۷) اپنے زیادہ علم والے کی تصدیق ہی بڑے ہونے کی علامت ہے۔ (۸) دین کے لیے کام کرتے رہیں، مرتے رہیں تاریخ ہمیشہ اپنے دامن میں ذریں باب آپ کے لیے رکھے گی۔ □□□

ص ۵۶؍ کا بقیہ ....

ہمیشہ عروج پر رہتا ہے، ملک میں جوں جوں مزارات ظہور پذیر ہو رہے ہیں، جتنی ٹولیاں بنتی ہیں، محلے بنتے ہیں، میرا بزنس ترقی کرتا جاتا ہے، عوام نے میرے لئے کاروبار کو آسان بنا دیا ہے، میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ میری مخصوص تقریر کی فرمائش کر دیتے ہیں، کہیں دوبارہ جانا ہوا تو، عوام اتنی بھلکڑ ہے کہ سال دو سال میں سب کچھ بھول جاتی ہے، کبھی کچھ الگ بولنے کی ضرورت ہو تو ترنم سے کام نکال لیتا ہوں، ویسے مجمع کے نعرے بھی میرے پسندیدہ ہتھیار ہے، میں ایک پیشہ ور مقرر ہوں، کچھ لوگ میرے خلاف لکھتے ہیں، تحریک چلاتے ہیں، لاکھ لکھا کریں! ان کو پڑھتا ہی کون ہے! انھیں جانتا ہی کون ہے! ان عوام کا شکریہ جو بالکل گائے کی طرح سیدھے ہیں، بار بار ایک ہی تقریر سن کر بھی نہیں تھکتے، الٹا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ کہنے سے پہلے ہی سمجھ جاتے ہیں اور نعرے پہ نعرے!

مجھے پیروں سے ایک خاص طرح کا رشتہ ہے، یعنی ”من ترا حاجی بگویم، تو مرا قاضی بگو“ والا! پیروں کی محافل میں، مجھے زیادہ مزا آتا ہے، بس صاحب کا نام لو اور نعرے پہ نعرہ! □□□





از: شوسل میڈیا سے

عورت کی آزادی! ایک تنقیدی جائزہ

یوروپی اور اِطالوی نشاۃِ ثانیہ کے بعد سے ہی کثیر اسکالرز، اصحابِ قلم اور مفکرین نے عورت اور اُس کی آزادی کو اپنا موضوعِ سخن بنایا ہے، اپنے اپنے طور پر مختلف حلقوں سے وابسطہ لوگوں نے مختلف زاویوں سے آزادعورت کی تعریف بیان کی ہے، کسی کی نظر میں اِقتصادی آزادی اور مَعاشی خود کفیلی ہی ایک آزادعورت کی علامت ہے، تو کہیں جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے مکمل آزادی ہونا ایک ترقی یافتہ خاتون کی پہچان مانی جاتی ہے اور بعض تو اس حد تک گئے ہیں کہ اُن کے نزدیک در اصل آزادعورت وہی ہے جسے کسی بھی معاملے میں مرد کی معاونت کی اصلاً ضرورت ہی نہ ہو۔

خِرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خِرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

اِن مغربی نگارشات اور خیالات کے ردِّعمل کی شکل میں مشرق خاص طور پر ہندوپاک سے تقریباً ہر طبقے نے خامہ فرسائی کی ہے؛ نتیجتاً "عورت اور مغرب، اسلامی اور مغربی ثقافتوں میں عورت، مغرب میں عورت کا مقام" وغیرہ وغیرہ عنوانات پر موجودہ وقت میں مختلف رسائل وجرائد، اخبارات اور بالخصوص انٹرنیٹ پر آپ کو اس قدر مضامین نظر آئیں گے کہ جن کا شمار دشوار ہے، مگر ان میں بہت کم ایسے ہیں جو کسی حد تک معتدل اور غیر جانبدار ہیں، میرے ناقص مطالعے کے مطابق ان تمام میں تین قسم کی تحریروں کی غالب اکثریت ہے:

(۱) لبرل تحریریں

ان میں زیادہ تر صِرف ایک بات پر زور دیا جاتا ہے کہ مغربی نظام کو اپنا لیا جائے، اس کے فضائل ومحاسن کے بیان سے اوراق وسُطور پُر نظر آتے ہیں اور پستی وپسماندگی کا سارا ٹھیکرا مولوی حضرات کے سر پھوڑا جاتا ہے، گویا دنیا کی ترقی میں یہی لوگ مانع ہیں۔

(۲) جذباتی تحریریں

یہ کچھ ان لوگوں کی کاوشیں ہوتی ہیں جنہوں نے بالاستعاب تو مغربی ثقافت ومعاشرے کا مطالعہ نہیں کیا، مگر ان کے بڑوں نے انہیں یہ سمجھا دیا ہوتا ہے کہ" بیٹا مغرب سے منسوب جو چیز بھی ہو سب کو برا ہی کہنا!" یعنی حقائق وشواہد کی بجائے تمام توانائی قومی، ملی اور مذہبی جذبات بھڑکانے میں صَرف کی جاتی ہے، بلکہ ایسی تحریروں کو مغرب کے نام ایک" ملامت نامہ" کہا جائے تو بجا ہوگا۔

(۳) معتدل تحریریں

اس قسم کی تحریریں حالانکہ اقل القلیل ہیں مگر یہی اس موضوع پر لکھی جانے والی کامیاب تحریریں کہلانے کے لائق ہیں، جن میں معتدل راہ اور میانہ رَوِی کے ساتھ ساتھ جذباتی گفتگو سے پرہیز اور تمام دعوے قوی دلائل اور مُستند شواہد پر مبنی ہوتے ہیں۔

ان میں پہلی اور دوسری قسم کی نگارشاتِ قلم نے ملّت کو کتنا نقصان پہنچایا ہے، یہ چنداں بتانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ آج مشرقی محققین کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھے جانے کی ایک بڑی وجہ اسی طرح کی تحریروں کا معرضِ وجود میں آنا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ ان دونوں قسم کی تحریروں کے قارئین اور ان کے شائقین بھی صِرف دو ہی وجہ سے انہیں پڑھتے ہیں، یا تو مغرب کی شان میں" قصائد مدحیہ" سننے کے لیے یا مغرب کے نام" ملامت نامے" پڑھنے کی غرض سے، رہی تیسری قسم، تو اسی سے ہمیں سروکار ہے اور اسی پر عمل کرنے کی کوشش رہتی ہے، اب ہماری اس قلمی کاوش (جسے آپ ابھی ملاحظہ فرما

بزمِ نسواں

رہے ہیں) میں کس حد تک ہم اعتدال قائم رکھنے میں کامیاب ہوئے ہیں، اس کا فیصلہ تو قارئین کرام ہی کریں گے۔

مغربی اسکالرز، مستشرقین اور بہت سے سیاسی اور سماجی افراد نے اسلام میں عورت کے مقام اور حقوق کو لے کر خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے، کئی کئی اوراق سیاہ کیے ہیں، بڑی جاں فشانی سے لکھا ہے، مگر افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اکثر و بیشتر ان کی تحریریں، کسی پیشگی منفی تاثر پر مبنی افکار کی عکاسی کرتی نظر آتی ہیں، بجائے اس کے کی وہ کسی طرح کے جرائم کو روکنے یا عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مثبت اقدام اٹھاتے، دیکھا یہ گیا ہے کہ مسلم معاشرے کی بدعملی کو وہ لوگ اسلام کی خامی بتا کر فوراً شریعت میں تبدیلی، مذہب کی جدید تشکیل اور ریفارمزم کے نعرے بلند کرنے لگتے ہیں، گویا کہ اصل مقصد تو یہی تھا، عورتوں کے حقوق کا تو بہانہ بنایا گیا ہے۔

بات بغیر دلیل کے نہ رہ جائے اس لیے ملاحظہ کریں" دا ہسٹری آف دا قرآن" مصنفہ پروفیسر تھیڈ ورنولدیکے، پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگا کہ آخر پروفیسر صاحب نے پوری زندگی استشراق میں صَرف مشرق اور اسلام کو سمجھنے، سمجھانے اور دوسروں تک صحیح افکار کی ترویج و اشاعت کے لیے کی تھی یا اسلام سے لوگوں کو بے زار اور متنفر کرنے کی فاصد غرض سے؟ خیر، مقصد جو بھی ہو، لیکن جو زہر ایسے مصنّفین اور ان کی کتابوں نے پھیلایا ہے اس کا اثر آج عالمی سطح پر" اِسلاموفوبیا" کی شکل میں نظر آ رہا ہے اور سماج کا ہر طبقہ اس کی زد میں ہے۔

اب چوں کہ ان لوگوں نے اسلامی معاشرے، اقتصادیات، طرز حیات، ثقافت اور تعلیمات پر ضخیم کتابیں لکھ کر ہم پر اتنا بڑا "احسان" کیا ہے، ضروری ہے کہ ہم بھی کچھ ان کے دَیار کی خامہ تلاشی کریں اور کسی بھی طرح کے بُغض و عناد سے پَرے ہو کر، صرف نیک نیتی کے ساتھ، ایک غیر جانبدار جائزہ لیں، تا کہ ہمارے فرنگی ہمسایوں کو بھی تو کچھ گھر کی خبر لگے اور جو کچھ ناعاقبت اندیش ہماری ہی صفوں میں موجود ہیں انہیں بھی ذرا دُرونِ خانہ اَسرار و رموز سے آشنائی ہو۔

دِکھادوں گا تجھے بھی جو مری آنکھوں نے دیکھا ہے
تجھے بھی صورتِ آئینہ حیراں کر کے چھوڑوں گا

آزاد عورت

آزاد عورت، اپنے لغوی پیراہن میں نہایت ہی دلکش جملہ ہے، مگر ٹھہریئے! یہاں وہ آزاد مراد نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں، یہ آزاد، غلام کی ضد نہیں بلکہ یہاں آزاد بمعنی خود کفیل اور خود مختار ہے، یعنی وہ عورت یا ایسی عورت جسے کسی دیگر شخص، بالخصوص مرد کی بالکل ضرورت نہیں، نہ ہی نان و نفقہ کے لیے، نہ کسی معاونت کے لیے اور اب تو بڑھتی لیسبِیَن (ہم جنسی تعلقات قائم کرنے والی) آبادی کے چلتے نہ ہی جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے، یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا خود یاروں کا دعویٰ ہے:

The definition of an "independent woman" in the Urban Dictionary is "A woman who pays her own bills, buys her own things, and does not allow a man to affect her stability or self -confidence. She supports herself entirely on her own and is proud to be able to do so.

{definitions.net/definition/independent+woman}

یعنی ایک آزاد عورت کی تعریف شہری تناظر میں کچھ یوں ہے کہ" وہ عورت جو خود اپنے خرچے اٹھائے، خود اپنی چیزیں خریدے اور جو کسی مرد کو اپنی خود کفیلی اور خود اعتمادی پر اثر انداز نہ ہونے دے۔ وہ اپنے آپ کو خود ہی سہارا دے اور اس پر فخر کرے۔"

اس تعریف بلکہ اس فکر و تصوّر ہی سے مجھے سخت اختلاف ہے، جہاں ایک عورت کی آزادی کو دراصل مرد سے بے نیازی پر مبنی رکھا گیا ہے اور یہ اِختلاف محض اس وجہ سے نہیں کہ یہ فکر مغرب سے نمودار ہوئی ہے بلکہ میرے نزدیک یہ ممکن ہی نہیں ہے اور اس تعریف کو اگر مدارِ تحقیق بنائیں تو شاید ایک عورت

بھی ایسی نہ ہوگی جسے ہم آزاد کہہ سکیں، مشہور فلسفی ارسطو کا ایک مشہور زمانہ مقولہ ہے:

"Man is by nature a social animal"

یعنی انسان فطرت کے لحاظ سے ایک معاشی حیوان ہے۔

اسی سے کچھ مماثلت رکھتی بات ہمیں تفاسیر میں ملتی ہے، مثلاً امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (و النھار مبصرا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اعلم ان الانسان مدنی بالطبع۔ یعنی جان لو کہ انسان اپنی طبیعت کے لحاظ سے مدنی ہے۔"

جس کا مطلب کچھ یوں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے لیے اجتماعی زندگی ناگزیر ہے اور یہ کہ انسان اپنے تمام مصالح کلی طور پر پورا کرنے سے عاجز ہے اور اسے اپنے کاموں کے لیے دوسروں کی ضرورت درکار ہے، بھلا پھر کیوں کر یہ ممکن ہے کہ کوئی بھی مرد یا زن ایک دوسرے سے بے نیازی کا دعویٰ کرے اور یہ احتیاج تو نظام فطرت ہے، اس میں کچھ بھی معیوب نہیں، انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے اور اس افتقار کا اقرار کرنا عین فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے، اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اس نام نہاد "آزاد عورت" کے تصور کو فروغ دینے والے کس قدر غیر فطری بات کر رہے ہیں اور لوگ ان کی آواز پر لبیک بھی کہہ رہے ہیں، آہ! آج لوگ فطرت انسانی کے بھی مخالف ہوگئے۔

پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک کامیاب عمرانی زندگی کے لیے مرد و زن کا باہمی تعلق، آپسی ہم آہنگی اور ان کے مابین پیار و محبت کتنی ضروری ہے، زندگی کے کارہائے گراں میں وہ ایک دوسرے کا سہارا بن کر ہی ایک کامل اور صحت مند معاشرے کی تشکیل دے سکتے ہیں۔ خود سوچئے کہ ایسے ماحول میں جہاں جنسی بے رہروی عام ہوتی جارہی ہے، ذمہ داریوں سے انسان کنارہ کشی اختیار کر رہا ہے، معاشرہ بکھرتا جا رہا ہے، طلاق کی کثرت ہے، ایسی فاسد فکر معاشرے پر کس طرح کے منفی اثرات مرتّب کرے گی؟ اور اس سے نوعِ انسانیت کا کتنا نقصان ہوگا یہ بتانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے اور یہ بھی نہیں کہ اس طرح کے زہریلے افکار سے صرف خواتین متأثر ہورہی ہیں، بلکہ عورتوں کی جانب سے اس بے رُخی کے چلتے مردوں نے بھی آوارگی اختیار کرلی ہے، صرف امریکہ ہی کی بات کریں تو ایک رپورٹ کے مطابق:

"There is a father absence crisis in America. According to the U.S. Census Bureau, 19.7 million children, more than 1 in 4, live without a father in the home. Consequently, there is a father factor in nearly all social ills facing America today.[fatherhood.org]

یعنی امریکہ میں موجودہ وقت میں والدوں کا فقدان ہے، امریکی سین سس بیورو کے مطابق انیس اشاریہ سات (19.7) ملین بچے، یعنی ہر چار میں سے ایک بچہ، بغیر باپ کے پرورش پارہا ہے، نتیجتاً امریکہ میں ہونے والے تقریباً ہر جرم کے اسباب میں والد کا نہ ہونا بھی شامل ہوتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی سوچ وفکر کو فروغ دینے والے آخر معاشرے میں عورت کے وقار کو بڑھانا چاہتے ہیں یا وجودِ معاشرہ ہی کو ختم کرنا چاہتے ہیں؟

یہ کس کافرادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی؟

ساتھ ہی ایک اور پہلو سے اگر دیکھا جائے تو یہ وہ افکار ہیں جنہیں بڑی بڑی عمارتوں میں اے سی کی ٹھنڈی ہواؤں سے محظوظ ہونے والے تشکیل دے کر عوام میں پھیلا دیتے ہیں اور بے چارے سیدھے سادھے لوگ اس کا شکار ہوتے ہیں، چنانچہ ایک عجیب طرفہ تماشا ہے کہ امریکہ میں وہ لوگ جو معاشی طور پر مضبوط ہیں ان میں طلاق کے اعداد و شمار کم ہیں اور جو غریب ہیں یا متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ان میں طلاق کی کثرت ہے، ملاحظہ ہو:

"Women with a high school بقیہ ص ۱۳۱ پر

بزم نسواں

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

تفہیم اشعار رضا اور حضور احسن العلما
[ایک واقعہ کی روشنی میں]

۱۹۸۵ء میں حضور احسن العلما سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کراچی میں مشہور مترجم و ادیب حضرت علامہ شمس بریلوی (م ۱۹۹۷ء؛ سابق استاذ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف) سے ملاقات کی، اس ملاقات کا مقصد بعض اشعار رضا کی توضیح و تفہیم کے سلسلے میں استفسار تھا، حضرت علامہ شمس بریلوی نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کے کئی ان قصائد پر تشریحی کام کیا تھا جو اصطلاح ہیئت و نجوم، علم فلکیات کے حوالے سے تھے اور کلام رضا کے فنی تجزیہ کے حوالے سے بھی حضرت علامہ شمس بریلوی کی خاصی شہرت تھی، ملاقات کے احوال ڈاکٹر مجید اللہ قادری (سکریٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی) کی زبانی ملاحظہ کریں جو اس محفل ملاقات کے شاہد تھے، موصوف لکھتے ہیں:

"حضرت حسن میاں صاحب علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور جا بجا صفحات پر نشانیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت حسن میاں نے فرمایا: شمس صاحب آپ سے اعلیٰ حضرت کے چند نعتیہ اشعار کی تشریح درکار ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ برصغیر پاک و ہند میں صرف آپ ہی ان اشعار کی تشریح کر سکیں گے کہ آپ ہی نے کلام رضا کا ادبی و تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے، میں نے کئی حضرات سے ان اشعار کی تشریح کے سلسلے میں رجوع کیا، مگر مجھے کوئی بھی ان اشعار کے مطالب و مفاہیم سے مطمئن نہ کر سکا، حضرت حسن میاں نے سب سے پہلے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ شعر پڑھا اور فرمایا کہ آپ اس کی تشریح فرمائیں:

بلبل و نیل پر و کبک بنو پروانو
مہ و خورشید پہ ہنستے ہیں چراغانِ عرب

حضرت شمس نے بے تامل فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے اس شعر کا بنیادی خیال اس شعر میں موجود ہے۔

کہہ دو یہ کوہ کن سے کہ مرنا نہیں کمال
مر مر کے ہجر یار میں جینا کمال ہے

اس شعر میں ایک تلمیح ہے، تلمیح یہ ہے کہ "بلبل" گل پر فریفتہ ہے، نیل پر (فاختہ کے برابر جسم والا بہت ہی خوب صورت پرندہ) آفتاب پر عاشق ہے اور "کبک" نیل پر کی طرح بجائے آفتاب کے ماہ تاب پر جان دیتا ہے، یہ تینوں عاشقان صادق اپنے محبوب کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، بلبل تو گل بن پر منڈلاتی ہے اور چکر لگاتے لگاتے بے خود ہو کر گل پر اپنے رُخسار رکھ کر بے ہوش ہو جاتی ہے اور بار بار کے اس عمل سے اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے "نیل پر" جب آفتاب نصف النہار پر ہوتا ہے تو اس تک پہنچنے کے لیے بے تحاشا پرواز کرتا ہے اور بہ حد تاب و تواں پرواز کرتا ہے اور آخر کار اس پرواز میں اس کا جگر پھٹ جاتا ہے اور فضا سے مردہ زمین پر گرتا ہے "کبک" کا بھی یہی حال ہے کہ ماہ تاب پر فریفتہ ہے، ماہ کامل کو دیکھ کر بے ساختہ چیختا ہے یا اس کی طرف پرواز کرتا ہے اور "نیل پر" کی طرح آخر کار یہ بھی مر کر زمین پر آ گرتا ہے، کبک، نیل پر سے تقریباً دو گناہ اور سہ گناہ بڑا ہوتا ہے۔

بعض لوگ کبک کو گھروں میں پالتے ہیں اور اس کے پنجرے کو چاندنی سے اس حد تک بچاتے ہیں کہ اس کے پنجرے پر دو تین بستنی چڑھاتے ہیں، اگر چاندنی کی

بقیہ ص ۲۵ پر

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

(از: ایک سیاسی مبصر کے قلم سے...

کہیں ہم فرقہ پرستوں کے مددگار تو نہیں؟

احوال وطن

اگر زہر قاتل کو شفا کی نیت سے کھائیں تو بھی ہلاک کرے گا، ہمارے حسن نیت کے سبب زہر کی تاثیر نہیں بدل سکتی، اگر ہم یہ سوچ کر آگ میں کود یں گے کہ آگ ہمیں نہیں جلائے گی تو بھی آگ جلائے گی، ہماری فکر کا کچھ اثر آگ پر نہیں پڑے گا، بھارتی مسلمانوں کا بھارت کی مول نواسی قوموں سے دور رہنا زہر قاتل کی طرح نقصان دہ اور آگ کے دریا میں کودنے کے مرادف ہے، برہمنی سماج مسلمانوں کو مول نواسی قوموں سے دور رکھنا چاہتا ہے تاکہ موقع بہ موقع مول نواسی اقوام کے ذریعہ مسلمانوں کی نسل کشی جائے، تعجب اس بات پر ہے کہ قوم مسلم بھی مول نواسی قوموں کو حقیقی دشمن سمجھ کر ان سے بہت دور ہے۔

برہمنی نظام یہی چاہتا ہے کہ مسلمانوں اور مول نواسی قوموں میں دشمنی اور عداوت کی آگ ہمیشہ بھڑکتی رہے، اس نظریہ عداوت کو فروغ دینے میں نادانستہ اور لاشعوری طور پر مسلم دانشوران بھی فرقہ پرستوں کے دست و بازو اور معاون و مددگار بنے ہوئے ہیں، گویا کہ اہل بصیرت بھی زہر قاتل کو شفا کی نیت سے کھا رہے ہیں اور آگ کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ یہاں ہم سلامتی کے ساتھ رہیں گے، حالاں کہ ہمیں محض اپنے حسن نیت اور اپنی فکر صالح پر نظر نہیں رکھنی ہے بلکہ اس سے مرتب ہونے والے نتائج پر بھی غور و خوض کرنا چاہئے کہ یہ ہمارے لئے فائدہ مند ہیں یا نقصان دہ؟

بھارتی مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے سنگھیوں کا قدیم پلان اب بہت مضبوط ہو چکا ہے 1930 سے 1940 تک بھارتی سنگھیوں نے اسپین کی تاریخ ماضی کا گہرا مطالعہ کیا اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ اسپین سے مسلمانوں کا نام و نشان کیسے مٹایا گیا؟ اب دنیا بہت ترقی کر چکی ہے، کسی قوم کو ہلاک کرنے کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں، ذیل میں دو طریقوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

1 فرقہ وارانہ فسادات کے ذریعہ کسی قوم کی نسل کشی

بھارت میں مسلمانوں کی نسل کشی کا مشہور طریقہ یہ ہے کہ بھارت کی مول نواسی اقوام کو مسلمانوں کے خلاف ورغلا دیا جاتا ہے، اس فرقہ وارانہ فساد میں مسلمان مریں یا پس ماندہ قومیں، دراصل برہمنی نظریہ دونوں کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے، جب کسی گھر کا ذمہ دار فرد ہلاک ہو جاتا ہے تو نہ اس گھر کے بچے صحیح تعلیم حاصل کر پاتے ہیں نہ ہی کوئی اچھا روزگار کر پاتے ہیں کیوں کہ انہیں اپنے گھر کو چلانے کے لئے کسی بھی روزگار سے وابستہ ہونا پڑتا ہے تاکہ اس کے گھر میں چولھا روشن ہو سکے اور گھر والوں کو در در کی ٹھوکر نہ کھانی پڑے۔

2 تکنیکی طور پر کسی قوم کی نسل کشی

حکومت کی طرف سے چھوٹے بچوں کو مختلف قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اسی طرح بچوں کو بانجھ پن کا انجکشن بھی لگایا جا سکتا ہے، اس طرح بغیر شور و غل کے نسلوں کو تباہ کیا جا سکتا ہے، متعدد رپورٹ میں بانجھ پن کے انجکشن کا ذکر آ چکا ہے اور اس سازش کا پتہ لگ چکا ہے۔ **(ایسا امکان بہر حال موجود ہے، اس لئے اسے نہ صدفی صد صحیح کہا جا سکتا ہے نہ غلط۔ فاروقی)**

دفاع کی صورتیں

1 فرقہ وارانہ فسادات سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہی ہے کہ جن قوموں کو ہمارے اوپر پاگل کتوں کی طرح مسلط کر دیا جاتا ہے، ان کی طرف ہم دوستی کا ہاتھ بڑھائیں، اپنی تحریر و تقریر اور عوامی اجلاس میں مول نواسی قوموں سے اظہار ہمدردی کریں، میں یہ نہیں کہتا کہ اپنی کمائی کا نصف حصہ مول نواسی قوموں پر نچھاور

کر دیں بلکہ سوال یہ ہے کہ زبانی طور پر ان سے اظہار ہمدردی میں حرج کیا ہے؟ اور خرچ کیا ہے؟

دراصل اس مرحلے میں سب سے بڑی رکاوٹ مدارس اسلامیہ کے فارغین کی حالات زمانہ سے نا آشنائی ہے، وہ آج تک یہی سمجھتے ہیں کہ ہندو مسلم فسادات میں مول نواسی قوموں کا ہی اصل کردار ہوتا ہے، حالاں کہ یہ سو فی صد غلط ہے، فسادات کے پیچھے برہمنی افکار ونظریات کارفرما ہوتے ہیں جو مسلسل شودر اقوام کو مسلمانوں کے خلاف تیار کرتے رہتے ہیں جیسے آج کل مین اسٹریم میڈیا وہی کام کر رہا ہے۔

چوں کہ فارغین مدارس حقائق سے آشنا نہیں، اس لئے اس باب میں ان کے افکار ونظریات قابل عمل نہیں لیکن ان پر طعن نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ حالات سے بے خبری کے سبب ان سے خطا ہو رہی ہے، دوسری جانب ہمیں اس بات کا بھی افسوس ہے کہ بعض فارغین مدارس روشن خیال ہوئے بھی تو وہ حدود شرعیہ کو پھلانگ گئے، کسی قوم سے دوستی یا دشمنی کے اصول وقوانین اسلام میں بتائے گئے ہیں، اسلام دین کامل ہے اور ہر مرحلے کے احکام بتائے گئے ہیں۔

2 اہل حکومت کے مظالم اور ان کی سازشوں سے بچنے کا طریقہ بھی وہی ہے کہ مول نواسی قوموں کے ساتھ مسلمانوں کا اتحاد ہو اور مول نواسی قوموں کی ذہن سازی کے لئے محنت ومشقت کی جائے تو جس طرح بہت سی ریاستوں میں برہمنی پارٹیوں کا عروج ختم ہوا اور دیگر قوموں کی پارٹیوں نے حکومتی کاروبار سنبھالا، اسی طرح مرکزی حکومت سے بھی برہمنی پارٹیاں بے دخل ہو سکتی ہیں، حاصل کلام یہ کہ ملک کے تحفظ کے لئے علما و دانشوران کو سادہ لوحی سے دست بردار ہو کر دشمنوں کی شاطرانہ چالوں کو سمجھنا ہوگا۔

دو سوال اور اس کے جوابات

سوال: مول نواسی قومیں مسلمانوں کو ووٹ نہیں دیتیں پھر ان لوگوں سے سیاسی اتحاد کرنے سے کیا فائدہ؟

جواب: اگر مول نواسی قومیں مسلمانوں کو ووٹ نہیں دیتی ہیں تو بہار کے حالیہ انتخاب میں پپو یادو کو بھی ووٹ نہیں ملا، حالاں کہ وہ بلا تفریق مذہب وملت تمام غریبوں اور بے سہاروں کا مسیحا بنا ہوا تھا، بھیم آرمی کے چندر شیکھر آزاد کی پارٹی بھی کوئی سیٹ نہ جیت سکی اور بام سیف کے وامن میشرام کی پارٹی بہوجن مکتی مورچہ کو بھی کہیں فتح یابی نہیں ملی، دراصل الیکشن کے موقع پر جیسی ذہن سازی کی جاتی ہے، لوگ ویسا ہی کرتے ہیں۔

الیکشن کے موقع پر حقائق کو درکنار کر کے جذبات کو برانگیختہ کیا جاتا ہے اور دل فریب وعدے کئے جاتے ہیں، اس طرح ووٹ دہندگان کو بے وقوف بنا کر ان کے ووٹ حاصل کئے جاتے ہیں، ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ جب EVM میں تخریب کاری کا امکان ہے تو ووٹ ریکارڈ دیکھ کر یہ یقینی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ کون سی برادری کس کو ووٹ دیتی ہے اور کس کو ووٹ نہیں دیتی ہے؟

سوال : فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر مول نواسی قومیں ہی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان میں اترتی ہیں تو ان لوگوں پر بھروسہ کرنا ہی غلط ہے؟

جواب : مول نواسی قوموں کے جو لوگ پڑھ لکھ کر اس حقیقت سے آشنا ہو چکے ہیں کہ برہمنوں نے ان کے باپ دادا کو غلام بنا لیا تھا اور ساڑھے تین ہزار سال تک ان پر ظلم وستم کرتے رہے ہیں، وہ بہت حد تک برہمنی سازشوں سے دور رہتے ہیں، اسی طرح جن علاقوں میں بام سیف اور بھیم آرمی وغیرہ سماجی تحریکوں کے اچھے اثرات ہیں، وہاں حالات بدل چکے ہیں، دیگر علاقوں میں لوگوں کو بیدار کرنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ سنگھیوں کے مظالم سے نجات مل سکے، ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے کچھ کام نہیں ہوتا ہے، میرا اوّل وآخر یہی سوال ہے کہ عوامی اجلاس میں مول نواسی قوموں سے اظہار ہمدردی میں حرج کیا ہے؟ اور خرچ کیا ہے؟

ص ۵۷ کا بقیہ........................

حسد کی آگ میں جل جل کے جل ہی جاتا ہے
جو دشمنی کیا کرتا ہے فخر از ہر سے

ہو دن میں چاند جیسے دیکھنا اسے نعمت
بریلی جا کے ملا دور رضا کے اختر سے

تیئیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

ملفوظات

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ”ملفوظات“ کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ”ملفوظات تاج الشریعہ“ صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ”ملفوظات تاج الشریعہ“ میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی تیئیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض...۲۰: کیا جادو کرنے والے کی توبہ قبول ہوجائے گی؟ جادو، سحر، آسیب، کیا یہ سب الگ الگ چیزیں ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے؟

ارشاد...: جادو اور سحر تو ایک ہی چیز ہے اور آسیب جن کو کہتے ہیں اور جادو کرنا حرام ہے اور بعض حالات میں جادو کفر ہے اور اس کا کرنے والا اگر اعتقاد کے ساتھ جو کلمات اس میں پڑھے جاتے ہیں ان کا اعتقاد رکھ کر پڑھے یا جو کلمات کہ معلوم ہیں یہ کفار ومشرکین کے کلمات ہیں اس طور پر وہ ان کو ادا کرتا ہے، پڑھتا ہے تو پڑھنے والے پر توبہ اور تجدید ایمان لازم ہے اور اگر شیاطین سے استعانت یا کفری کلمات نہیں بولے کسی اور طور پر جادو کیا تو بھی یہ حرام ہے کہ اس میں اضرار نقصان پہنچانا اور خلق کو بے جا طور پر ایذا دینا ہے جو بجائے خود حرام ہے اور توبہ ہر گناہ گار کی مقبول ہے جب کہ وہ توبۂ صحیحہ کرے اور توبۂ صحیحہ یہ ہے کہ اپنے گناہ پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے اس کا عزم ہو کہ گناہ نہیں کرے گا اور گناہ پر فرحاں اور شاداں نہ ہو۔

عرض...۲۱: حضرت نے کئی مرتبہ فرمایا کہ ”بدمذہب کی بدمذہبی حدِّ کفر تک پہنچ جانے پر“ تو حدِّ کفر کیا ہے اس کی کچھ تفصیل سے وضاحت فرمادیں؟

ارشاد...: حدِّ کفر کی تفصیل کیا بتائی جائے بدمذہبی حدِّ کفر تک

پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں ضروریات دین سے ہیں کہ ہر خاص وعام جانتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے دین کی باتیں ہیں ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے یا اللہ عزوجل ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا صریح طور پر مرتکب ہو اس طور پر یا کوئی فعل ایسا جو منافی اسلام وایمان ہے اُس سے سرزد ہو تو یہ سب صورتیں بد مذہبی حدِّ کفر تک پہنچنے کی ہیں۔

عرض... ۲۲: مجموعہ اعمال رضا شریف میں سحر، جادو یا آسیب کا اثر کسی پر ہے یا نہیں اس کی بابت کچھ نام کے اور دن کے اعداد نکالنے کی ترکیب لکھی ہے اس کی کیا حقیقت ہے اور کیا نام اور حروف میں بھی اثر ہوتا ہے؟

ارشاد...: جب مجموعۂ اعمال رضا میں لکھا گیا ہے تو حقیقت پوچھنے کا کیا مطلب ہوا؟ یہ ہمارے بزرگوں کے اعمال ہیں جو مشائخ سادات مارہرہ سے چلے آرہے ہیں اور ان میں ان کے بزرگوں سے، غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ سے اور غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے اوپر دوسرے بزرگوں سے وہ اعمال چلے آرہے ہیں اس کی حقیقت اسی سے روشن ہے اور یہ بات تو خود سائل کو سوچنا چاہئے کہ مجموعۂ اعمال رضا میں کوئی ایسی بات تو نہیں لکھی جائے گی جس کی کوئی حقیقت نہ ہو اور بزرگانِ دین کا وہ معمول نہ ہو جو بزرگانِ دین کا معمول ہے ضرور اس کی حقیقت ہے اور ضرور وہ باعثِ برکت ہے اور اس میں تاثیر معتاد ہے اور مجرب ہے۔ بزرگانِ دین نے وہ عمل کیا ہے یہی ہمارے لئے کافی ہے۔

عرض... ۲۳: مہوش، مہناز، شمائلہ یہ نام رکھنے کیسے ہیں اور ان کا مطلب بھی ارشاد فرمادیں؟

ارشاد...: مہوش، مہ کا معنیٰ چاند کے ہیں اور وش معنیٰ منہ کے ہیں اور مہناز یہ نام بھی اس کے پہلے لفظ کا معنیٰ معلوم ہے اور ناز حسن کو، حسن کی مخصوص ادا کو یا فخر کو ناز کہا جاتا ہے دونوں نام با معنیٰ ہیں اور شمائلہ یہ نام میں نے نہیں سنا اور مجھے اس نام میں کوئی معنویت بھی نظر نہیں آتی۔

عرض... ۲۴: ایسے اسکول میں بچوں کو پڑھانا کیسا ہے جہاں دن کی ابتدا ہندوؤں کے بھجن یا عیسائیوں کی دُعا سے ہوتی ہو؟

ارشاد...: حکم اصلی وہی ہے کہ ایسے اسکولوں میں بچوں کو بھیجنا سخت مضر ہے اور خاص طور سے اس کی اجازت حکم اصلی کے اعتبار سے معلوم نہیں ہوتی وہاں بھیجنا حکم اصلی کے اعتبار سے منع ہے اور خاص طور سے اُس وقت بچوں کا جانا اور بچوں کو بھیجنا یہ سخت حرام اشد حرام بلکہ یہ کفر انجام ہے اور بچوں کے سرپرست اور گارڈین، اگر ان کو معلوم ہے اور وہ اس وقت میں اس کو بھیجتے ہیں تو الزام ان پر ہے اور سخت الزام ہے ان پر توبہ لازم ہے اور اگر رسمی علوم کے لئے دنیاوی تعلیم کے لئے ضرورت یا حاجت ہے اس بات کا لحاظ اشد ضروری ہے کہ اس وقت میں بچوں کو نہ بھیجیں جب ان کی دُعا نام کی ہوتی ہے یا بھجن ہوتا ہے اس وقت سے بچوں کو دور رکھیں۔

عرض... ۲۵: کوئی امام اگر دیوبندی یا وہابی کا ذبیحہ کھاتا ہو یا ذبیحہ کی پرواہ نہ کرتا ہو تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

ارشاد...: اگر یہ ثابت اور مشتہر ہے تو وہ لائق امامت نہیں ہے۔

عرض... ۲۶: اگر کوئی شخص دبئی یا جدہ آئے اور وہاں سے ڈائریکٹ مدینہ شریف چلا جائے پھر وہاں سے مکہ شریف آنے کا ارادہ ہو تو اسے احرام دبئی سے باندھنا ہوگا یا مدینہ شریف سے؟

ارشاد...: نہیں اس صورت میں دبئی سے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جب مدینہ شریف سے چلے گا مکے کے ارادے سے تو مدینہ شریف کا جو میقات ہے وہاں سے وہ احرام باندھ کر چلے۔

عرض... ۲۷: ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ معلم جدہ سے ڈائریکٹ مدینہ شریف جانے نہیں دیتا اگر کسی نے دبئی سے احرام نہ پہنا ہو تو کیا جدہ سے احرام باندھ سکتا ہے؟

ارشاد...: باندھ سکتا ہے۔

عرض... ۲۸: کیا ایک مسواک دو یا زائد لوگ استعمال کرسکتے ہیں؟

ارشاد...:اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

عرض... ۲۹: کیا عورت اپنے سر کے بال کو جوڑھا باندھ کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

ارشاد...: پڑھ سکتی ہے۔

عرض... ۳۰: شب معراج، شب براءت عورتوں کو اپنے گھر سے نکل کر کسی اور کے گھر جا کر محفل کرنا کیسا ہے؟

ارشاد...:اس کی کیا ضرورت ہے عورتوں کو اس مقصد کے لئے نکلنے کی اجازت شرعاً معلوم نہیں ہوتی۔

عرض... ۳۱: جب ہم وضو کرتے ہیں تو کیا ہم ایک حصہ چار، پانچ یا چھ مرتبہ دھو سکتے ہیں یا صرف تین بار ہی دھونا چاہئے؟

ارشاد...: تین مرتبہ دھونا سنت مؤکدہ ہے اور تین مرتبہ سے زیادہ پانی بہانا بغیر کسی نیت صحیحہ کے یہ اسراف و بے جا ہے۔

عرض... ۳۲: کیا ہم چیزیں بولی دے کر خرید سکتے ہیں؟

(انگریزی سوال)

ارشاد... :اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عرض... ۳۳: کیا ہم گورنمنٹ یا پرائیوٹ کمپنی سے حصص خرید سکتے ہیں؟

(انگریزی سوال)

ارشاد...: حصص میں اکثر بیشتر یہ ہوتا ہے کہ جتنے پر حصہ لیا گیا لینے کے بعد اس کی وہ قیمت نہیں رہتی بلکہ کم ہوجاتی ہے لہٰذا اس صورت میں حصص لینا مخاطرت بالمال اور اپنے آپ کو ضرر پہنچانا ہے:

"لا ضرر ولا ضرار۔ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ نہ خود کو ضرر پہنچاؤ نہ دوسروں کو ضرر دو۔" (الدر المختار، جلد ۷، صفحہ ۱۷۵)

لہٰذا عام حالات میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

عرض... ۳۴: ہیلتھ انشورنس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(انگریزی سوال)

ارشاد...: میں نے پہلے بھی اس مسئلے کی وضاحت کی ہے اور پھر دہرا رہا ہوں کہ یہ جائز نہیں ہے اور جہاں اس سے بچنا ممکن ہو وہاں ضرور بچا جائے۔

عرض... ۳۵: کیا نفلی روزہ بغیر سحری کے رکھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: بغیر سحری کے رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ سحری سنت ہے لہٰذا سنت کا ترک موجب اساءت ہے اور اگر اس کی عادت ہے تو یہ گناہ ہے۔

عرض... ۳۶: لڑکا امریکہ میں ہے اور لڑکی کراچی میں ہم چاہتے ہیں کہ ان کا نکاح ہوجائے اس کا شرعی طریقہ عنایت فرما دیں؟

ارشاد...: شرعی طریقہ یہی ہے کہ لڑکی کسی کو وکیل کرے اور اس کو اجازت دے کہ وہ اس کا نکاح شرعی طور پر اس لڑکے سے کردے جس سے وہ نکاح کرنا چاہتی ہے وہ مجلس عقد میں یہ کہے کہ فلانہ بنت فلاں نے، فلاں عورت، فلاں لڑکی یا فلاں کی بیٹی اس نے مجھے وکیل بنایا ہے کہ اس کا نکاح میں تم سے کردوں وہ قبول کرے یہ کہے کہ میں نکاح کرتا ہوں میں نے نکاح کیا اتنے مہر پر علاوہ نان نفقہ کے وہ قبول کرے اس صورت میں وکیل کی طرف سے ایجاب اور دولھا کی طرف سے قبول پایا جائے گا مجلس عقد میں جو لوگ ہیں وہ گواہ ہوجائیں گے نکاح ہوجائے گا۔

عرض... ۳۷: ہماری مسجد میں فجر، عصر اور عشا کی نمازیں امام صاحب آگے کی ایک صف چھوڑ دیتے ہیں کیا اس سے نماز میں کوئی فرق آتا ہے؟

ارشاد...: نماز میں اس سے کوئی فرق نہیں آتا۔

عرض... ۳۸: روزے کی حالت میں حرام کام کرنے سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے تو کیا داڑھی شیو کرنے سے بھی روزہ مکروہ ہوجائے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

ارشاد...: ٹوٹے گا نہیں البتہ روزے میں کراہت ہوگی۔

عرض... ۳۹: فاتحہ پڑھنے کے بعد جو شیرینی وغیرہ حاضر ہوتی ہے کیا اس پر پھونکنا چاہئے یا نہیں؟

ارشاد...: پھونکنے کی کیا وجہ ہے؟ اگر فاتحہ اس پر کردی گئی تو وہ تبرک ہے اگر اس پر شفا وغیرہ کا دم کرکے اس کو کھانا چاہتا ہے تو آیات شفا یا درود شفا وغیرہ پڑھ کر اس نے دم کیا، پھونکا تو حرج بھی کوئی نہیں ہے۔

عرض... ۴۰: کیا زکاۃ یا فطرے کی رقم سے افطار کرنا ٹھیک

ملفوظات

ملفوظات

ہے اور سادات کے لئے ایسے افطار کا کھانا جائز ہے؟

ارشاد...: زکاۃ اور فطرے کی رقم سے اگر افطار کا سامان خریدا گیا تو ضروری ہے کہ وہ فقراء کو بطور تملیک دیا جائے محض اس طور پر کھلا دینا جیسے مہمان کو کھلا دیتے ہیں تو اس میں کھانے کی چیز پر کھانے والا قابض، متصرف اور مالک نہیں ہوتا بلکہ اباحت ہوتی ہے کھلانے والے کی طرف سے میزبان کی طرف سے کہ جتنا یہ سامان رکھا ہے آپ جتنا کھا لیں وہ آپ کا ہے باقی وہ اس کی مِلک پر ہے اس طور پر اگر زکاۃ اور فطرے کی رقم سے سامان خریدا گیا اور اس کو اس طور پر کھلایا گیا تو زکاۃ ادا نہیں ہوئی اور اس صورت میں یہ مال جو یہاں رکھا ہوا ہے کھانے کے لئے اس پر افطار کر رہے ہیں لوگ اس میں سید بھی ہیں غیر سید بھی ہیں فقیر بھی ہیں امیر بھی ہیں یہ مال ضیافت ہے جو اس میزبان کی مِلک ہے، اس صورت میں کھانا اس کا جائز ہے اور زکاۃ اس پر بدستور اور فطرہ اس پر اس کی ادائیگی فرض ہے۔ وہ مالک ہے اس مال سے زکاۃ اور فطرہ ادا نہیں ہوگا اور اگر اس نے یہ مال فقرا مسلمین کو بطور تملیک دے دیا کہ یہ آپ کا ہے آپ کھائیے یا لے جائیے یا کچھ کیجئے تو زکاۃ ادا ہوگئی اب رہا کہ سید صاحب کو اس میں سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر فقرائے مسلمین نے سادات کو وہ مال بطور ہدیہ پیش کر دیا تو ان کو اس کا لینا اور کھانا جائز ہے اور اس کی اصل حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سے مروی وہ حدیث ہے جو صحیحین (بخاری ومسلم) میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لائے اور کھانے کے لئے کچھ طلب فرمایا تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے عرض کیا گیا کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے شایاں ہو، حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو پیش کی جائے، مضمون حدیث کا بتا رہا ہوں الفاظ مجھے یاد نہیں ہیں تو بریرہ جو ایک باندی تھی اس کے لئے کچھ گوشت صدقے کا آیا تھا کہا کہ یہ گوشت ہے مگر آپ علیہ الصلاۃ والسلام صدقے کا مال اور گوشت وغیرہ تناول نہیں فرماتے فرمایا:

"لھا صدقة و لنا ھدیة۔ (صحیح بخاری، باب الصدقۃ، جلد ۲، صفحہ ۲)

یہ گوشت اس کے لئے صدقے کا ہے لیکن بریرہ نے جب ہم کو دے دیا تو ہمارے لئے یہ ہدیہ ہو گیا۔

تبدل ید سے حکم بدل جاتا ہے وہ گوشت جب مالک نے دیا فقیر کو صدقے کا تھا اور جب فقیر نے اس کو ہدیہ کر دیا دوسرے کو ہاتھ بدل گیا اب حکم بدل گیا وہ گوشت جائز ہے اسی تفسیر پر اگر فقرائے مسلمین نے وہ کھانا سادات کرام کو نذر کر دیا تو ان کو جائز ہے ورنہ نہیں۔

عرض... ۳۱: کیا ہم ختم خواجگان پڑھ سکتے ہیں؟ اجازت مطلوب ہے؟

ارشاد...: ختم قادریہ کی اجازت ہے اور ختم خواجگان یہ کس طور پر ہوتا ہے اس کا طریقہ ذکر کر کے بتائیں اور ختم قادریہ میں بھی جو غوثِ اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے اسماذ کر کئے جاتے ہیں ان میں کچھ اسما شانِ اقدس کے خلاف ہیں ان کو نہ پڑھیں یہ اسما نہ پڑھیں باقی جو طریقہ ہے اس طور پر ختم قادریہ پڑھیں۔

.... جاری

ص ۵۶ / کا بقیہ..........

عہدے کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے، سر پھرے بیوروکریٹ کو ریٹائرمنٹ کے بعد دفتر کا چپڑاسی چوکیدار بھی سلام نہیں کرتا۔

70 سال کی عمر میں چھوٹے گھر اور بڑے گھر کا فرق ختم ہو جاتا ہے، گھٹنوں کے درد اور کمر کی تکلیف کی وجہ سے صرف بیٹھنے کی جگہ ہی تو چاہئے۔

80 سال کی عمر میں پیسے کی قدر و قیمت ختم ہو جاتی ہے، اگر اکاونٹ میں کروڑوں اور جیب میں لاکھوں روپے بھی ہوں تو کون سا سکھ و چین خرید لو گے؟

90 سال کی عمر میں سونا اور جاگنا ایک برابر ہو جاتا ہے، جاگ کر بھی کیا تیر مار لو گے؟

لہٰذا آج سے ہی اپنی زندگی کے ایک ایک پل کو اللہ کی رضا میں صرف کرو، ہر حال میں اس کا شکر ادا کرو اور جسم و جان، صحت و تندرستی جیسی نعمتوں کی قدر کرو، آخر فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔

از: امتیاز رضا جاندیڈ*

تاج الشریعہ اور غوثِ پاک سے عقیدت ومحبت

ازمہریات

خاندانِ اعلیٰ حضرت جس طرح عشقِ رسالت مآب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں اپنی ایک ممتاز ومنفرد شان رکھتا ہے، اسی طرح محبت اہل بیت اطہار (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں بھی یگانۂ روزگار نظر آتا ہے تبھی تو امام احمد رضا فرماتے ہیں۔ ؎

دو جہاں میں خادمِ آلِ رسول اللہ کر
حضرت آلِ رسول مقتدا کے واسطے

چونکہ خانقاہِ رضا سلسلہ قادریہ کی پورے ایشیا میں سب سے بڑی خانقاہ ہے اس لئے یہاں میخانۂ قادریت کے جام شب و روز عطا ہوتے ہیں اور سارے رند اپنی اپنی پیاس بجھاتے ہیں، دنیا جانتی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جہاں فنافی الرسول تھے، وہیں آپ فنافی الغوث کے منصب پر بھی فائز تھے جس کا ثبوت غوثِ پاک کے وہ مناقب ہیں جو حدائق بخشش میں کثرت کے ساتھ جلوہ فگن ہے اور جس کی خوشبو سے آج بھی ذہن کے درو دیوار مشق بار ولالہ زار ہیں آپ کے فنافی الغوث ہونے کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب رامپور کی عدالت میں آپ کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا اور اعلیٰ حضرت نے فرمایا احمد رضا تو دور کی بات احمد رضا کی جوتیاں بھی انگریزی کورٹ میں نہیں جائیں گی انہوں نے اپنی سرکار میں مقدمہ ڈالا ہے اور میں نے اپنی سرکار میں عرضی پیش کی ہے کون سی سرکار؟ ؎

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

اسی طرح اعلیٰ حضرت کے شہزادے حضور مفتی اعظم بھی عشق غوثیت مآب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں کچھ یوں غرق ہوئے کے دنیا نے آپ کو نائب غوث اعظم، مظہر غوث اعظم اور ہم شبیہ غوث اعظم جیسے القاب سے یاد کیا جو آپ کے سچے عاشق غوث اعظم ہونے کی روشن دلیل ہے، آپ نے حضور غوث اعظم کے قولِ مبارک "قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" پر یہ کہتے ہوئے سر تسلیم خم کیا کہ ؎

یہ دل، یہ جگر ہے، یہ آنکھیں، یہ سر ہے
جہاں چاہے رکھو قدم غوثِ اعظم

بالکل اسی طرح اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے حقیقی وارث اور حضور مفتی اعظم کے سچے جانشین، قاضی القضاۃ سیدی تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی بھی اپنے زمانے کے عاشقانِ غوث اعظم کی صفِ اوّل میں شامل تھے جس کا اعتراف خود وارثانِ غوث اعظم نے بھی کیا ہے۔

تاج الشریعہ دیارِ غوث اعظم میں

حضور تاج الشریعہ نے دو مرتبہ عراق کا سفر کیا، پہلی مرتبہ 1982ء میں ملک عراق کا سفر فرمایا اور وہاں کے مشہور مقامات پر حاضری سے مشرف ہوئے، نجف اشرف، کربلائے معلّٰی اور بغداد میں دربار غوث پاک کی زیارت کی اور بارگاہ غوث اعظم میں حاضر ہو کر اپنے جد کریم امام احمد رضا کی استوارِ غلامی کی یوں تجدید فرمائی۔ ؎

تجھ سے در، در سے سگ، سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

دوسری مرتبہ 2002ء میں بغداد مقدس، عراق کا دوسرا دورہ کیا، علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی لکھتے ہیں:

"شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارگاہ ناز میں غلامانہ حاضری دی، وہاں آپ نے اپنی لکھی ہوئی عربی منقبت ترنم سے پڑھی جس سے دوسرے خصوصاً عرب حاضرین وزائرین حد درجہ محظوظ ومتاثر ہوئے، بغداد معلّٰی

*مضمون نگار ممبئی میں مقیم ایک طالب علم ہیں۔

کے علما و شیوخ سے ملاقات ہوئی، بارگاہ غوث اعظم میں حاضری کے تعلق مولانا انیس عالم سیوانی لکھتے ہیں: حضرت کے ساتھ ہم چند لوگ دن کے تقریبا 12 بجے غوث پاک رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر دینے کے لئے پہنچے ہم سب لوگ فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا، اذان ہوئی معمول یہ تھا کہ اذان کے وقت دربار شریف کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا، حضرت تاج الشریعہ مزار پاک کے اندر تھے اذان ہو گی ایک بڑی مشکل یہ پیش آئی کے جامعہ غوث اعظم کے امام شیخ بکر شافعی المسلک اور ان کی داڑھی ایک مشت سے کم تھی اور پارلیمنٹ کے ممبر اور حکومت کے قریبی لوگوں میں ہونے کے ساتھ ساتھ مزاجاً سخت تھے، اگر کسی سے ناراض ہوتے تو اس کے خلاف اپنے اختیارات کے استعمال سے دریغ نہیں کرتے تھے، امام صاحب کے احوال اور حضور تاج الشریعہ کے تصلّب کے پیش نظر ہم ڈرے کہ معلوم نہیں امام صاحب کیا برتاؤ کریں، اذان ہو گئی، جماعت کا وقت بھی ہو گیا، جماعت کھڑی ہو گئی اور حضور تاج الشریعہ دربار شریف کے اندر ہی رہے، غوث اعظم کا کرم ہوا امام صاحب اور ان کے کسی آدمی نے کوئی مواخذہ نہیں کیا، جب جماعت ختم ہو گئی تو تاج الشریعہ دربار شریف سے باہر آئے اور مسجد کے برآمدے میں اپنی جماعت قائم کی۔"

پیروں کے آپ پیر ہیں یا غوث المدد
اہلِ صفا کے میر ہیں یا غوث المدد

تیرے ہی ہاتھ لاج ہے یا پیر دستگیر
ہم تجھ سے دستگیر ہیں یا غوث المدد

صدقہ رسول پاک کا جھولی میں ڈال دو
ہم قادری فقیر ہیں یا غوث المدد

دل کی سنائے اختر دل کی زبان میں
کہتے یہ بہتے نیر ہیں یا غوث المدد

(پوری منقبت سفینۂ بخشش میں دیکھیں)

غوث پاک سے عقیدت و محبت اور نسبت قادری

حضور تاج الشریعہ اپنے زمانے کے خطیب اعظم تھے آپ جب بھی خطاب فرماتے تو حمد و صلاۃ کے بعد سب سے پہلے صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ عشقی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا یہ شعر پڑھتے جو آپ کے سرکار غوث پاک سے والہانہ لگاؤ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

ساتھ ہی ساتھ حضور تاج الشریعہ کو اپنے قادری ہونے پر بڑا فخر تھا، یوں تو آپ کو تمام سلاسل کی اجازت و خلافت اپنے بزرگوں سے حاصل تھی مگر پھر بھی آپ فرماتے تھے، میں قادری سلسلے کے علاوہ اور کسی سلسلے میں بیعت نہیں کرتا، اللہ اکبر! ایک مرتبہ کسی عرب ملک میں کسی نے آپ کا تعارف ازہری نسبت سے کرایا کہ آپ جامع ازہر سے فارغ ہیں بلکہ فخرِ جامع ازہر ہیں لیکن قربان جائیے نسبت قادری پر آپ نے فرمایا: میں ازہری نسبت پر فخر نہیں کرتا بلکہ میں تو قادری نسبت فخر کرتا ہوں، اسی لئے تو ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اَدْرِكْ عبدك جيلاني
من غيرك يدفع بلواهُ

نیز فرماتے ہیں۔

غوث اعظم آپ سے فریاد ہے
دستگیری میرے حضرت کیجئے

الغرض حضور تاج الشریعہ زندگی بھر عشق غوث پاک کے جام پلاتے رہے، کروڑوں لوگوں کو قادری غلام بنایا، سلسلہ قادریہ کو وسیع سے وسیع تر کر دیا اور جب غوث اعظم کا یہ سچا جانشین اس دار فانی سے جانے لگا تو جاتے جاتے بھی پیر دستگیر کے دیوانوں کو یہ پیغام دے گیا۔

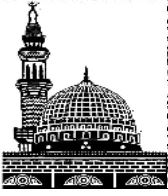
اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہیں ہر اک قادری کے لئے

□□□

پانچویں قسط

آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از: علامہ اولادرسول قدسی



انوار مصطفیٰ

۔۔گزشتہ سے پیوستہ۔۔

ملک شام کا راہب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے مزید کہنے لگا کہ جناب! میری بات غور سے سنئے، آپ کا خواب صاف صاف یہ عندیہ دے رہا ہے کہ وہ نبی آخرالزماں جس کی آمد کی خبر ہر نبی اپنے اپنے دور میں دیتا رہا، وہ نبی آخرالزماں جس کی آمد کا اعلان اللہ کی ہر مقدس کتاب کرتی رہی، اس خاکدان گیتی میں جلوہ گر ہو چکا ہے، آپ کی طرح اس کا تعلق بھی قبیلہ بنی ہاشم ہے، یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشیں کر لیجئے کہ یہ ایسے عظیم الشان اور فقید المثال خاتم الانبیا ہیں، اگر ان کا وجود مسعود نہ ہوتا تو جن و بشر، عرش و فرش، شمس و قمر، لوح و قلم کی تخصیص کیا کائنات کی کسی بھی شئے کی تخلیق عمل میں نہیں آتی، خداوند دو عالم تنہا رہتا، خدائی کا کہیں بھی وجود نہیں ہوتا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اوّلین وآخرین کا سردار بنا کر اس منصۂ شہود میں مبعوث فرمایا ہے۔

میں آپ کو اس بات کی پیشگی تہنیت دیتا ہوں کہ آپ نبی آخرالزماں پر ایمان لائیں گے اور ان کی خلافت سے بہرہ ور ہوں گے، مزید برآں میں اپنی خوش نصیبی کا اظہار بھی کردوں کہ توریت و انجیل میں نبی آخرالزماں کے اوصاف پڑھنے کے بعد میں ان پر ایمان لا چکا ہوں لیکن عیسائیوں کے ظلم وتشدد کے خوف کی بنیاد پر میں نے اب تک اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا ہے، مناسب وقت آتے ہی بلا جھجھک اور بلا خوف لومۃ لائم میں اپنے ایمان واسلام کا برملا اعلان کردوں گا۔

''جامع المعجزات'' کی روایت یہ بھی کہتی ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں عشق رسول کی شمعیں فروزاں ہوگئیں اور ساتھ ساتھ سرکار ابد قرار ﷺ کے دیدار کا اشتیاق اس قدر بڑھا کہ انہوں نے بڑی جلدی سے اپنے سارے تجارتی سامان سمیٹ کر مکۃ المکرمہ کے لئے رخت سفر باندھا، مکۃ المکرمہ پہنچتے ہی سیدھے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ مقدس میں حاضر آئے اور ہدیہ سلام پیش کیا، اس سے پہلے کہ کچھ عرض ومعروض پیش کرتے آقائے نامدار ﷺ نے اپنے دیرینہ یار سے فرمایا کہ ابوبکر! حکم خداوندی کے پیش نظر میں نے اعلان نبوت کر دیا ہے، بلا تاخیر مجھ پر ایمان لا کر دین اسلام میں داخل ہو کر ابدی سرخروئی حاصل کرلو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصد ادب و احترام عرض کیا: حضور والا! آپ کا حکم بسروچشم قبول ہے مگر میری خواہش یہ ہے کہ آپ ایسا کوئی معجزہ دکھائیں جو میرے لئے وجہ بصیرت اور مزید اطمینان ذہنی وقلبی کا باعث ہو، کیوں کہ ہم نے سابق کتب سماویہ میں پڑھا ہے اور علمائے ربانیین سے سنا ہے کہ کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جو معجزے سے خالی رہا ہو، رسول گرامی قدر ﷺ نے برجستہ ملک شام میں رونما ہونے والے خواب اور اس کی تعمیر سے متعلق راہب والی ساری سرگزشت من وعن بیان فرمادیں، پھر کیا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحمت ونور کی ایسی بارش ہونے لگی کہ آپ بلا چوں چرا خوشی خوشی صدقت یا رسول اللہ کہتے ہوئے کلمۂ طیبہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

یہ ساری باتیں تھیں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے چند سالوں پہلے کی، اب آئیے تاریخ ابن عساکر کے حوالے سے آپ کی آمد سے تقریباً ایک ہزار سال قبل کا روح پرور اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ کریں، اس واقعے سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ باعث تخلیق کائنات کی تشریف آوری سے صدیوں

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

انوارِ مصطفیٰ

پیشتر بھی کس طرح آپ کا ذکر جمیل کا سلسلہ رواں دواں تھا، یہ واقعہ شاہ یمن تبع اوّل حمیری کے دور کا ہے، تاریخی شواہد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کہ تبع اوّل حمیری یمن کا انتہائی کروفر والا بادشاہ تھا، اس کی سلطنت میں جہاں افواج کی کثرت تھی، وہیں متبحر علما اور حاذق حکما کی بھی اچھی خاصی تعداد موجود تھی، اس کا طریقۂ کار یہ تھا کہ جب وہ اپنے شہر یا ملک سے کسی اور شہر یا ملک کے شاہی دورے پر نکلتا تو محض افواج کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اس کے ہمراہ جہاں ایک کثیر تعداد فوجیوں کی ہوتی، وہیں علما وحکما کی ایک کثیر تعداد بھی موجود ہوتی، چنانچہ ایک بار تبع اوّل حمیری شاہ یمن نے مکۃ المکرمہ کے دورے کی نیت سے بڑے تزک واحتشام کے ساتھ رخت سفر باندھا، اس سفر میں 12000 ہزار علما اور حکما، ایک لاکھ 32 ہزار ہ سوار اور 112000 پیادے ہم رکاب تھے، بادشاہ کی جاہ وحشمت اور غیر معمولی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جس علاقے سے اس کا شاہی قافلہ گزرتا لوگ امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح جوق در جوق بادشاہ کی سطوت وشوکت کے نظارے کے لیے جمع ہو جاتے تھے اور آناً فاناً میں اس قدر بھیڑ جمع ہو جاتی کہ ہر طرف سر ہیں سر نظر آ، شاہ یمن کو لوگوں کا یہ ذوق واشتیاق بے حد پسند آتا اور وہ شاہانہ تمکنت وطمطراق سے اپنے عظیم الشان قافلہ کی گرد اڑاتے ہوئے گزر جاتا، لوگوں کا ہجوم دیکھ کر جہاں اس کے دل میں میں کبر وغرور کا تناور شجر بے سایہ اگتا، وہیں اس کے لبوں پر عجیب وغریب فاتحانہ مسکراہٹ پھیل جاتی، وہ اپنی عارضی آؤ بھگت دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سماتا، اس کے اندر نخوت وریا کی ایسی باد مسموم چلتی کہ اس کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتا، اس پر خوش فہمی کا ایسا تسلط قائم ہو جاتا کہ وہ اپنے آپ کو روئے زمین پر عظیم سے عظیم تر انسان تصور کرتا۔

جب وہ اپنے بھاری بھرکم قافلے کے ہمراہ مکۃ المکرمہ پہنچا تو اس کی خوش فہمیوں کی ساری دیواریں یک لخت منہدم ہو گئیں، اس کے پاؤں سے میلوں تک زمین کھسک گئی، اس کے فکر وشعور کے سارے تار و پود بکھر گئے، اس کے کبر ونخوت کا سارا نشہ چشم زدن میں کافور ہو گیا، اس کی مسرت وشادمانی کا دن دہاڑے جنازہ نکل گیا، اس کی شان وشوکت خزاں گزیدہ پتوں کی طرح ہباءً منثوراً ہو گئی، اس کے جاہ وجلال کے محل کی اینٹیں ایک ایک کر کے سب زمین بوس ہو گئیں، اس کے کروفر کا چمن اجڑ کر ویران ہو گیا، اس کے دل میں میں آباد خواہشوں اور تمناؤں کا اژدہام تتر بتر ہو گیا، اس کی قلبی کیفیات اضمحلال واضطراب سے دوچار ہو گئیں، اس کے شاہانہ خواب تشنۂ تعبیر ہوتے چلے گئے، اس کی بادشاہت کا رنگ پھیکا پڑتا چلا گیا، اس کی ہمت وشجاعت کا پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر رہ گیا۔

جب شاہ یمن تبع اوّل حمیری نے یہ دیکھا کہ اس کی آمد پر مکۃ المکرمہ کے ایک بھی شخص نے اس کا استقبال نہ کیا تو وہ حیرت واستعجاب کے اتھاہ ساگر میں ڈوبتا چلا گیا، اس کے فہم وادراک کے سیلان میں جمود وتعطل طاری ہو گیا، اس کے بحر یقین کی موج رواں میں یک بیک ٹھہراؤ آ گیا، اس کا دماغی توازن بے اعتدالی کا شکار ہو گیا، اس کی سوچوں کی رفتار پابہ زنجیر ہو گئی، اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگیں، اس کی نگاہیں یہ دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ یمن سے مکہ تک جہاں جہاں سے وہ گزرتا گیا اس کے لئے سلسلۂ استقبال بدستور جاری وساری رہا، مگر یہ مکہ کیسا شہر ہے کہ یہاں ایک بھی شخص میرے خیر مقدم کے لیے نظر نہیں آ رہا، چاروں طرف سناٹا ہی سناٹا چھایا ہوا ہے، ویرانیاں آہیں بھر رہی ہیں، وہ سوچنے لگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ پورا شہر اجڑ گیا، کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ شہر انسانوں کی آبادی سے خالی وعاری ہو گیا۔

یہ سوچ کر اس کا ذہن ماؤف ہوتا جا رہا تھا کہ بات کیا ہے؟ یہاں ایک بھی شخص ہماری زیارت کے لئے نہیں آیا، حالانکہ جب سے وہ تخت شاہی پر بیٹھا تھا کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ وہ کسی علاقے سے گزرے اور اس کے خیر مقدم کے لیے زائرین کا تانتا نہ بندھ جائے، بالآخر اس سے رہا نہ گیا، وہ انتہائی کربناک لہجے میں اپنے وزیر اعظم سے اس کی وجہ پوچھنے لگا، وزیر اعظم کا جواب سننے کے بعد شاہ یمن کا حال متغیر ہو کر رہ گیا، وزیر اعظم نے قدر تفصیل سے بتایا کہ بادشاہ سلامت! بات دراصل یہ ہے کہ یہ مکہ ایسا مقدس شہر ہے جہاں ایک گھر موجود ہے، جس کو بیت بقیہ ص ۸؍ پر

تو ہی بتا یہ کیا ہوا اے سجدہ گاہِ غازیاں

(از: ابو سنان عتیق الرحمٰن رضوی، مالیگاؤں

مسلمان برسوں سے جن اداروں سے انصاف کی امید لگائے اپنے جوش جذبوں کو دبائے ہوئے تھا، ہائے افسوس ان اداروں نے اپنے آقاؤں کے سامنے قانون کی بالادستی بھی قربان کردی، آج جب بابری مسجد کی شہادت کے مجرمین کو باعزت بری کردیا گیا تو دل خون کے آنسو رو پڑا، یہ کوئی اتفاق نہیں، یہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے، اس کے پیچھے بڑے بڑے منصوبے پوشیدہ ہو سکتے ہیں، ہمیں اب بیدار ہو جانا چاہیے اور اپنے حق کی لڑائی کے لیے ناصرف کمر کس لینی چاہیے بلکہ اپنے ماضی کی ورق گردانی بھی کرنی چاہیے، ہم نے کیا کوتاہیاں کیں! کیا اسباب ہیں کہ مٹھی بھر دہشت پسند ہم پر نہ صرف غالب ہوتے جا رہے ہیں بلکہ ہماری بقا کے بھی دشمن بن گئے ہیں۔

ہمیں خود احتسابی کے ساتھ ان امور پر بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ عزیز ہندوستان جہاں کی جمہوریت اور قانون کی پاس داری کی مثالیں سارے عالم میں مشہور تھیں، اسی جمہوریت میں آج سے کم وبیش 28 سال قبل ایک تاریخی عظیم "بابری مسجد" کو دن کے اجالے میں شہید کر دیا جاتا ہے، جس میں ملوث اکثر مجرمین اسے کار ثواب بتا کر فخر سے اس کا اعتراف بھی کرتے رہتے ہیں، اس کے باوجود ہمارے ادارے ظلم کو کچلنے، ظلم کو دبانے اور اس کے خلاف آواز اٹھانے کے بجائے مظلوم کو کمزور کرتے نظر آتے ہیں۔

کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ فرقہ پرست طاقتیں نہ صرف حکومتی انتظامات بلکہ سول سروسز تک میں اپنی ذہنیت کو پروان چڑھا چکی ہیں، ورنہ وہ ادارے جو حکومتوں کے زیر اثر نہ ہوں، جن کا کردار غیر جانب دار ہونا تھا، ان کے فیصلے ایک مخصوص طبقے کے زیر اثر ہو رہے ہیں، جو قانون کی حد میں رہ کر خود مختارانہ فیصلے سنانے کے متحمل ہوں، ان کی جنبشِ لب بھی فرقہ پرستوں کی حمایت کرنے لگیں تو ہمیں بہت کچھ سمجھ لینا چاہیے۔

جن سے ہم نے امید وفا رکھی، وہی پے در پے یکے بعد دیگرے ہماری آنکھوں پر انصاف کی پٹی چڑھا کے، پیٹھ پر اتنے وار کیے کہ ہم لہولہان ہو چکے ہیں۔

بابری مسجد کی شہادت، پھر اس کی بازیابی اور اس کے مجرمین کو سزا دلانے میں ناکامی کے ذمہ دار جتنی یہ فرقہ پرست طاقتیں ہیں، ان کے ساتھ ہم بھی برابر کے شریک ہیں، نہ ہم بابری مسجد معاملے میں خاموشی اختیار کرتے نہ ان کے حوصلے کھلتے، انہوں نے ایک بابری مسجد اور پرسنل لا نیز متعدد اسلامی اہم شخصیات وشعائر کی شان میں گستاخیوں سے ہمارے ایمان کی حرارت ناپ لی تھی، ہم میں تو دم خم رہا نہیں اور نہ ہی شعور وسلیقہ! کہ اپنے حق کے لیے قانونی کوششیں بھی کر سکیں، فرقہ پرستوں کے حوصلے اب مزید بڑھ جائیں گے، ہم ایک بابری مسجد کا غم بھلا نہیں سکتے اور ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوگا کہ وہ کتنی مسجدوں، یادگاروں اور اوقاف کی شہادت ومسماری کا پلان بنا کر اس پر عمل کرنا شروع کر دیئے ہوں گے۔

جو ہمارا کام تھا "ریا سے بچنے" اور "جہد مسلسل" کا وہ اغیار انجام دے رہے ہیں، ان کے کام ختم ہونے پر سامنے آتے ہیں، ہمارے کاموں کا شروعات ہونے سے پہلے ڈھنڈورا پٹ چکا ہوتا ہے۔ (ترغیبی خدمات اس سے مستثنیٰ ہیں)

موجودہ حالات بلکہ گزشتہ چند سالوں سے جاری مسلم مخالف سازشوں کے پیش نظر ہمیں بہت محتاط ہو جانے کی ضرورت ہے، کہیں ایسا نہ ہو برما، فلسطین، کشمیر اور شام کے مسلمانوں کی طرح ہم بھی مسلم بھائیوں کی امداد کا تماشہ دیکھیں اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے اپنے مار دیئے جائیں اور اس قدر بے بس ومجبور کر دیئے جائیں گے، کہ حق وانصاف کی آرزو تو دور ہم اپنے دفع میں دو لفظ بھی نہیں بول سکیں گے، لہٰذا ضروری ہے کہ قائدین قوم اب کوئی مستحکم لائحہ عمل ترتیب دیں اور منظم طریقے سے مسلمانوں کے خلاف ہو رہی سازشوں اور ملک کو فرقہ پرستی کی طرف ڈھکیلنے والی کوششوں پر قدغن لگائیں۔

نہ سمجھو گے تم جاؤ گے اے ہندی مسلمانوں
ہماری داستاں تک بھی نا ہوگی داستانوں میں

خدا کی انمول امانت

از: مفتی جمیل احمد قادری، جامع اعلیٰ حضرت، پٹنہ

شادی کے بعد گھر کے سونے آنگن میں جو ننھا سا پھول کھلتا ہے، عام زبان میں اسے بچہ کہا جاتا ہے۔ بڑا ہو کر یہ باپ کی لاٹھی اور ماں کا سہارا ہوتا ہے، خاندان کی آبرو اور قوم کی قوت بنتا ہے، امیدوں کی ڈھیر ساری ڈور، اس سے وابستہ ہوتی ہیں، وہ تمناؤں کا مرکز اور آرزوؤں کا محور ہوتا ہے۔ ایسے میں اس کی نگہداشت اور پرورش بھرپور توجہ کی طالب ہوتی ہے، مجدد اسلام، امام احمد رضا نے اولاد کی تربیت و پرداخت کے لئے احادیث صحیحہ کی روشنی میں 80 اصول بتائے ہیں، میں ان میں سے کچھ کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

جب بچہ پیدا ہو تو، فوراً اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہے کہ بچہ خلل شیطان اور ام صبیان (مرگی) سے بچے، پیار میں جھوٹے لقب، بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

اپنے حوائج وادائے واجبات شریعت (یعنی اپنی ضرورت اور شرعی حقوق جیسے زکوٰۃ فطرہ وغیرہ کے بعد) سے جو کچھ بچے، اس میں عزیزوں، قریبوں، محتاجوں، غریبوں سب سے پہلے حق، عیال واطفال کا ہے، جوان سے بچے اوروں کو پہنچے، بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی دے کہ ناپاک مال، ناپاک ہی عادتیں لاتا ہے۔

اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کے تابع رکھے، جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے، انھیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے، زیادہ نہ ہو تو انھیں کو کھلائے، خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ رکھے، انھیں پیار کرے، بدن سے لپٹائے، کندھے پر چڑھائے، ان کے ہنسنے کھیلنے، بہلنے کی باتیں کرے، ان کی دل جوئی، دلداری، رعایت ومحافظت، ہر وقت، حتیٰ کہ نماز وخطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

نیا میوہ، نیا پھل پہلے انھیں ہی کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں، نئے کو نیا مناسب ہے، کبھی کبھی حسب مقدور، انھیں شیرینی وغیرہ، کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے، دیتا رہے، بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے۔ بلکہ بچہ سے بھی وعدہ وہی جائز ہے، جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

اپنے چند بچے ہوں، تو جو چیز دے، سب کو برابر ویکساں دے، ایک کو دوسرے پر، بے فضیلتِ دینی ترجیح نہ دے (اگر کوئی بچہ یا بچی دیندار ہو، یا عالم وفاضل ہو تو دینی فضیلت کی وجہ سے اگر اسے کچھ زائد دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں)

سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لائے، بیمار ہوں تو علاج کرے، حتیٰ الامکان سخت وموذی علاج سے بچائے، زبان کھلتے ہی اللہ اللہ، پھر پورا کلمہ لاالٰہ الا اللہ، پھر پورا بقیہ کلمہ پڑھائے۔

جب تمیز آئے، آداب سکھائے، کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا، لحاظ، بڑوں کی تعلیم، ماں باپ، استاد اور دختر (لڑکی) کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے، قرآن مجید پڑھائے، استاد نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک، پارسا، عورت سے پڑھوائے، بعد ختم قرآن، ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

عقائد اسلام وسنت سکھائے کہ لوح سادہ، فطرتِ اسلامی وقبول حق پر مخلوق ہے۔ (یعنی بچہ سادہ تختی جیسا ہوتا ہے، اس پر جیسا لکھا جائے گا، قبول کرلے گا، نیز ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، قبول حق کی صلاحیت اس میں ہوتی ہے) اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا، حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان وعین ایمان ہے۔

حضور پرنور ﷺ کے آل واصحاب واولیا وعلما کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان، بلکہ باعث بقائے ایمان ہے، (یعنی اولیا وعلما کی محبت، ایمان کا نور تو ہے ہی، بلکہ ایمان سلامت رہنے کا ذریعہ بھی ہے۔

جمیل کہتا ہے: آج جو نوجوانوں میں بے دینی، گمرہی، بداعتقادی اور شریعت سے بیزاری ہے، اس کا بڑا سبب، علما سے دوری، گمراہ فرقوں نے علما سے عوام کو بدگمان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، اس کے پیچھے ان کی یہی ناپاک ذہنیت ہے۔ کہ علما سے دور رکھو)

آگے امام فرماتے ہیں:

''یہ اسی حق ہیں کہ اس وقت کی نظر میں احادیثِ مرفوعہ سے خیال میں آئے، ان میں اکثر تو مستحبات ہیں۔''

مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو سلامت رکھے۔

□□□

عشق کا یہ انداز بھی نرالہ ہے

از: عبد المصطفیٰ

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک مزدور دن بھر اپنی کمر پر بوجھ اٹھا کر کام کرتا ہے اور ایک لوہار اپنی بھٹی میں سر منھ کالا کرنے کے بعد نہایت خوشی سے گھر واپس آتا ہے تا کہ اپنی گھر کی محبوبہ (اپنی بیوی) کو خوش کرے اور سامانِ حیات مہیا کر سکے، یہ کاروبارِ حیات جو صبح سے شام تک چلتا ہے، اس میں یہی عشق کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے ورنہ کون ہے کہ جو کسی کی خاطر اپنے آپ کو پریشانی اور مصیبت میں ڈالے۔

یہ سب عشق کی بدولت ہے، عشق ایک روحانی چیز ہے اور یہ ایسی جنس نہیں کہ جس کو بازار سے خرید لیا جائے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ مال و دولت اور دنیا کی چیزیں سب مردہ ہیں، مگر ان سب کے حصول کی کوشش زندہ لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔ (سوز و ساز رومی)

جس گھرانے میں محبت کا جادو چلتا ہے، اس کے رہنے والے جنت الفردوس کی سی زندگی گزارتے ہیں اور کم آمدنی میں بھی خوش و خرم رہتے ہیں۔ یہ عشق کی برکت ہے کہ مال و دولت سے جو چیز خریدی نہیں جاسکتی، اسے وہ عشق کی بدولت پالیتے ہیں۔

اگر عشق ہو جو شہوت پرستی سے جدا ہو تو پھر عشق کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا جاتا ہے اور یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو مال و دولت سے بالاتر ہے۔ اسے اگر ہم مال و دولت کے ترازو میں لاتے ہیں تو اصل لذت باقی نہیں رہے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں راہ عشق کا مسافر بنائے کہ یہ جس راہ میں ہر پست کا بلند، تلخ کا شیریں اور ناکام کا کامیاب بننا کوئی بڑی بات نہیں۔

□□□

ایمان کو تازہ کرنے والا ایک واقعہ

از: شوسل میڈیا سے

عبداللہ طاہر جب خراسان کے گورنر تھے اور نیشاپور ان کا دارالحکومت تھا، ایک لوہار شہر ہرات سے نیشاپور گیا اور چند دنوں تک وہاں کاروبار کیا، پھر اپنے اہل وعیال سے ملاقات کے لئے وطن لوٹنے کا ارادہ کیا اور رات کے پچھلے پہر سفر کرنا شروع کر دیا، ان ہی دنوں عبداللہ طاہر نے سپاہیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ شہر کے راستوں کو محفوظ بنائیں تا کہ کسی مسافر کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

اتفاق ایسا ہوا کہ سپاہیوں نے اسی رات چند چوروں کو گرفتار کیا اور امیر خراسان (عبداللہ طاہر) کو اس کی خبر بھی پہنچا دی لیکن اچانک ان میں سے ایک چور بھاگ گیا۔ اب یہ گھبرائے اگر امیر کو معلوم ہو گیا کہ ایک چور بھاگ گیا ہے تو وہ ہمیں سزا دے گا، اتنے میں انہیں سفر کرتا ہوا یہ لوہار نظر آ گیا، انھوں نے اپنی جان بچانے کی خاطر اس بے گناہ شخص کو فوراً گرفتار کر لیا اور باقی چوروں کے ساتھ اسے بھی امیر کے سامنے پیش کر دیا، امیر خراسان نے سمجھا کہ یہ سب چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں، اس لئے مزید کسی تفتیش و تحقیق کے بغیر سب کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔

نیک سیرت لوہار سمجھ گیا کہ اب میرا معاملہ صرف اللہ جل شانہ کی بارگاہ سے ہی حل ہوسکتا ہے اور میرا مقصد اسی کے کرم سے حاصل ہوسکتا ہے، لہٰذا اس نے وضو کیا اور قید خانہ کے ایک

مختصرات

گوشہ میں نماز پڑھنا شروع کر دی۔ ہر دو رکعت کی بعد سر سجدہ میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رقت انگیز دعائیں اور دل سوز مناجات کرتا اور کہتا ’’اے میرے مالک! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں بے قصور ہوں، مجھ پر رحم فرما۔‘‘

جب رات ہوئی تو عبد اللہ طاہر نے خواب دیکھا کہ چار بہادر اور طاقتور لوگ آئے اور سختی سے اس کے تخت کے چاروں پایوں کو پکڑ کر اٹھایا اور الٹنے لگے اتنے میں اس کی نیند ٹوٹ گئی۔ اس نے فوراً لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا۔ پھر وضو کیا اور اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں دو رکعت نماز ادا کی جس کی طرف ہر شاہ وگدا اپنی اپنی پریشانیوں کے وقت رجوع کرتے ہیں، اس کے بعد دوبارہ سویا پھر وہی خواب دیکھا، اس طرح چار مرتبہ ہوا۔ ہر بار وہ یہی دیکھتا تھا کہ چاروں نوجوان اس کے تخت کے پایوں کو پکڑ کر اٹھاتے ہیں اور الٹنا چاہتے ہیں۔ امیر خراسان عبد اللہ طاہر اس واقعہ سے گھبرا گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ضرور اس میں کسی مظلوم کی آہ کا اثر ہے، جیسا کہ کسی صاحب علم ودانش نے کہا ہے۔

نکند صد ہزار تیر وتبر
آنچہ یک پیرہ زن کند بہ سحر

بسا نیزۂ عدد شکناں
ریزہ گشت از دعائے پیر زناں

یعنی لاکھوں تیر اور بھالے وہ کام نہیں کر سکتے جو کام ایک بڑھیا صبح کے وقت کر دیتی ہے، بارہا ایسا ہوا ہے کہ دشمنوں سے مردانہ وار مقابلہ کرنے اور انہیں شکست دینے والے، بوڑھی عورتوں کی بددعا سے تباہ وبرباد ہو گئے۔

امیر خراسان نے رات ہی میں جیلر کو بلوایا اور اس سے پوچھا کہ بتاؤ! تمہارے علم میں کوئی مظلوم شخص جیل میں بند تو نہیں کر دیا گیا ہے؟ جیلر نے عرض کیا عالیجاہ! میں یہ تو نہیں جانتا کہ مظلوم کون ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ میں ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں جو جیل میں نماز پڑھتا ہے اور رقت انگیز ودل سوز دعائیں کرتا ہے۔

امیر نے حکم دیا: اسے فوراً حاضر کیا جائے، جب وہ شخص امیر کے سامنے حاضر ہوا تو امیر نے اس کے معاملہ کی تحقیق کی، معلوم ہوا کہ وہ بے قصور ہے، امیر نے اس شخص سے معذرت کی اور کہا: آپ میرے ساتھ تین کام کیجئے۔ بقیہ ص ۵۸ پر

میں ایک پیشہ ور خطیب ہوں

(از: مولانا انصار احمد مصباحی
رکن جماعت رضائے مصطفیٰ، کولکاتا

ابتدا میں میرا بھی ایک عدد نام ہوا کرتا تھا؛ بڑے بڑے القاب نے اب نام کو چھپا دیا ہے، اوروں کی طرح مجھے پڑھ لکھ کر ڈگریاں حاصل کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، جلسوں کے نقیبوں نے عالم، حافظ، قاری، مفتی اور علامہ سب کچھ بنا دیا ہے، شروع میں، جب مجھے پروگرام میں مانگ مانگ کر وقت لینا پڑتا تھا، تب میں محض ایک مولوی تھا، شکر ہے میری مشفق سماج کا، بڑے بڑے جلسوں میں جانے لگا تو عالم اور قاری ہونے لگا، جب سے ’’مقرر خصوصی‘‘ کے طور پر پہچانا جانے لگا ہوں، میں خیر سے مفتی اور علامہ بھی بن گیا ہوں، میں آپ کی تحریر کے ذریعہ اپنے معتقدین تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ میں بہت جلد پیر طریقت بننے والا ہوں، بس تھوڑی عمر اور دو چار کلو وزن میں اضافہ ہو جائے، اکثر لوگوں کی نظر میرے ترقی یافتہ جدید طرز کے توند پر رہتی ہے، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ میں نے یہ ترقی کس کس در کا کھا کر کیے ہیں، کتنے گھاٹ کا پانی پی کر حاصل کیے ہیں۔

میرا کاروبار کبھی ماند نہیں پڑتا، دھندا بقیہ ص ۳۸ پر

اس فانی دنیا کی حقیقت

(از: شوسل میڈیا سے

50 سال کی عمر میں بدصورتی اور خوبصورتی کا فرق ختم ہو جاتا ہے، اپنے زمانے کے حسین ترین انسان کے چہرے پر بھی جھریاں نظر آنے لگتی ہے۔

60 سال کی عمر میں بڑے عہدے اور چھوٹے بقیہ ص ۴۸ پر

کھلتا رہے گا وہ سدا ہر خارزار میں

(از: مفتی انور علی رضوی، منظر اسلام بریلی شریف

بھینی سہانی خوشبوئیں لیل ونہار میں
طیبہ سے آرہی ہیں رضا کے دیار میں

اللہ ہمارے ساتھ ہے ارشاد ہو گیا
خطرہ ہوا عتیق کو جس لمحہ غار میں

عشق رسول قلب میں جس کے سما گیا
کھلتا رہے گا وہ سدا ہر خارزار میں

ہوتی ہے اس پہ بارش فیض وکرم ضرور
فریاد امتی جو کرے حال زار میں

علم وہنر کے کوہ گراں آج بھی جناب
کاسہ بکف کھڑے ہیں رضا کے دیار میں

اب بھی دکھا رہے ہیں سبھی کو رہِ نجات
احمد رضا حیات ہیں اپنے مزار میں

بقیہ ص ۸ ر پر

ذکر ان کا تو صبح و مسا کیجئے

(از: مولانا صدر عالم صدیقی

نام جب بھی نبی کا لیا کیجئے
پہلے تو باوضو ہو لیا کیجئے

رب نے ان کو بنایا ہے مختار کل
ذکر ان کا تو صبح و مسا کیجئے

پار ہو جائے گی کشتی اِک آن میں
بس وسیلے سے ان کے دعا کیجئے

مٹھی میں کنکڑی کلمہ پڑھنے لگی
پر نہ مانا ابوجہل، کیا کیجئے

دل سے ان کی اطاعت بھی لازم ہوئی
جان ودل ان پہ ہر دم فدا کیجئے

جن کو بیٹا محبت سے کہتے تھے آپ
ان نواسوں کا صدقہ عطا کیجئے

بقیہ ص ۳۱ ر پر

جو خوشبو آتی ہے جسم حبیب داور سے

(از: پھول محمد نعمت رضوی، مظفر پور، بہار

نہ ویسی آئی کبھی مشک اور عنبر سے
جو خوشبو آتی ہے جسم حبیب داور سے

کمی نہیں ہے کہیں اہل فکر وفن کی مگر
ہے بڑھ کے کون بھلا آپ کے سخنور سے

ملی ہے گم شدہ سوئی بھی مسکرانے پر
وہ نور پھوٹ کے برسا لب پیمبر سے

پلائیں گے جو رسول خدا تو پھر کیسے
بجھے گی پیاس نہ رندوں کی آب کوثر سے

حسینیوں کے نکلتے ہی طمطراق کے ساتھ
ہزاروں بھاگ گئے، دہاڑ کے بہتر سے

جہاں بتا دیا بیٹا وہیں پہ بیٹھا ملا
جو پوچھا جا کے شاہ بو علی قلندر سے

بقیہ ص ۴۴ ر پر

سازش کا ایک جال رہا دو ہزار بیس

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط، عمان

رنج و الم کا سال رہا دو ہزار بیس
صدموں کا اک نشان بنا دو ہزار بیس

افسردہ آسمان، سسکتی ہوئی زمین
اک آتشِ وبا و بلا، دو ہزار بیس

یادوں کا درد اوڑھ کے بیٹھے ہوئے ہیں ہم
کتنے عزیز لے کے گیا دو ہزار بیس

علمی فلک کے سیکڑوں خورشید چھپ گئے
دے کر گیا ہے آہ و بکا دو ہزار بیس

ساتھی کئی بچھڑ گئے راہِ حیات میں
پہنا گیا حجابِ قضا دو ہزار بیس

باطل نے اہل حق پہ بڑھائے ستم کے وار
سازش کا ایک جال رہا دو ہزار بیس

بقیہ ص ۱۷ ر پر

منظومات

طلبہ کی حوصلہ افزائی ضروری، خطاطی بہترین ہنر

حضرت سید فاروق میاں چشتی

خانقاہِ سلطانیہ چشتیہ میں محفلِ نعت وتہنیتی تقریب کا اہتمام

مالیگاؤں ۲۲ر نومبر بروز اتوار شب میں خانقاہِ سلطانیہ چشتیہ (رمضان پورہ) میں شیخ طریقت شہزادۂ سلطان الاولیاء حضرت مولانا سید محمد فاروق میاں چشتی مصباحی صاحب کی صدارت میں محفل کا انعقاد ہوا، اس موقع پر موصوف نے فرمایا کہ حصولِ علم میں منہمک قوم کے بچوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ تاکہ وہ بصد شوق آگے بڑھیں اور مختلف تعلیمی میدانوں میں کامیابیوں کے علم نصب کریں۔ آپ نے ہونہار طالب علم انصاری محمد سالک شاہد اختر چشتی کو انعام واکرام سے نوازا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

واضح رہے کہ مذکورہ طالب علم ایم بی بی ایس کے لیے نیٹ امتحان میں مالیگاؤں میں ٹاپ پوزیشن حاصل کر کے نمایاں کامیابی سے سرفراز ہوا، حضرت فاروق میاں دام فیوضہ نے بچے کی شعبۂ طب میں کامیابی وذہانت کے لیے دُعائیں دیں، ازیں قبل اسم اقدس ''محمد ﷺ'' کی محبت وعقیدت کے ساتھ ۱۷۰۰ر انداز میں دل کش خطاطی پیش کرنے والے مشہور خطاط گل ایوبی کی تہنیت کی گئی۔ حضرت فاروق میاں دام فیوضہ نے کہا کہ گل ایوبی نے اسم سرکار ﷺ اور ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کو بہت عمدہ طریقے سے کتابت کیا ہے، انھیں یہ انعام ملا کہ ان کی بینائی تیز ہوگئی اور چشمہ لگانے کی ضرورت باقی نہ رہی، خطاطی ایک بہترین ہنر بھی ہے جس میں لگن وانہمات سے اِس قدر حسین وجمیل کارنامے منظر عام پر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ برکتوں سے نوازتا ہے، بعدۂ محفلِ ذکرِ رسول ﷺ شروع کی گئی۔ جس میں حضرت فاروق میاں دام فیوضہ نے بہت دل نشیں انداز میں کلام پڑھا، جس سے فضا مشک بار ہوگئی ۔

راتوں کے مدھر سناٹوں میں جب ان کا خیال آجاتا ہے
جذبات مچل جاتے ہیں مری آنکھوں میں اُبال آجاتا ہے

ازیں قبل متعدد شعرائے مالیگاؤں نے والہانہ انداز میں نغماتِ نعت پیش کیا۔ جس سے ماحول روح پرور ہوگیا، اخیر میں سلام ودعا کا اہتمام ہوا، اس موقع پر رضا اکیڈمی ممبئی کا سالنامہ یادگارِ رضا (شمارہ ۲۷) کا اجرا بھی حضرت مولانا سید محمد فاروق میاں چشتی مصباحی کے دستِ مبارک سے ہوا۔ آپ نے رضا اکیڈمی کی کاوش کو سراہا اور مدیر غلام مصطفیٰ رضوی (نوری مشن مالیگاؤں) کو دعاؤں سے نوازا، اس موقع پر اہلِ علم ودانش میں بالخصوص ڈاکٹر حامد اقبال، فاروق تشنہ سر، محمد رضا سر، ڈاکٹر جاوید احمد چشتی، غلام مصطفیٰ رضوی، ماسٹر خالد چشتی، ڈاکٹر عتیق چشتی سمیت متوسلین، محبین ومریدین موجود تھے۔

رپورٹ: نوری مشن، مالیگاؤں

ص ۵۶ر کا بقیہ...

نمبر ۱ آپ مجھے معاف کردیں۔
نمبر ۲ میری طرف سے ایک ہزار درہم قبول فرمائیں۔
نمبر ۳ جب بھی آپ کو کسی قسم کی پریشانی درپیش ہو تو میرے پاس تشریف لائیں تاکہ میں آپ کی مدد کرسکوں۔

نیک سیرت لوہار نے کہا: آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں آپ کو معاف کردوں تو میں نے آپ کو معاف کردیا اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ ایک ہزار درہم قبول کرلوں تو وہ بھی میں نے قبول کیا لیکن آپ نے جو یہ کہا ہے کہ جب مجھے کوئی مشکل درپیش ہو تو میں آپ کے پاس آؤں، یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔

امیر نے پوچھا: یہ کیوں نہیں ہوسکتا؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ وہ خالق ومالک جل جلالہ جو مجھ جیسے فقیر کے لئے آپ جیسے بادشاہ کا تخت ایک رات میں چار مرتبہ اوندھا کرسکتا ہے تو اسکو چھوڑ دینا اور اپنی ضرورت کسی دوسرے کے پاس لے جانا اصولِ بندگی کے خلاف ہے۔ میرا وہ کون سا کام ہے جو نماز پڑھنے سے پورا نہیں ہوجاتا کہ میں اسے غیر کے پاس لے جاؤں، یعنی جب میرا سارا کام نماز کی برکت سے پورا ہوجاتا ہے تو مجھے کسی اور کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔

(ریاض الناصحین، ص ۱۰۵-۱۰۴)

□□□

March-2021 Rs. 25/-

رجب المرجب - شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ/مارچ ۲۰۲۱ء



مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

فہرست

از: محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

انھیں منظور ہے جب تک یہ دورِ آزمائش ہے

اداریہ

اس وقت قوم مسلم کی حالت ہر اعتبار سے مخدوش ہے، بالخصوص ہندوستان میں مسلمان مختلف محاذ پر ظلم وستم اور حق تلفی و نا انصافی کا سامنا ہے، ساتھ ہی مذہبی تشخص بھی کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے، افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس سب کے باوجود بھی ہمیں اپنی اس حالت زار کا احساس نہیں، کسی بھی قوم کے روشن مستقبل کے لئے یہ صورت حال نہایت ہی خطرناک ثابت ہوتی ہے جب وہ ''احساسِ زیاں'' سے بھی عاری ہو جائے۔

مسلمانو! بے حسی کی حد ہو گئی، اب تو خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، موجودہ ملکی حالات تم سے اپنے اعمال کا احتساب کرنے کا تقاضہ کر رہے ہیں، ذرا ماضی کے آئینے میں خود کو دیکھو، تم اتنے بدل گئے ہو کہ اب خود کو بھی نہیں پہچان پاؤ گے، تم خود سوچ میں پڑ جاؤ گے کہ کیا یہ تمہی ہو؟ کیا شکل بنالی ہے، ماضی میں بشکل مسلمان تم ایسے تو نہیں تھے، تمہاری شکل وصورت، تمہارے اعمال اور تمہارے قول وکردار میں اسلام مجسم نظر آتا تھا، تمہیں دیکھ کر لوگ اسلام کو جانتے اور اپناتے تھے، برائیاں تم سے کوسوں دور تھیں، تمہاری خوش اخلاقیوں کا چہار دانگ عالم میں چرچا تھا، نیک نامیاں تمہارے گھر کی باندیاں تھیں اور کامیابیاں تمہاری چاکری کیا کرتی تھیں، دنیا تم سے طرز معاشرت کی خیرات لیتی تھی، تمہاری زبان ہی لاکھوں کی ضمانت ہوا کرتی تھی، تمہارے کردار پر اغیار بھی ایمان لاتے تھے، تمہاری عدالت اور انصاف پسندی دشمنان اسلام بھی تسلیم کرتے تھے، دیگر اہل مذاہب اپنے فیصلے تم سے کرایا کرتے تھے۔

آج کیا سے کیا ہو گئے تم؟ غیر تو غیر آج اپنے بھی تم پر اعتماد نہیں کرتے، تمہاری شکل وصورت، تمہارے اعمال اور تمہارا قول وکردار دیکھ لوگ اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں، برائیاں تمہاری پہچان بن گئیں ہیں، بداخلاقیاں تمہارا شیوہ اور ناکامیاں تمہارا مقدر بن گئیں ہیں، دوسروں کو درس حیات دینے والی قوم آج ناکام ونامراد زندگی کی علامت بن گئی ہے، جھوٹ، غیبت، عیاشی، شراب نوشی، قمار بازی، زناکاری، بدعہدی، بدتہذیبی، حق تلفی، ناانصافی، ماں باپ سے بدسلوکی، بیوی بچوں کے ساتھ ظلم وزیادتی اور بات بات پر طلاق بازی جیسی گھٹیا حرکتیں تمہاری زندگی کا حصہ بن گئی ہیں۔

آج ہماری جو حالت زار ہے، وہ ہماری ہی بداعمالیوں کا ثمرہ ہے، ہم نے اللہ ورسول کی اطاعت وفرماں برداری چھوڑ دی اور اسلامی احکامات کو پس پشت ڈال دیا، نتیجۃً اللہ نے ہم پر ظالم وجابر حکمراں مسلط فرما دیا، پھر تو ظلم وستم، ناکامیاں اور نامرادیاں ہمارا مقدر بن گئیں، ہر ایرے غیرے نے ہم کو مشق ستم بنا لیا۔

ان سارے حالات سے ہم کو یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہئے کہ اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سے ناراض و ناخوش ہیں، اس لئے ہمیں اپنی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے بہر حال اللہ ورسول کی رضا جوئی حاصل کرنی ہوگی ورنہ زمانہ ہمیں یونہی مشق ستم بناتا رہے گا، مرشد برحق حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز ہمیں یہی سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انھیں منظور ہے جب تک یہ دورِ آزمائش ہے
نہ چاہیں تو ابھی وہ ختم دورِ ابتلا کر دیں

بس ہمیں اللہ رب العزت کے احکامات کو بسر وچشم تسلیم کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنا لینا ہے، پھر دیکھئے ہم پر کیسے باران رحمت جھما جھم برستا ہے اور کیسے دنیا ہم کو عزت وعظمت کے اوج ثریا پہ بٹھاتی ہے، بالآخر کامیابی ہی ہمارا مقدر ہے بشرطیکہ ہم سچے مومن بن جائیں۔ ▯▯▯

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

اسلام میں تصوف کا مقام

اسلامیات

صوفیہ کرام نے اسلام کی ترویج واشاعت میں اہم کردار نبھایا ہے ،انھوں نے مسلمانوں کو ہر حال میں صبر وشکر، اللہ ورسول کی اطاعت وفرماں برداری اور تزکیۂ نفس کا درس دیا اور اسی کو دنیا وآخرت کی صلاح وفلاح کا ذریعہ قرار دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ یعنی بے شک مراد کو پہنچا جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔'' (سورۃ الشمس، آیت نمبر ۹-۱۰)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قلب کا تزکیہ شرعاً محمود ومطلوب ہے، اس میں رمز یہ ہے کہ دل پورے بدن کا سلطان ہے اور ایک ایک عضو پر اس کی حکمرانی ہے ، اگر یہ ظلمت نفسانیہ وخصائل ناپسندیدہ سے ستھرا ہو گیا تو پھر بدن کا ہر ہر عضو اور ایک ایک جوڑ ان ظلمات وخصائل سے ستھرا ہو جائے گا اور دل اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہو گیا تو پھر بدن کے تمام اجزاء اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہو جائیں گے اور خدانخواستہ یہی درست نہ رہا تو پھر بدن کے تمام اجزاء میں بگاڑ یقینی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''الا وان فی الجسد مضغةً اذا صلحت صلح الجسد كله، وان فسدت فسد الجسد كله، الا وهی القلب۔ سنو! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے گا تو پورا بدن درست رہے گا اور جب وہ بگڑ جائے گا تو پورا بدن بگڑ جائے گا۔'' (صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۳)

اسی لیے صوفیائے کرام نے کتاب وسنّت پر عمل کے ساتھ دل کے تزکیۂ وتصفیہ پر بہت زور دیا ہے، کہ دل جب دنیاوی کثافتوں سے صاف ہو کر شفّاف ہو جائے گا تو وہ صرف طالب مولیٰ ہو گا اور اخلاص ورضا کا پیکر ہو گا ''ان تعبد الله كانك تراه'' اس کی شان ہو گی پھر آدمی جو بھی کرے گا وہ رضائے الٰہی کے لیے ہو گا ، اس کی عبادت اس کا معاملہ اکل وشرب، دوستی، دشمنی، شادی بیاہ، سفر وحضر، جنگ، صلح غرض یہ کہ سونا جاگنا اُٹھنا بیٹھنا سب رضائے الٰہی کے لیے ہو گا، صوفی کا مشرب صرف یہ ہے کہ بندہ جو کچھ بھی کرے دین کے لیے کرے، اور ہر حال میں اللہ کی رضا کو سامنے رکھے۔

صوفیائے کرام اپنے طریقۂ زندگی کو جس کو وہ طریقت کا نام دیتے ہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جوڑتے ہیں اور اپنے اصولوں کی اساس، قرآن کو بتاتے ہیں یہ ازحد تسہیل کی وہ قسم ہے جسے محققین قبول نہیں کرتے اور یورپی مشرقین بڑی جانفشانی سے تصوف کی اصل کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں تصوف کے اصل ماخذ کے متعلق محققین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے، بعض محققین کے نزدیک تصوف کا اصل ماخذ عیسائیت اور بعض کے نزدیک ایرانی اور ہندوستانی ہے ، جبکہ بعض اسکالر تصوف کو مختلف اسباب کی دین کہتے ہیں جن میں سے ایک اسلام بھی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تصوف کی ابتدا کے پس منظر میں کوئی ایک نہیں بلکہ متعدد اثرات کارفرما رہے ہیں، صرف تصوف ہی میں نہیں بلکہ ہر جگہ معرفت میں کچھ ایسے رجحانات ملتے ہیں جو عمومی انسانی فطرات کا خاصہ ہیں، جن میں روحانی تجربات، کیفیات اور خیالات سبھی کچھ کو شامل ہیں ، جو ہمیں اپنے ذہنی واخلاقی ارتقا کے دوران حاصل ہوتے ہیں چونکہ عارف فطرتاً روحانی اور اخلاقی اثرات تیزی سے قبول کرتا ہے۔

* مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

اس لیے اس نے ہر زمانے اور ہر مقام پر معاشرے کی اخلاقی اور مذہبی ثقافت میں موجود آفاقی عناصر کی نمائندگی کی ہے ،اصلاحی معرفت کے اجزائے ترکیبی ایک دوسرے سے جدا کرنا ہی بے کار ہوگا، جتنا عیسائیت کو تصور معرفت اور تصور افلاطونیت سے الگ کرنا یا ہندوستانی عناصر کو ایرانی سے الگ کرنا، مشرق قریب کی تاریخ نظر آتی ہے اس کی روشنی میں انتہائی احتیاط کے ساتھ یہ پیشین گوئی کی جاسکتی ہے کہ انتہائی صبر وتحمل اور مستقل مزاجی کے ساتھ تحقیق وجستجو کرنے پر بھی کوئی قطعی نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا، اس لیے اس کا زیادہ احتمال ہوگا کہ ہم اس تحقیق میں الجھ کر مسلم تصوف کی امتیازی خصوصیات اور نوعیت کی تفہیم کے مسئلے کی طرف ہی توجہ نہ کر پائیں۔

مسلم تصوف اسی طرح مسلم تصوف ہے جس طرح یونانی فن تعمیر یونانی ہیں کلّی طور پر صوفیا سے منسوب اس روایت کا حامی کہ ان کے طرزِ زندگی کا اصل منہج حضرت علی مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور ان کے عقائد قرآن کریم سے ماخوذ ہیں، یہ الفاظ دیگر مسلم تصوف کا آغاز اسلام کے دائرے میں ہی ہوا، یہ از خود شروع ہوا اور اس نے اپنی انفرادی خصوصیات کو بر قرار رکھا، لیکن ساتھ ہی اس نے روحانی تجلی اور فیضان کے دوسرے راستوں کو اپنے اوپر مسدود نہیں کیا۔

سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد اور اس کے ایک صدی بعد تک عقیدے اور عمل کے معاملات وہ لوگ طے کرتے تھے، جنہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرب حاصل تھا (ایسے اشخاص صحابہ، تابعین، یا تبع تابعین ہی میں سے تھے) مذہبی ادراک ابھی تازہ تھا یا اس کی مزید توثیق ان صحابۂ کرام کے توسط سے کی جاسکتی تھی، جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت میں زندگی گزاری تھی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ روایات، نظریات اور توضیحات کی طرف رجوع کرنا ناگزیر ہوگیا، جس سے مذہب غیر ذاتی ہوگیا، لہٰذا نتیجے کے طور پر ضابطہ پرستی اور قانونیت کے عناصر غالب آگئے، زیادہ تر لوگوں کے لیے یہ کافی ہوتا ہے، وہ بس ایسی روحانی غذا کے طالب ہوتے ہیں جو پہلے سے ہاضم ہو، لیکن صوفی کی اس سے تشفی قلب نہیں ہوتی، وہ صرف اصل چشمے سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے اور اِس چشمے کی تلاش میں بے قرار رہتا ہے، اسے یہ چشمہ نہ قانون میں نظر آتا ہے اور نہ ہی علما کے صادر کئے ہوئے فتاویٰ میں، محض مذہبی رسوم یا سماجی سوم سے بھی اس کا قلب مطمئن نہیں ہوتا، وہ اپنی مضطرب روح کی تسکین کا سامان اپنے اندر تلاش کرتا ہے یا تو وہ ایسی منفرد شخصیت ہوتا ہے جو اپنی داخلی نور سے روشن رہتا ہے، وہ بہ یک وقت آگ بھی ہے اور ایندھن بھی۔

یا پھر وہ کسی دوسری شخصیت کو تلاش کرلیتا ہے جس کے فیض صحبت میں وہ اپنے اندر سوز پیدا کرتا ہے اور اس سوز کو بیدار بھی رکھتا ہے، صوفی (صوفیا) کا اصرار تھا کہ صوفیانہ طرز زندگی ہر لحاظ سے شریعت کے دینی ضوابط کے عین مطابق تھی، ان میں سے بہت سے صوفیا بڑے عالم اور ماہر دینیات تھے، لیکن وہ اس حقیقت کی پردہ پوشی نہیں کرسکے کہ ان کی نظر میں ان کا اپنا روحانی تجربہ صرف اعلیٰ ترین سند کی حیثیت رکھتا تھا اور ایسے صوفیا کی تعداد کچھ کم نہیں تھی، جنھوں نے اس کا دعویٰ کیا، ابتدائی دور کے صوفیائے کرام کے تذکروں میں بالعموم ان اشخاص کی زندگیوں کا احاطہ کیا گیا ہے جو اپنے علم اور اتباعِ شریعت میں ممتاز تھے، مثال کے طور پر ''تذکرۃ الاولیاء'' میں حضرت امام احمد بن حنبل کا سوانحی خاکہ شامل کیا گیا ہے جنہیں ہم کسی بھی طرح صوفی کے زمرے میں نہیں رکھیں گے۔

وہ حیرت انگیز حد تک شریعت کے پابند تھے، وہ اپنے ہی بیٹے صالح کے گھر صرف اس لیے کھانا نہیں کھاتے تھے کیوں کہ صالح قاضی کے عہدے پر فائز تھے، اور اس کا احتمال تھا کہ انھوں نے کوئی غلط فیصلہ بھی دیا ہو، ایک بار آپ کے سامنے روٹی پیش کی گئی آپ نے فقہی اعتبار سے اُسے ناقابل تناول قرار دیا، غلام کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اس روٹی کا کیا کرے، کیونکہ ایسی روٹی جسے امام فقہی طور سے ناقابل تناول قرار دے چکے ہوں ،فقیر بھی کھانے کی جسارت نہیں کرسکتے تھے، لہٰذا غلام کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ وہ اس روٹی کا کیا کرے، تو اس نے روٹی کو دریا

اسلامیات

میں پھینک دی ،حضرت امام حنبل کو جب اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے اس دریا کی مچھلیوں کو تناول کرنا چھوڑ دیا ،ایسی شخصیت کے مالک کو صوفیا کے زمرے میں رکھنے کی وجہ یہ ہوگی کہ صوفی کی تعریف میں سب کچھ شامل ہے ،قشیری نے گیارہویں صدی کی اپنی تصنیف ''رسالہ'' میں اسے اور بھی زیادہ گمبھیر بنادیا۔

ان کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ صوفیا کے طریقے میں ان تمام اخلاقی اور روحانی اوصاف کی تعلیم شامل ہوتی ہے ، جو ایک آدرش مسلمان میں ہونا چاہئے ،رسالے کے پہلے حصّے میں ایسے اوصاف کا بیان کیا گیا ہے ان کی تعریف کی گئی ہے اور اپنی مثالوں کے ذریعے مزید واضح کیا گیا ہے ،ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں اور دسویں صدی ہجری میں کسی خاص ذہن کے لوگ اس طرح کی انجمن یا برادری بنایا کرتے تھے ،جن کے تحت وہ ایک دوسرے کو کسی خاص وصف کو اختیار کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تحریک دیا کرتے تھے، مثال کے طور پر مہمان نوازی یا شجاعت برادری کی ایک ایسی مجلس کے بارے میں بتایا گیا ہے جو اس کے یہاں عشائیہ کے موقع پر منعقد ہوتی تھی ،ایک خادمہ مہمانوں کے ہاتھ دھولانے کے لیے آفتابہ لے کر حاضر ہوئی کچھ لوگوں نے تو خاموشی سے ہاتھ دھو لیے لیکن ایک مہمان نے اعتراض کیا ،انہوں نے کہا کہ ''میرے خیال میں خادمہ سے اس طرح کی خدمت لینا عورت ذات کی بے حرمتی کرنا ہے ،معترض کے پیچھے کھڑے ایک شخص نے آہستہ سے کہا میں کئی برس سے یہاں آتا رہا ہوں ،لیکن میری توجہ کبھی اس طرف نہیں گئی کہ ہاتھ دھلانے کا کام خادم انجام دے رہا ہے یا خادمہ ،ایک اور مثال اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے ،ایسی ہی ایک برادری کے رُکن کی شادی ہونے والی تھی ،اچانک اس کی منگیتر چیچک کے عارضے میں مبتلا ہوگئی اور اس کی صورت وشکل بگڑ گئی ،نوشہ کو بھی یہ معلوم ہوگیا ،اس نے آنکھ کی تکلیف کی شکایت کی اور پھر اعلان کر دیا کہ وہ بینائی سے محروم ہوگیا۔

بہر کیف دونوں کی شادی ہوگئی اور میاں بیوی برسوں ایک ساتھ جئے لیکن بعد ازاں بیوی کا انتقال ہوگیا اور کچھ ہی وقفے کے بعد اس کے شوہر کی بینائی واپس آگئی ،اس کے دوستوں کو بڑی حیرت ہوئی اور انھوں نے اس راز کو جاننا چاہا ،اس شخص نے کہا کچھ بھی نہیں ہوا ،میں مستقل نابینا بنا رہا ،تاکہ میری بیوی کو یہ شرمندگی نہ ہو کہ اس کا حسن باقی نہیں رہا ''رسالہ'' میں اس طرح کی کئی مثالوں کا ذکر ملتا ہے ،یہ مثالیں تصوف کے روحانی ذوق وشوق کے لیے سماجی پس منظر کا کام کرتی ہیں اس کے علاوہ یہ مثالیں صوفی کی شخصیت اور اس عام آدمی کے درمیان ربط کا کام بھی کرتی ہیں جو کسی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ وہ اصلاحِ نفس نہیں کرسکتا ،صوفی یا صوفیا کسی بھی طرح سے معمول کے خلاف نظر نہیں آتے ،یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رضائے الٰہی اور فطرت کے مطابق اپنی شخصیت کو غیر معمولی مقام تک پہنچانے اور آراستہ کرنے کا عزم رکھا تھا ،اس رسالے نے اپنے معاصرین اور آئندہ آنے والی نسلوں کو بہت کامیابی سے یہ باور کرایا تھا کہ راسخ العقیدہ اور صوفیانہ طریقۂ زندگی کے درمیان کوئی اخلاقی کشمکش نہیں تھی۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے تنقیدی فلسفے کے اصول تحقیق کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ مذہب انسان کا پیدائشی حق ہے اور انسان کے مخصوص اختیار وعمل کی قوتیں ایسی استعداد کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو اس دنیا سے متعلق ہے اور جو اس کے حامل کو کائنات کی حقیقت کی طرف مائل کرتی ہے اور حتیٰ کہ اعلیٰ ترین روحانی تجربہ بھی جس کا اظہار انبیاو مشائخ سے ہوا ہے، ہماری قوت ادراک سے بالا ہونے کے باوجود انسانی فطرت سے مربوط ہے ،مزید فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام کا ظاہری عمل اور باطنی کیفیات نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منور ہوتے ہیں ،جب تک کہ کوئی انسان اپنے اندر ایسی ہی کچھ صوفیانہ کیفیات کو محسوس کرلیتا ہے وہ رسالت کے بارے میں کوئی معرفت حاصل نہیں کرسکتا ہے ،اس طرح امام محمد غزالی علیہ الرحمہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ تصوف ہی مذہب تک صحیح

رہنمائی کرسکتا ہے، ان کے اس خیال کو عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے، کیونکہ ہزاروں لوگوں کے علم اور روحانی تجربہ سے اُسے تائید حاصل ہوئی۔

اس طرح صوفیائے کرام کو تقویت ملی اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوا، اور وہ دنیا کے ان تمام حصوں میں پھیل گئے، جہاں مسلمان آباد تھے، اس کے بعد تصوف تنظیمی دور میں داخل ہوا ، اور چار تقلید پسند صوفی سلسلوں کی بنیاد پڑی، ان کے علاوہ کچھ مقامی صوفی سلسلے بھی تھے جو ان چار میں سے کسی ایک سلسلے سے وابستہ تھے اور اپنا راسخ العقیدہ ہونا ثابت کرتے تھے، بعض ایسے بھی مقامی سلسلے تھے کو دیگر سلاسل سے آزاد تھے اور اپنی آزادی پر فخر سمجھتے تھے، ن مقامی سلسلوں نے بسا اوقات عقیدہ اور عمل کی سطح پر اس طرح تصرف سے کام لیا کہ قدم لڑکھڑائے بھی لیکن ان میں کوئی شبہ نہیں کہ انھوں نے مذہبی زندگی کو مالا مال کردیا۔

ہندوستان کی جو شکل ہے وہ صوفیا کی وضع کی ہوئی ہے اور انسانی اور روحانی اتحاد کا وہ فلسفہ جس سے مغل شہنشاہ اکبر اور ممتاز مسلم رہبروں کو تحریک ملی اس کہ داغ بیل دراصل صوفیا ہی نے ڈالی تھی۔ ؎

یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا آغاز باب تھا

□□□

ص ۱۰ رکا بقیہ...

ہو، کیوں کہ صحبت کا سرمایہ ہی یہ ہے کہ ہمیشہ باہمی خوشی و مسرت میں گزرے و لبئس الصدق یلحیك الی الإعتذار فی زلة كانت منك۔ اور وہ دوست بہت برا ہے جس سے گناہ کی معافی مانگنے کی ضرورت پیش آئے، اس لیے کہ عذر خواہی بیگانگی کی علامت ہے اور صحبت میں غیرت اور بیگانگی ظلم ہے۔"

(کشف المحجوب، نواں کشف حجاب بسلسلۂ آداب صحبت، ص ۴۸۸)

نیز آقا کریم ﷺ کہ سیرت مبارکہ سے بھی ہمیں یہی سبق حاصل ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض اپنی ذات کے لیے کسی سے آزردہ خاطر نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی کسی سے انتقام لیتے، چناں چہ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم حلم و صبر سے کام لیں اور اپنا دل لوگوں کی طرف سے صاف رکھیں۔ □□□

ص ۱۳ رکا بقیہ...

کیا حضرت سعد بن معاذ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر فرمایا اے دشمنان خدا تم پر اللہ کی لعنت اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا اس کی گردن ماردوں گا یہود نے کہا ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں اس پر آپ رنجیدہ ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں راعنا کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اور اس معنیٰ کا دوسرا لفظ انظرنا کہنے کا حکم ہوا، نیز اس سے معلوم ہوا کہ انبیا کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں کلمات ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع، دربار انبیا میں آدمی کو ادب کے اعلیٰ مراتب کا لحاظ لازم ہے اور للکفرین میں اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔"

(خزائن العرفان)

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وعظ و نصیحت اور تعلیم و تلقین بسا اوقات پورے طور پر سن نہیں پاتے تو خدمت اقدس میں عرض کرتے، راعنا یارسول اللہ! اے اللہ کے رسول ہماری رعایت فرمائیں، صحابۂ کرام اس لفظ کا استعمال ایک اچھے معنی ہی کے لیے کیا کرتے تھے جس میں بے ادبی کا شائبہ تک نہ تھا، لیکن چونکہ یہودی اس لفظ کو گالی کے معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھوں نے بری نیت سے یہ لفظ کہنا شروع کیا تھا تو اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا کہ میرے محبوب کو ایسے لفظ سے پکارا جائے، جس میں برے معنی کا بھی پہلو ہو، چنانچہ مومنین کو حکم فرمایا کہ رسول کو" راعنا" نہ کہو، اس کی جگہ ایسا لفظ کہو جس میں بے ادبی کا شائبہ بھی نہ ہو، چنانچہ مذکورہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی۔ □□□

اسلامیات

از: دختر مفتی عبدالمالک مصباحی*

اہلِ دل معاف کیا کرتے ہیں

اسلامیات

شب برأت آتے ہی سال بھر کے بھولے بھٹکے لوگ بارگاہ صمدیت میں لوٹنے کی تیاری کرتے ہیں؛ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ”اللہ عزوجل شعبان کی پندرھویں شب میں تجلی فرماتا ہے، استغفار کرنے والوں کو بخش دیتا ہے، طالبِ رحمت پر رحم فرماتا ہے اور عداوت والوں کو جس حال پر ہیں، اسی پر چھوڑ دیتا ہے۔“ (شعب الإیمان، حدیث نمبر ۳۸۳۵ ر ج ۳ ر ص ۳۸۲) کے سبب لوگ معافی مانگنے کا موسم بنا لیتے ہیں اور ہر طرف معافی کا پرچہ شائع ہونے لگتا ہے، جس کی مکمل وضاحت ہمارے بے شمار اہل علم حضرات نے کیا ہے کہ معافی مانگنے کا کیا طریقہ کار ہے؟ کس طرح معافی مانگنی چاہئے؟ اس عمل کے کیا شرائط ہیں؟ وغیرہ وغیرہ، لیکن وہیں اس امر کے وضاحت کی ضرورت ہے کہ معاف کیسے کرنا چاہئے؟ معاف کرنے کا مطلب کیا ہے؟ آج کسی نے گڑ گڑا کر معافی مانگا اس پر ترس کھا کر معاف کر دیئے لیکن "رات گئی بات گئی" کے مصداق پھر کل وہی پرانی ناراضی، کیا اسے ہی کہتے ہیں معافی؟

نہیں، ہر گز نہیں! خطا کا صدور انسانی فطرت ہے مگر خطا کے بعد پشیماں ہونا اور معافی مانگنا یہ اعلیٰ وافضل لوگوں کی عادت ہے؛ چناں چہ اگر ہمارے رشتہ دار، اعزا واقربا سے غلطی ہوگئی تھی جو آج معافی مانگ رہے ہیں تو سمجھ جائیں کہ وہ اب پہلے سے کہیں بہتر بن چکے ہیں کہ انھوں نے اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر شب برأت سے پہلے پہلے اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کے اپنی انا و کبر کو کوسوں دور پھینکتے ہوئے عاجزی کا تاج پہن کر حضور ﷺ کے اس حدیث کے مطابق کہ جو اللہ کے لیے عاجزی کرتا ہے، اللہ رب العزت اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔“ (ملتقطاً صحیح مسلم، رقم ۲۵۸۸ ر ص ۱۳۹۷) رب کی بارگاہ سے بلندی کا مژدہ لیے ہوئے آپ کی طرف اس امید کے ساتھ آئے ہیں کہ آپ انھیں ﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا﴾ پر عمل کرتے ہوئے معاف کر دیں گے؛ تو آپ بھی ضرور انھیں معاف کر دیں، چاہے جتنا بھی آپ کا دل کھا ہو، تکلیف ہوئی ہو، رنج پہنچا ہو حتی کہ آپ پر انھوں نے ظلم کیا ہو لیکن پھر بھی آپ انھیں معاف کر دیں تا کہ اپنے نبی ﷺ کی حدیث ”اللہ رب العزت درگزر کی وجہ سے بندے کی عزت میں اضافہ فرما دیتا۔“ (ایضاً) پر عمل پیرا ہو کر بے شمار اخروی وابدی فضائل اور ثواب سے مالا مال ہوں۔

معافی اور درگزر کا مطلب

کیا آپ کو معلوم ہے کہ معاف صرف زبانی نہیں دلی طور پر کیا جاتا ہے؛ جسے درگزر کرنا اور بھول جانا کہتے ہیں، اگر آپ نے کسی معافی مانگنے والے کو ایک بار کہہ دیا کہ ”تجھے معاف کیا“، تو پھر دوبارہ کبھی بھی، کہیں بھی، کسی طرح سے بھی اس بات کا اظہار نہیں ہونا چاہئے کہ آپ کے دل و دماغ کے کسی تہہ خانہ میں اب تک دل آزاری کی وہ کسک باقی ہے ورنہ یہ قطعی حقیقی معنوں میں معاف کرنا نہ ہوگا، معافی کے بعد بھی طعن وتشنیع اور بغض وناراضگی سے معافی کی فضیلت وثواب زائل ہو جاتے ہیں۔

چناں چہ ثابت ہو گیا کہ معاف کرنا غلطی و کوتاہی کو ہمیشہ کے لیے بھول جانے کا نام ہے، یہ نوبت ہی نہ آئے کہ آپ کا دل کسی سے دکھے اور اسے معافی مانگنی پڑے، حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”وہ دوست بہت برا ہے جس کو دعا کرنے کی وصیت کرنی پڑے، کیوں کہ ایک لمحہ کی صحبت کا حق یہ ہے کہ اسے ہمیشہ دعائے خیر میں یاد رکھا جائے اور وہ دوست بہت برا ہے جس کی صحبت خاطر، تواضع کی محتاج بقیہ ص ۹ ر پر

*مضمون نگار مفتی عبدالمالک ایڈیٹر دوماہی رضائے مدینہ کی صاحبزادی ہیں۔

از: مولانا محمد شریف الحق رضوی*

آداب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ازراہِ ادب واحترام پست آواز سے بات کرنے والوں کے لیے مژدۂ جانفزا، ارشادِ خداوندی ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (پارہ ۲۶، سورۂ حجرات، آیت ۳) یعنی بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔" (کنز الایمان)

صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کریمہ کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"آیتِ کریمہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ کے نازل ہونے کے بعد ازراہ ادب حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بعض اور صحابہ نے بہت احتیاط لازم کرلی اور خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض معروض کرتے ان حضرات کے حق میں یہ نازل ہوئی۔"

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ عظیم بارگاہِ ادب واحترام ہے کہ آدابِ گفتگو سے متعلق آیتِ کریمہ نازل ہونے کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر وعمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بعض دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احتیاط کا یہ حال تھا کہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حضرات گفتگو کرتے تو بہت ہی پست آواز سے، کہ کہیں آواز بلند نہ ہوجائے صحابۂ کرام کے ادب واحترام کی بنا پر اس آیت کریمہ میں ان کے دل کی پرہیزگاری کا ذکر اور ان کے لیے مغفرت واجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کے بیٹھنے کے آداب کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"جس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھنے والے صحابہ اس طرح سر جھکا کر خاموشی اور سکون کے ساتھ بیٹھے رہتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

(منصب رسالت کا ادب واحترام، ص، ۳۴)

شفاء شریف میں علامہ قاضی عیاض مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ "صلح حدیبیہ" کے سال قریش نے عروہ بن مسعود جیسے ذہین وفتین اور جہاں دیدہ شخص کو حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ وہاں جاکر مسلمانوں کے حالات کا پتہ لگائیں عروہ ابن مسعود نے وہاں پہنچ کر صحابۂ کرام سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو بے پناہ تعظیم وتوقیر دیکھی، اس نے انہیں عالم حیرت میں ڈال دیا انہوں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وضو سے ٹپکے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں حتیٰ کہ بسا اوقات قریب ہوتا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب آپس میں لڑ پڑیں عروہ ابن مسعود نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تھوکتے یا ناک صاف فرماتے ہیں، تو صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان رطوبتوں کو

* مضمون نگار دار العلوم نوریہ رضویہ رسول گنج ضلع سیتامڑھی کے مدرس ہیں۔

ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے پر ملتے ہیں، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک جب جسم اطہر سے جدا ہوتا تو اس کے حاصل کرنے کے لیے صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جلدی فرماتے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے وہ اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اور ازراہِ ادب واحترام وتعظیم آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے جب عروہ ابن مسعود قریش کے پاس واپس آیا تو انہوں نے صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے حالات کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بڑی سچائی سے کام لیا اور کہا:

"یامعشر قریش انی جئت کسریٰ فی ملکه وقیصر فی ملکه والنجاشی فی ملکه وانی واللہ مارأیت ملکا فی قوم قط مثل محمد فی اصحابه۔ اے گروہِ قریش! میں کسریٰ (یعنی: شاہِ فارس) قیصر (یعنی: شاہِ روم) اور نجاشی (یعنی: شاہِ حبشہ) کے پاس ان کی حکومتوں میں گیا ہوں، مگر خدا کی قسم میں کسی بادشاہ کو اپنی قوم میں اتنا محترم ومکرم ومعظّم نہیں دیکھا جس قدر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں معظّم ومکرم ہیں۔"

دوسری روایت میں ہے کہ عروہ ابن مسعود نے کہا کہ میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کسی بھی حال میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو نہیں چھوڑے گی جس نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جسمِ پاک کا غسالہ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی نظر میں آبِ حیات سے کم نہ ہو سراپا نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ذات ان کی نظر میں کتنی محترم ہوگی۔

اس لیے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جن کے تلوؤں کا دھون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

(منصبِ رسالت کا ادب واحترام، ص ۲۷/۲۸)

مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا کہ صحابۂ کرام کا معمول یہ تھا کہ وہ کاشانۂ نبوت پر حاضر ہوتے تو فرطِ ادب سے دروازہ ناخنوں سے کھٹکھٹاتے تھے، براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں کوئی بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معلوم کرنا چاہتا تو مدت تک موقع کی تلاش میں رہتا تھا لیکن ہیبت کی وجہ سے دریافت نہ کرسکتا تھا اور اس میں برسوں گزر جاتے تھے۔ (کتاب الشفاء، جلد دوم، ص ۸۷/۸۸)

جانِ ایمان، جانِ جاناں، جانِ کائنات، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارنے والوں کو جاہل اور بے عقل کہا گیا، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (پارہ ۲۶/ سورۂ حجرات، آیت ۴/۵) بے شک وہ جو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ اُن کے پاس تشریف لاتے تو وہ اُن کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (کنزالایمان)

صدرالافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ کریمہ کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"یہ آیت بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دوپہر کے وقت پہنچے جبکہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے تو ان لوگوں نے حجروں کے باہر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کیا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو ان لوگوں کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اجلال شان رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان فرمایا گیا کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس طرح پکارنا جہل وبے عقلی ہے اور ان لوگوں کو ادب واحترام کی تلقین کی گئی۔" (خزائن العرفان)

سید المفسرین سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

روایت ہے کہ حضور اکرم نور مجسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلہ بنوعنبرہ کی طرف مجاہدینِ اسلام کا ایک دستہ روانہ فرمایا، اور عیینہ بن حصین فزاری کو ان کا امیر مقرر فرمایا، جب بنوعنبرہ کو مجاہدینِ اسلام کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے حضرت عیینہ نے ان کے عیال کو گرفتار کرلیا اور انھیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا، اس کے بعد بنوعنبرہ کے کچھ لوگ فدیہ دے کر اپنی ذریت کو چھڑانے کے لیے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے یہ لوگ دوپہر کے وقت آئے تھے اس وقت حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے ان لوگوں نے حجرے کے باہر ہی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کر دیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہو کر تشریف لائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل نے اس آیتِ کریمہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت شان کا اظہار فرمایا ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس طرح پکارنا نادانی و بے عقلی ہے وہاں ادب و احترام سے حاضر ہونا ضروری ہے۔

(منصب رسالت کا ادب واحترام، ص ۲۰-۲۱ ربحوالہ تفسیر خازن، ج ۴ رص ۱۶۶)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارو تو ایسے نہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کے ساتھ پکارو یعنی یارسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ (پارہ ۱۸ رآیت ۶۳) یعنی رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔'' (کنز الایمان)

صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان اس آیتِ کریمہ کے ٹکڑے کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''کیونکہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پکاریں اس پر اجابت و تعمیل واجب ہوجاتی ہے اور ادب و احترام سے حاضر ہونا لازم ہوتا ہے اور قریب حاضر ہونے کے لیے اجازت طلب کرے اور اجازت سے ہی واپس ہو اور ایک معنیٰ مفسرین نے یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا کرے تو ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آپ کے معظم القاب سے نرم آواز کے ساتھ متواضعانہ و منکسرانہ لہجہ میں یا نبی اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر پکارے۔''

(خزائن العرفان)

صفوان بن عسال نے فرمایا ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے دورانِ قیام ایک اعرابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یا محمد کہہ کر تین مرتبہ بلند آواز سے پکارا تو ہم لوگوں نے اسے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آداب اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ تعلیم فرمائے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آہستگی کے ساتھ عرض معروض کی جائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارا جائے۔ (کتاب الشفاء، ج ۲ رص ۸۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کلمات ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس میں ترک ادب کا شائبہ ہو ایسے الفاظ کا استعمال ممنوع ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

''یاایھا الذین امنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم۔ (پارہ 1 رسورۂ بقرہ، آیت 104) ترجمہ: اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (کنز الایمان)

صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے راعنا یارسول اللہ اس کے یہ معنیٰ تھے کہ یارسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی کلام اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے یہود کی لغت میں یہ کلمہ سوء ادب کے معنیٰ رکھتا تھا انھوں نے اس نیت سے کہنا شروع بقیہ ص ۹ رپر

اسلامیات

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

نکاح کو اسلام نے آسان بنایا ہے جبکہ برے رسم و رواج نے اسے پہاڑ بنا ڈالا

اسلامیات

رب تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے ہر شئے، ہر مخلوق کا جوڑا بنایا، ارشاد ہوا: اور ہم نے ہر چیز کے دو جوڑے بنائے کہ تم دھیان کرو۔ (کنز الایمان)

ہر چیز کے جوڑے بنائے (یا) ہم نے ہر چیز کو دو قسم کا بنایا تا کہ تم سمجھو اور سبق حاصل کرو یعنی مرد، عورت، نر و مادہ، ان قسموں کو پیدا کرنے والی ذات واحد ہے، نہ اس کی نظیر ہے، نہ اس کا شریک ہے، اس کا کوئی مد مقابل ہے اور نہ اس کی کوئی مثل ہے، لہٰذا صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔

(تفسیر مدارک، ص، 1171)

فی زمانہ سائنس کی تحقیق سے یہ پتہ لگ چکا ہے کہ درخت اور پتھروں میں بھی نر اور مادہ دو قسمیں ہیں، رب تبارک وتعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے اپنی تمام مخلوق میں اِنسانوں کو عزت و اکرام عطا فرمایا اور تمام مخلوق سے اعلیٰ بنایا: بیشک ہم نے آدمی کو سب سے اچھی شکل وصورت میں پیدا کیا۔

(القرآن، سورہ تین 95/آیت 4)

اسے جانوروں کی طرح جھکا ہوا نہیں بلکہ سیدھی قامت والا بنایا، اسے جانوروں کی طرح منہ سے پکڑ کر کھانے والا نہیں بلکہ ہاتھ سے پکڑ کر کھانے والا بنایا اور اسے علم، فہم، سوجھ بوجھ، عقل، تمیز اور باتیں کرنے کی صلاحیت سے مزین کیا۔ ظاہر سی بات ہے کہ جب رب تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو اتنی عظمت، عزت، توقیر بخشی تو اُس کو زندگی گزارنے کے بہت سارے اصول بھی بتائے، جانوروں کی طرح اپنی جنسی تسکین بجھانے، کھلے عام سڑکوں پر جوڑا کرنے کے لیے تو انسانوں کو نہیں چھوڑا (پر افسوس صد افسوس! آج انسان جانوروں سے بھی گیا گزرا ہو گیا) رب العالمین نے انسانوں کے جنسی تسکین کے لیے اُس کی ہی جنس سے جوڑے پیدا فرمایا: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کی طرف آرام (سکون) پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی، بیشک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

(القرآن، سورہ روم 30/آیت 21)

عورت شرعی نکاح کے بعد ہی بیوی بنتی ہے

رب کا احسان و کرم ہے کہ اس نے مردوں کے ہی جنس سے عورتیں بنائیں تا کہ وہ اس سے سکون و آرام حاصل کرے، (اللہ تعالیٰ کی کمال رحمت کا لاکھ لاکھ شکر ہے) مذہب اسلام نے جنسی تسکین کے لیے قرآن مجید میں نکاح" شادی" کی بڑی تاکید فرمائی، 27 جگہوں پر مختلف طرح سے نکاح کی ترغیب دی فضائل بیان فرمائے اور زنا (بدکاری) کی بہت سخت مذمت اور وعید بیان فرمائی، ارشاد ہوا: اور تم زنا (بدکاری) کے قریب بھی مت جانا بیشک بے حیائی کا کام ہے اور بہت بری راہ ہے۔

(القرآن، سورۂ بنی اسرائیل 17/آیت 32)

نکاح کا اولین مقصد مرد اور عورت کے اخلاق اور اُس کے نفس کی حفاظت کرنا اور معاشرے کو بگاڑ و فساد سے بچانا ہے، گدھا، بیل، سانڈ، بکرا، کتوں اور دوسرے جانوروں کی طرح جہاں چاہو جوڑا کرو اسلام اس کو سختی سے منع اور ناپسند کرتا ہے، اسی لیے نکاح کی شرطوں میں ایک شرط سُکنہ (قیام گاہ، گھر) بھی رکھی گئی ہے تا کہ زوجین اپنی طبعی ضرورت پردہ میں رہ کر پوری کر سکیں، بیوی نان ونفقہ (بیوی، بچوں کی روٹی، لباس وغیرہ کا خرچہ) اور ہائش کی بھی حقدار ہے، یہاں تک کہ اگر بیوی مالدار بھی ہے تو وہ مہر پانے کی بھی مستحق ہے، مذہب اسلام انہیں کو قانونی جوڑا قرار دیتا ہے جو شرعی طور پر نکاح کریں، آج کل مغربی تہذیب

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

کے علم بردار اور اب تو نام نہاد اسلامی ممالک میں بھی بغیر شادی شدہ جوڑوں کو ایک ساتھ رہنے کی اجازت دے دی ہے، بغیر نکاح ایسے جوڑوں کو قانونی جواز فراہم کر رہے ہیں کہ کپل COUPLE یعنی قانونی جوڑا مانا جائے۔ (استغفر اللہ) اسلام ایسے جوڑوں کو بدکار (زِنا کار، حرام کاری کرنے والا) مرد اور عورت کہتا ہے اور مانتا ہے۔

حیا نہیں زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ
(اکبر الہ بادی)

شرم جب آتی ہی نہیں تو شرمائیں کیا؟ جوا کے اڈے، سنیما ہال اور اب زنا کاری کی چھوٹ یہ حال ہے، اسلامی ملکوں کا اللہ خیر فرمائے۔

تیرے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے
(مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ)

حسن و جمال، مال و دولت کی لالچ میں شادی کرنے کا انجام

احادیث طیبہ کے ذخیرے میں بہت سی احادیث مبارکہ نکاح "شادی" کی فضیلت، اہمیت و نکاح کی طرف رغبت دلائی گئی ہے، نیک عورت دنیا کا بہترین سرمایہ ہے فرمایا آقا ﷺ نے: الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ۔ ساری دنیا زندگی کا سرمایہ ہے اور دنیا کا قیمتی سرمایہ (دولت) نیک عورت ہے۔ (حدیث)

ایک حدیثِ پاک میں تو نوجوانوں کو خصوصی طور سے نکاح کی جانب مائل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: دنیا ایک سرمایہ (دولت) ہے اور اس کا بہترین سرمایہ نیک بیوی ہے، تو نوجوانوں! دین دار نیک پارسا اور با اخلاق لڑکی کو بطور بیوی اختیار کرنے میں پس و پیش نہ کرو۔ (سنن ابی داود 3231,3232,3234)

دولت کی لالچ، حسن کی چاہت سے نکاح "شادی" کی برکت زائل ہو جاتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اضافہ کرتا ہے اور جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فقر میں اضافہ کر دیتا ہے اور جو شخص عورت کے حسب ونسب و خاندان کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کمینہ پن کو بڑھا دیتا ہے اور جو شخص کسی عورت سے اس لئے شادی کرتا ہے کہ اپنی نظر نیچی رکھے یا صلہ رحمی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نکاح میں برکت عطا فرماتا ہے۔ (رواہ طبرانی، شامی 248)

ہاتھ جوڑ کر التجا ہے رسمیں چھوڑیں شادی بنائیں آسان

آئے دن شادی کی نت نئی رسموں میں سماج جکڑتا جا رہا ہے اور ان بیجا و فضول خرچ رسموں سے مڈل کلاس اور غریب طبقہ بلکہ پورا سماج کراہ رہا ہے، اسلامی نکاح "شادی" میں نکاح اور ولیمہ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں، جہیز، منہدی، جوتا چھپائی، چوتھی، دسہرہ، وغیرہ وغیرہ یہ سب غیر شرعی اور ہندووانی رسومات ہیں" یاد رہے" کہ ان رسومات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اسلام نے نکاح کو بہت آسان کیا ہے ولیکن آج ہم خود شادیوں کو اپنے لیے وبالِ جان بنا لیے ہیں ہزاروں ہزار غریب بچیاں بوڑھی ہو رہی ہیں، سسک رہی ہیں جہیز ہی کیا کم ظلم ڈھا رہا تھا کہ ہم نے طرح طرح کی رسموں کا اپنا کر، آبیل مجھے مار، نہیں بلکہ دوڑ کے مار پر عمل پیرا ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ جن رسموں کا نہ مذہب اسلام سے تعلق ہے نہ ہی ضروری ہیں، اُنہیں اتنی مضبوطی سے ادا کرنا جن میں کثیر رقم خرچ ہوتی ہے اور والدین، سرپرست زیر بار ہوتے ہیں، قرض میں ڈوب جاتے ہیں، مزے کی بات یہ ہے کہ غیر ضروری خرچیلی رسموں کو خوب خوشی خوشی، ہنگاموں کے ساتھ انجام دیتے ہیں، شرم و حیا کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہیں، نہ شرم و حیا نہ خوفِ خدا؟ مسلمانوں نے لہو لعب فضول خرچی کو اپنا وطیرہ وشعار بنالیا ہے۔

دن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
(اعلیٰ حضرت)

خوف خدا، خوف رسول سے عاری، رسموں کی پجاری اس قوم کی بے حسی کا رونا بھی وقت ضائع کرنا ہے، رسمیں اور خرابیاں ایک دو ہوں تو گنا یا جائے دس بیس ہوں تو رونا رو یا جائے، پیدائش سے لے کر وفات تک ڈھیروں رسمیں، بچہ پیدا ہوا اور فیس بک، واٹس ایپ میں اُس کی تصویر ڈالدی گئی اذان دینا سنت ہے، اس کی کوئی پرواہ نہیں ہفتوں بعد کبھی کبھی مہینوں بعد اذان دلائی جاتی ہے افسوس صد افسوس۔ (ناچیز کے مضمون: اچھے نام رکھنا سنت الٰہیہ)" میں دو عبرت ناک واقعہ لکھے ہیں، پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں نیٹ پر ہے سرچ کر کے ضرور پڑھیں۔

اب تو مرنے پر بھی ویڈیو بننے لگے ہیں، زندگی بھر ماں باپ کی خدمت کی توفیق نہیں ہوئی، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، میں خوب دھوم دھام! ایصال ثواب برحق ہے، اللہ دکھاوے کے عمل سے بچائے اور مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے آمین، علمائے کرام، اہل علم، ڈاکٹر، انجینئر، سماجی کارکنان اِن بیجا رسموں، فضول خرچی پر تحریک چلائیں، پیار سے محبت سے سمجھائیں یا د رہے معاشرے میں اگر بگاڑ اور خرابی ہے تو آپ بھی اس کے اثرات سے بچ نہیں سکتے، ہر شخص اپنی ذمہ داری نبھائے ورنہ دنیاوی پریشانی تو جھیلیں گے ہی، آخرت میں اللہ کے عذاب اور کی پکڑ سے نہیں بچ پائیں گے، اللہ ہم سب کو مذکورہ رسموں کو چھوڑنے کی توفیق اور ہمت وحوصلہ عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

□□□

ص ۲۱ رکا بقیہ.........................

سورۃ توبہ کی یہ آیت (أَنَّ اللّٰهَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِینَ وَرَسُولُه) کہ اس پڑھنے والے نے ''رسولہ'' میں ''لام'' کو زیر کے ساتھ پڑھا جب کہ ''لام'' پر پیش ہے تو اس فحش غلطی نے ''ابوالاسود'' کو پریشان کر دیا اور کہا: اس پڑھنے والے نے ''اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول سے بیزار کہہ دیا'' ابو الاسود'' والی بصرہ زیاد کے پاس آئے اور ان سے کہا: میں وہ کام کرنے کو تیار ہوں جو آپ نے مجھ سے کہا تھا... والی بصرہ زیاد نے ''ابوالاسود'' سے کہا تھا کہ وہ لوگوں کے لئے ایسی علامتیں مقرر کر دیں جن کی وجہ سے کتاب اللہ کو صحیح طور پر پڑھ سکیں... زیاد نے جواب دینے میں تاخیر کر دی یہاں تک انہوں نے یہ نیا کام کرنے سے روک دیا۔

جاری......... □□

ص ۲۴ رکا بقیہ.........................

سفارش کرو کہ مولیٰ مجھے معاف فرمادے اور میرا ہاتھ مجھے واپس کردے، حضور تاجدار ولایت نے حاضرین سے فرمایا کہ میں نے حضرت حماد کی یہ جاں گسل روداد سن کر بارگاہ رب العزت میں دعا کی، میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری دعا کے وقت پانچ ہزار اولیائے کرام اپنی قبروں میں حضرت حماد کی سفارش کے لئے دست دعا دراز کئے ہوئے ہیں، رب قدیر نے میری دعا قبول فرمائی اور حسب سابق ان کا ہاتھ اپنی جگہ واپس آ گیا، پھر حضرت حماد نے مجھ سے خوشی خوشی مصافحہ کیا، یہی وجہ ہے کہ آج میں بے حد شاداں و فرحاں ہوں اور اسی سبب سے آپ حضرات میرے چہرے پر بشاشت واطمینان کے چمکتے ہوئے آثار دیکھ رہے ہیں۔

□□□

ص ۳۰ رکا بقیہ.........................

کتب میں تاریخ، تصوف، شعر وادب کی چند معتبر کتب کے علاوہ حسامی کا درس کافی معنی خیز وعلمی تھا، جب بھی پریشان ہوتا، آپ کی بارگاہ میں آ کر دکھڑا اسنا دیتا، جب بھی ضرورت ہوتی، آپ خود کشف سے حال معلوم کر کے، بنا مانگے اس یتیم کو پیسے وغیرہ دے کر مدد بھی فرماتے، فقیر ننگ حال آپ کے دیئے ہوئے حوصلے اور کی گئی مہربانیوں کا تا دم حیات قرض دار رہے گا۔ □□□

ص ۵۷ رکا بقیہ.........................

حشر میں نیکیاں ان کی چھن جائیں گی
غیر کے مال پر جو بھی غاصب رہے

کس قدر تھا بلندی پہ ان کا نصیب
وہ صحابہ جو قرآں کے کاتب رہے

ان کے لب سے جو الفاظ مس ہو گئے
قدسی پر مغز ان کے مطالب رہے

دوسری قسط

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

قرآن پاک پر نقطے اور اعراب

[آغاز وارتقا اور ضرورت وافادیت]

گزشتہ سے پیوستہ

دور دوم...اعراب بالنقط (قواعد عربیہ پر عمل درآمد کا دور)

یہ دور ۶۶ ھ سے شروع ہوتا ہے اور حضرت ابوالاسود کے وصال ۶۹ ھ پر جا کر ختم ہوجاتا ہے، حضرت ابوالاسود دئیلی زمانہ رسالت میں پیدا ہوئے اور مشرف بہ اسلام بھی ہوئے لیکن انہوں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اس لئے انہیں صحابی نہیں کہا جاتا ہے بلکہ آپ تابعی ہیں، سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مقدس میں اعراب تابعین کے دور میں لگایا گیا، ایسا کرنا بھی ممکن تھا کے قرآن مقدس میں اعراب یا نقطے دور اول میں ہی لگا دیئے جاسکتے تھے باوجود اس میں تاخیر کا سبب کیا ہوسکتا ہے؟ میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ دور اوّل میں اعراب میں غلطی ہوا کرتی تھی مگر اس کے لئے وہ قواعد موجود نہیں تھے اعراب لگانے کے لئے جن کی ضرورت تھی۔

دوسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے اہل عرب کا مزاج یہی تھا کہ کلام پاک جس صورت میں آج محفوظ ہے اس صورت کو برقرار رکھا جائے اس میں ایک نقطہ کا بھی اضافہ نہ کیا جائے اور نہ اعراب لگایا جائے کہ کہیں اس طرح کا عمل تحریف لفظی میں نہ داخل ہوجائے اس وقت صحابہ کرام کی کثیر تعداد اعراب لگانے کو پسند نہیں کرتی تھی، مگر جب دور دوم شروع ہوا اور لوگ کثرت کے ساتھ اعراب میں غلطی کرنے لگے تو قرآن پاک کی حفاظت کے لئے اور صحیح انداز میں اس کی تلاوت کے لئے اعراب لگانا ایک ضرورت بن کر سامنے آیا اس لئے اس جانب توجہ دی گئی۔

”کان العلماء فی الصدر الاول یرون کراھة نقط المصحف وشکله ـ مبالغة منھم فی المحافظة علیٰ آداء القرآن کما رسمه المصحف ـ وخوفاً من ان یؤدی الیٰ التغییر فیه ...ومن ذالک ما روی عن ابن مسعود انه قال ”جردوا القرآن ولا تخلطوا بشئی وما روی عن ابن سیرین انه کرہ النقط و الفواتح والخواتیم الیٰ غیرذلک...ولکن الزمان تغیر کما علمت فاضطر المسلمون الیٰ اعجام المصحف وشکله لنفس ذلک السبب ای للمحافظة علی اداء القرآن کما رسمه المصحف وخوفاً من ان یؤودی تجردہ من النقط والشکل الیٰ التغییر فیه ...فمعقول حینئذ ان یزول القول ذینک الاعجام والشکل لما ھو مقرر من ان الحکم یدور مع علته وجوداً وعدماً قال النووی فی کتابه ”التبیان“ مانصه قال العلماء ویستحب نقط المصحف وشکله فانه صیانة من اللحن فیه وما کراھة الشعبی والنخعی النقط فانما کرھاہ فی ذالک الزمان خوفا من التغییر فیه وقدامن ذالک الیوم فلا یمنع من ذالک لکونه محدثاً فانه من المحدثات الحسنة فلایمنع کنظارہ مثل تصنیف العلم وبناء المدارس والرباطات وغیر ذلک واللہ اعلم...“ (مناھل العرفان، ج ۱ ص ۳۴۱)

ہجری سال کے اوائل میں قرآن پاک میں نقطے اور اعراب لگانے کو علما مکروہ جانتے تھے، قرآن پاک کی تلاوت میں کامل طور پر رسوم قرآن کی رعایت کرنے کے پیش نظر اور اس خوف کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں نقطے اور اعراب قرآن کو بدلنے کی جانب نہ لے جائے، اسی لئے ابن مسعود سے روایت کی گئی کہ انہوں نے فرمایا: قرآن پاک خالص رکھو

اسلامیات

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

اس میں کسی چیز کو نہ ملاؤ اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ انہوں نے قرآن پاک میں نقطوں فواتح (ہر سورہ یا ہر ایک پارہ کے ابتدا کو نمایاں کر کے دکھانا) اور خواتم (یعنی اس کے آخری حصے کو نمایاں کر کے لکھنا) اور اس کے علاوہ کو مکروہ جانتے تھے، لیکن اب زمانہ بدل گیا جیسا آپ نے جان لیا اور مسلمان مجبور ہو گئے قرآن میں نقطے اور اعراب لگانے پر محض اس لئے کہ رسم مصحف کے مطابق قرآن کی ادائیگی کی جائے، اس کی حفاظت جائے اور اس خوف کے پیش نظر کہ قرآن پاک میں نقطے اور اعراب نہ لگائے جائیں کہ کہیں اس میں تغیر نہ پیدا ہو جائے اور یہ کس قدر معقول بات ہے کہ اب قرآن میں نقطے اور اعراب لگانے کی کراہت والا قول زائل ہو گیا اس مسلمہ ضابطہ کے تحت کہ ''حکم جاری ہوتا ہے علت کے وجود و عدم کے ساتھ یعنی اگر علت پائی جاتی ہے تو حکم بھی نافذ ہوگا اور اگر علت نہیں پائی جاتی ہے تو حکم بھی جاری نہیں ہوگا، علامہ نووی اپنی کتاب ''التبیان'' میں تحریر فرماتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے ''قرآن میں نقطے اور اعراب لگانا مستحب ہے قرآن میں اعرابی غلطی واقع ہونے سے صیانت کے لئے'' اور امام شعبی اور امام نخعی کا اعراب اور نقطے لگانے کو مکروہ جاننے کی بات کا تعلق اسی زمانہ سے ہے جس میں اس سے قرآن میں تبدیلی کا خوف ہو رہا تھا مگر آج یہ خوف نہیں، اعراب اور نقطے لگانے کو محض اس وجہ سے منع نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ ''بدعت ہے'' بے شک وہ ''بدعت'' ہے لیکن ''بدعات حسنہ'' میں سے ہے جس طرح سے اسی قسم کی ''بدعات حسنہ'' کو منع نہیں کیا گیا جیسے علمی کتابوں کی تصنیف، مدارس اور مسافر خانوں کی تعمیر وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔''

سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے سوال کیا گیا قرآن شریف میں اعراب لگانا بدعت حسنہ ہے یا بدعت سیئہ ہے اور ''کل بدعة ضلالة'' کا معنی کیا ہے، اس سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا:

''بدعت حسنہ تھا اور تمام ممالیک عجم میں یقیناً واجب کہ عام لوگ بے اس کے اس کی صحیح تلاوت نہیں کر سکتے بدعت ضلالت وہ ہے کہ رد و مزاحمت سنت کرے اور یہ تو مؤید و معین سنت بلکہ ذریعہ ادائے فرض ہے **فان اللحن حرام بلاخلاف کما فی العالمگیریه فترکه فرض وھٰذا سبیله۔** (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲ رص ۲۱)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اعراب اور نقطے لگانے کو ''بدعت حسنہ'' تحریر فرمایا ہے مگر اسے مستحب نہیں بلکہ واجب کے درجہ میں رکھا ہے کیونکہ قرآن مقدس کو غلط اعراب کے ساتھ پڑھنا حرام ہے اور اس حرام کو ترک کرنا فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی کا سبب اعراب ہے بایں صورت اعراب کا لگانا واجب ہوا اور بدعت ضلالت وہ ہوا کرتی ہے جو سنت کے خلاف ہوتی ہے اور سنت کا رد کرتی ہے اور اعراب لگانا ایسی بدعت ہے جو سنت کی تائید کرتی ہے اس لئے اس کو بدعت سیئہ نہیں کہا جا سکتا ہے، لہٰذا قرآن پاک میں اعراب اور نقطے لگانے میں جو دقتیں اور دشواریاں پیش آ رہی تھیں ان کا ازالہ ہو گیا اور اعراب لگانے کا راستہ صاف ہو گیا، اس میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں۔

اعراب لگانے کی ابتدا کیسے ہوئی؟

اب تک میں نے جو کچھ بھی لکھا، اس کا مطالعہ کرنے سے یہ بات تو سمجھ میں آجاتی ہے کہ قرآن مقدس میں اعراب لگانے کی کس قدر ضرورت تھی، اہل عرب کو بھی اس کی ضرورت تھی اور اہل عجم کو بھی، مگر دونوں کی ضرورتوں کی نوعیت الگ الگ ہے، زبانیں، الفاظ، کلمات اور امثال و اضراب ان سب کا مزاج بڑا نازک ہوا کرتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو کوئی غلط بات نہ ہوگی کہ زبانوں میں ٹوٹ پھوٹ کا رشتہ کوئی آج کا نیا رشتہ نہیں ہے بلکہ یہ رشتہ برسوں پرانا ہے۔۔ ٹوٹ پھوٹ کا یہ سلسلہ چلتا رہا ہے اور آج بھی چل رہا ہے اور یونہی یہ سلسلہ چلتا ہی رہے گا۔۔۔ نہ کبھی یہ تھما ہے اور نہ آئندہ کبھی تھمے گا۔۔۔ اسی لئے زبانوں کے میل جول سے نئی نئی زبانیں بنتی رہتی ہیں اور ہر ایک زبان دوسری زبانوں سے مل کر متأثر ہو جایا کرتی ہے۔۔۔ پھر اس کا وہ لب ولہجہ نہیں رہ

پاتا ہے جس پر اہل زبان کو ناز ہوا کرتا ہے، زبان میں کس طرح کی تبدیلی ہوا کرتی ہے، اس بارے میں، میں ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں شاہی زنان خانے میں ایک تیلن تیل بیچنے کے لئے آئی۔۔شہزادی نے تیل خریدا اس کا وزن کرنے کے لئے تیلن نے اپنی تھیلی سے جو پیمانہ نکالا اس کو دیکھتے ہی شہزادی حیرت میں پڑ گئی۔۔۔کہ وہ پیمانہ کوئی عام پتھر نہیں تھا بلکہ پارس پتھر تھا۔۔۔اسی حیرت و استعجاب کے عالم میں شہزادی کی زبان سے نکلا ''پڑے پارس بیچے تیل یہ دیکھو قدرت کا کھیل'' اور اس میں ٹوٹ پھوٹ ہو جانے کے سبب اب یہ اسطرح بولا جاتا ہے ''پڑھے فارسی بیچے تیل یہ دیکھو قدرت کا کھیل۔''

اسی طرح کسی دور میں داغ دہلوی نے کہا تھا ''سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے'' آج بھی اس مصرعہ کو پڑھا جاتا ہے لیکن جس زبان کی تعریف میں کہا گیا تھا، اب وہ زباں کہاں ہے؟ آج جو زباں دلی میں بولی جاتی ہے کیا، اسی زبان کے لئے کہا تھا؟ نہیں ہر گز نہیں! اب تو وہ زباں رخصت ہو گئی، ہاں اس کی یادیں ہیں جو دلوں میں برقرار ہیں، لکھنؤ کی زباں کو سب سے زیادہ شیریں مانی جاتی ہے، اس کے لب ولہجہ میں جو حسن و بانکپن اور شوخی و کمال پایا جاتا تھا آج لکھنؤ میں وہ زباں نہیں ملتی ہے آخر ایسا کیوں؟ اس کا جواب صرف اور صرف یہی دیا جا سکتا ہے کہ دوسرے علاقوں سے جب لوگ آ آ کر دلی اور لکھنؤ میں بس گئے اور ایک دوسرے سے ملاقتیں ہوتی رہیں تو لکھنؤ اور دلی کی زبانوں نے اپنی معنویت کھو دی۔۔۔ یہ بات حقیقت ہے اور تجربوں سے ثابت ہے کہ غیروں کے اختلاط سے اپنی زباں کی معنویت بھی جاتی رہتی ہے، عرب کی زباں قرآن مقدس کی زباں ہے عجمیوں کے اختلاط سے اہل عرب کی اپنی زبان کے کھو جانے اور اس کی معنویت کی تاب و توانائی کے کم ہو جانے کا کوئی خوف نہ تھا اور نہ کوئی ڈر تھا۔۔ڈر تھا تو صرف اس بات کا ڈر تھا کہ قرآن مقدس کی زباں سلامت رہے اور اس میں جو اعجاز پایا جاتا ہے صبح قیامت تک اس میں کسی قسم کی کمی نہ آئے۔۔۔اسی لئے قرآن مقدس پڑھنے کے لئے اصول بنائے گئے اور پڑھنے میں کسی طرح کی کوئی غلطی واقع نہ ہو اس کے لئے قواعد مرتب کئے گئے۔۔۔پڑھنے کا لب ولہجہ کیسا ہو؟ کہاں آواز پست کی جائے اور کہاں کھینچی جائے اس کے لئے فن تجوید وجود میں آیا، جب عجمیوں میں سدھار ہو جائے گا تو اہل عرب کی زباں بھی سلامت رہے گی اور قرآن پاک کی معنویت بھی۔۔۔اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ حروف ہجاء میں بہت سے ایسے بھی حروف ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے متشابہ ہیں۔

ان حروف میں سے ایک دوسرے کو ممتاز کرنے کے لئے عربی زبان میں کوئی علامت نہ تھی۔۔مگر خود عرب والے اس کو بآسانی سمجھ لیا کرتے تھے۔۔۔ہاں جب اعرابی غلطی ہونے لگی تو اس طرف توجہ دی جانے لگی، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مقدس میں سب سے پہلے اعراب کس نے لگایا؟۔۔۔اس تعلق سے جہاں تک میں نے مطالعہ کیا اور کتابوں کی چھان بین کی تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اولیت کا شرف حضرت ابوالاسود کو حاصل ہے اور کسی کو حاصل نہیں، اگرچہ ہمارے بعض اکابر نے حضرت یحیٰ بن یعمر کو بھی اولیت کا درجہ دیا ہے، اس بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جب سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

''مسئلہ از ملک بنگال ضلع فرید پور موضع ٹپورا کاندے، مرسلہ محمد شمس الدین صاحب

اعراب قرآنی کی ایجاد کس سنہ میں ہوئی اور اس کا بانی کون ہے؟

الجواب: زمن عبدالملک بن مروان میں اس کی درخواست سے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد رشید حضرت ابوالاسود الدیئلی نے یہ کارنیک کیا، اللہ تعالیٰ اعلم۔''

یوں تو سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنے جواب میں سائل کے ہر ایک سوال کا جواب دیا ہے۔۔مگر یہاں یہ بتانا مقصود ہے آپ نے فرمایا: قرآن مقدس میں سب سے پہلے جس نے اعراب لگایا وہ حضرت ابوالاسود کی ذات گرامی ہے۔۔۔اس نظریہ کی تائید میں کچھ اور شواہد بھی پیش کئے جا رہے ہیں:

"اسندالزبیدی فی کتاب الطبقات الی المبرد ان اول من نقط المصحف ابو السود الدؤیلی (الجامع لاحکام القرآن، ج ۱/ ص ۱۰۲) ترجمہ زبیدی نے "کتاب الطبقات" میں مبرد کے حوالے سے بیان کیا ہے سب سے پہلے قرآن مقدس میں جس نے نقطے اور اعراب لگائے وہ ابو الاسود الدؤیلی ہیں۔

اس کے علاوہ زیادہ تر محققین نے بھی اسی بات پر اتفاق کیا ہے کہ قرآن مقدس میں سب سے پہلے اعراب لگانے والے ابوالاسود ہی ہیں... حالانکہ اعراب لگانے والوں میں اوروں کے نام بھی آتے ہیں جیسا کہ علامہ زرقانی تحریر کرتے ہیں:

واسند الزبیدی فی کتاب "الطبقات" الیٰ المبرد ان اول من نقط المصحف ابو الاسود الدؤلی وذکر ایضاً ان ابن سیرین کان له مصحف نقطه له یحیٰ بن یعمر (الجامع لاحکام القرآن، ج ۱/ص ۱۰۲) علامہ زبیدی مبرد کے حوالے بیان کرتے ہیں سب سے پہلے مصحف میں ابوالاسود الدؤیلی نے نقطے لگائے ہیں اسی طرح انہوں نے یہ بھی کہا کہ ابن سیرین کے پاس ایک ایسا بھی مصحف تھا جس پر نقطے لگے ہوئے تھے اور وہ نقطہ یحی بن یعمر نے لگایا تھا۔"

مبرد نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ "ابوالاسود" نے ہی سب سے پہلے قرآن شریف میں نقطے لگائے ہیں، ابن سیرین کے پاس "یحی بن یعمر" کا نقطہ لگائے ہوئے قرآن میں اس بات کی دلیل نہیں کہ اس میں "یحی بن یعمر" نے پہلے نقطے لگائے ہیں، ہوسکتا ہے یہ اس کی دوسری کاپی ہو جس پر "ابوالاسود" نے نقطہ لگایا ہے یا اس کی نقل ہو اور یہ نقل خود "یحی بن یعمر" نے کی ہو، اس سے تو اعلی حضرت کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے... لہذا ثابت ہوا کہ اس بارے میں نظریہ وہی بہتر ہے جو اعلی حضرت فاضل بریلوی کا ہے... ہاں! اس بات سے انکار نہیں کہ نصر بن عاصم اللیثی اور ابوالاسود الدؤیلی نے بھی قرآن مقدس میں اعراب اور نقطے لگائے ہیں مگر اس کی نوعیت الگ ہے... دونوں روایتوں میں اس طرح موافقت پیدا کی جاسکتی ہے:

اولاً... ابوالاسود الدؤیلی نے "نقطوں" ہی سے اعراب کا کام لیا ہے اس لئے اس کو "اعراب بالنقط" کہا جاسکتا ہے، اعراب کی یہ ابتدائی صورت تھی جسے میں نے بیان کر دیا ہے۔

ثانیاً... ابوالاسود نے اعراب لگانے کا جو کام کیا تھا وہ کام ذاتی نوعیت کا تھا اسی لئے ان کا یہ کام زیادہ شہرت نہ پاسکا بلکہ ان کے شاگروں اور ان کے بیٹوں تک ہی محدود رہا یا پھر کچھ احباب تک۔

ثالثاً... اعراب لگانے کے لئے جو روشنائی استعمال کی تھی وہ مصحف شریف کی روشنائی سے الگ تھی اور اس وقت کے اکابر نے اس کو ناپسند قرار دیا اس لئے اس میں اصلاح کی ضرورت تھی اور بعد میں یحیٰ بن یعمر نے اس کی اصلاح کر دی ہو۔

دورِدوم کا یہ اعراب کیسا تھا؟

حصرت ابوالاسود نے مصحف شریف میں جو اعراب لگایا تھا وہ نقطوں والا اعراب تھا، اسی کو ہم "اعراب بالنقط" بھی کہہ سکتے ہیں، انہوں نے کس طرح اعراب لگایا تھا اور کیسا لگایا تھا اس کی وضاحت درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

"فقال لزیاد الامیر ابتغنی کاتباً لقیناً فاتی به فقال له ابو الاسود اذا رأیتنی فتحت فمی بالحرف فانقط نقطة اعلاه، واذا رأیتنی ضممت فمی فانقط نقطة بین یدی الحرف وان کسرت فانقط نقطة تحت الحرف فاذا انبعثت شئیا من ذالک غنة فاجعل مکان نقطة نقطتین فهذا نقط الاسود (سیر اعلام النبلاء ۴/۸۱ تا ۸۵) ابوالاسود نے زیاد امیر سے کہا: ایک ایسے کاتب کا انتظام کرو جو زود فہم ہو... زیاد نے انتظام کر دیا اور کاتب حاضر ہو گیا... ابوالاسود نے کاتب سے کہا: جب تم مجھے دیکھو کہ کسی حرف پر میں نے اپنے منھ کو کھول دیا تو اس حرف کے اوپر ایک نقطہ لگا دو اور جب یہ دیکھو کہ میں نے کسی حرف پر اپنے منھ کو ملا دیا ہے تو اس حرف کے سامنے ایک نقطہ لگا دو اور جب میں کسر کروں کسی حرف پر تو اس کے

نیچے ایک نقطہ لگادو اور جب میں اس میں سے کسی کو پھیلاؤں ناک سے آواز نکالتے ہوئے تو ایک کی جگہ دو نقطے لگادو، یہ ہے اسود کا ''اعراب بالنقط۔''

فتاوی شارح بخاری میں ہے:

''س۔۔۔قرآن مقدس میں اعراب کس نے لگائے:

ج۔۔۔ابوالاسود دئیلی نے لگائے مگر اس وقت زبر زیر پیش کی شکلیں نہیں تھیں جو آج ہیں انہوں نے نقطوں ہی سے اعراب کا کام لیا فرق یہ تھا کہ اعرابی نقطوں کے لئے اس رنگ کی روشنائی نہ ہوتی جس رنگ سے قرآن لکھا ہوتا بلکہ اس کے لئے مخالف رنگ کی روشنائی استعمال کرتے تھے زبر کے لئے حرف کے اوپر ایک نقطہ زیر کے لئے حرف کے نیچے ایک نقطہ ضمہ کے لئے حرف کے اندر ایک نقطہ اور تشدید کے لئے دو نقطے مقرر کئے پھر خلیل احمد فراہیدی نے تشدید، مد، وقف جزم وصل اور حرکات کی علامتیں لگائیں اور زبر زیر کی صورتیں وضع کیں جو آج موجود ہیں۔''

(روح البیان، جلد چہارم، ص ۶۵ تا ۶۶)

حضرت مفتی شریف الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے سب سے پہلے جنہوں نے قرآن مقدس میں اعراب لگایا، وہ ''ابو الاسود'' ہیں، نیز انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ قرآنی اعراب ایک ہی بار میں مکمل نہیں ہوا ہے بلکہ جیسے جیسے ضرورت محسوس کی گئی اسی کے تحت اس میں ردو بدل بھی ہوتے رہے ہیں۔۔۔جہاں تک ''خلیل بن احمد الفراہیدی'' کی بات ہے تو ان کی پیدائش ۱۱۰ ہجری میں ہوئی اور وفات ۱۷۰ھ میں ہوئی۔۔۔اس دوران انہوں نے بھی تشدید مد اور وقف جزم وصل کی علامتیں مقرر کی ہیں۔۔۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اعراب لگانے کی شروعات ۶۹ھ سے بہت پہلے سے ہوتی ہے اور ۱۷۰ھ میں جا کر اس کی تکمیل ہوتی ہے اس دوران اعرابی قرآن نے جو ارتقائی سفر طے کیا ہے اس کی بھی اہمیت ہے اس ارتقائی سفر کو ہم کسی صورت میں نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں، کیونکہ اسی ارتقائی سفر نے ہم جیسے لوگوں کو اس منزل پر پہونچا دیا کہ آج ہم کلام مقدس کو بآسانی پڑھ لیتے ہیں اور پڑھا لیتے ہیں۔

قرآنی اعراب کس کے حکم سے لگایا گیا

یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے قرآن مقدس میں اعراب لگانے کی ضرورت بہت پہلے محسوس کی جارہی تھی، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہما کے دور سے ہی اس کی ضرورت کا احساس ہو رہا تھا۔۔لیکن اس کام کو انجام دینے سے پہلے اس کے لئے اصول و قواعد کی ضرورت تھی اور اس وقت تک کوئی بھی قاعدہ مرتب نہ ہوا تھا۔۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے قواعد کی ترتیب کی طرف توجہ فرمائی اور اس کام کے لئے ''حضرت ابوالاسود'' کو مقرر کیا گیا، اس کے بعد قرآن پاک میں اعراب لگانے کی بات آتی ہے۔۔۔اس بارے میں مختلف روایتیں پائی جاتی ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ ''حضرت ابوالاسود'' نے کسی کے کہنے پر قرآن پاک میں اعراب نہیں لگایا بلکہ ازخود انہوں نے ایسا کیا۔۔۔کیونکہ اس کی ضرورت کا انہیں بہت پہلے سے احساس ہو چکا تھا اور اس کی تیاری بھی کر رہے تھے یعنی اس کے تعلق سے اصول و قواعد بھی مرتب کر رہے تھے۔۔۔اس لئے انہیں کسی کے کہنے کا انتظار نہ تھا بلکہ خود ان کی ذات ہمہ تن اس کے لئے انتظار بنی ہوئی تھی، ہاں صرف شروع کرنے کی بات تھی، خود ''ابوالاسود'' نے لوگوں کو اعراب میں غلطی کرتے ہوئے پایا تھا۔

''بل قیل ان ابا الاسود الدؤیلی سمع قائاً یقرأ قوله تعالیٰ{أَنَّ اللّٰهَ بَرِیءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِینَ وَرَسُولُه} (سورة التوبة الآیت ۳) فقرأها بجر اللام من كلمة "رسوله" فافزع هذا اللحن الشنیع اباالاسود و قال: عز وجهه ان یبرأ من رسوله، ثم ذهب الیٰ زیاد والی البصرة و قال له قد اجبتک ما سألت! و كان زیاد قد سأله ان یجعل للناس علامات یعرفون بها كتاب الله فتبأطأ فی الجواب حتی راعه هذا الحادث۔ (مناهل العرفان، ج ۱/ص ۴۰۳) بلکہ ایک روایت میں کہا گیا کہ ''حضرت ابو الاسود الدؤیلی'' نے ایک پڑھنے والے کو بقیہ ص ۱۶/ پر

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

پانچویں اور آخری قسط

تاجدار ولایت اور احیائے دین

اسلاف و اخلاف

««گزشتہ سے پیوستہ»»

برخلاف اس کے اگر کسی نے حضور تاجدار ولایت کے اعلان و ارشاد پر اپنے سر کو خم نہ کیا یا سر بہ خم ہونے میں تامل کیا تو پھر یا تو اس کی ولایت سلب کر لی گئی یا اس کا حال دگرگوں ہوتا چلا گیا۔

اس سلسلے میں ”قلائد الجواہر“ کے اندر ایک بہت بڑے صاحب کشف بزرگ کا قول یوں مذکور ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جہاں میں نے حضور تاجدار ولایت کے ارشاد مشرق و مغرب میں جلوہ فگن جملہ اولیا کو اپنی گردنیں جھکاتے ہوئے ملاحظہ کیا وہیں ایک ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے آپ کے ارشاد پر سر بہ خم ہونے میں تامل کیا تو فوراً اس کا حال متغیر ہو گیا، اس قسم کے واقعات مستند تاریخ و سیر کی کتابوں میں ملتے ہیں جس سے یہ بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے کہ جس کسی نے آپ کے اعلان پر لبیک نہ کہا اسے بعد میں اپنی متغیر حالت پر کف افسوس ملنا پڑا۔

مذکورہ باتوں پر کسی کو ورطۂ حیرت میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ حضور تاجدار ولایت نے یہ اعلان از خود نہیں کیا بلکہ آپ من جانب اللہ اس اعلان پر مامور تھے، ظاہر ہے جس نے بھی اس مامور بہ پر لبیک کہتے ہوئے جبیں سائی کی وہ دونوں جہاں میں شادکام ہو گیا اور جس نے بھی اس کے برخلاف کیا وہ زیر عتاب آ گیا۔

ہمارے اس دعوے کا پشت پناہ حضرت شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ بہجۃ الاسرار میں مندرج ہے کہ ایک مرتبہ چند مشائخ کرام نے حضرت شیخ ابوسعید قیلوی سے حضور تاجدار ولایت کے اعلان ”میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے“ سے متعلق استفسار فرمایا کہ حضور والا! کیا شیخ عبدالقادر جیلانی نے یہ اعلان حکما کیا تھا؟ حضرت شیخ ابوسعید قیلوی نے جواباً ارشاد فرمایا بلاشبہ یہ حکم من جانب اللہ تھا۔ آپ نے مزید یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپ اعلان قطبیت کا کامل ترین مقام پر غماز ہوتا ہے، بلفظ دیگر اس کا مفہوم یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ رب کائنات چونکہ حضور تاجدار ولایت کو کامل ترین مقام قطبیت و غوثیت پر فائز فرمایا تھا، اس لئے آپ نے اس ارفع و اعلیٰ منصب و مقام کے تقاضے کے پیش نظر بحکم خداوندی یہ اعلان فرمایا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے اس اعلان پر دیگر اولیاء اللہ کو حیرت ہوئے اور نہ انھوں نے اس کی تعمیل پر تأمل و تردد کا مظاہرہ کیا، واضح رہے کہ جب رب کائنات کسی بات کا حکم دیتا ہے تو وہ حکم واجب العمل ہوتا ہے۔

حضور تاجدار ولایت کے اس اعلان بلکہ آپ کی ولادت باسعادت کے قبل بڑے بڑے اولیا و اقطاب نے اپنے کشف کی بنیاد پر واضح لفظوں میں وقوع اعلان جائے وقوع اعلان اور معلن ذی شان کی باضابطہ نشاندہی فرما دی تھی، اس سلسلے میں حضرت ابوبکر بزاز نے دوران گفتگو شیخ عبدالقادر جیلانی کا ذکر جمیل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ دن دور نہیں جب عراق میں اللہ کا ایک ایسا باعظمت محبوب خدا جلوہ گر ہوگا کہ جس کی شان ولایت کا چرچا چار دانگ عالم میں ہوگا، اس کے سر پر ولیوں کی باشاہت کا تاج زریں ہوگا اور وہ بغداد کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر برملا یہ اعلان کرے گا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، اس کے اس اعلان پر تمام اولیائے کاملین اس کی تصدیق کرتے ہوئے سر بہ خم ہو جائیں گے۔

رب کائنات اس کے صلے ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرما دے گا، بہجۃ الاسرار میں سلب احوال سے متعلق ایک نہایت عبرت ناک واقعہ شیخ ابوبکر بن حمامی سے متعلق مندرج

ہے، یہ واقعہ حضور تاجدار ولایت کے غیر معمولی تصرفات پر روشن دلیل ہے، یاد رہے کہ اس واقعے کو کئی ایک اکابر اولیا نے بیان فرمایا ہے، ان میں خصوصی طور پر شیخ ابو سعود حریمی، شیخ علی بن ادریس یعقوبی اور اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے اسما قابل ذکر ہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ حضرت شیخ ابو بکر کی شخصیت اپنے دور کی ایسی نابغۂ روزگار تھی کہ انہیں صاحب کشف قلوب کہا جاتا تھا، من جانب اللہ انہیں یہ ملکہ حاصل تھا کہ وہ دلوں کے احوال جان لیا کرتے تھے، لیکن عدم احتیاط کی بنیاد پر وہ بعض منہیات شرعیہ کے مرتکب تھے، جب حضور تاجدار ولایت کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اے ابو بکر! شریعت مطہرہ کو آپ سے کچھ شکایت ہے، لہٰذا تم میں جو شرعی کمیاں ہیں انہیں دور کرلو، آپ کے کہنے کے باوجود ان میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی، نتیجتاً حضور تاجدار ولایت کے اندر جلال طاری ہوا اور آپ نے ایک بار ان کے سینے پر یہ کہتے ہوئے ہاتھ مارا کہ ابو بکر کے احوال سلب کرلئے جائیں، آپ کی فیض ترجمان سے یہ جملہ صادر ہوتے ہی چشم زدن میں ان کے سارے احوال سلب ہوگئے یہاں تک کہ جملہ احوال اور معاملات سلوک سے انہیں یکسر محرومی ہوگئی، پھر وہ اسی حال میں بغداد مقدس سے کہیں اور چلے گئے۔

صورت حال یوں ہوگئی کہ کہ وہ جب جب دوبارہ بغداد مقدس آنے کا ارادہ کرتے تو اپنے منھ کے بل گر جاتے، صرف یہی نہیں بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص انہیں اٹھا کر بغداد مقدس کی طرف منھ کرنے کی کوشش کرتا تو وہ بھی اپنے مونھ کے بل گر پڑتا، مزید برآں ان کی والدہ بھی جب کبھی اپنے بیٹے سے ملنے کا ارادہ کرتیں تو وہ بھی گر پڑتیں اور جانے سے قاصر رہ جاتیں، بالآخر ان کی والدہ مضطرب و بے قرار ہوکر حضور تاجدار ولایت کی بارگاہ بافیض میں آئیں اور اپنا اضطراب اس انداز سے بیان کیا کہ آپ کو ان کے حال زار پر رحم آگیا اور فرمایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، اب ہم انہیں بغداد آنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن وہ خشکی یعنی زمین کے اوپر سے نہیں بلکہ زیر زمین سے تمہارے گھر کے کنویں میں آکر تم سے بات کرے گا، کئی مشائخ نے خود ملاحظہ فرمایا کہ جناب ابو بکر ہفتہ میں ایک مرتبہ بغداد مقدس زیر زمین سے آتے اور گھر کے کنویں سے اپنی والدہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرتے۔

یہ وہ سنہرا دور تھا کہ بغداد مقدس میں اولیائے کاملین کی ایک کثیر جماعت جلوہ فگن تھی، ان میں حضرت مظفر جمال کا اسم گرامی بھی بہت نمایاں تھا اور ساتھ ساتھ شیخ ابو بکر سے ان کی بڑی گہری دوستی بھی تھی، جب آپ کو شیخ کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ بے حد مضمحل ہوگئے اور رب کائنات کی بارگاہ میں بطریق الہام عرض کرنے لگے بار الٰہ! تو اپنے کرم خاص سے شیخ ابو بکر کے احوال واپس فرمادے۔

لگے ہاتھ ایک انتہائی عبرت ناک و درس خیز واقعہ حضور تاجدار ولایت کی عظمت شان سے متعلق ملاحظہ فرمائیں، یاد رہے کہ اس واقعے کے راوی کئی ایک نامور مشائخ عظام ہیں جیسا کہ آپ کی سیرت پاک سے متعلق لکھی گئیں، مستند و معتبر کتابوں سے واضح ہے۔

میں نے پہلے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جب تاجدار ولایت کا بغداد مقدس میں ورود مسعود ہوا تو اس وقت اگر تاریخی حقائق کے تناظر میں یہ کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ پورے عالم اسلام میں بغداد مقدس کو علم و فضل کے اعتبار سے ایک مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں بڑے بڑے اولیائے کاملین اور علمائے ربانیین کی ہر طرف جلوہ طرازیاں نظر آرہی تھیں، ان قابل صد احترام مقربین خدا میں حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی و اسم گرامی آفتاب عالمتاب کی طرح درخشاں تھا۔ حضرت حماد کی رفعت و منزلت پر اس بڑھ کر دلیل کیا ہوگی کہ آپ کو اہل سیر و مؤرخین کے اس دور کے تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت و اشگاف ہوجاتی ہے کہ کثیر اولیائے کرام کے اژدھام کے باوجود حماد کا حلقۂ ارادت بے وسیع تھا، آپ کی خانقاہ دیگر خانقاہوں سے مختلف وجوہات کے پیش نظر حد درجہ فائق تھی۔

حضور تاجدار ولایت اپنے عنفوان شباب کا واقعہ خود بیان

کرتے ہیں حضرت حماد اور ان کے مریدین ومتوسلین کی معیت میں ایک بار میں نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے مسجد رصافہ جارہا تھا، ان دنوں موسم سرما چل رہا تھا اور بڑی سخت سردی بھی تھی، سرراہ ایک نہر آئی اور ہم سب اس کے ساحل سے کشاں کشاں گزر رہے تھے کہ ناگہاں حضرت حماد نے مجھے اس نہر میں پھینک دیا، اس وقت میرے جسم پر صوف کے بھاری بھرکم کپڑے تھے، پانی میں بھیگ کر وہ انتہائی بوجھل ہو گئے۔

اس پر مستزاد یہ کہ شیخ اور ان کے احباب سب کے سب مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے، میں نے جیسے تیسے خود کو سنبھالا اور بڑی تیزی کے ساتھ ہانپتا کانپتا نہر سے باہر آکر مسجد اضافہ کی طرف پابہ رکاب ہو گیا، بفضلہ تعالیٰ وقت پر مسجد پہنچ گیا اور نماز جمعہ بھی ادا کر لی، نماز سے فراغت کے بعد اس سے پہلے کہ کچھ عرض کرتا حضرت حماد نے خود ہی فرمایا کہ عبدالقادر! مجھے غلط نہ سمجھنا، میں نے تمہیں نہر میں دانستہ پھینکا ضرور تھا مگر میری نیت میں ذرہ برابر بھی کھوٹ نہیں تھی، دراصل اس کا سبب یہ تھا کہ میں نے رب کائنات کی عطا کردہ قوت بصیرت سے لوح محفوظ نوشتہ پڑھا تھا کہ عبدالقادر جیلانی خداوند قدوس کے فیض و کرم سے استقامت کے ایسے جبل شامخ ہوں گے کہ جاں گسل مصائب وآلام کے باوجود ان کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں آئے گی۔ میں نے تمہارے ساتھ جو کیا وہ فقط امتحانا تھا۔ اب مجھے یقین کامل ہو گیا ذاتی مشاہدے اور تجربے کے آئینے میں کہ بلاشبہ آپ کی ذات ستودہ صفات استقامت کی کوہ گراں ہے۔

حضرت حماد نے حضور تاجدار ولایت سے اعترافا مزید یہ فرمایا کہ اے عبدالقادر! میں نے تمہارے ساتھ جو کیا (نہر میں تمہیں پھینک دیا) وہ فقط امتحانا تھا۔ اس میں میری نیت صرف اور صرف تمہیں آزمانے کی تھی۔ اب مجھے یقین کامل ہو گیا بلاشبہ آپ کی ذات ستودہ صفات استقامت کی کوہ گراں ہے، میں نے لوح محفوظ میں آپ کے سلسلے میں جو پڑھا تھا، اسے میں نے آپ کی ذات کے اندر حرف بہ حرف صحیح پایا۔

بات آئی گئی ختم ہو گئی۔ شب وروز گزرتے رہے۔ گردش ایام کروٹیں بدلتی رہی۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ حضرت حماد داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے واصل الی الحق ہو گئے، حضرت حماد کے وصال کے بعد ایک بار حضور تاجدار ولایت ان کے مزار پرانوار پر حاضری دے کر جب باہر تشریف لائے تو آپ کے مبارک چہرے پر مسرت واطمینان کے آثار ہویدا تھے، آپ کے رخ زیبا سے تسکین وامن کی روشنی پھوٹ رہی تھی، یہ نورانی منظر دیکھ کر دیگر زائرین جو اس وقت وہاں موجود تھے نے پوچھا، حضور! کیا بات ہے آپ کے روئے انور کی بشاشت کہہ رہی ہے کہ ہو نہ ہو آج کوئی خاص چیز آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے ایسی خاص چیز کہ جس کے سبب آپ کو فرحت وسکون میسر آیا ہے۔

حضور تاجدار ولایت نے اطمینان بخش لہجے میں ارشاد فرمایا: ہاں! ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ لوگوں نے محسوس کیا ہے، دراصل بات یہ ہے کہ میں نے حضرت حماد کی قبر انور میں دیکھا کہ وہ ایک قیمتی چادر زیب تن کئے ہوئے ہیں، ان کے سر مقدس پر ایک تاج زرّیں چمک رہا ہے، ایک ہاتھ میں چاندی کے انتہائی جاذب نظر دستانہ اور اسی طرح پاؤں میں چاندی کے خوبصورت جوتے ہیں، لیکن معاً یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ ان کا ایک ہاتھ غائب ہے۔

میں نے انتہائی تعجب کے ساتھ پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ میرے اس سوال پر حضرت حماد نے بتایا کہ: عبدالقادر! بات ایسی ہے کہ تمہیں اچھی طرح یاد ہوگا، تم ایک دن جمعہ کی نماز ادا کرنے مسجد رصافہ جارہے تھے، میں اور میرے دیگر متوسلین و معتقدین بھی تمہارے ہمراہ تھے، راستے میں ایک نہر آئی میں نے تمہیں امتحاناً نہر میں پھینک دیا، خدا شاہد ہے کہ میری نیت میں ذرّہ برابر بھی نہ شر تھا نہ کوئی کھوٹ، تمہیں تکلیف پہنچانے کا میرا کوئی ارادہ بھی نہ تھا اور میں بھلا ایسا کر بھی کیسے سکتا ہوں جبکہ مجھے تمہارے مراتب علیا کا بخوبی علم وادراک تھا، لیکن خداوند قدوس کو میرا یہ فعل اس قدر ناگوار گزرا کہ اس نے مجھے اس ہاتھ عاری کر دیا جس سے میں نے تمہیں پھینکا تھا۔

لہٰذا تم بارگاہ خداوندی میں میرے لوئے بقیہ ص ۱۶ر پر

از: غلام مصطفےٰ رضوی *

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے اصلاحی افکار

حق و باطل کے مابین معرکہ آرائی ہمیشہ رہی ہے، یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اِس میں فتح حق کی ہوتی ہے، یہ تاریخ کا ایک عجیب مرحلہ ہے کہ جب انسانیت پر جور وستم اور ظلم وجفا شباب کو پہنچتا ہے تو اصلاح وتجدید کی صورت بھی بارگاہِ ایزدی سے پیدا کی جاتی ہے اور ایک عظیم ذات جلوہ گر ہوتی ہے جس سے فتنوں کا استیصال وسد باب ہوتا ہے، حق کو تقویت پہنچتی ہے، اسلامی تاریخ کے اُن ادوار کا جائزہ لیجیے جب فتنے شباب پر تھے، عقیدہ وایمان پر شب خون مارے جارہے تھے تو ایسے ہی حالات میں اصلاح کے لیے جو شخصیت جلوہ گر ہوئی وہ مقامِ عظمت پر فائز ہوئی اور ان کے اَفکار و کردار، کارہائے نمایاں نے وہ اثرات مرتب کئے جس سے اسلامی تاریخ کا چہرہ روشن وتاباں ہے، ایسی ہی ذات حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے۔

آپ کی خدمات کے تجزیئے کے لیے آپ کے عہد کا مطالعہ ضروری ولازمی ہے، عہدِ رفاعی بڑا ہولناک اور طوفاں خیز تھا، عراق ونواح فتنوں کا مرکز بنے ہوئے تھے، فلاسفہ کا الگ زور تھا، فلاسفہ کے وہ نظریات جو یونان سے عربی میں منتقل ہوئے تھے، اُس سے جہاں اسلامی طب سے اشتراک کے نتیجے میں خوش گوار اثرات برآمد ہوئے وہیں فلسفۂ یونان کے فاسد نظریات اور لادینی افکار نے ذہنوں کو بانجھ بنانا شروع کر دیا، عقیدہ و ایمان کی لہلہاتی فصل فتنوں کے شعلوں کی نذر ہونے لگی، اِس پس منظر میں معروف محقق علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں:

''بنوامیہ اور بنوعباس نے اپنی سلطنت کے استحقاق واستحکام کے لیے عرب وعجم میں جس طرح خون کی ندیاں بہائیں وہ ایک تاریخی حقیقت ہے، مسلمانوں کے مابین مخاصمت، جنگ وجدل، سیاسی کش مکش اور حصولِ اقتدار کے لیے خوں ریزی اور دشمن کشی کا ایسا دور ہے کہ عرب وعجم میں (اِس) سلسلے میں لاکھوں مسلمانوں کی گردنیں مسلمانوں (ہی) نے کاٹ کر پھینک دیں، عباسی سلطنت کے قیام کے بعد اِس خوں ریزی کے سیلاب میں کچھ ٹھہراؤ پیدا ہوا لیکن مہدی کے بعد یہ سیل پھر تُندرَو ہو گیا۔'' (۱)

اعتزال کا فتنہ اٹھا، فتنۂ باطنیہ نے سرابھارا، باطنیوں اور فدائیوں کی فتنہ سامانیوں نے اسلامی مملکت کی جڑیں کھوکھلی کرنی شروع کیں، ایسے پرفتن دور میں عالم اسلام میں فتنوں کی بیخ کنی کو غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی اور کبیر الاولیا حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ (۵۱۴ھ-۵۷۸ھ) جیسی ہستیاں ظہور پذیر ہوئیں، جن کی بے مثال خدمات اور فکر وتدبر اور تحریکِ انسان سازی نے مسلمانوں کی اعتقادی اور فکری قوت کو سہارا دیا۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان جن کی اصلاحی کا خدمات کا ذکر یہاں مقصود ہے، اُن کے کارناموں نے چھٹی صدی ہجری کے فلسفۂ خشک کے مقابل اسلام کے پاکیزہ نظامِ روحانیت کے ذریعہ تطہیر فکر کا سامان کیا، وہ فتنے جو داخلی وخارجی طور پر رونما ہوئے تھے آپ نے اپنی بے مثال کاوش اور اصلاحِ باطن سے اُن کا صفایا کر دیا، آپ کی خدمات کا یہ باب بڑا اہمہ گیر اور اثرانگیز ہے، آپ کی تعلیمات کا ہر ہر پہلو معنویت ومعارف سے لبریز ہے جن میں فکر وبصیرت کی اصلاح کا بہت کچھ سامان مہیا ہے:ے

دو عالم کے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

احیائے دین کے لیے جہاں حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی خدمات کے نقوش قائم کئے وہیں،

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

معاشرتی اصلاح اور بدعات کے خاتمے کے لیے بھی اہم کردار انجام دیا، جس کے ہمہ گیر اثرات ظاہر ہوئے، مواعظ وارشادات کے ذریعہ مخلوق کی تربیت اولیاے کرام کی خصوصیت رہی ہے، کبیر الاولیا حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ (۵۱۴ھ-۵۷۸ھ) کے مواعظ تو کافی اہمیت وتاثیر رکھتے ہیں، اِس بابت سید رضی الدین رفاعی رقم طراز ہیں:

''آپ کی مجالس واعظ وارشاد میں ہزار ہا لوگ گناہوں سے تائب ہو کر جاتے، نصاریٰ، یہود اور آتش پرست گروہ در گروہ آپ کی مجالس اور نصائح میں اسلام سے مشرف ہوتے۔'' (۲)

اتباعِ سنت آپ کا مشن تھا، بدعات کے خاتمہ کے لیے ساری زندگی سرگرم عمل رہے، محمد عبد اللہ قریشی فرماتے ہیں:

''اتباعِ سنت کے آپ خود بھی پابند تھے اور خدام کو بھی یہی تاکید فرماتے تھے، دنیا دار صوفی مشرف لوگوں نے جو باتیں خلافِ شرع ایجاد کر رکھی تھیں، آپ ہمیشہ اُن کو مٹانے کی کوشش فرماتے اور بدعتوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔'' (۳)

سنت وشریعت کے معاملے میں مداہنت یا سمجھوتہ کبھی نہ کیا، آپ کی حیاتِ طیبہ کا یہ گوشہ لایق توجہ بھی ہے اور مسلمانوں کے لیے نمونۂ عمل بھی، شاید اِس پر ہمارے مسلمان بھائی توجہ دیں اور اپنی زندگی کی تعمیر کے لیے رفاعی تعلیمات سے استفادہ کریں، مولانا غلام علی قادری رفاعی تحریر فرماتے ہیں:

''وعظ وارشاد کا سلسلہ بھی جاری فرمایا جس میں سارا زور اِس پر ہوتا کہ سنت وشریعت پر عمل کر کے اپنی زندگی میں اُجالا پیدا کرو، اِس کے بغیر نہ ولایت ملتی ہے نہ خدا ملتا ہے، وصول اِلی اللہ کا راستہ صرف یہی ہے کہ شریعتِ مطہرہ پر اپنی زندگی ڈھال لی جائے، اِس کے سوا جو راستہ ہے وہ محض گم راہی اور زندقہ ہے۔'' (۴)

سرزمین ہندوستان میں ۲۰/ویں صدی میں ایسا لگتا ہے کہ حضرتِ رفاعی کی تعلیمات کا احیا امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا، آپ نے بدعات کے خلاف جدوجہد کی اور کام یاب کاوش کی، ہم تعلیماتِ رضا میں تعلیماتِ حضرتِ رفاعی کے جلوے واضح طور پر پاتے ہیں۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سوانح نگاروں نے اِس پہلو پر وضاحت سے روشنی ڈالی ہے کہ اکثر فیض یافتگان کے دل کی دنیا میں آپ کے ارشادات وملفوظات سے انقلاب برپا ہوا، آپ کی گفتگو موثر اور دلوں میں اُترنے والی ہوتی، آپ کے ارشادات کے مطالعہ سے آپ کی وسعتِ علمی، جلالتِ علمی، استحضارِ علمی، روحانی مقام اور سنت نبوی کی پاس داری کا اندازا ہوتا ہے، آپ کے اصلاحی افکار کی چند جھلکیاں اختصار میں ملاحظہ کریں اور اپنی زندگی کے طاق پر آپ کی تعلیمات کا پاکیزہ چراغ روشن کرلیں۔

چھٹی صدی ہجری کے پر آشوب دور میں مسلمانوں کی اصلاح کے لیے آپ نے احیاے سنت کا فریضہ انجام دیا، اِس تعلق سے حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت پیغمبر ذی شان علیہ الصلاۃ والسلام کے دامن کو پکڑ اور شرع شریف کو نظر کے سامنے رکھ! اجماعِ اُمت کی شاہ راہ تجھ پر آشکارا ہے اور اہل سنت کے گروہ سے جو کہ مسلمانوں میں نجات پانے والا فرقہ (سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت) ہے دور نہ ہو۔'' (۵)

''بھائی میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ سے ڈرتے رہو اور سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔'' (۶)

حضرت رفاعی علیہ الرحمہ کے دور میں طریقت کو شریعت سے علاحدہ سمجھنے والا گروہ بھی سرگرم تھا، شریعت سے فرار کی راہ اختیار کرنے والوں کی آپ نے تردید کی اور فرمایا:

''جو حقیقت شریعت سے جدا ہو وہ زندیقہ ہے... طریقت عینِ شریعت ہے۔'' (۷)

بدعات کا سد باب حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ و

الرضوان کا اہم کارنامہ ہے، اِس تناظر میں آپ کے کثیر ارشادات وملفوظات کتب سلسلۂ رفاعیہ میں ملتے ہیں، مثال کے طور پر چند ارشادات ذکر کیے جاتے ہیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) جھوٹا وہ ہے جس کی بنیاد بدعتوں پر ہے اور عقل مند وہ ہے جو بدعات سے پاک ہو۔(۸)

(۲) جو شخص پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے سوا کوئی اور راہ اختیار کرتا ہے گم راہ ہوتا ہے، پیروی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستہ پر چلتا رہ اِس لیے کہ پیروی رسول ہی کا راستہ بھلا ہے اور بدعت کا راستہ بُرا ہے۔(۹)

(۳) وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے جو نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلتا ہے۔(۱۰)

موجودہ دور میں ولایت، تصوف اور طریقت کے حوالے سے جو کام انجام دیے جا رہے وہ مخفی و پوشیدہ نہیں، ایک طبقہ تو وہ ہے جو اسلام کے نظامِ تصوف و روحانیت کو بدعت، عجمیت، باطنیت سے تعبیر کرتا ہے اور دوسرا طبقہ وہ ہے جو خود کو تصوف کا حامل سمجھتا ہے لیکن اتباعِ نفس نے اُن کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے، ولایت وتصوف اور اسلام کے روحانی نظام کے بارے میں حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا مسلک بڑا متوازن اور اسلامی فکر و خیال کا پاسبان ہے، فرماتے ہیں:

(۱) تین چیزیں یعنی غرور، بے وقوفی اور کنجوسی ایسی ہیں کہ اگر کسی میں ہوں تو جب تک اُس میں سے دور نہ ہو جائیں ولی نہیں ہو سکتا... کسی شخص کو تو اگر ہوا میں اڑتے دیکھے تو بھی جب تک تو اُس کے اقوال وافعال کو شرع کی ترازو میں نہ تول لے اُس کا اعتبار نہ کر۔(۱۱)

(۲) ولی وہ مرد ہے جو دل وجان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑے اور خدا سے راضی ہو۔(۱۲)

(۳) جب تک انسان کے دل سے تکبر وحماقت اور بخل کی صفتیں زائل نہ ہوں اُس وقت تک وہ ولی نہیں بن سکتا۔(۱۳)

تعلیماتِ رفاعی کے چند پہلو بلا تبصرہ ذکر کر دیئے جاتے ہیں، ضرورت مرشد کی بابت آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص بغیر مرشد کے راستے میں چلتا ہے، اُلٹے پاؤں واپس آتا ہے۔''(۱۴)

صوفیا کی اصلاحی تعلیمات میں ''دوستی'' کا کیا مقام ہے اِس بابت حضرت سید احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں:

''دوست کی یہ علامت ہے کہ وہ خالص خدا کے لیے دوستی کرتا ہے، اگر ایسا کوئی رفیق مل جائے تو اُس سے رسم وراہ پیدا کر، اِس لیے کہ سچے دوست نہیں ملتے ہیں۔''(۱۵)

''دوست وہ ہے جو صرف خدا کے لیے دوست ہو۔''(۱۶)

قناعت واستقامت کی بابت آپ کا ارشاد ہے:

''بصیرت اور دل کی صفائی اور آنکھوں کے نور کی رسائی کم کھانے اور کم پینے سے حاصل ہوتی ہے، اِس لیے کہ بھوک خود بینی، کبر اور غرور کو مٹاتی ہے اور اِس کے ذریعے سے نفس کو یہ تکلیف دی جاتی ہے کہ حق کی طرف رجوع کرے، دراصل بھوک سے بہتر کوئی نفس کو توڑنے والی چیز میں نے نہیں دیکھی۔''(۱۷)

اگر تو خدائے کریم کی رضا پر راضی رہے گا تو تمام مصیبتوں سے بے خوف ہو جائے گا۔(۱۸)

فقر سے متعلق فرماتے ہیں:

''فقیر ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ لوگوں کے عیوب پر اُس کی نظر نہ ہو بلکہ اُن کے عیوب دور کرنے کی طرف (نظر ہو)۔''(۱۹)

عزت عطائے ایزدی سے ملتی ہے، اِس بابت تعلیماتِ رفاعی کا یہ نکتہ کوڈ کرنے کے لائق ہے، فرماتے ہیں:

''جسے خدا عزت دے وہ ہر جگہ باعزت رہتا ہے اور جسے بندے عزت دیں ضروری نہیں کہ وہ ہر جگہ باعزت ہو۔'' (۲۰)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی تعلیمات میں جو گہرائی وگیرائی ہے، وہ موجودہ عہد کے تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہے، آپ کی مومنانہ بصیرت نے مستقبل کے لیے اصلاحِ فکر ونظر کا سامان کیا، اپنی شانِ بے نیازی اور اصلاحی تعلیمات سے دل کی دنیا میں وہ

انقلاب برپا کیا جس کے اثرات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان

تنگیٔ وقت کے سبب چند نکات افکارِ رفاعی سے بیان کیے گئے، اسلام کے نظام روحانیت کے بارے میں اغیار، مستشرقین (Orientalist) نے بھی اعترافِ حقیقت کیا ہے، وہ اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد بھی اسلام کی اشاعت کا مقدس فریضہ صوفیائے کرام نے کامیابی کے ساتھ انجام دیا، حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے داعیانہ مشن اور افکار نے مَن کی دنیا میں عشق وعرفان اور عقیدہ وعمل کے وہ گل ولالہ کھلائے جن کی خوش بوؤں سے ذہن ودماغ معطر ہیں، حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی خدمات اور اُن کے تناظر میں پروفیسر ہملٹن گب کے اِس اعتراف پر میں اپنی گفتگو کو سمیٹتا ہوں:

''تاریخ اسلامی میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، لیکن بہ ایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا، اِس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیا کا اندازِ فکر فوراً اُس کی مدد کو آجاتا تھا اور اُس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اُس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔'' (۲۱)

ضرورت اِس بات کی ہے کہ آج کی مادیت، لادینیت، ماڈرنائزیشن، گلوبلائزیشن کے اِس دور میں عقیدہ وعمل کی اصلاح اور اشاعت دین حق کے لیے حضرت رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات کو فروغ دیا جائے اور آپ کے اصلاحی افکار سے مسلمانوں میں دینی اسپرٹ پیدا کی جائے، یہ ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے، اگر ہم نے اپنے محسنین کی تعلیمات کی اشاعت کو مطمحِ نظر بنالیں تو وہ سحر نمودار ہوگی جس سے ایمانی فصل سرسبز و شاداب ہوجائے گی: ؎

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

حوالہ جات:

(۱) اہل سنت کی آواز، گوشۂ غوث اعظم، مطبوعہ مارہرہ مطہرہ، ص ۱۲۰۔۱۲۱ (۲) شان رفاعی، دوم، ص ۴۰ (۳) مقدمہ: حکمت رفاعی، ص ۱۹ (۴) کبیر الاولیا رفاعی، ص ۳۴ (۵) حکمت رفاعی، ص ۶ (۶) حوالۂ سابق، ص ۳۳۔۳۴ (۷) حکمت رفاعی، ص ۳۵۔۴۰ (۸) حوالۂ سابق، ص ۳۸ (۹) حوالۂ سابق، ص ۵۵۔۵۸ (۱۰) شان رفاعی، دوم، ص ۴۷ (۱۱) حکمت رفاعی، ص ۴۱۔۴۵ (۱۲) حوالۂ سابق، ص ۵۵ (۱۳) شان رفاعی، دوم، ص ۴۶ (۱۴) حکمت رفاعی، ص ۴۶ (۱۵) حوالۂ سابق، ص ۵۱ (۱۶) شان رفاعی، دوم، ص ۴۷ (۱۷) حوالۂ سابق، ص ۶۳ (۱۸) حوالۂ سابق، ص ۴۵ (۱۹) حوالۂ سابق، ص ۴۳ (۲۰) حوالۂ سابق، ص ۴۶ (۲۱) اہل سنت کی آواز، مطبوعہ مارہرہ مطہرہ، تصوف نمبر، ص ۲۳۱۔ □□□

ص ۳۳ / کا بقیہ

وجہ ہے کہ آج ہمارے مساجد و مدارس مٹائے جارہے ہیں، اپنی بربادی پر اگر ہم غور کریں تو وجہ صرف ایک ہی ہے اور وہ وہی جسے قرآن نے بتایا:

''وانتم الاعلون إن کنتم مومنین۔ یعنی میرا رب فرماتا ہے مسلمانو! تم ہی غالب رہو گے بس تم سچے مسلمان بن جاؤ۔''

تم ہی باعزت رہو گے شرط یہ ہے کہ تم نبی کا دامن رحمت مضبوطی سے تھام لو، تخت وتاج تمہارے لیے ہیں بس تم میرے حبیب کے وفادار بن جاؤ۔ ؎

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

یہ حقیقت ہے کہ جس دِن سے ہم نے محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ دیا، اُسی دِن سے ذلت ورسوائی ہمارا مقدر بن گئی۔ ؎

طریق مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

آج جو مسلمانوں کا جو حال ہے، یقیناً اس کے ذمہ دار خود مسلمان ہیں، اگر مسلمان مصطفیٰ جان رحمت صلی تعالی علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو پڑھ کر ان کے طریقے پر چلتا ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ'' کے مطابق زندگی گزارتا تو آج تباہیوں کے دہانے پر نہ پہنچتا، اللہ رب العزت اپنے پیارے حبیب کے صدقہ میں ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن فرمائے اور ہمارے ایمان وعقیدہ جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے، آمین یارب العالمین۔ □□□

اسلاف و اخلاف

از: محمد یاسر رضا باندوی*

حضرت مفتی حبیب رضا خاں قادری بریلوی کی حیات مبارکہ کے چند درخشاں پہلو

آج حضور تاج الاصفیاء علامہ حبیب رضا خان قادری بریلوی (نوراللہ مرقدہ) حسب معمول گھر سے نکلے، روز کی طرح بھائی صدر العلماء علامہ تحسین رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر کچھ دور سڑک پر آئے، اس دوران کئی درد مندوں نے اپنی دکھ بھری پریشانیاں بھی آپ کے حضور پیش کیں اور آپ سے دعا کے لئے کہا، اُن حضرات سے بات کرتے ہوئے سڑک کی طرف تشریف لیے جارہے تھے، راقم بھی اپنی مراد لئے اُن کے پیچھے پیچھے تھا، آج تو رات میں ہم لڑکوں کا حضرت کے ساتھ کلیر شریف کا سفر کرنے کا بھی پروگرام بھی تھا، مگر حضرت کے چہرے پر سفر کے متعلق کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے، جیسے کہیں جانا ہی نہ ہو، ایک کار آکر سڑک پر رکتی ہے، اُس سے ایک صاحب اترتے ہیں اور اپنا معروضہ پیش کر کے دعا کے لئے کہتے ہیں، اُس کے بعد بولتے ہیں حضرت آپ کو کہاں جانا ہے؟ میں بھی اُسی طرف جارہا ہوں، آپ کار میں بیٹھ جائیں میں چھوڑ دیتا ہوں، مگر حضرت محبت سے بنا دل آزاری کئے، بات بنا کر، کار سے جانے کو منع کر دیتے ہیں اور رکشے سے جانے کو ہی پسند فرماتے ہیں، یہ غریب رکشے والوں کی مدد کا ایک طریقہ ہوتا ہے جسے بزرگان دین خوب سمجھتے ہیں۔

اب سوداگران کی جانب رکشا چلنا شروع ہوتا ہے، راقم بھی رکشے پر نگاہ جمائے پیدل بنا کسی زحمت کے آرام سے چل دیتا ہے، رکشہ کی رفتار اگر تیز ہوتی تو حضرت دھیمی کروا دیتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فقیر کی جاسوسی کو ملاحظہ فرما رہے ہوں، دل میں خیال آتا کہ اہل اللہ کی جاسوسی کا یہ طریقہ کہیں فقیر کو عذاب الٰہی میں نہ ڈال دے، مگر پھر بھی نیک نیت سے میں اس کام میں لگا رہا، راستہ میں کئی صاحبان متعدد بار آپ کو اپنا اپنا حال سنایا کرتے، جس کے لئے حضرت کو کئی بار جگہ جگہ پر رکشا رکوانا پڑتا، آپ بڑے ہی اطمینان سے ان کے حال پر نظر التفات فرماتے اور اس وقت میں رکشے والے کو سستانے کا کافی موقع مل جاتا تھا، کانکر ٹولہ سے سوداگران کے اس سفر میں بہت وقت لگ جاتا، سوداگران پہنچ کر ماموں میاں خدمت خلق میں لگ جاتے، لوگ آپ کے کمرے میں آکر آپ سے تعویذات کے علاوہ اپنے ذاتی مشورے بھی لے رہے ہیں، درمیان میں طلبا کرام بھی آکر کچھ نہ کچھ پوچھ لیتے تھے، بیچ بیچ میں کوئی کاغذ بھی آجاتا تھا۔

اس دوران دور سے آئے ایک غریب کی پریشانی سن کر تو آپ کی آنکھوں کو اشکبار بھی دیکھا ہے اور پیسے دے کر سوداگران آئے مسافر اور پریشان حال مریدوں کی مدد کرتے دیکھا ہے، بنا کسی خاص محفل کا انعقاد کئے، راستہ چلتے اوراد و وظائف کی اجازت بھی دیتے ہوئے دیکھا، میں اتنی سادگی سے ایسا لبالب فیضان برستے ہوئے اتنے قریب سے پہلی بار دیکھ رہا تھا، راقم بھی بہت پریشان تھا مگر بیماروں کے اس ہجوم میں اپنا معروضہ نہ پیش کر سکا، مگر بحمد اللہ آپ کی زیارت سے ہی کافی حد تک سکون مل گیا تھا۔

اب واپسی میں راقم نے کانکر ٹولہ اپنی رشتہ داری میں آنے کے لئے رکشا کیا اور حسن اتفاق کہ وہی رکشہ ملا، جس سے حضرت آئے تھے، اب فقیر کرایہ طے کر کے کانکر ٹولہ کے لئے روانہ ہوتا ہے، میں نے ایک بار اس سے رکشہ تیز چلانے کو کہا تو وہ مجھ پر ناراض ہونے لگا اور میری اصلاح کے لئے حضرت کی تعریف میں مشغول ہو گیا، رستے بھر اپنی مفلسی اور حضرت کی نوازش کی بات کرتا رہا، اُسی سے معلوم ہوا کہ حضرت مدد کے لئے ان جیسے کئی رکشہ والوں کو متعینہ کرایا سے زیادہ دیا کرتے تھے اور اس

اسلاف و اخلاف

* مضمون نگار انٹگرل یونیورسٹی لکھنؤ، شاہجہان پور سینٹر کے لیکچرار ہیں۔

غریب کا بھی ہفتے میں ایک دن متعین تھا، اب کانکرٹولہ آ کر میں خود سے کئی ذہنی سوال کرتا رہا اور اسی حالت میں سو گیا، کچھ دیر بعد گھبرا کر اٹھا کہ رات میں سفر کے لئے کلیر شریف جانا تھا، ارادہ یہ تھا کہ وہیں دوران سفر راقم کو اپنی بات کہنے کا موقعہ مل جائے گا، مگر کف افسوس مل کر رہ گیا، جب معلوم ہوا کہ حضرت کو بہت تیز بخار ہے اور طبیعت علیل ہو جانے کی وجہ سے آپ نے کلیر شریف کے سفر کو ملتوی کر دیا تھا، بعد میں راقم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہی ٹرین جس میں حضرت کا ٹکٹ تھا، ایک حادثے کی وجہ سے غیر معمولی تاخیر سے پہنچی، اگر جاتے بھی تو وقت سے نہ پہنچ پاتے۔

آج اٹھ کر کئی سال بعد آئینہ دیکھا، مگر انٹگرل میں شعبہ ہندسہ میں منتخب ہو جانے کی خوشی یا اس کے آثار راقم کے چہرے سے غائب تھے، ذہنی الجھن کی وجہ سے اس بات کی کوئی خوشی اپنے چہرے پر نہیں دیکھ پایا، سوچا تھا کہ آج وقت ملا ہے تو جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج چلا جاؤں اور وہاں سے سامان اٹھا کر اپنے عزیز عامر حسینی کے گھر پر رکھ دوں، اس کام کے لئے ارادہ تو کیا مگر ذہن و دل نے جسم پر بھی قبضہ جمع رکھا تھا، اس لئے مذکورہ کام کو ملتوی کر دیا اور حصول سکون کے لئے بریلی کی خانقاہوں میں حاضری دیتا رہا، زندگی کے اس مرحلہ میں بھی فقیر نے ہمیشہ کی طرح آج بھی اپنے استاد مکرم قاری مشکور احمد رضوی صاحب سے کئی قیمتی مشورے لئے اور حصول برکت کے لئے آپ کے سایۂ شفقت میں بھی اچھا خاصہ وقت گزارا۔

اب اگلا دن شروع ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ میری پریشانی بھی بڑھتی جاتی ہے، پریشان اس لئے تھا کہ کس موقع پر اپنا معروضہ بحضور تاج الاصفیاء پیش کر پاؤں گا؟ اسی سوچ میں ایک اور دن کب گزر گیا پتا ہی نہیں چلا، حالانکہ تسلیم بھائی اور دوسرے دوستوں کے ذریعہ سے آپ تک اپنا ''مدعا'' ایک ماہ قبل ہی پہنچا چکا تھا، اس بیچ میں میرے گھر میں کئی باتیں ہوئیں اور میرے ساتھ کئی سانحے گزرے، جن کی وجہ سے میرے دل و ذہن کی کیفیت زیر وز بر ہو چکی تھی اور میری حالتِ زار دیگر تھی، لہٰذا ذہنی تلاطم اوج ثریا پر تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ سے مل کر پورا دکھڑا سنانا چاہ رہا تھا اور تعویذ بھی لینا چاہتا تھا۔

اب تیسرے روز اپنی قیام گاہ سے نکلا اور کانکرٹولہ پہنچا، آپ کی بیٹھک کا دروازہ کھلا پایا اور آپ کو کچھ لکھتے ہوئے مصروف دیکھ تو لیا مگر ہمت نہ ہوئی کہ آگے بڑھوں، مگر اہل اللّٰہ کی قلب پر نظر ہوتی ہے، اسی کے سبب حضرت کی فراست اور کرم نوازی متوجہ ہوئی اور اس کم نصیب کو اشارہ کر کے خود ہی طلب کر لیا، اس طرح کافی تڑپنے کے بعد اپنی درخواست بیان کرنے کا موقع مل گیا، بیٹھنے سے پہلے ہی حضرت نے مجھ سے میرا حال پوچھ لیا، حال کیا بیان کرتا اپنی پریشانیوں کے سبب زبان پر قفل لگ گیا مگر آنکھو سے آنسو جاری ہو کر اپنا دکھڑا سنانے لگے، حضرت بیٹھ گئے، میں خاموش کھڑا رہا، حضرت کے دوبارہ پوچھنے پر کچھ کچھ ہمت بندھی تو بھرائی آواز میں عرض گزار ہوا "حضرت والدین بدمذہب ہیں، اُن کے تعصب و تشدد کی وجہ سے ذہنی طور پر پریشان ہو کر استفتا کیا تھا جس کا جواب آ گیا ہے اور اب گھر چھوڑ دیا ہے۔"

اتنا سننا تھا کہ تھوڑی دیر تو حضرت نے توقف فرمایا اور پھر کھڑے ہو کر اس روتے ہوئے پریشان حال سائل کو اپنے مبارک سینے سے لگا لیا گویا زبان خاموش رہی اور دل نے گویا ہو کر فریاد پہنچا دی، میری تو سسکیاں بندھ گئیں اور آپ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے، اس کے بعد آپ کے حکم سے میں آپ کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا، کچھ اور کیا کہتا کہ آپ پہلے سے ہی میرے حالات سے باخبر تھے، لہٰذا بنا کچھ بولے فقیر نے دلائل الخیرات شریف آپ کی میز پر رکھ دی اور آپ نے مجھے واپس کرتے ہوئے اُس کی اجازت عطا کر دی اور صحت و ایمان کی حفاظت کے لئے ایک تعویذ بھی عطا کیا جو ہمیشہ فقیر کے گلے میں رہتا ہے، اس واقعے کے بعد متعدد بار حضرت کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوتا رہا، جو حضرت کی تاحیات جاری رہا، اسی دوران کبھی کسی روز اپنے بستے سے کتاب نکال کر نشان لگے ہوئے صفحات کھولتا اور آپ سے پڑھ بھی لیتا تھا، ان بقیہ ص ۱۶ / پر

از: غلام مصطفےٰ رضوی *

مسلم ثقافتی آثار کا تحفظ اور ہماری ذمہ داریاں

مغربی افکار یا شرکیہ آثار کا مسلم معاشرے میں جھلکنا فکری موت کی علامت ہے

تہذیب، تمدن، ثقافت کے نشانات و آثار فکر و نظر کی تعمیر و تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اِسی لیے مسلم سلاطین نے اپنے اپنے عہد میں تعمیرات، آثار و عمارات اور یادگاروں کے قیام میں ڈیزائن، نقشہ اور ظاہر و باطن میں اسلامی طرز و انداز کا بھر پور پاس ولحاظ رکھا، جتنے مسلم سلاطینِ ہند گزرے ان کی اکثر تعمیرات اسلامی فن تعمیر کا شاہکار ہیں، ہند کے چپے چپے پر ہمارے آثار وشواہد اپنی کرنیں بکھیر رہے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ ؎

گلشن ہند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے واہ

اے ابرِ کرم زور برسنا تیرا

[علامہ حسن رضا]

چند مثالیں: عرفِ عام میں بعض اصطلاحات، نعرے، سلوگن، مقامات اور علاقے ایسے انتسابات رکھتے ہیں؛ جن سے ہند پر اسلامی آثار کی جھلک واضح ہوتی ہے، مثلاً:

[۱] عمومی طور پر خواجہ کا ہندستان نعرہ مشہور ہے، یا خواجۂ ہند کہا جاتا ہے، جس سے ہند پر خواجہ غریب نواز کے احسان یاد آتے ہیں، اسلامی روحانی آثار اُجاگر ہوتے ہیں، ہند سے اولیاے کرام کے پختہ رشتہ و تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔

[۲] تاج محل، قطب مینار، لال قلعہ، چار مینار، شاہانِ مغلیہ کے مقبرے، بی بی کا مقبرہ، مسلم بادشاہوں کے تعمیر کردہ قلعے، محلات، عوامی عمارتیں وغیر وغیرہ فن تعمیر کے وہ نمونے ہیں جن میں اسلامی ثقافت مستور و موجود ہے۔

[۳] شہروں کے نام میں بھی یہ جھلک صاف دکھائی پڑتی ہے، جیسے احمد آباد، احمد نگر، محمد آباد، الہ آباد، فیض آباد، حیدر آباد، نظام آباد، اورنگ آباد، رحمت آباد، اکبر آباد، اکبر پور، خلد آباد، برہان پور، زین آباد جیسے سیکڑوں نام ہمارے تاریخی تسلسل اور تاباں ماضی کا نقش جمیل ہیں، جن کی پشت پر شوکتِ اسلامی کے پھریرے لہراتے ہیں، یوں ہی بعض وہ نام جو بزرگوں سے منتسب واقعات/ مشاہدات کے ضمن میں مروج ہوئے، جیسے کچھوچھہ مقدسہ، مارہرہ مطہرہ، گلبرگہ وغیرہ، ایسے سیکڑوں نام مناسبت و معنویت رکھتے ہیں، تمثیل طوالت کا باعث ہوگی۔

[۴] مساجد تو یوں بھی اسلامی تمدن کا نشانِ امتیاز ہیں، جن کی تعمیر میں جہاں اسلامی فن تعمیر کی جھلک ہوتی ہے؛ وہیں ملکی ثقافت، جغرافیائی کیفیت کا مکمل خیال رکھا جاتا ہے، قوموں کے عہدِ زرّیں کی ہزاروں داستانیں طرزِ تعمیر میں مستور ہوتی ہیں، مینار و گنبد، برج و محراب، صحن و برآمدے، چھجے، وضو خانے، اذان خانے، دالان و نقوش سبھی کچھ اپنی شان، ادا، شوکت، فکر و آہنگ کا نقطۂ امتیاز ہوتے ہیں، جن کی پشت پر کئی قافلے رواں دواں محسوس ہوتے ہیں، ہنگامِ جہاں میں مشغول انسان جب ان مساجد کی زیارت کرتا ہے؛ جو نقشِ ماضی ہوتی ہیں تو تاریخی تسلسل کے کئی نظارے مشاہدہ ہوتے ہیں، ثقافتی رُخ: اقبال نے کہا تھا کہ

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ہم مسلمان ہیں، اہلِ حق ہیں، موحد ہیں، رسول اللہ ﷺ سے ہمارا روح کا رشتہ ہے، ہمارا لباس، ہمارا رکھ رکھاؤ، چال چلن، گفتگو سب اسلامی ہونے چاہئیں، ہم کوئی عمارت، یادگار، گھر، کارخانہ بنوائیں سبھی کے نقش و نگار مسلم تہذیب کے عکاس ہونے چاہئیں، اغیار، مغربی افکار یا شرکیہ آثار کا مسلم معاشرے میں جھلکنا فکری موت کی علامت ہے، بلکہ بطورِ وضع بھی ہمارے کام شرک یا مغربی تمدن کا ترجمان نہیں ہونا چاہیے، علامات ذہن و فکر کو متاثر کرتی ہیں، ہم اغیار کی علامات اختیار کریں گے؛ تو

احوال قوم و ملت

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

ان سے مرعوبیت لازماً آئے گی، مایوس فکروں سے مرعوب نسلیں شہ پاتی ہیں، کبھی اسلامی آثار برباد کر کے؛ تبدیل شدہ صورت باقی رکھ کر زوال فکروں کو پروان چڑھایا جاتا ہے، جیسے اندلس میں مسلمانوں کے آثار مٹا دینے کے بعد مسجد قرطبہ کو کلیسا میں بدل دیا گیا، عمارت باقی رکھی گئی؛ لیکن وہ زوال کا نمونہ بنا دی گئی، افسوس! مسجد قرطبہ عزم و حوصلہ کی شکست کی علامت بن کر رہ گئی ہے، ہمیں چاہیے کہ اپنے تمام کام اپنے تہذیبی پس منظر میں انجام دیں، تاکہ حوصلوں کو سہارا اور قومی وقار کو آسرا ملے، داغ یتیمی دُھل جائیں، پاکیزہ فضا میسر آئے، حملوں کا رُخ: ایک صدی قبل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی (وصال ۱۹۲۱ء/ ۱۳۴۰ھ) نے انگریز کے ساتھ ساتھ مشرکین کی سازشوں سے بھی باخبر کیا تھا؛ آپ نے ایسے اتحاد کی مخالفت کی تھی جس سے مذہبی رُوح مجروح ہو اور شرکیہ رسم و رواج کو تقویت ملے، آپ نے یہ ذہن دیا تھا کہ نہ انگریز ہمارے خیر خواہ ہیں؛ نہ ہی مشرکین، لیکن مشرکین سے اتحاد کی آندھی میں اچھے اچھے تنکوں کی طرح اُڑ گئے، وقت اور حالات نے اعلیٰ حضرت کی دور بینی پر مہر لگا دی، آزادی کی صبح طلوع ہوئی؛ لیکن مسلم دُشمنی کی نئی شام آ گئی، تہذیبی و ثقافتی آثار مٹائے جانے لگے، دیومالائی فکر زبردستی نافذ کی جانے لگی، مسلمانوں کے لہو سے ہولیاں کھیلی گئیں، کئی مساجد پر حملے کیے گئے، تنازعات برپا کیے گئے۔

مسلمانوں کے تہذیبی آثار مٹانے کی کوشش ہوئی حتیٰ کہ زبان پر بھی حملہ کیا گیا، رہن سہن، شعار تک کو نشانہ بنایا گیا، داڑھیوں پر تشدد اختیار کیا گیا، لبادے کو نشانہ بنایا گیا، حال کا مشاہدہ کیجیے، کئی شہروں، اسٹیشنوں کے نام تعصب میں بدل دیئے گئے، وجہ یہی تھی کہ ناموں کو مسلمانوں سے مناسبت تھی، شوکت اسلامی کا ان سے اظہار ہوتا تھا، پھر نصابی عمل میں بھی اسلام سے متعلق غلط فہمی شامل کی جا رہی ہے؛ تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے، شرک و کفر سے مملو اسباق نصاب کا حصہ بنائے جا رہے ہیں، جن کا توڑ صرف یہی ہے کہ بچوں کی اسلامی تربیت کی جائے، ان کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اسلامی تعلیمات کے نقوش بٹھائے جائیں تاکہ فکر مغرب و شرک متاثر نہ کر سکیں ؎

تازہ مِرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ، عقلِ تمام بولہب

صاحبانِ اثر کو چاہیے کہ مسلم علاقوں کے نام اسلاف کے نام پر رکھیں، چوک چوراہوں کو بزرگوں اور اسلامی شخصیات کے نام منسوب کریں، شہروں گاؤں اور دیہاتوں میں جہاں ذی اثر مسلمان بستے ہوں وہ مطالبہ کر کے مسلم ثقافت کی آئینہ دار یادگاریں تعمیر کروائیں، اپنی تمام سرگرمیوں سے مغربیت کا بت نکال باہر کریں، اسلامی تہذیب عام کریں، اسی پر فخر کریں، مایوس و اداس نسلیں بوجھ ہوتی ہیں، ان شاء اللہ عزم و یقیں کے چراغ فصیل مومن پر روشن ہوں گے اور بتوسل رسول اللہ ﷺ یاسیت کی تہیں چاک ہوں گی، امیدوں کی یادگار صبح اسلامی آثار کی شوکت کے دامن سے طلوع ہوگی۔ ☐☐☐

ص ۳۶ / کا بقیہ......................................

الداء برء بإذن الله عزّ وجل" رواه مسلم۔

۳ عن أبي الدرداء أن النبي صلى الله عليه وسلم قال "إن الله أنزل الداء والدواء، وجعل لكل داء دواء فتداووا ولا تداووا بحرام" رواه أبو داود۔

کہ ہر مرض کی دوا اللہ جل مجدہ الکریم نے رکھی ہے، لہٰذا علاج کرو اور حرام چیزوں سے علاج مت کرو اور یہ بھی وارد ہے کہ ان الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم رواه البخاری۔ اللہ جل مجدہ الکریم نے حرام چیزوں میں تمہارے لئے شفا نہیں رکھی۔

امام اہل سنت ارشاد فرماتے ہیں:

"جان حلال دواؤں سے بھی بچ سکتی ہے اگر اسے بچانا منظور ہے ورنہ حرام دوائیں سوائے گناہ کچھ اضافہ نہ کریں گی۔"

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۴ ص ۳۵)

اللہ جل مجدہ الکریم ہم سب کی جملہ آفتوں سے حفاظت و صیانت فرمائے، مسلک مہذب مسلک اعلی حضرت پر قائم رکھے اور اسی پر خاتمہ بالخیر عطا فرمائے، آمین۔ ☐☐☐

احوال قوم و ملت

از: محمد ہاشم القادری عرف غلام اختر رضا

مسلمان تباہی کے دہانے پر کیوں؟

احوال قوم وملت

طریق مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

عصر حاضر میں مسلمانوں کے جو حالات ہیں اور مسلمان جن مراحل سے گزر رہے ہیں، مسلمانوں پر جو ظلم وستم ہو رہے ہیں یہ سب پر عیاں ہے، آخر آج کا مسلمان تباہی کے دہانے پر کیوں پہنچ گیا؟ مسلمانوں پر ظلم وستم کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ کبھی برما میں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں! کبھی سیریا کے مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے! کبھی فلسطین میں معصوم طالبان علوم نبویہ پر بموں کی بارشیں کر دی جاتی ہیں! اور وطن عزیز میں کبھی گجرات کی سرزمین پر اِس بے رحمی کے ساتھ ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے کہ حاملہ خواتین کے شکم کو چاک کر کے بچوں کو نکال کر قتل کر دیا جاتا ہے! (اللہ اکبر) باوجود اس کے کہ ہم کروڑوں کی تعداد میں ہیں آخر ہم اتنی تعداد میں ہو کر بھی مظلوم کیوں ہیں! جب کہ ہمارے اسلاف کا حال تو یہ تھا کہ ع

وہ تین سو تیرہ تھے تو لرزتا تھا زمانہ

اور ہمارا حال یہ ہے کہ ع

آج ہم کروڑوں ہیں تو کرتے ہیں غلامی

تاریخ کے اوراق جنگ بدر، جنگ احد، جنگ یرموک، جنگ خندق جیسی عظیم جنگوں سے بھرے پڑے ہیں جو مسلمانوں کی بہادری وجوانمردی کی شاہد ہیں اور اِن جنگوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہی تھی لیکن قلت تعداد کے باوجود فتح وکامرانی اُن کے ہی حصے میں آتی کیوں کہ ع

جنگ میں کاغذی افراد سے کیا ہوتا ہے
ہمتیں لڑتی ہیں تعداد سے کیا ہوتا ہے

ہماری تاریخ تو وہ ہے! کہ مسلمان جس طرف نکلتے تھے، اسلام کا علم بلند کر دیتے، اپنی بہادری اور جوانمردی کی دھاک بٹھا دیتے ہمارے ہی آبا نے قیصر وکسریٰ جیسے سپریم پاور کو شکست دے کر اُس پر اسلام کا جھنڈا نصب کیا تھا، چاروں طرف اسلام کی حکومت قائم کی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے آبادیوں سے لے کر صحرا تک اسلامی فضا قائم کر دی جبھی تو کسی نے کہا ہے ۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

کون خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں جانتا جن کی حکومت چالیس لاکھ مربع میل پر قائم تھی اور ساتھ ہی ان کی روحانیت کا حال یہ تھا کہ اُن کی حکومت زمین کے ساتھ ساتھ ہواؤں، پانی، آگ پر بھی تھی، سیف اللہ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے ایران جیسی عظیم طاقت کو شکست دے کر اُس کفرستان میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا خالد بن ولید کا صرف نام سن کر پوری دنیا کے بڑے بڑے رستم و سورما پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا، بڑے بڑے حکمراں کانپ جاتے تھے ہمارے آبا کی ایمانی قوت کے سامنے کفر کی ساری چالیں بیکار ہو جاتی تھیں اور کفار ہمیشہ لرزہ براندام رہا کرتے تھے ع

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر

لیکن کیا وجہ ہے وہ بھی مسلمان تھے مگر معزز تھے اور ہم بھی مسلمان ہیں مگر ہر ذلت ورسوائی ہمارا مقدر بن گئی! ہم سوا ارب ہو کر بھی ذلیل وہ تعداد میں کم ہو کر بھی کفر پر غالب اور اُن کی فتح و کامرانی کی گواہی خود اللہ کا مقدس قرآن دے رہا ہے:

''انا فتحنا لك فتحا مبینا۔''

وہ زمانے میں معزز تھے لیکن کیا وجہ ہے کہ ہم ذلیل وخوار ہیں، انہوں نے قیصر وکسریٰ پر قبضہ کیا لیکن کیا بقیہ ص ۲۸ پر

از: مولانا محمد زاہد رضا نوری ثقافی*

کورونا ویکسین کا شرعی حکم
فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے

احوال وطن

۱ جو دوا حرام اشیا پر مشتمل ہو اس کا استعمال اصلا حرام ہے۔

۲ الضرورات تبیح المحذورات کے تحت حرام دوا کا استعمال مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا۔

(۱) ضرورت شدیدہ متحقق ہو۔(۲) کوئی مسلمان طبیب بتائے کہ اس میں شفا ہے۔(۳) اس کا کوئی حلال متبادل موجود نہ ہو۔(۴) اس کا استعمال بقدر ضرورت ہو۔(۵) علاج مقصود ہو۔

۳ مذکورہ شرائط کے ساتھ ناجائز وحرام اور نجس وناپاک دوا سے علاج کرنے کی رخصت تو ہوگی مگر عزیمت پر عمل کرتے ہوئے اس سے بچنا بہتر اور اولیٰ ہوگا کہ جان حلال دواؤں سے بھی بچ سکتی ہے، اگر اللہ رب العزت کو بچانا منظور ہے جیسا کہ کورونا ویکسین آنے سے پہلے تک لاکھوں لاکھ کورونا مریض بغیر کورونا ویکسین کے صحت یاب ہوئے۔

۴ شبہ حرام کی صورت میں بھی بچنا بہتر ہے۔

۵ سرکار کا ارشاد ہے: لکل داء دواو فتداووا ولا تداووا بحرام۔ ہر مرض کی دوا ہے، لہٰذا علاج تو کرو مگر حرام سے نہیں۔

۶ جو چیزیں قیود وشروط کے ساتھ جائز ہوں ان قیود وشروط کا ذکر مفتی پر دفع التباس کے لئے احتیاطا ضروری ہے۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ وعام کتب فقہ)

اجمال کی تفصیل

کورونا ویکسین کے متعلق اہل علم کے درمیان یہ بحث پوری دنیا میں جاری ہے کہ اس کا استعمال کرنا شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟

اہل علم کے درمیان یہ بحث اس لئے جاری ہوئی کہ ذرائع ابلاغ کے مطابق عالمی منڈی میں میں دو طرح کی کورونا ویکسین معرض وجود میں آئی ہیں:

۱ وہ جو حرام اشیا مثلاً سور وغیرہ کے اجزائے محرمہ پر مشتمل ہے۔

۲ وہ جو حرام اشیا پر مشتمل نہیں بلکہ اس سے خالی اور پاک و صاف ہے۔

دوسری قسم کا شرعی حکم بالکل ظاہر و باہر ہے، عیاں را چہ بیاں، ہاں پہلی قسم کے شرعی حکم کی وضاحت وقت کی اہم ضرورت ہے جس کا شرعی حکم بیان کرنے میں کچھ اہل علم کو تسامح ہوا ہے یا انہوں نے عجلت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے اور کتب فقہ کی طرف رجوع کئے بغیر اس کے بھی مطلقا جواز کا فتویٰ دے دیا ہے جو صحیح نہیں۔

لہٰذا پہلی قسم کا شرعی حکم اور صحیح حکم ملاحظہ فرمائیں، اللہ جل مجدہ الکریم کا ارشاد ہے:

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ اس نے تم پر مردار اور خون اور سوٗر کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے۔"

اس ارشاد سے صاف اور واضح طور پر ظاہر ہے کہ جو کورونا ویکسین سور کی چربی پر مشتمل ہے اس کا استعمال قطعی طور پر حرام ہے، ہاں محرمات مذکورہ کو حالت اضطرار میں ضرورت بھر استعمال کا استثنا بھی اللہ جل مجدہ الکریم نے فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۔اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o (البقرۃ، 2:173) پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا

* مضمون نگار دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف، فیض آباد کے استاد ہیں۔

تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔''

اسی طرح قرآن مقدس میں چند اور مقامات پر بھی حرام اشیا کے نام بتا کر ساتھ ہی یہ قاعدہ بیان کر دیا گیا ہے کہ حالت اضطرار میں ان کا استعمال گناہ نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥ (المائدۃ، 5:3)

(۲) وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ۔ (الأنعام، 6:119)

(۳) فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥ (الأنعام، 6:145)

(۴) فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥ (النحل، 16:115)

اسی استثنائی صورت کو دیکھ کر بعض اہل علم کو اس کورونا ویکسین کا شرعی حکم بیان کرنے میں تسامح ہوا جو سور کی چربی وغیرہ یا دیگر اجزائے محرمہ پر مشتمل ہے کہ کورونا وائرس سے لاکھوں لاکھ جانیں، اب تک تلف ہو چکی ہیں لہٰذا جان بچانے کے لئے اس کا بھی استعمال کرنا جائز ہے۔

بلا شبہ جب ضرورت ملجۂ شدیدہ متحقق ہو جائے تو اس وقت محرمات کا استعمال کرنا جائز اور مباح ہو جاتا ہے جیسا کہ شریعت اسلامیہ کا مشہور ضابطہ کہ ہے الضرورات تبیح المحذورات مگر جو کورونا ویکسین تیار کی گئی ہے، اس کے متعلق یہ خبر ہے کہ حفظ ما تقدم کے تحت یہ ویکسین ان لوگوں کو دی جائے گی جنہیں کورونا نہیں ہوا ہے جیسے پولیو کا ڈراپ دیا جاتا ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کے حق میں کون سی ضرورت شدیدہ آپڑی کہ انہیں حرام شئے کے استعمال کی اجازت دے دی گئی اور اگر بالفرض کورونا مریض ہی کو یہ ویکسین دی جائے تو بھی اس کا استعمال اس مریض کے لئے کب جائز ہوگا جبکہ اس کی متبادل دوسری ایسی ویکسین موجود ہے جو اشیا محرمہ پر مشتمل نہیں؟ کیوں کہ فقہائے اسلام کی اس سلسلے میں یہ صراحت موجود ہے کہ کسی بھی حرام چیز کو بطورِ دوا استعمال کرنا بھی حرام ہے، مگر یہ کہ بیماری مہلک یا ناقابلِ برداشت ہو اور مسلمان ماہر دین دار طبیب یہ کہہ دے (صرف ماہرین کا کہہ دینا کافی نہیں) کہ اس بیماری کا علاج کسی بھی حلال چیز سے ممکن نہیں ہے اور یہ یقین ہو جائے کہ شفا حرام چیز میں ہی منحصر ہے اور کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو مجبوراً بطورِ دوا و علاج بقدرِ ضرورت حرام اشیا کے استعمال کی گنجائش ہوتی ہے، ورنہ نہیں۔

اختلف فی التداوی بالمحرم، وظاھر المذھب المنع کما فی رضاع البحر، لکن نقل المصنف ثمۃ و ھنا عن الحاوی: وقیل: یرخص إذا علم فیہ الشفاء و لم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان، وعلیہ الفتوی۔ درالمختار و حاشیۃ ابن عابدین (ردالمحتار، 1/210)

امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''درمختار میں ہے کہ کسی دوا کا استعمال کرنا جائز نہیں مگر جبکہ پاک ہو، نہایہ میں اس حرام دوا کے استعمال کرنے کو جائز قرار دیا ہے کہ جس کے متعلق کوئی مسلمان طبیب بتائے کہ اس میں شفا ہے اور کوئی ایسی مباح دوا نہ پائے جو اس کے قائم مقام ہو سکے۔'' (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج ۲۲ ص ۱۱)

فقہائے کرام فرماتے ہیں:

''يَجُوْزُ لِلْعَلِيْلِ شُرْبُ الدَّمِ وَالْبَوْلِ وَأَكْلُ الْمَيْتَةِ لِلتَّدَاوِي إِذَا أَخبرہ طَبِيْبٌ مُسْلِمٌ أَنَّ شِفَاءَہُ فیہ وَلَمْ يَجِدْ من الْمُبَاحِ ما يَقُوْمُ مَقَامَہُ۔ اگر کسی مسلمان ڈاکٹر کی رائے میں خون، پیشاب اور مردار کو کھانے سے کسی مریض کو شفا مل سکتی ہو اور ان کے متبادل کوئی حلال چیز (بطور دوا) بھی نہ ہو تو ان چیزوں کا کھانا جائز ہے۔''

(الفتاوی الھندیۃ، 5:355، ردالمحتار، 5:228، بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر)

محللین کی طرف سے یہ جزیہ پیش کیا گیا کہ اصل اشیا میں طہارت و حلت ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس میں کوئی ناپاک یا حرام چیز ملی ہے محض شبہ پر نجس و ناجائز نہیں کہہ سکتے۔

ردالمحتار میں ہے:

''لایحکم بنجاستھا قبل العلم بحقیقتھا۔ حقیقت حال معلوم ہونے سے پہلے اشیاء کی نجاست کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔''

مگر سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ اسی عبارت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''ہاں اگر کچھ شبہ ڈالنے والی خبر سن کر احتیاط کرے تو بہتر ہے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل یعنی اس لئے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ (اس کے متعلق) ایسا کہا گیا ہے۔''

نیز چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

''خنزیر کے بالوں کا برش نجس ہے اور اس کا استعمال حرام اس سے دانت مانجنا ایسا ہے جیسے پاخانے سے اور وہ بھی بلاد یورپ سے آتے اور علانیہ بکتے ہیں، معلوم ہونے کی صورت میں تو صریح حرام ہی ہے اور شبہ کی حالت میں بھی بچنا ہے۔''

دیانت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ جہاں اشیا کی اصلیت بتائی گئی وہیں یہ بھی بتادیا جاتا کہ شبہ کی حالت میں اس کورونا ویکسین سے بچنا چاہئے جس کے متعلق کہا جارہا ہے کہ وہ سور کی چربی پر مشتمل ہے مگر معلوم نہیں کیوں اس دیانت داری کے تقاضے کو پورا نہیں کیا گیا۔

رہی بات الکوحل پر مشتمل دواوں کے استعمال کرنے کی تو فقہی سمینار میں اس کی حلت کی علت عموم بلوی متعین کی گئی مگر اب تک یہاں وہ علت کہاں متحقق ہوئی ہے کہ جس پر قیاس کرلیا گیا، جب تک علت جامعہ نہیں پائی جائے گی مقیس اور مقیس علیہ دونوں کا حکم یکساں کیسے ہوسکتا ہے؟

مصری دارالافتاء کا اس سلسلے میں یہ کہنا ہے کہ مذکورہ کورونا ویکسین کے جواز حکم مبنی ہے استحالہ پر اور استحالہ کہتے ہیں انقلاب ماہیت کو، جس کی تشریح حضور صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

''جو چیزیں ایسی ہیں کہ وہ خود نجس ہیں (جن کو ناپاکی اور نجاست کہتے ہیں) جیسے شراب یا غلیظ، ایسی چیزیں جب تک اپنی اصل کو چھوڑ کر کچھ اور نہ ہوجائیں پاک نہیں ہو سکتیں، شراب جب تک شراب ہے نجس ہی رہے گی اور سرکہ ہوجائے تو اب پاک ہے۔'' (بہار شریعت، ج ۲ ص ۱۱۸)

تو جب تک اس ویکسین میں شامل اجزاء محرمہ پر استحالہ اور انقلاب ماہیت (یعنی سور کے اجزاء اپنی اصلیت اور وصفیت خاصہ چھوڑ کر کچھ اور ہوگئے ہیں) صادق نہ آجائے اس کا استعمال حرام ہے، نیز مصری دارالافتاء کی طرف سے اس بات کی بھی صراحت کی گئی ہے کہ بلا ضرورت ملجۂ ملحہ نجس اشیا سے علاج باتفاق فقہا حرام ہے۔

الفقهاء متفقون في الجملة على تحريم التداوي بالنجس، إلا في حالة الضرورة أو الحاجة الملحة التي لا يوجد فيها من الطاهرات ما يحل محل النجس، وأوضحت الدار في فتواها أن مسألة لقاح فيروس كورونا المستخدم فيه مشتقات الخنزير يبنى الحكم فيها على الاستحالة، وهي أي: الاستحالة- تحوّل المواد إلى مواد أخرى۔ (مصری دارالافتاء 26/12/2020)

خلاصۂ کلام

اگر کوئی کورونا ویکسین حرام اشیا پر مشتمل ہے تو اس کا استعمال کرنا شرعی نقطہ نظر سے ہرگز جائز نہیں جب تک کہ سخت مجبوری درپیش نہ ہو اور کوئی مسلمان طبیب یہ نہ بتادے کہ اس میں شفا ہے، نیز اس کا کوئی جائز متبادل بھی موجود نہ ہو اور یہ بھی رخصت پر عمل ہوگا جبکہ اس سلسلے میں عزیمت یہ ہے کہ ان حالات میں بھی اس سے پرہیز کیا جائے اور پاک وحلال دواؤں سے علاج ومعالجہ کی جدوجہد کی جائے کہ وارد ہے۔

۱ عن أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال "إن الله لم ينزل داءً إلا أنزل له شفاء" رواه البخاري۔

۲ عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم "لكل داء دواء، فإذا أصيب دواء بقیہ ص ۲۳ پر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

کرکٹروں کی بیف پارٹی پر سناٹا کیوں؟

احوال وطن

آپ کب کیا کھانا چاہتے ہیں یہ آپ کا نجی اور ذاتی معاملہ ہے، پوری دنیا میں اسے انسان کا بنیادی حق مانا گیا ہے لیکن ہمارے دیس میں کیا کھانا ہے، یہ آپ نہیں حکومت طے کرتی ہے، حکومت کی اسی نفرتی پالیسی کی وجہ سے گلی کوچوں میں نفرتی چنٹوؤں کی ٹولیاں بے موسم گھاس کی طرح اُگ آئی ہیں، جو ہر کسی کے کھانے/ دانے کو چیک کرتے گھومتے ہیں، انہیں چند بھکتوں کے نشانے پر ان دنوں انڈین کرکٹ ٹیم کے نائب کپتان روہت شرما آگئے ہیں، انڈین کرکٹ ٹیم ان دنوں آسٹریلیائی ٹور پر ہے، جہاں کورونا پابندیوں کے درمیان کرکٹ کھیلی جارہی ہے، اس درمیان ٹیم کے پانچ کھلاڑی کورونا پروٹوکول کے خلاف ایک ہوٹل میں کھانا کھاتے نظر آئے۔

ان کی بدقسمتی کہ ہوٹل کا بل وائرل ہوگیا، بل کے مطابق ان کھلاڑیوں نے بیف (گائے) اور خنزیر کا گوشت کھایا تھا، خنزیر کے گوشت پر شاید بھکتوں کو اعتراض نہ ہوتا لیکن بیف کا نام آتے ہی کچھ پکے اندھ بھکتوں کا پارہ چڑھ گیا اور انہوں نے سوشل میڈیا پر ہی کھلاڑیوں کو کھری کھوٹی سنانا شروع کردی، حالانکہ میڈیا اور سیاست دانوں نے اس معاملے کو ایسے ہضم کرلیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ خدانخواستہ اگر کوئی مسلم کھلاڑی بیف کھالیتا تو اب تک میڈیا اور سیاست دان اس پر چڑھائی کرچکے ہوتے مگر یہاں بیف کھانے والوں میں اپنے ہی لوگ شامل تھے، اس لیے ساری خبر کو بغیر پانی کے ہی گلے سے اتار لیا گیا۔

بھکت بننے کا ایک بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ آپ کا دل و دماغ دوسرے کے قبضے میں چلا جاتا ہے اور آپ اپنے سوچنے سمجھنے کی طاقت کھو بیٹھتے ہیں، اس کے بعد بھکت وہی دیکھتا ہے جو اس کا سوامی اور آقا اسے دکھانا چاہتا ہے، ایسے ہی کچھ سوامیوں اور آقاؤں نے اپنے بھکتوں کے دماغ میں یہ بات بٹھا رکھی ہے کہ بھارت ایک شاکاہاری (سبزی خور) دیس ہے، بس مسلمان ہی گوشت خور ہیں، جب کہ حقیقت اس کے خلاف ہے، سیمپل رجسٹریشن سسٹم بیس لائن سروے کے مطابق بھارت میں 71/ فیصد لوگ گوشت کھاتے ہیں، حکومتی رپورٹ کے مطابق بھارت میں مسلمانوں کی کل آبادی 14.23/ فیصد ہے، اگر مسلمانوں کی کل آبادی کو گوشت خور مان لیا جائے تو باقی 85.77/ فیصد غیر مسلم آبادی بچتی ہے۔ اس پچاسی فیصد آبادی میں 56.77/ فیصد غیر مسلم آبادی گوشت خور ہے۔ یعنی گوشت نہ کھانے والوں کی تعداد محض 29/ فیصد ہے، کس صوبے میں کتنے فیصد لوگ گوشت کھاتے ہیں، اس فہرست میں ملاحظہ کریں:

آندھرا پردیش 98.25، تلنگانہ 98.7، تمل ناڈو 97.65، اڈیشہ 97.35، کیرل 97، بہار 92.45، چھتیس گڑھ 82.05، بنگال 79.4، آسام 79.4، جھارکھنڈ 79.4، کرناٹک 78.9، اتراکھنڈ 72.65، مہاراشٹر 59.8، دلّی 60.5، یوپی 52.9، ایم پی 49.4، گجرات 39.05، پنجاب 33.25، ہریانہ 30.75۔

ان تمام صوبوں میں آسام، بنگال اور یوپی میں مسلم آبادی ۲۰/ تا ۳۰/ فیصد ہے باقی دیگر صوبوں میں مسلم آبادی ۲/ سے ۱۳/ فیصد کے درمیان ہے لیکن ان صوبوں میں گوشت کھانے والوں کی تعداد ۳۰/ فیصد سے ۹۸/ فیصد تک ہے۔ اب بھکت جَن سوچ کر بتائیں کہ مسلمانوں کے علاوہ اتنی بڑی غیر مسلم آبادی گوشت کیوں کھاتی ہے؟ گوشت کے نام پر مسلمانوں کے جان و مال لوٹنے والے بھکت، ٹی وی پر نوٹنکی کرنے والے اینکر اور گئو ماتا کی قسمیں کھانے والے نیتا کرکٹروں کی گوشت خوری پر کیوں خاموش ہیں؟

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

اسے ہمارے دیس کی بد قسمتی ہی کہا جائے گا کہ اکیسویں صدی میں بھی ہمارے یہاں کھانے پینے کی بنیاد پر نفرت اور سیاست کی جاتی ہے، کھانا پینا ہر انسان کا بے حد نجی اور ذاتی معاملہ ہے لیکن مسلمانوں سے نفرت اور سیاسی نفع کے لالچ میں کھانے پینے کو بھی دشمنی نکالنے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے، حالیہ واقعہ سے یہ بات نہایت واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ اس ملک کے غیر مسلم بھی اول درجے کے گوشت خور ہیں، گودی میڈیا اور بھکتوں کو چاہیے کہ جس طرح مسلمانوں کے خلاف شور مچاتے ہیں ویسی ہی مہم دیگر گوشت خوروں کے خلاف بھی چلائیں، ورنہ اپنی آنکھوں سے بھگتی کا چشمہ اتار دیں اور ملکی امن و امان کو برباد نہ کریں۔

ص ۴۱ رکا بقیہ.........................

تعلیم اور پھر مخالفین کے بے جا حملوں کے جوابات دیے جائیں تا کہ مخالفین کے ان بے سود حملوں سے بھولے بھالے مسلمانوں کے عقائد میں کسی طرح کا تزلزل نہ واقع ہو، اس کے بعد علمی مباحث اور تاریخی حالات بھی زیب و زینت صفحات بنتے رہیں گے۔ (خاکسار مدیر)''

الرضا کے صفحات اور قیمت

رسالہ کی قیمت تین آنے علاوہ محصول ڈاک رکھی گئی تھی، سالانہ دو (۲) روپیے مع محصول ڈاک، ششماہی سوا روپیہ، سہ ماہی دس آنہ تھی، رسالہ عموماً بتیس صفحات پر مشتمل ہوتا تھا، ضرورتاً صفحات کا اضافہ بھی ہو جاتا تھا۔

اشاعتی دشواریاں

رسالہ کی اشاعت میں اکثر کچھ نا کچھ تاخیر ہو جاتی تھی، جس کے کئی اسباب تھے ان میں سے ایک اہم سبب طباعت تھا، مگر سال مکمل ہونے تک رسالہ کی طباعت کی غرض سے ''حسنی''، مطبع قائم ہو گیا جس سے رسالہ کی بہت سی دقتیں ختم ہو گئیں، البتہ کاغذ کی کمی سے رسالہ دو رنگ کے کاغذ میں چھپتا تھا، اس کی تفصیل مدیر موصوف نے یوں تحریر فرمائی ہے ملاحظہ کریں:

''ناظرین کرام! آپ کا الرضا دس ماہ کا ہو کر خدا کے فضل و کرم سے گیارہویں مہینے میں قدم رکھتا ہے مگر گلزار مصطفوی کے اس نوخیز پودے کو اس نو عمری میں متعدد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، پہلے پرچہ کی اجازت کی دشواریاں، پھر لکھائی چھپائی کے دقتیں اس کے بعد سفید کاغذ کی کمیابی وغیرہ وغیرہ ایسے امور تھے کہ جنہوں نے اس وقت تک پرچہ کو بہت سی خوبیوں سے محروم رکھا، خدا نے فضل کیا کہ لکھائی چھپائی کی طرف سے بحمد اللہ قدرے اطمینان ہو گیا ہے، وہ یوں کہ مطبع حسنی محض الرضا کی طبع کی غرض سے قائم کر لیا گیا ہے، اب پرچہ ان شاء اللہ العزیز اپنے مجوزہ وقت پر حاضر ہوا کرے گا، اس وقت تک جس قدر خلاف وقت اشاعت ہوئی وہ محض انہیں دشواریوں کے سبب سے تھی اب صرف کاغذ کی کمیابی محسوس ہو رہی ہے جس کی فکر میں ہوں، کاغذ کی کمیابی کا یہ عالم ہے کہ ایک پرچہ کے لیے اچھا سفید کاغذ اتنا نہیں ملتا کہ پورے پرچہ کی ضروریات کو کفایت کرے، اسی معذوری کے سبب سے ہر پرچہ میں دو رنگا رکاغذ لگانا پڑتا ہے اس کی تصدیق آپ کو ان موجودہ نمبروں سے بھی ہو گی۔''

[ماہنامہ الرضا، شوال المکرم، ۱۳۳۸ھ ص ۸]

.... جاری

ص ۵۲ رکا بقیہ...

کی اونٹنی اس مکان پر جا کر ٹھہری، جسے شاہ یمن تبع اوّل حمیری نے آپ کے لئے خصوصی طور پر تعمیر کروایا تھا، اس مکان کے مالک اس وقت حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، یہی ابو ایوب انصاری شاہ یمن کے ہمراہ آنے والے علما میں سب سے بڑے عالم کی اولاد امجاد میں سے تھے، جن کی تحویل میں شاہِ یمن کا وہ تاریخ ساز خط تھا، جسے اس نے سرکار دو عالم ﷺ کے نام لکھا تھا۔

جب حضور اکرم ﷺ اس مکان میں داخل ہوئے تو وصیت کے مطابق محفوظ شدہ خط ابو لیلیٰ نامی شخص کے ساتھ آپ کی خدمت میں جب وہ خط پیش کیا گیا تو آپ نے ابو لیلیٰ کو دیکھتے ہی فرمایا، اچھا تو ابو لیلیٰ ہے، لا مجھے شاہِ یمن کا لکھا ہوا وہ خط دے دے جو تیرے پاس ہے۔

پہلی قسط

از: مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی*

ماہنامہ الرضا بریلی شریف! تعارف و اشاریہ

مرکز اہل سنت بریلی شریف تعلیمات اسلامیہ کی ترویج واشاعت اور مذہبی صحافتی خدمات کے حوالے سے ہندوستان کا ممتاز شہر ہے، اس مقدس شہر سے بکثرت دینی کتابیں، رسائل و جرائد شائع ہوئے اور آج بھی ہو رہے ہیں، ہم یہاں امام اہل سنت کی سرپرستی میں نکلنے والے رسالے ماہنامہ ''الرضا'' بریلی شریف کی بات کریں گے۔

ماہنامہ الرضا تعارف

ماہنامہ الرضا بریلی شریف، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قدس سرہ الرحمٰن کی سرپرستی میں صدر الشریعہ علامہ حکیم امجد علی علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام مطبع اہل سنت بریلی شریف سے طبع ہو کر دفتر الرضا خانقاہ رضویہ محلہ سوداگران سے شائع ہوتا تھا۔

ماہنامہ کا اجرا

محرم ۱۳۳۸ھ میں پہلا شمارہ منظر عام پر آیا، دو ماہ تک ماہ وسن کی تعیین کے بغیر ہی رسالہ شائع ہوا، ناظرین رسالہ نے شکایت کی کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ رسالہ پر سن و ماہ درج نہیں ہوتا، جواباً مدیر رسالہ نے درج ذیل معقول وجہ بیان کی، لکھتے ہیں:

''**معذرت**: بعض احباب کو یہ شکایت ہے کہ پرچہ بقید تعیین کیوں نہیں چھپتا؟ ان سے مؤدبانہ التماس ہے کہ جو پرچے بقید تعیین چھاپے جاتے ہیں ان کے لیے مجسٹریٹ ضلع کی اجازت درکار ہوتی ہے۔ چناں چہ الرضا کے متعلق بھی درخواست گزاری جا چکی ہے، اجازت ملنے پر ان شاء اللہ العزیز آپ کے حسب منشا پرچہ کی اشاعت ہوگی۔''

[ماہنامہ الرضا صفر المظفر ۱۳۳۸ھ ص ۱۰]

البتہ تیسرے ماہ یعنی ربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ سے تعین تاریخ کی قانونی اجازت بھی مل گئی اور اس پر عمل درآمد بھی ہوا، کہ تیسرے پرچہ سے جلد نمبر، شمارہ نمبر، ماہ و سال بھی لکھا جانے لگا، مدیر موصوف اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''**مژدہ**: خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ پرچہ کو مجسٹریٹ ضلع نے موقت الشیوع ہونے کی اجازت دے دی ہے اس مرتبہ اس میں زیادہ انہماک رہا تا خیر معاف فرمائی جائے، آئندہ سے ان شاء اللہ کسی خاص وقت کی پابندی کی جائے گی، والسلام، خاکسار مدیر۔'' [ماہنامہ الرضا، ربیع الاول، ۱۳۳۸ھ ص ۲]

رسالہ کی تاریخ اجرا پر مشتمل پندرہ عربی اشعار کا ایک تاریخی منظوم کلام جو مولانا محمد عبد اللہ سرندیپی نے تحریر فرمایا جسے الرضا کے دوسرے شمارے یعنی صفر المظفر ۱۳۳۸ھ میں شامل اشاعت کیا گیا، یہاں اس تاریخی کلام کا پیش کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا، ارباب ذوق کے لیے پیش ہے ملاحظہ ہو:

وَجعَلَهُ رَبِّیْ رَضِیًّا

۱۳۳۸ھ

أَبَدرٌ بَدَا فِيْ أَرْضِنَا وَهِيَ ظَلْمَاءُ

أَمِ انْصَبَّ فِيْهَا أَبْحُرُ النُّوْرِ مِثْلَمَا

أَمِ انْشَقَّ أَطْبَاقُ السَّمٰوَاتِ فَانْجَلَّتْ

بَلٰى طَلَعَتْ شَمْسُ الرِّضَا مُسْتَنِيْرَةً

سَلَامٌ عَلَيْكَ سَرْمَدًا أَيُّهَا الرِّضَا

هَنِيْئًا هَنِيْئًا مَرْحَبًا ثُمَّ مَرْحَبًا

وَأَهْلًا وَسَهْلًا قَدْ أَتَيْتَ بَشِيْرَنَا

وَبُشْرٰى فَبُشْرٰى ثُمَّ بُشْرٰى لَكَ إِذْ أَنَّهُ

أَدَامَ مُحَيَّاكَ الْمُضِيْءَ إِلٰى الْهُدٰى

أَرْفِقَتَنَا بُشْرٰى لَكُمْ قَدْ أَتَاكُمْ

*مضمون نگار نوری دار الافتا، کاشی پور، اتراکھنڈ کے مفتی ہیں۔

جَرِیْ دَۃُ دِیْنٍ کُلُّ حَ رْفٍ فَرِیْ دَۃٍ
وَفِیْهَ ابَیَ انُ الـدِّیْنِ اَوْفی وَوُضِّحَ تْ

یُسَ مَّی الرَّضَ انِعْ مَ الرَّضَا لِمَشِ یْعِهَا
عَلَیْکُ مْ بِهَ ا مُ ذَّکِّرِیْنَ لِتَهْتَ دُوْا

وَفِیْ قَوْلِنَ ا وَجْعَلْ هُ رَبِّیْ رَضِ یًّا
اَمْ اِطَّعَ تْ مِنْ جَنَّ ةِ الْخُلْ دِحَ وْرَاءُ

یَصُ وْبُ مِنَ السُّحْبِ الْمُکَلَّلَةِ الْمَ اءُ
جِنَ انُ فَضَ اءَتْ مِنْ لَ دُنْهُ نَّ اَضْ وَاءُ

فَضَ اءَتْ ضَ وَاحِیْ اَرْضِنَا وَهِیَ خَضْرَ اءُ
سَ لَامٌ عَلَیْ كَ دَائِمً ا وَهُنَ اءُ

لِحَضْرَ تِكَ الْعَلْیَ اءِ ذٰلِ كَ اِهْ دَاءُ
بِخَ یْرٍ وَمَنْ نَالُ وْهُ مِنْ كَ اَءِ زَّاءُ

یُحِبُّ كَ مَنْ هُ مْ لِلرِّشَ ادِ اَحِبَّ اءُ
وَاَوْلَی الَّذِیْ وَالُوْكَ فِیْ الْخَیْرِ مَاشَاءُوْا

مُنَاکُمْ بِفَضْلِ اللّٰهِ فِیْکُمْ وَنَعْمَاءُ
بِعِقْدٍ بِهٖ اِذْ دَانَتْ خَرِیْدَةُ حَسْنَاءُ

مَسَائِلُهُ مِنْ حَیْثُ یَسْهَلُ الْاِبْدَاءُ
مِنَ الْحَسَ نَیْنِ الْمُ جْتَبَیْنِ رَضَ اءُ

وَنَحْمَ دُ مَنْ مِنْ هُ الرَّشَ ادُ وَالْآلَاءُ
نِ الدُّعَاءُ لِمُنْشِیْهَا وَاَرِخْ وَاِیْمَاءُ

[الذی بمعنی الذین مستعمل ہے، منہ]

اس مضمون کلام کا اردو ترجمہ مدیر رسالہ حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی نے تحریر فرمایا ہے، وہ بھی پیش خدمت ہے ملاحظہ کریں، اس تاریخی منظوم کلام کا اردو ترجمہ مدیر کی طرف سے ملاحظہ ہو:

1 کیا ہماری سرزمین میں ماہ کامل نکلا، دراں حالے کہ وہ تاریک تھی، یا برآمد ہوئیں فردوس بریں سے حوریں۔

2 کیا بہے ہیں اسی سرزمین سے سمندر نور کے جیسے ابر محیط سے پانی بہتا ہے۔

3 کیا پھٹ گئے طبق آسمانوں کے پس روشن ہوگئیں جنتیں پس چمکے ان جنتوں سے انوار۔

4 کیوں نہیں چمکتا ہوا آفتاب ''الرضا'' کا طالع ہوا تو روشن ہو گئے ہماری سرسبز و شاداب زمین کے تمام کنارے۔

5 تو ہمیشہ سلامت رہے اے ''الرضا''، تجھے ہمیشہ سلام و ثنا ہو۔

6 پیہم مبارکباد تیری بارگاہ عالی کا نذرانہ ہے۔

7 تو اہل و سہل میں آیا ہم کو بشارت دیتا ہوا خیر کی اور جنہوں نے تجھ سے بھلائی پائی وہ عزت والے ہیں۔

8 تجھے پے در پے بشارت ہو کہ تجھے وہ ہی پسند کرتا ہے جو راستی کو دوست رکھتا ہے۔

9 تیری نورانی ذات کو خداوند عالم ہمیشہ قائم رکھے اور تیرے چاہنے والوں کو وہ خیر عطا کرے جس کی وہ خواہش کریں۔

q اے رفیقو! تمہیں خوش خبری کہ خدا کے فضل سے تمہاری امید برآئی اور نعمتیں ملیں۔

w یہ وہ دینی رسالہ ہے جس کا ہر حرف دریکتا ہے، ایسی لڑی میں ہے جس سے پردہ نشین حسینہ کا سنگار کیا گیا۔

e اس میں پورا پورا دین مبین کا بیان ہے اور کھول دیئے گئے ہیں مسائل دین کے اس طور پر کہ ان کا ظہور آسان ہو گیا۔

r اس دینی رسالہ کا ''الرضا'' نام رکھا گیا ہے اور ''الرضا'' کیا ہی اچھا ہے اس کے شائع کرنے والے کے لیے دونوں برگزیدہ حضرات حسنین سے رضا ہے۔

t تم پر اس کا یاد کرنا لازم تا کہ راہ پاؤ اور ہم اس ذات کی حمد و ثنا کرتے ہیں جس کی طرف سے راستی اور نعمتیں ہیں۔

y اور ہمارے قول ''واجعلہ ربی رضیا'' میں اس کے لیے دعا ہے اور تاریخ اور اس کے نام کی طرف اشارہ ہے۔

(خاکسار مدیر)

[ماہنامہ الرضا، صفر ۱۳۳۸ھ ص ۲،۳]

منتہائے اشاعت

یہ رسالہ کب تک شائع ہوا یہ بتانا تو مشکل ہے البتہ ہمارے پاس اس کے صرف پندرہ شمارے ہیں یعنی وقت اجرا محرم الحرم

۱۳۳۸ھ سے ربیع الاول ۱۳۳۹ھ تک، اس کے بعد رسالہ کی اشاعت کا نہ کہیں ذکر ملا نہ کوئی حوالہ، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آخری شمارہ ہو یا اس کے بعد مزید ایک دو شمارے اور رہے ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشمولات واصحاب نگارش

الرضا کے مشمولات مذہبی، علمی، تحقیقی، تاریخی، اخلاقی اور ادبی ہوتے تھے، الرضا میں عقائد ونظریات، تاریخ وسیر، فضائل ومناقب اور فقہیات پر مشتمل مضامین اور منظومات کے علاوہ خصوصاً امام اہل سنت کے فتاویٰ، رسائل اور ملفوظات شامل رسالہ ہوتے تھے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت، تاج العلما محمد میاں مارہروی، استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں بریلوی، مفتی اعظم ہند، صدر الافاضل، صدر الشریعہ، ملک العلما، برہان ملت، علامہ حسنین رضا خاں اور دیگر اکابر علما ومشائخ کی مقدس تحریریں رسالہ کی زینت ہوتی تھیں۔

رسالہ کا سرورق

رسالہ کے سرورق پر رسالہ کے نام کے ساتھ درج ذیل تحریر بھی ہوتی تھی ملاحظہ ہو:

''شریعت نبوی کا حامی، طریقت مصطفوی کا مددگار، اخلاق محمد سکھانے والا، کفر وشرک سے بچانے والا، اصول معاشرت بتانے والا، اسلام کا سچا ہمدرد، مسلمانوں کا بہترین رہنما، تمدنی، اخلاقی، تاریخی مضامین کا دلکش مجموعہ جو بلا تعین تاریخ ووقت اپنے دار الاشاعت بریلی محلہ سودا گران سے بادارت خادم الطلبا محمد حسنین رضا خان شائع ہوتا ہے، مطبع اہل سنت وجماعت بریلی میں باہتمام مولوی امجد علی صاحب چھپا۔''

[ماہنامہ الرضا بریلی شریف، محرم الحرام ۱۳۳۸ھ سرورق]

الرضا کے اغراض ومقاصد

الرضا کی اشاعت کے چند اہم اغراض ومقاصد تھے جو مدیر رسالہ کی جانب سے پشت رسالہ پر ''الرضا کی دلی تمنا'' کے عنوان سے شائع کیا جاتا تھا، یہاں ان کا نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں، ملاحظہ کریں:

''الرضا کی دلی تمنا یہ ہے کہ مسلمان سچے مسلمان بنیں، ان کے اقوال ان کے افعال قرآن عظیم اور حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے موافق ہوں، خداوند عالم کا خوف اور اس کے حبیب لبیب کی سچی محبت ان کے دلوں میں پیدا ہو، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے صحیح واقعات ان پر پیش کیے جائیں تاکہ وہ اس مقدس ذات کی معاشرت واپنا رہنما بنائیں، اولیائے کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے نصائح اور وصایا انہیں یاد دلائے جائیں تاکہ یہ ان کی انمول نصیحتوں اور اعلیٰ ترین وصیتوں کو اپنا دستور العمل ٹھہرائیں، علم دین کے برکات اور علمائے امت کے کارناموں پر انہیں مطلع کیا جائے، تاکہ یہ ان کو پتہ چلے کہ اسلاف کرام نے اکتساب علوم ومعارف میں کیسی کچھ جدوجہد کی ہے، امام غزالی اور امام رازی جیسے ہمدان عالم اور مصروشام جیسی عظیم الشان درسگاہیں دنیا آج تک پیش نہ کرسکی، اسلاف کرام کا عروج اور ان کی شان وشوکت نہیں دکھائی جائے تاکہ وہ موجودہ تنزل کی پگڈنڈی کو چھوڑ کر ترقی کی شاہراہ پر پڑ جائیں۔

اسلام کی اخلاقی تعلیم سے ان کے کان آشنا کیے جائیں تاکہ کبر ونخوت ان کے دماغ میں نہ رہے، نفاق سے ان کا سینہ صاف ہو جائے بغض وحسد ان تک راہ نہ پائے، ریا کے پاس نہ پھٹکیں، اتحاد وخلوص ہمدردی اور صلہ رحم ان میں پیدا ہو، اسلامی اخوت کے قابل قدر رشتہ کو مضبوط کریں، دین کو دنیا پر قربان نہ کریں، بلکہ دین ہی کے مبارک سایہ میں دنیاوی ترقیاں حاصل کریں، اپنے ہر کام میں افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال پر آجائیں۔

زمانہ کی ان بے جا رسموں سے (جو قانون شریعت کے بالکل خلاف ہیں) پرہیز کریں، چوں کہ دنیا میں قدم رکھنے کے بعد ہر مسلمان کا پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے عقائد واعمال عادات ومعاملات کو جادہ اعتدال پر لے آئے، لہٰذا پرچہ کی ترتیب میں بھی اس امر کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

یعنی ابتدائی صفحات میں دین مبین کی سچی بقیہ ص ۳۸ پر

چوبیسویں قسط

(از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی چوبیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

۸؍اگست ۲۰۱۰ء، مدینہ منورہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض۔۔۔۱: یہاں جرمنی میں کھانے پینے کی کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کے استعمال سے شاید ہی کوئی گھر خالی ہو مثلاً ڈبل روٹی وغیرہ ان چیزوں میں کچھ ایسے کیمیکل ڈالے جاتے ہیں جو دونوں طریقوں سے حاصل کئے جاسکتے ہیں یعنی نباتات سے بھی اور جانوروں کی چربی سے بھی ان اشیا کی پیکنگ پر کچھ لکھا ہوا نہیں ہوتا ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

ارشاد۔۔۔: اصل اشیا میں طہارت ہے تو جب تک دلیل شرعی سے یہ ثابت نہ ہوجائے کہ خاص اس چیز میں کوئی نجس چیز کی آمیزش ہے یا یہ کہ وہ چیز بن ہی نہیں سکتی جب تک کہ کسی خاص نجس چیز کی آمیزش اس میں نہ ہو ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات اگر دلیل شرعی سے ثابت ہے تو خاص وہ شے حرام ہوگی بعینہٖ خاص اس شے کا استعمال ناجائز ہوگا اور وہ ناپاک ٹھہرے گی اور اگر دلیل شرعی سے یہ ثابت نہیں ہے محض ایک طرح کی شہرت ہے جو شہرت شرعیہ نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے ناجائز ہونے کا حکم نہیں دیا جاسکتا البتہ جو حضرات منہج تقویٰ پر گامزن ہیں ان کے لئے یہی ہدایت ہے کہ وہ اپنی تقویٰ کی روش پر گامزن رہیں خصوصاً وہ لوگ جو قرائن کافیہ سے یہ سمجھتے ہیں اور ان

کو غالب گمان ہے کہ خاص فلاں چیز میں کسی نجس کی آمیزش ہے، ان کے لئے یہ حکم اور مؤکد ہے کہ ایسی چیز سے وہ پرہیز کریں، حکم عام اس چیز کے نجس ہونے کا اور ناپاک ہونے کا، اصل اشیا میں جو حکم طہارت ہے اس پر نظر رکھتے ہوئے اور عموم بلوہ کہ اس سے بچنے میں شدید حرج ہے اس کے مدنظر حکم عام سارے لوگوں کے لئے اس کے حرام اور ناجائز اور اس کے استعمال سے ممانعت کا نہیں ہوسکتا جو لوگ منہج تقویٰ پر، تقویٰ کی روش پر گامزن ہیں ان کو یہی ہدایت ہے کہ وہ اپنی تقویٰ کی روش پر گامزن رہیں اور خصوصاً جن کو شبۂ قویّہ ہے ان کے لئے حکم مؤکد ہے۔

عرض... ۲: یہاں جرمنی میں دواؤں کے کیپسول کے خول یعنی چھلکے کے اندر جلاٹین پایا جاتا ہے، اس مادے کو سو فیصدی جانوروں کی ہڈیوں سے جس میں خنزیر بھی شامل ہے، بنایا جاتا ہے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟ پاکستان میں چاول کے چھلکوں سے بھی یہ خول بنایا جاتا ہے۔

ارشاد... : حکم تو پہلے مسئلے سے ظاہر ہو گیا اگر ثبوت شرعی سے اور دلائل کافیہ سے یہ ثابت ہے تو یقیناً یہ ناجائز و حرام ہے اور اس کا استعمال اشد حرام ہے اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اور اگر دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے تو سبیل وراء، اہل وراء اور اہل تقویٰ کے لئے پرہیز ہے اور حکم عام اس سے ممانعت کا نہیں ہوسکتا البتہ اس سے بچنے کی ایک صورت یہ ہے کہ دوا کو کیپسول سے نکال کر کھایا جائے تو عام لوگوں کو بھی اس سے بچنا ممکن ہے لہٰذا ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ جرمنی وغیرہ میں جہاں مذکور یہ ہے کہ آزادانہ طور پر بد جانور کا گوشت یا اس کی ہڈی یا ناجائز طور پر جانوروں کی ہڈیوں کا استعمال شائع و ذائع ہے وہاں پر ان لوگوں کو یہ ہدایت ہے کہ وہ کیپسول نکال کر دوا کو استعمال کریں۔

عرض... ۳: اگر نماز کے دوران موبائل بج اٹھتا ہے تو پاکٹ میں یا جہاں موبائل رکھا ہوا سے بند کر سکتے ہیں؟ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ آج کل رنگ ٹون عموماً موسیقی کی شکل میں ہوتے ہیں تو نماز کے دوران بجنے پر نماز کا کیا حکم ہے؟

ارشاد... : نماز پر اس سے کوئی اثر نہیں ہوگا البتہ خشوع و خضوع میں یہ خلل انداز ہے لہٰذا نماز کے دوران پاکٹ میں یا جہاں نماز پڑھ رہے ہیں موبائل کو آن کر کے نہ رکھیں بلکہ موبائل کو سائلنٹ کر دیں یا اس کو آف کر دیں اور اگر اتفاقیہ طور پر جیب میں موبائل بج گیا تو اشارۂ خفیفہ سے اشارے کے ذریعے سے عملِ خفیف کے ذریعے سے اگر اس کو آف کر سکتا ہے تو اس کو آف کر لے ورنہ رہنے دے اگر عمل کثیر کا یہ متقاضی ہے تو رہنے دے اور اگر اس کو بند کرنے کے پیچھے چلے گا تو اس صورت میں عمل کثیر کی وجہ سے اس کی نماز بھی فاسد ہو گی۔

عرض... ۴: حضرت نے پچھلے سیشن میں فرمایا تھا کہ ''پیدائشی نبی چند ہوئے'' جب کہ ہم نے بچپن ہی سے سُنا ہے کہ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے، اس بارے میں کچھ وضاحت فرمادیں؟

ارشاد... : مجھے اس سلسلے میں جو معلوم تھا اور جو آیات کریمہ کی صراحت سے معلوم ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں تصریح ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ کو نبوت عطا فرمائی اور مجھ کو حالتِ بچپن میں نبی کیا۔ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں یہ حکم میری دانست میں نہیں ہے سوائے سرور انبیا حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے کہ ان کو نبوت، نبوتِ عامہ عطا کی گئی اور سارے انبیا علیہم السلام سے پہلے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو نبوت عطا ہوئی اور یہ نبوت آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے عالم اجسام میں تشریف لانے سے پہلے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو عطا ہوئی جب کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی روح جو اوّل مخلوق ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اُس کو اِس عالم ایجاد میں پیدا کیا اور اس عالم ایجاد کو روح محمدی سے مشرف فرمایا جب ہی سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام نبی ہیں اور اس پر آیت کریمہ:

''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ۔''

جس کا ترجمہ میں نے پچھلے سیشن میں کیا تھا اور متعدد اس معنیٰ کی حدیثیں جس میں یہ فرمایا کہ ''میں نبی تھا جب کہ آدم (علیہ

الصلاۃ والسلام) کا خمیر بھی تیار نہیں ہوا تھا۔'' تو یہ خصوصیت سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی ہے، اب اس معنیٰ پر حضور علیہ الصلاۃ و السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نبی بکل معنی الکلمۃ نبی ہیں وہ ندارت کے اعتبار سے ڈرسنانے کے اعتبار سے بھی سارے عالم کے نبی ہیں اور سارے عالم، عالمِ ایجاد کے اس معنیٰ پر نبی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے واسطہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے نور سے پیدا فرمایا تو مرتبۂ وجود میں اللہ عزوجل ایک اور مرتبۂ ایجاد میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اور اللہ عزوجل میں کوئی واسطہ نہیں ہے اسی لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں یہ کلمہ جیسے ہمارا ہے ویسے ہی اگلی امتوں کا ہے ویسے ہی یہ کلمہ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب کا یہی کلمہ ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اسی لئے فرماتے ہیں :ـــــ

انبیا سے کروں عرض کیوں صاحبو!
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی
جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی
(صلی اللہ علیہ وسلم)

تو ندارت کے اعتبار سے بھی وہ نبی ہیں اور ان کی نبوت سب کو عام ہے اور عالم ایجاد کے لئے وہ واسطہ ہیں سارے عالمِ ایجاد کا، انسانوں کا، جنوں کا، فرشتوں کا، اگلوں کا اور پچھلوں کے لئے وہ واسطہ ہیں اس معنیٰ پر بھی وہ رسول عام ہیں :ـــــ

ان کی نبوت، ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس ان ہی کے پسر کی ہے

تو وہ رسولوں کے رسول ہیں، نبیوں کے رسول ہیں، اگلوں کے رسول ہیں، پچھلوں کے رسول ہیں یہاں تک کہ خود اپنے رسول ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس روح محمدی کو جسم محمدی جب بنایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو اس کا بھی رسول بنایا، میرے نزدیک یہی معنیٰ ہے جو محقق ہے اور اس کی مزید تحقیق اس موقعہ پر نہیں کرسکتا حضرت علامہ امام تقی الدین ابن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ سبکیہ میں ایک رسالہ اس کے لئے لکھا التعظیم و المنۃ فی لتؤ منن بہ و لتنصر نہ اور اس آیت کے عظیم نکات اور بے شمار فضائل ظاہر کئے جس کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے التجلی الیقین میں ان کا ذکر فرمایا ہے جس کو مطالعہ کرنا ہے اس کا مطالعہ کرے۔

عرض... ۵: فی الحال میں حنفی ہوں اور میں شافعی مسلک میں تبدیل ہونا چاہتا ہوں تو ایسا کرنا جائز ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: نہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔

عرض... ۶: کیا ہم کریڈٹ کارڈ استعمال کرسکتے ہیں؟ میں نے ایک عالم سے سُنا ہے کہ جب آپ کریڈٹ کارڈ کی درخواست پر دستخط کرتے ہیں تو آپ یہ قبول کرلیتے ہیں کہ اگر آپ مقررہ وقت کے بعد پیسے ادا کریں گے تو آپ سود دیں گے، اس لئے جب آپ ایک حرام چیز (سود) کو قبول کرلیتے ہیں تو پھر آپ اسے استعمال نہیں کرسکتے جو کہ جائز نہیں، حقیقت کیا ہے؟ حضرت آپ اپنی رائے دیں۔(انگریزی سوال)

ارشاد...: میں اس مسئلے کو اس مختصر وقت میں واضح نہیں کرسکتا اور یہ زیادہ وقت اور توجہ طلب ہے اور اس کو بغور سمجھنے کی ضرورت ہے البتہ کریڈٹ کارڈ رکھنے کا مشورہ نہیں دیا جاسکتا، اگر اس سے بچا جاسکتا ہے تو لوگوں کو بچنا چاہئے۔

عرض... ۷: ایک ای میل کو بہت عام کیا جارہا ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن قرآن سے بڑا کوئی شفیع نہیں ہوگا نہ کوئی نبی نہ ہی کوئی فرشتہ، ای میل میں اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا جاتا کیا حضور آپ کی نظر سے یہ حدیث گزری ہے؟ اس کی وضاحت فرمادیں؟

ارشاد...: مجھے سرِ دست حدیث کے الفاظ یاد نہیں ہیں فضائل قرآن میں اور ابھی شرح بردہ کی تسجیل اور اس کی آڈیو ریکارڈنگ کا اتفاق ہوا اُس وقت فضائل قرآن میں کوئی مضمون اس قسم کا میں نے سنا لیکن یہ الفاظ واجب التاویل ہیں اس لئے کہ قرآن

اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت ہے اور جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے اور ممتنع التغیر ہے اور ممتنع الفناء ہے، اسی طرح اس کی ہر صفت واجب الوجود ہے، ازلی ہے، ابدی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اس سے منزہ ہے کہ وہ کسی کا شفیع بنے یا کسی کا وسیلہ بنے۔ اسی طور پر اس کی صفت بھی اس معنیٰ سے منزہ ہے البتہ یہ لفظ اگر کسی حدیث میں آیا ہے تو ضرور واجب التاویل ہے۔ سر دست مجھے اس سلسلے میں اتنا ہی یاد ہے اور جدہ میں یہ سوال مجھے سنایا گیا تھا، مجھے موقع نہیں ملا کہ میں وہ آڈیو ریکارڈنگ چلوا کر سن لیتا اگر کسی موقع پر مجھے موقع ملا تو اس کی مزید تفصیل کر دوں گا۔

عرض...۸: ٹی وی پر یا کسی مجلس میں جب جب سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا اسم گرامی سنیں کیا ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہوگا یا ایک مجلس میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے؟

ارشاد...: حضرت امام کرخی علیہ الرحمۃ غالباً ان کا مذہب یہ ہے کہ جب جب سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا نام آئے ہر بار سرکار علیہ الصلاۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا، درود بھیجنا اور سلام بھیجنا واجب ہے اور متعدد احادیث جن میں حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم سے یہ مضمون آیا کہ وہ بخیل ہے اور وہ بد نصیب اور اس کے لئے دوری اور محرومی کی وعید آئی اس کا تقاضا یہی ہے کہ جب جب سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا نام آئے درود شریف بھیجے اب درود شریف پڑھنا یہ زبان سے بھی ہوتا ہے اور دل سے بھی ہوتا ہے زبان کو اگر ہر وقت جنبش نہیں دے سکتا ہے لیکن دل سے درود شریف پڑھنا اس سے کوئی مانع نہیں ہے سوائے آدمی کے افکار وخیالات اور وساوس اور غفلتیں یہ مانع ہو سکتے ہیں اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا نام سنے اور دل میں درود شریف نہ بھیجے اس سے بظاہر کوئی مانع نہیں ہے، البتہ عوام کی سہولت کے لئے یہ حکم ہو سکتا ہے کہ یہ حکم خاص ایک مجلس کا ہے کہ اس مجلس میں بار بار سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا نام آئے تو کم سے کم زبان سے ایک مرتبہ درود شریف پڑھ لے اور دل سے غافل نہ رہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا جب جب نام آئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر درود شریف دل میں بھیجے۔

عرض...۹: امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہے اور مقتدی فرض نماز پڑھ چکا ہے اور چار رکعات والی جماعت میں نفل کی نیت سے شامل ہونا چاہے تو وہ کتنی رکعات کی نیت کرے گا؟

ارشاد...: شامل ہونے کی نیت تو جداگانہ نہیں ہے مسافر کے پیچھے اگر مقیم نے اقتدا کی تو حکم یہی ہے کہ وہ اپنی چار پڑھے گا دو رکعات اس کے ساتھ پڑھنے کے بعد اب یہ باقی تیسری اور چوتھی ہے اس میں اس کو کچھ پڑھنا نہیں ہے بقدر سورہ فاتحہ جتنی دیر تک پڑھی جاتی ہے اتنی دیر تک خاموش کھڑا رہے اور بدستور رکوع وسجود کر کے آخر میں نماز اپنی التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر کر پوری کر لے۔

عرض...۱۰: امام قصر پڑھے گا اور مقتدی مقیم ہے اور فرض پڑھ چکا ہے تو اب جماعت میں چار رکعات کی نیت سے شامل ہوگا یا دو رکعات کی؟

ارشاد...: اس میں تو چار رکعات کی نیت ٹھیک نہیں اس لئے کہ دو رکعات میں وہ منفرد ہو جائے گا لہٰذا دو رکعات کی نفل کی نیت سے شریک جماعت ہو جائے۔

عرض...۱۱: اسلامی لباس کی وضاحت فرما دیں، اسلامی لباس سے کیا مراد ہے؟

ارشاد...: اسلامی لباس کوئی مخصوص اور معین لباس نہیں ہے ہر ملک کا اور ہر جگہ کا ایسا لباس جس میں فساق، فجار اور کفار یہودی، نصرانی یا مشرک، مجوسی اُس وضع میں شریک نہ ہوں اور وضع ایسی عام نہ ہو بلکہ وہ لباس اس جگہ کے صلحا، علما وغیرہ کا لباس ہو وہ ہر جگہ کا اسلامی لباس ہے۔

عرض...۱۲: نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کرنا بھول گیا تو اب کیا کرے؟ نماز لوٹانی ہوگی یا الگ سے سجدہ کر لے؟

ارشاد...: نماز لوٹانے کا حکم نہیں ہے اور یہ مسئلہ دیکھا جائے کہ اگر اس نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کرنا بھول گیا تو اب سجدہ تلاوت غیر نماز میں ادا ہوگا یا نہیں۔

عرض...۱۳: یہاں یو کے میں لوگ کہتے ہیں کہ کیوں کہ عشا کی

ملفوظات

نماز کا وقت نہیں ہے تو عشا کی ادا مغرب کے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پڑھ سکتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

ارشاد...: ڈیڑھ گھنٹے بعد کی ہر زمانے میں تعین، یہ بات سمجھ میں نہیں آتی یہ البتہ اس صورت میں اندازے کا حکم ہے اس حدیث کی وجہ سے جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریب قیامت جب دجال ظاہر ہوگا اور زمانہ قریب ہوجائے گا یہاں تک کہ سال کو فرمایا کہ ایک دن یا اس طور پر تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا کہ نمازوں کے لئے ہم کیا کریں تو فرمایا کہ نمازوں کا اندازہ رکھو کہ جن دنوں میں تم نمازیں پڑھتے تھے ان کے لئے ایک وقت مقرر کرلو اور یہ سمجھ لو کہ یہ خاص اس نماز کا وقت ہے اس طور پر یہاں پر بھی اندازہ مقرر کر کے نماز پڑھیں، اُمید ہے کہ ان شاء اللہ اس وقت میں وہ نماز ادا ہوگی۔

عرض... ۱۴: کیا لڑکا اپنی منگیتر سے علیحدگی میں مل سکتا ہے یا دونوں ساتھ کہیں باہر جاسکتے ہیں اور کیا وہ موبائل پر اس سے بات کرسکتا ہے؟

ارشاد...: علیحدگی میں ملنے کی اجازت نہیں یونہی دونوں کا ساتھ جانا مطلقاً ہر حال میں اس کی بھی اجازت نہیں ہوسکتی اور ضروری بات معمولی طور پر اس کی اجازت ہوسکتی ہے جب کہ ضرورت داعی ہو یا حاجت شدیدہ ہو اور اگر وہ نہ ہو تو اس سے احتیاط بہتر ہے۔

عرض... ۱۵: جب امام نے پہلے سلام کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ پورا نہ کہا ہو اور کوئی اس وقت جماعت میں شامل ہو تو واقعتاً اسے جماعت ملی یا نہیں؟

ارشاد...: جماعت نہیں ملی نماز پوری ہوگئی۔

عرض... ۱۶: ’’علم دعوت‘‘ کیا ہے؟ میں نے سُنا ہے کہ مجموعۂ اعمال رضا کے نقش لکھنے کے لئے یہ سیکھنا چاہئے کیا حضرت اسے سکھاتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا انگلش میں کوئی کتاب دستیاب ہے جس سے میں اسے سیکھ سکتا ہوں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: ان کو بتائیے کہ نماز، روزہ کے احکام اور جو شریعت کے ضروری احکام ہیں ان کی طرف دھیان دیں اور یہ آپ کے لئے مفید نہیں ہے۔

عرض... ۱۷: ہمارے شہر میں صرف ایک ہی حافظ قرآن ہے اور وہ داڑھی نہیں رکھتا کیا ہم ایسے امام کے پیچھے نماز تراویح ادا کرسکتے ہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس کی اجازت نہیں ہے۔

عرض... ۱۸: کیا اگر لڑکی والے خوشی سے کار یا بائیک شادی میں دیں تو اسے لے سکتے ہیں؟

ارشاد...: اگر خوشی سے وہ لوگ دیتے ہیں تو اس پر کسی کا اجارہ نہیں ہے اور مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کوئی بھی سلوک کرے اور اس کو کوئی تحفہ دے بہتر ہے اچھا ہے:

’’الھدایہ لاترد۔ ہدیہ واپس نہیں کئے جاتے۔‘‘

اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ:

’’تھادوا اتحابوا۔ (شعب الایمان، ۱۱/۳۰۱) ہدیہ دو تاکہ آپس میں محبت بڑھے۔‘‘

یہ بہتر ہے اور اچھا ہے اور دینے والے کو بھی ثواب ملے گا لیکن اس پر جبر کرنا جس طور سے آج کل رائج ہو گیا ہے یہ ناجائز ہے۔

.... جاری

ص ۵۷ / کا بقیہ ....

عشقِ نبی کے جام سے پیمانۂ وجود
ہر دم بھرا ہو، یہ ہے مجھے جاں سے بھی عزیز

وہ شاعری جو وصفِ پیمبر میں وقف ہو
اس عمدہ شاعری کی مجھے عمدگی عزیز

دارین کی سعادتیں گر چاہتے ہیں آپ
رکھیں عمل کے ساتھ بھی قولِ نبی عزیز

گر نعت گوئی سیکھنی ہو آپ کو جناب
رکھّو "رضا بریلوی" کی شاعری عزیز

دیوانگی عشق پہ فرزانگی نثار
دیوانگانِ عشق کو دیوانگی عزیز

احمد کو رب تعالیٰ کی توفیق و فضل سے
شعر و سخن میں نعت کی ہے شاعری عزیز

از: مولانا انصار احمد مصباحی*

تصانیف حضور تاج الشریعہ! ایک تجزیاتی مطالعہ

حضرت علامہ مفتی محمد اسماعیل رضا عرف اختر رضا خان قادری نوری بریلوی (علیہ الرحمہ) علمی دنیا کا بڑا نام ہے، جو ''تاج الشریعہ'' اور ''ازہری میاں'' کے القاب سے دنیا بھر میں یاد کیے جاتے ہیں، آپ کی ذات ہمہ جہت اور شخصیت گونا گوں خوبیوں سے تعبیر تھی، آپ ''ذات میں انجمن ہونے'' کے محاورے کا سراپا آئینہ تھے، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ اہل سنت کی اتھارٹی شخصیت کے مالک تھے، وہ عالمی مبلغ اسلام، عصر حاضر کے بڑے مرشد طریقت، قاضی اسلام، عظیم مصلح، نقاد، بہترین خطیب، چہارلسانی ادیب، فطری شاعر، عاشق رسول ﷺ ہونے کے ساتھ ساتھ کامیاب مصنف بھی تھے۔

علامہ ازہری میاں علیہ الرحمہ کی تمام کتابوں میں اختصار و جامعیت، سلاست و روانی، دل کشی و جاذبیت اور تحقیق کی ساری خوبیاں اعلی درجے میں پائی جاتی ہیں، فصاحت کا یہ عالم کہ مشمولات کا لفظ لفظ موتی ہوتا ہے، جس فن یا عنوان پر لکھتے ہیں، اس کا حق ادا کر دیتے ہیں، آپ کی جاذب و دلربا سیرت و شخصیت اور محققانہ و عالمانہ تصانیف، مولفات اور تراجم نے نسل نو پر ایک خاص اثر مرتب کیا ہے۔

ان کے خاندان کی ایک خاصیت رہی ہے کہ وہ پچھلی دو صدیوں سے یہ سب سے ممتاز حیثیت کا حامل رہا ہے، امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ وقت کے سب سے عظیم فقیہ اور عالم تھے؛ امام احمد رضا خان کے صاحب زادے اور تاج الشریعہ کے مرشد و مربی کا لقب ہی ''مفتی اعظم عالم'' تھا؛ جارڈن کی انسانی اعداد شمار کے تعلق سے مشہور تنظیم Royal Islamic Strategic Studies Centre نے حضور ازہری میاں علیہ الرحمہ کو موجودہ وقت کا سب سے بڑا مفتی اور دنیا کی بائیسویں با اثر مسلم شخصیت قرار دیا تھا اور صاف لفظوں میں لکھا تھا: South Asia (دکھن ایشیا) میں ان کے فالوورس (متبعین) کی تعداد 200 ملین [20 کروڑ] سے زائد ہیں'' مشہور ندوی عالم اور کئی کتابوں کے مصنف ڈاکٹر ہارون ندوی نے اپنے چینل پر اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ ''حضور تاج الشریعہ اعلی حضرت کے بعد دنیا کے دوسرے سب سے زیادہ علم رکھنے والے شخص تھے۔''

فقہ و افتا، تدریس اور بیعت و ارشاد آپ کے اصل میدان تھے، آپ نے عمر کا ابتدائی حصہ تحصیل علم میں صرف کیا، اخیر میں روحانیات غالب رہی، جو کچھ لکھتے ضرورتاً لکھتے اور ایسا لکھتے کہ پھر ضرورت تشنہ کام نہ رہتی، وہ ایک مصنف تھے، کتابوں کی فہرست بڑھا کر دھونس جمانے والے لکھاری نہیں تھے، وارث علوم اعلی حضرت تھے، انھوں نے جو بھی لکھا، لاجواب لکھا۔

تصانیف کا تجزیاتی مطالعہ

''ہجرت رسول ﷺ'' لکھ کر ہمیں بتایا کہ اسلام اور فروغ اسلام میں واقعہ ہجرت کا کتنا بڑا کردار ہے، کیسے بے سر و سامان مہاجرین دنیا میں سب سے بڑا انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہو گئے؛ ''جشن عید میلاد النبی ﷺ'' میں سیرت رسول ﷺ اور تاریخ اسلام پر دقت نظر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے؛ ''نغمات اختر'' آج بھی عشاق رسول ﷺ کو راحت و سکون کا سامنا فراہم کر رہی ہے، سوز و گداز عطا کر رہی ہے، آداب عشق سکھا رہی ہے؛ ''سنو! چپ رہو'' سے قرآن کریم، تلاوت کلام پاک کی عظمت سے آگاہ کیا اور بتایا کہ تلاوت قرآن کریم کے وقت خاموشی اختیار کرنا اور دوران تلاوت زبان سے کوئی بھی لفظ نہ نکالنا ضروری ہے ''کیا دین کی مہم پوری ہو چکی؟'' اور ''آثار قیامت'' لکھ کر عوام کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی، ان کی کوتاہیوں

پر مہمیز کیے ''تصویروں کا شرعی حکم'' تالیف فرما کر مسلمانوں کو بتایا کہ جاندار کی دستی، عکسی، معظم وغیر معظم ہر طرح کی تصویر حرام ہے، پھر اس فتوے پر ایسی استقامت برتی کہ اس کے دور رس اثرات مرتب ہوئے اور آج تک محسوس ہو رہے ہیں۔

''الحق المبین'' لکھ کر فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے گئے چند جاہلانہ اعتراضات کا ایسا علمی اور دندان شکن جواب دیا کہ مخالفین اپنا سامنہ لے کے رہ گئے ''ٹائی کا مسئلہ'' لکھ کر یہ بتایا کہ ''ٹائی'' صلیب کی علامت (The sign of the Cross) اور عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے، اسلام میں اس کے جواز کی کوئی گنجایش موجود نہیں۔ اس فتوے کا یہ اثر ہوا کہ بڑے بڑوں نے گلوں سے پھانسی کا یہ پھندا اتار پھینکا۔

اسی طرح ''الصحابۃ نجوم الاہتداء'' اور ''تحقیق انَّ ابا سیّدنا ابراہیم علیہ السلام (تارح) لا (آزر)'' تصنیف فرمائی تو دنیا کی سب سے بڑی مذہبی یونیورسٹی ''جامعۃ الازہر'' کے کئی اساتذہ اپنی موقف تبدیل کرنے پر مجبور ہو گئے؛ قصیدہ بردہ شریف کی شرح لکھنے پر آئے تو ''الفردۃ فی شرح البردۃ'' لکھ کر جدید عربی ادب کی بکھری زلفیں سنوار دیں، نکات کے ایسے سوتے پھوٹے کہ علمائے عرب، حیرت سے دانتوں تلے انگلیاں دبا کر رہ گئے؛ مداریوں کی رد میں فتویٰ لکھا تو ان کے گندے اور کفریہ عقائد اتنے محققانہ انداز میں طشت از بام کیے کہ پھر انہیں کہیں سر چھپانے کی جگہ نہ ملی، انہیں پھر کوئی منہ نہ لگایا۔

حضرت ازہری میاں علیہ الرحمہ کی ''اسمائے سورہ فاتحہ کی وجہ تسمیہ'' نے یہ ثابت کر دیا کہ موجودہ وقت میں، فقہ کے ساتھ ساتھ علم تفسیر کا تاج بھی آپ ہی کے سر جاتا ہے، میں نے علامہ سید محمد طنطاوی (سابق شیخ جامعۃ الازہر، مصر) کی ''التفسیر الوسیط'' پڑھی ہے، اسمائے سورۂ فاتحہ اور ان کے وجوہ تسمیہ کو پہلے دوسرے صفحے میں ہی ذکر فرمایا ہے، میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس مقام پر ان کا قد تاج الشریعہ سے کہیں بھی اونچا نہیں ہے، آپ نے ''القول الفائق'' لکھ کر یہ بتایا کہ فاسق بالخصوص بے ریش کی اقتدا سے اپنی نمازیں کیسے بچائی جائیں ''ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن''

لکھا تو ایسی منفرد تحقیق پیش فرمائی کہ جواز کے کئی قائل آپ کی شاہ کار تحقیق پڑھ کر اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لیے ''دفاع کنز الایمان'' تصنیف فرما کر اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کا شاندار دفاع کیا اور ایسا کیا کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہی ''شدّ المشارع'' لکھ کر ایک باطل نظریہ (اسلام کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ضرورت نہیں) کی دھجیاں اڑا دی ''نہایۃ الزین فی التخفیف عن ابی لہب یوم الاثنین'' لکھ کر ثابت کیا کہ یہ سچ ہے کہ ولادت رسول ﷺ کی خبر سن کر اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کرنے کی برکت سے پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے ''تین طلاق کا شرعی حکم'' لکھ کر ایک نشست میں تین طلاق کے وقوع کے مخالفین کو دندان شکن جواب دیا۔

ایشیا کے عظیم مصنف اور اسلامی اسکالر، حضرت امام احمد رضا خان بریلوی (علیہ الرحمہ) کی مفید عام اور علمی کتابوں کا فصیح ترجمہ کر کے چہار دانگ میں پھیلایا، ترجمہ نگاری کے فن میں مہارت کو دیکھنے کے لئے نمونے میں بس ''المعتقد المنتقد'' ہی کافی ہے، جنھیں حضور تاج الشریعہ کے علم وفن، گہرائی و گیرائی، دقت نظر، کمال احتیاط اور زبان و بیان کی سلاست و روانی کا کچھ اندازہ لگانا ہو، وہ شائع شدہ فتاویٰ پڑھے، خود کو کاسہ لے کر، علم و معرفت کے ایک سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے محسوس کریں گے۔

یہ تو نثر تھا، نظم کی بات کریں تو اس میدان کے بھی شہسوار نظر آتے ہیں، اس عنوان پر ادبی بحث ہوتے رہتے ہیں کہ شعر کہنا مشکل ہے یا نثر نگاری؟ لیکن اس بات پر سبھی متفق نظر آتے ہیں کہ دونوں میں کمال حاصل کرنا بہت مشکل ہے، علامہ اختر رضا بریلوی نے دونوں میں نہ صرف کمال حاصل کیا؛ بلکہ اسے بخوبی برتا بھی ہے، ان کا ہم سے جدا ہوئے دو سال کا عرصہ بیت گیا، خلا اب بھی باقی ہے، کسک تازہ ہے، دنیا ابھی بھی کوئی بدل پیش نہیں کر سکی ہے، ایسی ہمہ جہت شخصیات تو برسوں میں جنم لیتی ہیں۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

□□□

از: مولانا سید اولادِ رسول قدسی*

چھٹی اور آخری قسط

آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ اس کی عمارت حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل بیت المعمور (جو ساتویں آسمان پر ہے) کے بالکل مقابل بحکم الٰہی فرشتوں نے بنائی، حضرت آدم علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے کعبہ کا طواف زمینی فرشتے کیا کرتے تھے اور اس کا حج زمین و آسمان کے سارے فرشتے، پھر جب خداوند قدوس کی مشیت سے حضرت آدم علیہ السلام اس روئے زمین پر جلوہ گر ہوئے تو نہ صرف یہ کہ آپ نے اس کی تعمیر میں اضافہ کیا بلکہ آپ اس کے طواف کے پہلو بہ پہلو اس کی طرف رخ کر کے نماز بھی پڑھتے رہے، اس کے بعد آپ کے شہزادے حضرت شیث علیہ السلام نے بھی اس کی کچھ مرمت سازی فرمائی، حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب عذاب الٰہی کی شکل میں طوفان آیا تو کعبہ کی عمارت سفید ٹیلے کی شکل میں رہ گئی، زمانہ گزرتا گیا یہاں تک کہ رب قدیر کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ''مکعب'' کی شکل میں اس کی از سر نو ایسی تعمیر فرمائی کہ اس کے طول و عرض بالکل برابر رہے اور یہ کعبہ کے نام سے متعارف و مشتہر ہونے لگا، اس کے تقدس کا یہ عالم ہے کہ دور دراز سے لوگ سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے کثیر تعداد میں آتے ہیں، اس کا طواف کرتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کو خوب نذر و نیاز بھی دیتے ہیں۔

وزیر اعظم نے شاہ یمن سے مزید یوں کہا کہ جناب والا! اس مقدس گھر کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ روئے زمین پر اس سے بڑھ کر کوئی جگہ مقدس نہیں کیوں کہ یہ کعبہ بیت اللہ سے موسوم ہے، وزیر اعظم شاہ یمن تبع اوّل حمیری سے مزید یہ کہا حضور والا! جب یہ شان ہے کعبہ کی، شہر مکہ اور اہل مکہ کی تو پھر یہ لوگ بھلا آپ کو خاطر میں کیا لائیں، آپ کا پر شکوہ لشکر اور نہ آپ کی تمکنت و سطوت انہیں مرعوب کر سکی۔

چاہئے تو یہ تھا کہ مقدس کعبہ کی عظمت و فضیلت سننے کے بعد بادشاہ اس کی شان و شوکت کے سامنے سر بہ خم ہو جاتا مگر نتیجہ بالکل برعکس نکلا، بادشاہ یہ سب سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا، غصے سے تلملانے لگا اور اس کے دل میں آتش حسد ایسی بھڑکی کہ وہ پر جوش لہجے میں چیختے ہوئے قسمیہ کہنے لگا کہ میں اس کعبہ کو مسمار کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا اور یہاں کے سارے باشندوں کو قتل کر کے نیست و نابود کر دوں گا، نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جوں ہی بادشاہ نے خانۂ کعبہ کے مسمار کرنے کی بات کہی، غضب الٰہی کا یوں ظہور ہوا کہ بادشاہ کی ناک، منہ اور آنکھوں سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا اور اس سے ایسا تعفن اٹھا کہ اس کے ارد گرد کسی کے اندر بیٹھنے کی تاب نہ رہی، سارے لشکر میں کھلبلی مچ گئی، سب سکتے میں تھے کہ آخر ناگہاں بادشاہ کو کیا ہو گیا؟ جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں لکھا ہے کہ شاہِ یمن کے ساتھ بارہ ہزار حکما کی بھی جماعت تھی، ان حکیموں نے بے حد کوشش کی، مختلف تراکیب استعمال کئے مگر بادشاہ کی حالت میں ذرہ برابر بھی کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی، افاقہ ہونے کے بجائے مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا، بالآخر سارے حکما نے بے بس و لاچار ہو کر بادشاہ کے مرض کو لاعلاج قرار دے دیا، نتیجتاً تشویش بڑھتی چلی گئی، کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس مصیبتِ ناگہانی سے بادشاہ کو کیسے نجات ملے۔

جب معاملہ سنگین سے سنگین تر ہو گیا تو علما کی جماعت میں سے ایک جید عالم ربانی بادشاہ کی خدمت میں آئے اور اس کی نبض

انوارِ مصطفیٰ

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

دیکھ کر کہنے لگے جناب والا! آپ کی صورت حال بے حد پیچیدہ ہے، میرا خیال یہ ہے کہ دنیا کا کوئی بھی طبیب آپ کو شفایات کر ہی نہیں سکتا کیوں کہ آپ کا مرض زمینی نہیں بلکہ آسمانی معلوم ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے بالضرور کوئی ایسی مذموم نیت کی ہے جو خداوند قدوس کے غیض وغضب اور اس کی سخت ناگواری کا باعث ہے، لہٰذا اگر آپ اس مرض لاعلاج سے رستگاری وشفایابی چاہتے ہیں تو آپ بلا تاخیر فوراً اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں اظہار ندامت کرتے ہوئے توبۂ نصوح کریں، مجھے امید واثق ہے کہ آپ کو شفائے عاجلہ کے ساتھ صحت کاملہ بھی نصیب ہوجائے گی۔

عالم ربانی کے گراں قدر مشورے پر بادشاہ نے عمل کرتے ہوئے اپنے مذموم ارادے یعنی خانۂ کعبہ کی مسماری کے ارادے سے جوں ہی توبہ کی خون کا جریان فوراً بند ہوگیا، درد کافور ہوگیا، متعفن مادوں کا خروج بالکلیہ مسدود ہوگیا اور بادشاہ مکمل شفایاب ہوگیا، بادشاہ کی شفایابی سے پورے لشکر میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑنے گئی، ہر طرف فرحت وانبساط کی ہوائیں چلنے لگیں، لوگوں کی فکر وتردد کا انسداد ہوگیا، ہر شخص نشاط خیز فضا میں سانس لینے لگا، ہر زبان سے تشکر کے الفاظ کی بارش ہونے لگی، مگر کوئی بھی بادشاہ کی صحت یابی کا راز نہیں سمجھ پارہا تھا ہر ایک کے پردۂ ذہن پر ایک ہی سوال بار بار ٹکرا رہا تھا کہ بادشاہ کو اس لاعلاج مرض سے نجات کیسے ملی۔

لیکن بادشاہ کو سمجھتے قطعی دیر نہ لگی کہ یہ کوئی مرض نہیں تھا بلکہ مذموم ومقبوح نیت کا تازیانۂ عبرت تھا، اس واقعہ کا بادشاہ کے ذہن ودماغ پر قابل تحسین مثبت ایسا اثر پڑا کہ جہاں اس کا عقیدۂ توحید مستحکم و پرثبات ہوگیا، وہیں اس کے دل میں بیت اللہ شریف کی عظمتیں راسخ سے راسخ تر ہوگئیں، یہی وجہ تھی کہ شفایاب ہوتے ہی بادشاہ بارگاہ خداوند قدوس میں سجدہ ریز ہوا اور فرط عقیدت ومسرت میں خانۂ کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھا کر شاد کام ہوا اور مکۃ المکرمہ کے ہر ایک رہنے والے کو سات اشرفیاں اور سات ریشمی جوڑے دیئے۔

اس کے بعد انتہائی خوشگوار ماحول میں بادشاہ نے اپنے عظیم الشان قافلے کے ساتھ مدینہ منورہ کے لئے رخت سفر باندھا، قافلہ جوں ہی مدینہ منورہ میں داخل ہوا یک بیک علما کے دلوں کی کیفیات بدل گئیں، ان کے چہروں سے بشاشتوں کی کرنیں پھوٹنے لگیں اور سارے علما یک زبان ہوکر بادشاہ سے کہنے لگے کہ اب ہم اس مقدس سرزمین سے کبھی نہ جائیں گے، ہمیں تا حیات یہیں رہنا ہے، اچانک علما کی یہ باتیں سن کر بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی، اس نے پوچھا کہ آخر بات کیا ہے؟ اس شہر میں کون سی ایسی خوبی ہے کہ جس کی بنیاد پر تم سب نے مستقل طور پر یہاں سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

علما چونکہ کتب سماویہ کا اچھا علم و درک رکھتے تھے اور انہوں نے آسمانی کتابوں میں باضابطہ بڑی وضاحت کے ساتھ پڑھ رکھا تھا کہ ایک دن آئے گا جب نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب پر ان کے شہر والے اس قدر مظالم کے پہاڑ توڑیں گے کہ بالآخر حکم خداوندی پر آپ ہجرت فرما کر جس مقدس شہر میں تشریف لائیں گے وہ شہر کوئی اور نہیں بلکہ یہی شہر مدینہ ہوگا، علما کو اپنے علم و دانش پر اس قدر اعتماد تھا کہ انہوں نے بڑے وثوق کے ساتھ بادشاہ کو بتایا کہ یہ شہر کوئی معمولی شہر نہیں بلکہ اس شہر کو نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ اور آخری آرام گاہ ہونے کا تقدس حاصل ہوگا، اس لئے ہماری قلبی تمنا ہے کہ ہم اس متبرک سرزمین پر اپنی زندگی کے بقیہ لمحات گزاریں، اگر ہماری زندگی میں نبی آخر الزماں تشریف لائے تو ہم ان کے دیدار سے بہرہ ور ہوجائیں گے اور اگر ایسا ممکن نہ ہوا تو کم از کم اتنا تو ہمیں شرف حاصل ہو ہی سکتا ہے کہ ہماری قبروں میں آپ کی نعلین پاک کی خاک کبھی اڑ کر پڑ جائے تو وہی ہمیں نجاوت اخروی کا پروانہ عطا کرجائے گی۔

بادشاہ علما کی باتیں بغور سنتا جارہا تھا اور اس کی حیرتوں میں اضافہ بھی ہوتا جارہا تھا، جب علما نے اپنی خواہشوں کا اظہار کردیا تو اس نے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہی خطہ ہجرت گاہِ نبی آخر الزماں ہے، علما نے بادشاہ کے سوال پر کیا ایمان افروز اور روح پرور جواب دیا اور وہ جواب بادشاہ کے لئے کس قدر متاثر

کن ثابت ہوا ملاحظہ کریں۔

علما نے شاہ یمن تبع اوّل حمیری کے اس سوال پر ”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہی خطہ ہجرت گاہ نبی آخر الزماں ہے۔“ برجستہ جواباً کہا کہ حضور والا! بات دراصل یہ ہے کہ ہم نے ہجرت گاہ خاتم الانبیاء سے متعلق جو جو علامتیں کتب سماویہ میں پڑھی ہیں، وہ سب من وعن یہاں موجود ہیں، علاوہ ازیں ربّ قدیر کے بے پایاں لطف وکرم سے ہم اس سرزمین کی مٹی کو سونگھ کر اور یہاں کی کنکریوں کو دیکھ کر متیقن ہو گئے کہ بلاشبہ اس شہر کو ختمی مرتبت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ وآرام گاہ ہونے کا اعزاز میسر ہوگا، علما کی عقیدت ومحبت سے لبریز اور ایمان افروز باتیں سن کر بادشاہ اس قدر متأثر ہوا کہ اس نے فوراً حکم نامہ جاری فرمایا کہ ان جلیل القدر متبحر علما کی رہائش کے لئے چار سو ۴۰۰ر مکانات کی تعمیر کئے جائیں۔

چنانچہ بادشاہ کے حکم پر چار سو مکانات بنوائے گئے مگر ان میں ایک مخصوص دو منزلہ مکان بنوایا گیا اور اس مکان کو ان علما میں جو سب سے بڑے عالم ربّانی تھے، ان کی تحویل میں دیتے ہوئے بادشاہ نے انہیں نبی آخر الزماں کی خدمت اقدس میں ایک خط لکھ کر پیش کیا اور یہ تاکید کی کہ اگر آپ نبی آخر الزماں کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے تو یہ مکان میری جانب سے حضرت والا تبار کی بارگاہ میں ہدیہ کر دینا اور یہ خط بھی پیش کر دینا اور اگر آپ کی حیات میں ایسا ممکن نہ ہوا تو یہ وصیت اپنی اولاد کے مابین جاری کر دینا اور یہ سلسلۂ وصیت اس وقت تک جاری وساری رہے، جب تک کہ نبی آخر الزماں اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس مکان کو سرفراز نہ فرمادیں، پھر بادشاہ سبھی علما کی اچھی خاصی مالی امداد کرنے کے بعد اپنے ملک یمن روانہ ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ بتائیں کہ رسول گرامی قدر ﷺ اس مکان پر کب قدم رنجہ ہوئے اور آپ کی بارگاہ میں کب یہ خط پیش کیا گیا، آیئے! اختصار کے ساتھ اس عظیم الشان عقیدت خیز اور ایمان افروز خط کے مضمون کا ترجمہ ملاحظہ کریں، سطر سطر پڑھتے جایئے پھر دیکھئے گا کہ اختتام کے بعد آپ کی زبان بے ساختہ یوں پکار اٹھے گی کہ یہ خط نہیں ہے بلکہ بے لوث عقیدتوں کا سرچشمہ اور بے بہا دولت ایمانی کا خزینہ ہے:

”من جانب احقر العباد تبع اوّل حمیری بہ بارگاہ محمد رسول اللہ ﷺ، یارسول اللہ! میں بصد ناز آپ پر اور آپ پر منزل ہونے والی کتاب خدا پر ایمان لاتا ہوں اور میں آپ کے دین متین کی پیروی واتباع پر فخر وانبساط محسوس کرتا ہوں، اگر مجھے آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقع ملا تو کیا کہنا اور اگر یہ شرف مجھے میسر نہ آسکا تو آپ کی بارگاہ میں میری التجا ہے کہ بروز حشر اپنے اس غلام کو یاد رکھنا اور اس کی شفاعت فرمانا، بفضل الٰہی مجھے آپ کی پہلی امت ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور میں آپ کی بعثت وآمد کے قبل آپ کے دست نبوت پر بہ صمیم قلب بیعت کرتا ہوں اور اس بات کی برملا شہادت دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور آپ بلاشبہ اس کے برگزیدہ بندے اور رسول برحق ہیں۔“

سب سے بڑے عالم ربانی کے حوالے یہ تاریخ ساز خط کرنے کے بعد شاہِ یمن اپنے ملک واپس چلا گیا، ربّ کائنات کے فیضان کرم سے ان چار سو علما کی اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ مدینہ منورہ کی آبادی کئی گناہ بڑھ گئی اور شاہِ یمن تبع اوّل حمیری کے خط کی بھی ہر زمانے میں مکمل حفاظت کی جاتی رہی، یہاں تک کہ ایک ہزار سال کے بعد نبی آخر الزماں ﷺ نے سفر ہجرت فرمایا اور جب مدینہ منورہ میں آپ کا ورود مسعود ہوا تو آپ کے استقبال اجلال کے لئے پورا مدینہ دیوانہ وار ٹوٹ پڑا۔

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب مستطاب ”مدارج النبوۃ“ میں مدینے والوں کی دیوانگی ووارفتگی سے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ روزانہ صبح سے شہر کے باہر سرکار ابد قرار ﷺ کی آمد کا بڑی بے چینی سے انتظار کرتے اور جب شام ہو جاتی تو بے حد مایوسی کے عالم میں اپنے گھروں کو لوٹ جاتے، ایک دن ایسا آیا کہ اہل مدینہ کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، ان کی دیرینہ تمنائیں صد رشک انجمن بنیں، تاجدار مدینہ کی تشریف آوری ہوئی۔

آپ کی تشریف آوری کے وقت اہل مدینہ میں کس قدر جوش وخروش کا عالم تھا، اسے احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا، مرد تو مرد ہیں پردہ نشین خواتین نے بھی مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر آپ کے خیر مقدم میں جو اشعار پڑھے تھے انہیں ذیل میں مع ترجمہ ملاحظہ کریں اور ان کے جذبۂ عشق مصطفیٰ ﷺ کو سلام پیش کریں۔ ؎

طلع البدر علینا، من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا، مادعی للہ داع

یعنی وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چاند طلوع ہوا، ہم پر شکر الٰہی بجالانا واجب ہے، جب تک اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے والے دعا کرتے ہیں۔

ایہا المبعوث فینا، جئت بالامر مطاع

انت شرفت المدینۃ، مرحباً یاخیر داع

یعنی اے ہم میں بھیجے جانے والے! آپ ایسا دین لائے کہ جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے، آپ نے مدینہ کو شرف بخشا، اے دعوت حق دینے والے! آپ کا تشریف لانا مبارک ہو۔

فلبسنا ثوب یمن، بعد تلفیق الرّقاع

فعلیک اللہ صلیٰ ، ماسعیٰ للہ ساع

یعنی پہلے ہم پیوند لگے کپڑے پہنا کرتے تھے اور آج (آپ کی آمد کی خوشی میں) ہم نے یمنی کپڑے پہن رکھے ہیں، اللہ اس وقت تک رحمتیں نازل فرمائے جب تک لوگ اس کی رضا کے حصول کے لئے کوشاں رہیں۔

تاریخ کے سنہری اوراق شاہد ہیں کہ خواتین کی کیا تخصیص مدینہ منورہ کی چھوٹی چھوٹی بچیاں فرطِ کیف وانبساط میں دف بجا کر والہانہ انداز میں یوں نغمہ سرائی کرتی ہوئی نظر آتی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجّار

حاجبذا محمد من جار

یعنی ہم قبیلۂ بنونجار کی بچیاں ہیں، واہ رے ہماری قسمت! کیا ہی عمدہ ہوا کہ حضرت محمد ﷺ ہمارے پڑوسی ہو گئے۔

زرقانی علی المواہب کی پہلی جلد میں مرقوم ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے جب بنونجار کی بچیوں کے بے مثل مسرت خیر و محبت آمیز انداز کو ملاحظہ فرمایا تو ان سے پوچھا کہ یہ بتاؤ بچیو! کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ اس سوال پر بچیوں نے انتہائی گرم جوشی اور ولولہ خیز انداز میں بیک زبان عرض کیا: کیوں نہیں! بے شک ہم آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہیں، بچیوں کے اس جواب پر آپ تبسم ریز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں بھی تم سے بے حد پیار کرتا ہوں، رسول گرامی قدر ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے یہ سن کر بچیوں کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی اور وہ اپنی قسمت پر بے حد ناز کرنے لگیں۔

صاحب مدارج النبوۃ نے مدینے کے چھوٹے چھوٹے بچوں سے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ حضور پرنور ﷺ کی آمد پاک کے وقت ان کی فرحت وشادمانی کا یہ عالم تھا کہ مدینے کی گلیوں میں آپ کی آمد پاک پر انتہائی جوش وخروش کے ساتھ اس طرح نعرے لگائے پھرتے تھے کہ ان کے نعروں کی آواز سے مدینے کی وادیاں اور پہاڑیاں گونج اٹھتی تھیں۔

سرور عالم ﷺ کے مایۂ ناز صحابی حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت کی نشاط آگئیں کیفیات سے متعلق بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی کہ مدینہ منورہ میں آپ کے ورود مسعود کے حسین موقع پر جو کیف وسرور اور انوار وتجلیات کا آنکھوں کو خیرہ کرنے والا منظر نظر آیا، ایسا منظر نہ اس سے پہلے مدینے میں دیکھا گیا اور نہ اس کے بعد۔

جوں ہی رسول گرامی وقار ﷺ نے مدینہ منورہ کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا، ہر شخص اس بات کا متمنی وخواہاں نظر آرہا تھا کہ حضور پرنور ﷺ اس کے گھر کو اپنے قدوم پاک سے فیض یاب فرمائیں، آپ نے دیوانوں کے جذبۂ شوق کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہاری دیوانگی قابل صد تحسین وآفریں ہے، مگر میری اونٹنی مامور من اللہ ہے، لہٰذا وہ جہاں ٹھہرے گی، میں بھی وہاں ٹھہروں گا، تم اس کی نکیل چھوڑ دو، جس جگہ خدا کو منظور ہوگا، اسی جگہ آکر بیٹھ جائے گی۔

حکمت خداوندی پر قربان جائیے کہ آپ بقیہ ص ۳۸ پر

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

جلسے، مقررین اور نقبا

احوال قوم وملت

ہمارے جلسے لفافہ دینے والے اور دلوانے والوں کی مدح سرای سے آگے نہیں بڑھ پاتے؛ پڑھے لکھے لوگوں یا سنجیدہ گفتگو کرنے والوں کی کوی گنتی نہیں رٹی رٹای تقریریں غیر علمی ہفواتیں؛ ترنم ریزیاں موجودہ اشخاص کے فضایل ومناقب پہ جلسے ختم ہوجاتے ہیں۔

پہلے نعت خوانی ہوتی تھی، اب سجادگان اور پیر صاحبان کی مدح خوانی، ان کے ذاتی مخالفوں کی ہجو، اہل جلسہ اور بالخصوص شعرا، نقبا تو جیسے حمد ونعت کی جگہ ہرزہ سرائی اور بے بنیاد باتوں کو ترنم کا جامہ پہنارہے ہیں؛ رہے مقرر حضرات تو قصے کہانیاں؛ فضول کے واقعات؛ چیخ پکار اور تقریر چاہے جس موسم میں ہو، جس موضوع پہ ہو، کربلا شریف کے جذباتی قصوں سے عوام کورلانا ضروری سمجھتے ہیں؛ اگر کوئی پیر صاحب بیٹھے ہیں اور کہیں ان کے نام میں سید لگا ہوا ہے، وہ سید ہوں خواہ اُریزنل شاہ صاحب ہوں، نہ ان کا صحیح نام معلوم، نہ ان کے خاندان کے بارے میں کوئی معلومات پھر بھی مقرر اور ناظم جلسہ پوری شدت وقوت کے ساتھ اولاد غوث اعظم؛ اولاد رسول؛ اولاد علی؛ جگر گوشۂ بتول وغیرہ وغیرہ کا اعلان کرتے ہیں اور بار بار دعوت بیعت اور جنت میں لے جانے جیسی باتیں کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ حضور پرنور صلی االلہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذرّیت طیبہ طاہرہ کسی جھوٹی تعریف کی محتاج نہیں، ان کے فضائل جو قرآن وسنت میں مذکور ہیں، وہ ہمارے لیے رہنما ہیں، اس سے تجاوز یا تورفض ہے یا غلو اور ان کی شان گھٹانا تفریط ہے، جوشیوۂ خارجیت ووہابیت ہے اور ان دونوں مہلک بیماریوں سے ہمیں اعلیٰ حضرت نے بہت پہلے ہی آگاہ فرمادیا اور بتایا ہے کہ رافضی اور خارجی دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے دور اور وہ ان دونوں سے دورونفور۔ ے

اولیں دافع اہل رفض وخروج
چارمی رکن ملت پہ لاکھوں سلام
ماحی رفض وتفضیل ونصب وخروج
حامی دین وملت پہ لاکھوں سلام

آج اہل سنت کو دوطرح کی پریشانیوں کا سامنا ہے ایک توعوام وخواص میں پھیلی بے عملی اور بے راہ روی؛ اس کا علاج لمبی چوڑی تقریر ونصیحت یا مضمون لکھنا؛ پوسٹ لکھنا؛ مشورہ دینا؛ دوسروں پر تنقید کرنا کہ علما یہ نہیں کر رہے ہیں؛ خانقاہ والے وہ نہیں کر رہے ہیں؛ نہیں! بلکہ خود عمل کے میدان میں اترنے کی ضرورت ہے، اگر تقریروں؛ نصیحتوں اور لاابالی مضمون نگاروں؛ تقیہ باز ایڈیٹروں؛ نفس پرست پوسٹ لکھنے والوں سے ملت کے مسائل حل ہوجانے والے ہوتے تو بہت پہلے ہوچکے ہوتے؛ لیکن ایسا نہیں ہے دوسروں کو مشورہ اور نصیحت سے پہلے اخلاص نیت کے ساتھ عمل کی ضرورت ہے۔

دوسری بیماری بدعقیدگی اور صلح کلیت ہے؛ یہ چیز اب عوام سے بڑھ کر علما ومشائخ تک میں پہنچ چکی ہے؛ دوسروں کو حرام حلال اور کفر نفاق پر تنبیہ شدید فرمانے والے لوگ بد دینوں اور بدمذہبوں سے اتحاد اور رشتہ ناطہ جوڑنے کی وکالت کر رہے ہیں؛ خانقاہوں میں رافضیت جڑ پکڑ رہی ہے؛ پیر صاحبان کا چادر، گاگر اور دست بوسی، قدم بوسی سے آگے ذہن نہیں پہنچتا؛ اگر کوئی شخص صحابہ یا اہل بیت یا سرور کائنات صلی االلہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا گستاخ ہے یا گستاخوں کا حامی محامی ہے تو دست بوسی قدم بوسی فایدہ نہ دے گی، کتنے جاہل پیر بنے بیٹھے ہیں جو مریدوں سے قدم بوسی سے آگے سجدہ کراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرشتوں نے بھی

* مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ کے جنرل سکریٹری ہیں۔

حضرت آدم کو سجدہ کیا تھا، ان جاہلوں کو کون بتائے کہ وہاں تو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ آدم کی طرف رخ کر کے سجدہ کرو، تم جاہلوں کے لیے کون سی وحی نازل ہوئی کہ تم مریدوں کو اپنے آگے سر پٹکواتے ہو؟ عورتوں سے بے پردہ ملنا؛ ہاتھ پکڑ کر عورتوں کو مرید کرنا؛ ان کے سر پر ہاتھ رکھنا۔

اگر کوئی عالم کچھ کہہ دے تو کہتے ہیں: یہ طریقت ہے، میں کہتا ہوں: یہ طریقت نہیں، جہالت وخباثت ہے؛ ایمہ مجتہدین کے مسلک سے روگردانی؛ غیر مقلدیت کی ترجمانی اور دعویٰ صوفیت کا؛ اپنے مدرسوں اور خانقاہوں میں بدمذہبوں کو دعوت دے کر بلانا؛ کافروں اور مشرکوں کو مریدی کے جال میں پھنسانا اور سنیوں کو فریب دینے کا نام تصوف نہیں، جو شخص حنفیت کا دعویٰ کرے پھر غیر مقلدیت کی حمایت کرے، وہ ''صوفی'' نہیں ''سوقی'' ہے۔

کافر ومشرک کو مرید کرنے والا یا تو تصوف کی تا سے بے بہرہ ہے یا پھر وہ اسلام وایمان سے کوسوں دور؛ تصوف اور پیری مریدی اسلام میں ہے، جو پیری مریدی اسلام سے جدا ہے، وہ پیری مریدی ہی نہیں بلکہ ایسے پیر ومرید دونوں ہی اسلام سے باہر ہیں۔ے

سونا جنگل رات اندھیری چھای بدلی کالی ہے
سونے والوں! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاوہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

□□□

ص ۵۷ رکا بقیہ........................

ساتھ تھے ہیں ساتھ آقا کے رہیں گے ساتھ ساتھ
خوش نصیبی کا ستارا حضرتِ صدیق ہیں
ہیں عتیق نار وہ سرکار کا ارشاد ہے
قصر جنت کا سویرا حضرتِ صدیق ہیں
قدسیؔ امت پر ہے واجب ان کی الفت حشر تک
عرشِ رفعت کا اجالا حضرتِ صدیق ہیں

ص ۵۴ رکا بقیہ........................

مہیب شکل میں بیٹھا ہے مملکت میں تری
انا کا اژدہا پھیلائے پھن غریب نواز
قلم کی بوندیں نچھاور ترے تقدس پر
نثار تجھ پہ مرا شعروفن غریب نواز
لگے ہیں دیکھنے شک کی نگاہ سے ہم کو
ہمارے اپنے ہی کچھ ہم وطن غریب نواز
شگفتگی و تروتازگی عطا کردو
مری حیات کا سُونا ہے بَن غریب نواز
فروغ دیں کا تسلسل نہ ٹوٹ پائے گا
تمہارا جاری رہے گا مشن غریب نواز
بدن سے خونِ علی کی مہک نکلتی ہے
ہو تم کرامت ذاتِ حسن غریب نواز
ترا طریق، طریق رسولِ عرب وعجم
تری روِش، روشِ پنجتن غریب نواز
زمین ہند کو سرسبز کر گئے گوہرؔ
لگا کے صدق ویقیں کا چمن غریب نواز

جماعت رضائے مصطفیٰ

یہ اعلیٰ حضرت کی قائم فرموہ ایک روشن تاریخ کی حامل جماعت ہے، جس کی نشاۃ ثانیہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں ہوئی۔
برادران اہل سنت اپنے اپنے علاقے میں اس کی شاخیں قائم کریں اور مرکز سے جڑ کر اپنی ملّی و مذہب خدمات انجام دیں۔

قارئین کرام توجہ فرمائیں

قارئین کرام! اگر آپ کو رسالہ نہیں مل پا رہا ہے تو برائے مہربانی فون کر کے اطلاع دیں تا کہ آپ کو رسالہ مل سکے۔

احوال قوم وملت

از: مولانا کوثر امام قادری*

عقیدۂ تجسیم اور شیخ البانی

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات کے سلسلے میں جو عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت ہے اور جمہور علمائے اسلام، فقہائے کرام، محدثین عظام، مجتہدین امت صوفیائے حق نے جسے اپنایا اور حق وصحیح تسلیم کیا وہ یہ ہے:

''اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات بے مثل وبے مثال ہے، اللہ تعالیٰ ہر طرح کے عیوب ونقائص سے پاک ہے، حد وجہت، فرمان ومکان، جسم، ترکیب سے پاک ہے، اٹھنا، بیٹھنا، نقل وحرکت، چڑھنا اترنا، ہاتھ، کان، ناک، پاؤں، قدم، سان، چہرہ، منہ، سینہ، چھاتی، جسمانی اعضاء، عواض ذاتیہ عوارض جسمانیہ وغیرہ تمام امور سے پاک ومنزہ ہے۔''

کتاب وسنت میں جو الفاظ وکلمات ایسے وارد ہوئے جن سے اعضائے جوارح اور نقل وحرکت کے معانی معلوم ہوتے ہیں، وہ ہر گز مراد نہیں بلکہ عظمت الٰہی اور شان خداوندی کے مطابق ان کی تاویل کی جائے گی یا ان کے ظاہر پر ایمان لائے ہوئے ان کے حقیقی معنیٰ مراد کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے، یعنی تاویل یا تفویض کی صورتیں اپنائی جائے گی، اس سلسلے میں ناچیز کا ایک مقالہ احادیث متشابہات کا مطالعہ، شائع ہو چکا ہے۔

(۱) مولائے کائنات ابو الحسنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کان اللہ ولا مکان، وھو الاٰن علی ما علیہ کان (ای بلا مکان)۔ اللہ تھا اور کوئی جگہ نہ تھی، وہ اب بھی اس طرح ہے جس طرح پہلے تھا۔''

نیز فرمایا:

''ان اللہ تعالیٰ خلق العرش اظھار القدرتہ لا مکانا لذاتہ۔ (الفرق بین الفرق للبغدادی جلد ۱/ ۳۲۱) بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے عرش اعظم کو پیدا فرمایا نہ کہ اپنی ذات کے مکان کے لئے۔''

نیز فرمایا:

''من زعم ان الٰھذا محدود فقد جھل الخالق المعبود (حلیۃ الاولیاء جلد ۱/ ۷۳) جو شخص گمان کرے کہ ہمارا معبود محدود ہے تو اس نے پیدا کرنے والے معبود کو نہیں جانا۔''

(۲) امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''انت اللہ الذی لایحویك مکان۔ تو وہ اللہ ہے جس کو کوئی مکان حاوی نہیں۔''

نیز فرمایا:

''انت اللہ الذی لا تحد فتکون محدوداً۔ (اتحاف السادۃ المتقین ۴/ ۳۸۰) تو وہ اللہ ہے جس کی حد یں ہوتی کہ تو محدود ہو جائے۔''

(۳) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''من زعم ان اللہ فی شئی اومن شئی او علیٰ شئی فقد اشرك اذلو کان علی شئی لکان محمولا ولو کان فی شئی لکان محصوراً اولو کان من شئی لکان محدثاً۔ (الرسالۃ القیشریۃ ص ۶) جس نے گمان کیا کہ اللہ کس چیز میں ہے یا کس چیز سے بنا ہے یا کس چیز پر ہے تو اس نے شرک کیا، اس لئے کہ اگر وہ کسی چیز پر ہوگا تو محمول ہوگا اگر کسی چیز میں ہوگا تو محصور ہوگا اگر کسی چیز سے بنا ہوگا تو حادث ہو جائے گا۔''

(۴) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''ونقر بان اللہ سبحانہ وتعالیٰ علی العرش استوی من غیر ان یکون لہ حاجۃ الیہ واستقرارا علیہ و

هو حافظ العرش وغير العرش من غير احتياج فلو كان محتاجا لما قدر على ايجاد العالم و تدبيره كالمخلوق و لو كان محتاجا الى الجلوس والقرار فقيل خلق العرش اين كان الله تعالىٰ عن ذالك علوا كبيراً۔(کتاب الوصیہ ضمن مجموعۃ رسائل ابی حنیفہ ص ۲) ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ عرش پر استوا فرمایا بغیر اس کے کہ اسے اس کی حاجت ہو یا اسی پر ٹھہراؤ ہو اور وہ عرش وغیرہ کا محافظ ہے بغیر حاجت کے پھر اگر محتاج ہو تو عالم کے ایجاد وتدبیر پر قادر نہ ہوگا جیسے مخلوق اور اگر محتاج ہو عرش پر جلوس وقرار کا تو عرش کی تخلیق سے پہلے اللہ کہاں تھا؟ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند وبالا ہے۔‘‘

(۵) امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’انه تعالىٰ كان و لامكان فخلق المكان وهو على صفة الازلية كما كان قبل حلقه المكان لايجوز عليه التغير فى ذائه ولا التبديل فى صفاته۔(اتحاف السادۃ المتقین ۲؍۲۴) اللہ تعالیٰ کوئی مکان نہ تھا تو اسی نے مکان کو پیدا فرمایا اور وہ ازلیت کی صفت پر ہے جیسے مکان کی تخلیق سے پہلے تھا اور اس کی ذات وصفت میں تفسیر و تبدیلی جائز نہیں۔‘‘

(۶) امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ذات الٰہی کو جہت وجسمیہ زمان ومکان سے پاک مانتے تھے، بعض مجسمہ نے ان کو اپنے گروپ میں شامل کرنے کے لئے یہ افواہ اڑا دی کہ وہ امام ربانی بھی باری تعالیٰ کے لئے جہت ومکان تسلیم کرتے ہیں۔

امام ابن حجر ھیتمی فرماتے ہیں:

’’وما اشتهر بين جهلة المنسوبين الى هذا الامام الاعظم المجتهد من انه قائل بشئى من الجهة او نحوها فكذب وبهتان واختراء عليه۔(الفتاویٰ المحدثین، ص ۱۴۴) اور جو جاہلوں حضرت امام احمد بن حنبل کی طرف انتساب مشہور ہے کہ وہ باری تعالیٰ کے لئے کچھ چیزوں یعنی جہت وغیرہ کے قائل تھے تو یہ سراسر جھوٹ، بہتان اوران پر افتراء ہے۔‘‘

(۷) امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں:

’’وتعالىٰ عن الحدود والغايات والاركان والاعضاء والادوات الانحويه الجهات السبت كسائر المبتدعات۔(العقيدة الطحاوية ص ۱۳) اور اللہ تعالیٰ حدود، غایات، ارکان، اعضاء والات سے پاک و بلند ہے اسے جہات ستہ احاطہ نہیں کرسکتی جیسے سارے مبتدعات۔‘‘

(۸) امام ابن حبان صاحب الصحیح نے فرمایا:

’’الحمد الله الذى ليس له حد محدود فيحتوى و لاله اجل معدود فيفنى ولا يحيط به جوامع المكان ولا يشتمل عليه تواتر الزمان۔(الثقات لابن حبان ۱؍۱) تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے جس کے لئے کوئی حد نہیں کہ اسے گھیر لے اور نہیں اس کے لئے کوئی مقررہ وقت بلکہ اسی کے بعد فنا ہو جائے اور نہیں اسے مکان احاطہ کرسکتا ہے اور نہیں اسی پر زمانہ جاری ہوسکتا ہے۔‘‘

نیز فرمایا:

’’كان الله ولا زمان ولا مكان۔(صحيح ابن حبان ۸؍۴) اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی زمانہ ومکان نہ تھا۔‘‘

(۹) امام بیہقی فرماتے ہیں:

’’والذى روى فى آخر هذا الحديث، اشارة الى نفى المكان عن الله تعالىٰ۔ والستدل بعض اصحابنا فى نفى المكان عنه بقول النبى ﷺ انت الظاهر فليس فوقك شئى وانت الباطن فليس دونك بشئى فاذالم يكن فوقه شئى ولا دونه شئى لم يكن فى مكان۔(الاسماء والصفات ص ۴۰۰) اور ہمارے بعض اصحاب نے اللہ تعالیٰ کے مکان سے پاک ہونے پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا ہے’’ تو ظاہر ہے، ترے اوپر کوئی چیز نہیں، تو باطن ہے، ترے نیچے کوئی چیز نہیں، تو جب اس کے اوپر، اس کے نیچے کوئی چیز نہیں تو وہ کسی مکان میں نہ ہوا۔‘‘

.... جاری

ہر جگہ اہل ایمان غالب رہے

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیو یارک امریکہ

ہر جگہ اہل ایمان غالب رہے
فتح جاں اور اس کے یہ قالب رہے

وار پہ وار کرتا رہا غم مگر
ان کے فیض و کرم میری جانب رہے

شرعِ کی روشنی میں جو چلتا رہا
اس کے اقدام سارے مناسب رہے

جو عمل مصطفیٰ سے نہ چھوٹے کبھی
تا قیامت وہ امت پہ واجب رہے

لگ گئے چار چاند اس کی تقدیر میں
ایک لمحہ وہ جس سے مخاطب رہے

شکر رب کا میسر ہوا ایسا ذوق
ان کی نعتوں میں افکار راغب رہے

بقیہ ص ۱۶ پر

عشقِ نبی کے مئے کی مجھے چاشنی عزیز

(از: مولانا طفیل احمد مصباحی

شہر نبی پسند تو کوئے نبی عزیز
گلزارِ مصطفیٰ کی ہر اک تازگی عزیز

ایمان کی ہے جان، محبت رسول کی
عشقِ نبی کے مئے کی مجھے چاشنی عزیز

افلاکِ شاعری کا ہے بدرِ منیر" نعت"
اس کی مجھے ہے اس لیے تابندگی عزیز

وہ چشمِ ناز جس کی ہے مازاغ اک صفت
پھر کیوں نہ ہوگی اس کی بھلا سرمگی عزیز

کنکر وہاں کا لعل یمن، رشکِ ماہتاب
شہر نبی کے ذرّوں کی رخشندگی عزیز

اے جانِ کائنات، شہنشاہِ بحر و بر
" تیرا ہی در پسند تری ہی گلی عزیز"

بقیہ ص ۴۶ پر

خیر امت شاہِ والا حضرتِ صدیق ہیں

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیو یارک امریکہ

انبیا کے بعد اعلیٰ حضرتِ صدیق ہیں
یارِ غار شاہِ بطحا حضرتِ صدیق ہیں

ہیں وہ "عند اللہ اتقاکم" کی تفسیر مبیں
چرخِ عظمت کے ثریا حضرتِ صدیق ہیں

"جاء بالصدق" آیتِ قرآں کا یہ اعلان ہے
حق کی تصدیق سراپا حضرتِ صدیق ہیں

ہے تواتر سے یہ مروی قولِ حضرت مرتضیٰ
خیر امت شاہِ والا حضرتِ صدیق ہیں

سب سے پہلے امتوں میں جائیں گے جنت میں وہ
مژدۂ لبہائے آقا حضرتِ صدیق ہیں

"ما دنا منا" حدیثِ فاتحِ خیبر گواہ
اشجع جملہ صحابہ حضرتِ صدیق ہیں

بقیہ ص ۵۴ پر

ہیں ماہِ طیبہ کی نوری کرن غریب نواز

(از: مولانا محبوب گوہر اسلام پوری، مظفر پوری

تجلّیوں سے بھری انجمن غریب نواز
ہیں ماہِ طیبہ کی نوری کرن غریب نواز

چمکتے چاند کی مانند، کہکشاں کی طرح
زمین ہند پہ ہیں ضوفگن غریب نواز

نبی کے دین کی تبلیغ میں خدا کی قسم
کیا ہے تم نے مثالی جتن غریب نواز

جو سنگ دل تھے تری گفتگو سے موم ہوئے
ہوا ہے واعظِ شیریں سخن غریب نواز

تلاش پھر ہے ترے ایسے سرفروشوں کی
کہ جس کے رُعب سے کانپ اُٹھے رَن غریب نواز

خموشی دیکھ کے تیرے شکستہ حالوں کی
زبانِ وقت ہوئی طعنہ زن غریب نواز

بقیہ ص ۵۴ پر

منظومات

سال گزشتہ نوری مشن کی اشاعتی سرگرمیاں

غریب پروری، علمی زاویئے اور اشاعتی نقوش

نوری مشن کے قیام کی دوسری دہائی جاری ہے، ہر سال اشاعتی، علمی، فلاحی اور تحقیقی کام مستقل طور پر انجام پا رہے ہیں، جن کے ریکارڈ باقاعدہ تیار کیے جاتے ہیں تاکہ مستقبل میں مزید مینار تعمیر کیے جاسکیں اور کام میں وسعت پیدا کی جاسکے، صحن حیات کو مہکایا جاسکے، ۲۰۲۰ء میں نوری مشن نے جن نشانات کو طے کیا؛ اُن کی اِجمالی جھلک پیشِ خدمت ہے:

مطبوعات: جنوری تا دسمبر ۲۰۲۰ء

ایک سالہ مدت میں اِن مطبوعات کو منصۂ شہود پر لایا گیا، جن میں اعلیٰ حضرت کے مشن محبت رسول ﷺ کی اشاعت کو فائق رکھا گیا، جس کے ساتھ سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۲۶ر تک جا پہنچا، تفصیلات درج ذیل ہیں:

[۱] کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن (ترجمہ: سیدی اعلیٰ حضرت)
[۲] لباسِ حضور ﷺ (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی)
[۳] آمدِ بہار (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی)
[۴] قبلہ (پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی)
[۵] کرونا وائرس کی وَبا اور قوم مسلم (علامہ قمر الزماں خان اعظمی)
[۶] ذکرِ حضور مفتی اعظم ہند (علامہ قمر الزماں خان اعظمی)
[۷] مضامین اشرف ۱۷ء (مفتی محمد مجیب اشرف، مرتب: مشاہد رضوی)
[۸] وقفی اور غصبی زمین کا شرعی حکم (حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان بریلوی، مرتب: مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی)
[۹] افضلیتِ شیخین (بہ اشتراک ماتریدی ریسرچ سینٹر) (غلام رسول قاسمی قادری)
[۱۰] اعلیٰ حضرت! مجدد علم معاشیات (پروفیسر عبدالمجید صدیقی)
[۱۱] باتیں جو زندگی بدل دیں (محمد افروز قادری چریا کوٹی)

علاوہ ازیں دیگر اداروں کی ۶ر سے زائد مطبوعات؛ نوری مشن کی مذکورہ مطبوعات کے تقریباً ۲۰۰ر سیٹ بذریعہ ڈاک؛ نیز دستی طور پر علما، لائبریریوں اور خانقاہوں نیز جامعات تک پہنچائے گئے، رضا اکیڈمی ممبئی کا سال نامہ یادگار رضا شمارہ ۲۷ر کو ۱۶۰ر صفحات میں احقر (غلام مصطفیٰ رضوی) نے مرتب کیا، جسے اہلِ علم تک پہنچایا گیا، یہ سال نامہ ہر سال رضا اکیڈمی ممبئی سے شائع ہوتا ہے، علمی بزم میں اس کی دستک صاف سُنائی دیتی ہے۔

ضخیم کتابوں کی ترسیل

درج ذیل اہم اور بڑی کتابیں نصف سے بھی کم ہدیہ میں عام کی گئیں:

[۱] ''سیرت النبی ﷺ'' (۱۲ر جلدیں)، [۲] فتاویٰ رضویہ (۳۲ر جلدیں)، [۳] تفسیر نعیمی (۱۹ر جلدیں) [۴] بہارِ شریعت (۳ر جلدیں) [۵] تفسیر روح البیان (۱۵ر جلدیں)

ترجمۂ قرآن کنزالایمان کا نیا ایڈیشن اور ''الفی'' ایڈیشن بڑی تعداد میں مالیگاؤں و بیرونی مقامات تک عام کیا گیا، عرسِ خواجہ غریب نواز (مارچ ۲۰۲۰ء) پر ۱۴ر مدارس میں ''تفویض کتب علمیہ'' کے تحت ۴۴ر کتابوں کے سیٹ پیش کیے گئے، جو تاریخ، عقائد، توصیف، فضیلت، معلوماتِ عامہ پر محیط تھے۔

فلاحی خدمات

لاک ڈاؤن میں مرحلہ وار (مارچ ۲۰۲۰ء تا مئی ۲۰۲۰ء) ۱۰۲۷ر راشن کٹ مستحقین میں تقسیم کی گئیں، عید میلاد النبی ﷺ (اکتوبر ۲۰۲۰ء) پر ۲۵۰ر راشن کٹ کی مستحق و غریب مسلمانوں میں تقسیم ہوئی، فلاحی مد سے ۱۴ر متاثرین کی نقد امداد کی گئی، ماہِ رمضان (۱۴۴۱ھ) میں دینی خدمات سے مربوط مستحقین میں فوڈ پیکج نذر کیا گیا۔

مضامین کی اشاعت

مختلف مواقع پر ترسیل علم کی غرض سے اخبارات و رسائل میں ۱۵۰ر سے زائد مضامین کی اشاعت کرائی گئی، جب کہ مفید رپورٹس، اعلانات و مراسلے بھی سیکڑوں کی تعداد میں مطبوع ہوئے، فکر انگیز نگارشات/ رپورٹس کی اشاعت کے لیے مالیگاؤں کے اخبارات نیز بیرونی اخبارات کا تعاون لائق قدر ہے۔

رپورٹ: غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

APRIL-2021 Rs. 25/-

شعبان المعظم۔ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ/ اپریل ۲۰۲۱ء





توبہ! ایک پسندیدہ عمل

عقیدۂ تجسیم اور شیخ البانی

بیعت کیوں ضروری ہے؟

امام کا مقام و مرتبہ

دعاؤں کی قبولیت کا موسم بہار

قرآن پاک پر نقطے اور اعراب

کورونا کی ستم ظریفی اور تیری یہ ایثاری

مغرب سے آئیں چند بے ہودہ رسمیں

روزہ اپنے دینی و روحانی اور طبی و سائنسی فوائد کے تناظر میں

ملک العلما ماضی قریب کے ایک شش جہات شخصیت

سراج ملت اپنے افکار و اعمال کے آئینے میں

حالت اضطرار میں حرام چیزوں کا استعمال

ماہنامہ الرضا بریلی شریف! تعارف و اشاریہ

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

مشمولات

''مسلمانو! رمضان المبارک کا ادب واحترام کرو''

مُفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

روزہ

اپنے دینی وروحانی، سماجی ومعاشرتی اور طبی وسائنسی فوائد کے تناظر میں

اداریہ

دنیا کے تقریباً سبھی قدیم وجدید مذاہب میں روزہ کی روایت رہی ہے اور تجربات ومشاہدات نے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ روزہ اپنے دامن میں بے شمار فوائد وبرکات سمیٹے ہوئے ہے، روزہ ہمارے لئے ایک طرف دینی وروحانی اعتبار سے ایمان کو پاکیزگی فراہم کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے تو دوسری طرف معاشرتی وسماجی اعتبار سے جذبۂ دردمندی وبھائی چارے کے فروغ کا سبب ہے اور مزید طبی اور سائنسی اعتبار سے جسمانی صحت وسلامتی کا ضامن بھی ہے۔

روزے کے دینی اور روحانی فوائد

روزہ ضعیف روح اور بیمار قلب کو تقویت وشفایابی اور تازگی وشادابی بخشتا ہے، جس سے بندے کی طبیعت نیکیوں کی طرف مائل ہونے لگتی ہے اور برائیوں کے خلاف نفرت پیدا ہوجاتی ہے، روزہ انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ حدود اللہ اور احکام شرع کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال کر ایک کامیاب دینی زندگی گزار سکے، روزہ بندے کے اندر صبر وشکر کی خوبیاں پیدا کرتا ہے جو اسے ہمیشہ دین پر قائم ودائم رکھتی ہیں، روزہ کی وجہ سے تزکیۂ نفس اور تصفیہ باطن جیسے پاکیزہ اوصاف پیدا ہوتے ہیں، بروز قیامت روزہ دار کو اس نعمت غیر مترقبہ سے نوازا جائے گا، جس کے حصول کے لئے شہدا بار بار اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کی آرزو کرتے ہیں کہ روزے کا بدلہ اللہ رب العزت خود ہے، روزہ گناہوں سے احتراز اور عذاب نار سے حفاظت کا سبب بنتا ہے، یاد رہے کہ روح اور باطن کو تمام آلائشوں وبرائیوں سے پاک وصاف کرنے کے لئے روزے سے بہتر اور مؤثر ترین عمل کوئی دوسرا نہیں۔

روزے کے معاشرتی اور سماجی فوائد

روزہ مسلمانوں کے اندر یہ شعور پیدا کرتا ہے کہ وہ سب ایک ہی امت کے افراد ہیں، سب ایک ہی وقت میں کھاتے پیتے اور ایک ہی وقت میں روزے رکھتے ہیں، جب بندہ روزے کی حالت میں ہوتا ہے تو بھوکوں اور حاجت مندوں کی مشقتوں اور تکلیف کا بخوبی ادراک کرتا ہے جس کے بعد وہ اپنے ماتحتوں کے حقوق کا خیال کرتا ہے اور محروموں کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے، خوش حال انسانوں میں مفلوک الحال انسانوں کے لیے ہمدردی پیدا ہوتی ہے، دولت مند افراد اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے فقیروں کی امداد اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہیں، روزے سے مسلمانوں کے اندر ذہنی تقویٰ وطہارت پیدا ہوتی ہے اور معاشرے میں ایک دوسرے سے الفت ومحبت اور اخوت ومروّت کے جذبات پروان چڑھتے ہے، بڑے چھوٹے جیسے طبقاتی فاصلے کم ہوتے ہیں۔

روزے کے طبی اور سائنسی فوائد

طبی ماہرین کے مطابق روزہ نہ صرف انسان کو مختلف طبی امراض سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ انسانی عمر میں اضافے کا باعث بھی بنتا ہے، روزہ وزن کم کرنے میں مددگار ہوتا ہے، ماہرین امراض قلب کے مطابق روزہ نہ صرف خون میں موجود کولیسٹرول کی مقدار کو معتدل رکھتا ہے بلکہ خون کی شریانوں کو اپنا کام احسن طریقے سے سرانجام دینے میں مدد دیتا ہے، دل کا دورہ، اسٹروک یا فالج کا خطرہ کم ہوجاتا ہے، بالخصوص اعضائے رئیسہ دل گردہ وغیرہ کو تقویت پہنچاتا ہے۔

روزہ نظام ہاضمہ کے دوران مختلف اقسام کے کیمیائی عمل کو بہتر ڈھنگ سے انجام دینے میں مدد دیتا ہے جس سے خوراک میں موجود اہم غذائی اجزا کو جذب کرنے میں مدد ملتی ہے، روزہ دماغی افعال کو نہ صرف مستعد رکھتا ہے بلکہ جسم بقیہ ص ۴۵ پر

از: مولانا طارق انور مصباحی*

توبہ! ایک پسندیدہ عمل

اسلامیات

شرعی طور پر جو کام غلط ہو اس سے توبہ کی جاتی ہے، گناہ صغیرہ وکبیرہ، ناجائز وحرام اور ضلالت وکفر کے ارتکاب پر توبہ کرنے کا حکم ہے، تاکہ بندوں کی دنیا وآخرت درست ہو۔

کبھی اہل علم سے شعوری یالاشعوری طور پر کچھ ایسی باتیں صادر ہوجاتی ہیں جن میں تاویل کی گنجائش بھی ہوتی ہے اور بعض اعتبار سے حکم کفر بھی عائد ہوتا ہے، یعنی وہ قول کفری معنی میں متعین نہیں ہوتا، بعض علما کسی تاویل کے سبب حکم کفر عائد نہیں کرتے اور بعض علما حکم کفر عائد فرماتے ہیں۔

دراصل بعض تاویل بعید ہوتی ہے جو فقہا کے یہاں قبول نہیں کی جاتی ہے اور متکلمین کے یہاں قبول کی جاتی ہے، پس تاویل بعید کی صورت میں کفر کلامی کا حکم عائد نہیں ہوگا، لیکن کفر فقہی کا حکم عائد ہوگا، مفتی کو اس بات کی صراحت کر دینی چاہئے کہ یہ تاویل قریب ہے یا تاویل بعید اور کفر کلامی کا حکم مرتفع ہو رہا ہے یا کفر فقہی کا، اگر دونوں کا حکم مرتفع ہو رہا ہے اور وہ کلام کفری معنی میں محتمل ہے تو محتمل کلام پر حرمت کا حکم اور توبہ کا حکم عائد ہوتا ہے۔

البرکات رسالہ پنجم، باب اوّل میں تفصیل مرقوم ہے:

”عہد حاضر میں ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی تاویل مل گئی تو قائل کو توبہ ورجوع سے چھٹی مل جاتی ہے، مفتی میں اتنی قابلیت ہونی چاہئے کہ وہ کتابوں میں مرقوم تاویلات میں فرق کر سکے کہ وہ تاویل قریب ہے یا تاویل بعید، کون سا کفر مرتفع ہو رہا ہے اور کون سا کفر ثابت ہو رہا ہے، اگر کسی قسم کا کفر ثابت نہیں ہو رہا ہے تو حرمت کا حکم ہے یا نہیں؟“

ایسے موقع پر صاحب معاملہ خود بھی مفتی سے تفتیش کرلے کہ کون سا کفر مرتفع ہو رہا ہے، اگر کفر کلامی کا حکم مرتفع ہو رہا ہو اور کفر فقہی یا حرمت کا حکم ہو تو توبہ کرنے کا حکم ہوگا، یہ بات تو بالکل سچ ہے کہ ماحول ایسا بنا دیا گیا ہے کہ لوگ توبہ کرنے سے ہچکچاتے ہیں اور اپنے لئے ننگ وعار سمجھتے ہیں، حالاں کہ توبہ کرنا ایک نیک کام ہے، جس کا حکم قرآن وحدیث میں دیا گیا۔

ہمارے معاشرہ کا غلط ماحول اور شیطان کا وسوسہ یہ دونوں توبہ کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ شیطان تو انسانوں کا کھلا دشمن ہے، لیکن کیا ہم اپنے ماحول کو بھی درست نہیں کر سکتے؟ ارباب علم وفضل غور کریں اور ایسی ماحول سازی کریں کہ توبہ کرنے والوں کو توبہ کے سبب ننگ وعار محسوس نہ ہو۔

کسی سے کچھ غلطی کا صدور ہو اور اس میں تاویل کی گنجائش ہو تو قائل سے اس کی مراد دریافت کریں اور پھر وہ مراد شرعی طور پر غلط ہو تو فتویٰ دینے سے قبل قائل کو توبہ کی ترغیب دیں، اگر اس نے توبہ کرلی تو بات ختم ہوگئی، اگر توبہ نہ کرے تو فتویٰ جاری کرنے سے قبل متعدد علمائے کرام کے ذریعہ توبہ کی ترغیب دلائی جائے، فتویٰ جاری ہونے کے بعد غیرت وحمیت کے سبب لوگ توبہ نہیں کرتے اور پھر اپنی دنیا وآخرت کو برباد کرلیتے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ مشورہ اس صورت سے متعلق ہے کہ جب کسی خاص شخص پر حکم عائد کیا جائے اور کسی جرم کا عام حکم بیان ہونا چاہئے تاکہ لوگ اس جرم میں مبتلا نہ ہوں۔

اسی طرح متعین فی الکفر کلام میں بھی فتویٰ جاری کرنے سے قبل توبہ ورجوع کی ترغیب دی جائے، دراصل صاحب معاملہ کو بھی غور وفکر کرنا چاہئے، اصل معاملہ اسی کی آخرت سے متعلق ہے، عہد حاضر میں ایک المیہ یہ بھی ہے کہ مفتیان کرام علم کلام سے مشغولیت کم رکھتے ہیں اور کلامی مسائل کو بھی فقہی طرز پر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالاں کہ ایسے مسائل میں علم کلام کے مشتغلین سے رائے طلب کرنی چاہئے۔

□□□

* مضمون نگار ماہنامہ پیغام شریعت دہلی کے ایڈیٹر ہیں۔

اسلامیات

از: پیر محمد اجمل رضا قادری*

بیعت کیوں ضروری ہے

مُرشدِ کامل کی اہمیت

اللہ کریم نے قرآن پاک میں فرمایا:

''فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (۷، سورۃ الانبیاء) اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو اُس سے جا کر پتہ کرلو جس کے پاس علم ہے۔''

یعنی اس آیت کریمہ فرمایا گیا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اُس کے پاس جا کر بیٹھنا جو اللہ کا ذکر کرنے والا ہو، جس کو اللہ نے فضیلت دی ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ تو بندوں کے پاس بھیج رہا ہے، اسی طرح سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (۱۱۹) اے ایمان والوں اللہ سے ڈر جاؤ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

ایک جگہ اللہ نے فرمایا، مجھ سے دعا مانگو کہ:

''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ (۵، سورۃ فاتحہ) یا اللہ ہمیں سیدھا رستہ عطا فرما۔''

کس کا سیدھا رستہ؟ اُن لوگوں کا عطا فرما جن پر تو نے انعام فرمایا ہے، تو سچوں کی سنگت کس طرح اختیار ہوگی، ایک پیر کامل، ایک شیخ، ایک مُرشد، یہ جو کچھ ہمیں ملا ہے یہ ہمارا نصیب ہے، اللہ کی "الف" سے لے کر وَلی کی "ی" تک، ہم سب کو ماننے والے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں لوگوں کو اُن کے اِمام کے ساتھ کھڑا کروں گا تو جن کا کوئی امام ہی نہیں وہ کس کے ساتھ کھڑے ہوں گے؟

میرے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چار شرطیں لکھی ہیں، ایک کامل پیر کی، پہلی یہ کہ اُس کے پاس کم از کم اتنا علم ہونا چاہئے کہ اپنی ضرورت کا مسئلہ خود کتاب سے نکال لے، دوسری شرط یہ کہ اعلانیہ گناہ نہ کرے جیسے اُس کی داڑھی چھوٹی نہ ہو، نماز کا ترک کرنے والا نہ ہو، کوئی اعلانیہ جرم نہ کرتا ہو۔ تیسری شرط آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی کہ جس کی طرف آپ توجہ کر رہے ہیں، جس سے آپ بیعت ہو رہے ہیں وہ کسی شیخ کا تربیت یافتہ ہو اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اُس کا سلسلہ متصل ہو۔

اُس کا ہاتھ اُس کے پیر کے ہاتھ میں، اس کے پیر کا ہاتھ اُس کے پیر کے ہاتھ میں اور اُس کے پیر کا ہاتھ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں اور غوثِ اعظم کا ہاتھ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں، سلسلہ درمیان میں سے کٹا ہوا نہ ہو۔

جس بندے میں یہ چار خوبیاں ہیں، عقیدہ ٹھیک ہے، اُس کے مُرید بنو، ہر چھوٹے عالم سے لے کر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک نے یہ فرمایا کہ ہم اُسے وَلی مانتے ہیں جس کے ایک ہاتھ میں قرآن ہوتا ہے اور دوسرے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہوتا ہے، جب اللہ نے چار کتابیں نازل فرمائیں تو اُن کتابوں کو سمجھانے کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام عطا فرمائے اور اللہ نے فرمایا کہ کتاب پڑھنی ہے اور جلوہ میرے نبی ﷺ کا دیکھنا ہے، حضور ﷺ کے نور کی روشنی میں تمہیں قرآن کو پڑھنا ہے۔

یہ تو سوچئے کہ گاڑی کا سب پتہ ہوتا ہے کہ کیا چیز کہاں ہے، کیسے کیا کھلے گی، بند ہوگی، لیکن تب بھی گاڑی سیکھنے کے لئے ایک استاد کو مقرر کرنا ہوتا ہے، پیسے دے کر گاڑی سکھانے کے لئے، تو جب ایک چھوٹا سا کام بنا استاد کے نہیں آتا تو پھر دین کیا بغیر استاد کے آجائے گا؟ اور یاد رکھیں دین کے مسئلے باریک

* مضمون نگار تحریک اصلاح معاشرہ کے بانی وامیر ہیں۔

ہیں، شیطان بہت حملے کرتا ہے۔

تکبر والا جنت میں نہیں جائے گا، ریاکاری والے کی عبادت قبول نہیں ہوگی، حَسَد کرنے والے کے اعمال خراب ہوتے، ضائع ہوتے ہیں اور جھوٹ بولنے والے کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ "میں اُسے مومن ہی نہیں مانتا"

اب یہ ساری چیزیں جو باطنی نقص ہیں، یہ بیماریاں ہیں باطن کی، آپ اگر دوائی نہ لیں تو آپ کے جسم کی بیماری نہیں جاتی، آپ اگر دَرویش کے پاس نہ جائیں تو آپ کی روح کی بیماری نہیں جائے گی۔

جب ہم اللہ والوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ گویا ہماری بیٹری چارج کر دیتے ہیں، وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ جینا کِس طرح ہے، انسانیت کیسے تم نے اپنے اندر پیدا کرنی ہے، تم نے اللہ سے ڈرنا کِس طرح ہے، اُن کی دو باتیں ہی بہت اثر کر جاتی ہیں، دِل کو نرم کرتی ہیں، اُن کی گفتگو انسان کو بدل دیتی ہے، اُن کی صحبت میں بیٹھنے والا بڑا آگے جاتا ہے، جو اُن کی خدمتِ عالی مرتبت میں رہتا ہے اللہ اُس کو اُسی طرح کا رنگ عطا کرتا ہے۔

الترغیب والترھیب میں رسولِ پاک ﷺ نے فرمایا "جو جس سے پیار کرے گا جنت میں اُسی کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا" اِس لئے اللہ والوں سے سچی محبت کریں۔

جو رب کریم کے بندے تھے اُن کا رشتہ اصلاح کا رشتہ تھا، پیر کے ساتھ رشتہ اصلاح کا رشتہ ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں یہ معرفت کیا ہوتی ہے، تو قرآن مجید کا پندرہواں سپارہ آخر سے اور سولہواں سپارہ شروع سے پڑھیں، حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ دیکھیں، وہ ساری معرفت کی بات ہی تو ہے۔

آج کل لوگ بہت غلطی کرتے ہیں، کوئی شیخ، کوئی پیر نہیں پکڑتے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "نیکی بتانے والا تجھے کوئی نہ ہو، تیرا پیر کوئی نہ ہو تو شیطان تو پھر ہے ہی تیرے ساتھ، بدی پے تو وہ لگائے گا ہی، اگر نیکی بتانے والا کوئی نہیں تو بَدی بتانے والا تو پھر تو تیرے ساتھ ہے ہی۔"

یہ میری زندگی کا چھوٹا سا تجربہ ہے کہ جو آ کے مرید ہوتا ہے وہ سارا بدل جاتا ہے، اُس کے لئے داڑھی رکھنا آسان ہو جاتا ہے، اُس کے لئے درودِ پاک پڑھنا آسان ہو جاتا ہے، چڑھتی جوانی مال دولت سارا کچھ ہے لیکن اُس کے لئے تبدیل ہونا آسان ہو جاتا ہے اور جو لوگ اِس طرف توجہ نہیں کرتے، اِس معرفت کی طرف رجوع نہیں کرتے، اُن کی زندگیاں بیت جاتی ہیں ویسے کے ویسے رہتے ہیں، تبدیلی نہی آتی۔

ابن ماجہ سیاہ ستہ کی کتاب میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں حضور ﷺ کے روضے پے گیا تو حضرت معاذ بِن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے روضے پے بیٹھے رو رہے تھے تو میں نے کہا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں رو رہے ہو؟" تو حضرت معاذ بِن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک ﷺ کی بات نے رُلا دیا، دو باتیں ایسی کر دی ہیں کہ میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں مجھ سے یہ غلطی ہو نہ جائے تو میں رو رہا ہوں، فرمانے لگے نبی پاک ﷺ نے فرمایا ایک بات یہ کہ چھوٹی سی ریاکاری بھی شرک ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے میرے وَلی سے دُشمنی کی، میرا اُس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔" یہ دونوں باتیں آقا کریم ﷺ نے فرمائی ہیں، اس کی شرح میں حضرت حکیم الامّت نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ "میں رو اس لئے رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کِسی بندے کی بے اَدَبی کر دوں اور وہ اللہ کا وَلی ہو تو میں رو رہا ہوں کہ کہیں کوئی بات نہ مجھ سے نکل جائے" لوگ فر فر باتیں کرتے ہیں، لوگ ایک منٹ کے اندر بڑے بڑے لمبے چوڑے اعتراضات کرتے ہیں۔

تو میرے بھائی سمجھ لیں اولیاءاللہ کے پاس نہیں جاتے تو کم از کم دور رہ کر پیار تو کریں اور اللہ کے ولیوں سے دُشمنی بہت خطرناک ہوتی ہے۔

اللہ کے ولیوں کے ساتھ پیار کریں، اُن کی صحبت میں جائیں، اُن کے پاس بیٹھیں، اُن کی سنگت اختیار کریں، اُن سے اپنی روح اور قلب کے لئے دوائی خریدیں، جو پرہیز بتائیں وہ

اصلاحیات

پرہیز کریں، پھر دیکھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو نماز میں اِطمینان عطا کرے گا، قرآن پاک میں دل لگے گا، درود وسلام کا موقع ملے گا۔

اللہ والوں سے اللہ ملتا ہے، اللہ کے بندوں سے معرفت کا حُسن ملتا ہے، اللہ کے بندے بیعت اپنی کرتے ہیں جھکاتے اللہ کی بارگاہ میں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کے پاس بیٹھنے سے رسول اللہ ﷺ کا پیار ملتا ہے، اللہ کے بندوں کی صحبت حضور ﷺ کے دروازے تک لے جاتی ہے، رب کریم کے بندوں کی صحبت عاجزی سکھاتی ہے، اللہ کے بندوں کے پاس بیٹھنے والے اللہ اللہ کرنے لگتے ہیں، رب کریم کے بندوں کے پاس بیٹھنے والوں کو سجدے کا نور حاصل ہوتا ہے اور میرے بھائی اگر تو نے کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہو تو ملے گا کیا؟ خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھڑے تھے ایک آدمی حلوائی کی دکان پے کوئی چیز لینے آیا، کوئی دَرویش سادہ سا آدمی چھوٹی سی مسجد سے نکلا، حلوائی سے کہنے لگا دے دے، حلوائی نے کہا چل دوڑ جا، تو روز آ کے کھڑا ہو جاتا ہے جب سارے گاہک آئیں تب آیا کر، غریب گاہک تھا نا تو حلوائی نے جھڑک دیا، اُس دَرویش کو جوش آ گیا کہنے لگا میرے ساتھ بدتمیزی نہ کرنا، ورنہ تیری دکان اُلٹ کے رکھ دوں گا، حلوائی کہنے لگا چل دوڑ جا، بڑے دیکھیں ہیں تیری طرح دکان اُلٹنے والے۔

حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی گزر رہے تھے، حلوائی کی نظر پڑی تو دوڑ کے دَست بوسی کرنے آیا اور سلام کیا تو آپ فرمایا: اِس کے ساتھ بَداخلاقی نہ کر، تیری دکان واقعی اُلٹ جائے گی" حلوائی کہنے لگا حضور کس طرح، وہ تو ایسے ہی سادہ سا ہے، آپ فرمانے لگے: یہ بھی سادہ سا، اِس کا پیر بھی سادہ ہے لیکن دادا پیر بڑا با کمال ہے، جس کے ہاتھ میں اُس کا ہاتھ ہے وہ بڑا با کمال ہے، وہ تیار کھڑا ہے کہ چلو نالائق ہے تو کیا ہوا بچہ تو ہمارا ہی ہے نا، کہہ دے گا تو اُلٹ دیں گے۔ ؎

مجھے دشمنوں نہ چھیڑو میرا ہے کوئی جہاں میں
میں ابھی پکار لوں گا، نہیں دور ہے مدینہ

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
ہمیں دونوں جہاں میں ہے سہارا غوثِ اعظم کا
خدا دے گا مُنادی حشر میں یہ قادریوں کو
کہاں ہے قادری کر لے نظارہ غوثِ اعظم کا

اور اس سے مُراد ہر پیار کرنے والا ہے، صرف سلسلے میں آنے والا نہیں، ہر پیار کرنے والا، اللہ والوں کی صحبت تو انسان کو کمال کر دیتی ہے، وہ تو نواز دیتی ہے، شیخ کی خدمت تو نواز دیتی ہے بندے کو، پیر تو روحانی طبیب ہوتا ہے۔

ایک اور بات! میرے حضرت حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو حد کرتے ہیں، ایک جملے میں سمو دیتے ہیں سمندر، کسی نے کہا حضرت جی ساری زندگی بندہ کسی کی خدمت کرتا رہے، اللہ کا بندہ سمجھ کے، وہ اندر سے جعلی نکل آئے تو پھر، تو آپ فرماتے ہیں: ہم نے بندے کی نہیں، اللہ کے بندے کی خدمت کی ہے، تو اَجر کس نے دینا ہے؟ اللہ نے۔

طَلَب پیدا کریں، سچی توبہ کریں، پھر اللہ کے بندے بنیں، حقوق العباد ادا کریں، اللہ اُس کی غلطی معاف کر دے گا، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک بندے نے وضو کرایا تھا ایک بابے کو تو قیامت کے دن اُس وضو کی برکت سے اللہ اُس بندے کو جنت عطا کر دے گا، اتنی بڑی فضیلت ہے اہل اللہ کی۔

یاد رکھیں بغیر شیخ کامل کے روحانیت کی منازل طے کرنا مشکل ہے، اللہ کا شوق پیدا کریں اور یہ شوق پیدا ہو کہ ایسا شخص ڈھونڈیں جو شریعت اور سُنّت کا پابند ہو، جس کو معرفت کا نور اللہ نے دیا ہو، اُس کے پاس بیٹھیں، اپنی اصلاح کرائیں، اندر جو کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، اُن کو دور کرائیں، قریب ہوں، دین سیکھنے کا رشتہ بنائیں، اُن کے ساتھ نِسبت کا تعلق قائم کریں، اللہ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

روزہ سے بچنے کے لئے بیماری کا بہانہ نہ بنائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ سچ مچ بیمار پڑ جائیں

اسلامیات

از: مولانا محمد مدبر عالم نور جامعی*

امام کا مقام و مرتبہ قرآن و احادیث کی روشنی میں

اسلامیات

آپ اگر کسی مسجد کے امام ہیں اور امامت کے منصب پر فائز ہیں، لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں، آپ کی اقتدا میں لوگ نماز پڑھتے ہیں، تو یہ آپ کے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو اپنی بارگاہ میں روزانہ پانچ مرتبہ سربسجود ہونے والوں کا رہبر و امام بنایا ہے، یقیناً امامت کا منصب ملنا من جانب اللہ ایک نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہونا ہے اور یہ امامت امام الانبیاء، نائب کبریا حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری سنت بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام و مؤذن کو ان کے برابر ثواب ہے جنھوں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

(بہار شریعت: ج۱،ص ۵۵۸ : مطبوعہ المکتبۃ المدینہ)

مذکورہ حدیث سے اندازہ لگائیں اور تنہائی میں بیٹھ کر سوچیں کہ شریعت میں امام کا مقام و مرتبہ کتنا عظیم ہے! کوئی شخص اگر نماز پڑھتا ہے یا کوئی نیک کام کرتا ہے تو صرف اور صرف وہی عابد اور صالح نیکی و ثواب سے ہمکنار ہوتا ہے مگر امامت ایک ایسا نیک عمل ہے کہ جس کے کرنے سے صرف اپنی ہی نماز کا ثواب نہیں بلکہ سب نمازیوں کے برابر کا ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں بے حساب نیکیوں کا اضافہ فرماتا ہے اور ان شاء اللہ امام بروز قیامت ضرور کامیابی سے سرفراز ہوگا جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کا مستحق ہوگا اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ صَلّٰی خَلْفَ عَالِمٍ تَقِیٍّ فَکَاَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِیٍّ"

جس نے کسی پرہیزگار عالم دین کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔" (بدائع الصنائع: ج۱ص ۲۳۵ بحوالہ امام اور مقتدی ص ۱۳/ اسلامی کتب خانہ بریلی شریف)

دیکھئے حضور نے کتنا عظیم درجہ سے نوازا ہے امام کو، ایک متقی، پرہیزگار، باعمل عالم دین امام کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کو انبیائے کرام کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کے جیسا بتادیا، حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ امام کا مقام و مرتبہ شریعت میں بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہے، فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں کہ "اگر امام فاسقِ معلن نہیں ہے تو برائی کرنے والا سخت گنہگار حق العباد میں گرفتار ہوگا۔" (فتاویٰ فیض الرسول، ج۱ص ۲۷۲)

آپ ہی سے سوال ہوا کہ امام کیسا ہونا چاہئے؟ خوبی بتلائیے تو آپ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" امام سنی صحیح العقیدہ ہو، وہابی دیوبندی وغیرہ بدمذہب نہ ہو، صحیح الطہارہ یعنی وضو، غسل اور کپڑے وغیرہ کی طہارت رکھتا ہو، صحیح القراءت ہو مثلاً: ا، ع، ت، ط، ث، س، ش، ص، ہ، ح، ذ، ض اور ز، ض، میں فرق کرتا ہو فاسق معلن نہ ہو، اسی طرح اور امور جو منافی امامت ہیں ان سے پاک ہو۔" (مرجع سابق، ص ۲٦۷)

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ وہی شخص امامت کے لائق ہوں گے، جن کے اندر مذکورہ خوبیاں موجود ہوں گی اور الحمدللہ! ہمارے اکثر ائمہ کرام کے اندر یہ خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں اور یقینا جو ان خوبیوں کا حامل ہوگا وہ ضرور متقی و پرہیزگار اور مکرم ہوگا اور قرآن مقدسہ میں اللہ رب العزت مکرمین و متقین لوگوں سے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ بے شک تم میں اللہ

* مضمون نگار دارالعلوم غوثیہ رضویہ کورہی ضلع باندہ یوپی کے استاد ہیں۔

تعالیٰ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہیں جو زیادہ پرہیزگار ہیں۔''

اور ایک دوسری جگہ فرماتا ہے:

''اِنْ اَوْلِيَآءُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْن۔ یعنی اللہ کے محبوب صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو متقی و پرہیزگار رہا کرتے ہیں۔''

اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں جنت میں گیا، اس میں موتی کے گنبد دیکھے، اس کی خاک مشک کی ہے، فرمایا "اے جبریل! یہ کس کے لیے ہے؟ عرض کی حضور کی امت کے مؤذنوں اور اماموں کے لیے۔ (بہار شریعت: ج۱، ص۴۶۰: مطبوعہ المکتبۃ المدینہ)

مذکورہ بالا دونوں آیات اور حدیث سے یہ بات امس و شمس کی طرح لائح ہوگئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک امام کا مقام و مرتبہ نہایت ہی بلند و بالا ہے، ان کی حقیقی شان و عظمت کیا ہے؟ اسے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں" اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کہنے میں کتنا ثواب ہے، تو اس پر باہم تلوار چلتی۔ (مرجع سابق)

اس حدیث سے بھی اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب اذان دینے میں اتنا ثواب تو امامت میں کتنا ثواب ملتا ہوگا اور امامت کا رتبہ کتنا ارفع و اعلی ہوگا! بلا ریب جو لوگ منصب امامت کی اہم ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا کر رہے ہیں وہ قابل مبارکباد بھی ہیں اور لائق صد توقیر و تعظیم بھی اور عند اللہ با کرامت و باعظمت ہونے کے ساتھ ساتھ بے شمار اجر کے مستحق بھی ہوں گے۔

مزید مرتبہ امامت کی وضاحت فرماتے ہوئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں" کوئی شخص کسی مقررہ امام کے ہوتے ہوئے امام نہ بنے اور کسی کے گھر میں اس کی مسند پر نہ بیٹھے ہاں جب کہ اجازت دے۔ (صحیح مسلم ج۱، ص۲۳۶)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں:

''وَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ الْغَيْرُ افقهُ وَ اقراءُ وَ اَوْرَعُ وَ اَفْضَلُ مِنهُ۔ اگرچہ یہ دوسرا شخص اس سے علم و قراءت، پرہیزگاری اور فضیلت میں زیادہ ہو۔'' (بحوالہ۔ امام اور مقتدی صاحب ۲۳)

اور فتاوی بحر العلوم جلد اول ص ۳۰۷ رمیں ہے:

"امام کی اجازت کے بغیر امامت کرنا مقررہ امام کی حق تلفی اور غلط ہے"

انتباہ: آج کے اس پرفتن دور میں کچھ لوگ امام کو حقیر و ذلیل سمجھ کر ان کی توہین کرتے ہیں، بلاوجہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹوکتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی نازیبا کلمات کہہ کر دل شکنی کرتے ہیں، ایسے جاہل، احمق اور بے ہودہ لوگوں کو چاہیے کہ امام کو اپنا پیشوا، دین کا رہبر، نائب انبیا اور ایک عالم دین سمجھے اور ادب و احترام کے دائرے میں رہ کر ان سے کلام کرے۔

اس تعلق سے فتاوی فقیہ ملت ج ۱ رص ۱۴۷ / پر ایک فتویٰ ہے جس کو پڑھ کر ایسے لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے، کتاب مذکور میں سوال ہوا کہ" بعض لوگ عوام میں ایسے پائے جاتے ہیں جو امام صاحب کی بلاوجہ خامیوں اور کمیوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور کوئی کمی نظر نہیں آتی تو صرف اتنی ہی بات پر کہ امام صاحب اگر ہفتہ یا عشرہ میں گھر یا کہیں اور اپنی ضرورت سے چلے گئے تو اس بات کو لے کر مسجد یا دوکان یا روڈ پر چند لوگوں کی جمی مجلس میں امام صاحب کو برا بھلا کہنا اور اس طرح بولنا کہ یہ بہت آزاد ہو گئے ہیں یا یہ شخص رکھنے کے قابل نہیں ہے، اسی طرح بعض نازیبا کلمات بکنا کیا شرعاً یہ باتیں درست ہیں؟ اگر نہیں تو جو لوگ افعال مذکورہ کے مرتکب ہیں ان کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

اور ظاہر ہے امام صاحب انسان ہیں ان کی اپنی ذاتی گھریلو وغیرہ بہت سی ضروریات ہیں کیا ان کی فراہمی کے لیے ان کا ناغہ کرنا شرعاً گرفت کا سبب ہے؟ اگر نہیں تو جو لوگ اس بنیاد پر امام کو ہدف ملامت یا مورد طعن و تنقید بنائیں، ان کے لئے شریعت مطہرہ کیا حکم رکھتی ہے؟" تو حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ مصباحی صاحب قبلہ اس کا جواب دیتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

" بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کے پیچھے پڑنا، اس کی خامیوں اور

اسلامیات

کمیوں کی تلاش میں لگا رہنا اور برا بھلا کہنا خصوصاً برسر بازار فسق و گناہ ہے، حدیث شریف میں ہے: لیس المؤمن بالطعان و لا اللعان و لا الفاحش و لا البذا۔ یعنی مسلمان لعن طعن کرنے والا، فحش گو اور بے ہودہ گو نہیں ہوتا۔" (ترمذی شریف، ج ۲ رص ۱۸)

اور جو شخص مسجد کا امام ہے ظاہر ہے کہ وہ بھی انسان ہی ہے اس کی اپنی بھی کچھ ضروریات ہیں جن کے لیے اسے گھر جانا ہوگا، اس پر لوگوں کا برا بھلا کہنا بدتمیزی سے پیش آنا قطعاً درست نہیں بلکہ ایک مسلمان کو تکلیف دینا ہے اور مسلمان کو تکلیف پہنچانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانا ہے، حدیث شریف میں یوں ارشاد ہوتا ہے: مَنْ آذی مسلماً فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ۔

ہاں اگر امام مسجد کے متولی کو آگاہ کئے بغیر ناغہ کرے تو اسے پوچھنے کا حق ہے نہ کہ ہر شخص کو اور امام کو رسوا کرنے والے یہ جان لیں کہ وہ جیسا امام کے ساتھ کریں گے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کرے گا، حدیث شریف میں ہے "کما تدین تدان۔ یعنی جیسا تو دوسرے کے ساتھ کرے گا، ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ کرے گا۔" (کنز العمال ج ۱۰ رص ۷۷۲)

لہٰذا عوام پر لازم ہے کہ وہ امام کو رسوا کرنے اور اس کو برا بھلا کہنے سے باز آئیں اور اس سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کریں، اس کے علاوہ اور بھی باتیں ہیں مگر مضمون کی طوالت قارئین کی اکتاہٹ کا باعث بن سکتی ہے، اس لئے انہیں چند باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے، بارگاہِ پروردگار عالم میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ ہم لوگوں کو امام کے مراتب سمجھ کر ان کی عزت و احترام بجا لانے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔



اسلامیات

قبول فرما لیتا ہے۔

دوسری حدیث اس طرح سے ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ مہینہ تمہارے اوپر آیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، جو ان سے محروم رہ گیا وہ تمام کی تمام بھلائی سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم وہی رہتا ہے جو ہے ہی بے نصیب۔ (ابن ماجہ)

ماہِ رمضان المبارک دعا کی قبولیت کا ماہ جشن ہے، اس ماہ میں دعاؤں کی کثرت کیجئے، اپنی جائز ضرورتیں اور تمنائیں خدا کے حضور پیش کیجئے، پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا رمضان میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عبادتیں چھوڑ دو اور روزہ رکھنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہو۔

الحمد للہ کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ دعا ہم کریں، فرشتے آمین کہیں اور مولائے رحیم اسے قبول فرمائے، یکسوئی اور خلوص کے ساتھ توبہ کریں اور یقین رکھیں کہ خدا کی رحمت ہمیشہ وسیع ہے، کسی کے گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں، کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں، جب وہ اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر گڑگڑاتا ہے تو خداوند قدوس اسے اپنے دامن عفو و رحمت میں چھپا ہی لیتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

"اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف رجوع لاؤ، بے شک میرا رب مہربان محبت والا ہے۔" (سورۂ ہود، آیت ۹۰)

اس ماہ مقدس میں خوب خوب عبادت کریں، تلاوت قرآن کریں، صحیح طرح سے روزہ رکھیں اور ہر وقت اللہ کی بارگاہ میں دعائیں کریں تاکہ اللہ کی نعمتوں کو حاصل کرسکیں، اللہ ہم سب کو رمضان، قرآن، لیلۃ القدر اور دعا جیسی عبادت سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔



ص ۱۶ رکا بقیہ........................

محرومی ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے حق میں روزے اور قرآن مجید کی شفاعتیں

ص ۵۷ رکا بقیہ........................

قدسی رحمت نے سمیٹا ہے مجھے دامن میں
جب بھی نمناک ہوئی چشم دعا سے پہلے

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

دعاؤں کی قبولیت کا موسم بہار رمضان المبارک

اسلامیات

رمضان المبارک اللہ کی رحمتوں کا موسمِ بہار ہے، گرچہ اس کی رحمتیں ہر آن، ہر لمحہ اس کی مخلوق پر بلا تفریق و امتیاز برستی رہتی ہے، لیکن کچھ مخصوص دن اور رات و مہینے ایسے ہیں جن میں اللہ رب العزت اپنے بندوں پر بے شمار رحمتیں، برکتیں نازل فرماتا ہے، بہار کے موسم آتے ہی چمن میں روح پرور ہوائیں چلنے لگتی ہیں، خشک درخت ہرے بھرے ہوجاتے ہیں، پھول کھلنے لگتے ہیں، جسمِ انسانی کی رگوں میں تازہ خون گردش کرنے لگتا ہے، ماہِ رمضان انسانوں کے لئے اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا موسمِ بہار ہے، اعلان خداوندی ہے:

''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ۔ یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا، لوگوں کی ہدایت کے لئے۔'' (قرآن کریم)

رمضان کی فضیلت کلام الٰہی، قرآن مجید سے اور قرآن کے نزول کا مقصد ہدی للناس انسانوں کی ہدایت کے لئے کلام الٰہی نازل ہوا۔ تمام بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے اللہ نے قرآن نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات میں انسان کی فلاح و بہبودی پنہاں ہے۔ ان احکامات کے بے شمار جسمانی اور روحانی فوائد ہیں۔ ان میں نہ صرف خدا کی خوشنودی مضمر ہے بلکہ خود انسان کے لئے دنیا و آخرت میں فلاح و نجات کا ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے احکامات فرائض کے درجے میں ہیں۔ کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ان سب فرائض کو چھوڑنے پر سخت گناہ و عذاب ہے۔ نماز کے بعد سب سے اہم عبادت روزہ ہے۔ روزہ جہاں اللہ کی عبادت ہے وہیں اس کے دنیوی و اخروی بے شمار فوائد انسان کے ہی حق میں ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔ رمضان کی فضیلتوں میں یہ بھی ہے کہ اس ماہ ہر آن، ہر لمحہ اور خاص کر لیلۃ القدر میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اللہ نے بندوں کو دعا جیسی عظیم نعمت عطا فرما کر اور دعا کو بزرگ فرما کر اس کی عظمت کا اعلان فرمایا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے بزرگ نہیں۔ (اسے ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے صحابی سے روایت کی ہے)

دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں: دعا سے عاجز نہ ہو کہ کوئی شخص دعا کے ساتھ ہلاک نہ ہوگا۔ (ابن ماجہ)

ہر شخص محتاج ہے اور زمین و آسمان کے سارے خزانے اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وہی مانگنے والوں کو عطا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ یعنی اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج ہو۔'' (القرآن، سورۂ محمد، آیت ۳۸)

انسان کی محتاجی اور فقیری کا تقاضہ یہی ہے کہ بندہ اپنے رب سے اپنی حاجت و ضرورت مانگے اور اپنے کسی بھی عمل کے ذریعہ اللہ سے بے نیازی نہ کرے کیونکہ یہ مقامِ عبدیت اور دعا کے خلاف ہے، قرآن مقدس میں دعا کی اہمیت بتائی گئی ہے بلکہ دعا کے طریقے بھی بتائے گئے ہیں اور دعا مانگنے کا حکم بھی دیا گیا ہے:

''وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ الخ یعنی (اے میرے حبیب پیغمبر) جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو (فرما دیجئے کہ) میں بالکل قریب ہی ہوں۔ جب کوئی پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام و خطیب ہیں۔

سنتا ہوں۔'' (القرآن، سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۶)

دکھ درد کا مارا جب یہ سنتا ہے کہ میرا مالک، میرا خالق مجھ سے الگ تھلگ کہیں دور نہیں بلکہ وہ قریب ہے رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے اور یہی نہیں بلکہ دعا قبول کرنے والا خود ضمانت دے رہا ہے کہ دعا قبول کی جاتی ہے اس سے بڑھ کر دعا کی اہمیت کیا ہوسکتی ہے، اللہ خود حکم دیتے ہوئے فرما رہا ہے:

''وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ یعنی تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔'' (القرآن سورہ مومن، آیت ۶۰)

فضائل دعا وآداب دعا

دعا ایک عجیب نعمت اور عمدہ دولت ہے کہ پروردگار نے اپنے بندوں کو کرامت عطا فرمائی ہے اور دعا کی تلقین اور تعلیم فرمائی کہ مشکل کے وقت دعا سے زیادہ کوئی چیز مؤثر نہیں اور دفع بلاو آفات میں کوئی بات اس سے بہتر نہیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کی کتاب ''احسن الوعا لآداب الدعا'' (فضائل دعا) جس کی شرح امام احمد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے ''ذیل المدعا لاحسن الوعاء'' کے نام لکھ کر امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔

آپ نے اس کتاب میں دس باب قائم فرمائے ہیں، پہلا باب فضائل دعا، دوسرا باب آداب دعا و اسباب دعا، تیسرا باب اوقات اجابت دعا وغیرہ، اس کتاب کا پڑھنا ہر مسلمان کے لئے فائدہ مند ہوگا، ضرور مطالعہ کریں، پہلے باب فضائل دعا میں لکھتے ہیں: ایک دعا سے آدمی کو پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں، اوّل عابدوں کے گروہ میں داخل ہوتا ہے کہ دعا فی نفسہ عبادت ہے بلکہ سرّ عبادت ہے۔ حضور ﷺ نے دعا کو عبادت کی روح قرار دیا: اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔ یعنی دعا عین عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے۔ (ترمذی باب ماجاء فی فضل الدعاء)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام وصالحین کی دعاؤں کا ذکر اپنے پاک کلام قرآن مجید میں متعدد بار فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام وغیرہ وغیرہ۔ (۲) جو شخص دعا کرتا ہے وہ اپنے عجز واحتیاج کا اقرار اپنے پروردگار سے کرتا ہے۔ (۳) امر شرع ہے رب نے دعا مانگنے کی تاکید قرآن میں فرمائی، نہ مانگنے پر غضب الٰہی کی وعید آئی:

''اِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِين۔ یعنی جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔''

یہاں عبادت سے مراد دعا ہے (۴) اتباع سنت کہ حضور ﷺ اکثر اوقات دعا مانگتے اور اوروں کو بھی تاکید فرماتے، دافع بلا وحصول مدعا ہے آدمی اگر بلا سے پناہ چاہتا ہے خدائے تعالیٰ پناہ دیتا ہے۔

قرآن واحادیث سے جہاں دعا کی فضیلت ثابت ومعلوم ہوتی ہے وہیں احادیث وقرآن مجید میں دعا نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بھی وعید آئی ہے۔ قرآن کریم کی آیت طیبہ اوپر لکھی جا چکی ہے، حدیث پاک بھی ملاحظہ فرمائیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے فرمایا:

''مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللهَ يَغْضِبُ عَلَيْهِ۔ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے اس پر اللہ ناراض ہوتا ہے۔''

دنیا میں ایسا کوئی نہیں جو سوال نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہو حتیٰ کہ والدین بھی اولاد کے ہر وقت مانگنے اور سوال کرنے سے چڑھ جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اتنا مہربان ہے کہ جو بندہ اس سے نہ مانگے وہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرنا تکبر کی علامت ہے اور مانگنے پر اسے پیار آتا ہے اور بندہ جو طلب کرتا ہے اپنی رحمت سے اسے عطا فرماتا ہے، یا آخرت میں ثواب بخشتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی اللہ سے دعا کرنے کی تاکید فرمائی، بلکہ اس کے فضائل وآداب بھی بتائے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللهِ مِنَ الدُّعَاءِ۔ یعنی اللہ کے یہاں دعا سے زیادہ کوئی عمل عزیز نہیں ہے۔''

انسانوں کے اعمال میں دعا ہی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کو کھینچنے کی سب سے زیادہ طاقت ہے، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مَن فُتِحَ لَہٗ مِنکُم بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَت لَہٗ اَبوَابُ الرَّحمَۃِ۔ یعنی تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا، اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندہ اس سے عافیت کی دعا کرے۔''

دعا مومن کا خاص ہتھیار ہے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَلدُّعَاءُ سَلَاحُ المُؤمِن۔ یعنی دعا مومن کی خاص ہتھیار ہے۔''

یعنی اس کی طاقت ہے، مفسرین وعلما فرماتے ہیں، دعا کو ہتھیار سے تشبیہ دینے کی خاص حکمت یہی ہوسکتی ہے کہ جس طرح ہتھیار دشمن کے حملہ وغیرہ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، اسی طرح دعا بھی آفات سے بچاؤ کا ذریعہ ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب غایت حیا اور کرم فرمانے والا ہے، جب بندہ اس کے آگے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو حیا آتی ہے کہ ان کو خالی ہاتھ واپس کردے، یعنی کچھ نہ کچھ عطا فرمانے کا فیصلہ ضرور فرماتا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی درحقیقت سائل کے لئے امید کی کرن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کریم ہے جو مانگنے والوں کو کبھی محروم نہیں کرتا اور بندہ کی ضرورت ومصلحت کے مطابق ضرور عطا فرماتا ہے اور وہ رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے، وہ قادر بھی ہے رحمٰن ورحیم بھی، تم دست دعا دراز کرو، تم دامن طلب پھیلا کر دیکھو، تم دل سے اس کے درِ رحمت پر آواز دو، وہ سنے گا تمہاری فریاد، وہ قبول کرے گا تمہاری دعا۔

درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا
جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو

دعا کیوں قبول نہیں ہوتی

ممکن ہے یہاں پر کسی کو شک گزرے کہ بسا اوقات دعا کرتے سالہا سال گزر جاتے ہیں لیکن دعا قبول نہیں ہوتی، اس کی ایک بڑی وجہ رحمت دوعالم ﷺ نے بیان فرمائی ہے، آدمی دور دراز کا سفر کرتا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے، بال اس کے پریشان، جسم اس کا گردآلود، اس کا کھانا لباس سب حرام کمائی سے ہے، اس کے پیٹ میں جو غذا ہے وہ بھی حرام ہے تو وہ لاکھ پکارے اور دعائیں کرے ایسے حرام خور کی دعا قبول ہونے کے لائق نہیں، حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا کہ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری ہر دعا قبول ہو تو رزق حلال کھایا کرو، قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی، حلال پاکیزہ اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے۔ (کنز الایمان۔ القرآن، سورہ مائدہ، آیت ۸۸)

پھر آگے ارشاد فرماتا ہے:

''یٰاَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُو کُلُو مِن، الخ۔ یعنی اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک وستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔''

ان آیات میں حلال رزق کھانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کو ایمان باللہ کا تقاضہ قرار دیا گیا ہے، اللہ نے بے شمار دروازے رزق حلال کے کھول دیئے ہیں۔ رزق حلال کی راہیں تنگ نہیں کہ تم کو حرام کی طرف جانا پڑے، دعا کی قبولیت کی شرط اوّل ہے، حلال رزق کھاؤ، ان شرائط کو ہم نے فراموش کردیا، بلکہ اب تو حلال وحرام میں فرق کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے، اگر ہماری دعائیں قبول نہ ہوں تو اپنا محاسبہ کریں اور تعجب تو یہ ہے کہ اس رحمت بے پایاں کہ پھر بھی وہ فریادیں سن لیتا ہے۔

صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ رب تمہاری مانے تو تم رب کی اطاعت کرو۔ روزہ اور نماز اسلام کی بنیادی عبادت میں ہیں۔ لیکن حضور رحمت للعالمین ﷺ نے نماز کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو نماز نمازی کو بدکاریوں سے باز نہ رکھ سکے وہ نماز اسے خدا سے اور زیادہ دور کردے گی، روزہ سے متعلق

ارشاد فرمایا:

''مَن لَم یَدَعْ قَولَ الزُّورِ وَالعَمَلَ بِہٖ فَلَیسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِی اَن یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ۔ یعنی روزے دار اگر جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کرنے سے باز نہ آئے تو اللہ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

آداب دعا و اسبابِ اجابت

یوں تو آدابِ دعا بہت ہیں، اعلیٰ حضرت اپنی کتاب ''احسن الوعاء فی آداب الدعا'' میں ساٹھ لکھے ہیں، چند مطالعہ فرمائیں:

(۱) دل کو حتی الامکان خیالاتِ غیر سے پاک کرے، بدن و لباس و مکان پاک و طاہر ہوں، کھانے پینے، لباس و کسب میں حرام سے احتیاط کرے کہ حرام خور و حرام کاری کی دعا اکثر رد ہوتی ہے۔ دعا سے پہلے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرے کہ نافرمانی پر قائم رہ کر دعا مانگنا بے حیائی ہے، دو رکعت نماز خلوص قلب سے پڑھے کہ جالب رحمت ہے اور رحمت موجب نعمت، وقت کراہت نہ ہو، دعا کے وقت باوضو قبلہ رخ ہو یقین کے ساتھ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی میری دعا قبول فرمائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فَادعُوا اللّٰہَ مُخلِصِینَ لَہُ الدِّینَ۔ تم لوگ اللہ کو خالص اعتقاد کے پکارو۔''

دعا کے قبول ہونے کا پورا یقین رکھنا، حضور نے فرمایا اللہ سے دعا اس طرح کرو کہ تمہیں قبولیت کا یقین ہو۔ (ترمذی)

حضور نے فرمایا کہ تم میں جب کوئی دعا مانگے تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا سے دعا کا آغاز کرے پھر مجھ پر درود بھیجے پھر جو چاہئے مانگے وغیرہ وغیرہ۔

دعا قبول ہونے کے اوقات و مقامات

وہ اوقات و حالات کہ جن میں بنظر ارشاد احادیث و ائمہ دین امید اجابت بحمد للہ قوی ہیں، پینتالیس ہیں، اوّل شب قدر ماہ رمضان میں، ماہ رمضان ہر لمحہ، شبِ جمعہ ماہ رمضان، روز جمعہ ماہِ رمضان، ٹھیک آدھی رات یعنی رات کا چھٹا حصہ کہ اس وقت تجلی خاص ہوتی ہے، طواف کرتے وقت ملتزم پر چمٹ کر، (ملتزم اس جگہ کو کہتے ہیں جو حجر اسود اور بیت اللہ کے درمیان ہے) حطیم میں خاص کر میزاب رحمت کے نیچے، بیت اللہ شریف کے اندر، صفا و مروہ پر اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت، مقامِ ابراہیم، عرفات، منیٰ، مزدلفہ میں، آبِ زمزم پینے کے پہلے اور بعد میں، اذان سننے میں بعد حیٰ علی الفلاح، بارش ہوتے وقت وغیرہ وغیرہ۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ رحمتوں، برکتوں، فضیلتوں والا رمضان چل رہا ہے، جس میں ہر لمحہ دعائیں قبول ہوتی ہیں اور مخصوص وقتوں کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، ہمیں اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہونا چاہئے اور اللہ کی بارگاہ میں خوب خوب دعائیں مانگنی چاہئے، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''رمضان کا بابرکت مہینہ تمام بھلائیوں اور برکتوں کا جامع ہے اور جو بھی خیر و برکت اس میں ہے وہ مخلوق کی ذات سے وابستہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَآ اَصَابَکَ مِن حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ وَمَآ اَصَابَکَ مِن سَیِّئَۃٍ فَمِن نَّفسِکَ۔ یعنی جو کچھ تمہیں بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو کچھ تمہیں برائی پہنچے وہ خود تمہاری طرف سے ہے۔ (القرآن) یہ نصِ قطعی ہے پس اس ماہ مبارک کی تمام بھلائیاں اور تمام برکتیں اللہ تعالیٰ کے کمالات ذاتیہ کے ثمرات ہیں اور ان تمام کمالات ذاتیہ کی جامع اس کے کلام کی شان عالی ہے اور قرآن مجید اس شان جامع کی تمام حقیقتوں کا جامع ہے اور یہ ماہ مبارک ان تمام بھلائیوں اور سعادتوں کا جامع ہے جو ان کمالات کے ثمرات و نتائج ہیں اور یہی مناسبت ہوئی کہ اس ماہ مقدس میں قرآن کریم کا نزول ہوا: شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن۔ پھر اس ماہ مبارک کا خلاصہ اور حاصل شب قدر ہے وہ مغز ہے اور یہ مہینہ اس مغز کے لئے گویا چھلکا ہے، پس جو کوئی اس ماہ کو جمعیت اور یکسوئی کے ساتھ گزارے گا اور اس ماہ کی خیرات و برکات سے بھرا پڑا رہے گا وہ پورا سال جمعیت اور اطمینان کے ساتھ گزارے گا اور خیر و برکت سے بھرا پڑا رہے گا۔'' (مکتوب ۱۶۲ر جلد اوّل)

اس ماہ میں لیلۃ القدر سے محرومی بہت بڑی بقیہ ص ۱۲ر پر

تیسری اور آخری قسط

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی *

قرآن پاک پر نقطے اور اعراب

[آغاز وارتقا اور ضرورت وافادیت]

اسلامیات

گزشتہ سے پیوستہ

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ خود ''ابو الاسود'' کی لڑکی نے اپنے باپ سے گفتگو کرتے ہوئے اعراب میں غلطی کردی تھی، جس سے ''ابو الاسود'' کا دل پریشان ہو گیا اور ذہنی طور پر ان کی نفسیات پر کیا اثر پڑا ہوگا، اس کا احساس انہیں کو ہوگا۔ ہم اور آپ کیا سمجھ سکتے ہیں جو قوم غیور ہوتی ہے۔ وہ سمجھ لیتی ہے۔ زبان اور تہذیب کیا چیز ہوا کرتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ قوم کا رشتہ زبان اور تہذیب سے جڑا ہوتا ہے بلکہ قومیت کا تصور اس کی زبان اور تہذیب پر ہی مبنی ہوا کرتی ہے، زبان کا مٹ جانا اور تہذیب کا عین غین ہو جانے کا مطلب قومیت کے تصور کا مٹ جانا ہے۔

حضور شمس العلماء نے دوران درس ''جار اللہ الزمخشری'' کے حوالے سے بتایا کہ انہوں نے ایک عربی خاتون سے شادی کرلی، جب پہلی رات دونوں تخلیہ میں پہنچے تو ''زمخشری'' نے اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا ''اقتلی السراج۔ چراغ بجھادو'' ان کی بیوی محض ''اقتلی السراج'' کہنے پر پریشان ہو گئی کیونکہ اس میں عجمیت کی بو آرہی تھی، اس موقع پر اہل عرب کا محاورہ ''اطفئی السراج'' کہنے کا تھا، اہل عرب کے محاورے کے خلاف بولے جانے پر اس کی بیوی اس قدر پریشان ہو گئی کہ اس رات کو اس نے قیامت سے تعبیر کردی اور صبح ہوتے ہی اس نے طلاق لے لی۔

زبان و بیان کی تبدیلی سے لاحق ہونے والا اضطراب ایسا ہوتا ہے جسے برداشت نہیں کیا جاسکتا ہے، اس لئے غیرت مند قوم کا ہر ایک فرد اس کی حفاظت کے لئے سر پر کفن تو ضرور باندھ لیتا ہے، اپنی جان دے دینا پسند کر لیتا ہے لیکن زبان اور اپنی تہذیب کو بدلنے نہیں دیتا ہے، ہلا کو خاں نے ایک قلعہ فتح کیا اس میں محبوس افراد نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور قلعہ سے بہت سارے بچے اور بچیوں نے باہر آکر ''ہلا کو خاں'' کا استقبال کیا اور اس کی شان میں اپنی زبان سے قصیدے کے اشعار گن گنائے اور ''ہلاکوں خاں'' سے اپنی ایک شرط منوالی، بچے اور بچیوں نے نہایت ہی عاجزانہ لب ولہجہ میں کہا: آپ ہماری زبان میں کوئی بدلاؤ نہ کریں اور نہ ہی ہماری تہذیب کو مٹائیں، ہلا کو چونکہ ان کی بات ماننے کا وعدہ کر چکا تھا اس لئے انہوں نے ان کی بات کو قبول کرتے ہوئے کہا: اے غیرت مند قوم کے غیرت مند بچے اور بچیوں! یہ تلوار تمہارے قدموں میں نچھاور ہے اور ہلا کو فاتح ہو کر بھی تم لوگوں سے ہار چکا ہے اور اپنی شکست قبول کرتا ہے کیونکہ جس قوم کی زبان اور تہذیب زندہ رہتی ہے، وہ قوم کبھی ہارتی نہیں ہے بلکہ زندہ رہتی ہے مگر افسوس ہوتا ہے اس دور کے مسلمانوں پر کہ انہوں نے اپنی زبان بھی بدل دی ہے اور اپنی تہذیب بھی، اس دور میں کوئی ایسا نہیں دکھائی دے رہا ہے جو اپنی زبان وتہذیب کی سلامتی کے لئے کوئی اقدام کرے اور اب تو ایسا دور آ گیا ہے کہ غیروں کے کہنے پر اپنی زبان اور اپنی تہذیب نیز اپنی شریعت کو بدلنے کے لئے شعوری کوشش کی جارہی ہے، کبھی اپنی ذاتی منفعت کے لئے اور کبھی حکمراں پارٹی کے خوف سے، شاید اس دور کے مسلمانوں کے لئے سرکار اعلی حضرت فاضل بریلوی نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ۔

جگنو چمکے پتا کھڑکے مجھ تنہا کا دل دھڑکے
ڈر سمجھائے کوئی پون ہے یا آگیا بے تالی ہے

''حضرت ابوالاسود دیئلی'' کے دل میں اعرابی غلطی کے سبب جو اضطراب لاحق ہوا تھا، اس کے نتیجے میں یہی کہا جاسکتا

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

ہے کہ حضرت ابوالاسود نے بذات خود اعراب کی ابتدا کردی تھی، ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ زیاد نے اس کام کو کرنے سے منع کردیا ہو اور انہوں نے ان کی بات بھی مان لی ہو، ممکن ہے آنے والے دنوں میں اس کا کوئی خوشگوار نتیجہ سامنے آئے اور ایسا ہی ہوا کہ بعد میں اس جانب کافی کچھ پیش رفت ہوئی۔

عراق کے گورنر زیاد کے سامنے ایک شخص نے کہا ”توفی ابانا وترك بنون“ زیاد نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا اور کہا ”توفی ابانا وترك بنون“ حالانکہ اس شخص کو اس طرح کہنا چاہئے ”توفی ابونا وترك بنين۔ یعنی ہمارے باپ مرگئے اور بیٹوں کو چھوڑ گئے“ جس شخص نے بھی اعراب میں غلطی کی اس کا تعلق عام بول چال سے ہے اس کی وجہ سے زیاد مضطرب ہوا ہوگا اور ضرور ہوا ہوگا، اس بات سے انکار نہیں لیکن ”ابوالاسود“ کے دل میں جو اضطراب لاحق تھا وہ زیاد کے اضطراب سے کہیں زیادہ لاحق تھا کیونکہ ان کے اضطراب کی وجہ کوئی ایک وجہ نہ تھی بلکہ دو وجہ تھی، پہلی وجہ قرآنی آیت میں اعراب کی غلطی ہے، یہ غلطی عام بول چال میں واقع ہونے والی غلطی سے بہرحال زیادہ سنگین ہے، اسی طرح ”ابوالاسود“ کے سامنے کسی اور نے نہیں بلکہ خود ان کی لڑکی نے غلطی کی تھی، یہ غلطی بھی بہرحال اس غلطی سے زیادہ اذیت ناک اور سنگین تھی جو ایک اجنبی نے زیاد کے سامنے کی تھی، اس لئے میرا ماننا ہے کہ ”حضرت ابوالاسود“ نے خود ہی قرآن پاک میں اعراب لگانے کی ابتدا کردی ہو، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ زیاد نے ان کے اس کام میں تعاون کیا ہو اور تائید بھی، انہوں نے کیا تعاون کیا اس بات کی اس سے پہلے وضاحت کردی جیسا کہ زیاد نے ایک زود فہم کاتب کا انتظام کر دیا اور جہاں تک تائید کی بات ہے درج ذیل عبارت سے اس کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

جب زیاد کے سامنے اعراب میں غلطی کی گئی جیسا کہ اوپر بیان کردیا گیا ہے تو زیاد نے ”ابوالاسود“ کو بلوایا اور کہا: اے ”ابوالاسود“، جس چیز سے میں نے منع کیا تھا اب اس کام کو انجام دو اور ”ابوالاسود“ نے اس کام کو انجام دے دیا یعنی قرآن پاک میں اعراب لگادیا، چونکہ ”حضرت ابوالاسود“ ایک ایسے دور میں زندگی بسر کررہے تھے جو عبدالملک بن مروان سے منسوب تھا، وہ کام جو بادشاہ وقت کے حکم سے انجام دیا جاتا ہے اس کی حیثیت کچھ اور ہی ہوا کرتی ہے، کیونکہ اس کام کو رواج پانا ہوتا ہے اور عوام وخواص کے مابین اس کو پھیلانا ہوتا ہے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب حکومتی سطح پر اس کام کو انجام دیا جائے اس لئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ”حضرت ابوالاسود“ نے جو کام کیا ہے بادشاہ وقت عبدالملک بن مروان کے کہنے پر کیا ہے اور یہی اعلی حضرت کا نظریہ ہے۔

قرآن پاک میں اعراب کس کے دور میں لگا گیا؟

عہد اور زمانہ کا اعتبار اسی سے لگایا جاتا ہے جو اس دور کا بادشاہ ہوا کرتا ہے جس قدر بھی عامل یا گورنر ہوا کرتے ہیں اس کی طرف نسبت کرکے نہ عہد کا اعتبار کیا جاتا اور نہ ہی زمانہ کا، چاہے وہ زیاد ہوں یا حجاج بن یوسف ہوں یہ دونوں عبدالملک کے دور ملوکیت میں گورنر تھے زیادہ عراق کا گورنر تھا اور حجاج بن یوسف واسط کا گورنر تھا، جب گورنر ہونے کے اعتبار سے دونوں اپنی طرف سے کوئی کام انجام نہیں دے سکتے ہیں تو اعراب ان دونوں میں سے کسی ایک کے حکم سے کیسے لگایا جاسکتا ہے اور وہ بھی قرآن مقدس میں؟ اور اگر بادشاہ کا حکم تھا کہ قرآن مقدس میں اعراب لگایا جائے تو زیاد نے یا حجاج نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرائی ہے ایسا نہیں ہے کہ کسی گورنر کے حکم سے اعراب لگایا گیا ہے، اعلی حضرت فاضل بریلوی نے اسی پہلو کو پسند کیا ہے، زمن عبدالملک میں اعراب لگایا گیا ہے۔

دور سوم: اعراب بالعلامۃ

اعراب لگانے کا یہ تیسرا دور ہے اور یہ دور ”حضرت ابوالاسود دئیلی“ کے وصال پاک ۶۹ھ سے شروع ہوتا ہے اور عبدالملک بن مروان کی وفات ۸۶ھ پر جاکر ختم ہوجاتا ہے، دور دوم میں اعراب کی نہ کوئی شکل تھی اور نہ ہی اس کی کوئی علامت تھی بلکہ نقطوں سے ہی اعراب کا کام لیا جاتا تھا، نقطہ ایک لگا ہو یا دو نقطے لگے ہوں اوپر ہوں یا نیچے ہوں یا پھر حرف کے بیچ و بیچ میں ہو، اس

سے زیر اور زبر یا پیش کا سمجھ لینا ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی، اس لئے کہ ہر کوئی زود فہم نہیں ہوتا ہے بلکہ کچھ لوگ اس قدر کند ذہن ہوا کرتے ہیں کہ انہیں بار بار بتانے سے بھی سمجھ میں نہیں آتا ہے، ہاں اہل عرب کے لئے ایسا کرنا آسان ہوتا ہے کیونکہ قرآن مقدس کا نزول انہیں کی زبان میں ہوا تھا اس لئے نقطوں کے سہارے وہ بآسانی سمجھ لیتے تھے کہ یہاں نقطہ زبر کے لئے ہے اور وہاں زیر کے لئے ہے، مگر اہل عجم کے لئے اس کی پہچان بڑی دشواری کا باعث اور دوسری بات یہ ہے کہ حروف ہجائیہ میں سے بہت سے ایسے بھی حروف ہیں جن کی شکلیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں، دور دوم میں ایسا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا کہ (ب) اور (ت) اسی طرح (ج) اور (خ) میں امتیاز کی کیا صورت ہوگی، اہل عرب کے لئے اس کی پہچان تو آسان تھی کیونکہ ان کی مادری زبان ہی عربی ہے، اس لئے وہ اس کو نہایت ہی آسانی کے ساتھ سمجھ لیا کرتے تھے مگر اہل عجم کیا کرتے، اس لئے ضرورت پیش آئی کہ ملتے جلتے حرفوں میں پہچان کی کیا صورت ہو؟ اس دور میں خاص طور سے دو کاموں پر دھیان دیا گیا پہلا کام یہ کیا گیا کہ ملتے جُلتے حروف میں امتیاز کا کام نقطوں سے لیا گیا اور دوسرا کام یہ ہوا کہ زبر، زیر اور پیش کے لئے علامتیں متعین کی گئیں، جیسے (ب) کے لئے حرف کے نیچے ایک نقطہ (ت) کے لئے حرف کے اوپر دو نقطے اور (ث) کے لئے حرف کے اوپر تین نقطے، اسی طرح (ج) کے لئے حرف کے پیٹ میں ایک نقطہ (ح) کو خالی رکھا گیا، (خ) کے لئے حرف کے اوپر ایک نقطہ اور (چ) کے لئے حرف کے پیٹ میں تین نقطے، حروف ہجائیہ میں (ٹ)۔(چ)۔(ڑ) (ژ) وغیرہ حرفوں کی شمولیت اس بات کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ اس تیسرے دور میں خاص طور سے عجمیوں کی رعایت کی گئی ہے۔

اسی دور میں زبر، زبر اور پیش کے لئے علامتیں مقرر کی گئیں، اسی بنیاد پر اس دور کو اعراب کی اصلاح اور ترقی کا دور کہا جاتا ہے اور اس دور میں جہاں اہل عرب کو پیش نظر رکھ کر کام کیا گیا ہے وہیں اہل عجم کی جانب بھی توجہ مبذول کی گئی ہے، دور اوّل کا کام بنیادی حیثیت کا تھا اور دور دوم میں جو کام کیا گیا وہ انفرادی حیثیت کا تھا اور دور سوم میں جو کام کیا گیا وہ عمومی حیثیت کا تھا، اس دور میں جو کام کیا گیا وہ نصر بن عاصم لیثی اور یحیٰ بن یعمر کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا، یہ کام کس کے حکم سے ہوا اور کس کی نگرانی میں ہوا اور کن کن لوگوں نے کیا ان تمام سوالوں کا جواب درج ذیل عبارت میں پایا جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

یہ کام حکومتی سطح پر عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف الثقفی کے زیر نگرانی کرایا، انہوں نے اس کام کو خود نہیں کیا بلکہ ''نصر بن عاصم اور یحیٰ بن یعمر'' سے کرایا اور یہ دونوں حضرات خود ''حضرت ابوالاسود'' کے شاگرد رشید تھے، اس لئے انہوں نے اعراب کے معاملہ میں اپنے استاد گرامی کے کام کو ہی آگے بڑھایا ہے اور زمانہ کے مزاج کے اعتبار سے اسی کو فروغ دیا ہے اور نئی آب و تاب سے نوازا ہے، اس موقع پر حضرت شیخ عبدالعظیم الزرقانی فرماتے ہیں:

''فامر الحجاج ان یعنی بھذا الامر الجلل وندب الحجاج طاعة لامیر المؤمنین رجلین یعالجان ھذا المشکل ،وھما نصر بن عاصم اللیثی ویحی بن یعمر العدوانی ،وکلاھما کفء قدیر علی ما ندب له اذ جمعا بین العلم والعمل، والصلاح والورع و الخبرة باصول اللغة ووجوہ قرأة القرآن وقد اشترکا ایضاً فی التلمذة والاخذ عن ابی الاسود و یرحم اللہ ھذین الشیخین فقد نجحا فی ھذہ المحاولة واعجما المصحف الشریف لاول مرة ونقطا جمیع حروفه المتشابھة والتزما ان لا تزید النقط فی ای حرف علیٰ ثلاث وشاع دالك فی الناس بعد فکان له اثرہ العظیم فی ازالة الاشکال واللبس عن المصحف الشریف۔ (مناہل العرفان، ج۱رص۳۳۹)

ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو کہ اس عظیم کام (یعنی قرآن شریف میں اعراب لگانے) کا اہتمام کیا جائے، امیر المومنین کے اس حکم کو بجالاتے ہوئے حجاج

اسلامیات

بن یوسف نے دو ایسے اشخاص کا انتخاب کیا جو اس کام کو بخوبی انجام دے سکتے تھے ان دونوں اشخاص کے نام ''نصر بن عاصم لیثی اور یحیٰ بن یعمر تھا اور یہ دونوں اس کام کو انجام دینے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے کیونکہ یہ دونوں علم وعمل، تقویٰ کے اور نیکی کے جامع تھے، اصول لغت اور قرأت قرآن کے مختلف وجوہ سے باخبر تھے اور یہ کہ دونوں حضرت ابوالاسود کے شاگرد رشید تھے اللہ تعالیٰ ان دونوں شیخین پر رحم فرمائے کہ یہ دونوں اس کار عظیم کے انجام دینے میں کامیاب ہو گئے اور پہلی بار مصحف شریف میں اعراب لگا دیئے اور ایک دوسرے سے ملتے جُلتے حروف میں نقطے لگا دیئے دونوں نے اس بات کا التزام رکھا کہ کسی بھی حرف پر تین نقطے سے زیادہ نہ لگائے جائیں، انہیں کا اعراب لگایا ہوا قرآن شریف لوگوں میں عام کر دیا گیا پس ان دونوں کا یہ عظیم کارنامہ ہے قرآن شریف سے مشکلات کے ازالے اور التباسات کے دور کرنے میں ہے، اس کام کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔''

یہ کام دور ارتقا کا کام ہے، اس کام کی کیا اہمیت ہے؟ اور اس کام سے کس قدر افادیت وابستہ ہے، اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، اگر یہ کام نہ کیا جاتا تو ہم جیسے اہل عجم کے لئے کس قدر پریشانی ہوتی؟ اس کا تصور ہی اذیت ناک ہے، آج عجم میں دینی علمی اور فکری فضا پائی جاتی ہے بہت حد تک اسی کام پر نربھر کرتا ہے، یہ کام بھی بادشاہ کے کہنے پر ہی ہوا ہے، اس لئے مناسب ہے اس کام کی نسبت بھی بادشاہ ہی کی جانب کی جائے، کسی گورنر کی جانب نہیں اور حجاج جیسے ظالم کی طرف تو ہر گز ہی نہ کی جائے، ۸۶ھ میں اس دور کا اختتام ہوتا ہے۔

کسی کام کو انجام دینے کے لئے سب سے پہلے وہ ہوا کرتا ہے جو اس کام کو انجام دیتا ہے اور جو کام کو انجام دیتا ہے اس کو ''مباشر'' کہا جاتا ہے اور دوسرا وہ ہوتا ہے جو کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے اس کو ''متسبب'' کہا جاتا ہے اور تیسرا وہ ہوتا ہے جو بیچ کا واسطہ ہوا کرتا ہے جو نہ مباشر ہوتا ہے اور نہ ہی متسبب بلکہ اس کا کوئی نام نہیں ہوتا ہے، دور سوم میں جن افراد نے قرآن پاک کے متشابہ لفظوں میں امتیاز پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یا حرکات وسکنات کے لئے علامتیں وضع کی ہیں وہ خوش نصیب افراد ''نصر بن عاصم اور یحیٰ بن یعمر ہیں یہ دونوں کے دونوں اس معاملے میں مباشر ہیں اور اس کام کی جنہوں نے ترغیب دی ہے وہ عبدالملک بن مروان ہیں، جو متسبب ہیں اور حکم یہ ہے کہ جب کسی کام میں مباشر اور متسبب جمع ہو جائیں تو کام کی نسبت مباشر کی طرف کی جاتی ہے ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے:

''اذا اجتمع المباشر والمتسبب اضیف الحکم الیٰ المباشر'' یہاں حکم سے دھوکہ نہ کھایا جائے حکم مضاف ہوتا ہے مباشر کی طرف تو اس بارے میں کہونگا کہ حکم متفرع ہوتا ہے کام پر، جب کام ہی مباشر کی طرف منسوب نہیں ہوگا تو حکم کیسے مضاف ہو سکتا ہے، لہٰذا کام کی نسبت اولاً اور بالذات مباشر کی جانب ہوتی ہے اور ثانیاً اور بالعرض کام کی نسبت متسبب کی جانب ہوتی ہے، اس تحقیق کی بنیاد پر یہی کہا جائے گا دور سوم میں نصر بن عاصم اور یحیی بن یعمر نے قرآن میں نقطے لگائے ہیں اور حرکات کے لئے علامتیں وضع کی ہیں اور زمانہ کس کا ہے عبدالملک بن مروان کا، حجاج بن یوسف کی طرف اعراب اور نقطے لگانے کی بات تو کسی نوع سے درست ہی نہیں، یہ تیسرا دور عبدالملک بن مروان کے وفات پاتے ہی ختم ہو جاتا ہے اور ان کی سن وفات ۶۸ھ ہے۔

اسی دور میں نقطے اور اعراب کی علامتیں لگائے گئے قرآن پاک کو رواج دیا گیا اور عوام وخواص تک پہونچایا گیا، اس سے جہاں عجمیوں کو کلام پاک صحیح طور پر پڑھنا آیا وہیں عربی زبان میں بھی اعرابی غلطیوں کا امکان بہت حد تک کم ہو گیا، اس دوران ہمارے علمائے کرام ایک بہت بڑا کام کیا اور وہ یہ کہ عوام کی زبانوں پر جو غلط کلمات الفاظ اور تراکیب نیز مصادر وغیرہ رائج ہو چکے تھے ان کی اصلاح کی طرف دھیان دیا اور اپنی توجہ مبذول کی، کتابیں اس بارے میں لکھی گئیں، مقالے تحریر کئے گئے اور زبانی طور پر بھی عوام کے درمیاں جا کر ان کی غلطیوں میں سدھار

لانے کی کوشش کی گئی، انہیں کوششوں کا نتیجہ ہے کہ عربی زبان میں نفاست پاکیزگی اور شفافیت نمایاں ہوگئی اور ان کی شیرینیت میں دوبارہ نکھا آ گیا، یہ سلسلہ ''خلیل بن احمد الفراہیدی'' تک چلتا رہا۔

دور چہارم: جزوی اصلاحات

اب تک جن ادوار کے بارے میں لکھا گیا وہ نہایت ہی اہمیت وافادیت کے حامل ادوار تھے، ان ادوار میں جو اصلاحات کی گئی ہیں کوئی بھی ان پر عمل کر کے قرآن پاک کو صحیح طور پر پڑھ سکتا ہے اور اعراب میں غلطی نہیں کرسکتا ہے، یہ اہل عرب کے لئے بھی مفید ہے اور اہل عجم کے لئے بھی، زیادہ تر کتابوں میں انہیں ادوار کی تفصیلات کہیں کہیں ملتی ہیں، انہیں معلومات کو میں نے فراہم کر کے اپنے مقالے میں ادوار کو اجاگر کیا ہے، جہاں تک دور چہارم کی بات ہے اس پر کچھ لکھنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا کیونکہ دور چہارم میں کچھ رکھا ہی نہیں کہ اس کو میں اس میں پیش کروں؟ جب میں نے حصرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب کا ایک فتویٰ دیکھا جس میں انہوں نے ''خلیل بن احمد الفراہیدی'' کے تعلق سے کچھ اصلاحات کا ذکر کیا ہے، انہوں نے روح البیان جلد چہارم ص ۶۵، ۶۶ اور ''شرح الشفا لملاعلی قاری جلد دوم کے حوالے سے گفتگو فرمائی ہے۔

اس کے علاوہ میں نے غیروں کی ایک کتاب کا مطالعہ کیا ہے، اس میں تو انہوں نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دور چہارم ہی سب کچھ ہے اور اس دور میں جو اصلاحات عمل میں لائی گئی ہیں، دور سوم اس طرح کی اصلاحات سے خالی ہیں اور مجھے اس بات پر حیرت ہوئی کہ اس غیر اصلاحی عمل کا سہرا حجاج بن یوسف کے سر باندھ دیا ہے جب کہ میں نے اصول و ضوابط کے اعتبار سے ثابت کر چکا ہوں کہ اصلاحی عمل سے حجاج بن یوسف کو کوئی لینا دینا نہیں، ان کی حیثیت ایک سفیر محض کی ہے، اس کے سوا ان کی کوئی حیثیت نہیں، انہیں سنجیدگی کے ساتھ کسی کام کو انجام دینے کی فرصت ہی کہاں تھی جو خوش گوار ماحول میں رہ کر یہ کام کرتے یا کرواتے، یہ تو عبد الملک بن مروان کا ہی بس تھا کہ انہوں نے یہ کام کرالیا اور نصر بن عاصم اور یحیٰ بن یعمر نے اس کام کو انجام دے دیا، بہر حال یہ دور چہارم منسوب ہے ''خلیل بن احمد الفراہیدی'' کے نام، ان کے تعلق سے پہلے بھی بتایا جاچکا ہے ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کا وصال ۱۷۰ھ میں ہوا، نحو کے امام تھے اور سیبویہ کے استاذ تھے، اس لئے ان کا یہ اصلاحی عمل قرین قیاس ہے، انہوں نے اصلاح کا کام کب شروع کیا اور کب ختم ہوا اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے، ہوسکتا ہے، اپنی عمر کے آخری حصہ میں انہوں نے یہ کام انجام دیا ہو، انہوں نے جو اصلاحی کام انجام دیا ہے، وہ یہ ہے (مد، تشدید) اور (وقف) کے لئے علامت وضع کی ہے اور ان کی وضع کردہ علامتیں آج تک رائج ہیں، ان کا یہ دور ان کے وصال پر ختم ہو جاتا ہے۔

میں نے اعراب اور تنقیط کے عمل کو چار دوروں پر تقسیم کیا تھا، ان چاروں ادوار کے تعلق سے مجھ سے جو چکا اپنی معلومات فراہم کردی ہے شاید ہمارے قارئین اس مقالے کو پسند کریں اور اگر اس میں کوئی خامی یا کوتاہی پائی جاتی ہے تو اس ناچیز کم علم کو مطلع فرمائیں، آپ کی نوازش ہوگی اور عین کرم ہوگا۔



ص ۴۰ر کا بقیہ...

اس سے دو باتیں واضح ہوگئیں کہ جو لوگ خنزیر یا کسی بھی حرام اشیا سے ملی دوا یا انجکشن کو جائز بتا رہے ہیں، وہ اعلیٰ حضرت کے فتوے کے خلاف فتویٰ دے رہے ہیں، دوسری بات یہ کہ ان کے غلط فتوؤں کے باعث جو لوگ اس گناہ کے مرتکب ہوں گے اس کے ذمہ دار جائز بتانے والے علما ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت اور اکابرین دین وملت کے ارشادات وفرمودات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

◆◆◆

مسلمان ہر حال میں روزہ رکھیں اور اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

اسلامیات

از: مولانا محمد انصار احمد مصباحی*

مغرب سے آئیں چند بے ہودہ رسمیں

تقابل و تجزیہ

آگے بڑھنے سے پہلے آنند کمار سوامی کا یہ اقتباس پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے:

''مغربی تہذیب نے ہر اس تہذیب کو جو اس سے مختلف تھی اور صدیوں سے اپنے نام پر قائم تھی، اپنے زہریلے اثر سے اس طرح ہلاک کر دیا ہے جس طرح قابیل نے ہابیل کو ہلاک کیا تھا، لیکن وہ قابیل ہی کی طرح اس خون ناحق کو چھپانا بھی چاہتی ہے، اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مقتول کی ممی بنا کر اسے تماشا گاہوں میں چلتا پھرتا دکھایا جائے تاکہ کسی کو یہ احساس ہی نہ ہونے پائے کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔'' (سلیم احمد صاحب کے مضمون ''تہذیب کا جن'' سے اقتباس)

زیر نظر تحریر میں قارئین کے سامنے مغربی تہذیب کی چند گھناؤنی تصویریں پیش کی جا رہی ہیں، مغربی تہذیب سے مراد وہ تہذیب ہے، جو گزشتہ چار سو سالوں کے دوران یورپ اور امریکہ میں ابھری، مشرقی یورپ پر ترکوں کا قبضہ ہوا تو یونانی اور لاطینی علوم جاننے والے وہاں سے بھاگ کر مغرب میں جہاں موقع ملا آباد ہو گئے، اس طرح ایک نئی تہذیب اور ثقافت کی نیو پڑی۔ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اس تہذیب میں بتدریج اخلاقی گراوٹ بھی آتی گئی اور بیسویں صدی تک یہ مغربی تہذیب بے حیائی، الحاد پرستی اور اخلاق بیزاری میں تبدیل ہو گئی۔

یہی تہذیب ہے جسے اقوام عالم پر تھوپنے کے لئے اہل یورپ و امریکہ بندوقیں لے کر نکل پڑے، اس ''نظر کو خیرہ کرنے والی'' درحقیقت ''جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری'' والی تہذیبِ مغرب کو سمجھنے کے لئے دو تین مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

(1) "No Pants subway ride day"

13 January

اسے آپ اپنی زبان میں ''عریاں سفر کرنے کی رسم'' کہہ سکتے ہیں، یہ خالص مغربی تہوار جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، 2002ء میں نیویارک شہر سے متعارف ہوا، اور 2006ء تک صرف 150 لوگوں نے منایا، پھر اسے اچانک بال و پر مل گئے؛ آج دو سو سے زائد شہروں میں اس بیہودگی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

(2) "Valentine's Day"

14 February

یعنی یوم محبت! ہر سال ۱۴ر فروری کو منائی جانے والی یہ رسم ہوس کے پجاریوں کا عالمی تہوار ہے، اس کا ایک دوسرا نام "Feast Of Saint Valentine" بھی ہے۔

یاد رکھیے! جب کوئی لفظ ہمارے ذہنوں پر اس طرح سوار ہو جائے کہ ہم اس کے معنی کو سمجھے بغیر ہی اسے استعمال کرنے لگیں تو وہ لفظ ''لفظ'' نہیں، نفسیاتی عمل بن جاتا ہے ''ویلنٹائن ڈے'' اور ''اپریل فولس ڈے'' جیسے الفاظ بھی اسی نفسیاتی غلامی کو ظاہر کرتے ہیں، اس حیا سوز رسم کی ابتدا کب کوئی؟ اس تعلق سے روشن خیالوں نے کئی روایات گڑھے ہیں، اس بارے میں وکی پیڈیا میں موجود عطاء اللہ صدیقی کی یہ تحریر بڑی اہمیت کی حامل ہے:

''اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ تو موجود نہیں، البتہ ایک غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں ''ویلن ٹائن'' نامی ایک پادری کسی راہبہ (Nun) کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا، چونکہ مسیحیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے نکاح ممنوع تھا، اس لیے ایک دن ویلن ٹائن نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں بتایا گیا ہے کہ ۱۴ر فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی

* مضمون نگار جماعت رضائے مصطفےٰ، شاخ کولکاتا کے رکن ہیں۔

راہب یا راہبہ جنسی لاپ بھی کرلیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا، راہبہ نے اس پر یقین کرلیا اور دونوں جوشِ عشق میں سب کچھ کر گزرے، کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اُڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے۔

پھر بعد میں ان کے پرستاروں نے اس کے قتل کے دن کو بے حیائی کے لئے خاص کرلیا۔''

اسلام میں محبت وقت و تہوار کا پابند نہیں اور نہ ہی عشق اور محبت کے نام پر اس طرح کی بے راہ روی کی اجازت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کلام مجید میں واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے:

''قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۔ مسلمان مردوں کو حکم دو، اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں؛ یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے، بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔'' (النور، آیت ۳۰)

(3) "April Fool's Day"

1st. April

یعنی یوم احمقاں پہلے اپریل کو منایا جانے والا یہ تہوار مغربی تہذیب کے عقل و خرد سے کورے ہونے کا کا بڑا ثبوت ہے، کتنی حیرت کی بات ہے کہ صرف ہنسی ہنگامے کی لذت کے لئے ایک انسان دوسرے انسان کو دھوکا دے، اس سے جھوٹ بول کر بے وقوف بنائے، لوگوں کے بیچ اسے ذلیل کرے، کسی کو تکلیف میں مبتلا کرے اور یہ سارے کام تہذیب ثقافت کے نام پر انجام دیئے جائیں۔

''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا'' میں اس رسم کی ایک یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اکیس مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہوجاتی ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ (معاذ اللہ) قدرت ہمارے ساتھ اس طرح مذاق کر کے ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے؛ لہٰذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کردیا۔

(رسالہ ''اپریل فول کیا ہے؟'' ص۱۱)

بدنگاہی، بے پردگی، فحاشی و عریانی، غیر محرم لڑکے لڑکیوں کا میل ملاپ، فحش ہنسی مذاق اور پھر اس ناجائز تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے تحائف کا تبادلہ اور آگے بڑھ کر بدکاری تک کی نوبت جیسی برائیاں اس دن کے منانے کے برے نتائج ہیں، اس دن دوسروں کی بہن، بیٹی کی عزت تار تار ہوتی ہے، رقص، موسیقی، مے خوری اور بدکاری کے ریکارڈ توڑے جاتے ہیں، اسلامی تعلیمات کا سرعام مذاق اڑایا جاتا ہے، آج کل ہندوستان و پاکستان میں بھی ''اپریل فول'' منایا جانے لگا ہے، اپریل فول منانے والے مسلمان دراصل یہود و نصاریٰ کے نرغے میں پھنس کر دراصل خود بے وقوف بنائے جاتے ہیں۔ ؎

عصر نو مجھ کو نگاہوں میں چھپا کر رکھ لے
ایک مٹتی ہوئی تہذیب کا سرمایہ ہوں

(4) "International Mud Day"

29 June

یعنی عالمی کیچڑ ڈے! فارسی زبان میں ایک مشہور کہاوت ہے ''غمے نہ داری، بزے بخر۔ یعنی کوئی غم نہیں ہے تو خصی خریدلو'' کچھ ممالک میں آوارہ گردوں کو جب مستی کا کوئی بہانہ نہیں ملتا تو وہ کوئی نہ کوئی تہوار اختراع یا ایجاد کرلیتے ہیں، ایسے ہی ایک تہوار ہے Mud-Day یا کیچڑ ڈے، اس ماحول سوز تہوار کا سب سے بڑا مرکز فلپائن اور اسپین ہے، ہر سال ۲۹ رجون کو سیلیبریٹ کیے جانے والے اس رسم میں متوالے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں، کیچڑوں سے جسموں کو لیپتے ہیں، اس میں گھسیٹنے کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

یہ ہے مغرب کا دوہرا معیار! ایک طرف Nature Love (ماحول دوستی) کے نام پر Naked Pumkin Day، WNBR Day، NPRD (یوم عریاں) WNBR (یوم سواری بحالت عریاں) WNGD جیسے بیس سے زائد حیا سوز اور شرمناک تہواروں کو علی الرغم سرانجام دینے والا یہی طبقہ مڈ ڈے، یوم شراب، یوم احمقاں جیسی رسمیں منا کر ماحولیات کو کثیف کرنے کے خود بڑے ذمہ دار بھی ہیں۔

(5) "Talk like a paridy Dlday"

یعنی لٹیروں کی طرح بولنے کا عالمی دن! یورپ کے مخبوط العقل ہونے کی یہ رسم بھی بڑا ثبوت ہے، ایک زمانہ تھا جب پورے یورپ وامریکہ میں ڈاکوؤں اور راہزنوں کا سکہ چلتا تھا، اس دور کو آج بھی "The golden day of paridy" کہا جاتا ہے، یہ رسم یا فیسٹیول اسی دور کی یاد تازہ کرنے کے لئے منائی جاتی ہے اور شاید اس لئے بھی تاکہ وہ قوم اپنے اصلی مقصد کو نہ بھول جائے کہ وہ دنیا میں دوسروں کو لوٹنے کے لئے آئی ہے؛ کل بزور بازو لوٹتی تھی اور آج ٹیکنالوجی کے بل پر یہ ایک پیروٹی قسم کا رسم ہے، اس میں اجتماعی یا انفرادی طور پر ڈاکوؤں کی آوازیں نکالی جاتی ہیں۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ تن کے یہ گورے لوگ تہذیب انسانی سے ہمیشہ کورے رہے ہیں۔ وہ ان اطوار کو اپنانے سے ہمیشہ محروم رہے، فطرت انسانی کے جو قریب ہو اور عقل جسے تسلیم کرلے، ان کی تاریک دنیا میں شرم وحیا، طہارت وپاکیزگی، فہم وفراست، اخلاق وبھائی چارہ کی سحر کبھی طلوع نہ ہوسکی۔

اردو زبان وادب نے مشرقی خون میں مغربی تہذیب کے جراثیم کو داخل ہونے سے روکنے میں اہم کردار نبھایا ہے اور اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئی ہے، ان ساری خرافات کے انجام بد پر بآسانی مواد فراہم ہوجاتا ہے، وہیں شاید ہی اردو کے کسی علم بردار نے ان غیر سائستہ رسم ورواج کی حمایت کی ہو۔ ؎

ابھی تہذیب کا نوحہ نہ لکھنا
ابھی کچھ لوگ اردو بولتے ہیں



حاصل کلام یہ ہے کہ آپ نے پچپن سال کے طویل عرصے میں اپنی تدریسی خدمات سے ہزاروں تلامذہ کو اپنے میکدہ علم سے سیراب کیا اور اس دوران فتویٰ نویسی، وعظ وتلقین، تصنیف وتالیف بیعت وارشاد اور مناظرہ وفضا جیسے گوناگوں مشاغل کو اپناتے ہوئے امت مسلمہ کی ہر محاذ پر مکمل رہنمائی فرمائی۔

وصال پرملال اور مزار مبارک

لیکن افسوس کے آخری عمر میں ملک العلما کو فساد الدم کی ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس نے آپ کے وجود مسعود کو مکمل طور پر مضمحل کرکے رکھ دیا، کمزوری سر چڑھ کر بولنے لگی، اس عالمی نقاہت میں بھی آپ کے معمولات روز وشب میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آخرکار ۱۹؍جمادی الاخری ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۸؍نومبر ۱۹۶۲ء کو یک شنبہ کا دن گزار کر دوشنبہ کی رات میں ذکر بالجہر کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے اس طرح جا ملے کے کچھ دیر تک لوگوں کو یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ آپ کی روح قفص عنصری سے پرواز کرچکی ہے۔ دوسرے دن حضرت شاہ محمد شاہد رشیدی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مزار مبارک آج بھی شاہ گنج درگاہ ارزاں کے قبرستان میں زیارت گاہ خلائق بنا ہوا ہے، ہزاروں بندگان خدا شب وروز آپ کے در پر اپنے سوال کا دامن اور بھیک کی جھولیاں پھیلائے رہتے ہیں اور آپ کا فیض وکرم ہر آن ان پر ٹوٹ ٹوٹ کر برستا رہتا ہے، جس سے وہ اپنی دامن مراد بھر کر خوشی خوشی لوٹ آتے ہیں۔ ؎

ہزاروں رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری



ص ۳۰؍ کا بقیہ..........

مندرجہ ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) عید کا چاند (۲) نافع البشر فی فتاوی ظفر (۳) تنویر المصباح للقیام عند حی علی الفلاح (۴) الفیض الرضوی فی تکمیل الحموی (۵) جامع الاقوال فی روایۃ الہلال وغیرہ جیسی آپ کی قیمتیں تحریری فقہ افتا کے سمندر میں گوہر آبدار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ص ۵۳؍ کا بقیہ..........

اندر گھرا ہوا ہے اور کچھ فاضل نہیں ہے بقدر نصاب جس کی وہ زکاۃ ادا کر سکے تو اس پر زکاۃ نہیں ہے اور اگر یہ صورت نہیں ہے بلکہ وہ قرض دار ہے لیکن قرضہ ادا کرنے کے بعد بھی اس کا مال بقدر نصاب باقی رہ جاتا ہے تو اس پر زکاۃ ہے۔

.... جاری

کورونا کی ستم ظریفی اور تیری یہ ایثاری

از: مولانا غلام یزدانی سعدی *

عالمگیر تباہی مچانے والے مہلک مرض کورونا وائرس (Corona Virus) نے انتہائی برق رفتاری سے پوری دنیا کے پر بہار نظام حیات کی شادابیوں اور ہریالیوں کو اپنے زہر ناسور سے بنی انسان کو خشک اور ترقی کی راہ میں گامزن ہونے والی زندگیوں کو ناقابل تلافی بربادیوں اور ہلاکتوں سے دو چار کر دیا ہے، اس وبائی مرض نے بنام لاک ڈاون زندگی کے تمام شعبہ جات کو کھوکھلا اور ان کی بنیاد کو متزلزل کر دیا۔

یہ وائرس (virus) سنگین حالات وتشویشناک خدشات کی سرحدوں کو عبور کر کے بنی آدم کی ریڑھ کی ہڈی اقتصادیات (Economics) کو پوری طرح سے مروڑ دیا، شعبۂ صحت ہو یا معاشیات، صنعتکاری اور کاشتکاری ہو یا پھر شعبۂ تعلیمات کووڈ-۱۹ نے ہر ایک کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے، اس وبائی مرض سے روز مرہ مرنے والوں کی تعداد میں حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوتا رہا، اس وائرس سے متاثر افراد تک طبی سہولیات فراہم کرنے کے نام سے زیر اقتدار افراد نے کتنوں کی سانسوں کے تسلسل کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا، دوائی کے نام پر ہسپتال والے ناقابل یقین دھاندلی کرنے لگے، مزید اس زہر ہلاہل کے تریاق کی ایجاد گی کے نام پر چند افراد اپنی روٹیاں سینکنے لگے۔

تعاون کے نام پر ذخیرہ اندوزی

حالات پر قابو پانے کے نام بر سر اقتدار پارٹی نے اُدھ یوگ پتی، اہل ثروت اور بڑے کاروباریوں سے عام امداد و تعاون کی گہار لگادی، دیکھتے ہی دیکھتے اہل ثروت، صنعت کاروں اور فلمی ایکٹرز نے کورونا سے لڑنے کے نام پر حکومت کی مدد کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور زیر اقتدار پارٹی کے پاس خطیر رقم جمع ہوگئی، باوجود اس کے جن غریبوں اور مفلسوں کی مدد کے نام پر رقم جمع کی گئی انہیں پریشانیوں کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا۔

آہ رے گمنام مسافر

اکثر کمپنیاں اپنے ملازمین کو برطرف کرنے لگیں، دن بدن بے روزگاری میں ناقابل تصور اضافہ ہوتا گیا، طرح طرح کی تدبیریں اور حکمت عملی اپنانے کے باوجود لوگ فاقہ کشی سے مرنے لگے، زمانہ کے ظلم وستم سے تنگ آ کر پردیسی، انجام سے بے خبر پیدل ہی اپنے آبائی وطن کو چل پڑے، کتنوں کی زندگیاں راستوں کی نذر ہوگئیں، کتنوں کو بُعد مسافت نے نگل لیا، سیکڑوں افراد اپنے پیٹ کی خاطر لقمہ اجل بن گئے اور ہزارہا ہزار افراد گھر کی دہلیز پر قدم رکھنے سے قبل ہی بے نظم وضبط کورنٹائین (Quarantine) کے ہتھے چڑھ گئے، لاکھوں لوگ ناعاقبت اندیشوں کی طرف سے پیدا کئے ہوئے خوف وہراس اور سراسیمگی کے حالات سے قید ہو کر خودکشی کے تلخ جام پی گئے، افسوس صد افسوس! یقیناً خودکشی ایک گناہ عظیم ہے، اس کے باوجود ہمارے بعض عمائد قوم وملت بھی عوامی بے رغبتی اور سرد مہری کی بنا پر اس نازک حالات کا مقابلہ نہ کر سکے اور خودکشی جیسی عظیم گناہ کا مرتکب ہوئے۔

تعلیمی شعبہ جات تنزلی کی کگار پر

ویسے تو زندگی کے ہر گوشے میں لاک ڈاون نے اپنی بدنما چھاپ چھوڑی اور تمام تعلیمی شعبہ چاہے عصری ہو یا دینی سب کے تیار شدہ ڈھانچہ کو مسمار کر دیا ہے، نیز تعلیمی معیار (Educational Standards) کو بہت پیچھے دھکیل دیا ہے، بچوں کی تعلیم ایک مذاق بن کر رہ گئی ہے، تعلیمی ادارے خصوصاً مدارس اسلامیہ اس کا لقمہ تر بنے اور اسلام کا حصن متین مدارس اسلامیہ میں پناہ گزیں مہمانان رسول کے جانباز و دلیر محافظ علمائے کرام، حفاظ عظام و

احوال قوم وملت

* مضمون نگار دار العلوم انوار رضا، نوساری، گجرات کے استاد ہیں۔

مبلّغان اسلام نے وہم وگمان سے بھی بالاتر نا گہانی مصیبتوں کے دہانے میں پھنس گئے اور بے روزگاری کے طوق ان کے گلے آپڑے۔

مدارس ومساجد کے منتظمین کی بے حسی

اسلام کے کلمہ پڑھنے والوں نے اپنے ہی ائمہ اور علما کی زندگیاں تنگ کر دیں، نتیجۃً ہمارے علما خون کے آنسوں روئے، اپنوں نے اپنوں ہی پر خزانوں کے دہانے بند کر دیئے، مسجد کے اراکین نے ائمہ کو، مدارس کے ذمہ دارن نے معلّمین کو بلا دریغ معزول کیا، نہ تو ان کی سابقہ خدمات کو ملحوظ رکھا اور نہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر ترس کھایا اور نہ ہی ان کی فاقہ کشی، لاچارگی اور محتاجی کا کوئی اندیشہ کیا۔

ہندوستان بھر میں تقریباً ۹۵ رفیصد اداروں نے تو اپنے ہی ائمہ و پیشوا کے مشاہرہ سے بیزاری کا اظہار کیا اور بالکلیہ تنخواہ بند کر دی، کاش کہ مسجد کے اراکین ومدارس کے ذمہ دارن اور ٹرسٹیان پل بھر کے لیے اپنے آپ کو ان کی جگہ کھڑا تصور کر دیکھتے تو قدموں تلے زمین کھسک جاتی اور احساس ہوتا کہ معمولی سی تنخواہ ۸-۱۰ رہزار روپئے میں زندگی بسر کرنا کس قدر لوہے کا چنا چبانے کے مترادف ہے اور محسوس ہوتا کہ یہ قلیل تنخواہ ابنائے اسلام کے مستقبل کو تابناک ودرخشندہ بنانے والی ہستیوں کے لیے اونٹ کے منھ میں مثل زیرہ کے ہے، وہ بھی اس گرانی دور میں۔

مہینہ ختم نہیں ہوتا کہ امور خانہ داری میں ساری رقم صرف ہو چکی ہوتی ہے اور اگر خدانخواستہ گھر میں بیماری دستک دے دے تو پھر اس قلیل عطیہ سے علاج ومعالجہ کا معاملہ بھی درپیش رہتا ہے اور دین کے یہ صابر وشاکر خدمت گار نعمت مترقبہ کی آرزو میں آئندہ ماہ کے شدت سے منتظر ہوتے ہیں، کاش کہ ذمہ داران ذرّہ برابر بھی اس معاملہ پر غور وفکر کرتے تو ہرگز ہرگز اساتذہ اور ائمہ کو ان کے عہدوں سے معزول کرنے کا گھنونا جرم نہ کرتے اور ایک المیہ یہ بھی ہے کہ طلبہ، اساتذہ اور ائمہ کے نام پر ذخیرہ اندوزی کر کے تعمیراتی کاموں میں صرف کر دیا جاتا ہے لیکن قوم وملت کے معمار کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔

صرف ۴ رفیصد ہی ایسے ادارے ہیں جو اپنے زبوں حال خستہ دل اساتذہ کو نصف یا ۷۵ رفیصد ماہانہ تنخواہ دے کر بہت حد تک ان کی عزت وعظمت کو قائم رکھا ہے اور ایک فیصد ہی وہ اہل دل واصحاب خیر ذمہ داران ہیں جو اپنے ادارے کے اساتذہ کی مصیبت اور پریشانی کی گھڑیوں میں ان کے پرسان حال ہیں اور ان کی ضروریات پر دریا دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر ماہ پوری تنخواہ دے کر احسان عظیم کے سنہرے باب میں آب زر سے اپنا نام درج کروا رہے ہیں اور نامۂ اعمال میں نیکیوں کے نقوش چھوڑ رہے ہیں۔

اہل ثروت واہل خیر حضرات دنیائے سنیت کے تمام اداروں کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر امداد واعانت فرمائیں تاکہ ان کے فلاحی، تعلیمی اور تعمیری کاموں کو پائے تکمیل تک پہنچایا جا سکے، اللہ تبارک وتعالیٰ تمام اداروں کے معاونین کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے اور سب کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور سنیت کا کام خوب فروغ پائے، آمین۔



ص ۷۵ رکا بقیہ..........................

تری پناہ میں ہے کاروانِ اہل حق
تو کیا بگاڑیں گے اغیار سید سالار

تمہاری راہ میں آئے جو مشکلوں کے پہاڑ
کیا ہر ایک کو مسمار، سید سالار

تری خودی سے حرارت ہے نبضِ ملت میں
بلند جس سے ہیں افکار، سید سالار

تمہارا دستِ کرم مظہر یدِ عیسیٰ
مٹا ہے جس سے ہر آزار سید سالار

ترے مریضوں کو حاجت نہیں دواؤں کی
نظر ہے شافئ بیمار، سید سالار

تری حیات کا رستہ ہے پُر بہار اتنا
قدم قدم پہ ہے گلزار، سید سالار

ملی ہے تجھ سے فریدی کی فکر کو خوشبو
مہک اٹھے گُل اشعار سید سالار

اسلاف و اخلاف

ملک العلما
ماضی قریب کی ایک شش جہات شخصیت

از: مولانا وزیر احمد مصباحی*

ولادت

" پٹنہ" بہار کا ایک قدیم، تاریخی اور مردم خیز شہر ہے، آپ نے اسی شہر کے قریب میں واقع عظیم آباد کے موضع رسول پور، میجرا میں ۱۹، اکتوبر ۱۸۸۰ء کو آنکھیں کھولی اور اپنی زندگی کی شروعات کی۔

نام ونسب والقاب

پیدائش کے چند روز بعد بعض معززین نے آپ کا نام "عبدالحکیم" تجویز فرمایا، بعض تاریخ دانوں نے تاریخی نام "مختار احمد" رکھا لیکن والد صاحب نے" ظفر الدین" پسند فرمایا، آپ کے مورث اعلی سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی ہیں، آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔ جب آپ اعلی حضرت کی بارگاہ میں پہنچے تو اعلی حضرت نے آپ کو" ملک العلما "اور" فاضل بہار" جیسے معزز القاب سے ملقب فرمایا، آپ ابتدا میں اپنی کنیت "ابوالبرکات" فرمایا کرتے تھے، لیکن جب آپ کے یہاں لڑکے کی پیدائش ہوئی تو "ابومحمد" لکھنے لگے۔

تعلیم

ابتدا میں آپ والد ماجد ہی کی نگرانی میں تربیت پاتے رہے اور ابتدائی تعلیم حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبداللطیف سے حاصل کی پھر اپنے نانیہال تشریف لائے اور مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں ۱۳۱۲ھ کو داخل ہوئے۔ یہاں آپ تقریباً نو سال تک اساتذہ کرام کے زیر تربیت رہے، جب ملک العلما نے محدث سورتی حضرت مولانا وصی احمد کا تذکرہ سنا تو ۲۵ رجمادی الاول ۱۳۲۰ھ کو محدث سورتی کی بارگاہ بافیض میں حاضری دی اور ان کی بارگاہ میں رہ کر مسند امام اعظم اور مشکات شریف وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، لیکن ان دنوں محدث سورتی سے بھی زیادہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے علم وقلم کا شہرا عنفوان شباب پر تھا، اس لیے آپ مصدر عشق ومحبت کے جمال جہاں آرا کے اس طرح گرویدہ ہوئے کہ آپ نے اپنے ہم وطن مولانا سید عبدالستار عظیم آبادی کے ہمراہ اعلی حضرت کے دربار میں حاضری دی، اعلی حضرت نے ملک العلما کے اس ذوق تحصیل علم کی سرگرمی کو دیکھ کر منظر اسلام کی بنیاد ڈالی اور اس کا افتتاح آپ ہی دونوں طالب علم سے ہوا، یہاں رہ کر آپ نے اعلی حضرت سے علم حدیث فقہ اور علم تصوف میں مہارت تامہ حاصل کی، فتویٰ نویسی کے آداب سیکھے اور علم ہئیت، تکثیر، توقیف اور اور ریاضی جیسے نادر فنون میں کمال حاصل کیا۔

درس وتدریس

فراغت کے فورا بعد ہی آپ نے تدریسی میدان میں قدم رکھا اور اپنے میکدہ علم سے مختلف خطوں کے لاکھوں طالبان علوم نبویہ کو قرآن وحدیث کا خوب خوب جام محبت پلایا۔ اعلی حضرت کے حکم سے آپ نے منظر اسلام ہی سے تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا، تقریباً چار سال تک خدمت انجام دینے کے بعد شوال ۱۳۲۸ھ میں فاضل بریلوی ہی کے حکم سے انجمن نعمانیہ لاہور تشریف لے گئے، ۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار پر اعلی حضرت نے خطیب ومفتی کی حیثیت سے آپ کو شملہ بھیجا، لیکن پھر ایک سال بعد ۱۳۳۰ھ میں مدرسہ حنفیہ آرا، بہار میں صدر کی حیثیت سے تشریف لائے، ادارہ کو سنبھالا دینے کے بعد ۱۳۳۴ھ میں سید شاہ سلیم الدین سہسرامی کی درخواست پر خانقاہ کبیریہ،

* مضمون نگار شعبۂ تحقیق جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے طالب علم ہیں۔

سہسرام تشریف لے گئے پھر ۱۳۳۸ھ میں مدرسہ شمس الہدی میں آپ کی سرکاری تقرری عمل میں آئی اور آپ نے ریٹائرمنٹ تک اپنا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا، اس کے بعد مکمل اطمینان و سکون کے ساتھ تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے، اسی درمیان آپ نے کٹیہار میں" جامعہ لطیفیہ بحر العلوم" کا افتتاح فرمایا اور آخر عمر تک اپنی نگرانی سے مدرسے کو عروج بخشتے رہے۔

تصنیفی خدمات

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تدریسی صلاحیت کے ساتھ ساتھ سیال قلم سے بھی خوب نوازا تھا، آپ کا شماران لوگوں میں ہوتا تھا جن کی تصانیف سے ہندوستان اور پاکستان ہی کے باشندے نہیں بلکہ دیگر ممالک کے بھی کثیر باشندے فیضیاب ہوئے۔ آپ نے ۱۳۲۳ھ سے باضابطہ تصنیفی خدمات کا آغاز فرمایا اور اس روش پر آخری عمر تک قائم رہے، ان مدتوں کے درمیان آپ نے مختلف فنون مثلاً حدیث، فقہ تاریخ، سیرت، سوانح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، مناظرہ ہیئت اور تکثیر وغیرہ فنون پر بے شمار کتابیں تصنیف فرمائی۔

مولانا حسن رضا نے ماہنامہ" رفیق" کے علمائے بہار نمبر میں آپ کی ۲۷، کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔

(ماہنامہ رفیق، علمائے بہار نمبر، جنوری ۱۹۸۴ء ص ۱۱۷)

لیکن ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے" جہان ملک العلما" میں آپ کی چھوٹی بڑی ۷۰ / کتابوں کی ایک تفصیلی فہرست جاری کی ہے۔ (جہان ملک العلما، ص ۴۳۷-۴۴۷)

یہاں پر ملک العلما کے ان ستر کتابوں میں سے صرف دس ایسے مشہور ومعروف کتابوں کے نام پیش کرنے پر اکتفا کر رہا ہوں، جن سے اس حقیقت کا اندازہ لگانا بہت ہی سہل ہو جائے گا کہ حضرت ملک العلما علیہ الرحمہ عبقریت اور فنی مہارت میں کس حد تک کامیاب تھے۔

(۱) الجامع الرضوی المعروف بصحیح البخاری (۲) ظفر الدین الجید (۳) الحسام المسلول علی منکر علم الرسول (۴) النبر اس لدفع ظلام الناس (۵) جواہر البیان (۶) حیات اعلیٰ حضرت (۷) الاکثیر فی علم التکثیر (۸) تحفۃ الابصار (۹) توضیح التوقیت وغیرہ۔

تلامذہ

ملک العلما کی تدریسی صلاحیت جب اقوام عالم میں پھیلی تو ہند و بیرونِ ہند سے لاتعداد طلبا علمی تشنگی بجھانے کے لیے آپ کی بارگاہ عالیہ میں کشاں کشاں آتے چلے گیے اور آپ بھی انھیں تاریخ وتفسیر اور قرآن و حدیث کا جام محبت پلاتے چلے گئے، میں یہاں پر آپ کے میکدہ علم وعرفاں سے فیض پانے والے ایسے چند گہر نایاب کے اسما کے ذکر پر اکتفا کر رہا ہوں جو آپ کے علمی پنگھٹ سے سیراب ہو کر اپنے اپنے دور میں علم وادب کے چراغ بن کر روشن ہو گئے۔

(۱) سید شاہ احسن الہدیٰ، سجادہ نشین خانقاہ شاکریہ، مونگیر بہار (۲) مولانا حافظ محمد عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ (۳) مولانا محمد محمود رفاقتی (مصنف تذکرہ علمائے اہلسنت) (۴) خواجہ علم و فن مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ (۵) سید شاہ فرید الحق امادی، منگل تالاب پٹنہ (۶) مفتی محمد غلام مجتبیٰ اشرفی، سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین منظر اسلام بریلی شریف وحضرت علامہ سید ہاشم چشتی علیہ الرحمہ وغیرہ۔

اصلاحِ معاشرہ

حضرت ملک العلما کے فتاویٰ اور دیگر تصانیف کا جائزہ لیا جائے تو ایسے بہت سے اقوال اور فتاوی ملیں گے جن سے آپ نے اصلاح معاشرہ کا اہم فریضہ انجام دیا، آپ ہفتہ وار یا روزانہ پٹنہ کی ایک مسجد میں درس دیا کرتے تھے، جس کا خاص مقصد اصلاح معاشرہ اور تبلیغ دین تھا۔

جب آپ نے دیکھا کہ اوقات نماز معلوم کرنے میں دشواریاں پیش آرہی ہیں تو آپ نے" مؤذن الاوقات" تصنیف فرما کر اس دشواری کا حل نکال دیا، یوں ہی جب سمت قبلہ کی تعیین میں گڑبڑی پیدا ہوئی تو قبلہ کی جدول مرتب فرمادیں، نیز اسے معلوم کرنے کے لیے خواص کے لئے علمی طریقہ اور عوام کے لیے عملی طریقہ بھی مرتب فرمایا۔

اس طرح آپ نے اصلاح معاشرہ کا حل نکالا اور لوگوں

کی حد درجہ تک اصلاح فرمائی، آپ نے اللہ تبارک وتعالی کے فضل وکرم سے ایک ایسا دردمند اور پرسوز دل بھی پایا تھا جو ہر لمحہ قوم وملت کی خدمت کے لیے دھڑکتا رہتا تھا۔ آپ نے اپنے خون جگر سے درد ملت کا عظیم مداوا پیش کیا ہے، ہادی الہداۃ لترک الموالات، دلچسپ مکالمہ اور سد الفرار المہاجر بہار وغیرہ اسی جذبے نے تحریر کرائے ہیں۔

ملی درد وکرب کے ثبوت میں آپ سد الفرار کا یہ اقتباس دیکھتے چلیں کہ ملی اضطراب لفظ لفظ سے کس طرح ٹپکتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ فسادات بہار سے متاثر ہو کر جب ہزاروں مسلمان ترک وطن کر کے بے تحاشا بغیر سوچے سمجھے بنگال اور کراچی کی طرف منتقل ہو رہے تھے تو اس وقت ملک العلما کا ایک پرسوز اور دردمند دل قوم مسلم سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ:

" آپ خوف و ہراس سے بھاگ کر اپنے اسلاف کے کارناموں پر پانی پھیر رہے ہیں، آپ اپنے اس فعل سے دارالاسلام کا چراغ بجھا کر اس کو دارالکفر بنا رہے ہیں، کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مساجد جہاں آپ اور آپ کے آباؤ اجداد اپنی پیشانیاں گھسا کرتے تھے، ان کو ویران چھوڑ جائیں؟ کیا آپ کی غیرت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ آپ اپنے بزرگوں کے مزارات کو کفار ومشرکین کی پامالی اور تذلیل کے لیے چھوڑ جائیں کہ ان کے جانور انھیں ناپاک کریں؟"

(حیات ملک العلما، ص ۳۳-۳۲)

خدمت حدیث

ملک العلمانے فن حدیث میں بھی زبردست مثالی کردار ادا کیا ہے، برس ہا برس سے علمائے کرام وفضلائے عظام کی آنکھیں ترس رہی تھیں کہ کوئی ایسی کتاب معرض وجود میں آئے جس میں وہ تمام احادیث یکجا ہوں جو مذہب حنفی کا ماخذ اور مؤید ہوں، اس لئے چودھویں صدی میں ملک العلمانے اعلی حضرت کی اجازت سے اس عظیم الشان کام کا بیڑا اٹھایا اور اس میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آخر کار شب وروز کی مکمل جاں فشانی وجہد مسلسل کے بعد دس سال کے طویل عرصہ میں یہ علمی وحیرت انگیز کارنامہ پائے تکمیل کو پہنچا اور دیدہ زیب، حسین اور جاذب نظر ٹائٹل سے آراستہ ہو کر عوام وخواص کے لئے راحت قلب و جاں اور سکون دل ونظر ثابت ہوئی، یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے، جس کی قدرے تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) جلد اول: عقائد (۲) جلد دوم: طہارت وصلوۃ (۳) جلد سوم: زکوۃ، صوم وحج (۴) جلد چہارم: کتاب النکاح تا وقف (۵) جلد پنجم: کتاب البیوع تا غصب (۶) جلد ششم: کتاب الشفاء تا فرائض۔

اس طرح آپ نے فن حدیث میں زبردست کارنامہ انجام دیا اور ایسے ضرورت واحتیاج کا حل نکال دیا جس کا احسان رہتی دنیا تک دنیائے اسلام پر باقی رہے گا۔

مناظرہ

آپ کے دور میں مختلف فرقہائے باطلہ نے اپنی گمراہیت اور بدعقیدگی کا جال بچا رکھا تھا۔ وہ آئے دن بھولے بھالے مسلمانوں کو کفر وضلالت کے گھڑے میں ڈھکیلے جا رہے تھے، ایسے پرخطر و پُرآشوب دور میں ملک العلما نے اس محاذ پر بھی دین وسنیت کی پاسبانی کے حقوق ادا کیے اور ہر ایک کو دندان شکن جواب دیا، شاید آپ کے اسی فاتحانہ شوکت کو دیکھ کر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کے مربی اعلی اعلی حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔ ؎

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

کئی ایک مناظروں میں آپ نے اعلی حضرت کے حکم سے شرکت فرمائی اور کئی مناظروں میں آپ کو خود طلب کیا گیا، سہسرام کے مناظرے کی روداد آپ نے بنام "گنجینہ مناظرہ" تصنیف فرمائی، رامپور کے مناظرے کی تفصیل "کشف السطور عن مناظرۃ رامپور" میں رقم فرمائی، ظفر الدین الجید میں تھانوی کا زبردست گھیراؤ کیا اور ظفر الدین الطیب میں غیر مقلدیت کے فتنے کو زبردست لگام دیا۔

اسلاف واخلاف

یہی وجہ تھی کہ ملک العلما، جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کے سر پرست اور شعبہ مناظرہ کے صدر قرار دیئے گئے تھے۔(تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، بحوالہ سہ ماہی افکار رضا، ممبئی شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۸ء)

یقیناً آپ ان تمام خوبیوں کے مالک تھے جو انفرادی طور پر دوسرے لوگوں کے لیے وجہ افتخار اور شان امتیاز ہوا کرتی ہیں، مشہور محقق اور نقاد پروفیسر مختار الدین احمد آرزو رقم طراز ہیں:

"میرے بچپن میں وہ (ملک العلما) آریہ سماجوں اور مسیحی مبلغین سے مناظرہ کے لیے جلسوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے تھے، غیر مقلدین سے مناظرہ کے لیے دور دراز مقام سے بلائے جاتے، ایک مناظرہ کے لیے وہ برما بھی تشریف لے گئے۔"

(حیات ملک العلما مشمولہ صحیح البہاری، ص ۱۰ مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۹۲ء)

حضرت ملک العلما کی فن مناظرہ میں تقریباً نو یا دس کتابیں ملتی ہیں جو فن مناظرہ میں فضل و کمال اور مہارت و بصیرت کی کھلی شہادتیں ہیں۔

ملک العلما کی نثری خدمات

فاضل بریلوی کے فیض یافتگان میں سے جن حضرات نے نثری خدمات انجام دیا ان میں سے ایک نام ملک العلما کا بھی ملتا ہے، ملک العلما نے اردو زبان و ادب کے فروغ میں فقہ، حدیث، سیرت، تکسیر اور تاریخ وغیرہ علوم میں تصنیفات و تالیفات کے توسط سے اردو نثر کو مالا مال کرنے میں اہم کردار ادا کیا، آئیے اب ہم ان کی تصنیف کے روشنی میں صرف ایک ایسی جھلک پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ وہ کس پائے تکمیل کے نثر نگار تھے۔

حضور ملک العلما اپنی گراں قدر تصنیف لطیف "چودھویں صدی کے مجدد" میں مجدد اسلام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"قاعدہ کی بات یہ ہے کہ جو شخص کسی عقیدہ اور خیال میں ایسا پختہ ہو کے ایک ہاتھ میں اس کے آفتاب اور دوسرے ہاتھ میں ماہتاب آسمان سے اتار کر دے دیں، جب بھی وہ اپنے عقیدے سے باز نہ رہے، ایسا پختہ شخص اس عقیدہ کی تبلیغ کر سکتا ہے اور لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوگا کہ" آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد۔"

(چودھویں صدی کے مجدد، ص ۴۸)

اس اقتباس میں آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں جہاں زبان کی سادگی اور بیان کی صفائی لائق دید ہیں وہی ایجاز و بلاغت کا اچھا نمونہ بھی جلوہ گر ہے۔ صحیح اور پختہ عقیدے کی حامل شخصیت کا مدلل بیان بہت ہی خوبصورتی سے کیا گیا ہے، فارسی مصرع کو عمدگی سے سمویا ہے اور نثر میں شعریت کی اچھی مثال ہے۔

یقیناً آپ کی تحریر میں جہاں سرسید کی تمثیل نگاری ہے وہی الطاف حسین حالی کے مجردات کی پیکر تراشی بھی موجود ہے۔ ایک طرف اگر مرزا غالب کی وضاحت خیال رواں دواں ہے تو دوسری طرف ڈاکٹر اقبال کی اظہار ذات و اظہار دردمندی کا عنصر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

فقہی خدمات

آپ کی ذات بابرکات اور فقہی نگارشات کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو آپ بالغ نظر فقیہ اور تجربہ کار اسلامی دانشور کی خوب صورت شکل وصورت میں ابھر کر نگاہوں کے سامنے جگمگانے لگتے ہیں، آپ نے تقریباً ۵۰ رسال تک افتا نگاری فرمائی۔

کثیر فقہی موضوعات پر رسالے تحریر فرمائے اور بے شمار محفلوں میں ہزاروں مسائل بیان فرما کر دین ومذہب کی آبیاری فرمائی اور سونے پر سہاگہ یہ کہ عبقری فقیہ اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تربیت و اصلاح نے آپ کے تفقہ اور افتا نگاری کو بام عروج پر پہنچا دیا تھا، ایک فقیہ اور مفتی کے لیے جن طبقات فقہائے احناف اور مستند کتب مذہب کی درجہ بندیوں کے ساتھ ساتھ رسم المفتی سے مکمل واقفیت رکھنا ضروری ہوتا ہے وہ تمام خوبیاں آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔

اس موضوع پر آپ کی تقریباً پندرہ کی طرح سے ملتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر آفتاب و ماہتاب سے کم نہیں ہیں، ان میں سے چند کتابوں کے نام مندرجہ بقیہ ص ۲۴ ر پر

از: مولانا محمد فائق رضا القادری*

سراج ملت اپنے افکار و اعمال کے آئینے میں

علما انبیا کے وارث ہوتے ہیں، سابقہ امتوں میں جب کسی نبی و رسول کا وصال ہوتا تو ان کے بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ دوسرے نبی و رسول کو مبعوث فرماتا جو اللہ کا پیغام اہل دنیا تک پہنچانے کا اہم فریضہ انجام دیتے مگر اس امت محمدیہ کا معاملہ امم سابقہ کے یکسر بلکل مختلف ہے کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ و سلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی رسول و نبی نہیں آئیگا تو یہ فریضہ تبلیغ امت کے سپرد ہے وہ نبی کی دی ہوئی شریعت کے احکام لوگوں تک پہونچاتے ہیں۔

بعض اہل خرد کا کہنا ہے کہ سورج (دھوپ) پانی، تندرستی اور عافیت کا تو عوض موجود ہے لیکن علما دنیا کی ایسی ضرورت ہیں کہ ان کا کوئی متبادل نہیں ہے، علما سے محبت کسی دنیاوی امر کے لئے نہیں ہوتی ہے بلکہ ان کو یہ مقام محبوبیت محض اس علم شریعت کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے جو سید العلوم علی الاطلاق ہے۔

حضور سراج ملت کے سانحہ ارتحال کے بعد امت مسلمہ کو جس عظیم صدمہ سے دوچار ہونا پڑا اس کی تلافی و تدارک اس لئے مشکل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: **موت العالم ثلمة فی الاسلام لاتنسد**۔ عالم ربانی کی موت اسلام ہیں ایسا رخنہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا، حدیث پاک میں آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **موت العالم مصیبة لاتنجبر**۔ عالم ربانی کی موت ایسی مصیبت ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔

آپ کی زندگی کے لیل و نہار اور صبح و شام دین متین کی خدمت میں گزرے ہر قسم کی دینی و ملی اور فلاحی کاموں میں آپ نے بڑے ہی مخلصانہ انداز سے اپنے عقیدت مندوں، مریدین اور متوسلین کے ساتھ حصہ لیا اور خاموشی سے مالی معاونت فرمائی اور نام و نمود اور شہرت و مفاد کی دنیا سے ہمیشہ لاتعلق رہے مگر اپنی ہمت، جرأت فراست اور بے باکی سے اہل سنت و جماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کو ہر قسم کی گروہی عصبیت سے پاک محفوظ رکھا، آپ کی زندگی جہد مسلسل کا نام ہے آپ کی حیات مستعار کو بنظر غائر دیکھیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نہ فارغ بیٹھتے اور نہ ہی اپنے رفقائے کار کو فارغ بیٹھنے دیتے۔

ان کا مشن ان کی تحریک کام، کام اور صرف کام تھا، وہ اپنے اندر ملت کا درد رکھتے تھے، ہر آنے والے بزرگ، شیخ، دوست اور عزیز و اقارب کو حسب ہدایت دینی، ملی، قومی، مذہبی، علمی اور مسلکی کام کرنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے، آج کے دور میں صاحبان جبہ و دستار تو بہت نظر آتے ہیں قد و قامت والے، حسن و جمال والے، عمدہ سے عمدہ لباس والے، کثیر مال و دولت والے، مگر دینی و مسلکی خدمات اور کام کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو کچھ نمایاں شخصیات نظر آتی ہیں جن میں سے آپ کی ذات بھی سر فہرست ہے۔

آپ اپنی ذات میں ایک تحریک تھے، ایک تنظیم تھے، ایک انجمن تھے، ایک جماعت تھے، ایک ادارہ تھے جو کام بڑی بڑی تحریکیں، جماعتیں، تنظیمیں، انجمنیں اور جمعیتیں نہ کرسکیں وہ آپ نے تنہا کر دکھایا اور مختلف جہات میں کام کیا تصنیف و تالیف، طباعت و اشاعت اداروں اور مساجد کا قیام ہو یا تنظیموں کو چلانا میٹنگوں کی شرکت ہو یا تحریکوں کی قیادت ہر میدان میں آپ کا کام نمایاں نظر آتا ہے۔

حضور سراج ملت دنیائے اہلسنت کے محسن، دور حاضر میں اسلاف کے علم و عمل، طہارت و تقویٰ، اخلاص و للّٰہیت کے مظہر اتم اور استقامت کے پیکر تھے، بلاشبہ وہ ایک عظیم داعی بھی تھے،

اسلاف و اخلاف

* مضمون نگار دار العلوم رضائے مصطفی اورنگ آباد مہاراشٹرا کے پرنسپل ہیں۔

صاحب صورت وصاحب سیرت بھی، صاحب ایثار بھی تھے اور پر خلوص بھی، بے مثل مصلح بھی تھے اور ساحر اللبیان خطیب و مبلغ بھی، پیکر کردار بھی تھے اور پر وجاہت بھی آپ کے چہرے پر علم کا جلال بھی تھا اور تقوی کا جما بھی، پیکر رشد وہدایت بھی تھے اور صاحب کشف وکرامت بھی، اپنوں کے لئے سرمایہ راحت وسکون بھی تھے اور غیروں کے لئے سم قاتل بھی، مرکز علما بھی تھے اور مرجع اصفیا بھی آپ ایک جامع شخصیت تھے۔ ؎

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ملکی وغیر ملکی تبلیغی دورے

اسلام وسنیت اور دین متین کی تبلیغ وشاعت میں آپ نے نمایاں طور پر حصہ لیا اپنی ایمان افروز تقاریر اور مواعظ حسنہ کے ذریعے آپ نے ملک وبیرون ملک اسلام کی دعوت کو عام کیا ملکی دورے آپ نے اتنے فرمائے کے شمار سے باہر ہے مگر بیرون ملک بھی آپ نے تبلیغی دورے کئے خصوصاً خطہ ماریشس میں آپ کے ارادت مندوں اور ارباب عقیدت کی ایک کثیر تعداد موجود ہے آپ وہاں کے لوگوں کی دعوت پر کئی بار تشریف لے گئے اور وہاں جماعت اہل سنت کی تنظیم سازی اور دینی اداروں کے سلسلے میں بھر پور کوشش فرمائی اور ایک عظیم دانش گاہ بنام ''دارالعلوم امام احمد رضا'' تعمیر فرمایا جو روز اوّل سے لے کر اب تک ارتقائی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

رشد وہدایت

آپ شہزادۂ امام احمد رضا حضور مفتی اعظم امام المشائخ والفقہا علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ اور انکے روحانی فیوض وبرکات کے امین تھے، تقریباً پانچ دہائیوں سے ان کی بارگاہ سے ملنے والے فیوض وبرکات سے اہل سنت کو مستفیض ومستنیر فرمارہے تھے، خصوصاً اپنے مریدین ومتوسلین ومعتقدین کو ان فیوض وبرکات سے لحہ لحہ سیراب فرماتے رہے صرف بمبئی ہی نہیں بلکہ ہندستان کے عموماً صوبوں میں آپ کے ہزاروں مریدین اور لاکھوں محبین ہیں، جو آپ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے ہیں آپ کی اپنے مریدین پر خصوصی توجہ رہتی تھی اپنے مریدین کو خصوصی دعاؤں سے نوازتے تھے، مریدین کی ایمان کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت دعا فرتے رہتے تھے، مریدین کی تربیت اور ان کی اصلاح کے لئے ہر پیر کو بعد نماز عشا تطہیر قلب کے موضوع پر ذکر کی ایک محفل کا انعقا بھی فرماتے تھے اور مبارک راتوں میں خصوصی جلسوں کا اہتمام فرماتے تھے اور مریدین کی باطنی تطہیر کے لئے، دکھ درد، پریشانیوں، مصائب وآلام، تنگ دستی اور دیگر مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لئے ''سراج الاذکار'' کے نام سے آپ نے ایک کتاب مرتب مایا ہے جسے پڑھ کر مریدین کی مشکلات حل ہوتی ہیں۔

مریدین کے لئے یہ کتنی سعادت اور نعمت ہے کہ جب چاہیں اپنے پیر ومرشد کی زیارت کریں اور ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں، ان کی دعاؤں پر آمین کہیں، دست بوسی کریں اور ان کی صحبت سے استفادہ کریں فللہ الحمد علیٰ ذٰلك۔

غروب آفتاب

بالآخر ۳۰ ربیع الغوث ۱۴۴۰ھ مطابق ۷ جنوری ۲۰۱۹ء بروز پیر بوقت صبح ۶ بجکر ۳۰ منٹ پر وہ چاند جو رمضان المبارک کی شب ماہ، مخدوم ماہی کے دیار بمبئی کی سرزمین پر طلوع ہوا تھا، اسی بمبئی کی پر بہار وادیوں کے علمی، فکری افق پر چمکتا اور ہزاروں، لاکھوں قلوب کو واذہان کو روشن کرتا ہوا ''ارجعی الی ربك راضية مرضية'' کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے دار بقا کو کوچ فرما گئے اناللہ وانا الیہ رٰجعون۔ مگر اپنی بے پناہ اور انتھک محنتوں سے لوح تاریخ پر وہ نقوش ثبت کر گیا جو رہتی دنیا تک جگمگاتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی آخری ارام گاہ پر ہزاروں اور کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے اور ''وادخلی جنتی'' کا مصداق بنائے اور آپ کے صاحبزادگان کو آپ کے مشن کا سچا امین وجانشین بنائے اور پس ماندگان، مریدین، معتقدین، متوسلین اور اہل خاندان کو صبر وشکر کی توفیق عطا فرمائے اور اہل سنت وجماعت کو اپنے محسنین کا قدرداں بنائے آمین۔

□□□

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت اور اضطرار کا شرعی مفہوم

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّافِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۹ رترجمہ کنزالایمان)

حضرت کرخی اور ابوبکر رازی وغیرہ نے ”خَلَقَ لَكُم“ کو قابل انتفاع اشیا کے مباح الاصل ہونے کی دلیل قرار دیا ہے، (حاشیہ کنزالایمان زیر آیت مذکور) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

”شریعت مطہرہ میں طہارت وحلّت اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے ان کا اثبات ناممکن کہ طہارت وحلت پر بوجہ اصالت جو یقین تھا اس کا زوال بھی اسی کے مثل یقین ہی سے متصور، نرا ظن لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا، یہ شرع شریف کا ضابطۂ عظیمہ ہے، جس پر ہزارہا احکام متفرع۔“

آگے فرماتے ہیں:

”جب کسی کو کسی شئے پر منع وانکار کرتے اور اسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہتے سنو، جان لو! کہ بار ثبوت اس کے ذمہ ہے، جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اُس کا دعویٰ اُسی پر مردود اور جائز مباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود' اسی میں علامہ نابلسی کے حوالہ سے فرماتے ہیں ”فی الطریقة المحمدیة وشرحها الحدیقة الندیة للعلامة عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی الاصل فی الاشیاء الطهارة لقوله سبحنه وتعالیٰ ”هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا“ والیقین لایزول الشك والظن بل یزول بیقین مثله۔ علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے، اشیا کی اصل طہارت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اللہ نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لیے پیدا فرمایا اور یقین شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا بلکہ اپنے جیسے یقین کے ساتھ زائل ہوتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم جدید، ص ۴۷۶۔۴۷۷)

گویا کہ دنیا کی تمام چیزیں اپنی اصل کے اعتبار سے پاک اور حلال ہیں، کسی چیز کو ناپاک یا حرام ومکروہ کہنے کے لیے واضح دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، محض شک یا گمان کی بنیاد پر کسی چیز کو ناجائز وحرام نہیں کہہ سکتے اور جو کسی چیز پر حرام کا حکم لگائے اس پر لازم ہے کہ دلیل پیش کرے۔

اگر شک اور گمان کی بنا پر حرام وناجائز کا حکم لگانا جائز ہوتا تو زندہ رہنا مشکل ہو جاتا، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ قاعدہ شریعت میں مقرر ہے، احادیث میں اس کی تصریح ہے اور حنفی، شافعی اور دیگر فقہا کی کتب میں واضح طور پر مذکور ہے، میں نے اس میں علما کا اختلاف بالکل نہیں پایا۔ (حوالہ سابق)

اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ حلال اور جائز چیزوں کی تفصیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ وہ شمار وبیان سے باہر ہیں، ہاں! جن چیزوں کو اسلام نے حرام فرمایا اس کی وضاحت شریعت نے کردی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں آیا:

”اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا

اِثۡمَ عَلَيۡهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔ اس نے یہی تم پر حرام کیے ہیں، مرداراور خون اور سؤر کا گوشت اور جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو، نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۳ ترجمہ کنز الایمان)

خنزیر نجس العین ہے

اس آیت کریمہ میں چار چیزوں کو حرام فرمایا گیا، مردار یعنی جو خود سے مرگیا یا کسی جانور نے مار دیا، یا لاٹھی ڈنڈوں سے ہلاک کر دیا گیا یا گلا گھونٹ دیا گیا، اسی طرح ہر جانور کا بہنے والا خون حرام ہے، سؤر کے گوشت کو حرام فرمایا گیا، خزائن العرفان میں آیت مذکور کے ضمن میں لکھا ہے:

''خنزیر نجس العین ہے، اس کا گوشت، پوست، بال، ناخن وغیرہ تمام اجزا نجس وحرام ہیں، کسی کو کام میں لانا جائز نہیں۔''

چونکہ اوپر سے کھانے کا بیان ہو رہا ہے اس لئے یہاں گوشت کے ذکر پر اکتفا کیا گیا، چوتھی چیز جس کو قرآن نے حرام قرار دیا وہ یہ کہ جس جانور کو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ کفار و مشرکین اپنے دیوی دیوتاؤں کے لیے کرتے ہیں، کوئی مسلمان اللہ کے سوا کسی کے نام پر جانور نہیں ذبح کرتا، ہاں ذبح کرنے کے بعد ایصال ثواب کرتے ہیں، اس میں ازروئے شرع کوئی حرج نہیں کہ ذبح ہوا ہے اللہ اکبر کہہ کر جیسا کہ قربانی اور عقیقہ میں ان کے نام ذکر کرتے ہیں جن کی طرف سے قربانی یا عقیقہ کرتے ہیں، دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اہل جاہلیت کا رد فرمایا کہ انہوں نے بہت سی چیزوں کو اپنی طرف سے حرام ٹھہرا لیا تھا، حالانکہ حلال وہ ہے جسے اللہ و رسول نے حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جسے خدا اور رسول نے حرام فرمایا، اللہ و رسول کے سوا کسی کو حرام کرنے کا اختیار نہیں:

''قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِىۡ مَاۤ اُوۡحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطۡعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ مَيۡتَةً اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِيۡرٍ فَاِنَّهٗ رِجۡسٌ اَوۡ فِسۡقًا اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔ تم فرماؤ، میں نہیں پایا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت کہ وہ نجاست ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا تو جو ناچار ہوا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (سورۃ الانعام ۶ / آیت ۱۴۵)

ان دونوں آیتوں میں چار چیزوں کو حرام فرمایا گیا، حرام و حلال کے تعلق سے آخری حکم سورۂ مائدہ میں نازل ہوا، اس کے بعد حرام وحلال کے تعلق سے کوئی آیت نہیں اُتری، رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالۡمُنۡخَنِقَةُ وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ وَالۡمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيۡحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنۡ تَسۡتَقۡسِمُوۡا بِالۡاَزۡلَامِ ؕ ذٰلِكُمۡ فِسۡقٌ۔ تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور وہ جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کسی درندہ نے کھا لیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے۔ (سورۃ المائدۃ ۵ / آیت ۳)

اس آیت میں حرام چیزوں کی مزید تفصیل بیان کی گئی ہے، آگے فرمایا گیا:

''فَمَنِ اضۡطُرَّ فِىۡ مَخۡمَصَةٍ غَيۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝ يَسۡـئَلُوۡنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمۡ ؕ قُلۡ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۔ تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اے محبوب! تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہوا تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک

چیزیں۔'' (سورۃ المائدۃ ۵ر آیت ۳ر ۴)

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۷۳رسورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۴۵راور سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳ر میں حرام چیزوں کو بیان کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی گئی کہ جن چیزوں کو اللہ نے حرام فرمایا ہے ان کی حرمت عام حالتوں میں ہے لیکن اگر کوئی شخص لاچار مجبور ہے، جان جانے کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت ان چیزوں کا استعمال جائز ہوتا ہے۔

شریعت میں اضطرار کسے کہتے ہیں، اس بارے میں صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کنز الایمان حاشیہ خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں:

''مضطر وہ ہے جو حرام چیز کے کھانے پر مجبور ہو اور اس کو نہ کھانے سے خوف جان ہو خواہ تو شدت کی بھوک یا ناداری کی وجہ سے جان پر بن جائے اور کوئی حلال چیز ہاتھ نہ آئے یا کوئی شخص حرام کے کھانے پر جبر کرتا ہو اور اس سے جان کا اندیشہ ہو، ایسی حالت میں جان بچانے کے لئے حرام چیز کا قدر ضرورت یعنی اتنا کھالینا جائز ہے کہ خوف ہلاکت نہ رہے۔'' (خزائن العرفان زیر آیت ۱۷۳رسورۃ البقرۃ)

امام حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی ''تفسیر ابن کثیر'' میں لکھتے ہیں:

''ضرورت اور حاجت کے وقت جب کہ کھانے کے لیے کوئی چیز نہ ملے اور جان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو، حرام چیزوں کے کھانے کو اللہ نے مباح فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ ۔ یعنی وہ باغی، سرکش اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو۔'' (تفسیر ابن کثیر مترجم ج اول سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۳)

امام برحق کی مخالفت کرنے والا یا خواہش نفس یا حاجت سے زائد کے طالب کے لیے اضطرار کی حالت میں بھی ممنوعات کی اجازت نہیں، حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''فَمَنِ اضْطُرَّ یہ لفظ 'ضر' سے بنا، جس کے معنی ہیں تنگی اور ضرورت بھی اسی سے ہے، اس کا مصدر ہے اضطرار یعنی مجبور یا حاجت مند ہو جانا یا تنگی میں پھنس جانا شرعاً اس کی تین صورتیں ہیں (۱) بھوک یا پیاس سے جان نکل رہی ہے کوئی حلال چیز موجود نہیں (۲) کوئی شخص حرام کھانے پر مجبور کر رہا ہے اور نہ کھانے پر قتل کیے ڈالتا ہے (۳) سخت بیمار کو قابل طبیب نے مشورہ دیا کہ تم بجز فلاں حرام دوا کے کسی چیز سے بچ نہیں سکتے، ان تینوں صورتوں میں حرام کا استعمال منع نہیں، پہلی دو میں تو واجب ہے کہ نہ کھائے گا تو گنہگار مرے گا، دوا میں جائز کیونکہ علاج کرنا ہی فرض نہیں چہ جائیکہ حرام سے کیونکہ دوا کا صحت دینا یقینی نہیں۔'' (تفسیر نعیمی سورۃ البقرۃ پارہ۔۲ر آیت ۱۷۳)

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳ر میں حرام اور ممنوع چیزوں کی تعداد ۴ر کی بجائے گیارہ بیان کی گئی ہے:

''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ، ذٰلِكُمْ فِسْقٌ۔ حرام کئے گئے تم پر (۱) مردار (۲) خون (۳) سؤر کا گوشت اور (۴) جس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے اور (۵) گلا گھونٹنے سے مرا ہوا (۶) چوٹ سے مرا ہوا (۷) اوپر سے نیچے گر کر مرا ہوا (۸) سینگ لگنے سے مرا ہوا، اور (۹) جسے درندے نے کھایا ہو سوائے اس کے جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو (جس کو کسی درندے نے کھایا لیکن ابھی وہ زندہ ہے اسے حلال طور پر ذبح کیا گیا تو وہ حلال ہے) اور (۱۰) جو ذبح کیا گیا ہو تھانوں پر (تھان سے مراد وہ بُت ہیں جنہیں مشرکین عرب نے کعبہ کے ارد گرد نصب کر رکھا تھا، ان کے سامنے کافر اپنے جانور ذبح کرتے تھے اور خون ان بتوں پر چھڑکتے تھے، ایسے ذبیحے کو اللہ نے حرام فرمایا یا اسی کی مثل کوئی ذبح کرے وہ بھی حرام ہوگا) (اور یہ بھی حرام ہے) کہ تم تقسیم کرو (۱۱) جوئے کے تیروں سے، یہ سب نافرمانی کے کام ہیں۔''

عہد جاہلیت میں کفار تیروں سے فال نکالتے تھے، تین تیر

ہوتے ایک پر لکھا ہوتا اِفعَل یعنی کر دوسرے پر لَا تَفعَل یعنی نہ کر اور تیسرا تیر خالی ہوتا، اگر پہلا نکلتا تو کام کرتے، دوسرا نکلتا تو نہ کرتے اور اگر تیسرا نکلتا تو دوبارہ فال نکالتے، اس طرح فال نکالنے کو قرآن نے حرام قرار دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر ج دوم)

’’فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ۔ پس جو لاچار ہو جائے بھوک میں درآں حالیکہ نہ جھکنے والا ہو گناہ کی طرف۔‘‘ (سورۃ المائدۃ آیت ٣)

اگر کوئی شخص لاچار ہو کر شدید ضرورت کے پیش نظر مذکورہ حرام چیزوں میں سے کچھ کھانے پر مجبور ہو جائے تو اضطراری حالت میں کچھ لے سکتا ہے۔

درج بالا آیات میں جن چیزوں کی حرمت ذکر فرمائی گئی ہے، اگر کوئی شخص مجبور ولاچار ہے اس کے استعمال کرنے پر تو اس میں اس کے لیے رخصت ہے، یعنی ضرورت کی مقدار استعمال کرنے کی شریعت نے بحکم قرآن اجازت دی ہے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

’’معاذ اللہ شراب پینے، یا خون پینے یا مردار کا گوشت کھانے یا سؤر کا گوشت کھانے پر اکراہ کیا گیا اگر وہ اکراہ غیر ملجی ہے یعنی حبس وضرب کی دھمکی ہے تو ان چیزوں کا کھانا پینا جائز نہیں ہے، البتہ شراب پینے میں اس صورت میں حد نہیں ماری جائے گی کہ شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اور اگر وہ اکراہ ملجی ہے یعنی قتل یا قطع عضو کی دھمکی ہے تو ان کاموں کا کرنا جائز بلکہ فرض ہے اور اگر صبر کیا ان کاموں کو نہیں کیا اور مار ڈالا گیا تو گنہگار ہوا کہ شرع نے ان صورتوں میں اس کے لیے یہ چیزیں جائز کی تھیں جس طرح بھوک کی شدت اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں مباح ہیں۔‘‘ (بہار شریعت حصہ ١٥)

اس سے پتہ چلا کہ مجبوری کی حالت میں بقدر ضرورت حرام اشیا کا استعمال مباح ہے، لیکن اتنی ہی مقدار جائز ہے جتنی سے ضرورت پوری ہو جائے، ضرورت سے زائد لینا یا لذت کی خاطر یا خواہش کی بنیاد پر استعمال کرنا جائز نہیں۔

مجبوری سے مراد یہ ہے کہ جان جانے کا اندیشہ ہو یا بدن کے کسی جزء کے کاٹے جانے کا خوف، یہ نہیں کہ کوئی بیماری ہوئی اور کسی ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ شراب پی لو یا مردار کھالو اور معاذ اللہ آدمی شراب پی لے اس کی وضاحت حضور صدر الشریعہ علامہ ابو العلیٰ حکیم امجد علی اعظمی رضوی نے فرمائی:

’’کھانے پینے پر دوا علاج کو قیاس نہ کیا جائے یعنی حالت اضطرار میں مردار اور شراب کو کھانے پینے کا حکم ہے مگر دوا کے طور پر شراب جائز نہیں کیونکہ مردار کا گوشت اور شراب یقینی طور پر بھوک اور پیاس کا دفعیہ ہے اور دوا کے طور پر شراب پینے میں یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ مرض کا ازالہ ہو ہی جائے گا۔‘‘ (بہار شریعت حصہ ١٦/حظر واباحت کا بیان)

فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کے مجموعۂ فتاویٰ میں درمختار کے حوالہ سے ہے:

’’اور درّ مختار مع شامی جلد ٦/ص ٣٨٩/ پر ہے: کل تداو لا یجوز الا بطاہر۔ یعنی صرف پاک چیزوں سے ہی علاج کرنا جائز ہے، اھ‘‘ اور گائے کا گوبر اس کا پیشاب اور آدمی کا پیشاب سب نجاست ہیں، لہٰذا ان سے علاج کرنا حرام ہے۔‘‘ (فتاویٰ فقیہ ملت، جلد دوم، ص ٣٣٥)

اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ حالت مجبوری میں جن چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت ہے تاکہ جان بچ سکے اس پر دوا علاج کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ ضروری نہیں کہ ڈاکٹر کے کہنے پر اگر کسی نے شراب پی لی یا حرام چیز کھالی تو وہ شفایاب ہو جائے اس لیے کہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ بہت سی دوائیں بعض مریضوں پر کام نہیں کرتیں حالانکہ ڈاکٹروں کے مطابق وہ دوائیں انہیں امراض کی ہوتی ہیں، اس کے برخلاف کسی نے اگر کوئی حرام شئے کھائی یا پی تو اس کی بھوک یا پیاس مٹ جائے گی یہ امر بدیہی ہے۔

حرام اشیا کے استعمال کی اجازت صرف اس صورت میں ہے کہ مجبوری اس حد تک ہو کہ اگر نہ استعمال کرے تو جان چلی جائے گی یا جسم کا کوئی حصہ کاٹ ڈالا جائے گا ساتھ ہی یہ بھی یقین

ہو کہ اس کے کر لینے سے جان بچ جائے گی جیسے کہ بھوک سے جان جانے کا اندیشہ ہے اور یہ یقین ہے کہ جان جانے کا سبب بھوک ہے تو ظاہر ہے کہ بھوک ختم ہوجائے گی تو جان بچ جائے گی اور بھوک یا پیاس کے ازالہ کے لیے حرام وحلال میں کوئی فرق نہیں، جس طرح حلال ماکول ومشروب سے شدت بھوک و پیاس ختم ہوجائے گی اسی طرح اگر بروجہ مجبوری حرام ماکول و مشروب لیا جائے تو اس سے بھی بھوک و پیاس ختم ہوجائے گی۔

انگریزی دوائیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں :

''ہاں! انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنہیں ٹنچر کہتے ہیں، ان سب میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام بھی ہے اور ناپاک بھی، نہ ان کا کھانا حلال نہ بدن پر لگانا جائز، نہ خریدنا حلال نہ بیچنا جائز، جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ثابت کیا ہے کہ اسپرٹ نبیذ کی روح اور قطعی طور پر شراب ہے بلکہ یہ سب سے زیادہ خبیث شراب ہے پس یہ پیشاب کی طرح حرام ہے، ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے، ندوہ کے ذلیل ورسوا اراکین نے جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں جس بات سے راحت حاصل کی وہ نہایت خبیث قول ہے، ہم بارگاہ خدا وندی میں ہر حرکت اور قول کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔

مسلمان اسے خوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں نجاستوں سے بچیں خصوصاً سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذ اللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو، **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**'' (فتاویٰ رضویہ ج چہارم جدید ص ۵۴۲)

اب ذرا غور فرمائیں وہ حضرات جو اجزائے خنزیر سے مختلط ویکسین کے استعمال کو جائز ٹھہرا رہے ہیں، اسپرٹ ملی دواؤں کے صرف کھانے نہیں بلکہ لگانے سے بھی اعلیٰ حضرت منع فرما رہے ہیں اور اسے پیشاب کی طرح حرام اور ناپاک اور نجاست غلیظہ فرما رہے ہیں۔

حیرت ہے ان مولویان کرام پر جو اپنے نام کے آگے ''رضوی'' بھی لگاتے ہیں پھر بھی عوام کو اجزائے خنزیر سے ملی ویکسین کے استعمال کی راہ دکھا رہے ہیں، ان حالات میں بس ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ایسے مفتی حضرات کی تحقیق عند العوام خواہ کتنی ہی مقبول کیوں نہ ہو لیکن اعلیٰ حضرت اور سچے رضویوں کے نزدیک بہر حال مردود ہے، ہاں! یہ ضرور کہوں گا کہ جو حضرات اعلیٰ حضرت کے موقف کی مخالفت کرنے کو تحقیق سمجھتے ہیں انہیں کم سے کم اپنے نام کے آگے رضوی، نوری تو نہ لگانا چاہئے تاکہ عوام فریب کے شکار نہ ہوں۔

اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اگر جان جانے یا قطع عضو کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ''محظورات'' کے استعمال کی اجازت ہوتی ہے، فقہ مشہور قاعدہ ہے ''**الضرورات تبیح المحظورات**'' ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں، اس قاعدہ کے تحت لکھا ہے ''**ومن ثم جاز اکل المیتۃ عند المخمصۃ**'' اور حاشیہ میں ہے:

''**و کذا للتداوی قال التمرتاشی فی "شرح الجامع الصغیر" نقلاً عن "التھذیب" یجوز للعلیل اکل المیتۃ، وشرب الدم والبول اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفائہ فیہ ولم یجد من المباح ما یقوم مقامہ**۔ اسی وجہ سے مخمصۃ کے وقت مردار کا کھانا جائز ہے اور اس کے تحت حاشیہ میں لکھا ہے اور ایسے ہی علاج کے لیے کہا تمرتاشی نے شرح جامع صغیر میں تہذیب سے نقل کرتے ہوئے جائز ہے بیمار کے لیے مردار کا کھانا، اور خون اور پیشاب پینا جب کہ کوئی مسلم طبیب خبر دے کہ اس کی شفا اسی میں ہے اور اس کی جگہ مباح دوا نہیں ہے۔''

(الاشباہ والنظائر مع شرحہ الحموی)

اسی میں ہے: **ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا۔** ضرورت کے تحت جو چیزیں مباح ہوتی ہیں وہ مطلقاً مباح نہیں ہوتیں بلکہ اتنی ہی مقدار مباح ہوتی ہے جس سے ضرورت پوری

تحقیقات

ہوجائے۔

"المضطر لا یاکل من المیتۃ الا قدر سد الرمق"
مجبور شخص مردار میں سے نہیں کھائے گا مگر جان بچانے کی مقدار (حوالہ سابق) الاشباہ اور اس کی شرح حموی میں جان بچانے کی غرض سے محظورات کے کھانے پینے کی اباحت لکھی ہے، دوا علاج کے لیے حرام اشیاء کا ذکر نہ متن میں ہے نہ شرح میں محشی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا ہے کہ بطور علاج کے بھی حرام چیز استعمال کی جاسکتی ہے، یہی نظریہ پاکستانی عالم مولانا غلام رسول سعیدی کا بھی ہے، انہوں نے تفسیر تبیان القرآن میں سورۃ بقرہ آیت ١٧٣/ اور سورہ مائدہ آیت ٣/ کے تحت اسی طرح شرح صحیح مسلم ج دوم کتاب الجنائز ص ٨٣٢/ پہ الکحل آمیز دواؤں نیز حرام چیزوں سے علاج کی پُرزور وکالت کی ہے، انہوں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ کسی بھی صورت حرام چیزوں سے دوا علاج کے جواز کا پہلو ثابت ہو، ان کے ذکر کردہ دلائل سے صاف عیاں ہے کہ جواز کا پہلو نہیں نکلتا اور عدم جواز کے قائلین کے ایرادات اور دلائل اتنے قوی ہیں کہ سعیدی صاحب بھی اعتراف حق پر مجبور و بے بس نظر آئے لیکن ایک بات انہوں نے کہی کہ جان بچانا بھی تو فرض ہے یعنی جس طرح ایک آدمی کی جان اگر بھوک کے سبب جارہی ہے تو جان بچانے کے لیے مردار کھانا شریعت نے جائز رکھا اسی طرح اگر کوئی شخص بیمار ہے اور مسلم طبیب کہہ رہا ہے کہ حرام دوا کے سوا اس بیماری کی اور کوئی دوا نہیں ہے تو یہاں بھی جائز ہونا چاہئے کہ حرام دوا سے علاج کیا جائے حالانکہ عدم جواز کے قائلین کی بات فہم سے قریب تر ہے کہ مردار کھانے سے بھوک کا زائل ہونا اور شرب خمر سے پیاس کا زوال یقینی ہے لیکن دوا سے بیماری اچھی ہوجائے یہ فقط ظن اور ظن کی بنیاد پر حرام حلال نہیں ہوتا۔

اسی طرح ایک آدمی قریب ہے کہ بھوک سے ہلاک ہو جائے دوسرا شخص کہہ رہا ہے کہ میرا عضو کاٹ کر کھالو تا کہ تمہاری جان بچ جائے ایسی صورت میں سبھی کا اتفاق ہے کہ اس بھوکے کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی انسان کا گوشت کھائے، اگر جان بچانا کسی طور پر جائز ہوتا تو چاہئے تھا کہ جائز ہو کہ بھوکا اپنی جان بچانے کے لیے اپنے ہی جسم کا ٹکڑا کھالے یا کسی دوسرے انسان کا گوشت کھا کر اپنی جان بچالے لیکن اس کا کوئی قائل نہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے پینے پر دوا علاج کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔

احادیث کریمہ سے عدم جواز کا ثبوت

حدیث شریف میں ہے:

"عن ابی درداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل انزل الداء والدواء وجعل لکل داء دواء فتداووا ولا تتداووا بحرام۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دوا اُتاری اور ہر بیماری کے لیے دوا بنائی، پس علاج کرواؤ لیکن حرام دوا سے علاج نہ کراؤ۔"

(سنن ابوداؤد مترجم سوم ابواب الطب)

دوسری حدیث میں یوں ہے:

"عن سعید بن المسیب عن عبد الرحمن بن عثمان ان طبیبا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ضفدع یجعلها فی دواء فنهاه النبی صلی اللہ علیہ و سلم عن قتلها۔ سعید بن مسیب نے حضرت عبد الرحمن بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک طبیب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دواء میں مینڈک کو ڈالنے سے متعلق سوال کیا پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے سے منع فرمایا۔" (حوالہ سابق)

تیسری حدیث ہے:

"عن ابی ہریرۃ قال نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عن الدواء الخبیث۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپاک دوا سے منع فرمایا۔" (حوالہ سابق)

چوتھی حدیث پاک ہے:

''طارق بن سوید او سوید بن طارق سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر فنھاہ ثم سألہ فنھاہ فقال یا نبی اللہ انھا دوآء قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ولکنّھا دآء۔ حضرت طارق بن سوید یا سوید بن طارق نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے انہیں منع فرمایا، پھر دریافت کیا تو منع فرمایا، عرض گذار ہوئے کہ یا نبی اللہ! یہ تو دوائی ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ تو بیماری ہے۔'' (حوالہ سابق)

ابو داؤد شریف کی مذکورہ تمام حدیثوں میں واضح لفظوں میں ناپاک اور حرام چیزوں سے علاج کرنے سے منع فرمایا گیا بلکہ ناپاک چیزوں سے علاج معالجہ کی بات کرنے والوں کو صاف صاف بتا دیا گیا کہ ناپاک اور حرام اشیاء دوا نہیں بلکہ بیماری ہیں، اسی طرح حضرت طارق بن سوید کے بار بار دریافت کرنے کے باوجود شراب سے علاج کی اجازت حضور نے نہ دی اور نہ ہی کچھ استثناء فرمایا۔

احادیث میں حرام اور ناپاک اشیا سے علاج سے منع فرمایا گیا، مجوّزین کی جماعت میں کسی نے کوئی ایسی روایت نہیں پیش کی جس میں یہ ذکر یا رخصت ہو کہ بطور دوا کہ حرام اشیا کا استعمال جائز و مباح ہے، ہاں! بار بار منع وارد ہے۔

حدیث عرینہ یا عکل کو جن لوگوں نے دلیل بنایا اور یہ کہا کہ حضور نے ان لوگوں کو اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کو فرمایا، یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ آج کوئی فقیہ اس روایت کی بنا پر پیشاب، یا خنزیر یا دیگر حرام اشیا کو بطور دوا استعمال کرنے کی اجازت دے گا۔

حدیث عرینہ یا عکل ممکن ہے حضور کو وحی کے ذریعہ اس بات کی اطلاع دی گئی ہو کہ ان کے لیے اونٹنیوں کے دودھ اور پیشاب کے استعمال کا حکم فرمائیں یا یہ کہ یہ حضور کی خصوصیات میں سے ہو اس لیے کہ عرینہ یا عکل والوں کے علاوہ حضور نے کسی اور کو اجازت نہ دی، دریافت کرنے پر بھی اجازت نہ دی، اس کا مطلب ہے کہ وہ حکم انہیں لوگوں کے لیے خاص تھا۔

یا تو ان کے لیے یہ حکم بطور عتاب کے تھا کہ مدینہ کو حضور نے دار الشفاء قرار دیا، مدینے کی آب و ہوا میں اللہ نے اپنے نبی کی برکت سے شفاء رکھی اور وہ لوگ دار الشفاء میں شکوہ کناں ہوئے کہ ہمیں مدینے کی آب و ہوا راس نہیں آرہی ہے تو فرمایا گیا کہ پھر جاؤ اونٹنیوں کے دودھ اور پیشاب پیو، رہا ان کا دودھ اور پیشاب پینے سے شفایاب ہوجانا تو ہوسکتا ہے کہ حضور کے حکم کے سبب، یہ حکم بھی ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو اور شفا بھی انہیں کے لئے ہو اور اگر اس حدیث کو دلیل مان کر حرام اشیا کی اجازت تسلیم کرلی جائے تو پھر گئومُتر (گائے کے پیشاب) کے بارے میں کیا جواب ہوگا؟ جس کے بارے میں اہل وطن کا اصرار بھی ہے اور عقیدہ بھی، اگر گئومُتر کا انکار کریں گے تو اسلام اور شریعت کا اور مذاق بنے گا، ناقدین کہیں گے کہ اونٹ کا پیشاب استعمال کرنا اگر جائز ہے تو پھر گائے کے پیشاب میں کیا برائی ہے؟ اور آج کے دور میں فرقہ پرست میڈیا کو مطمئن کرنا تو الگ مسلمان نوجوانوں کو اطمینان دلانا سر درد ہوجائے گا۔

علامہ علاء الدین حفکفی لکھتے ہیں:

''اختلف فی التداوی بالمحرم وظاھر المذھب المنع کما فی رضاع البحر۔ حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے، ظاہر مذہب میں ممنوع ہے جیسا کہ البحر الرائق کتاب الرضاع میں ہے۔''

اب رہا یہ مسئلہ کہ عام طور پر دوا میں حرام چیزوں کا استعمال ناجائز ہے، یہاں بحث ان بیماریوں اور ایسی دواؤں کے بارے میں ہے کہ جن بیماریوں کے سبب جان جانے کا ظن غالب ہے اور ایسی کوئی دوا نہیں سوائے ان دواؤں کے، جن میں حرام چیزوں کی آمیزش کی تصدیق دوا ساز کمپنیوں نے خود کی ہے، تو کیا، اس صورت کو ''اضطرار'' سے تعبیر کرسکتے ہیں، قرآن نے حرام چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت حالت اضطرار میں دی ہے اور اضطرار کا معنیٰ ہمارے علما نے یہ بتایا کہ بھوک یا پیاس سے جان جانے کا خطرہ ہو یا قطع عضو کا، اسے اضطرار کہتے ہیں،

جن کے ساتھ یہ صورت پیش آئے اور اسے حلال چیز میسر نہ ہو تو جان بچانے کی غرض سے بقدر حاجت ''مردار'' کا گوشت کھانا یا ''شراب'' پینا جائز ہے۔

تو کیا موجودہ صورت حال جسے کوڈ ۱۹ (Covid 19) کا نام دیا گیا ہے، اخباری اطلاعات کے مطابق گذشتہ گیارہ مہینوں میں پوری دنیا میں تقریباً بیس لاکھ لوگ ہلاک ہو چکے ہیں، مرنے والوں کی بڑی تعداد جرمنی، امریکہ کے لوگوں کی ہے، اسی کے ساتھ اخباروں کی متواتر خبریں اس بات کی بھی ہیں کہ پوری دنیا اور بالخصوص ہندوستان کے نہایت کمزور شعبۂ صحت کے باوجود ۹۵ / ۹۷ رفیصد کوڈ (Covid 19) متأثرین صرف احتیاط یا پرانی دواؤں ہی سے صحت یاب ہو گئے اور اگر پوری دنیا کا تجزیہ کیا جائے تو گیارہ مہینے میں بغیر کوڈ-۱۹ ر کے بھی اموات کی شرح ۲۰ ر لاکھ سے کم نہ ہوتی، اس لیے میرا اپنا ذاتی نظریہ یہ ہے کہ موجودہ حالات بہت سراسیمہ اور خوفناک ہونے کے باوجود فمن اضطر غیر باغ ولا عاد کے دائرے میں نہیں آتے یعنی پوری دنیا کی انسانی آبادی کو مضطر خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔

پھر علاج تو بیمار کا کیا جاتا ہے، جبکہ کوڈ انجکشن صرف بیمار کو نہیں بلکہ پورے ہندوستان ہی نہیں پوری دنیا کے انسانوں کو لگانے کی بات ہے، گویا کہ مذکورہ ویکسن بیماروں کے علاج سے زیادہ حفظ ما تقدم کے لیے ہے، یعنی جو بیمار نہیں وہ لگائیں تا کہ مستقبل میں اس بیماری سے محفوظ رہیں تو کیا یہ حالت اضطرار ہے؟ ہر گز ہر گز یہ اضطرار کی صورت نہیں۔

لہٰذا جن لوگوں نے یہ مانا ہے کہ دوا علاج کے طور پر حرام اشیا کا استعمال جائز ہے حالت اضطرار میں جبکہ کوئی مسلم طبیب کہے کہ اس مرض کی شفا اسی دوا میں ہے جس میں حرام شئے کی آمیزش ہے اور اس کے علاوہ اس مرض کی کوئی دوا نہیں، ان شرائط کے اعتبار سے مجوّزین کے نزدیک بھی خنزیر سے بنی ویکسین کا استعمال جائز نہیں ہوگا کیونکہ جب حلال چیزوں سے بنی ویکسین کی خبریں ہیں تو مسلمان بلا وجہ نجس العین کی آمیزش سے تیار ویکسین کیوں لے گا؟

دوسری بات یہ کہ ۱۶ رجنوری ۲۰۲۱ء بروز سنیچر کو ویکسین لگنے کی شروعات ہوئی ہے، گورنمنٹی اطلاعات کے مطابق پہلے مرحلے میں ڈاکٹروں، نرسوں اور محکمۂ صحت سے وابستہ افراد کو ہی ویکسین دی جائے گی اور یہ تعداد ۳ ر کروڑ بتائی گئی ہے جب کہ ملک کی آبادی سوا ارب سے زائد ہے، اس لیے ابھی ہمیں آپ کو عجلت برتنے کی ضرورت نہیں۔

ہاں! ایک بات ضرور غور کرنے کی ہے کہ اگر پورے ملک میں ٹیکہ کاری مہم چلتی ہے، اور گورنمنٹ لازم کرتی ہے کہ دیش کے ہر باشندہ کو ویکسین لینا کمپلسری (Compulsory) ہوگا تو ایسی صورت میں مسلمان کیا کریں گے، کیسے ہمیں پتہ چلے گا کہ جو ویکسین ہمیں دی جارہی ہے وہ حرام کی آمیزش سے محفوظ ہے اور کیا علما کے فتووں پر کروڑوں مسلم آبادی عمل کرتے ہوئے ویکسین نہیں لے گی؟

احکام شرعیہ پر عمل آوری کے لیے علما، ائمہ اور مشائخ کا طرز عمل کیا ہوگا، کیسے ہم عوام کو اپنی بات سمجھائیں گے؟ یہ باتیں ضرور قابل غور ہیں، بہر حال ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں خدا اور سول کا فرمانبردار ہو کر رہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے ایک سوال ہوا کہ سرطان یا کسی قسم کی شراب کوئی مریض کسی حالت میں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال کے الفاظ پر غور کرنے کی ضرورت ہے، سوال کرنے والا پوچھ رہا ہے کہ کوئی مریض یعنی مہلک سے مہلک مرض میں مبتلا کے لیے کیا کوئی صورت جواز ہے سرطان یا کسی قسم کی شراب استعمال کرنے کی تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''سرطان کھانا حرام ہے اور شراب بدن پر لگانا بھی حرام ہے جان حلال دواؤں سے بھی بچ سکتی ہے اگر اسے بچانا منظور ہے ورنہ حرام دوائیں سوائے گناہ کچھ اضافہ نہ کریں گی، جو پوشیدہ طور مسلمان کو حرام چیز کھلائے یا پلائے سخت حرام کا مرتکب اور شدید سزا کا مستوجب ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۴ ر ص ۲۰۸)

بقیہ ص ۲۱ ر پر

از: مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی*

دوسری قسط

ماہنامہ الرضا بریلی شریف! تعارف واشاریہ

گزشتہ سے پیوستہ

رسالہ کے ایک سال مکمل ہونے پر مدیر رسالہ نے پرچہ کی قیمت میں اضافہ کر دیا اور فی پرچہ ساڑھے چار آنہ علاوہ محصول ڈاک اور سالانہ دو روپے کے بجائے تین روپے تین آنہ مع محصول ڈاک مقرر کر دیا اور اس کی اصل وجہ کاغذ کی گرانی اور کتابت و مطبع کا خرچ زائد ہو جانا تھا، مدیر موصوف نے رسالہ کی اشاعت جن جذبات کے زیر اثر اور جن مقاصد کے تحت کی تھی یہ گرانی و مہنگائی اس کے مانع تھی، اس دکھ درد اور تکلیف کی تفصیل مدیر موصوف نے کچھ اس طرح سپرد قرطاس کی ہے، ملاحظہ ہو:

''معزز ناظرین! آج آپ کے پرچے کو جاری ہوئے پورا ایک سال ہوا، میں نے اسے مذہب حق کی اشاعت اور دین متین کی حمایت کی نیت سے جاری کیا ہے، میرا اس سے شہرت طلبی یا فقط کسب معاش کا ہرگز ارادہ تھا اور نہ ہے مگر اس کے اجرا کے لیے ابتدائی ایک کافی رقم درکار تھی جبھی اس کا تخمینہ کیا گیا تھا جو تخمینہ اس کی یک سالہ ضرورتوں کو کافی سمجھا گیا تھا، اسی کی مناسبت سے اس کی سالانہ قیمت رکھی گئی تھی، کاغذ کے نرخ کی نسبت میں صحیح رائے قائم نہیں کرسکتا کہ کیوں بڑھا؟ جو کاغذ اس وقت سات روپیہ رم پر بکثرت مل رہا تھا کچھ روز بعد اس کی قیمت میں اضافہ ہونا شروع ہوا اور سات روپیہ سے چل کر آج تیرہ روپیہ بارہ آنے تک اس کی قیمت پہنچ چکی ہے اور ملتا اس پر بھی نہیں۔

رہی لکھائی چھپائی وہ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ تک ابتدائی نرخ پر رہی، مگر شوال ۱۳۳۸ھ میں کاتبوں نے ہڑتال شروع کی اور اس کے دوسرے یا تیسرے جلسے میں ایک نرخ نامہ شائع کر دیا جو سابقہ نرخ سے پورا دونا تھا، ان کی دیکھا دیکھی پریس مینوں نے پیر پھیلائے اور گزشتہ جارت کو ڈیوڑھا کرا چھوڑا، غرض کہ رسالہ کے لیے جتنے ضروری سامان تھے سال گزشتہ کی پچھلی ششماہی ہی میں یکے بعد دیگرے سب گراں ہو گئے، چوں کہ وہ درمیان سال تھا مجھے آپ صاحبان سے گزارش کرنے کا موقع نہ تھا، خصوصاً جب کہ میں سالانہ قیمت آپ سے پہلے ہی وصول کر چکا تھا، اب یہ ابتدائے سال ہے آپ کا پرچہ پورے ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے آپ کے پچھلے حقوق سے سبکدوش ہو چکا ہے، اب اس کو اپنی سالانہ بقا کے لیے آپ کی گاڑھی کمائی کے کچھ سہام پھر درکار ہیں۔

مگر وہ نہ صرف اس قدر کافی ہوں گے جو سال گزشتہ میں لیے تھے بلکہ اب بجائے دو روپیہ سالانہ کے تین روپے سالانہ علاوہ ایک آنہ فیس منی آرڈر اور دو آنے فیس رجسٹری کے (یکم ستمبر ۱۹۲۰ء سے گورنمنٹ نے بلا رجسٹری شدہ وی وی پی لینا چھوڑ دیا ہے لہٰذا ہر وی پی پر محکمہ ڈاک کی طرف سے دو آنے اور اضافہ ہو گئے جو آپ ہی کے ذمہ رہیں گے) اس طرح آپ کو پرچہ کی ایک سال کی خریداری میں اپنی جیب خاص سے تین روپے تین آنے صرف کرنا ہوں گے اور اگر آپ کی خریداری کا آغاز اسی ۱۳۳۹ھ سے ہے تو آپ کو تین جزفوزمبین کے خریدنا ہوں گے جن کی قیمت صرف دو آنہ وصول کی جائے گی، ورنہ بغیر اس کے آپ کی کتاب نامکمل رہے گی، سال گزشتہ میں الرضا وقت پہنچنے سے جو کچھ آپ کو انتظار کی تکلیف گوارا کرنا پڑی اس کی وجوہ اگر آپ سنیں گے تو آپ نے جو اس تکلیف سے اثر لیا ہے وہ

رضویات

*مضمون نگار نوری دار الافتا، کاشی پور، اتراکھنڈ کے مفتی ہیں۔

ان شاء العزیز یقیناً زائل ہو جائے گا۔

ابتداً رسالہ غیر موقت الشیوع بلا اجازت گورنمنٹ چھپنا شروع ہوا، کئی مہینہ کی مسلسل کوششوں کے بعد موقت الشیوع کرنے کی اجازت ملی، اس کے بعد شہر میں اسکیم اصطلاحات کا کام شروع ہو گیا جس کی صرف بریلی کے کاتبوں میں سات سو کاپیاں تقسیم کی گئیں، اس وقت کتابت کی جن دشواریوں سے مجھے سابقہ پڑا اس کا لطف کچھ میں ہی جانتا ہوں، ساتھ ہی ساتھ اسی کام میں پریسوں کی مصروفیت سونے پر سہاگا تھی، ان وجوہ نے مجھے اس پر مجبور کر دیا کہ پرچہ کی غرض ایک پریس کی اپنے نام سے اجازت لوں، بنا بریں میں نے خدا کا نام لے کے ایک درخواست دے دی اور کچھ دوڑ دھوپ کے بعد اس کی بھی اجازت مل گئی، میں بہت پہلے سے جانتا تھا کہ پریس کا کام ایک بڑی دردسری ہے۔

مگر میں نے پرچے کی ضرورتوں کے لحاظ سے اسے بھی برداشت کر لیا۔ درس تدریس کا مجھے ایک زمانہ سے شوق ہے، مجھے اپنے اس شوق میں اپنے قدیمی محسن مدرسہ اہل سنت سے بڑی مدد ملتی رہتی ہے، اس متبرک دارالعلوم نے اپنی ضرورت سے پچھلے دنوں مجھے دو درجے کا مدرس کر دیا تھا، جس سے بظاہر بار بڑھنا سمجھا جاتا ہے مگر حقیقتاً میرے شوق کی تکمیل ہوتی تھی، اب جب میں نے پرچے کے کاموں میں الجھن دیکھی تو میں ایک درجے کے درس سے ابھی اسی ذی الحجہ ۳۸ھ میں دست کش ہو گیا، میں نے جب محض اس پرچہ کو جاری رکھنے کے لیے اپنے شوق کا خون کیا ہے اور پریس کے دردسر کو اپنے سر لیا ہے تو آپ بھی کچھ تکلیف گوارا فرمائیں اور اس کی اشاعت میں سرگرمی دکھائیں۔ آپ کا یا آپ کے احباب کا جو روپیہ اس پرچہ کی خریداری میں صرف ہوا ہے یا ہوگا وہ نہ صرف اس کی خریداری میں صرف ہوا ہے یا ہوگا بلکہ وہ دین کی حمایت اور ملت بیضا کی اشاعت میں صرف ہوا ہے اور ہوگا، جو مسلمانوں کی دولت کا بہترین مصرف ہے۔"

[ماہنامہ الرضا، ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ ص ۸، ۷]

مدیر الرضا

اس مبارک ماہنامہ کی ادارت کی ذمہ داری امام اہل سنت کے پیارے، چہیتے برادر زادے شہزادۂ استاذ زمن، حضرت علامہ حسنین رضا خان قدس سرہ الرحمٰن کے ہاتھوں میں تھی، آپ نے اس ماہنامہ کو جاری کیا اور بحسن وخوبی اس کی ادارت کی ذمہ داریاں پوری فرمائیں، ماہنامہ کی ادارت کے علاوہ اس کی ترتیب وطباعت اور اشاعتی ذمہ داریاں بھی آپ ہی پر تھیں، چند شمارے چھوڑ کر اکثر میں آپ کی علمی وتاریخی تحریریں شائع ہوئیں، جن کا اجمالی خاکہ ہم آپ کے تعارف کے ضمن میں پیش کریں گے، آپ کا سوانحی تعارف ملاحظہ ہو:

حضرت علامہ محمد حسنین رضا خاں بن استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں قدس سرہما کی ولادت باسعادت بریلی شریف محلہ سوداگران میں ۱۳۱۰ ہجری مطابق ۱۸۹۳ عیسوی میں ہوئی، ابتدائی تعلیم والد ماجد اور والدہ ماجدہ سے گھر ہی میں حاصل کی، بعد میں اپنے تایا جان حضور امام اہل سنت کے قائم کردہ مدرسہ منظر اسلام میں داخلہ لیا، جس کے ناظم اعلیٰ خود آپ کے والد ماجد استاذ زمن تھے، آپ نے اپنے تایا گرامی اعلیٰ حضرت اور والد گرامی استاذ زمن کے علاوہ درج ذیل علمائے کرام سے شرف تلمذ حاصل کیا:

حضرت علامہ رحم الٰہی منگوری، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی ارشاد حسین مجددی رامپوری، حضرت علامہ حکیم ہدایت اللہ خاں جونپوری ثم رامپوری، علامہ ظہور الحسین فاروقی رامپوری، تلمیذ رشید حضرت علامہ عبد الحق خیرآبادی حضرت علامہ عبد العزیز انبیٹھوی، حضرت علامہ نور الحسین مجددی فاروقی رامپوری۔

آپ نے منظر اسلام کے علاوہ مدرسہ ارشاد العلوم رامپور میں بھی تعلیم حاصل کی ہے، البتہ درس نظامی کی تکمیل اور دستار فضیلت وافتا وغیرہ مدرسہ منظر اسلام ہی میں ہوئی، دور طالب علمی میں بھی آپ کی علمی لیاقت وصلاحیت خوب تھی، جس کی بڑی شہادت حضرت علامہ مفتی عبد السلام جبل پوری کا وہ خط ہے جو انہوں نے آپ کے والد ماجد استاذ زمن کے نام تحریر فرمایا، چوں کہ علامہ جبل پوری نے آپ کی کتابوں کا امتحان لیا تھا اس

لیے خط میں آپ کے والد ماجد کو آپ کی علمی لیاقت وصلاحیت کی خوش خبری سناتے ہوئے تحریر فرمایا:

''بعد حمد وسلام! طلبہ نے جو امتحان بہتر عمدہ واعلیٰ درجہ کا دیا، کل نظم ونسق اور طرز تعلیم وطریقہ تدریس نہایت فائق وشائستہ ہے اور مدرسین وطلبہ ہر طرح پر قابل آفریں وتحسین ہیں، فارسی کتب درسیہ، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، ایساغوجی، شرح تہذیب، قطبی، ملاحسن، حمداللہ، شرح وقایہ، ہدایہ، نور الانوار اور شفا شریف وغیرہا، کتب درس، جو مقام طلبہ کے سامنے امتحاناً پیش کیے گئے، عبارتیں صحیح پڑھ کر مقاصد کتاب ومطالب عبارت کو بعض طلبہ نے معاً، بعض نے تاملاً معقول طور پر اچھی طرح بیان کیا، خصوصاً میاں مولوی مصطفیٰ رضا، میاں مولوی حسنین رضا خاں نے جس عمدگی اور خوش اسلوبی وخوبی کے ساتھ نہایت بلند مرتبہ کا شایدو باید محققانہ دیا، حق تو یہ ہے کہ وہ انھیں کا حصہ ہے، بارك الله في علمهما و فهمهما۔''

[ماخوذ حیات علامہ حسنین رضا خاں بریلوی: مرتبہ مفتی محمد اشرف رضا قادری]

۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء ۱۸ر سال کی عمر شریف میں آپ نے علوم مروجہ سے فراغت پائی۔ دارالعلوم منظر اسلام میں آپ کی دستار فضیلت ہوئی اور بعد فراغت دارالعلوم منظر اسلام ہی میں رونق مسند تدریس ہوگئے اور لگ بھگ ۱۰ر سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی، حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں بریلوی، شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں پیلی بھیتی، حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی اعظمی، حضرت علامہ مولانا حامد علی فاروقی، حضرت مفتی ابرار حسن حامدی تلہری، داماد مفتی اعظم ہند حضرت مولانا ادریس رضا خاں عرف لالہ میاں، شہزادہ حجۃ الاسلام حضرت مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں بریلوی، آپ کے تین شہزادگان: حضرت علامہ سبطین رضا خاں بریلوی، حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی، حضرت علامہ صوفی حبیب رضا خاں بریلوی اور ان کے علاوہ بہت سے نامور وقابل فخر علمائے کرام کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

تدریس سے آپ کو بے حد لگاؤ تھا لیکن ضروریات زمانہ کے پیش نظر آپ نے اپنے اس شوق کا خون کر کے ماہنامہ ''الرضا'' جاری فرمایا، جس کا اقرار خود آپ کے الفاظ میں ملاحظہ کریں، آپ لکھتے ہیں:

''درس وتدریس کا مجھے ایک زمانہ سے شوق ہے، مجھے اپنے اس شوق میں اپنے قدیمی محسن مدرسہ اہل سنت (منظر اسلام) سے بڑی مدد ملتی رہتی ہے۔ اس متبرک دارالعلوم نے اپنی ضرورت سے پچھلے دنوں مجھے دو درجے کا مدرس کر دیا تھا، جس سے بظاہر بار بڑھنا سمجھا جاتا ہے، مگر حقیقتاً میرے شوق کی تکمیل ہوتی تھی، اب جب میں نے پرچے (ماہنامہ الرضا) کے کاموں میں الجھن دیکھی تو میں ایک درجہ کے درس سے ابھی اس ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں دست کش ہوگیا، میں نے اس پرچہ کو جاری رکھنے کے لیے اپنے شوق کا خون کیا ہے۔''

[ماہنامہ الرضا: ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ ص۸]

آپ نے مختلف موضوعات پر درجن بھر کتابیں تحریر فرمائیں، بہت سے مضامین ومقالات تحریر فرمائے، ماہنامہ الرضا کے جو شمارے ہمیں دستیاب ہوئے، ان میں مطبوع آپ کی نگارشات کی تفصیل درج ذیل ہیں:

محرم ۱۳۳۸ھ کے شمارے میں ''سیدنا حضرت آدم علیہ السلام اور نبی کریم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کے عنوان سے ایک تحریر اور ''قیامت صغریٰ'' کے عنوان سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر شہدائے کربلا کی قربانیوں اور شہادتوں کے ذکر پر مشتمل مضمون اور الرضا کے اغراض ومقاصد کے حوالے سے ''الرضا کی دلی تمنا'' کے عنوان پر ایک تحریر شامل ہے۔

صفر ۱۳۳۸ھ ماہنامہ الرضا کے حوالے سے مولانا محمد عبداللہ سرندیپی کے تاریخی عربی کلام کا اردو ترجمہ۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح کا اجمالی خاکہ اور ان کے اہم واقعات سے ملتے جلتے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے چند واقعات پر مشتمل مضمون بعنوان ''نبی اللہ جناب ادریس ورسول اللہ جناب محمد علیہما الصلاۃ والسلام''، ص ۳ تا ۸۔

رسالہ کے حوالے سے قارئین کی شکایت پر معذرت نامہ اور ''الرضا کی دلی تمنا''، مضمون شامل ہے۔

ربیع الاول ۱۳۳۸ھ ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔ نجی اللہ حضرت نوح وحبیب اللہ حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام، کے عنوان سے مضمون ص ۵ تا ص ۸۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ اور محفل میلاد کے حوالے سے ''عید میلاد'' کے عنوان سے مضمون۔ ص ۱۷ تا ص ۲۱۔

پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کے حوالے سے تھی جس کی مکمل تردید امام اہل سنت نے فرمائی تھی اور ثابت کیا تھا کہ یہ سب اوہام باطلہ وہوسات عاطلہ ہیں، پروفیسر کی بتائی ہوئی تاریخ میں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ الحمد للہ امام اہل سنت کی تحقیق کی صداقت ظاہر ہوئی اور پروفیسر کی مقررہ تاریخ میں کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ آپ نے اس کی تفصیل ''حق کا بول بالا'' کی سرخی سے تحریر فرمائی۔ ص ۲۴۔

رسالہ میں در آئیں اغلاط کی نشاندہی اور کتابت کی خرابی کا معقول عذر۔ شمارے کے آخری صفحہ پر ''الرضا کی دلی تمنا'' کے عنوان سے مضمون۔ ربیع الآخر وجمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔ علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے پچھلے مضمون کی دوسری اور آخری قسط ص ۴ سے ص ۸ تک۔

اعلیٰ حضرت کی اپنی بارگاہ سے وابستہ علما وخلفا سے متعلق اطلاع پر مشتمل وضاحتی و واجبی تحریر اور ساتھ ہی آپ کی طرف سے وضاحتی اعلان اور چند مشہور خلفائے اعلیٰ حضرت کی بترتیب حروف ابجد مختصر فہرست ص ۹ تا ۱۲ر حضرت ہود علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت وکمالات کے حوالے سے ''نبینا حضرت ہود وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام'' کے عنوان سے مضمون ص ۳ تا ص ۶۔

جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر پر مشتمل بعنوان ''نبینا حضرت صالح وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام''، ص ۳ تا ۵۔

رجب المرجب ۱۳۳۸ھ ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر معراج کے حوالے سے ''معراج جسمانی'' کے عنوان سے مضمون ص ۲ تا ۴۔

رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔ علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر پر مشتمل مضمون بعنوان ''نبینا حضرت صالح وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام''، جس کی پہلی قسط جمادی الاخریٰ کے شمارے میں شائع ہوئی اور اس شمارے میں دوسری قسط ہے۔ ص ۳ تا ۵۔ ص ۸ پر مفتی شفیع خان بیسل پوری کی وفات پر آپ کی تعزیتی تحریر۔

شوال المکرم ۱۳۳۸ھ حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ تذکرہ خیر کے حوالے سے آپ کے گزشتہ مضمون کی تیسری قسط۔ ص ۲ تا ۴۔ رسالہ کی اشاعتی دشواریوں کا ذکر۔ ص ۸۔

ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل، ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ رسالہ ''الرضا'' کی طباعتی، اشاعتی اور خریداری سے متعلق ناظرین سے گزارشات بعنوان ''معزز ناظرین''، ص ۸، ۷۔

محرم الحرام ۱۳۳۹ھ ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں

کے لیےضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل، نماز کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے آپ کا تحریر کردہ مضمون بعنوان ''نماز'' ص ۲ تا ۶ ۔

صفر المظفر ۱۳۳۹ھ ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیےضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل، الغرض آپ نے مذہبی، مشربی، علمی، تحقیقی، سیاسی، سماجی اور صحافتی بہت سی نمایاں خدمات انجام دیں۔

۵ر صفر المظفر ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۱ء اتوار کے دن آپ نے وصال فرمایا، امام اہل سنت کے احاطہ مزار میں تدفین عمل میں آئی، اللہ پاک ہمیں حضرت کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

........جاری

ص ۵۸ ر کا بقیہ ....

خاص، علما وعوام کو بے صبری سے انتظار تھا، اس ذات گرامی یعنی حضور قائد ملت دظلہ العالی والنورانی قاضی القضاۃ فی الہند سے خطاب نایاب کی التماس کی گئی۔

آپ نے علما وعوام کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے مغز خطاب سے قلوب واذہان کو منور ومجلی کیا، پھر آپ نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر کردہ نعت شریف کے اشعار پڑھے، آپ کی کیف آور اور مترنم آواز سنتے ہی سبحان اللہ، ماشاء اللہ اور نعرہائے تکبیر و رسالت کی صداؤں سے پوری فضا گونج اٹھی۔

پھر ہزاروں کی تعداد میں موجود خواتین وحضرات کو آپ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ نوریہ میں بیعت کیا، بڑی تعداد میں قرب وجوار کے علمائے کرام اور عمائدین شہر بھی موجود تھے، اس کے بعد مداح رسول مناظر حسین بدایونی کے صلوٰۃ وسلام اور حضور قائد ملت کی دعاؤں کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

کچھ وقفہ ٹھہرنے کے بعد قبل مغرب حضور قائد ملت شہر ایٹہ سے مرکز اہل سنت بریلی شریف کے لئے روانہ ہوئے، حضور قائد ملت کی روانگی کے موقع پر کانپور وایٹہ کے احباب چار گاڑیوں میں آپ کو رخصت کرنے کی غرض سے کاس گنج تک گئے اور کاس گنج میں رک کر مستقیم احمد صاحب صدر جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ کانپور نگر نے حضور قائد ملت کا شکریہ ادا کیا، حضور قائد ملت نے سب کو اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا پھر آپ کا نورانی قافلہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے لئے روانہ ہو گیا، اس کے بعد کان پور کے جملہ احباب مستقیم بھائی کے ہمراہ کان پور کے لئے اور ایٹہ کے سبھی احباب ایٹہ کے لئے خوش وخرم روانہ ہوئے۔

رپورٹ: اراکین جماعت رضا مصطفیٰ شاخ ایٹہ، یوپی



ص ۵ ر کا بقیہ ....

میں موجود کورٹی سول (cortisol) نامی ہارمون کو کم کرتا ہے جس کی وجہ سے اعصابی دباؤ میں کمی آتی ہے، روزہ رکھنے کی وجہ سے دماغی خلئے زیادہ تعداد میں بنتے ہیں جس سے دماغ بہتر طریقے سے کام کرتا ہے۔

یو۔ کے نیشنل ہیلتھ سروسز کے مطابق رمضان المبارک بیڑی وسگریٹ نوشی اور تمباکو وغیرہ سے پرہیز کا موقع فراہم کرتا ہے، روزہ کھانے پینے کے سبب انسانی جسم میں جمع شدہ چربی اور نقصان دہ اجزا کو بھی تحلیل کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کے علاوہ بھی وقتا فوقتا روزے رکھنے کا معمول انسانی صحت پر اچھے اثرات مرتب کرتا ہے، سحری وافطاری کی طرح اگر عام دنوں میں بھی دن میں صرف دو مرتبہ کھانے کا معمول بنا لیا جائے تو انسان بہت سی بیماریوں اور مشکلات سے چھٹکارا پا سکتا ہے، ONE PLOS نامی جرنل میں شائع شدہ ایک تحقیق کے مطابق کھانے اور بھوک کا درمیانی وقفہ بڑھاپے میں الزائمر نامی بیماری سے محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے، اطبا کے مطابق کھانے میں ہمیشہ 20/80 کا قاعدہ عمل میں لایا جائے، مثال کے طور پر کھانا کھاتے وقت سو فی صد پیٹ بھرنے کے بجائے محض 80 فی صد کھایا جائے اور 20 فی صد بھوک باقی رہنے دی جائے تو انسانی جسم کئی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔□□□

دوسری قسط

عقیدۂ تجسیم اور شیخ البانی

(از: مولانا کوثر امام قادری*

گزشتہ سے پیوستہ

(۱۰) امام نووی فرماتے ہیں:

''ان اللہ تعالیٰ لیس کمثلہ شئی منزہ عن التجسیم والانتقال والتحیز فی جھۃ وعن سائر صفات المخلوق۔ (شرح صحیح مسلم، ۱۹/۳) بے شک اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں تجسیم، انتقال، کسی جہت میں قرار پکڑنے اور مخلوق کے تمام صفات سے پاک و منزہ ہے۔''

(۱۱) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''استدل بہ (من حدیث النزول) من اثبت الجھۃ وقال ھی جھۃ العلوو انکر ذالک الجمھور (اھل السنۃ والجماعت) لان القول بذالک یفضی الی التحیز مقال اللہ عن ذالک۔ (فتح الباری ۳/۳۰) جن لوگوں نے جہت کو ثابت کیا انہوں نے حدیث نزول سے استدلال کیا ہے اور کہا کہ وہ جہت علو ہے حالانکہ ائمہ جمہور اہلسنت نے اس کا انکار کیا اس لئے کہ یہ قول تحیز کی طرف لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔''

نیز فرمایا:

''فمعتمد سلف الائمۃ و علما السنۃ من الخلف ان اللہ تعالیٰ منزہ عن الحرکۃ والنحول والحلول لیس کمثلہ شئی۔ (فتح الباری ۷/۱۲۴) سلف وخلف کے ائمہ علما اہلسنت کا معتمد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حرکت، کوئی اور حلول سے منزہ و پاک ہے اس کی طرح کوئی چیز نہیں۔''

(۱۲) امام شہاب الدین قسطلانی فرماتے ہیں:

''ذات اللہ منزھۃ عن المکان والجھۃ۔ (ارشاد الساری شرح بخاری ۱۵/۴۵۱) ذات الٰہی مکان جہت سے پاک ہے۔''

(۱۳) امام زکریا القاری فرماتے ہیں:

''ان اللہ لیس بجسیم ولا عرض ولا فی مکان و لا زمان۔ (حاشیۃ الرسالۃ القیشریہ ص ۲) بے شک اللہ تعالیٰ نہ جسم ہے، نہ عرض ہے، نہ مکان میں ہے، نہ زمانہ میں ہے۔''

نیز فرمایا:

''لا مکان لہ کما لا زمانی لہ لانہ الخالق لکل مکان وزمان۔ (حاشیہ الرسالہ القشیریۃ ص ۵) اس کے لئے کوئی مکان نہیں جیسے اس کے لئے کوئی زمانہ نہیں اس لئے کہ وہی زمان و مکان کا پیدا کرنے والا ہے۔''

(۱۴) حافظ عبدالرحمٰن بن الجوزی فرماتے ہیں:

''الواجب علینا ان نعتقدان ذات اللہ تعالیٰ لا یحویہ مکان ولا یوصف بالتغیر والانتقال۔ (دفع شبہ الشبۃ ص ۵۸) ہم سب پر یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ ذات الٰہی کو کوئی مکان احاطہ نہیں کرتا ہے اور نہ اس کی ذات کسی تغیر وانتقال سے متصف ہوتی ہے۔''

(۱۵) سلطان العلما ابن عبدالسلام فرماتے ہیں:

''لیس (ای اللہ) بجسم مصور ولا جوھر، محدود، مقدر ولا یشبہ شیئا ولا یشبہ شئی ولا تحیط بہ الجھات۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸/۲۱۹) اللہ تعالیٰ نہ ہی صورت والا جسم ہے اور نہ ہی حدو مقدار والا جوہر ہے اور نہ ہی وہ کسی شئے کے مثل ہے اور نہ کوئی شئے اس کے مثل ہے اور نہ ہی جہات اس کا احاطہ کرتے ہیں۔''

صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، شارحین کی جماعت سے بنظر اختصار صرف پندرہ شخصیات کے اقوال پیش کئے گئے، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو یہ تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہوتی، بہر حال اللہ

* مضمون نگار دارالعلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی بازار مہاراج گنج کے استاد ہیں۔

تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جمہور اہل سنت وجماعت کا عقیدہ سطور بالا سے واضح ہے۔

اب ہم رخ کرتے ہیں اہل بدعت کے عقیدہ کی طرف، وہ ذات باری تعالیٰ وصفات الٰہی کے بارے میں عقیدۂ تجسیم کے قائل ہیں، اللہ تعالیٰ کے لئے جسم، جہت، حد، زمان، مکان، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، کان، چہرہ، قدم، سینہ، دل، نفس، اعضا، وغیرہ تسلیم کرنے اور اسے اشارہ حسیہ کے قابل ماننے کو عقیدۂ تجسیم کہتے ہیں۔

یہ باطل نظریہ علمائے یہود سے کشید کیا گیا اور اس کے حاملین ومبلغین نے کتاب وسنت کے لباس میں اسے عام کیا، قرآن و حدیث کے کلمات سے شش جہات سے اس کی تائید وتقویت کے لئے دلائل تلاش کئے اور مزید جو کمی رہ گئی، اسے احادیث موضوعہ مکمل کیا، عقیدۂ تجسیم کی اثبات میں احادیث صریحہ بیان کرنے اور کتابیں لکھنے والوں میں سرفہرست حسب ذیل شخصیات ہیں:

(۱) نعیم بن حماد: یہ شخص بڑا افنکار تھا حدیثیں گڑھنے میں اسے ملکہ حاصل تھا، حافظ ابن عدی نے کہا:

''کان یضع الحدیث فی تقویۃ السنۃ ۔(الکامل فی الضعفاء ۷/ ۲۴۸۲) سنت کی تقویت کے لئے حدیثیں گڑھتے تھے۔''

اس نے ایک روایت یوں پیش کی:

''اذا اراد اللہ ان ینزل الی السماء الدنیا نزل عن عرشہ بذاتہ۔ جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول کا ارادہ فرماتا ہے تو عرش سے بذاتہ اترتا ہے۔''

امام سیوطی نے اس روایت کو لکھ کر فرمایا:

''اتعبنا نعیم بن حماد من کثرۃ ما یاتی بھذہ الطامات۔ (ذیل الموضوعات ص۵) نعیم بن حماد نے مجھے تھکا دیا یعنی اس کے پیش کردہ خرافات کی زیادتی نے۔''

حافظ ابن عبد البر نے فرمایا:

''وقال نعیم ینزل بذاتہ وھو علی کرسیہ قال ابو عمر: ھذا لیس بشئی عندا اھل النعیم من اھل السنۃ۔ (المعتمد جلد ۷/ ۱۴۴) اور نعیم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ اترتا ہے حالانکہ وہ اپنی کرسی پر ہے، امام ابن عبد البر نے فرمایا: اہل سنت میں سے اہل فہم کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں۔''

(۲) مقاتل بن سلیمان: یہ ایک نامور مفسر ہیں ان کی کتاب تفسیر مقاتل بن سلیمان ہے، حافظ ذہبی نے فرمایا:

''ومقاتل یسرف فی الاثبات والتجسیم وکان یقول ان اللہ جسم لحم ودم علی صورۃ الانسان۔ تعالیٰ اللہ عن ذٰلك۔ (تاریخ اسلام، ذہبی، جلد ۸/ ۲۶) مقاتل اثبات وتجسیم میں غلو کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ گوشت و خون سے بنا ہوا جس انسان کی صورت پر ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پاک ومنزہ ہے۔''

(۳) قاضی ابویعلی حنبلی: یہ عقید تجسیم کے گرم جوش مبلغ ہیں صاحب العواہم والقواہم نے ان کے بارے میں کہا:

''ان ابایعلی محمد بن الحسین الفراء رش اکنابلۃ ببغداد کان یقول اذا ذکر اللہ تعالیٰ وما ورد من ھذہ الظھواھر فی صفاتہ یقول الزمونی ماشئتم فانی القزمہ الا اللحبۃ العورۃ۔ (العواصم والقواصم جلد ۲/ ۲۸۳) ابویعلی بغداد میں حنبلیوں کے سردار جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا اور صفات باری تعالیٰ کے بیان میں وارد شدہ کلمات ظواہر کا تذکرہ ہوتا تو کہتے کہ تم لوگ جو چاہو مجھ پر الزام لگاؤ بیشک میں نے ظاہر کا التزام کرلیا ہے مگر داڑھی اور شرمگاہ، یعنی داڑھی اور شرمگاہ چھوڑ کر سب مانتا ہوں۔''

(۴) محمد اسحاق بن خزیمہ: یہ ایک مشہور محدث ہیں، ان کی تصنیف صحیح ابن خزیمہ اچھی شہرت رکھتی ہے، پہلے یہ بھی عقیدہ تجسیم کے قائل تھے اور اس کی تائید میں واہیات وتباہیات پر مشتمل ایک کتاب بنام ''کتاب التوحید'' تصنیف فرمائی جسے مطالعہ کرنے کے بعد امام رازی نے فرمایا یہ ''کتاب التوحید'' نہیں بلکہ کتاب الشرک ہے۔ (مفاتیح الغیب ۲۷/ ۱۵۱)

بعد میں انہیں توفیق ملی اور انہوں نے اس عقیدہ سے رجوع

کرلیا، امام بیہقی فرماتے ہیں:

''القصة فيه طويلة وقد رجع محمد بن اسحاق بن خزيمة الىٰ طريقة السلف۔ (الاسماء والصفات ۲۵۹)
اس کے بارے میں قصہ لمبا ہے اور ابن خزیمہ نے مذہب سلف کی طرف رجوع کرلیا تھا۔''

حافظ ابن حجر نے فرمایا:

''ووقع نحو ذالك لا ماهر الائمة من خزيمة ثم رجع وله فى ذالك مع تلامذته قصة مشهورة۔ (فتح البارى ۱۳/ ۴۹۲) اور اس طرح امام خزیمہ کے لئے واقع ہوا پھر انہوں نے اس سے رجوع کرلیا اس سلسلے میں ان کے تلامذہ کے ساتھ جو ہوا وہ مشہور قصہ ہے۔''

(۵) **عثمان بن سعید دارمی:** دارمی نام کے دولوگ ہیں، اوّل ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن ہیرام بن عبدالصمد الدارمی صاحب سنن ومسانیدہ ابوسعید عثمان بن سعید دارمی ہیں یہاں مقصود ذکر ہیں، یہ بھی عقیدہ تجسیم کے قائل ہیں، چنانچہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

''ان كرسيه وسع السموات والارض وانه يقعد عليه فما يفضل منه الاقدر اربع اصالع وانه له اطيفا كاضيط الرحل الجديد من ثقله۔ (الرد على بشر المبسى، ص۸۵) بے شک اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں کو وسیع ہے اور وہ اس پر بیٹھتا ہے تو اس سے صرف چار انگل زیادہ ہوتا ہے اور اس کرسی کے لئے نئے کجاوے کے چر چرانے کی آواز کی طرح آواز ہوتی ہے۔''

نیز کہا:

''والله تعالىٰ له حد الايعلمه احد غيره ولد يجوز لاحد ان يتوهم لحده غاية فى نفسه ولكن نو من بالحد ونكل علم ذالك الى الله تعالىٰ۔ (الرد على بشر المبسى ص ۵۷) اور اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی حد ہے جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہیں جائز ہے کسی کے لئے کہ اس کی حد کے لئے اس کی ذات میں غایت کا وہم کرے لیکن ہم دو پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے علم کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔''

نیز کہا:

''لان الحى القيوم يفصل مايشاء ويترك اذا شاءويهبط ويرتفع اذاشاءويقض ويبسط ويقوم يجلس اذالان امارةمابين الحئى والميت التحرك، كل حى متحرك لامحالة۔ (الرد على بشر المبسى ص ۵۲) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حیّ وقیوم ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور حرکت کرتا ہے جب چاہتا ہے، اترتا ہے اور چڑھتا ہے جب چاہتا ہے، پکڑتا ہے اور چھوڑتا ہے کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھتا ہے، اس لئے کہ مردہ اور زندہ کے درمیان فرق حرکت سے ہوتا ہے، ہر زندہ لامحالا متحرک ہے۔''

نیز کہا:

''ولوقد شاء (الله جل جلاله) لاستقر على ظهر بعوضة فاستقلت به بقدر ته ولطف ربوبيته فكيف على عرش عظيم اكبر من السماوات و الارض۔ و كيف تنكر اليها النفاخ۔
ان عرشه يقله والعرش اكبر من السموٰت و الارض السبع ولو كان العرش فى السماوات و الارضين ماوستعه ولكنه فوق السماء السابعة (الرد على بشر المبسى ص ۸۵) اور اگر اللہ چاہے تو مچھر کی پیٹھ پر بیٹھ جائے پھر مچھر اسی کے بوجھ کو اس کی قدرت ومہربانی کے سبب اٹھالے تو پھر اس عرش پر بیٹھنا کیوں کر مستعبد ہے جو تمام آسمان وزمین سے بڑا ہے۔
اور کیسے انکار کرتے ہوا ے جوان!
بے شک اس کا عرش اس کو اٹھاتا ہے اور ساتوں آسمان و زمین سے بڑا ہے اور اگر عرش آسمان وزمین میں ہوتا تو آسان قدنہیں اسے وسیع نہ ہوتے لیکن وہ سات آسمانوں کے اوپر ہے۔''

.... جاری

پچیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ”ملفوظات“ کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ”ملفوظات تاج الشریعہ“ صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ”ملفوظات تاج الشریعہ“ میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی پچیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ملفوظات

گزشتہ سے پیوستہ

عرض...۱۹: کسی غیر مسلم کمپنی یا بینک میں اکاؤنٹینٹ کی نوکری کرنے کی اجازت ہے؟ جس میں سود کا ریکارڈ بھی مرتب کرنا ہوتا ہے؟

ارشاد...: کمپنی ہو یا بینک یا کوئی ادارہ ہو اس میں جائز نوکری جائز شرط کے ساتھ جائز ہے اور ناجائز کام پر نوکری، ملازمت یا اس میں کوئی ناجائز شرط ہو یہ ناجائز ہے اور سود کا حساب بینج کرنا پڑے گا تو اس سلسلے میں مطلقاً عدم جواز کا حکم نہیں ہوسکتا البتہ کوئی صاحب بچنا چاہیں تو ان کے لئے مشورہ یہی ہے کہ وہ بچیں۔

عرض...۲۰: اکثر اوقات بارش کی وجہ سے روڈ پر پانی جمع ہو جاتا ہے اور میں آفس بائک پر جاتا ہوں جس کی وجہ سے چھینٹے پڑ جاتے ہیں چونکہ کپڑوں پر مختلف جگہ پر چھینٹے پڑتے ہیں اور ہوا کے ساتھ بعض اوقات سوکھ بھی جاتے ہیں کیوں کہ نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے اور کپڑے تبدیل بھی نہیں کرسکتا اس لئے میں انہیں کپڑوں سے نماز ادا کرلیتا ہوں اور شام کو واپس گھر جا کر کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ تمام نمازوں کا اعادہ کرلیتا ہوں کیا یہ صحیح ہے؟

ارشاد...: لوٹانا یہ احتیاط کی غرض سے ہے اور سڑک کی کیچڑ کے چھینٹے اگر پڑ جائیں یا وہ بدن یا کپڑے پہ لگ جائے اس میں وہی حکم ہے عموم بلوہ کی وجہ سے اور اس سے تعرض اور اجتناب دشوار ہے ناگزیر ہے اس وجہ سے اور یہ کہ جب تک کہ بعینہٖ کسی نجس

کی آمیزش معلوم نہ ہو اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں ہوسکتا ان وجوہ سے نماز صحیح ہے اور لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

عرض... ۲۱: کیا کوئی اپنے سگے بھائی کو خون دے سکتا ہے؟

ارشاد...: سگا بھائی ہو یا سوتیلا یا کوئی اور ہو خون آپ کی ملکیت نہیں نہ خون ایسی چیز ہے جس میں دینا لینا جاری ہو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت ہے جو آپ کے بدن میں ودیعتاً رکھی گئی ہے اس کا استعمال اور اس کو بہانا رائیگاں طور پر کسی کو دیئے بغیر آپ خود بھی یہ نہیں کر سکتے کہ اپنے خون کا ایک قطرہ یونہی رائیگاں بہا دیں دینا تو اور بڑی بات ہے اس کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

عرض... ۲۲: شوہر نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو اپنی ماں کے گھر گئی تو تجھے طلاق، عورت اپنی ماں کے گھر چلی گئی تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

ارشاد...: اس صورت میں جیسی طلاقیں اس شرط پر معلق کیں جیسی اور جتنی طلاقیں وہ واقع ہوجائیں گی اور اگر یوں ہی کہا ہے کہ تجھے طلاق تو ایک طلاق، طلاقِ رجعی پڑ گئی اب اس کے بعد دو طلاق کا مالک ہے جب کبھی دو طلاقیں دے دے گا تو عورت نکاح سے باہر ہوجائے گی اور بے حلالہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔

عرض... ۲۳: جب مؤذن اقامت کہتا ہے تو ہمیں نماز کے لئے کب کھڑا ہونا چاہئے؟ جب وہ ''حی علی الصلاۃ'' کہے یا جب وہ ''قد قامت الصلاۃ'' کہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: حکم یہ ہے کہ آپ اس وقت نماز کے لئے کھڑے ہوں جب مؤذن ''حی علی الصلاۃ'' یا ''حی علی الفلاح'' کہے۔

عرض... ۲۴: کیا حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے کوئی نعت کی کتاب شائع کی ہے اور اگر ہاں تو ان کی کتاب کا نام کیا ہے اور کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ان کے کلام پڑھوں؟

ارشاد...: ان کے کلام پڑھنے کی بلا شبہ اجازت ہے حضور حجۃ الاسلام کا بیشتر کلام ضائع ہوگیا، عربی میں بھی ان کا بہت کلام تھا اور اردو میں بھی ان کی بہت ساری نعتیہ شاعری ہے لیکن اب چند نعتیں جو قبالۂ بخشش کے نام سے کتاب میلاد خانوں کے پاس ملتی ہے اس میں وہ چند نعتیں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی ملتی ہیں۔

عرض... ۲۵: اور کیا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نعت کی کتاب حدائق بخشش، حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی نعت کی کتاب سامان بخشش اور حضور تاج الشریعہ کی نعت کی کتاب سفینۂ بخشش پڑھنے کی اجازت ہے؟

ارشاد...: اجازت ہے۔

عرض... ۲۶: کوئی مغرب کی نماز میں آخری رکعت میں شامل ہوا اور اس نے باقی دو رکعات میں سے ایک رکعت میں الحمد کے بعد سورت نہیں ملائی اور اس نے سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

ارشاد...: نماز کا اعادہ کرے، نماز نہ ہوئی۔

عرض... ۲۷: کیا بچوں کو کارٹون موویز دیکھنے کی اجازت ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس کی اجازت نہیں ہے۔

عرض... ۲۸: لوگوں میں مشہور ہے کہ عورتوں اور مردوں پر بزرگوں کی سواری آتی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟

ارشاد...: اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے بزرگ کسی پر نہیں آتے ہیں۔

عرض... ۲۹: فی زمانہ مہر کتنا ہونا چاہئے اور سونے (گولڈ) کی صورت میں بھی مہر ادا ہوسکتا ہے؟

ارشاد...: سونے (گولڈ) کی صورت میں بھی مہر ادا ہوسکتا ہے اور مہر کے لئے حدیث میں فرمایا کہ ''**لا مهر باقل من عشرة دراهم**۔ دس درہم سے کم نہ ہو۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ، ۳/ ۴۹۳)

دس درہم چاندی کہ ان کا وزن بہارِ شریعت میں جو اس وقت مجھے یاد نہیں ہے اس وزن کے برابر چاندی یا اس کی قیمت کے جو روپے بنتے ہیں مہر اس سے کم نہیں ہے۔

عرض... ۳۰: ہماری مسجد کے امام دُعا میں شجرہ شریف پڑھتے ہیں شجرہ شریف کے آخر میں وہ یہ شعر ملاتے ہیں:

تو مجھے علم و عمل کی توفیق دے توفیق دے
یا الٰہی مجھ منیرِ بے نوا کے واسطے

یہاں سے مقتدیوں کو دُعا میں ان کا نام کہنے پر اعتراض ہوتا ہے مقتدی کہتے ہیں کہ امام صاحب کو کہنا چاہئے ”مجھ بے نوا کے واسطے“ تاکہ ہم بھی اس میں شریک ہوسکیں، اس کے بارے میں حضرت کیا فرماتے ہیں؟

ارشاد...: اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے وہ منیرِ بے نوا کہتے ہیں اور مقتدی مجھ بے نوا بھی کہہ سکتے ہیں۔

عرض... ۳۱: مسجد میں جو قرآن شریف، پارہ سیٹ، مصلے وغیرہ بہت زیادہ تعداد میں جمع ہوجاتے ہیں کیا انہیں غریب لوگوں میں تقسیم کرسکتے ہیں؟ (ہر سال بالخصوص رمضان المبارک میں لوگ کافی تعداد میں مسجدوں میں یہ تمام چیزیں ثواب کی نیت سے رکھتے ہیں) اگر غریبوں میں تقسیم کی جائے گی تو وہ لوگ اسے استعمال کریں گے اور رکھنے والے کو اس کا ثواب ملے گا؟ کیا عام نمازی مرد/عورت کو بھی دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد...: یہ چیزیں مسجد میں جن لوگوں نے رکھیں اب یہ مسجد کی چیزیں ہوگئیں اور یہ مسجد کے اوقاف منقولہ میں سے ہوگئیں اب جو چیزیں مسجد کے لائق استعمال نہ رہیں نہ فی الحال نہ ثانی الحال، نہ اب استعمال ہوسکتی ہیں نہ مستقبل قریب میں اس کے استعمال کی کوئی اُمید ہے تو اس کو واجبی قیمت پر بیچ دینا چاہئے۔

عرض... ۳۲: تشہد سے پہلے تسمیہ پڑھا تو کیا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

ارشاد...: ہاں کیوں کہ بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار واجب میں تاخیر ہوگئی اور اتنی تاخیر سجدۂ سہو کی موجب ہے۔

عرض... ۳۳: آج کل اخبارات میں بہت تصاویر ہوتی ہیں کیا ان اخبارات کو خریدنا اور پڑھنا اور ان کو گھر، مسجد یا مدرسے میں رکھنا ٹھیک ہے؟

ارشاد...: **الامور بمقاصدھا**۔ (الأشباہ والنظائر للعلامۃ ابن نجیم المصری، ۱/ ۲۳) شریعت کا قاعدہ ہے اور یہ قاعدہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جس میں سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

”انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی، فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ۔ اعمال کا اعتبار ان کی نیتوں سے ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔“

پھر اس پر فرمایا کہ جس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے یعنی اس کی ہجرت مقبول ہے اور جس کی ہجرت مدینے کی طرف مکے سے یا کوئی دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف آیا اس لئے کہ وہ کسی عورت سے شادی کرے گا یا مال کمائے گا تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جو اس نے نیت کی۔“

یہاں سے علما نے یہ قاعدہ استنباط کیا: **الامور بمقاصدھا**۔ کاموں میں ان کے مقاصد کا اعتبار ہے اگر مقصد اچھا ہے تو وہ کام اچھا ہے اور اگر مقصد برا ہے تو وہ کام برا ہے اگر مقصد حرام ہے تو وہ کام حرام ہوگا اگر مقصد مستحب ہے تو وہ کام مستحب ہوگا اخبارات میں لوگوں کو اگر ابتلا ہے اور ان کی جائز حاجتیں اس سے وابستہ ہیں تو اس صورت میں جس مقصد کے لئے لوگوں نے اخبار خریدا اُس مقصد کے اعتبار سے اس کی خرید پر حکم لگے گا اگر مقصد وہی ہے کہ ان کے جائز مقاصد پورے ہوں تو جائز ہے اخبار بینی جائز ہے اگر مقصد یہ ہے کہ تصاویر کو دیکھے رغبت سے اور ناجائز و بے شرمی کی تصاویر کو دلچسپی سے دیکھے تو حرام اور ناجائز ہے وہ اخبار کے ذریعے سے ہو یا البم کے ذریعے سے ہو یا کسی طور سے ہو۔

عرض... ۳۴: اکثر امریکن اور برٹش دواؤں میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے ان کا استعمال کرنا کیسا؟ کچھ علما اسے عموم بلوہ میں شمار کرتے ہیں، حضرت کا کیا موقف ہے؟

ارشاد...: مطلقاً عموم بلوہ میں شمار کرنا جائز نہیں ہے۔ عموم بلوہ کا مطلب یہ ہے کہ عموم کے معنیٰ ہیں کامن کہ کوئی چیز عام ہوجائے یہ ہے عموم اور بلوہ کے معنیٰ ہیں مصیبت کے عموم بلوہ یہ دو چیزوں کی خبر دیتا ہے ایک تو یہ کہ مصیبت ہے ابتلا ہے اور دوسرا یہ کہ یہ ابتلا عام ہے جس سے بچنا مشکل ہے اگر ایسی صورت عامہ حرج کی پیدا ہوجائے تو اس کا استعمال جائز و مباح ہوگا اور ظاہر ہے

ملفوظات

کہ یہ صورت عامہ نہیں ہے بلکہ لوگ بے پرواہ ہو گئے ہیں اور حرام اور حلال کی ان کو پرواہ نہیں ہے اور علاج ہزار جگہ سے ہو سکتا ہے لیکن جلدی ہے کہ جلدی سے بخار اتر جائے یا جلدی سے اس کی معمولی تکلیف دور ہو جائے ہر شخص کو جلدی پڑی ہوئی ہے اس بنا پر دواؤں کی اجازت نہیں ہو سکتی جب کہ دوسری حلال دوائیں موجود ہیں اور با آسانی ان کو استعمال کرنا میسر ہے اور ان سے فائدہ بھی ممکن ہے بلکہ واقعی ہے اس صورت میں یہ عموم بلوہ نہیں ہے ہاں سچی سچی ضرورت ہو یا حاجت شرعیہ ہو جس کے سبب طبیب حاذق مسلم یہ کہتا ہو کہ اگر یہ دوا استعمال نہ کی گئی تو جان چلی جائے گی یا مرض اچھا نہیں ہوگا یا مرض بڑھ جائے گا اگر طبیب حاذق مسلم وہ کہتا ہے اور کوئی حلال دوا کارگر نہیں ہے اس صورت میں اس کی اجازت ہے۔

عرض۔۔۔ ۳۵: کچھ لوگ نفل نماز کو بیٹھ کر پڑھتے ہیں اس وجہ سے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر ادا کی، کیا یہ صحیح ہے؟

ارشاد۔۔۔: صحیح ہے لیکن حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ کھڑے ہو کر جو نماز پڑھے اس کی نسبت بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا ثواب آدھا رہ جاتا ہے لہٰذا حدیث قولی پر عمل کرتے ہوئے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو سنت پر بھی عمل ہوگا اور حدیث قولی کے ارشاد کے پیش نظر وہ نماز پڑھے گا تو اس کو پورا ثواب بھی ملے گا۔

عرض۔۔۔ ۳۶: کچھ لوگوں کے گھر اگر فوتگی ہو جاتی ہے تو کھانا وغیرہ پکانے کے لئے بھی چولھا نہیں جلاتے اس کی کچھ حقیقت یا اصل ہے؟

ارشاد۔۔۔: اس کی کوئی اصل نہیں۔

عرض۔۔۔ ۳۷: دانتوں میں جو آج کل تار لگائے جاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ کیوں کہ وہ ہٹائے نہیں جا سکتے تو کیا وضو یا غسل میں کوئی فرق آئے گا؟

ارشاد۔۔۔: اگر دانتوں میں اس قسم کا تار لگوانا ناگزیر ہے دانتوں کی حفاظت کے لئے یا کسی تکلیف کی وجہ سے تو اب وہ تار اس عضو کے قائم مقام ہو جائے گا جس کے دھونے کا حکم ہے اور وضو میں تو وہ مطلقاً وضو ہو جائے گا اس لئے کہ وضو میں مضمضہ سنتِ مؤکدہ اور اس صورت میں اگر پورے طور پر وہ سنت ادا نہیں ہوئی تو اس وجہ سے وضو کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا وضو ہو جائے گا اب آ گئی غسل کی بات اگر غسل اس پر فرض ہے اور یہ صورت ہے کہ اس تار کو نکالنا مضر ہے سخت اس میں حرج ہے سخت تکلیف ہے تو ایسی صورتوں میں جو چیز دانت کے اندر لگی رہ جائے تو وہ مانع غسل نہیں ہے اور اس سے غسل کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا غسل ہو جائے گا۔

عرض۔۔۔ ۳۸: بینک اکاؤنٹ کھلوانے کی جائز اور ناجائز عمومی صورتیں کیا ہیں؟ یعنی کن صورتوں میں اس کے جواز کا فتویٰ ہے اور کن میں ناجائز کا؟

ارشاد۔۔۔: اتنی گول مول بات کا کوئی حکم نہیں ہو سکتا ہے جن صاحب کو جائز وناجائز کی صورتیں معلوم کرنا ہیں وہ ''فتاویٰ رضویہ، کفل الفقیہ الفاھم'' اور'' احکام شریعت'' وغیرہ بینکاری کے مسائل جہاں تفصیلاً بیان کئے ہیں ان کا مطالعہ کریں۔

عرض۔۔۔ ۳۹: اگر کسی بینک کا مالک غیر مسلم ہو تو اس میں بینک اکاؤنٹ کھلوانا کیسا ہے؟

ارشاد۔۔۔: بینک اکاؤنٹ کھلوانا جائز ہے اس وجہ سے کہ وہ غیر مسلم ہے بینک اکاؤنٹ کھلوانا ناجائز نہیں ہوگا۔

عرض۔۔۔ ۴۰: سود کیا ہے؟ اس کی حرمت کی کیا وجہ ہے؟ کوئی دلیل عنایت فرمائیں؟

ارشاد۔۔۔: سود مسلمان اور مسلمان کے درمیان یا مسلمان اور ذمی کافر کے درمیان مالِ معصوم میں ہوتا ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ شرط کے طور پر ایک روپیہ دے کر کہے اپنے مسلمان بھائی سے یا ذمی کافر سے کہ اس کے بدلے دو روپے لوں گا تو یہ جو دوسرا روپیہ زیادہ لے رہا ہے یہ زیادتی کسی عوض کے مقابل نہیں ہے اور ایسی زیادتی جو کسی عوض کے مقابل نہ ہو وہ ناجائز وحرام ہے حدیث شریف میں ہے:

''کل قرض جر منفعة فهو ربا۔ ہر وہ قرض جو کسی منفعت کو کھینچ کر لائے وہ سود ہے۔'' (السنن الکبریٰ، ۵/ ۵۷۳)

مسلمانوں کے درمیان ایسی معاملت ناجائز وحرام وسود ہے، اسی طور پر یہ بیان کیا گیا شرط کے طور پر ہو اور اگر انعام کے طور پر آپ نے کسی کی مدد کی اور آپ نے اس کو بغیر شرط کے قرض دے دیا اپنے مسلمان بھائی کو اس نے خوش ہو کر آپ کو سو روپے کے بجائے ایک سو ایک روپے واپس کر دیئے تو یہ آپ کے لئے حلال وطیب اور خالص مباح ہے اور اگر شرط کے طور پر مسلمان نے یہ معاملہ کسی کافر سے کیا اور اب دنیا کے پردے پر کوئی کافر ذمی نہیں سب حربی ہیں اور اس نے شرط کے طور پر یہ معاملہ کیا کہ میں دس کے بیس لوں گا تو یہ سود نہیں ہے اس لئے کہ سود کی شرط یہ ہے کہ مالِ معصوم ہو اور معاملت میں سامنے مسلمان ہو اور یہاں پر سامنے مسلمان نہیں ہے غیر مسلم ہے اور اس کا مال معصوم نہیں ہے لہٰذا یہ جائز اور خالص مباح ہے۔ یہی حکم ڈاکخانوں کا، بینکوں کا اور کافروں کی کمپنیوں کا ہے کہ ان سے بغیر بدعہدی کے خالص ان کی رضامندی سے جو کچھ ملے وہ مسلمان کے لئے خالص مباح ہے ہاں بدعہدی یہ ہمارے نزدیک اور ہمارے دین اسلام میں کافر کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے کہ اس سے معاہدہ کر کے اس کا عہد توڑا جائے لہٰذا اگر کسی سے کوئی چیز خریدی یہ ایک معاہدہ ہے اور یہ ایگریمنٹ ہے اور خریدنے کے بعد اس کو غافل رکھ کر یا کسی طور پر اس کی ثمن ادا نہیں کی تو وہ مال اس مسلمان کے حق میں حلال نہیں ہوگا۔

عرض۔۔۔ ۴۱: بیماری کے سبب زید نے بکر کو حج بدل کے لئے پیسے دیئے اور زید کے لئے حج ادا کیا گیا پھر چند سالوں کے بعد زید کی صحت بحال ہوگئی تو کیا زید پر اب بھی حج فرض ہے یا اس کے لئے حج بدل کافی ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد۔۔۔: میرے خیال میں اس صورت میں زید ضرور حج ادا کرے۔

عرض۔۔۔ ۴۲: ہمارے گاؤں میں عید کی نماز عیدگاہ میں بدمذہب پڑھاتا ہے اور یہاں پر کوئی دوسری عیدگاہ بھی نہیں ہے اور ہم سُنّی لوگ چاہتے ہیں کہ عید کے دن ایک کھلا میدان ہے اس کو ایک دن کے لئے کرائے پر لے کر وہاں پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں کیا ہمیں اس کی اجازت ہے؟

ارشاد۔۔۔: گاؤں میں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی اس لئے کہ عیدین اور جمعہ گاؤں میں قائم کرنا جائز نہیں۔

عرض۔۔۔ ۴۳: ٹیلیفون پر نکاح کے جواز کی کوئی صورت ہے؟

ارشاد۔۔۔: یہ پہلے بھی پوچھا جا چکا ہے یہ سوال مکرر ہے ٹیلیفون پر نکاح کی صورت کوئی سمجھ میں نہیں آتی۔ ٹیلیفون پر اگر لڑکے اور لڑکی نے ایجاب وقبول کر لیا تو یہ نکاح نہیں ہوگا یہ نکاح ایسے ہی ہوا جیسے ایک کمرے میں لڑکا اور لڑکی کہہ دیں میں نے تم سے شادی کی وہ کہہ دے کہ میں نے قبول کیا۔

"لا نکاح الا بشھود۔ (سنن الترمذی، ۲/ ۴۰۳) حدیث میں فرمایا کہ نکاح صحیح نہیں مگر گواہوں کے سامنے۔"

اور گواہوں کی شرط کی ضرورت یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایک مجلس میں ہو اس کے لئے اتحاد مجلس ضروری ہے اور گواہوں کے سامنے ہو جو گواہ سمجھ رہے ہوں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے اگرچہ گواہ عرب ہوں اور نکاح کرنے والے ہندوستانی یا پاکستانی ہوں وہ سمجھ رہے ہوں کہ یہ دونوں نکاح کر رہے ہیں اور ان کی موجودگی میں صحیح عاقل بالغ نے ایجاب وقبول کیا تو نکاح ہو جائے گا، اب مسئلے کی طرف آیئے کہ ٹیلیفون میں اس کے صحیح ہونے کی کیا صورت ہے؟ صورت یہی ہے کہ لڑکی یا لڑکا وکیل بنا دے دوسری طرف کے آدمی کو کہ میرا نکاح فلاں سے کر دو یا میں نے تمہیں وکیل کیا کہ تم اپنا نکاح مجھ سے کر لو وہ مجلس عقد میں یہ کہہ دے کہ فلاں نے مجھے نکاح کی اجازت دی ہے اور اپنی وکالت سے گواہوں کے سامنے وہ اس کی طرف سے ایجاب کرے اور دوسرا قبول کرے تو یہ نکاح ہو جائے گا۔

عرض۔۔۔ ۴۴: میں نے انڈیا میں ایک ملٹی نیشنل بینک سے گھر کے لئے قرض لیا ہے جس کے لئے مجھے ماہانہ برابر قسط ادا کرنی ہوتی ہے اور میں نے بینک میں کچھ بچت بھی جمع کی ہوئی ہے کیا میری جمع شدہ رقم پر زکاۃ واجب ہوگی جب کہ مجھ پر ایک بڑی رقم کا قرض واجب الادا ہے، میں تمام رقم جو بچت اکاؤنٹ میں ہے اس پر زکاۃ ادا کرتا ہوں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد۔۔۔: اگر اس کا پورا کا پورا مال قرض کے بقیہ ص ۲۴ ر پر

ملفوظات

دنیا ایک عجائب گھر ہے

از: مولانا طارق انور مصباحی
ایڈیٹر ماہنامہ پیغام شریعت، دہلی

دنیا ایک عجائب گھر ہے یہاں وہ سب کچھ ہوسکتا ہے جس کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی ہے، ہاں! یہ سچ ہے کہ بعض صورتیں ہمیشہ درپیش ہوتی ہیں اور بعض صورتیں کبھی کبھی دیکھنے کو ملتی ہیں، یہ شاذونادر پیش آنے والی صورت بھی کبھی سخت نقصان پہنچانے والی یا جان لیوا ثابت ہوسکتی ہیں۔

یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ کسی انسان کی دوستی ہر ایک انسان سے نہیں ہوسکتی، عام طور پر ہر ایک انسان کے کچھ دوست ہوتے ہیں اور کچھ دشمن ہوتے ہیں، انسانیت کی بنیاد پر ہر ایک انسان کا دوسرے سے ربط وتعلق اور انسانی رشتہ موجود ہے، لیکن اس تعلق کے سبب ہر کوئی آپ کا دوست نہیں ہوسکتا، جس طرح دوستی کے بہت سے اسباب ہیں، اسی طرح دشمنی کے بھی بہت سے اسباب ہیں۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ آج کا دوست کل کا دشمن ہوسکتا ہے، اس کا مشاہدہ بھی ہمیشہ ہوتا رہا ہے، بعض لوگ دوست نما دشمن ہوتے ہیں جو بظاہر آپ کی حمایت وخیر خواہی کا ڈھونگ رچاتے ہیں، لیکن وہ آپ کو مصیبتوں میں مبتلا کرنے کے واسطے جال بچھاتے رہتے ہیں، ایسے دومنہ کے سانپوں سے بچنے کی ہر ممکن تدبیر کریں، ایسے لوگ آپ کے دوستوں میں بھی ہوسکتے ہیں اور آپ کے رشتہ داروں میں بھی۔

جب انسانی آبادی کے ابتدائی مرحلے میں بھائی نے بھائی کو ہلاک کردیا، ہابیل وقابیل کا واقعہ بہت مشہور ہے، دونوں آپس میں بھائی تھے اور دونوں نبی زادے تھے، قابیل نے ہابیل کو پہاڑ کے اوپر سے دھکیل کر ہلاک کردیا، جب انسانی آباد کاری کے ابتدائی عہد میں ایسا ہوسکتا ہے تو آج فتنوں کے زمانے میں کیا کچھ نہیں ہوسکتا۔

اپنے خفیہ دشمنوں کو نہ اپنے راز کی کوئی بات بتائیں، نہ ہی اپنا کوئی مشکل معاملہ ان کے سپرد کریں، ورنہ وہ معاملہ ایسا الجھے گا کہ اس کا حل دور دور تک نظر نہیں آئے گا، انسان کو سہارے کی ضرورت پڑتی ہے تو کوئی ایسا سہارا تلاش کریں جو دھوکہ نہ دے، جس سے آپ ایک بار دھوکہ کھا چکے ہوں تو دوبارہ اسے آزمانے کی کوشش نہ کریں، حدیث مصطفوی ﷺ میں اس سے منع کیا گیا ہے، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لایلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین۔ حدیث نبوی کا مفہوم یہ ہے کہ مومن ایک شخص سے دوبار دھوکہ کھانے کا موقع فراہم نہ کرے، جب ایک بار اس نے فریب بازی کردی ہے تو دوبارہ فریب بازی سے کون سی چیز مانع ہے؟“

اگر آپ کو نقصان اٹھانے کا شوق ہو تو ضرور فریب کاروں کے پاس بار بار جائیں، ارشادات نبویہ میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، گرچہ ہم تمام حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھ نہ سکیں۔



ارشادات غریب نواز

از: شہباز احمد رضوی
جیلانی مشن مالیگاؤں

سلطان الہند، عطائے رسول، خواجۂ خواجگاں، حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوالِ زرّین اور آپ کی تعلیمات و ہدایات نہایت ہی سبق آموز ہیں ان میں سے چند ایک آپ بھی ملاحظہ فرمائیے:

- منزلِ حق کے حصول کے لئے نماز نہایت ضروری ہے، کیونکہ مومن کی معراج ہی نماز ہے۔
- عارف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے سے کچھ طلب نہ کرے۔
- عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ خلقت سے بھاگتا ہے اور خاموش رہتا ہے، جس نے نعمت پائی، سخاوت سے پائی۔

- درویش وہ ہے جو کسی حاجت مند کو محروم نہ لوٹائے۔
- نیکوں کی صحبت نیک کام کرنے سے بہتر ہے کیونکہ نیک کام کرنیکی تحریک نیکوں کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے اور بدوں کی صحبت برے کام کرنے سے بدتر ہے۔
- دونوں جہانوں کو خیر آباد کہنے سے اگر حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوجائے تو مہنگی نہیں۔
- توکل کی نشانی یہ ہے کہ مخلوقِ خدا سے خواہ کتنی ہی تکلیف پہنچے، شکوہ وشکایت نہ کرے۔
- گناہ کرنے سے ہمیں اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا، کسی مسلمان بھائی کو ذلیل وخوار کرنے سے پہنچتا ہے۔
- بہترین وقت وہ ہے جب دل میں وسوسوں کا گزر نہ ہو۔
- حاجی جسم کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے، عارف دل کے ساتھ عرش کے گرد طواف کرتا ہے۔
- عارفوں کا ایک مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ تمام عالم اور جو کچھ اس عالم میں ہے اپنی دو انگلیوں کے درمیان میں دیکھتے ہیں۔

(ماخوذ از ''خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' صفحہ ۱۸)

امام احمد رضا اور نسبت غوث اعظم

از: سجاد علی خان رضوی
مہوا ڈھار پوسٹ مہدیا ضلع بلرامپور، یوپی

تجھ سے در، در سے سگ، سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان جب شرف تلمذ حاصل کرنے بریلی شریف بارگاہ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تعظیم سادات کی خاطر ان کی نشست اپنی نشست کے بغل میں رکھی، جب درس وتدریس، افادہ و استفادہ کا سلسلہ شروع ہوا تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس وقت اپنی جیب خاص سے گیارہ روپے کی شیرینی منگوائی اور پیر پیراں میر میراں، شاہ جیلاں کی روح پرفتوح کے نام سے نذر پیش کی، محدث اعظم ہند فرماتے ہیں کہ:

''اسی اثنا میں امام اہل سنت اپنی نشست گاہ سے اٹھے، میں نے سوچا کہ حضور کسی غرض سے اندر تشریف لے جا رہے ہیں مگر میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا، جب دیکھا کہ امام اہل سنت زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور سجدے کی طرح جھک کر غوث پاک کی جانب منسوب زمین پر گری ہوئی شیرینی اپنی زبان سے اٹھا رہے ہیں۔

بریلی میں مولانا احمد رضا خان

شیر ربانی، حضرت پیر، روشن ضمیر، میاں شیر محمد صاحب شرق پوری نقشبندی کو ایک مرتبہ شہنشاہِ بغداد، سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواب میں زیارت ہوئی، میاں صاحب نے دریافت کیا حضور! اس وقت دُنیا میں آپ کا نائب کون ہے؟ سرکارِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''بریلی میں مولانا احمد رضا خان''

بیداری کے بعد صبح ہی کو سفر کی تیاری شروع کردی، مریدوں نے پوچھا حضور کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: بریلی شریف کا قصد ہے، رات فقیر نے خواب میں سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی اور پوچھا ''حضور! اس وقت دُنیا میں آپ کا نائب کون ہے؟'' تو فرمایا کہ ''احمد رضا'' لہٰذا ان کی زیارت کرنے جا رہا ہوں۔

مریدوں نے عرض کیا حضور! ہم کو بھی اجازت ہو تو ہم بھی چلیں اور ان کی زیارت کریں آپ نے اجازت عطا فرمائی، شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب اپنے مریدین کے ہمراہ شرقپور شریف سے بریلی شریف چل دیئے۔

یہاں بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آج شیخ پنجاب تشریف لا رہے ہیں، اوپر والے کمرے میں ان کے قیام کا انتظام کیا جائے اس کمرے کو صاف کر کے فرش لگایا جائے، جس وقت شیر پنجاب اعلیٰ حضرت کے کاشانۂ اقدس پر پہنچے تو اعلیٰ حضرت پھاٹک پر تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے کہ فقیر استقبال کے لیے حاضر ہے، مصافحہ ومعانقہ کے بعد پھاٹک والے مکان کے اوپر حضرت کا قیام ہوا، تین روز تک یہیں قیام

مختصرات

فرمایا، پھر اجازت چاہی۔ (تجلیات امام احمد رضا، ص ۹۷)

جب علامہ شرقپوری علیہ الرحمہ بارگاہ امام میں پہنچے امام نے ان کی پیشانی چوم لیا، علامہ نے پوچھا کہ حضور یہ پہلی ملاقات ہے نہ آپ مجھ سے واقف ہیں نہ میں آپ سے، آپ نے میری پیشانی کیوں چوم لی؟

امام اہل سنت نے فرمایا وہ شخص جس کے خواب میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں وہ شخص اس لائق ہے کہ اس کے قدموں کو بوسہ دیا جائے۔

یہ ہے امام اہل سنت کی محبت جب آپ سرکار غوث پاک کی جانب منسوب چیزوں کی اتنی قدر کرتے تھے تو ان کی آل اولاد سے آپ کی محبت کا عالم کیا ہوگا۔



تہمت کا عبرت ناک انجام

سوشل میڈیا سے

غسل کے دوران مدینہ کی ایک عورت نے مردہ عورت کی ران پر ہاتھ رکھتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ اس عورت کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، بس یہ کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ڈھیل دی ہوئی رسی کھینچ لی اور غسل کے دوران جوں ہی غسل دینے والی عورت نے مندرجہ بالا الفاظ کہے، اس کا ہاتھ میت کی ران کے ساتھ چپک گیا، چپکنے کی قوت اس قدر تھی کہ وہ عورت اپنا ہاتھ کھینچتی تو میت گھسٹتی تھی مگر ہاتھ نہ چھوٹتا تھا۔

جنازے کا وقت قریب آرہا تھا، اس کا ہاتھ میت کے ساتھ چپک چکا تھا اور بے حد کوشش کے باوجود جدا نہیں ہو رہا تھا، تمام عورتوں نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کھینچا، مروڑا، غرض جو ممکن تھا کیا مگر سب بے سود رہا۔

دن گزرا، رات ہوئی، دوسرا دن گزرا، پھر رات ہوئی سب ویسا ہی تھا، میت سے بدبو آنے لگی اور اس کے پاس ٹھہرنا، بیٹھنا مشکل ہو گیا، مولوی صاحبان، قاری صاحبان اور تمام اسلامی طبقے سے مشاورت کے بعد طے ہوا کہ غسال عورت کا ہاتھ کاٹ کر جدا کیا جائے اور میت کو اس کے ہاتھ سمیت دفنا دیا جائے۔ مگر اس فیصلے کو غسال عورت اور اس کے خاندان نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ہم اپنے خاندان کی عورت کو معذور نہیں کر سکتے لہٰذا ہمیں یہ فیصلہ قبول نہیں۔

دوسری صورت یہ بتائی گئی کہ میت کے جسم کا وہ حصہ کاٹ دیا جائے اور ہاتھ کو آزاد کر کے میت دفنا دی جائے، مگر بے سود، اس بار میت کے خاندان نے اعتراض اٹھایا کہ ہم اپنی میت کی یہ توہین کرنے سے بہر حال قاصر ہیں۔

اس دور میں حضرت امام مالک قاضی تھے، بات امام مالک تک پہنچائی گئی کہ اس کیس کا فیصلہ کیا جائے! امام مالک اس گھر پہنچے اور صورت حال بھانپ کر غسال عورت سے سوال کیا "اے عورت! کیا تم نے غسل کے دوران اس میت کے بارے میں کوئی بات کہی؟"

غسال عورت نے سارا قصہ امام مالک کو سنایا اور بتایا کہ اس نے غسل کے دوران باقی عورتوں کو کہا کہ اس عورت کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔

حضرت امام مالک نے سوال کیا "کیا تمہارے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے گواہ موجود ہیں" عورت نے جواب دیا کہ اس کے پاس گواہ موجود نہیں، امام مالک نے پھر پوچھا "کیا اس عورت نے اپنی زندگی میں تم سے اس بات کا تذکرہ کیا؟" جواب آیا "نہیں"

حضرت امام مالک نے فوری حکم صادر کیا کہ اس غسال عورت نے چونکہ میت پر تہمت لگائی ہے لہٰذا اس کو حد مقررہ کے مطابق ۸۰ / کوڑے لگائے جائیں۔

حکم کی تعمیل کی گئی اور ۷۰ / بھی نہیں ۷۵ / بھی نہیں ۷۹ / بھی نہیں پورے ۸۰ / کوڑے مارنے کے بعد اس عورت کا ہاتھ میت سے الگ ہوا، استغفر اللہ۔

آج ہمارا حال یہ ہے کسی پر بھی تہمت لگاتے وقت ذرا بھی نہیں سوچتے، جسے چاہا متہم کر دیا اور تہمت کے عذاب میں خود کو گرفتار کر لیا، اللہ ہمیں اس گناہ عظیم سے بچائے، آمین۔

منظومات

مدعا سنتے ہیں وہ حرف ندا سے پہلے

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسیؔ، نیویارک، امریکہ

قرب خالق میں تھے وہ ارض وسما سے پہلے
یعنی انوار کے پیکر تھے ضیا سے پہلے

کردو تم خود کو فنا اپنی انا سے پہلے
ہوگی قربان بقا تم پہ بقا سے پہلے

غیر کیا سمجھیں یہ محبوب ومحب کا رشتہ
پوری ہوتی ہے دعا ان کی دعا سے پہلے

زندگی بانٹتے ہیں سایۂ خضرا سے وہ
فرق کیا بعد فنا اور فنا سے پہلے

دہر ہے ان کی سخاوت کا رہینِ منت
مدعا سنتے ہیں وہ حرف ندا سے پہلے

یوں وہ خاموش ہوئے جیسے زباں منہ میں نہیں
بولتے تھے جو بہت ان کی صدا سے پہلے

اب بھی ہے وقت تو دربار نبی پر جھک جا
چل نہیں سکتی تری ان کی رضا سے پہلے

چور زخموں سے بدن تھا صلہ رحمی کا
سرور دین کے اخلاق ووفا سے پہلے

حسن کردار سے قائم ہو صداقت کی فضا
زیست میں کذب کی مسموم ہوا سے پہلے

اشکبار امن تھا بے چینی تھی محو رقصاں
شاہ کونین کی رحمت کی ردا سے پہلے

یاسیت کی تھی فضا چاروں طرف عالم میں
جاذب قلب ونظر ان کی ادا سے پہلے

ہو کے مسرور یہ کہتا ہے طبیبوں سے مریض
دی دردوں نے شفا مجھ کو دوا سے پہلے

ہے یہ ایقان سر حشر شفاعت ان کی
مجھ کو آغوش میں لے لے گی سزا سے پہلے

ان کا ناپاک مشن ہو گیا ٹکڑے ٹکڑے
چیختے تھے جو بہت کلک رضا سے پہلے

بقیہ ص ۱۲ ر پر

یدِ حسین کی تلوار سید سالار

(از: مولانا سلمان رضا فریدیؔ، مسقط عمان

جہادِ حق کے علم دار سید سالار
یدِ حسین کی تلوار سید سالار

تمہارے فیض نے دل کی زمین کو سینچا
شعور کر دیا بیدار سید سالار

فضائے ہند میں لائے اذان کا نغمہ
ضیائے روزہ و افطار سید سالار

صنم کدوں کو بنا ڈالا ذکرِ رب کا چمن
بہارِ مسجد و مینار سید سالار

زمین ہند، ترے آنے سے ہوئی مسعود
ہے ذرے ذرے کو اقرار سید سالار

نہ کیوں ہو مرکزِ انوار، شہر بہرائچ
کہ اس میں ہے ترا دربار سید سالار

تری حیات ہے اسلامی عظمتوں کا فروغ
عظیم ہے ترا کردار سید سالار

بنی معلم دستورِ حق تری ہستی
وقارِ دیں کے اے معمار سید سالار

خمیدہ سر ہیں ترے آگے کفر کی لہریں
دفاع حق کی اے دیوار سید سالار

تری شہادت عظمیٰ پہ بے شمار سلام
فدائے احمد مختار سید سالار

ترے اصول ہیں جب تک نگاہ میں غازی
نہ ہوگی حق کی کبھی ہار سید سالار

دلوں پہ آج بھی سکہ تمہارا چلتا ہے
تمہی ہو وقت کے سردار سید سالار

ترے چراغوں کی زد میں ہے ظلمت باطل
ہے جاری نور کی یلغار سید سالار

یزیدیوں کی جفائیں ہیں طالب بیعت
لب وفا پہ ہے انکار سید سالار

بقیہ ص ۲۶ ر پر

جانشین تاج الشریعہ کا دورۂ ایٹہ

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے
اس دور پرفتن میں نظر خوش عقیدگی
سرکار کا کرم ہے وسیلہ رضا کا ہے
مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

الحمدللہ جماعت رضائے مصطفےٰ ﷺ شاخ کان پورنگر اور شاخ ضلع ایٹہ کی کارکردگی مثالی رہی ہے، جناب مستقیم احمد رضا صدر شاخ کان پورنگر اور ارا کین شاخ ضلع ایٹہ کی گزارش پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین وشہزادۂ حضور تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند وقومی صدر جماعت رضائے مصطفیٰ نے کرم فرمایا اور ۳۱؍ دسمبر ۲۰۲۰ء کی تاریخ عطا فرمائی، اس خبر مسرت اثر کو سنتے ہی جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ ایٹہ وکان پور کے کارکنان کے چہرے کھل اٹھے اور مختصر سے وقت میں جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ ایٹہ وکانپور نے اپنی محنتوں وکاوشوں اور پیرومرشد سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فیضان سے حضور قائد ملت کی آمد کے لئے آپ کی شایان شان شہر ایٹہ کے اسلام نگر کا علاقہ وجلسہ گاہ کو دلہن کی طرح سجایا، کان پور وایٹہ کے کارکنان چار گاڑیوں میں حضور قائد ملت کے استقبال کے لئے کاس گنج تشریف لے گئے اور کاس گنج پہنچ کر حضور قائد ملت کا استقبال کیا پھر حضور قائد ملت کے ساتھ پورا قافلہ شہر ایٹہ کے اسلام نگر پہنچا۔

حضور قائد ملت نے اسلام نگر کے حسن وخوبی کے مناظر کو ملاحظہ کیا اور اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے، سبحان اللہ، ماشاء اللہ بہت عمدہ انتظام جیسے کلمات خیر سے منتظمین کی تحسین فرمائی، حضرت مفتی عاشق حسین صاحب نے بھی ارشاد فرمایا کہ مستقیم بھائی نے ایٹہ کو دوسرا کانپور بنا دیا، دیوانوں کے پرجوش جلوہ میں حضرت قائد ملت آرام گاہ پر تشریف لائے۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ وجشن غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور آمد حضور قائد ملت کا یہ پروگرام دوپہر ۱۲:۱۵؍ بجے تلاوت قرآن مجید سے آغاز ہوا مقامی شعرا وعلمائے کرام کے خطاب کے درمیان ۱:۰۰ بجے ظہر کی اذان پڑھی گئی اور حافظ شبیر نوری صاحب کی امامت میں نماز ظہر ادا کی گئی، بعد نماز پروگرام پھر شروع ہوا، جناب محمد ساجد رضا صاحب رکن جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ کان پورنگر نے کلام اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مستفیض کیا بعدہٗ مداح رسول، نعت خواں جناب محمد مناظر حسین بدایونی صاحب نے نعت ومنقبت تاج الشریعہ سے سامعین کے دلوں کو منور ومجلی کیا۔

پھر ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خطیب البراہین حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین علیمی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاخوں کا قیام آج صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی ہو رہا ہے، آپ نے اپنا مشاہدہ پیش کیا، اسی دوران جلسہ گاہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت جانشین وشہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضور قائد ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری نوری مدظلہ العالی والنورانی قاضی القضاۃ فی الہند بین الاقوامی صدر جماعت رضائے مصطفیٰ کی پرشکوہ آمد ہوئی۔

آپ کی آمد ہوتے ہی جلسہ گاہ فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی، حضور قائد ملت کے نورانی قافلہ کے ہمراہ خلیفۂ حضور تاج الشریعہ داماد حضور قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین صاحب قبلہ، داماد حضور قائد ملت عالی جناب محمد فرمان حسن میاں صاحب، مدیر ماہنامہ سنی دنیا حضرت علامہ مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب اور جناب بختیار بھائی وغیرہ ممبر شریف پر تشریف لائے اور پھر خلیفۂ حضور تاج الشریعہ داماد حضور قائد ملت حضرت مفتی محمد عاشق حسین صاحب قبلہ نے خطاب کرتے ہوئے حالات حاضرہ کے فتنہ کا رد بلیغ کرتے ہوئے عوام اہل سنت کو شدت سے مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تلقین کی۔

اس کے بعد جس عظیم شخصیت کا ہر عام و بقیہ ص ۴۵؍ پر

MAY-2021 Rs. 25/-
رمضان المبارک/ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ/ مئی ۲۰۲۱ء





بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا

زکوٰۃ کی فضیلت و اہمیت

محدث بہرامی! شخص و عکس

روزۂ رمضان کا حقیقی مقصد اور ہمارا طرز عمل

ماہ رمضان میں بھیک مانگنا مجبوری یا نفع تجارت؟

خصوصی شمارہ



شرعی کونسل آف انڈیا کا اٹھارہواں سالانہ فقہی سیمینار

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم

- سوال: لاک ڈاؤن میں جمعہ وعیدین کی صحت کا تحقق
- سوال: حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت
- تلخیص مقالات: لاک ڈاؤن میں جمعہ وعیدین کی صحت کا تحقق
- تلخیص مقالات: حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی....
- فیصلہ: لاک ڈاؤن میں جمعہ وعیدین کی صحت کا تحقق

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

مشمولات

کوئی محبوب ہے اس پردۂ زنگاری میں

کپل مشرا، پرویش ورما اور راگنی تیواری کے ذریعہ دہلی کا دنگا کا ہو، امیش دیوگن اور روہت سردانا کے ذریعہ غریب نواز اور حضور کی شان میں گستاخی ہو، قرآن اور صحابۂ کرام کی بے حرمتی کرنے والا وسیم ہو یا مسلسل نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے والا گستاخ نرسنگھانند، سبھی موقعوں پر مسلمانوں نے قانونی دائرے میں اپنا احتجاج درج کرایا، ایف آئی آر کرائے، لیکن نتیجہ صفر رہا۔

حکومت کی یہ مجرمانہ خاموشی اس بات کی غماز ہے کہ سب کچھ اس کے اشارۂ ابرو اور اس کی پشت پناہی میں ہو رہا ہے، ورنہ سینہ تان کر اپنے جرائم کا اعلان واقرار کرنے والے ان مجرموں کے خلاف کوئی کارروائی نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس وقت پورا ملکی سسٹم فسطائی طاقتوں کا کھلونا بنا ہوا ہے، ایسے میں مسلمانوں کو بڑی ہوش مندی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا



اداریہ

تاریخ اسلام کئی بار ایسی ہفوات وہذیانات کی گواہ بنی ہے جب کفار ومشرکین نے اس کی صداقت وحقانیت کی چمک دمک پر کذب وبہتان کی دھول اڑانے کی سعی لاحاصل کی اور قرآن کریم کی آفاقی تعلیمات کو مسخ کرنے کی ناپاک جسارت کی، مگر قرآن نے چودہ سو بیالیس سال پہلے ہی قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ببانگ دہل یہ اعلان کر دیا کہ اگر کسی کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ ہو تو پوری دنیائے انس وجن کو اپنے ساتھ ملا لے اور قرآن کی ایک چھوٹی سی آیت کے برابر ہی سہی ایک آیت لا کر دکھا دے۔

جب کفار مکہ نے یہ افواہ پھیلائی کہ یہ قرآن تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خود سے گڑھا ہوا ہے، اللہ کا کلام نہیں، تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں ایسا لگ رہا ہے کہ یہ کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہے، اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو ایسی بنائی ہوئی ۱۰؍ سورتیں ہی لے آؤ:

''أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ یعنی کیا یہ (کفار) کہتے ہیں کہ انھوں (نبی) نے اسے جی سے بنالیا (تو اے محبوب) تم فرماؤ! کہ تم ایسی بنائی ہوئی ۱۰؍ سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں، سب کو ملا لو، اگر سچے ہو۔'' (سورۂ ہود، آیت ۱۳)

چلو بر سبیل تنزل اگر ۱۰؍ سورتیں مشکل ہو رہی ہیں تو اللہ کے سوا جتنے لوگوں کو چاہو بلا لو اور قرآن جیسی ایک ہی سورت لا کے دکھا دو، ارشاد ربانی ہوتا ہے:

''أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ یعنی کیا یہ (کفار) کہتے ہیں کہ انھوں (نبی) نے اسے بنا لیا ہے (اے محبوب) تم فرماؤ: تو اس جیسی ایک سورت (ہی) لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو ملا لو، اگر تم سچے ہو۔'' (سورۂ یونس، آیت ۳۸)

بعض کفار مکہ کا یہ خیال تھا کہ عرب کے شعرا کے پاس جنات آتے ہیں اور وہ انھیں اشعار کہنا سکھاتے ہیں، اللہ نے فرمایا کہ اگر تم تمام انسان مل کر بھی قرآن جیسی ایک سورت نہیں بنا پا رہے ہو تو چلو جنات کو بھی بلا لو اور سب مل کر قرآن کی طرح ایک سورت لے آؤ، ارشاد خداوندی ہے:

''قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ یعنی (اے محبوب) تم فرماؤ! اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے، اگر چہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔'' (سورۂ اسراء، آیت ۸۸)

پھر ارشاد ربانی ہوا کہ اگر ایک سورت بھی بنانے میں تم تمام جنات وانسان ناکام ونامراد ہو گئے ہو تو چلو سب مل کر اب ایک آیت ہی بنا کے دکھا دو:

''أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ۔ یعنی یا کہتے ہیں انھوں نے یہ قرآن بنا لیا بلکہ وہ ایمان نہیں رکھتے، تو اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔'' (سورۂ طور، آیت ۳۳-۳۴)

جب سبھی نے اپنی اپنی کوششیں کر لیں اور قرآن کی طرح ایک چھوٹی سی سورت یا آیت بھی نہ بنا سکے تو اللہ نے چیلنج کیا کہ تم اور تمہارے تمام حمایتی قرآن تو بہت بڑی بقیہ ص ۲۱؍ پر

روزۂ ماہ رمضان کا حقیقی مقصد اور ہمارا طرز عمل

از: مفتی مشتاق احمد امجدی*

اسلامیات

ماہ رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے جو سراپا خیر و برکت، رحم و کرم، بخشش و مغفرت کا حسین سنگم اور اللہ عزوجل کی عظیم نعمت ہے، جس کے استقبال کے لیے سال بھر بہشت بریں کو سجایا اور سنوارا جاتا ہے، جس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی اکرام و نوازشات اور الطاف و عنایات کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اس کی رحمتوں کی موسلادھار بارش برسائی جاتی ہے اور یہ مبارک و مسعود مہینہ گناہوں سے تھکے ماندوں، عصیاں شعاری سے چور اور شیطان کی اطاعت و فرمابرداری سے مجبور بندوں کے لیے سایہ کناں ہوتا ہے جس کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کے مومن بندے اس موسم خیر میں اپنے کیے برے اعمال پر اشک ندامت بہا کر اپنے قلوب کو گناہوں کے زنگ سے دھوئیں، رب کی نافرمانی سے اجتناب کر کے روزہ و نماز، کثرت صدقہ و خیرات، قرآن کریم کی تلاوت و سماعت اور دیگر کار خیر سے رب کو راضی کریں، مگر افسوس صد افسوس مغربی تہذیب و تمدن اور یورپ کی تہذیب نو نے ہمیں اسلامی تعلیمات سے دور کر کے ہمارے سماج کو ہر انگل سے کھوکھلا کر دیا ہے، اسلامی فکر، اسلامی شوکت اور اسلامی تصور ہم سے کوسوں دور ہو چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ دور حاضر میں مسلمانان عالم اس موسم خیر و برکت کو پا کر بھی اس کی برکتوں، رحمتوں اور نعمتوں سے محروم نظر آتے ہیں جو یقیناً ہماری غفلت و بے راہروی اور دین سے دوری کا نتیجہ ہے، اس بے راہ روی کے افسردہ مناظر کو دیکھ کر امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے یہ اشعار لب پر جاری ہوتے ہیں جو آپ نے اپنے زمانے میں اہل ایمان کی غفلت و سستی کی منظر کشی کرتے ہوئے ارشاد فرمائے تھے۔

دن لہو میں کھونا تجھے، شب صبح تک سونا تجھے
شرمِ نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رزق خدا کھایا کیا، فرمان حق ٹالا کیا
شکرِ کرم ترسِ سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بلاشبہ ہم سخت سستی و کوتاہی کے شکار ہیں، ہماری آنکھوں پر غفلت کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں، آج ہماری نگاہوں میں ماہ رمضان کی صحیح قدر و قیمت اور عظمت و بزرگی نہیں، ہم اس کے حقیقی اسرار و رموز سے ناواقف اور اس کے مقصد اصلی سے نابلد ہیں جبکہ قرآن حکیم نے جہاں ہمیں روزے کا حکم دیا ہے وہیں اس کے محور اصلی اور مقصد حقیقی کو بھی واضح الفاظ میں بیان فرما دیا ہے چنانچہ میرا رب جلیل ارشاد فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ [البقرہ، ۱۸۳]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں قول باری تعالیٰ "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ" سے جہاں روزے کی فرضیت بیان کی گئی وہیں قول عزوجل "كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" سے روزہ داروں کو دلاسا اور تسلی بھی دی گئی ہے کیونکہ روزہ ایسی عبادت ہے جس کا تعلق بدن سے ہوتا ہے اور اس میں بھوک و پیاس کی شدت برداشت کرنی پڑتی ہے جو نفس انسانی کے لیے ایک مشکل امر ہے۔ لہٰذا فرمایا گیا کہ اے امت محمد (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) روزہ کی مشقت سے تم غم نہ کھاؤ، کبیدہ خاطر نہ ہو، تسلی رکھو کیونکہ یہ کوئی نئی مشقت نہیں جو صرف تم پر ڈالی گئی ہے بلکہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض چلی آرہی

* مضمون نگار ازہری دارالافتا، ناسک کے مفتی ہیں۔

ہے، ساتھ ہی رب تعالیٰ نے اپنے اس قول "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" سے یہ بھی بیان فرمادیا کہ یہ روزہ جو تم پر فرض کیا گیا ہے یہ بے مقصد اور بے معنی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک اہم راز اور ایک عظیم مقصد پوشیدہ ہے اور وہ راز یہ ہے کہ مومنوں کے دلوں میں تقویٰ و پرہیزگاری کی خوبیاں پیدا کی جائیں۔

قرآن وسنت کی تشریحات کی روشنی میں انسان کے اندر دو قوتیں پائی جاتی ہیں نفسانیت اور روحانیت، نفسانیت سے جرائم ومعاصی اور گناہ کا صدور ہوتا ہے اور روحانیت سے تقویٰ و پرہیزگاری اور خیر وصلاح کے چشمے جاری ہوتے ہیں، چونکہ اسلام نے نفسانیت کا قلعہ قمع کرنے اور روحانیت کے فروغ دینے پر کافی زور دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس کے لیے سب سے زیادہ پرکشش پیٹ اور شرمگاہ کی شہوتوں کو پورا کرنا ہے بلفظ دیگر کھانا، پینا اور جماع کرنا نفس کا محبوب عمل ہے اور انہیں تینوں سے باز رہنے کا نام روزہ ہے جب انسان تینوں پرکشش چیزوں سے بازرہ کر نفس کشی شروع کرتا ہے ٹھیک اسی وقت روحانیت میں ابھار شروع ہوجاتا ہے اور جب نفسانیت بالکل مٹ جاتی ہے تو بندۂ مومن کی روحانیت میں ایسا انقلابِ عظیم برپا ہوتا ہے کہ انسان روحانیت کا تاجدار بن جاتا ہے، اس سے انوار وتجلیات کی شعاعیں پھوٹنے لگتی ہیں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے چشمے ابلنے لگتے ہیں اور یہی روزہ کا مقصد اصلی ہے۔

اسے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ عالم بالا کی پاکیزہ مخلوق (فرشتے) نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ بیوی رکھتے ہیں، جبکہ روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک انہی تین چیزوں (کھانا، پینا اور جماع) سے رکنے کا نام ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روزے کا حکم دے کر ارشاد فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تم ان تینوں چیزوں سے پرہیز کر کے ہماری پاکیزہ مخلوق کی مشابہت اختیار کروگے تو ہماری اس پاکیزہ مخلوق کی پاکیزہ صفت بھی تمہارے اندر پیدا ہوجائے گی اور وہ صفت ہے: لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ (التحریم، ۶)

ترجمہ: اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (کنزالایمان)

اور اسی کا حاصل "تقویٰ" ہے، جس کا درس "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" میں دیا گیا ہے۔

تقریباً اسی بات کو اس حدیث شریف میں بھی بیان فرمایا گیا ہے جو ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ۔ (ابن ماجہ ص ۱۲۵)

یعنی ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہے اور بدن کی صفائی ستھرائی کا ذریعہ "روزہ" ہے۔

بہرحال روزے کا اصل مقصد "تقویٰ" ہے، اسی تقویٰ کے حصول کے لیے اس آخری امت پر سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کیے گئے اور روزے کا وقت طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک رکھا گیا اور پھر اس کے لیے مہینہ وہ مقرر کیا گیا جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور جس میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں والی ایک عظیم رات "شبِ قدر" ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہی مبارک مہینہ اس کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور موزوں ہوسکتا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا جس کو تراویح کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس مبارک مہینے کی نورانیت اور تاثیر میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے احادیث طیبہ میں ان دونوں عبادتوں (روزہ وتراویح) کے بہت زیادہ فضائل ومحاسن ارشاد فرمائے گئے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

(صحیح بخاری ۱/۲۷۰، صحیح مسلم ۱/۲۵۹)

ترجمہ: جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی امید پر ماہِ رمضان کے روزے رکھے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور جو شخص ایمان کی حالت میں بامید ثواب ماہِ

رمضان میں قیام کرے یعنی نوافل، تراویح وغیرہ پڑھے اس کے بھی گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

لیکن اس عظیم مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے صرف روزہ (ترک اکل وشرب اور ترک جماع) رکھ لینا اور تراویح پڑھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس ماہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ غفلت کے پردوں کو دل سے دور کیا جائے، اصل مقصدِ تخلیق کی طرف رجوع کیا جائے، گزشتہ گیارہ مہینوں میں جو گناہ ہوئے ان کو معاف کرا کر آئندہ گیارہ مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے استحضار اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے ساتھ گناہوں سے اجتناب کا جذبۂ صادق پیدا کیا جائے، خاص طور پر جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور فضول گوئی سے پرہیز کیا جائے اور یہ عہد کیا جائے کہ اس برکت ورحمت اور مغفرت کے مہینے میں آنکھ، کان، زبان اور دیگر اعضا کا غلط استعمال سے مکمل پرہیز کرے گا، ورنہ صرف ظاہری روزہ رکھ کر ٹیلی ویژن کھول کر بیٹھ جائے اس میں ناجائز مناظر، لڑکیوں کے عریاں ونیم عریاں فوٹوز اور فحش وگندی فلموں سے وقت گزاری کرے، مجلسوں میں بیٹھ کر کسی کی غیبت وچغل خوری کرے اور، جھوٹے لطیفوں سے مزے لوٹے تو اس طرح حلال چیزوں (اکل وشرب اور بیوی سے جماع) سے اجتناب کر کے حرام کاموں (جھوٹ، غیبت، چغلخوری) میں ملوث ہو کر روزہ رکھنے سے ہرگز ہرگز روزے کے برکات حاصل نہ ہوں گے بلکہ اس طرزِ عمل سے انسان برکات روزہ سے یکسر محروم ہو کر سخت خسارے میں ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔ (صحیح بخاری شریف)

ترجمہ: جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کام اور باطل کلام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی روزے کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معاصی ومنکرات سے بھی زبان ودہن اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے، اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پروا نہیں، ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهْرُ۔ (سنن ابن ماجہ حدیث ۱۶۹۰۔ سنن نسائی حدیث ۳۳۳۳)

ترجمہ: بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ انہیں بھوکا رہنے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر گناہوں سے نہ بچے تو روزہ، تراویح اور تہجد وغیرہ سب بیکار ہے، روزہ دار اور تہجد گذار بندہ کی زندگی پر روزہ اور نماز کا کچھ اثر ظاہر نہ ہوگا۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مَالَمْ يَخْرِقْهَا۔ (نسائی شریف حدیث ۲۲۳۳،)

ترجمہ: روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔ یعنی روزہ آدمی کے لیے شیطان کے مکر اور اللہ کے عذاب سے حفاظت کا ذریعہ ہے، جب تک گناہوں (جھوٹ وغیبت وغیرہ) کا ارتکاب کر کے روزے کو خراب نہ کرے۔

ان تمام احادیث شریفہ کا حاصل یہی ہے کہ روزے کی حالت میں صرف بھوکے پیاسے رہنے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ گناہوں سے بھی بچنے کی پوری پوری کوشش کرے تاکہ اس کی زندگی میں صلاح وفلاح اور تقویٰ وپرہیزگاری کی چمک دمک نظر آئے کیونکہ روزے کے مقصد اصلی (تقویٰ) اور رمضان المبارک کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول کے لیے گناہ کے کاموں سے پرہیز نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر روزہ دار بندہ ہرگز ہرگز تقویٰ کی سعادت سے سرفراز نہیں ہوسکتا۔

روزہ کے مقصد اصلی کو حاصل کرنے، اس کی برکتوں اور رحمتوں سے مالا مال ہونے اور اس کی نعمتوں سے سرفراز ہونے

اسلامیات

کے لیے روزہ و نماز کی پابندی، نماز تراویح کے اہتمام اور ترک معاصی و منکرات کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی معمولات ہیں جو حصول تقویٰ کے لیے معاون و مددگار ہیں، ذیل میں چند طریقے درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) صدق دل سے توبہ و استغفار: جب قلب مومن گناہوں کے میل کچیل سے آلودہ ہو تو وہ نیک اعمال کی طرف مائل نہیں ہوتا، اس کی مثال یوں دی جاتی ہے کہ جب کسی شخص کا معدہ خراب ہو اور اسے کوئی مقوی غذا دی جائے تو ہرگز ہرگز اس آدمی پر اس کا کچھ بھی اثر ظاہر نہ ہوتا کیوں کہ اس کا اثر قبول کرنے کے لیے معدہ کا صالح ہونا ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے بلا تشبیہ جب انسان گناہ پر گناہ کرتا جاتا ہے تو اس کا دل بیمار ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی عبادت و بندگی کے لیے راغب نہیں ہوتا اس لیے سب سے پہلے اس بیمار دل کا علاج ضروری ہے حدیث شریف میں فرمایا گیا: اِنَّ لِکُلِّ دَاۗءٍ دَوَاۗءً وَدَوَاۗءُ الذُّنُوبِ اَلاِسْتِغْفَارُ یعنی ہر بیماری کی دوا ہے اور گناہوں کی بیماری کی دوا توبہ و استغفار ہے۔ [مفرقاۃ المفاتیح، کتاب الطب، عن علی مرفوعا]

بلاشبہ جب ایک گنہگار انسان صدق دل سے توبہ و استغفار کرتا ہے تو اس کے دل سے گناہوں کے سارے میل کچیل دھل جاتے ہیں اور جب دل گناہوں کی گندگی سے صاف ہو کر چمکنے لگے تو اب خدا کی بندگی میں دل بھی لگنے لگتا ہے اور اس پر عبادتوں کا رنگ بھی چڑھنا شروع ہو جاتا ہے، ، ماہ رمضان خطاؤں کی معافی اور قبول توبہ کے لیے موسم بہار ہے چنانچہ اس مبارک مہینے کی ہر رات طلوع صبح صادق تک آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے: یا بَاغِیَ الْخَیْرِ تَمِّمْ وَابْشِرْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَابْصِرْ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ یُغْفَرَ لَهٗ هَلْ مِنْ تَائِبٍ یُتَابُ عَلَیْهِ هَلْ مِنْ دَاعٍ یُسْتَجَابُ لَهٗ هَلْ مِنْ سَائِلٍ یُعْطیٰ سُؤالُهٗ
[زواجر، اول]

ترجمہ: اے خیر کے طلبگار! تمام کر اور خوش ہو اور اے برائی کے چاہنے والے رک جا اور عبرت حاصل کر، کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اس کی بخشش کی جائے، کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کیا کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے، کیا کوئی سوالی ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔

معلوم ہوا ماہ رمضان سراپا مقبولیتِ توبہ کی گھڑی ہے اسی لیے ہر بندۂ مومن کو چاہیے کہ اس مبارک مہینے کی آمد پر سب سے پہلے رب کی بارگاہ میں گڑگڑائے اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائے اور آئندہ رب کی فرمابرداری کا عزم مصمم کرے تو وہ بندہ رب کی رحمت سے ضرور نوازا جائے گا اور اس کا قلب گناہوں کی گندگیوں سے یکسر پاک و صاف ہو جائے گا۔

(۲) تلاوتِ قرآنِ مجید کی کثرت: اس مبارک مہینے میں قرآنِ کریم کی تلاوت کا خاص اہتمام کرنا چاہیے کیوں کہ رمضان المبارک کے مہینے کو قرآن کریم کے ساتھ خاص مناسبت اور تعلق ہے، چناں چہ اسی مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا، ارشادِ خداوندی ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ،۱۸۵)
ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا۔ (کنز الایمان)

نیز حدیث شریف میں آیا ہے: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَ الشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ. وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ۔ (مسند احمد،۶۵۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن قیامت کے دن شفارش کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اسے دن میں کھانے پینے اور شہوت سے روکا تو اس کے حق میں میری شفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات میں سونے باز رکھا تو تو اس کے حق میں میری شفارش قبول فرما تو دونوں کی شفارش قبول کی جائے گی، اسی لیے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے تا کہ امتیوں کے لیے نمونۂ عمل ہو جائے نیز یوں تو تمام ہی بزرگادن

دین کے لیل ونہار کی مصروفیات میں قرآن کریم کی تلاوت کی مشغولیت ہوتی ہے مگر خاص کر ماہ رمضان میں تلاوت کے معمول میں غیر معمولی اضافہ ہوجایا کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایتوں میں آتا ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رمضان شریف میں اکسٹھ ختم کیا کرتے تھے۔ تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں۔ (بہار شریعت ۱/ ۶۹۵ مخرجہ)

لہٰذا ہمیں بھی اس مبارک مہینے میں مصطفے جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے بافیض غلاموں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عام دنوں کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار زیادہ کرنی چاہیے، ویسے نماز تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے اور دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل۔

(بہار شریعت،۱/ ۶۸۹ مخرجہ)

(۳) دعا کا اہتمام: رمضان المبارک کے انوار وبرکات حاصل کرنے کے لیے دعاؤں کا اہتمام بھی لازمی حصہ ہے، بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا کے قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثَلٰثَۃٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمْ۔ اَلصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ۔ (ترمذی شریف، حدیث ۳۵۹۸)

ترجمہ: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی (یعنی ان تینوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے) ان میں سے ایک روزے دار کی دعا افطار کے وقت، غرض کہ یہ مہینہ دعا کی قبولیت کا مہینہ ہے، اس لیے جتنا ہو سکے زیادہ سے زیادہ دعا کا اہتمام کیا جائے، اپنے لیے، اپنے اعزہ واقربا، دوست واحباب اور رشتے داروں کے لیے اور عالم اسلام کے لیے خوب خوب دعائیں مانگنی چاہیے۔

(۴) صدقات وخیرات کی کثرت: ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے، پرودگار عالم اس مبارک ومسعود مہینے میں اپنی رحمتوں کے خزینے کھول دیتا ہے اور اپنے بندوں کو اس قدر نوازتا ہے کہ نفلی عبادتوں کا ثواب بڑھا کر فرض کے برابر کر دیتا ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر عطا فرماتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَقَرَّبَ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ۔ [مشکوۃ،۱۷۱]

ترجمہ: جو اس مہینہ میں کسی نفلی نیکی سے اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے تو اسے فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے اس مہینہ میں ایک فرض ادا کیا تو اسے دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب ہوگا۔ نیز حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا پورے سال ہی موجزن رہتا تھا، لیکن ماہِ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور دنوں کے مقابل اس قدر زیادہ ہوتی کہ جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو اس کی حاجت سے زیادہ نوازتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اِذَا دَخَلَ شَھْرُ رَمَضَانَ اَطْلَقَ کُلَّ اَسِیْرٍ وَاَعْطٰی کُلَّ سَائِلٍ۔

[مشکوۃ،۱۷۴]

یعنی جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا تو حضور علیہ السلام قیدیوں کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور ہر مانگنے والے کو دیا کرتے تھے، لہٰذا ہم کو بھی اس بابرکت مہینے میں سرکار کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے کثرت سے صدقہ وخیرات اور محتاجوں کی حاجت پوری کرنی چاہیے۔

پروردگار عالم اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہر مومن مرد وعورت کو صحیح معنوں میں روزہ دار بنائے، ہر قسم کے معاصی ومنکرات سے محفوظ فرما کر ماہ صیام کے انوار وبرکات سے کثیر حصہ عطا فرمائے اور روزہ کے مقصد اصلی کے حصول میں کامیابی وکامرانی سے سرفراز فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلوۃ والتسلیم

□□□

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

ماہِ رمضان میں بھیک مانگنا مجبوری یا نفع بخش تجارت

پیٹ کی بھوک ختم کرنے کی خاطر تو انسان کچھ بھی کر گزرتا ہے، اسی پیٹ کے لئے لوگ طرح طرح کے پیشے اپناتے ہیں، آج کل بھیک مانگنا بھی نفع بخش تجارت پیشے کی صورت اختیار کر چکا ہے، شہر میں فقرا کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے، بس اسٹاپ پر کھڑے ہوں یا ٹریفک سگنل پر، شہر میں ہوں یا دیہات میں، سفر میں ٹرینوں اور بسوں میں ہوں، پیدل ہوں یا سواری پر، اللہ کے نام پر کچھ دے دیں، دو دن سے بھوکا ہوں، گھر میں کچھ کھانے کو نہیں، اللہ کے لئے میری مدد کریں۔

اسی قسم کے الفاظ آپ کے کانوں کو ضرور سننے کو ملیں گے، یہ الفاظ بھکاریوں کے رٹے رٹائے ہوتے ہیں، بھیک مانگنا ایک آسان ترین کمائی کا ذریعہ ہے، ملک بھر میں پیشہ ور بھکاریوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ فٹ پاتھوں، چوراہوں، گھروں، مساجد کے باہر اور مارکیٹ میں، مزاروں کے پاس طرح طرح حیلوں بہانوں سے بھیک مانگتے نظر آتے ہیں اور ان کے بھیک مانگنے کے طریقوں سے لوگ متاثر ہو کر انہیں بھیک دیتے ہیں۔ کبھی بیماری کا نسخہ ہاتھ میں پکڑے یا بیوہ بن کر تنگی اور پریشانیاں بتا کر نیز جوان عورتیں بھی بھیک مانگتی نظر آ رہی ہیں اور اسی کی آڑ میں مکروہ دھندہ بھی کر رہی ہیں، بعض بھکاری جو واقعی معذور ہوتے ہیں، پیدائشی معذور ہوں یا کسی حادثے کی وجہ سے معذور ہو گئے ہوں وہ تو صحیح ہے۔ لیکن زیادہ تر بھکاری وہ ہوتے ہیں جو جان بوجھ کر جھوٹ موٹ معذور بنے ہوتے ہیں، ان میں کچھ نابینا ہونے کا ڈھونگ کرتے اور کچھ نقلی طور پر زخم لگائے ہوتے ہیں اور یہ لگتا ہے جیسے واقعی گہرا زخم ہے، حالانکہ یہ زخم اصلی نہیں ہوتا، بعض بھکاری بازو یا پیر پر پٹی باندھے ہوتے ہیں جس سے دیکھنے والوں کا دل پسیج جاتا ہے اور یہ لوگ اس قدر ڈرامائی انداز سے بھیک مانگتے ہیں کہ پتھر دل انسان بھی موم ہو جاتا ہے اور وہ فوراً بھیک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لئے بھکاریوں نے بھیک مانگنے کے بہت سے طریقے اختیار کئے ہوئے ہیں۔

وہیں آج کل انہوں نے دینی و شرعی حیلے بہانوں سے بھی بھیک مانگنا شروع کر دیا ہے اور اس میں ادھر دو تین برسوں میں ان کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے، گھروں اور مسجدوں میں آتے ہیں جن کے ہاتھوں میں کسی مدرسے یا مسجد کی رسید بک ہوتی ہے، اعلان کرنا شروع کر دیتے ہیں، فلاں مدرسہ زیر تعمیر ہے، فلاں مسجد زیر تعمیر ہے، مسجد کو اتنے پیسوں کی ضرورت ہے، اتنی سیمنٹ مدرسے کے لئے اور مدرسہ کے بچوں کے لئے کپڑوں اور دوسری چیزوں کی ضرورت ہے، آپ حضرات اپنی حیثیت سے دے کر صدقہ جاریہ میں شریک ہو جائیں، ان میں سے اکثر حضرات پیسے لے کر بہت ہی کم پیسے مسجد و مدرسہ کو دیتے ہیں باقی اپنے پاس رکھ لیتے ہیں کہ یہ میرا کمیشن ہے جو کہ پہلے سے مدرسہ یا مسجد کی انتظامیہ کے ساتھ طے رہتا ہے، ان لوگوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دینی حلیہ میں رہتے ہیں تا کہ سادہ لوح مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کریں، ان کا ایک پورا نیٹورک ہے جو بڑے ہی منظم انداز میں کام کر رہا ہے، اسی طرح بہت سی خواتین بھی زیادہ سے زیادہ بھیک اکٹھی کرنے میں شامل ہیں۔

بعض لوگ نماز مسجد کے اندر پڑھتے ہیں اور امام کے سلام پھیرتے ہی فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں، مانگنا شروع کر دیتے ہیں اور مجبوری بتا کر رونے لگتے ہیں، گداگری (بھیک مانگنے) کا پیشہ تیوہاروں میں اور خاص کر رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں شباب پر ہوتا ہے، پیشہ ور گداگر اپنے آبائی قصبوں دیہاتوں سے نکل کر شہروں کی طرف نکل جاتا ہے۔ چونکہ شہروں

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام و خطیب ہیں۔

میں مالدار لوگ رہتے ہیں، رمضان میں زکوٰۃ وصدقات اور خیرات وغیرہ کثرت سے غرباء ومساکین میں تقسیم کرتے ہیں، اسی لئے یہ پیشہ ور گداگر اور غریب علاقوں کے غریب، نادار، مفلس اور ضرورت مند لوگ بھی رمضان المبارک میں کمائی کے لئے شہری علاقوں میں ڈیرے ڈال لیتے ہیں، رمضان میں یہ گداگر روزانہ دو سے ڈھائی ہزار روپئے یا اس سے بھی زیادہ کما لیتے ہیں۔

سوال کسے حلال ہے کسے نہیں

آج کل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست ہیں، چاہے تو کما کر کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں۔مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے مصیبت اٹھائے، بغیر محنت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ ناجائز طور پر سوال کرتے ہیں۔ زور دکھا کر، دباؤ بنا کر پیچھے پیچھے دور تک لگے رہتے ہیں۔ مجبوراً آدمی کو دینا پڑتا ہے۔ ٹرینوں میں خواجہ سراؤں (مخنثوں) کی غنڈہ گردی، گالیوں کی بھرمار، اوچھی اداؤں، حرکتوں سے شرفا کا اور خاص کر نوجوانوں کا سفر انتہائی دشوار ہو گیا ہے، زبردستی اور ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ محنت مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ذلت وعار خیال کرتے ہیں اور بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا لیتے ہیں، ان سے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے۔ واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں، حالانکہ ان میں بہت سے ایسے ہیں جو اچھی مالی حیثیت رکھتے ہیں۔ روپئے سود پر بھی لگاتے ہیں۔ ایسوں کو اور ہٹے کٹے لوگوں کو جو جسمانی معذور نہ ہوں ان کے لئے بھیک مانگنا حرام ہے اور جس کو ان کی حالت معلوم ہو اسے ان کو بھیک دینا جائز نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۵، ب صفحہ ۹۴۰۔۹۴۱)

حالانکہ سماجی طور بھی بھیک مانگنے کو خراب اور گھناؤنا مانا جاتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ بھیک مانگنا شریعت کی نظر میں بھی معیوب چیز اور بدترین جرم ہے۔

بھکاری کے لئے وعید

جو لوگ گداگری کو پیشے کے طور پر اپنائے ہوئے ہیں ان کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ سوال کرنے والے کے لئے شریعت میں سخت وعید آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا بروز قیامت ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا، یعنی نہایت بے آبرو ہوکر۔ (صحیح مسلم ک، الحدیث ۱۰۴۰ صفحہ ۱۸)

بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں سے سوال کرے حالانکہ نہ اسے فاقہ پہنچا، نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں رکھتا تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت نہ ہوگا (یعنی نہایت بے آبرو ہوکر) اور حضور ﷺ نے فرمایا: جس پر نہ فاقہ گزرا اور نہ اتنے بال بچے ہیں جن کی طاقت نہیں اور سوال کا دروازہ کھولے اللہ تعالیٰ اس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا، ایسی جگہ سے جو اس کے دل میں بھی نہیں۔ (بہار شریعت جلد ۵، صفحہ ۹۴۱)

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے فاقہ پہنچا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تو اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دے گا خواہ جلد موت دے دے یا جلد مالدار کر دے اور طبرانی کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو بھوکا یا محتاج ہوا اور اس نے آدمیوں سے چھپایا اور اللہ کے حضور عرض کی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایک سال کی روزی اس پر کشادہ فرمائے۔

(المعجم الصغیر، طبرانی، الحدیث ۲۱۳ جلد ایک، صفحہ ۱۳۱)

اسلام میں بھیک مانگنے کی مذمت

حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے تین چار سو ایسے مہاجر صحابہ کرام تھے جن کے پاس نہ مال تھا نہ اہل اور نہ سر چھپانے کے لئے جھونپڑا۔ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر رہتے اور جس کام کے لئے حکم ملتا اس کی تعمیل کرتے۔ جب کہیں سرایا بھیجنے کی ضرورت ہوتی یہ بے تامّل حاضر ہوتے اور جب فارغ ہوتے تو قرآن کریم یاد کرتے اور حدیث پاک کو حفظ کرتے۔ ان کی رہائش کے لئے حضور ﷺ نے مسجد ہی میں ایک جھونپڑا بنوا دیا تھا۔ فقر وتنگدستی کے باوجود عزت نفس اور خودداری کا یہ عالم تھا کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے۔ جیسی بھی گزرتی خاموشی اور صبر سے گزار دیتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ بقرہ، آیت

نمبر ۳،۲۷ کے ذریعہ مسلمانوں کی توجہ ان کی طرف مبذول کرائی۔ یاد رہے یہ حکم ان ہی کے لئے مخصوص نہیں۔ اب بھی جو حضرات اس طرح کے دینی خدمت میں مشغول رہتے ہیں اور کسب معاش کے لئے وقت نہیں نکال سکتے ان کے متعلق یہی حکم ہے۔ ایسے لوگوں کو تلاش کریں جو سوال نہیں کرتے اور صبر سے گزارتے ہیں۔ ان کی تعریف قرآن مجید میں کی گئی اور ان ہی کو دینے کا حکم ہوا ہے۔ قرآن و حدیث میں بھیک مانگنے کی سخت مذمت آئی ہے اور صبر و شکر سے رہنے، سوال نہیں کرنے والوں کی فضیلت بھی آئی ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد اول، صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴)

پیشہ ور بھکاریوں کو دینا درست نہیں

جس طرح ہٹے کٹے اور جعلی فقیر و مسکین کا بھیک مانگنا درست نہیں اسی طرح ان پیشہ ور بھکاریوں کو بھیک دینا بھی درست نہیں۔ بھیک مانگنا انتہائی گھٹیا حرکت ہے اور ان لوگوں کے لئے بالکل ہی ڈوب مرنے کا مقام ہے جو اچھے خاصے صحت مند ہونے کے باوجود بھیک مانگتے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان بھکاریوں کو بھیک دینا جائز نہیں تو پھر واقعی حاجت مند کی پہچان کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے زیادہ حقدار اپنے قریبی لوگ ہیں۔ ان میں رشتہ دار، دوست احباب اور وہ لوگ ہیں جن کو آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ واقعی ضرورت مند ہیں۔ اس کے بعد تمام لوگوں کے چاہئے کہ اپنے اپنے علاقے اور محلہ میں تلاش کریں کہ کون ایسے شریف لوگ ہیں جو کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے، شرماتے ہیں، ایسے لوگوں کو ڈھونڈ کر ان کو ان کا حق دیا جائے، جیسی نیت ویسی برکت، اگر آپ نے بلا سوچے سمجھے اور بغیر تحقیق کے بھکاریوں کو کچھ دیا تو آپ ملک میں ان لوگوں کے اضافے کا سبب بنیں گے جو یقیناً قوم کے لئے ملک کے لئے نقصان کا باعث ہیں جبکہ عالمی سطح پر بی بی سی رپورٹر فہیم اختر کی ''لندن کی ڈائری'' کے مطابق انگلینڈ، امریکہ، یورپ کے کئی ملکوں اور مسلم ممالک کویت، بحرین، عمان اور سعودی عربیہ میں بھیک مانگنا قانوناً جرم ہے۔ تمام ذمہ داروں کی توجہ ادھر ضرور ہونی چاہئے، اللہ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ □□□

ص ۵۸ / کا بقیہ..........

سے نماز بلا کراہت ہوجائے گی، اس لیے کہ وجہِ کراہت تشبہ بالمجوس ہے اور یہاں تشبہ نہیں پائی جا رہی ہے۔
اس کے قائل مفتی شمشاد احمد اور مفتی عبد القادر صاحبان ہیں۔

سوال نمبر (۵):۔ حالتِ نماز میں ماسک لگانے پر حکومت کی طرف سے جبر یا عدمِ جبر کی صورت میں حکم یکساں رہے گا یا فرق ہوگا؟ اس کی تفصیل کر کے حکم واضح فرمائیں۔

جواب نمبر (۵): حالتِ نماز میں ماسک لگانے پر حکومت کی طرف سے جبر یا عدمِ جبر کی صورت میں مقالہ نگار مفتیانِ عظام کی تین رائیں ہیں:

رائے اول:۔ حکومت کی طرف سے جبر یا عدمِ جبر کی صورت میں حکم پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، یعنی اگر حکومت مجبور نہ بھی کرے تو بھی نماز بلا کراہت ہوجائے گی اور اگر مجبور کرے تو دفعِ حرج تخفیف حکم کی ایک اور علت پیدا ہوجائے گی اور نماز بلا کراہت ہوگی۔
یہ رائے مفتی شمشاد احمد اور مفتی عبد القادر صاحبان کی ہے۔

رائے دوم:۔ صورتِ مذکورہ میں حکومت کی طرف سے جبر یا عدمِ جبر میں حکم یکساں ہوگا کہ ماسک لگا کر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ یہ رائے مفتی شمشاد حسین، مفتی احمد رضا اور مفتی کمال اختر صاحبان کی ہے۔

رائے سوم:۔ حکومت کی طرف سے جبر و اکراہ کی صورت میں ماسک لگا کر نماز پڑھی گئی تو نماز بلا کراہت ہوگئی اور اگر جبر و اکراہ کے بغیر ماسک لگا کر نماز پڑھی گئی تو نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ یہ رائے مندرجہ ذیل مفتیانِ کرام کی ہے:
مفتی عالمگیر، مفتی حبیب اللہ، مفتی عبد الرحمن، مفتی شہاب الدین، مفتی انیس عالم، مفتی خورشید عالم، مفتی یونس رضا، مفتی بلال انور، مفتی نعیم، مفتی جمال مصطفی، مفتی ابو طالب، مفتی شفیق شریفی، مفتی سید اکرام الحق، مفتی شاہد علی، مفتی صدیق حسن، مفتی سید سلیم باپو، مفتی مزمل، مفتی ابو الحسن، مفتی شہزاد عالم، مفتی انور نظامی، مفتی اختر حسین، مفتی رفیق عالم اور مفتی قاضی شہید عالم۔
سب کے دلائل سوال نمبر ۴ ر میں مذکور ہوئے، جزاکم اللہ خیر الجزاء فی الدارین۔ □□□

(از: مفتی محمد صابر القادری فیضی *



زکوٰۃ کی فضیلت واہمیت

اسلامیات

زکوٰۃ کی ادائے گی اسلام کا ایک اہم ترین رکن، مہتمم بالشان پر عظمت فریضہ اور اعلیٰ قسم کی عبادت ہے اس کی فضیلت واہمیت کا انداز اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خلاق کائنات جل جلالہ عمہ نوالہ نے اپنی مقدس کتاب قرآن حکیم میں بیاسی جگہ نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور جہاں جہاں صرف زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ اس کے علاوہ ہیں حضور نبی اکرم مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو زکوٰۃ کو ان پانچ چیزوں میں شمار فرمایا ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے، چنانچہ بخاری شریف میں ہے:

"نبی الاسلام علیٰ خمس شھار حمان لا الہ اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلاۃ وایتا الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔ یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم رکھنا۔ (۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) حج کرنا۔ (۵) ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔" (بخاری شریف ج ۱ ص ۶)

قرآن عظیم کی بہت سی آیات اور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی بے شمار احادیث میں زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کی ترغیب وترتیب کے لئے زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے فضائل ومناقب اور اس سے غفلت برتنے والوں کا دردناک انجام بھی بیان کر دیا گیا ہے ان سب آیات واحادیث کا یہاں بیان کرنا ایک مشکل ترین امر ہے اور پھر اس کی ضرورت بھی نہیں ہے اس لئے کہ جو سچے مسلمان ہیں، جن کے دلوں میں خشیت الٰہی اور حضور اکرم ﷺ کی محبت معجزن ہے ان کے لئے قرآن پاک کی آیت یا نبی اکرم ﷺ کا ایک ارشاد ہی کافی ہے اور جو محض نام کے مسلمان ہیں جن قلوب واذہان جذبۂ اطاعت وفرمان برداری سے خالی اور عشق مصطفیٰ ﷺ سے عاری ہیں۔ ان کے لئے قرآن پاک کی تمام آیتیں اور احادیث مبارکہ کا سارا دفتر بھی بیکار ہے شعر طوفان نوح لانے سے اے آنکھ فائدہ؟ دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں، اس لئے میں یہاں باب زکوٰۃ سے متعلق چند آیات واحادیث اور بعض واقعات وحقائق ہی پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ اس سے ضرور فائدہ حاصل کریں گے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید وفضیلت قرآن کی روشنی میں

"واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین۔ (پ ۱، سورۃ البقرۃ آیت ۴۳) یعنی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔" (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ نماز وزکوٰۃ کی فرضیت کا بیان ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نمازوں کو ان کے حقوق کی رعایت اور ارکان حفاظت کے ساتھ ادا کرو۔ (خزائن العرفان)

بعض علما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں نماز کو زکوٰۃ سے ملا کر بیان فرمایا اور حکم دیا اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ یعنی نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور زکوٰۃ بندوں کا حق ہے تو موافق شرع دونوں کی رعایت ضروری ہے کیوں کہ تمام عبادتیں انہیں دونوں میں منحصر ہیں اس لئے کہ کوئی بھی عبادت ہو یا تو وحقوق اللہ سے متعلق ہوگی یا حقوق العباد سے متعلق ہوگی۔

اسی آیت کی وضاحت کرتے ہوئے بعض علما نے فرمایا تین احکام ایسے ہیں جو دوسرے تین احکام سے جڑے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کے بغیر مقبول ہیں۔ وہ تین

* مضمون نگار جامعہ عربیہ رحمانیہ، رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

احکام یہ ہیں:

(۱) واقیمو الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ۔ ترجمہ: نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو تو جو شخص نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے (جبکہ اس پر واجب ہو) اس کی نماز مقبول ہیں۔ (سورۃ البقرہ پ ۱ ص ۴۳)

(۲) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ ترجمہ: حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا تو جو شخص اللہ کی اطاعت کرے اور رسول اللہ ﷺ کی بات نہ مانے اس کی یہ اطاعت و فرماں برداری مقبول نہیں۔ (سورۃ النساء پ ۵ آیت ۵۹)

(۳) ان أشکر لی ولوالدیك۔ ترجمہ: میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر بجالاؤ تو جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور ماں باپ کا احسان نہ مانے اس کا شکر الٰہی بجا لانا مقبول نہیں۔ (پ ۲۱ سورۃ لقمان آیت ۱۴ / درۃ الناصحین عربی ص ۸۲)

(۴) واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیرۃ۔ ترجمہ: اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے بے شک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ (پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۱۱۰ / کنز الایمان)

حدیث شریف میں ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں۔

(رواہ الطبرانی، الترغیب والترہیب ج ۲، ص ۱۰۸)

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ کے ارشاد فرمایا جو نماز ادا کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے (ایضاً) بیان کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک روز صبح کے وقت قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا اے شہر خموشاں کے بندو تم پر سلامتی ہو تمہارے اموال کو لوگوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور تمہارے بنائے ہوئے گھروں میں دوسرے لوگ رہنے لگے نیز تمہاری بیویوں نے دوسرے شوہروں سے نکاح کر لیا، اور یہ تمہاری خبر ہے جو ہمارے پاس ہے اب تم ہماری خبر بتاؤ جو تمہارے پاس ہے اس کے جواب میں ایک آواز آئی اور بولنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا، اے علی جو ہم نے کھایا اس سے فائدہ اٹھا اور جو ہم نے آگے بھیجا (یعنی رضائے الٰہی کے لئے خرچ کیا) اسے یہاں موجود پایا اور جو اپنے پیچھے وارثوں کے لئے چھوڑ آئے وہ ہمارے کسی کام نہ آیا۔ (ریاض الناصحین فارسی ص ۱۲۱)

قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم معرضون والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون۔ ترجمہ: بے مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ جو کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔

(پ ۱۸ سورۃ المومنون آیت ۴، ۲، ۱ / ۳ کنز الایمان)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ مراد کو پہنچنے والے اور کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہونے والے وہ مؤمنین ہیں جو اپنی نمازوں میں گڑگڑاتے ہیں یعنی ان کے دلوں میں خدا کا خوف ہوتا ہے اور ان کے اعضا ساکن ہوتے ہیں۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ نماز میں خشوع یہ ہے کہ اس میں دل لگا ہو اور دنیا سے توجہ ہٹی ہوئی ہو اور نظر جائے نماز سے باہر نہ جائے اور گوشۂ چشم سے کسی طرف نہ دیکھے اور کوئی عبث کام نہ کرے اور کوئی کپڑا شانوں پر نہ لٹکائے اسی طرح کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے ہوں اور انگلیاں نہ چٹخائے، بعض نے فرمایا کہ خشوع یہ ہے کہ آسمان کی طرف التفات نہیں کرتے یعنی ہر قسم کے لہو و لعب اور باطل سے کنارے کش رہتے ہیں اور مراد کو پہنچنے والے وہ مؤمنین ہیں جو زکاۃ دینے کا کام کرتے ہیں یعنی اس کے پابند ہیں اور اس پر مداومت کرتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

حضرت علمقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ تم اپنے اموال کی زکاۃ ادا کرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ دے یعنی ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ زکوٰۃ ادا کی جائے۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۱)

اسلامیات

والّذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم۔
ترجمہ: دور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے اس کے لئے جو مانگے اور وہ جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے۔
(پ ۲۹ سورۃ المعارج آیت ۲۴، ۲۵ / کنز الایمان)

اس آیت میں ''حق معلوم'' سے مراد زکوٰۃ ہے جس کی مقدار معلوم ہے یا وہ صدقہ جو آدمی اپنے نفس پر معین کرے تو اسے معین اوقات میں ادا کیا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ صدقات مستحبہ کے لئے اپنی طرف سے وقت معین کرنا شرع میں جائز اور قابل مدح ہے اور ''للسائل والمحروم'' سے مراد یہ ہے کہ دونوں قسم کے محتاجوں کو دیئے یعنی جو حاجت کے وقت سوال کرتے ہیں انہیں بھی دیئے اور جو شرم سے سوال نہیں کرتے اور ان کی محتاجی ظاہر نہیں ہوئی انہیں بھی دے۔ (خزائن العرفان)

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں فقیر ہر گز ننگے اور بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے، مگر مالداروں کے ہاتھوں سن لو ایسے تو انگروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔ (رواہ الطبرانی، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مالداروں کے لئے محتاجوں کے ہاتھوں سے خرابی ہے محتاج عرض کریں گے ہمارے حقوق جو تو نے ان پر فرض کئے تھے انہوں نے ظلماً نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی تمہیں اپنا قرب عطا کروں گا اور انہیں دور رکھوں گا۔ (ایضاً ص ۱۰۸)

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکّیھم بھا وصلّ علیھم ان صلوٰتك سکن لّھم واللہ سمیع علیم۔
ترجمہ: اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ (پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۰۳ / کنز الایمان)

اس آیت میں جو صدقہ وارد ہے اس کے معنی میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس صدقہ سے مراد صدقۂ غیر واجبہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔ امام ابوبکر حصاص رازی نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔ سنت یہ ہے کہ صدقہ لینے والا صدقہ دینے والے کے لئے دعا کرلے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن اوفی کی حدیث ہے کہ جب کوئی حضور اکرم ﷺ کے پاس صدقہ لاتا تو آپ اس کے حق میں دعا کرتے۔ میرے باپ نے صدقہ حاضر کیا تو حضور نے دعا فرمائی ''اللّٰھم صلی علیٰ ابی اوفی''۔ (خزائن العرفان مختصراً)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کردے گی اور رشتہ داروں سے سلوک کر اور مسکین اور پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔
(کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب آیت کریمہ: ''والذین یکنزون والذھب والفضّۃ الایۃ'' نازل ہوئی تو یہ مسلمان پر دشوار ہوئی (کیوں کہ انہوں نے سمجھا کہ جب سونا چاندی جمع کرنا حرام ہو گیا تو بہت دشواریوں کا سامنا ہوگا اس لئے بسا اوقات ضرورتیں سونا چاندی یا روپیہ پیسہ جمع کرنے پر مجبور کرتی ہیں) صحابہ کی اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (گھبراؤ نہیں) میں تم سے مصیبت دور کروں گا پھر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ یہ آیت کریمہ حضور کے اصحاب پر گراں معلوم ہوتی اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ تو اس لئے فرض فرمائی ہے کہ تمہارے باقی مال کو پاک کردے اور مواریث اس لئے فرض کئے کہ تمہارے بعد والوں کے لئے ہوں۔ اس پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوشی میں تکبیر کہی۔ (ابوداؤد ص ۲۳۵)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نکالنا باقی مال کو پاک اور ستھرا

کر دیتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مطلقاً مال جمع کرنا حرام نہیں ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو زکوۃ سے مال کی مہارت نہ ہوئی اور نہ ہی میراث کے احکام جاری ہوتے بلکہ اس مال کا جمع کرنا حرام ہے جس کی زکوۃ نہ نکالی جائے۔

زکوۃ کی تاکید وفضیلت احادیث کر کی روشنی میں

ابوداؤد شریف میں حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: حصنوا اموالکم بالزکوٰۃ وداووا امراضکم بالصدقۃ واستقبلوا امواج البلاء بالدعاء والتضرع۔ (الترغیب والترہیب ج ۲، ص ۱۰۰)

زکوۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو اور صدقہ وخیرات سے اپنے بیماروں کا علاج کرو اور خدا کی بارگاہ میں دعا اور گڑ گڑانے سے ہر قسم کی بلاؤں کا استقبال کرو۔

زکوۃ کی برکت سے ایک نصرانی مسلمان ہوگیا

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اپنے صحابہ کی انجمن میں اس حدیث پاک کو بیان فرما رہے تھے کہ ادھر سے ایک نصرانی تاجر کا گزر ہوا اس نے جب یہ حدیث سنی تو اس کا تجربہ کرنا چاہا وہ گھر گیا اور اپنے پورے مال کی زکوۃ نکال دی۔ ان دنوں اس کا ایک ساتھی بغرض تجارت مصر گیا ہوا تھا، اس نصرانی تاجر نے کہا اگر محمد ﷺ اس قول میں سچے ہیں تو ان کی سچائی ظاہر ہو جائے گی اور میرا ساتھی پورے مال و اسباب کے ساتھ صحیح سالم واپس آجائے گا اس صورت میں میں ان پر ایمان لے آؤنگا اور اگر ان کی یہ بات غلط ثابت ہوئی تو تلوار سے ان کا سر قلم کر دوں گا، کچھ دنوں بعد قافلہ جانب سے ایک خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ ڈو کوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا ہمارے تمام مال و اسباب کو لوٹ لیا اور قافلہ کی ساری چیزیں لے کر فرار ہو گئے۔

جب نصرانی تاجر نے یہ خبر سنی تو آگ بگولا ہو گیا اور غصہ میں جو منھ میں آیا بکتا گیا پھر تلوار لی اور نبی پاک ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے چل پڑا، اسی درمیان اس کے ساتھی کا خط آپہنچا جس میں لکھا ہوا تھا کہ تم قافلہ کی خبر سے کبیدہ خاطر اور رنجیدہ نہ ہوتا، کیوں کہ میں ڈاکوؤں کے حملے سے بچ گیا ہوں اور ہمارا سارا سامان بھی ان لٹیروں سے محفوظ ہے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جس وقت ڈاکوؤں نے قافلہ پر حملہ کیا اس وقت میں قافلے سے پیچھے تھا جب نصرانی تاجر نے اپنے ساتھی کا پورا خط پڑھا تو بے ساختہ پکار اٹھا کہ محمد ﷺ سچے ہیں اور بلا شبہ وہ نبی برحق ہیں اسی مسرت و شادمانی کے عالم میں وہ رسول گرامی وقار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ مجھے دامن اسلام میں داخل فرمالیں اس طرح سے وہ نصرانی تاجر دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔ (درۃ الناصحین عربی ص ۸۳)

اس سے معلوم ہوا کہ جس مال کی زکوۃ ادا کر دی جاتی ہے وہ مال ضائع اور برباد ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جس مال کی زکوۃ نہیں دی جاتی ہے اس کے ضائع اور برباد ہونے کا خطرہ ہمیشہ دامن گیر رہتا ہے۔

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقا کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خشکی اور تری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکوۃ نہ دینے سے ہی تلف ہوتا ہے۔ (رواہ الطبرانی، الترغیب والترہیب ج ۲، ص ۱۱۰)

حضرت عبد اللہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ثلاثہ من فعلھن فقد طعم الایمان من عبد اللہ وحدہ وعلم ان لا الہ الا اللہ۔ واعطی زکوٰۃ مالہ طیبۃ بھا نفسہ راقدۃ علیہ کل عام ولم یعط الحصرمۃ والا الدرنۃ والا المریضۃ والا الشرط اللئیمۃ ولکن من وسط اموالکم فان اللہ لم یسئلکم خیرہ ولم یأمرکم بشرۃ۔ ترجمہ: تین کام ایسے ہیں جنہیں کوئی انجام دے لے تو یقیناً اسے ایمان کا مزہ مل جائے۔ (۱) صرف اللہ جل شانہ کی عبادت کرے (۲) اور یہ اچھی طرح جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (۳) اور ہر سال خوش دلی سے اپنے مال کی زکوۃ ادا کرے (اسے اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھے) (ابوداؤد شریف ص ۲۲۳)

اور اس میں (جانوروں کی زکوۃ میں) بوڑھا جانور یا خارشی

اسلامیات

جانور یا مریض یا گھٹیا قسم کا جانور نہ دے بلکہ متوسط قسم کا دے کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہترین مال کا مطالبہ نہیں کرتا لیکن گھٹیا مال کا بھی حکم نہیں دیتا۔

اس حدیث پاک میں تذکرہ اگرچہ جانوروں کی زکوٰۃ کا ہے لیکن ضابطہ ہر مال کی زکوٰۃ کا یہی ہے کہ نہ بہترین مال واجب ہے نہ گھٹیا مال جائز ہے بلکہ درمیانی مال ادا کرنا اصل ہے ہاں! اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے اللہ و رسول کو راضی کرنے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ میں عمدہ مال ادا کرے تو یہ اس کی سعادت اور خوش قسمتی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے احوال کو غور سے پڑھیں، اور ان کے طرز عمل کو اپنانے کی کوشش کریں نمونہ کے طور پر ایک واقعہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا نرالا انداز

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تو میں ایک صاحب کے یہاں پہنچا (جن کے پاس بہت سے اونٹ تھے) انہوں نے اپنے سارے اونٹ میرے سامنے کر دیئے میں نے دیکھا کہ ان میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہے تو میں نے ان سے کہا کہ ایک سال کی اونٹنی دیدو کیونکہ یہی تمہارے ان اونٹوں کی زکوٰۃ ہے۔ انہوں نے کہا (ایک سال کی اونٹنی کس کام آئے گی) وہ نہ تو سواری کا کام دے سکتی ہے نہ دودھ کا (یہ کہنے کے بعد انہوں نے ایک عمدہ اونٹنی نکالی اور کہا) ہاں! یہ دیکھئے یہ طاقتور، موٹی تازی اونٹنی ہے اسے آپ زکوٰۃ میں لے جائیں، میں نے کہا تو اسے قبول نہیں کر سکتا، البتہ حضور اقدس ﷺ خود سفر میں ہیں اور تمہارے قریب ہی آج منزل ہے اگر تمہارے دل چاہے تو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خود ہی اسے پیش کر دو، اگر حضور نے اجازت دیدی تو میں لے لوں گا، انہوں نے کہا ٹھیک ہے وہ اونٹنی لے کر میرے ساتھ چل پڑے جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا قاصد میرے مال کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے میرے پاس آیا اور خدا کی قسم اس سے پہلے کبھی بھی یہ سعادت مجھے نصیب نہیں ہوئی کہ حضور نے یا آپ کے قاصد نے مجھ سے مال طلب کیا ہو، میں نے آپ کے قاصد کے سامنے اپنے تمام اونٹ کر دیئے انہوں نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اونٹنی واجب ہے، حضور ایک سالہ اونٹنی نہ تو دودھ کا کام دے سکتی ہے اور نہ ہی سواری کا اس لئے میں ایک عمدہ طاقتور اونٹنی پیش کی تھی کہ وہ اسے زکوٰۃ میں قبول کر لیں، لیکن انہوں نے وہ اونٹنی لینے سے انکار کر دیا یا رسول اللہ! اونٹنی میں آپ کی بارگاہ میں لایا ہوں آپ سے قبول فرمالیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تم پر واجب تو وہی ہے جو قاصد نے بتایا، ہاں! اگر تم نفل کے طور پر زیادہ عمر کی عمدہ طاقتور اونٹنی دیتے ہو تو اللہ جل شانہ تمہیں اس کا اجر دے گا اور ہم تمہاری طرف سے اسے زکوٰۃ میں لے لیں گے، اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ اونٹنی یہی ہے جو میں اپنے ساتھ لایا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لینے کی اجازت دیدی اور ان کے لئے ان کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔ (ابوداؤد شریف ص ۲۲۳)

اس واقعہ سے اندازہ لگایا سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں میں زکوٰۃ ادا کرنے کا کس قدر جذبہ تھا، کہ وہ رضائے الٰہی کے لئے زکوٰۃ میں اس سے زیادہ اور عمدہ مال دینا چاہتے تھے جو ان کے اوپر فرض ہوتا تھا م اور اسے وہ حضرات اپنے لئے سعادت و خوش بختی سمجھتے تھے کہ ان کا بہترین مال زکوٰۃ میں قبول کر لیا جائے، مگر افسوس! آج مسلمان زکوٰۃ ادا کرنے سے گھبراتے ہیں بلکہ بعض تو ایسے بھی ہیں جو سرے سے زکوٰۃ ادا ہی نہیں کرتے۔ جب کہ ہم سب کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ احکام شرع کی خلاف ورزی کرنے سے مصیبتیں آتی ہیں اور ہم طرح طرح کے مشکلات میں پھنس جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر۔ ترجمہ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو

معاف فرمادیتا ہے۔ (پ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰ رکنزالایمان)

اللہ جل شانہ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں ہم سب کو موافق شرع عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

اذا ادیت الزکوٰۃ فقد قضیت ماعلیك ومن جمیع مالاحراماً ثم تصدق به لم یکن له فیه اجر وکان امیرہ علیه۔ (الترغیب والترھیب ج۲،ص ۱۰۳)

جب تو مال کی زکوٰۃ کردے تو وہ حق جو تجھ پر واجب تھا ادا ہو گیا اور جو شخص حرام مال جمع کر کے صدقہ کرے اس کے لئے اس صدقہ کا کوئی ثواب نہیں ہوگا، اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آدمی جب زکوٰۃ ادا کردیتا ہے تو اس ذمہ داری سے بری ہوجاتا ہے، جو اس پر مال کے سبب لازم ہوتی ہے اب اگر اس کے علاوہ اور خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لئے جو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی وہ اس حق سے بری الزمہ ہو گیا جو اس پر واجب تھا۔ اور جس نے اس سے زیادہ خرچ کیا تو وہ اس کے لئے افضل ہے۔ (کنزالعمال ج۶،ص ۵۵)

اسی طرح اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوتا ہے جس میں یہ ہے کہ نجد کے رہنے والے ایک صاحب سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام کے بارے میں سوال کیا اور آپ نے تفصیل سے اس کا جواب دیا۔ اس میں آپ نے اسلام کے دوسرے ارکان کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا بھی ذکر فرمایا تو سائل نے عرض کیا ھل علی غیرھا یعنی کیا میرے اوپر مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کچھ واجب ہے؟ تو سرکار نے ارشاد فرمایا لاالاان تطوع نہیں مگر یہ کہ تم نفل کے طریقہ پر کچھ خرچ کرو تو تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی ایسا کام بتادیجئے جسے کرکے میں جنت میں داخل ہوجاؤں، آپ نے ارشاد فرمایا تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور فرض نماز قائم رکھو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور ماہ رمضان کا روزہ رکھو اس میں حج کا ذکر نہ فرمایا اس لئے کہ حج اس وقت تک فرض نہ ہوا تھا) اس اعرابی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر کچھ اضافہ نہ کروں گا پھر جب وہ صاحب جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے جنتی شخص کو دیکھنے سے خوشی ہو وہ اس شخص کو دیکھے۔ (بخاری شریف ج۱،ص ۱۸۷)

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لمعاذبن جبل حین بعثه الی الیمن انك ستأتی قوماً اھل الکتب فاذا جئتھم فادعھم الا ان یشھدوا ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله فانھم اطاعوا لك بذالك فاخبرھم ان الله قد افترض علیھم خمس صلوات فی کل یوم ولیلة فانھم اطاعواتك بذالك فاخبرھم ان الله قد افترض علیھم صدقة تؤخذ من اغنیائھم و یرد علیٰ فقرائھم فان ھم اطاعوا لك بذالك فاپاك و کرائم اموالھم واتق دعوۃ المظلوم فانه لیس بینه وبین الله حجاب۔ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ بن جبل کو قاضی بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا تم ایسی قوم کے پاس جارہے ہو جو اہل کتاب ہے جب تم ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں تو اگر وہ لوگ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں پھر اگر وہ لوگ اس میں تمہاری اطاعت کریں، تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو مالداروں سے وصول کیجئے گی اور فقیروں پر خرچ کیجائے گی پھر اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کریں تو خبردار ان کا عمدہ مال چھانٹ کر زکوٰۃ میں نہ لو اور مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا ہے۔ (بخاری شریف ج۱،ص ۲۰۲)

اس حدیث پاک میں روزہ اور حج کا ذکر نہیں کیا باوجود یکہ

اسلامیات

جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا گیا اس وقت ان دونوں کا بھی حکم آچکا تھا شارحین حدیث رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس کی بہت تو جیہیں پیش فرمائی ہیں انہیں من سے بعض اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

شرع میں نماز اور زکوٰۃ کا کافی اہتمام کیا گیا یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کو قرآن پاک میں بار ہا بیان فرمایا گیا اور ان کی تاکید بھی کی گئی اسی اہتمام کے سبب سے رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں نماز اور زکوٰۃ کا ذکر فرمایا اور روزہ اور حج کو ذکر نہیں کیا اگر چہ یہ دونوں بھی ارکان اسلام میں داخل ہیں۔

کلمۂ شہادت جو اصل ایمان سے یہ کافروں پر بہت دشوار ہے کیوں کہ اس میں اپنے آبائی مذہب کی تردید ہے۔ جو ایک مشکل ترین امر ہے اور نماز یں دشوار ہیں اس لئے کہ انہیں شب و روز میں پانچ بار ادا کرنا پڑتا ہے، اور زکوٰۃ بھی دشوار ہے اس سے کہ انسان کی فطرت مال جمع کرنے اور اس سے محبت کرتا ہے تو ان تینوں کی خوب تاکید کی گئی۔ اس لئے کہ جب آدمی ان تینوں پر عمل پیرا ہو جائے گا۔ تو باقی دونوں ارکان یعنی روزہ اور حج کا ادا کرنا آسان ہو جائے گا۔ (ماخوذ من فتح الباری ج ۴، ص ۵۷۸)

مذکورہ بالا حدیث پاک میں زکوٰۃ کا ذکر بطور خاص اس لئے بھی کیا گیا کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ ایمان اور نماز کو قبول ہی نہیں فرماتا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لا یقبل اللہ الایمان والصلوٰۃ الا بز کواۃ** یعنی اللہ جل شانہ زکوٰۃ کے بغیر ایمان اور نماز کو قبول ہی نہیں فرماتا ہے۔ (کنز العمال ج ۶، ص ۱۵۸)

ایک بزرگ نے اپنا کرتہ فقیر کو دیدیا

بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ ایک دن غسل کرنے کے لئے غسل خانہ میں جانے لگے تو ان کے دل میں خیال آیا کہ میں اپنا یہ کرتہ کسی فقیر کو دوں گا معاً اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اس نے اپنے خادم کو آواز دی اور کرتہ اتار کر اسے حکم دیا کہ اسے فوری طور پر کسی فقیر کو دیدو لوگوں نے اس قدر جلد کرتہ دینے کے بارے میں جب سوال کیا تو انہوں نے فرمایا مجھے خطرہ تھا کہ شیطان میرے اس نیک مقصد کو وسوسہ ڈال کر ضائع نہ کر دے اور غسل خانہ سے باہر نکلنے سے پہلے پہلے میرا ارادہ نہ بدل جائے اس لئے میں نے جلدی کی اور اپنا کرتہ فقیر تک پہنچا دیا۔ (انیس الجلیس ص ۱۴۵)

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ ہر نیک کام میں جلدی کرنا چاہئے اس لئے کہ شیطان ہمیشہ گھات میں لگا رہتا ہے، اور نیک کام بالخصوص زکوٰۃ وغیرہ کی ادئیگی میں مال کی محبت دل میں ڈال کر محروم کر دے۔

اب تک کی پیش کردہ آیات واحادیث سے زکوٰۃ صرف اسی امت ہر فرض نہیں ہے بلکہ اگلی امتوں پر بھی زکوٰۃ فرض تھی اور جو خوش دلی سے ادا کرتا تھا اس پر اللہ جل شانہ کا فضل وانعام ہوتا تھا پھر موافق شرع زکوٰۃ ادا کرنے سے ہمارے اوپر کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہوگا جب کہ ہم مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے محبوب ﷺ کے امتی بھی ہیں دست بدعا ہوں مولائے کریم ہم سب کو احکام شرع پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

ص ۴۳ کا بقیہ

مکمل غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد ان اہم مسئلوں کا نکھرا وستھرا حل پیش فرمائیں گے اور ایک بار پھر شرعی کونسل کے سر پر کامرانی وکامیابی کا تاج زریں رکھیں گے، ساتھ ہی ساتھ رب جلیل کے حضور یہ دعا کریں کہ شرعی کونسل آف انڈیا کے زیر اہتمام آپ حضرات کے حل کردہ مسائل اور متفقہ فیصلوں کو امت محمدیہ قبول کرے اور اصلاح عمل کے لئے اختلاف وانتشار سے دور رہے۔

ہمیں آپ حضرات کی مشغولیات ومصروفیات کا بھر پور اندازہ واحساس ہے کہ آپ گونا گوں ذمہ داریوں میں گھرے ہونے کے باوجود شرعی کونسل کی طرف سے ارسال کردہ عنوانات وموضوعات پر مکمل انہماک وتوجہ وعرق ریزی سے مقالے سپرد قرطاس کرتے ہیں اور قیمتی وقت نکال کر سفر کی کلفتوں وپریشانیوں کو جھیلتے ہوئے وقت مقررہ پر یہاں قدم رنجہ فرماتے ہیں اور زیر بحث مسائل پر کمال دیانت کے ساتھ تحقیق وتنقیح کے بعد متفقہ فیصلہ پر مجتمع ہوتے اور سیمینار کو کامرانی وکامیابی سے ہمکنار

کرتے ہیں، فجزا کم اللہ خیر الجزاء! اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلک اہل سنت و جماعت جس کو پہچان کے لئے مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے، پر ثابت قدم رکھے اور اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

اخیر میں ہم پھر ایک بار مندوبین کرام کا ہماری دعوت قبول کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہیں اور تشریف آوری پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں، میزبانی کے فرائض انجام دینے میں کسی قسم کی کمی وتقصیر رہ جائے تو درگزر فرماتے ہوئے شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور آئندہ کے لئے مفید مشوروں سے نوازیں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو دین ودنیا کی برکات سے ہمکنار فرمائے، آمین فقط، والسلام مع الاکرام ☐☐☐

ص ۵ رکا بقیہ.........

بات ہے اس جیسی ایک سورت کیا ایک آیت بھی ہرگز ہرگز نہیں لاسکتے اور قیامت تک نہیں لاسکتے، تو ہٹ دھرمی چھوڑو، ایمان لے آؤ اور ڈرو جہنم کی اس آگ سے جو ہم نے تم جیسے کافروں کے لئے تیار کر رکھی ہے، ارشاد خداوندی ہے:

"وَإِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ، فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔

یعنی اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم اپنے ان خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو، اگر تم سچے ہو، پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔" (سورۂ بقرہ، آیت ۲۳)

اللہ نے بار بار یہ چیلنج کیا کہ اے قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک کرنے والو! اگر تم اپنے قول کے سچے ہو تو قرآن جیسی ۱۰ر سورتیں لے آؤ، یا ایک ہی سورت لے آؤ یا ایک آیت ہی لے آؤ، آج ۱۴۴۲ر سال گزر گئے، قرآن کا یہ چیلنج اب بھی باقی ہے، جن وانس کسی میں بھی یہ طاقت نہ ہوئی کہ اس جیسی ایک آیت بھی لاسکے اور نہ قیامت تک کوئی اس جیسی ایک آیت لاسکتا ہے۔

جب اہل زبان ہو کر تمام مشرکین مکہ قرآن عظیم جیسی کوئی سورت نہ لاسکے اور ان کے سارے ہفوات واعتراضات ہباءً منثوراً ہوگئے تو زبان سے نابلد آج کے مشرکین یا ان کی کسی ناجائز اولادوں کی کیا بساط کہ وہ قرآن اور صاحب قرآن پر اعتراضات کریں اور ان کے اعتراضات صداقت کی کسوٹی پر چند لمحوں سے زیادہ ٹک سکیں، ہاں اسلام سے بغض وکینہ جو ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، وہی وقتاً فوقتاً ان کے منہ سے بواسیر کی طرح نکلتا رہتا ہے، جس کی بدبو تھوڑی دیر کے لئے معاشرے کو تعفن زدہ اور پراگندہ کر دیتی ہے لیکن بالآخر حق کی دل نشیں خوشبو لوگوں کے مشام جاں کو معطر کرتی ہے اور باطل کی دل فریبیوں کا سینہ چاک ہو کر رہ جاتا ہے۔

یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اگر چودہ سو بیالیس سال قبل مشرکین مکہ کے اعتراضات میں ذرّہ برابر بھی صداقت ہوتی اور قرآن اور صاحب قرآن نے ان کا شافی جواب نہ دیا ہوتا تو وہ جوق در جوق ان پر ایمان کیسے لاتے، ان پر اپنی پیاری جانیں کیسے قربان کرتے؟ اور یہ کیسے ممکن تھا کہ ابولہب، ابوجہل، عتبہ اور شیبہ جیسے ازلی دشمن اسلام خاموش بیٹھ جاتے؟

اب یہ حقیقت روز روشن کی عیاں وبیاں ہوگئی کہ جب قرآن کی طرح کوئی سورت یا آیت بنائی نہیں جاسکتی تو بدلی کیسے جاسکتی ہے؟ اور اگر آج کوئی قرآن میں تبدیلی کی بات کرتا ہے تو سمجھ جائیے کہ وہ قرآن کی نہیں، اپنی تبدیلی کی خبر دے رہا ہے، ذاتی مفاد انسان کو اس قدر کور فہم اور سنگ دل بنا دیتا ہے کہ وہ خود غرضی کی دیوی کے چرنوں میں صداقتوں کی بھینٹ چڑھانے سے بھی گریز نہیں کرتا، حد تو یہ ہے کہ وہ جس شاخ پر بیٹھا ہوتا ہے اسی کو کاٹنے لگتا ہے اور خود کو سارے جہاں کا سب سے بڑا عقل مند تصور کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "میں پوری دنیا کو نجات دلاؤں گا" اور اگر اسے کوئی اس کی اس کج فہمی کی تباہ کاریوں سے باخبر کرے تو وہ اسی کو اپنا دشمن سمجھنے لگتا ہے۔ ☐☐☐

از: مفتی انیس عالم سیوانی *

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم

تبادلۂ خیال

مؤرخہ ۲۳/جنوری ۲۰۲۱ء کو شام میں کسی وقت ہمارے محب مکرم حضرت قاری ابرار احمد قادری ناظم اعلیٰ دار العلوم غوثیہ فیضان العلوم غوث منزل مظفر پور بہار نے مجھ سے فرمائش کی کہ قاری طیب قاسمی نقشبندی نام کے کسی مولوی نے ایک ویڈیو میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ۱۲/ربیع الاوّل شریف کو نہیں بلکہ ۹/یا ۸/ربیع الاوّل کو ہوئی، ساتھ ہی یہ بھی دعویٰ کیا کہ پوری امت کا اتفاق ہے کہ ۱۲/ربیع الاوّل کو حضور کی وفات ہوئی، تیسری بات یہ کہی کہ حضور نے اپنی ۶۳/سالہ حیات طیبہ میں کبھی بھی اپنے صحابہ سے یہ نہیں کہا کہ آؤ ہمارا برتھ ڈے منائیں، ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ہم ۱۲/ربیع الاوّل مانتے ہیں لیکن مناتے نہیں، اس لیے کہ حضور نے کبھی نہیں منایا، مزید ایک بات کہی کہ جو نہیں مناتے ان کو کافر کہا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان سوالات کے جوابات سماعت فرمانے سے پہلے ایک بار درود پاک کا نذرانہ سرور کائنات، فخر موجودات جناب آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش کریں اس لیے کہ امتی جب محبت سے درود بھیجتے ہیں تو آقا خود سماعت فرماتے ہیں:

اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا و مولیٰنا محمد طب القلوب و دوائھا وعافیۃ الابدان و شفائھا ونور الابصار وضیائھا وعلیٰ الہ وبارک وسلم

قاطع وہابیت، حامیٔ سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا فرماتے ہیں:

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہوجائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائیں گے

پہلا سوال یہ ہے کہ حضور کی پیدائش ۱۲/ربیع الاول شریف کو نہیں ہوئی بلکہ آپ کی پیدائش ۸/یا ۹/ربیع الاول کو ہوئی۔

سب سے پہلے یہ بتا دوں کہ قاری طیب قاسمی نقشبندی دیوبندی وہابی فرقے کا مولوی ہے، دیوبندیوں وہابیوں کے یہاں حضور کا میلاد، سلام، قیام ناجائز اور شرک و بدعت ہے اور اس فرقے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے سخت عداوت ہے، اس لیے وقتاً فوقتاً وہابیوں کو یہ بیماری ہوتی رہتی ہے کہ میلاد نہیں منانا چاہئے، حضور نے نہیں کیا، صحابہ نے نہیں کیا، درحقیقت ان کو میلاد سے چڑھ ہے، اس لیے کہ میلاد میں حضور کے فضائل بیان ہوتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ حضور کے دشمن وہابی دیوبندی مسلمان نہیں ہیں۔ اس لیے وہابی چاہتے ہیں کہ میلاد نہ ہو اور اگر بات اتنی سی ہے کہ حضور نے نہیں کیا یا صحابہ نے نہیں کیا اس لیے دیوبندی میلاد سے روکتے ہیں تو پوری دنیا کے چھوٹے بڑے سڑے گلے تمام وہابی مل کر بتائیں کہ حضور نے یا صحابہ نے کبھی سیرت النبی کا جلسہ کیا؟ دستار بندی کا جلسہ کیا؟ لڑکیوں یا لڑکوں کے لیے کوئی مدرسہ کھولا، بخاری شریف کا کبھی کسی صحابی نے درس دیا؟ حضور نے یا صحابہ نے کوئی جماعت نکالی یا عصر کے بعد کون سی کتاب پڑھی؟ اگر سچائی کا چالیسواں حصہ بھی وہابیوں کو نصیب ہوا ہوگا تو ہر وہابی کہے گا کہ حضور نے نہ کبھی دستار بندی کا جلسہ کیا نہ ختم بخاری وافتتاح بخاری کیا نہ سیرت النبی کا جلسہ کیا نہ کبھی جماعت نکالی، نہ عصر کے بعد گشت کیا نہ کوئی کتاب پڑھی۔

تو پھر میں پوچھتا ہوں مولوی طیب قاسمی نقشبندی سے (جو حقیقت میں نقشبندی نہیں بلکہ نقشہ بندی ہے) کہ بتاؤ پھر تم اور تمہاری جماعت یہ سب کیوں کرتی ہے؟ حضور نے کفار

ومشرکین اور یہود ونصاریٰ سے قتال فرمایا تم کیوں نہیں قتال کرتے؟ حضور نے گیارہ شادیاں فرمائیں تم گیارہ شادیاں کیوں نہیں کرتے؟ حضور نے جس عورت سے سب سے پہلے نکاح کیا وہ عمر میں ۱۵؍سال زائد تھیں اور حضور سے پہلے دو شادیاں ان کی ہوچکی تھیں تم لوگ ایسی عورتوں سے نکاح کیوں نہیں کرتے؟ حضور نے جس وقت ام المومنین سیدہ عائشہ سے نکاح کیا ان کی عمر ۶؍سال تھی، تم لوگ حضور کی سنت کے مطابق اپنی بیٹیوں کا نکاح ۶؍سال میں کیوں نہیں کرتے؟ حضور اور صحابہ کئی کئی روز فاقہ سے رہتے، تم لوگ تینوں وقت کھانے کے دشمن کیوں بنے رہتے ہو؟

قاری طیب قاسمی نقشبندی نے دعویٰ کیا کہ پوری امت کا اتفاق ہے کہ حضور ۱۲؍ربیع الاول کو فوت ہوئے، میں اس کے جھوٹے دعویٰ کی بخیہ اس کے گھر سے ادھیڑتا ہوں۔ دیوبندی جماعت کے سرغنہ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ''اور وفات آپ کی شروع ربیع الاول سنہ دس ہجرت روز دوشنبہ کو قبل زوال یا بعد زوال آفتاب ہوئی'' حاشیہ میں لکھا۔ ''اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا''۔ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۳۶)

طیب قاسمی کا دعویٰ ہے کہ پوری امت کا اتفاق ہے کہ حضور ۱۲؍ربیع الاول کو فوت ہوئے اور قاری طیب قاسمی کے سرغنہ مولوی تھانوی لکھ رہے ہیں کہ تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی کہ ربیع الاول کی کس تاریخ کو حضور کی وفات ہوئی، ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ یہ جو مشہور ہے کہ ۱۲؍کو آپ کی وفات ہوئی یہ حساب صحیح نہیں، اب اہل انصاف ذرا غور کریں کہ مولوی تھانوی جھوٹے یا مولوی طیب قاسمی نقشبندی جاہل وجھوٹا ہے، دونوں سچے نہیں ہوسکتے اور اگر طیب قاسمی کی بات صحیح ہے تو بتاؤ تمہارے تھانوی صاحب پوری امت سے الگ ہوئے کہ نہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے

اب ہوش سنبھالو اور پڑھو، کہاں کہاں اور کس نے کس نے لکھا ہے کہ حضور اقدس سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ۱۲؍ربیع الاول شریف کو ہوئی۔

حوالہ نمبر ۱: امام احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، کہ بارہویں ربیع الاول کو حضور کی پیدائش ہوئی۔ اس قول پر اہل مکہ کا عمل ہے، وہ لوگ اس تاریخ کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہ کی زیارت کرتے ہیں۔ (سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب اللدنیہ ص ۹۷)

نوٹ: اس کے علاوہ آپ نے ۲؍۸؍۱۰؍۱۷؍۱۸؍کی روایتیں بھی ذکر کی ہیں۔

لیکن ۱۲؍تاریخ کے بارے میں یہ لکھنا کہ اہل مکہ اس پر عمل کرتے ہیں کیا اس بات کا ثبوت نہیں کہ پوری دنیا کا مسلمان اگر ۱۲؍تاریخ کو حضور کا میلاد مناتا ہے تو وہ اہل مکہ کے طریقے پر عمل کرتا ہے۔

حوالہ نمبر ۲: کارخانۂ دیوبند کا دوسرا نمونہ مولوی عبد الشکور کاکوروی جو اہل سنت کا سخت دشمن تھا، یہ مولوی اپنی کتاب ''خلفائے راشدین'' میں لکھتا ہے ''آپ کی ولادت سراپا بشارت ربیع الاول کے مہینے میں دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں یا بارہویں تاریخ کو ہوئی''۔

(خلفائے راشدین ص ۱۵؍مصنفہ مولوی عبد الشکور کاکوروی)

اب بتاؤ قاری طیب قاسمی تم کہتے ہو کہ حضور کی پیدائش ۱۲؍ربیع الاول کو نہیں ہوئی، تم کو پکا یقین ہے لیکن تمہارے گرو مہادیو کاکوروی صاحب لکھ رہے ہیں آٹھویں یا بارہویں کو ہوئی، اب سنیوں کو چھوڑو تم اپنے ان دونوں بڑے بوڑھوں کو کیا کروگے۔

آگے بڑھو اور حوالجات سنو

حوالہ نمبر ۳: امام ابن جریر طبری نے فرمایا پیر عام الفیل ۱۲؍ربیع الاول کو ولادت ہوئی۔

حوالہ نمبر ۴: ابن خلدون نے عام الفیل ۱۲؍ربیع الاول لکھا۔

حوالہ نمبر ۵: کابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے السیرۃ النبویہ میں لکھا عام الفیل ۱۲؍ربیع الاول کو ولادت ہوئی۔

حوالہ نمبر۶: علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی نے فرمایا بروز پیر ۱۲/ربیع الاوّل کو ولادت ہوئی۔

حوالہ نمبر۷: جامعہ ازہر مصر کلیۃ اصول الدین کے عمید محمد الصادق ابراہیم العرجون نے دوشنبہ ۱۲/ربیع الاول مطابق ۲۰/اگست ۵۷۰ء لکھا۔

حوالہ نمبر۸: کابن الجوزی نے فرمایا پیر کے دن دس ربیع الاول عام الفیل یہ بھی کہا گیا کہ دو ربیع الاول تھی اور امام ابن اسحٰق نے دوشنبہ ۱۲/ربیع الاول فرمایا۔

حوالہ نمبر۹: حضرت جابر اور ابن عباس دونوں سے مروی ہے کہ دوشنبہ ۱۲/ربیع الاول کو ولادت ہوئی۔

حوالہ نمبر۱۰: ام نہاد فرقۂ اہل حدیث یعنی غیر مقلدوں کے امام اور دیوبندیوں کے خالہ زاد نواب صدیق حسن بھوپالی وہابی نے اپنی کتاب الشمامہ العنبر یہ فی مولد خیر البریہ کے ص ۷/ پہ لکھا کہ ولادت شریفہ مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر روز دوشنبہ شب دوازدہم (۱۲) ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی، جمہور علما کا یہی قول ہے، اس سے ابن جوزی نے اتفاق کیا ہے۔

حوالہ نمبر۱۱: مشہور دیوبندی عالم مفتی محمد شفیع نے سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۸/ پہ لکھا۔ ۱۲/ربیع الاول کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم رونق افزائے عالم ہوئے۔

ان تمام علماء نے بشمول دیوبندی اور غیر مقلد وہابی اہل حدیث کے سب نے یہ لکھا کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۱۲/ربیع الاول شریف کو ہوئی لیکن دیوبندی مولوی قاری طیب قاسمی نے دعویٰ کیا کہ اگر کوئی ثابت کردے تو چوراہے پر اس کی گردن ماردے۔ سوال یہ ہے کہ ثابت تو بہت پہلے سے علما کرتے آئے اور لکھتے رہے لیکن تو نے جو یہ کہا کہ چوراہے پہ گردن ماردے تو کوئی مسلمان کیوں تیرے ناپاک خون سے اپنے کو نجس کرے، ہاں! تو کسی گندی نالی میں ڈوب کر مرجا اس لیے کہ تیرے جیسوں کا مرجانا ہی بہتر ہے کیوں کہ تیرا ناپاک وجود مسلمانوں کے لیے کرونا سے زیادہ مصیبت ہے۔

وہابی مولوی نے دعویٰ کیا کہ حضور نے کبھی اپنا میلاد نہیں منایا معاذ اللہ اس نے برتھ ڈے کا لفظ استعمال کیا۔ اللہ ان وہابیوں کو ہلاک کرے، آدمی وہابی اس وقت ہوتا ہے جب بے حیائی، ڈھٹائی اور گستاخی میں آخری درجے پر پہنچ جاتا ہے، کوئی باحیا، باادب آدمی وہابی دیوبندی نہیں ہوتا، دیکھیے اس فرقۂ خبیثہ کے گروگھنٹال مولوی رشید احمد گنگوہی نے حضور کے میلاد کو کنہیا کے جنم دن سے تشبیہ دیا اور جب اس ناپاک مثال پر علمائے حق نے اعتراض کیا تو بجائے غلطی مان کر توبہ کرنے کے خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے ایک کتاب چھپی جس کا نام البراھین القاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ رکھا اس کے ص ۳۵۶/ پہ اپنی گستاخی کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی، اللہ ان خبیث نجدیوں سے بچائے۔ آمین

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

وہابی مولوی کہتا ہے کہ حضور نے کبھی اپنا میلاد نہیں منایا، ارے اندھے کو دن میں سورج نہ دکھے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے، اپنے اندھے پن کا علاج کرا۔

حدیث سے میلاد منانے کا ثبوت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن روزہ رکھتے، صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ پیر کو آپ روزہ کیوں رکھتے ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسی دن میں پیدا کیا گیا اور اسی دن مجھ پر وحی کا آغاز ہوا جیسا کہ حدیث پاک میں ہیں: عن ابی قتادۃ قال سُئِلَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنین فقال فیہ وُلِدتُ وفیہ اُنْزِلَ علیّ رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۹) [بحوالہ معمولات اہل سنت ص ۶۴/ از مفتی گل رحمن قادری]

دیوبندی جماعت کے لیڈر مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب میں سرخی لگائی ''ذکر شریف کی مشروعیت اور مطبوعیت'' اس کے تحت لکھا۔ آیت ورفعنا لک ذکرک پہلی روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں، لوگوں نے عرض کیا، آپ رسول ہیں، آپ نے فرمایا میں رسول تو ہوں ہی

مگر دوسرے فضائل حسبی ونسبی بھی رکھتا ہوں، چنانچہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے خلق کو (جو کہ جن وغیرہ کو بھی شامل ہے) پیدا کیا اور مجھ کو ان کے بہترین (یعنی انسان) میں سے کیا، پھر ان (انسانوں) کو دو فرقے (عجم وعرب) بنائے اور مجھ کو بہترین فرقہ یعنی عرب میں کیا، پھر ان عرب کو مختلف قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ قریش میں بنایا پھر اُن (قریش) کو کئی خاندان بنائے اور مجھ کو بہترین خاندان (بنی ہاشم) میں کیا، پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب میں افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں۔ (ترمذی، مشکوۃ)

اس کے بعد تھانوی صاحب لکھتے ہیں، یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے اپنے فضائل کا ذکر برسر منبر فرمایا۔
(نشر الطیب ص ۱۷۹/۱۸۰)

اب بتائیے طیب قاسمی نقشہ بندی صاحب تھانوی صاحب کو کیا کہئے گا؟ جو بات تھانوی صاحب کتاب میں لکھیں اس کو اگر سنی اپنے جلسوں میں پڑھیں تو آپ سنیوں پہ غلط ہونے کا الزام لگاتے ہو اور اپنے مولوی صاحب کے لیے منہ بند کر لیتے ہو، اگر ہمت ہے تو تھانوی پر فتویٰ لگاؤ۔

بہر حال میلاد، سلام ہر زمانے میں مسلمان کرتے رہے ہیں، اگر وہابی دیوبندی چڑھتے ہیں تو چڑھنا ان کا حق ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح وشام
جان کافر پر قیامت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کا عادت کیجئے

جس کو حضور سے محبت ہوگی وہ حضور کا میلاد بھی پڑھے گا سلام بھی پڑھیگا اور جلوس بھی نکالے گا۔

وہابیوں کے مذہب میں میلاد، سلام، قیام، نیاز فاتحہ بدعت اور حرام ہے، اس ملعون فرقے کے یہاں فاتحہ کی بریانی، مرغا، محرم کی سبیل اور شب برأت کا حلوہ ناجائز ہے لیکن دیوبند کے مفتی مولانا رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا۔ اوجھڑی یعنی آنت اور اس کو جگری بھی کہتے ہیں کہ پیٹ میں ہوتی ہے اور اس میں پیشاب وگوبر رہتا ہے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ دیوبندی مفتی کا جواب لاجواب اوجھڑی کھانی درست ہے۔فقط
(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۲)

سوال کرنے والے کو دیوبندیوں کے ذوق وشوق کا علم رہا ہوگا جب ہی اس نے سوال میں یہ بھی ذکر کیا کہ آنت میں گوبر اور پیشاب رہتا ہے تب بھی دیوبندی مفتی نے کہا کہ کھانا درست ہے، ظاہر ہے جب گوبر اور پیشاب والی انتڑی کھائیں گے تو گیارہویں کی بریانی اور محرم کی سبیل اور مرغا کہاں ہضم ہوگا؟

انہیں مفتی صاحب سے سوال ہوا کہ جہاں مشہور کوّا کھانے والے کو لوگ بُرا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوّا کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب! تو مفتی دیوبند نے جواب دیا ثواب ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۹۷)

ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ و حاکم کو اگر کھیلیں، پوریاں یا کوئی تحفہ بھیجیں تو اس کا لینا اور کھانا درست ہے کہ نہیں جواب دیا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۷۵)

اسی لیے کسی نے کہا تھا اور صحیح کہا تھا:

فاتحہ ہم نے دلایا تو بُرا مان گئے
رب سلّم جو پڑھایا تو بُرا مان گئے
عمر بھر شوق سے کھاتے رہے کالا کوّا
ہم نے مرغا جو پکایا تو بُرا مان گئے

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے والے دیوبندی اپنے گریبان میں جھانکیں ۱۳/ جولائی ۱۹۵۷ء کو صدر جمہوریہ ہند کو دار العلوم دیوبند والوں نے دعوت دیکر بلایا، صدر جمہوریہ صبح ۸/ بجے دیوبند پہنچے تو دیوبندی مولویوں نے کھڑے ہوکر صدر کا استقبال بھی کیا اور کھڑے ہوکر قومی ترانہ پڑھا، صدر جمہوریہ نے ایک ہزار روپیہ دیا، جھنڈیاں لگائی گئیں، ہار

پہنائے گئے، ہفتہ دس دن پہلے سے تیاری کی گئی۔

(باطل فرقے برطانیہ کے سائے میں دوم ص ۸۵۰ / از علامہ عبدالحکیم شرف قادری)

بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ماہ ستمبر ۱۹۵۷ء

ماہنامہ تجلی اگست ستمبر ۱۹۵۷ء

ظاہر ہے صدر جمہوریہ جو مسلمان نہیں مشرک تھا، اس کے لیے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، ہار پہنانا، جھنڈیاں لگانا سب جائز ٹھہرا اس وہابی مذہب میں۔

اتر پردیش کے شہر کانپور، محمود آباد ضلع سیتاپور، لکھنؤ اور کراچی جیسے شہروں میں وہابی کہیں جلوس محمدی، کہیں جلوس مدح صحابہ نکالتے ہیں، ان میں ہزاروں لوگ شامل ہوتے ہیں، جھنڈے بھی ہوتے ہیں، بینر بھی، شربت اور چائے بھی پلائی جاتی ہے، نعرے بھی لگتے ہیں آخر دیوبندی دھرم کیا ہے؟ جس کو ناجائز وحرام، شرک وبدعت کہتے ہو اسی کو خود کرتے ہو شرم نہیں آتی، اللہ اس مکار، فریبی فتنہ وہابیہ نجدیہ دیوبندیہ سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

میلاد تمہارے منانے کی بات نہیں بلکہ توفیق کی بات ہے اللہ جس سے چاہتا ہے اپنے محبوب کا ذکر کرا لیتا ہے۔

وہابی مولوی کا دعویٰ ہے کہ میلاد نہ منانے کی وجہ سے ان کو کافر کہا جاتا ہے حالانکہ اہل سنت وہابیوں کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں خدا ورسول کی توہین لکھی ہے رہا ان کا میلاد وسلام نہ منانا تو یہ تو پیدائشی محروم ہیں ان کے منہ سے حضور کا ذکر پاک خدا کو پسند نہیں۔

□□□

ص ۳۰ / کا بقیہ..........

استاد کے حکم پہ سب کچھ قربان کر کے مختصر سی تنخواہ پہ قناعت فرماتے رہے، مزاج میں حد درجہ توکل واستغناء پایا تھا، طبیعت میں نفاست کوٹ کوٹ کر بھری تھی، عربی، فارسی اور اردو ہر سہ زبان میں آپ کو حد درجہ مہارت حاصل تھی۔ علم وادب کی دنیا میں حضرت قمر نعمانی کی معرکہ آرائیاں اہل علم سے مخفی نہیں اس دور کی بڑی عظیم علمی وادبی ہستیوں سے ان کی معرکہ آرائیاں علم و ادب کی دنیا میں آج بھی یاد کی جاتی ہیں، ان معرکہ آرائیوں میں حضرت قمر نعمانی حسب ضرورت آپ کی طرف متوجہ ہوتے اور آپ ان کی علمی وفکری رہنمائی فرماتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ان معرکہ آرائیوں میں علم وادب کے بڑے بڑے ماہرین فن ان کے سامنے چاروں خانے چت نظر آتے۔ عربی، فارسی اور اردو ان تین زبانوں میں تو آپ درجۂ سند پہ فائز تھے اور ان زبانوں میں آپ کی ماہرانہ، فنکارانہ قدرت کے عکوس ونقوش آپ کی شاعری میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

فخر بہار حضرت علامہ محمد میاں کامل سہسرامی کے سانحۂ ارتحال پہ آپ نے جو عربی زبان میں تعزیتی اشعار پیش فرمائے ہیں وہ اہل نظر کی لیے یقیناً خاصے کی چیز ہیں۔

مات منطیق فصیح کامل
ذوالفواضل والفضائل والکمال
اعنی مولانا محمد کامل
فی الخطابات و فی شرح المقال
مات وقت العصر فی کلکتة
کان ذا یوم الاحد یوم الوصال
فی الربیع الثاني مات فجاة
کان فی خمس و عشرین ارتحال
قل ضیاء فی هجره بعد الممات
یخلد في الخلد تاریخ الوصال

اپنے رفیق مجاہد ملت حضرت علامہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی علیہ الرحمۃ کے عرس چہلم میں بھدرک اڑیسہ گئے واپسی میں جمشید پور میں قیام کے ارادے سے بذریعہ آٹو رکشہ گولموری جا رہے تھے کہ راہ میں آٹو پلٹ جانے کے سبب حرکت قلب بند ہو گئے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔

۱۴/ جمادی الآخرۃ ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۸/ اپریل ۱۹۸۱ھ میں آپ کا وصال درج ہے۔

دارحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

□□□

چھبیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں،صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲؍ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰؍ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی چھبیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

ملفوظات

گزشتہ سے پیوستہ

۱۵؍ اگست ۲۰۱۰ء، مدینہ منورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض... ۱: اگر کسی کی عشا کی نماز کی جماعت چھوٹ جائے تو کیا وہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟

ارشاد...: نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے عشا کے وہ وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور جس نے فرض عشا کے جماعت سے نہیں پڑھے وہ وتر تنہا پڑھے۔

عرض... ۲: فسق اور فجور کی تعریف فرمائیں؟

ارشاد...: قرآن کریم کی اصطلاح میں اور احادیث مبارکہ کی اصطلاح میں فسق وفجور کے اطلاقات عام ہیں کافر، فاسق اور مبتدع سب کو اس کا مفہوم عام ہے اور بہت جگہوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفر پر بھی فسق کا اطلاق فرمایا ہے اور احادیث میں بھی فجور کا اطلاق کفر پر آیا ہے۔ اب عرف غالب میں فسق وفجور عملی معصیت کو اعتقادی معصیت کے علاوہ جو بدعملی ہے اسی کو فسق کہتے ہیں، عرف غالب میں اب اس کا استعمال کفر کے مقابل جو دوسرے گناہ ہیں ان پر ان کے ساتھ اس کا استعمال خاص ہوگیا ہے۔

عرض... ۳: کیا روزے میں سر میں تیل اور عطر لگا سکتے ہیں؟

ارشاد...: لگا سکتے ہیں۔

عرض... ۴: مسجد میں جب نعت خواں نعت بقیہ ص ۳۳؍ پر

محدث سہسرامی! شخص و عکس

از: مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی*



علم وعلما کے فضائل وخصائص کے تناظر میں

علم اورعلما کے فضائل ومناقب میں کثرت سے آیات و آثار محفوظ ہیں جن کے مطالعے سے ان کی قدر ومنزلت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، ان میں سے کچھ کا ذکر بطور تمہید ہم یہاں کریں گے۔

ایک مقام پہ علمائے کرام کو خیر کثیر سے نوازنے کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتا ہے ”یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ (البقرۃ۲۶۹:)

ترجمہ: وہ عطا فرماتا ہے حکمت (علم) جسے چاہتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی تو یقیناً اسے بہت بھلائی دی گئی۔“

ایک مقام پہ علمائے عظام کی فضیلت شان میں قرآن مقدس یوں ناطق ہے ”یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات“۔ (المجادلہ ۱۱:)

ترجمہ: تم میں سے جو ایمان لے آئے اور جن کو علم دیا گیا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمادے گا۔ ایک مقام پہ علمائے ذی وقار کے تفوق و برتری پہ بارگاہ خداوندی سے یوں مہر ثبت فرمائی جا رہی ہے۔ ”قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب“ (الزمر ۹:)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! آپ پوچھئے کہ کیا کبھی برابر ہوسکتے ہیں علم والے اور جاہل؟ البتہ صرف عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جو فضیلت و برتری فرشتوں پہ حاصل ہے اس کی وجہ بھی قرآن مقدس میں جو بیان فرمائی گئی وہ علم ہی ہے ”وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبئونی باسماء ھؤلاء ان کنتم صادقین“ (البقرۃ ۳۱:)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا پھر فرمایا تم مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت اس کی تسبیح وتقدیس بیان کرنا ہی مخلوقات میں فضیلت کا معیار ہے، لیکن قرآن مقدس نے ان کے ان خیالات کا رد فرماتے ہوئے یہ واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان اس لیے خلیفۃ اللہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ علم کی نعمتوں سے سرفراز ہے جس کا مقابلہ فرشتے نہیں کرسکتے۔

فضائل ومناقب کی ان روشن وتابناک شہادتوں کے پس منظر میں علمائے دین وفضلائے متین کے مقام ومراتب بخوبی سمجھے جاسکتے ہیں۔ لیکن ان ناقابل تردید حقائق کے باوصف یہ بھی ایک تلخ صداقت ہے کہ آج علمائے دین کا طبقہ اسلامی معاشرے میں سب سے مظلوم ترین طبقہ بن کر رہ گیا ہے۔ جب کہ دوسری جانب یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج اسلامی معاشرے میں علم وفکر کا جو چراغ روشن نظر آرہا ہے، اسلامی تہذیب وتمدن کے جو آثار روشن ہیں اور اقدار اسلامی کے جو روشن نقوش ہمارے شب وروز میں نمایاں ہیں ان میں اسی مظلوم ترین طبقے کی خدمات کا بھرپور اور مکمل عمل دخل ہے۔ مدارس اسلامیہ جن کے بطون سے اسلامی تہذیب وثقافت کے آبشار پھوٹتے ہیں وہ بھی انہی علمائے ربانیین کے مرہون منت ہیں۔ آج اسلامی درسگاہیں تاج محل میں تو تبدیل ہوچکی ہیں لیکن ماضی کی قدیم، بوسیدہ اور خستہ عمارتوں کے برابر تو کیا ان کے پاسنگ میں بھی نہیں ہیں، آج علم کا شور تو ملے گا علمی شعور وآگہی کیلئے نگاہیں ترس کررہ گئی ہیں، تعلیم وتعلم میں مصروف طلبہ کا وہ نورانی قافلہ رخصت ہوچکا ہے جو محنت، لگن، یکسوئی اور سب سے بڑھ کر اخلاص وللّٰہیت کا چراغ جلا کر علم کا نور کشید کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ آج مدارس اسلامیہ سے سند یافتہ علماء وفضلاء کی

* مضمون نگار دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام بہار کے ناظم اعلیٰ اور معروف اہل قلم ہیں۔

جوکھیپ تیار ہورہی ہے وہ اسلامی معاشرے میں اپنے قرار واقعی مقام ومناصب کے حصول میں ناکام ونامراد نظرآتی ہے۔ اخلاص کے جس سوتے سے خدمت خلق، اشاعت دین تبلیغ اسلام کے پاکیزہ جذبات کے جو آبشار پھوٹتے تھے۔صد افسوس! کہ وہ اب رفتہ رفتہ خشک ہوتے چلے جارہے ہیں،نتیجہ معلوم کہ وہ آج مسلم معاشرے کی راہبری وراہنمائی اور قائدانہ صلاحیتوں سے خود کومحروم پاتے ہیں۔

ماضی کی تاریخ پہ آپ ایک نظر ڈالیں گے تو ان علمائے کرام کی روشن وتابناک خدمات سے تاریخ کے اوراق کی چمک دمک قائم نظر آئے گی۔وہ فاقہ مستی کے عالم میں علم کے نور سے اپنے قلب و قالب روشن کر کے نکلتے تو ان کے جاننے ماننے والوں کا جغرافیہ وطن کی حدوں سے تجاوز کرتے ہوئے بیرون وطن تک پہنچ جاتا اور وہ اپنی روشن وتابناک خدمات سے تاریخ کے صفحات میں انمٹ نقش ونگار چھوڑ جاتے اور تاریخ کے ہیرو قرار پاتے،شعور وآگہی کی خیرات تقسیم کرنے پر اتر آئے تو علاقے کے علاقے دین اور اقدار دین سے منور وتابناک ہوجاتے۔

مدارس اسلامیہ کی ٹوٹی چٹائی، بوسیدہ عمارتوں اور خام دیواروں نے مسلم معاشرے کو بہترین علماء، فضلاء، اعلیٰ دماغ مفکر ومدبر، بہترین سیاستداں، بےنظیر حکمراں، بےمثال مصنف پیدا کر کے مسلم سماج کو ایک بہترین انسانی سماج کی تشکیل کے عملی مرحلے سے گزار دیا،لیکن آج پوری دنیا میں مدارس کے جال بن دیے گئے ہیں، حسین عمارتوں اور مادی آسائشوں سے مدارس کا رشتہ بحال کر دیا گیا ہے لیکن نتائج کے اعتبار سے جب ہم مدارس کے تاریخ ساز کردار کی روئیداد مرتب کرنے بیٹھتے ہیں تو ہمیں بہت مایوسی کے ساتھ یہ تحریر کرنا پڑتا ہے۔

وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پہ تھے
روشنی لائی ہے منزل سے بہت دور ہمیں

اہل علم حضرات نے بھی علم دین کی قدر و قیمت کا صحیح و درست اندازہ نہیں فرمایا اور ان عزت مآب حضرات نے طمع دنیا کے بازار میں معمولی درہم و دینار کے عوض اس غیر معمولی شئ کی سودے بازی کردی اور پھر علم وعلماء کی ناقدری کی تصویر میں رنگ بھرا جانے لگا اور عزت ووقار سب کچھ خاک میں ملتا نظر آنے لگا۔

حرص وآز کی گرم بازاری نے علم وعلما کی قدر گھٹا دی حضرت سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے اس ناقدری کا سبب بیان فرماتے ہوئے کہا:”عن سفیان ان عمر بن الخطاب قال لکعب من ارباب العلم قال الذین یعملون بما یعلمون قال فمااخرج العلم من قلوب العلماء قال الطمع“

ترجمہ: حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اربابِ علم کون ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ جوعلم کے مطابق عمل کرتے ہیں پھر دریافت فرمایا کہ کس چیز نے علماء کے دلوں سے علم کے انوار نکال دیے؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ لالچ۔

علمائے کرام کو وارث الانبیاء کے منصب پہ فائز ہونے کے سبب مسلم معاشرے میں جومقام قدرومنزلت ملنا چاہیے طمع و لالچ اس راہ میں بڑی رکاوٹ بن کر کھڑا ہوگیا۔جن علماء نے حرص وآز کے بازار میں اپنے علم کا سودا کر دیا وہ سماج میں اپنا قرار واقعی مقام کھو چکے ہیں، ایک مقام پہ ایسے حریص وطماع علماء کے تعلق سے آقائے کونین ﷺ ارشاد فرما چکے ہیں۔

”عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انا اناسا من امتی سیتفقھون فی الدین ویقرؤن القرآن یقولون ناتي الامراء فنصیب من دنیاھم ونعتزلھم بدیننا ولا یکون ذلك کما یجتنی من القتاد الی الشوك كذلك لا یجتنی من قربھم الا قال محمد بن الصباح کانه یعنی الخطایا“

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ تفقہ فی الدین اور علوم قرآنی حاصل کر کے

کہیں گے کہ ہم امراء کی صحبت حاصل کرکے ان کے ذریعے دنیا تک رسائی حاصل کریں گے اور اپنے دین کو محفوظ رکھیں گے لیکن ایسا ممکن نہ ہوگا کیونکہ خاردار درخت سے کانٹا ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اسی طرح ان کے قرب سے کانٹے ہی ملیں گے، حضرت محمد بن صباح نے فرمایا کہ وہ اس سے گناہ مراد لیتے تھے۔ دنیا داروں کی قربت میں علم اور علماء کی ناقدری کی سیاہ تاریخ مرتب کردی، لیکن دین دار، دین پسند، متوکل علی اللہ تعالیٰ اور شان استغناء و بے نیازی کے ساتھ زندگی گذارنے والے علماء کا ایک طبقہ ہر دور میں اس خاکدان گیتی میں جلوہ فرما رہا ہے اور صبح قیامت تک رہے گا، انہی علمائے ربانیین کی فہرست کا ایک بہت معتبر اور قابل قدر نام ہے محدث سہسرام حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء الحسن ضیاء سہسرامی قدس سرہٗ العزیز کا۔

محدث سہسرام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ضیاء الحسن ضیاء سہسرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے ممتاز عالم دین، جامع معقولات و منقولات نکتہ شناس فقیہ و محدث مسلم بزرگ اور عارف باللہ تھے۔ آپ کی مکمل زندگی تقوی و پرہیز گاری سے عبارت نظر آتی ہے، حیات کا سارا منظر نامہ سادگی کا عکس و آئینہ تھا، علم و عمل کے خوشگوار سائے میں زندگی کے شب و روز تمام ہوئے، آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۲۱ھ میں سہسرام کے محلہ منڈی کشور خان میں ہوئی، تعلیم و تربیت کے ابتدائی مراحل تو گھر پہ ہی والد ماجد حضرت مولانا الحاج حافظ محمد حسن علیہ الرحمہ کی آغوش شفقت میں طے پائے، متوسطات تک کی تعلیم دارالعلوم خیریہ نظامیہ کے خوشگوار علمی ماحول میں حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد فرخند علی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ العزیز کی نگرانی میں ہوئی، اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے استاذ الاساتذہ حضرت علامہ الشاہ مفتی عبد الکافی الہ آبادی قدس سرہٗ القوی کی خدمت میں مدرسہ سبحانیہ تشریف لے گئے جو اس وقت علوم مشرقیات کے حصول کے متمنی طلبہ کے لیے مرکز کشش بنا ہوا تھا، آپ نے وہاں تحصیل علم کے مراحل محنت و لگن سے پورے کرکے ۱۳۴۷ھ میں سند فضیلت حاصل کی۔

آپ کا علمی ذوق و شوق ملاحظہ فرماتے ہوئے مرشد برحق استاد گرامی حضرت علامہ محمد عبد الکافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو تدریسی خدمات کے لئے مدرسہ سبحانیہ میں مدرس کی حیثیت سے رکھ لیا، چند ماہ بعد مدرسہ رحمانیہ رائے بریلی میں مسند صدارت کی زیب بخشی کے لیے تشریف لے گئے پھر وہاں سے راندیر سورت کے مدرسہ اشرفیہ میں مسند صدارت کی زینت بخشی کے لیے گئے، لیکن طلب علم دین کا ذوق و شوق اپنے بھرپور تموج کے ساتھ تھا جو ہر لمحہ اور ہر پل تشنگی کے اظہار کے ساتھ ”ھل من مزید“ کا نعرہ لگا رہا تھا۔

چنانچہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے فلکیات اور معقولات کی اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کی لیے جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری دی۔ فراغت کے بعد پانچ سال تک معقولات، علم الفلسفہ، علم الہیئت، علم الفلکیات کی منتہی کتابوں کا باقاعدہ درس لیا، ان علوم کی تحصیل میں ماہر علوم و فنون حضرت علامہ معین الدین اجمیری اور ماہر علم الہیئت و الفلسفہ حضرت مولانا غلام یحییٰ ہزاروی بطور خاص ہیں۔ تحصیل علم کے سفر کا آخری پڑاؤ استاذ علم و فن حضرت علامہ محمد معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری ہے جو اس وقت دارالعلوم حنفیہ صوفیہ میں اپنے علمی فیوض و برکات کی برکھا برسات برسا رہے تھے وہاں پہنچ کر آپ نے اکتساب علم و فن کے ساتھ ساتھ تدریسی خدمات کی انجام دہی بھی فرمائی۔

اپنے استاد محترم حضرت علامہ فرخند علی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پہ ۱۳۴۸ھ میں دارالعلوم خیریہ نظامیہ میں مدرس دوم کی حیثیت سے مقرر ہوئے اور پھر مادر علمی کی فلاح و بہبود تعمیر و ترقی کے لیے اپنی پوری حیات وقف فرما دی، بانئ خیریہ کے وصال کے بعد مسند صدارت کی شہ نشینی آپ کے سپرد ہوئی اور تا حیات آپ اس پہ اپنی علمی بوقلمونیوں کی ساتھ جلوہ بار رہے۔ اس درمیان مختلف مقامات سے اونچی اور معیاری پیشکش کے ساتھ آپ کی خدمت میں درخواستیں آتی رہیں، لیکن بقیہ ص ۲۶ / پر

شرعی کونسل آف انڈیا

بریلی شریف کے

اٹھارہواں سالانہ

فقہی سیمینار

منعقدہ

۲۰-۲۱-۲۲/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۵-۶-۷ مارچ ۲۰۲۱ء

کی ایک تفصیلی رپورٹ

از: مولانا محمد شکیل بریلوی *

شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف کا اٹھارہواں سالانہ فقہی سیمینار

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرکز اہل سنت بریلی شریف تیرہویں صدی کے نصف آخر سے ہی اہل سنت وجماعت کا محور ومرجع رہا ہے اور ملک کے طول وعرض سے عوام وخواص سبھی مسائل دینیہ وشرعیہ میں رہنمائی اور حل مشکلات کے لئے اس کی طرف رجوع کرتے رہے ہیں، بحمدہ تعالیٰ اس وقت سے لے کر آج تک یہ سلسلہ زرّیں بدستور جاری ہے، مولانا رضا علی خاں قادری بریلوی، رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خاں قادری بریلوی، امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی، مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی، تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدست اسرارہم یہ وہ عظیم المرتبت شخصیات ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور میں ملت بیضا کو درپیش لاینحل مسائل کی گتھیاں سلجھا کر راہ حق کی رہنمائی کی ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے عرصہ تک تنہا ہی اس کار عظیم کو بحسن وخوبی انجام دیا مگر جب علالت دامن گیر ہوئی تو آپ نے اس عظیم فریضے کی انجام دہی کے لئے اکابرین وعلما کے باہمی مشورے سے ایک تنظیم بنام ''شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف'' مورخہ ۷؍جمادی الآخرۃ ۱۴۲۴ھ، مطابق ۸؍اگست ۲۰۰۳ء کو تشکیل دی جس کی سرپرستی خود حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمائی اور نظامت کے فرائض باتفاق اکابرین وعلمائے کرام شہزادۂ والا تبار حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی دام ظلہ کے سپرد کئے گئے تا کہ اس کے ذریعہ ملک وملت کے مقتدر علما ومفتیان کرام مسائل لاینحل کا بحث وتمحیص کے بعد متفقہ طور پر حل پیش کر کے ملت کی رہنمائی کریں۔

تنظیم کے قیام کے بعد نو پید مسائل کا متفقہ حل تلاش کر کے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے پہلا فقہی سیمینار مورخہ ۱۶-۱۷؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ، مطابق ۲-۳؍ستمبر ۲۰۰۴ء کو منعقد ہوا جس میں ملک کی عبقری شخصیات علما ومشائخ نے شرکت کی اور مکمل بحث وتمحیص کے بعد مسائل پیچاں کا حل پیش کیا، اس کے بعد سے تا ہنوز ہر سال یہ فقہی سیمینار مرکز اہل سنت بریلی شریف کی عظیم دینی درس گاہ جامعۃ الرضا وملک کے مختلف شہروں میں منعقد ہوتا رہا ہے مختلف موضوعات پر اب تک سترہ کامیاب فقہی سیمینار کا انعقاد کر کے شرعی کونسل امت مسلمہ کی رہنمائی کر چکی ہے، ۱۱؍فقہی سیمینار کے مسائل اور ان کے جوابات بنام ''فیصلہ جات شرعی کونسل آف انڈیا'' طبع ہو چکے ہیں، باقی سیمینار کے مسائل اور ان کے جوابات بھی بہت جلد طبع ہونے والے ہیں۔

اٹھارہواں سالانہ فقہی سیمینار ایک بار پھر ملک کی مایہ ناز درس گاہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں مورخہ ۲۰-۲۱-۲۲؍رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۵-۶-۷؍مارچ ۲۰۲۱ء ممتاز الفقہاء حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی دام ظلہ کی سرپرستی اور قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی دام ظلہ کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوا جس میں ملک کے مختلف مقامات سے مفتیان عظام وعلمائے کرام نے شرکت کی۔

اس سیمینار کے موضوعات مندرجہ ذیل تھے

(۱) لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جمعہ وعیدین کی صحت اور اذن عام کے تحقق کا مسئلہ

(۲) حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت

سالانہ فقہی سیمینار

* مضمون نگار جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے پرنسپل ہیں۔

(۳) سابقہ سیمینار کے مابقیہ سوالات

پہلی نشست کا آغاز حضرت علامہ مفتی عسجد رضا قادری دام ظلہ کی صدارت اور حضرت مولانا مفتی شمشاد احمد مصباحی گھوسی کی نظامت میں مورخہ ۵؍مارچ ۲۰۲۱ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب تلاوت قرآن کریم اور نعت رسول مقبول سے ہوا۔ صدر اجلاس نے ایک جامع اور وقیع خطبہ صدارت پیش فرمایا اور خطبہ استقبالیہ پیش کرنے کی ذمہ داری داماد شہزادہ تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی عاشق حسین صاحب نے نبھائی، پھر پہلے موضوع ''لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جمعہ وعیدین کی صحت اور اذن عام کے تحقق کا مسئلہ'' پر علما ومفتیان کرام کے مابین بحث ومباحثہ ہوا، نصف شب میں مجلس نہایت کامیابی کے ساتھ انجام کو پہنچی۔

دوسری نشست کا آغاز بروز ہفتہ حضور ممتاز الفقہا کی صدارت اور حضرت مفتی قاضی شہید عالم صاحب کی نظامت میں حسب دستور سابق تلاوت قرآن کریم ونعت رسول مقبول سے ہوا، بعدہ موضوع اول پر ہی بحث ومباحثہ ہوا اور باتفاق مندوبین کرام موضوع اول کے جمیع سوالات کا حل طے ہوا، دوپہر میں مجلس اختتام کو پہنچی۔

تیسری مجلس کا آغاز بروز ہفتہ ہی حضرت علامہ مفتی بہاء المصطفیٰ صاحب قادری کی صدارت اور حضرت مفتی اختر حسین علیمی صاحب کی نظامت میں بعد نماز مغرب حسب دستور سابق ہوا، اور موضوع دوم۔ حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت۔ پر علمائے کرام ومفتیان عظام نے بیش قیمتی گفتگو فرما کر اس موضوع کے تحت درج مسائل کا حل پیش فرمایا یہ مجلس بھی اپنی تمام تر کامیابیوں کے ساتھ انجام کو پہنچی۔

چوتھی نشست کا آغاز بروز اتوار صبح کے وقت حضرت علامہ مفتی شفیق احمد شریفی کی صدارت اور حضرت مولانا مفتی رفیق عالم صاحب کی نظامت میں ہوا اور اس نشست میں گزشتہ سیمیناروں میں جواب سے تشنہ رہ جانے والے سوالات پر مندوبین کرام کے مابین طویل بحث ومباحثہ ہوا اور بحمدہ تعالیٰ ان کا بھی حل حضرات مندوبین کرام نے پیش فرمایا اور دوپہر کے وقت یہ نشست بھی کامیابیوں سے ہمکنار ہوکر اختتام پذیر ہوئی۔

پانچویں اور آخری نشست کا آغاز حضرت سید گلزار میاں اسمٰعیلی واسطی مسولی شریف کی صدارت اور حضرت مفتی انور نظامی صاحب کی نظامت میں بروز اتوار بعد نماز مغرب ہوا جس میں طے شدہ جوابات کو سنایا گیا، مندوبین کرام نے تاثرات پیش کئے اور شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کو مفید مشوروں سے نوازا، بعدہ جانشین صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ امجدی اور جانشین تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں قادری دام ظلہما کی دعاؤوں پر صلاۃ وسلام کے ساتھ یہ اٹھارہواں سالانہ فقہی سیمینار کامیابیوں کے جملہ مراحل طے کرکے انجام پذیر ہوا۔ ▢▢▢

ص ۲۷؍کا بقیہ..

ہے تو لوگ اس پر روپوں اور نوٹوں کی بارش کرتے ہیں کیا ایسا کرنے سے مسجد کا احترام برقرار رہے گا؟

ارشاد...: مسجد کا محض اس وجہ سے کہ لوگ نعت خواں پر روپے وغیرہ کی بارش کرتے ہیں اس وجہ سے مسجد کی بے حرمتی یا اس کا احترام جانا یہ سمجھ میں نہیں آتا البتہ اس کے ساتھ اگر شور وشغب ہو آوازیں بلند ہوں تو یہ ضرور مسجد کے احترام کے خلاف ہے البتہ نعت پاک کے دوران یہ مناسب نہیں ہے کہ لوگ نوٹوں کی بارش کریں اور اس میں عجیب عجیب طریقے لوگوں نے نکالے ہیں میں نے یہ دیکھا کہ نعت خواں نے نعت شروع کی اور ایک شخص نے اپنے پاس سے روپے نکالے اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ میں دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ میں اس طریقے سے چین بنا کر اور بیچ میں جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان کا حلقہ توڑ کر لوگ آتے ہیں اور اس سے نعت کی کیفیت میں بھی خلل واقع ہوتا ہے اور نعت کے سننے میں سامعین کے لئے بھی خلل واقع ہوتا ہے اگر خدمت ہی کرنا ہے نعت خواں کی تو یہ ہوسکتا ہے کہ روپے نکال کر الگ رکھ دیں یا جب وہ نعت پڑھ لے اس کو نذرانہ دے دیں، یہ نامناسب ہے جس طریقے سے آج یہ رواج چل پڑا ہے اور مسجد میں جب ہوگا تو اس کے ساتھ کچھ بے طوریاں اور شور وشغب اس وجہ سے یہ مسجد کے احترام کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے۔....... جاری ▢▢

سالانہ فقہی سیمینار

از: مفتی عاشق حسین کشمیری *



خطبۂ استقبالیہ



سالانہ فقہی سیمینار

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

حضرات علمائے کرام ومفتیان عظام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج کا دن ہمارے لئے مسرت وشادمانی کا دن ہے کیونکہ آج شہزادۂ صدر الشریعہ ممتاز الفقہا محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ قادری رضوی امجدی دامت برکاتہم العالیہ وشہزادہ وجانشین تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کی سرپرستی و قیادت میں شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا فقہی سیمینار عالمی شہرت یافتہ مرکزی درسگاہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کے علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں منعقد ہو رہا ہے، اس سیمینار میں آپ کی تشریف آوری پر ہم آپ کا تہ دل سے استقبال کرتے ہیں اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ہمیں ایک بار پھر خدمت کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

محترم حضرات! شرعی کونسل آف انڈیا آپ کو اپنی ذمہ داری اور فرائض منصبی کا احساس دلاتے ہوئے سال میں ایک مرتبہ زحمت دیتی ہے اور جدید ومختلف فیہ مسائل کی عقدہ کشائی اور انہیں متفقہ شکل وصورت دینے کے لئے، ارباب علم وتحقیق و صاحبان افتا کی مقدس ومتبرک جماعت کو یکجا اکٹھا کرتی ہے تاکہ ملت اسلامیہ کو انتشار وافتراق سے بچایا جاسکے۔

آپ سبھی حضرات جانتے ہیں کہ آج کورونا وائرس کی مہاماری اور لاک ڈاؤن کو ایک سال ہونے جارہا ہے، اس ایک سال کے دوران بہت سارے مسائل جن میں نماز جمعہ وعیدین میں اذن عام کا مسئلہ، صفوں کے درمیان سماجی دوری کے ساتھ نماز پڑھنے کا مسئلہ اور منہ پر ماسک لگا کر نماز پڑھنے اور طواف کرنے کا مسئلہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، نے جنم لے کر علمائے کرام کو اپنی طرف متوجہ کیا اور علمائے کرام نے اپنے اپنے فہم کے مطابق ان کا حل پیش کیا، اختلاف جوابات کی وجہ سے بہت سارے سیدھے سادے لوگ الجھن کا شکار ہو گئے، ان کی پریشانی دیکھ کر ان نوپید مسائل کا محتاط اور متفقہ شرعی حل پیش کرنے کے لئے شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف نے اپنے سالانہ سیمینار میں ان کو موضوع سخن بنانے کا فیصلہ کیا اور سوالنامے تیار کرا کے آپ حضرات کی بارگاہ میں ارسال کیا، آپ نے بھی بڑی محنت اور جانفشانی سے ان کے جوابات پر مبنی مقالات قلم بند فرمائے۔

محترم حضرات! شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے جن عنوانات پر مشتمل سوالنامے آپ حضرات کی بارگاہ میں ارسال کیے گئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جمعہ وعیدین کی صحت اور اذن عام کے تحقق کا مسئلہ

(۲) حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت

(۳) سابقہ سیمینار کے مابقیہ سوالات

آج کی محفل سعید وتقریب پُر تنویر میں ان کے مختلف گوشوں پر بحث وتمحیص اور غور وخوض کے بعد ان کا حل سامنے لانا ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ حسب روایات سابقہ، اس بار بھی آپ حضرات فقیہانہ انداز میں زیر غور مسائل کے جواز وعدم جواز کے متعلق اپنے افکار ونظریات کو زیور دلائل و براہین سے آراستہ و مزین فرمائیں گے اور شرعی کونسل آف انڈیا کے جملہ ارکان پُر امید ہیں کہ آپ مندوبین کرام ومفتیان عظام بقیہ ص ۲۰ / پر

* خطبۂ نگار جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے معاون ناظم تعلیمات ہیں۔

از: جانشین حضور تاج الشریعہ*



خطبۂ صدارت



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ سیدنا محمد وآلہ الصفوۃ وصحبہ القدوۃ ومن حذا حذوھم ونحیٰ نحوھم فاتخذھم اسوۃ۔

معززعلمائے دین ومفتیان شرع متین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رب ذوالمنن کا بے پناہ شکرواحسان ہے کہ اس نے اپنے حبیب پاک علیہ التحیۃ والثناء کے صدقے اس حیات مستعار میں ہمیں پھر ایک بار وہ فرحت بخش موقع میسر فرمایا جس میں آج ہم اور آپ شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف کے زیر اہتمام مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں سترہ کامیاب فقہی سیمیناروں کے بعد اٹھارہویں سالانہ فقہی سیمینار میں حاضر ہیں۔ یہ فقیر بے مایہ آپ حضرات کی تشریف آوری پر صمیم قلب سے آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور ممنون ومشکور ہے اس بات پر کہ آپ حضرات نے اپنی گونا گوں مصروفیات ماضی قریب سے لیکر تادم تحریر عالمی بالخصوص ملکی قیامت خیز حالات کے باوجود فکرآخرت کرتے ہوئے امت مسلمہ کے درپیش مسائل کی گتھی سلجھانے کے لئے اپنی اہم ذمہ داری سمجھ کرشرعی کونسل آف انڈیا کی دعوت پر وقت نکالا اور سفر کی کلفتیں اور صعوبتیں برداشت کر کے شہر رضا میں قدم رنجہ فرمایا، رب کریم آپ کی عنایتوں کو دوام بخشے اور بار بار ایسے مسرت بخش مواقع نصیب فرمائے۔

سالہائے گزشتہ میں شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے جملہ سیمیناروں میں بعنوان خطبۂ صدارت حضور والد گرامی کے گراں قدر قلبی تأثرات واحساسات کو کلمات تبریک وتحسین و کلمات نصیحت کے طور پر بالواسطہ یا بلاواسطہ سنا جاتا رہا۔ حضور والد گرامی کے وہ کلمات تبریک ونصیحت شرعی کونسل آف انڈیا کے قیام سے لے کر اس سیمینار تک ہر ایک سیمینار میں مشعل راہ کا کام کرتے رہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

حضرات مفتیان کرام! اس اٹھارہویں فقہی سیمینار کے لئے آپ حضرات کی بارگاہ میں دو عنوانات پر مشتمل سوالنامے شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے ارسال کئے گئے اور تیسرے عنوان کے تحت گزشتہ سیمیناروں میں جو سوالات حل ہونے سے رہ گئے ان کو رکھا گیا ہے موجودہ سیمینار کے سوالنامے ''ضرورت ایجاد کی ماں ہے'' کے سچے ترجمان ہیں، لاک ڈاؤن کے حالات میں حکومتی بندشوں نے عوام اہل سنت کے ساتھ علما و خواص کو بھی سخت آزمائش میں مبتلا کر دیا، خصوصاً مساجد میں حاضری سے جب روکا گیا تو عبادات کی صحت و عدم صحت سے متعلق مسائل پیچاں رونما ہوئے، جمعہ وعیدین کی شرط صحت کا مسئلہ درپیش ہوا، مساجد اور نمازیوں کو سینیٹائز کرنے، حالت نماز میں ماسک پہننے، دوران جماعت نمازیوں کے مابین فاصلہ چھوڑنے وغیرہ متعدد مسائل کا حل تلاش کرنا علما کی اہم ذمہ داریوں میں رہا۔

عوام نے حکم شرع جاننے اور ادائیگی کی سبیل تلاشنے کے لئے علما کرام کی طرف رجوع کیا مگر افسوس جن حالات میں عوام اہل سنت کو شریعت کی روشنی میں کوئی متفق علیہ حل مہیا کرایا جاتا ہر خورد و کلاں ان مسائل کو اپنی فہم کے کمال پر کامل وثوق کرتے ہوئے حل کر کے اپنے پیش کردہ حل کو ہی عین موافق شرع بتانے پر زور دینے لگا، نتیجہ میں عوام خلجان میں مبتلا ہو گئے، اراکین شرعی کونسل آف انڈیا نے دوران لاک ڈاؤن پیش آنے والے

سالانہ فقہی سیمینار

ان اہم مسائل کو اس سال کے سیمینار کے عناوین مقرر کر کے امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کی طرف بر وقت قدم اٹھایا ہے اس کے لئے اراکین شرعی کونسل آف انڈیا بھی قابل صد مبارک باد ہیں۔

ہر عنوان پر تلخیص مقالات سے عیاں ہے کہ بعض حضرات نے دونوں عنوان پر اور بعض حضرات نے ایک عنوان سے متعلق جوابات پر مشتمل اپنی نگارشات ارسال فرمائیں۔ جہاں پیشگی نگارشات ارسال فرمانے والے اصحاب فکر وقلم اس سیمینار میں شرکت فرما رہے ہیں، وہیں کچھ ایسی اہم اور مؤثر شخصیات بھی جلوہ فرما ہو کر ہمارے فکر وقلوب کو جلا بخش رہی ہیں جن کی تحقیقات کے بیش بہا جواہر ہمارے لئے قول فیصل کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم صمیم قلب سے سبھی حضرات کی نوازشات کا شکریہ ادا کرتے ہیں، رب کریم ان حضرات کے مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور خزینۂ غیب سے اجر جزیل عطا فرمائے۔

گزشتہ سیمیناروں میں ہم اور آپ دیکھتے آئے ہیں کہ مقالات میں اختلاف آراء نمایاں رہتا ہے جس سے ابتداءً یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید کسی ایک حتمی رائے پر سب کا اتفاق نہ ہو پائے مگر بیشتر مسائل میں یہی ہوا کہ بحث وتمحیص کے بعد ایک رائے پر بڑی نیک دلی کے ساتھ حضرات مندوبین کرام کا اتفاق ہو گیا جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہمارے علمائے کرام کا مطمح نظر یہ نہیں ہوتا کہ حق ہمارے ہی ساتھ ہے اور ہم نے جو لکھ دیا یا جو کہہ دیا وہی تسلیم کیا جائے، بلکہ ان کا نیک مقصد یہ رہتا ہے کہ دلائل کی روشنی میں جو صائب الرائے ہے حق اسی کے ساتھ ہے اور اسی کو قبول کیا جائے چاہے پہلے سے ہماری رائے اور فکر جو رہی ہو۔ رب کریم ہم سب کا سینہ جستجوئے حق اور قبول حق کے لئے بدستور کشادہ ہی رکھے اور مزید خوبی عطا فرمائے، آمین۔

اس اٹھارہویں فقہی سیمینار کے لئے جن عنوانات پر مشتمل سوالنامے آپ حضرات کی بارگاہ میں ارسال کئے گئے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جمعہ وعیدین کی صحت اور اذن عام کے تحقق کا مسئلہ

(۲) حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت

(۳) سابقہ سیمینار کے مابقیہ سوالات

شرعی کونسل آف انڈیا کے سابقہ سیمیناروں کی شان رہی ہے کہ مسائل کا حل پیش کر کے امت مسلمہ کو لائحہ عمل دیا گیا ہے، لہٰذا مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ آپ حضرات بفیض اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان سابقہ مسائل ہی کی طرح اپنے فکر وتدبر پر مزید اضافے کے ساتھ امت مسلمہ کے اقتصادی، معاشی اور معاشرتی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اصول شرع کی روشنی میں اپنے اسلاف کی اتباع کرتے ہوئے ان مسائل کے جوابات پر نہایت ہی نیک نیتی سے رائے قائم کریں گے اور شرعی کونسل آف انڈیا کے سر کامیابی کا سہرا باندھیں گے۔

میں ایک بار پھر شرعی کونسل آف انڈیا کے اس اٹھارہویں فقہی سیمینار میں آپ حضرات کی تشریف آوری پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں اور مبارکباد پیش کرتا ہوں، ساتھ ہی دعا جو ہوں کہ اللہ عزوجل اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کے صدقے میں آپ حضرات کو کامیابیوں سے ہمکنار کرے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

□□□

ص ۴۷ کا بقیہ...

تو اس کے کیا شرائط ہونگے اور بر بنائے ضرورت و مجبوری ''اذن عام'' کی شرط کے تحقق کے بغیر بھی صحت جمعہ وعیدین کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۶) لاک ڈاؤن جیسے حالات میں اگر حکام صفوں میں فاصلہ رکھنے اور ہر دو نمازی کے درمیان فرجہ چھوڑنے پر مجبور کریں اور ان کا حکم نہ ماننے کی صورت میں کیس، مقدمہ کا ڈر ہو یا عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو تو کیا ان حالات میں صفوں میں فاصلہ رکھنے اور فرجہ چھوڑنے کی اجازت ہوگی اور نماز بلا کراہت ہو جائے گی؟

□□□

سالانہ فقہی سیمینار

سوال نامہ: لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جمعہ وعیدین کی صحت اور اذن عام کے تحقق کا مسئلہ

از: شمشاد احمد مصباحی*

پہلے زمانے میں ہیضہ، طاعون اور چیچک جیسے وبائی امراض کی دہشت لوگوں کے دلوں پر بیٹھی رہتی، جس علاقے اور جس خطے میں یہ وبائی امراض رونما ہوجاتے، دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں ہزاروں انسان لقمۂ اجل بن جاتے، مگر ۳۱ دسمبر ۲۰۱۹ء میں چین کے شہر ووہان میں ایک ایسے وائرس کا انکشاف ہوا جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، بڑی بڑی حکومتیں اس کے سامنے بے بس نظر آئیں، کئی لاکھ انسان مر گئے اور کروڑوں انسان اس سے متأثر ہوئے، عالمی ادارۂ صحت نے اس وائرس کو (Covid-19) کا نام دیا، جسے عرف عام میں کورونا وائرس کہا جاتا ہے، ۲۵ر جنوری ۲۰۲۰ء کو چین کے ۱۳ر شہروں میں ایمرجنسی لگادی گئی، اور چند ہی ہفتوں میں یہ وائرس یورپ سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں پھیل گیا، دنیا کی حکومتیں اس وائرس سے بچاؤ کی تدبیروں میں جٹ گئیں اور سوائے لاک ڈاؤن اور سماجی دوری کے بچاؤ کی کوئی تدبیر نظر نہ آئی، اس لئے دنیا کی بیشتر حکومتوں نے لاک ڈاؤن کا فارمولہ اختیار کیا، جس سے دنیا کا سارا نظام ٹھپ ہو کر رہ گیا۔

۲۷ر جنوری ۲۰۲۰ء کو کیرالا کے تھریسر (thrissur) شہر میں ایک ۲۰ر سالہ لڑکی اس وائرس کی زد میں آئی اور یہ ہندوستان میں کورونا کا پہلا کیس تھا، اس کے بعد ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں جیسے دہلی، ممبئی، چنئی، پنجاب وغیرہ میں کئی کیس سامنے آئے قبل اسکے کہ حکومت کچھ کر پاتی یہ وائرس تیزی کے ساتھ پورے ملک میں پھیل گیا، چونکہ اس سے پہلے اٹلی، ایران، امریکہ، برطانیہ، اور چین میں ہزاروں انسان ہلاک ہو چکے تھے، اس وائرس سے بچنے کے لیے نہ کوئی دوا تھی نہ کوئی ٹیکہ، اس لیے دنیا کی حکومتوں نے وائرس کو روکنے کی خاطر ایک انسان کو دوسرے انسان سے دور رکھنے کے لیے لاک ڈاؤن کا فارمولہ وضع کیا اور اس کا سختی سے نفاذ کیا گیا، لاک ڈاؤن کا اصل مقصد تو یہی تھا کہ ایک انسان کو دوسرے کے ساتھ اختلاط سے روکا جائے تاکہ وائرس کا پھیلاؤ کم سے کم رہے اسی کے پیش نظر دنیا کی حکومتوں نے فلائٹوں اور ٹرینوں کی آمد و رفت، تجارت گاہوں اور عبادت گاہوں پر بھی پابندی عائد کردی، ہندوستان میں عبادت گاہوں پر اگرچہ مکمل طور پر پابندی عائد نہ کی گئی، گنتی کے چند لوگوں کے ساتھ مسجدوں میں نماز قائم کرنے کی اجازت دی گئی مگر اس میں بھی چند ایسی پابندیاں نافذ کی گئیں جن سے جمعہ وعیدین کی اقامت، اذن عام کے تحقق اور صفوں کے اتصال سے متعلق چند مسائل پیدا ہو گئے، عوام نے علما سے ان کا شرعی حل جاننا چاہا تو علما نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق جواب دیا مگر جواب مختلف ہونے کے سبب امت میں اور انتشار پیدا ہو گیا اور نمازوں کی صحت وعدم صحت سے متعلق بحثوں کا ایک لا متناہی سلسلہ جاری ہو گیا، اس لئے ضروری ہوا کہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سیمینار میں ان مسائل پر کھل کر بحث ہو جائے اور ایک متفقہ فیصلہ قوم کے سامنے آجائے، ہندوستان میں لاک ڈاؤن کے زمانے میں کورونا وائرس سے بچنے کے لیے پورے ملک میں دفعہ ۱۴۴ر نافذ کر دیا گیا، پھر ۲۲ر مارچ ۲۰۲۰ء کو ایک دن کے لئے جنتا کرفیو نافذ کیا گیا اور ۲۴ر مارچ ۲۰۲۰ء تا ۱۴ر اپریل ۲۰۲۰ء مکمل لاک ڈاؤن کے پہلے مرحلے کا اعلان ہوا، پانچ آدمیوں کے ساتھ نماز و جماعت کی اجازت دی گئی مگر کہیں کہیں مسجدوں میں زیادہ نمازی ہونے کے سبب پولیس نے نمازیوں پر سختی کی اور کہیں کہیں ڈنڈا بھی برسایا اور بعض جگہوں پر مسجدوں میں تالے بھی ڈال دیے گئے اور کچھ علاقوں میں نمازیوں کی گرفتاری کی خبریں بھی آئیں چونکہ جمعہ کی

* مقالہ نگار جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو کے استاد ہیں۔

نمازوں میں بکثرت نمازی ہوتے ہیں اور عام نمازیوں کو روکنا بھی ایک مشکل کام ہے اس لیے بعض مسجدوں میں گنتی کے چند نمازیوں کو مسجد کے اندر لے کر عام نمازیوں کو روکنے کے لیے مسجدوں کے دروازے اندر سے بند کر دیے گئے چوں کہ جمعہ کی صحت کے لئے اذن عام شرط ہے اور اذن عام کا معنی یہ ہے کہ ان تمام لوگوں کو جن کا جمعہ صحیح ہوتا ہے بوقت جمعہ مسجد میں آنے سے نہ روکا جائے اس لیے یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ چند نمازیوں کے سوا عام نمازیوں کو جو روکا جا رہا ہے چاہے دروازۂ مسجد بند کر کے یا اعلان عام کے ذریعہ یا آدمیوں کو کھڑا کر کے تو اس صورت میں ''اذن عام'' باقی رہے گا یا ختم ہو جائے گا، جمعہ کی نماز صحیح ہوگی یا صحیح نہ ہوگی؟

اس موقع پر عام علمائے کرام اور مفتیان عظام نے یہی مسئلہ بتایا کہ جن چند لوگوں کو جمعہ پڑھنے کی اجازت مل رہی ہے وہ جماعت کے ساتھ جمعہ پڑھیں اور وقت جمعہ مسجد کا دروازہ کھلا رکھیں یا کم از کم اندر سے کنڈی نہ لگائیں، مقیمین جمعہ وقت جمعہ کسی کو منع نہ کریں تو اس صورت میں جمعہ صحیح ہو جائے گا، پولس یا حکام کا روکنا مانع اذن عام نہیں۔ کیوں کہ جمعہ قائم کرنے والے کم از کم چار افراد ہوں ایک امام اور تین مقتدی اور ان کی طرف سے اذن عام ہو تو جمعہ صحیح ہو جائے گا اور باقی افراد جن کو حکام کی طرف سے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں ملی وہ معذور ہیں ان سے جمعہ و جماعت ساقط ہے، نماز جمعہ کے بعد وہ اپنے اپنے گھروں میں تنہا تنہا ظہر پڑھ لیں۔ حتی کہ مبارکپور سے بھی یہی فتویٰ دیا گیا چنانچہ وہاں کے مفتی صاحب ۲۵/مارچ ۲۰۲۰ء کو اپنے جاری کردہ فتویٰ میں رقم طراز ہیں ''اس صورت میں جتنے لوگوں کو جمعہ اور جماعت میں شرکت کی اجازت ہو اتنے لوگ جمعہ اور جماعت قائم کر کے مساجد آباد رکھیں، اذانیں بھی پابندی سے جاری رکھیں، خطبہ اور نماز جمعہ کے وقت مسجدوں کے دروازے کھلے رہیں یا کم از کم اندر سے کنڈی نہ لگائیں کہ مقیمین جمعہ کی طرف سے اذن عام حاصل رہے، باقی لوگ اپنے اپنے گھروں میں جمعہ کے بدلے ظہر تنہا تنہا پڑھیں''۔

یہاں تک سب کچھ ٹھیک ٹھاک رہا چوں کہ سارے مفتیوں نے ایک جیسا جواب دیا مگر چار ہی دن بعد انہیں مفتی صاحب نے ۳۰/مارچ ۲۰۲۰ء والے فتوے میں پہلے فتویٰ کے برخلاف یہ تحریر فرما دیا کہ ''اگر یہ محسوس کریں کہ دروازہ بند رکھنا چاہئے ورنہ دقت آسکتی ہے تو دفع ضرر کے مقصد سے دروازہ بند رکھ سکتے ہیں جیسا کہ دفع فتنہ وضرر کے لیے بند رکھنے کی اجازت ہے''۔

دروازۂ مسجد بند کر کے صحت جمعہ کی اجازت والے فتوے نے پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں ایک نئے اختلاف کو جنم دے دیا چونکہ معاملہ نماز جیسی اہم عبادت کی صحت وعدم صحت سے متعلق تھا اس لیے ضروری ہوا کہ اس مسئلے سے متعلق سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کیا جائے اور فقہائے احناف کے اصولوں اور ارشادات کی روشنی میں قوم کی صحیح رہنمائی کی جائے، چنانچہ حضور محدث کبیر کے حکم سے فقیر راقم الحروف نے بھی ایک فتویٰ مرتب کیا جس کا خلاصہ یہ ہے ''ہم مسلمانوں کو حکومت کے انتظامی احکام کو عمل میں لانا ضروری ہے، مخالفت کر کے اپنی عزت کو خطرے میں نہ ڈالیں اور نمازوں کے سلسلے میں خود کو اتنا ہی مکلف سمجھیں جتنا آپ کی وسعت میں ہے، ارشاد رب جلیل ہے'' **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا**'' اس لیے اہل شہر میں سے جن پر حکومتی عملہ کا خوف غالب ہو ان پر جمعہ فرض نہیں درمختار میں ہے ''**وشرط لا فتراضھا تسعة تختص بھا**'' انہیں میں سے ایک شرط یہ بھی ذکر کی گئی۔ **وعدم خوف**' علامہ شامی اس کے تحت فرماتے ہیں۔ **ای من سلطان الخ**۔'' یعنی سلطان کا خوف نہ ہو۔ اگر حاکم کا خوف ہو تو جمعہ ہی فرض نہیں ایسے لوگ بجائے جمعہ کے اپنے گھروں میں تنہا تنہا نماز ظہر ادا کریں اور باقی گنے چنے لوگ جتنی تعداد حکام طے کر دیں مسجد میں باجماعت جمعہ ادا کریں، ان کا جمعہ صحیح ہو جائے گا جبکہ مقیمان جمعہ وقت جمعہ مسجد کا دروازہ کھلا رکھیں یا کم از کم اندر سے کنڈی نہ لگائیں اور نہ ہی مسجد میں آنے سے کسی کو روکیں، نہ روکنے پر کسی کو مامور کریں، ایسی صورت میں اگر پولیس کی طرف سے رکاوٹ آئے تو یہ اذن

عام کے منافی نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

اس فتوے کی تائید وتصدیق حضور محدث کبیر نے ان الفاظ میں فرمائی اس فتویٰ سے پہلے ایک فتویٰ نظر سے گزرا جس میں اذن عام کے منافی عمل کو بھی اذن عام مان لیا گیا اور مسجد کا دروازہ بند کر کے نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دی گئی جو خلاف شرع ہے، جس سے پرہیز لازم ہے میں حضرت مولانا مفتی شمشاد احمد مصباحی صاحب کے فتویٰ کی تصدیق کرتا ہوں اور اسی پر مسلمانوں کو عمل کی تاکید کرتا ہوں، فھٰذا الجواب صحیح وھو تعالیٰ اعلم۔

اذن عام کی شرط کی حیثیت

صحت جمعہ کے لئے اذن عام کی شرط کوئی معمولی شرط نہیں جس کو نظر انداز کر کے جواز کا فتویٰ دے دیا جائے اس شرط کو عام متون میں جو کہ نقل مذہب کے لیے وضع کے گئے ہیں قائم رکھا گیا ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ''**قلت و عدم الذکر لیس ذکر العدم ولا ریب فی العمل بروایۃ النوادر فیما لم تخالف ظاھر الروایۃ فلذا جزمت بہ المتون مع وضعھا لنقل المذھب**'' (جد الممتار ج ۲: ص ۴۰۰:) بلکہ خود علامہ شامی نے اسکا اعتراف کیا اور فرمایا'' **و مشیٔ علیہ فی الکنزو الوقایۃ والنقایۃ و الملتقیٰ و کثیر من المعتبرات۔**'' شاید اسی لئے چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں کسی فقیہ نے دروازۂ مسجد بند کر کے صحت جمعہ کی اجازت دی ہو۔ اور جن مفتیوں نے کورونا وائرس سے بچنے کی غرض سے دروازۂ مسجد بند کر کے صحت جمعہ کی اجازت دی انہوں نے بھی کوئی جزئیہ پیش نہیں کیا بلکہ دروازۂ قلعہ بند کرنے کی صورت میں صحت جمعہ کی اجازت والا جزئیہ پیش کیا؛ ان کے استدلال کا ماحصل درجہ ذیل ہے:

''اذن عام کا مطلب یہ ہے کہ ہر نمازی کو مسجد میں آنے کی اجازت؛ حالانکہ عورتوں کو اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے اور موذی کو اندیشۂ ایذا کی وجہ سے مسجد آنے کی ممانعت ہے تو جیسے اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے عورتوں کو اور اندیشۂ ایذا کی وجہ سے موذی کو ممانعت۔ اذن عام'' پر اثر انداز نہیں اور جمعہ صحیح ہوتا ہے ویسے ہی وائرس کے اندیشہ وضرر کی وجہ سے عام انسانی برادری کو قرب واختلاط سے ممانعت بھی۔ اذن عام'' پر اثر انداز نہ ہوگی اور جمعہ صحیح ہوگا، درمختار میں ہے:

فلا یضر غلق باب القلعۃ لعدو او لعادۃ قدیمۃ ، لأن الاذن العام مقرر لاھلہ، و غلقہ لمنع العدو لا المصلی، نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانھر معزیا لشرح عیون المذاھب۔ اھ۔ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار، ج ۱ ص ۶۰۱ / باب الجمعہ) ترجمہ: کسی دشمن کی وجہ سے یا قدیم تعامل کی وجہ سے قلعہ کا گیٹ بند کر دینا اذن عام میں مضر نہیں ہے اسلئے کہ اذن عام اہل شہر کے لیے ثابت ہے اور گیٹ بند کرنا دشمن کو رکنے لئے ہے، ہاں اگر گیٹ بند نہ کیا جائے تو اچھا ہوگا جیسا کہ مجمع الانھر میں شرح عیون المذاہب کے حوالے سے ہے۔

ردالمحتار میں ہے: ''**لا یضر اغلاقہ لمنع عدو أو لعادۃ کما مر**'' دشمن کو روکنے کے لئے یا قدیم تعامل کی وجہ سے حاکم کا قلعہ کا گیٹ بند کرانا اذن عام میں خلل انداز نہیں۔ طحطاوی۔
(ردالمحتار ج ۱: ص ۶۰۱:، باب الجمعہ)

مختصر یہ کہ ممانعت کی بنیاد نماز و جماعت نماز ہو تو یہ اذن عام کے منافی ہوگی اور اگر اس کی بنیاد فتنے کا اندیشہ یا دشمن سے ضرر کا اندیشہ ہو تو وہ اذن عام کے منافی نہ ہوگی، لہٰذا جمعہ صحیح ہوگا اور موجودہ حالات میں لاک ڈاؤن یا سماجی دوری کی بنیاد اندیشۂ ضرر ہے نماز و جماعت نماز نہیں ہے، لہٰذا باب مسجد بند ہونے کی صورت میں بھی نماز جمعہ صحیح و درست ہوگی، ہاں دروازہ کھولا رہے تو اچھا ہے۔ انتھیٰ لفظہ

اس مقام پر اذن عام کی بحث زیادہ اہم ہے اور یہ بھی کہ اذن عام کب باقی رہے گا اور کب ختم ہو جائے گا۔

کتب فقہ میں یہ بات مصرح ہے کہ دروازۂ مسجد بند کرنا منافی اذن عام ہے، کہیں کسی فقیہ نے یہ نہیں فرمایا کہ دروازۂ مسجد بند ہونے کی صورت میں بھی اذن عام باقی رہے گا، موذی کو ایذا کے سبب اور عورتوں کو فتنہ کے سبب ضرور روکا گیا مگر اسکے لئے بھی دروازۂ مسجد بند نہیں کیا گیا کیوں کہ دروازہ بند کرنا سب

نمازیوں کے حق میں مانع دخول مسجد ہوگا تو کورونا وائرس کے سبب دروازۂ مسجد بند ہونے کے باوجود اذن عام ماننا فقہی روش کے خلاف ہے۔فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اذن عام کہ صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لئے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو۔" (ج۳ص۲۶)

در المختار میں ہے: **الاذن العام وهو ان يفتح ابواب الجامع ويؤذن للناس حتى لو اجتمعت جماعة فى الجامع واغلقو الابواب وجمعوا لم يجز** (درمختار جلد ۳ص۲۶)

ردالمحتار میں ہے: **الاذن العام اى ان ياذن للناس اذنا عاما بان لا يمنع احدا ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذى تصلى فيه۔** (ج۳: ص۲۵:)

یہ عبارت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دروازۂ مسجد بند ہونے کی صورت میں اذن عام باقی نہ رہیگا تبیین الحقائق میں ہے: "**من شرط ادائها ان يأذن الامام للناس اذنا عاما حتى لو غلق باب قصره وصلى باصحابه لم يجز۔ وان فتح باب قصره واذن للناس بالدخول فيه يجوز۔**" (ج ۱۔ص ۵۳۵)

اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ صرف دروازۂ مسجد ہی نہیں بلکہ ہر محل نماز میں حتی کہ قصر شاہی میں بھی اذن عام کے لیے دروازہ کھلا ہونا صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اور صرف دروازہ کھلا ہونا کافی نہیں ہر ایسی رکاوٹ جس سے عام لوگ اس موضع نماز میں نہ داخل ہوسکیں اس کا منتفی ہونا ضروری ہے، اسی لئے اعلیٰ حضرت نے محیط سے نقل کرتے ہوئے فرمایا "**ان اجلس البوابين عليها ليمنعوا عن الدخول لم تجز هم الجمعة۔** (فتاویٰ رضویہ ج۳: ص۶۷۸:)

اور ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا "جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہے، جیل میں کوئی نہیں جاسکتا تو اس میں نماز جمعہ نا ممکن و باطل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳،ص ۷۲۴:)

یہ بھی واضح رہے کہ اذن عام مقیمین جمعہ کی طرف سے ہونا چاہئے۔درمختار میں ہے:

"**۔السادس۔الاذن العام من الامام و هو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين۔**" (درمختار جلد ۳ص۲۵)

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: "**فالمراد الاذن من مقيمها لما فى البرجندى من انه لو اغلق جماعة باب الجامع وصلوا فيه الجمعة لا يجوز**" (ردالمحتار جلد ۳:ص۲۵:)

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مقیمین جمعہ کی طرف سے دروازۂ مسجد بند کرنا یا کسی طور پر موضع نماز میں داخل ہونے سے روکنا مانع اذن عام ہوگا۔یہ بھی واضح رہے کہ "مطلق منع" اذن عام کے منافی نہیں" وہ منع اذن عام کے منافی ہے جو "منع عن الصلوٰۃ" ہو یعنی علت منع نفس نماز ہو یا اسکا لازم غیر منفک اس منع مخصوص کے سوا کوئی اور منع اذن عام میں مضر نہیں مجمع الانہر، درمختار میں ہے: "**فلا يضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة، لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا للمصلى**" (مجمع الانہر ج۱:ص۱۶۶:، درمختار ج:۳ص۲۵:)

فتح المعین میں ہے: **يشر الىٰ ان الجمعة بالقلعة صحيحة وان غلق بابها لان الاذن العام مقرر لاهلها و غلقه لمنع عدو او عادة قديمة لا للمصلى۔** (ج۱:ص۳۱۶:)

طحطاوی علی الدر میں ہے: "**فلا يضر منع نحو النساء لخوف الفتنة**"۔ (ج۱:ص۳۴۴:)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جد الممتار میں فرماتے ہیں:

"**ان المضر انما هو المنع عن الصلوٰة، و معناه ان تكون علة المنع هى الصلوٰة نفسها او لازمها الغير المنفک عنها کالمنع کراهة الازدحام و المنع للفتنة ليس کذالک فکان کمنع الموذى من دخول المساجد کما تقدم شرحا فان حقيقة المنع عن الايذاء لا عن ذكر الله تعالىٰ فى المساجد۔**" (ج۲ :ص۵۱۸ :۔۵۱۹)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: وہ شخص فی الواقع شریر و مفسد و موذی ہے کہ اس کے آنے سے اندیشۂ فتنہ ہے جب تو ایسی ممانعت بھی مانع صحت جمعہ نہ ہوگی کہ قادح اذن عام نماز سے روکنا ہے۔ (ج۳:ص۶۷۹:)

ان عبارات سے بعض محققین نے استدلال فرمایا کہ جس طرح خوف فتنہ کے سبب عورتوں کو روکنا، ایذا کے سبب موذی کو روکنا، اور دشمن کے خوف سے دروازۂ قلعہ بند کرنا اذن عام کے منافی نہیں اور جمعہ صحیح ہے اسی طرح کورونا وائرس کے سبب دروازۂ مسجد بند کرنا اذن عام کے منافی نہیں، جمہور علما نے اس استدلال کو رد فرمادیا اور دروازۂ مسجد بند کرنے کو اذن عام کے منافی مانا، اسکی چند وجہیں ہیں۔

اوّلا: اس جزئیہ میں دروازۂ قلعہ بند کرنے کا ذکر ہے دروازۂ مسجد نہیں، دروازۂ قلعہ بند کرنا مسجد یا موضع نماز میں نمازیوں کو داخل ہونے سے مانع نہیں جبکہ دروازۂ مسجد بند کرنا مسجد میں داخل ہونے سے مانع ہے، کیونکہ قلعہ اگرچہ خود مستقلاً شہر نہیں مگر ایک بہت بڑے علاقے پر مشتمل ہوتا ہے، اس میں کثیر آبادی ہوتی ہے، متعدد کوچے و بازار ہوتے ہیں، گولہ بارود کی فیکٹریاں ہوتی ہیں، وزیروں، فوجیوں، لونڈیوں، غلاموں وغیرھم کے رہنے کے مکانات ہوتے ہیں، گھوڑں کے لئے اصطبل ہوتے ہیں، اور بہت سے مسلم بادشاہوں کے قلعہ میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی محل نماز یا مسجد بھی ہوتی تھی، تو دروازۂ قلعہ بند کرنا مانع دخول مسجد نہیں۔

ثانیا: دروازۂ قلعہ بند کرنے سے اذن عام رہے گا اور قلعہ والوں کا جمعہ صحیح ہوگا یہ مسئلہ خود متفق علیہ نہیں، تو اسے نظیر میں پیش کرنا درست نہیں اس مقام پر فقہائے کرام کے تین موقف ہیں پہلا موقف جو عبارت کے ظاہر منطوق سے واضح ہے وہ یہ ہے کہ اذن عام قلعہ والوں کے لیے مقرر ہے۔

اسی لئے علامہ شامی نے ان فقہائے کرام کی ترجمانی کرتے ہوے "**الأذن العام مقرر لاهله**" میں اهله کی ضمیر مجرور کا مرجع قلعہ کو قرار دیا ہے اور اسے "حصن" کی تاویل میں لیا ہے تا کہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت رہے جب اذن عام قلعہ والوں کے لئے مقرر ہے تو محل نماز یا مسجد میں تمام اہل قلعہ داخل ہو سکتے ہیں قلعہ کا دروازہ بند کرنا ان کے لئے دخول عن موضع الصلوۃ سے مانع نہیں جب کہ مسجد کا دروازہ بند کرنا عام نمازیوں کو مسجد میں جانے سے مانع ہے۔

دوسرا موقف جس کے قائلین میں خود علامہ شامی بھی شامل ہیں وہ یہ ہے کہ صرف اہل قلعہ کے لیے اذن عام کافی نہیں شہر کے تمام افراد کے لیے اذن عام شرط ہے اس لئے فرمایا: "**الاحسن عود الضمير الى المصر المفهوم من المقام لانه لا يكفى الاذن لاهل القلعة فقط بل الشرط الاذن للجماعات كلها كما مر عن البدائع**" (ردالمحتار، ج ۳ ص ۲۵)

اور قلعہ کا دروازہ بند کرنے میں باہر والوں کے لیے منع لازم آتا تو یہ توجیہ فرمائی "**ان الأذن ههنا موجود قبل غلق الباب لكل من اراد الصلوٰة والذى يضر انما هو منع المصلين لا منع العدو**" (ردالمختار جلد ۳ ص ۲۶)

چونکہ اذن عام کا جو مقصد ہے وہ پورا ہو رہا ہے اندر باہر والے تمام نمازی جو جمعہ میں شریک ہونا چاہتے ہو جاتے اس لیے وقت جمعہ دروازۂ قلعہ بند کرنا ان فقہاء کے نزدیک مانع اذن عام قرار نہ پایا۔

لہٰذا یہاں قلعہ کا دروازہ بند کرنا نمازیوں کو روکنے کے لیے نہ ہوا بلکہ دشمن کو روکنے کے لیے ہوا اور مضر نمازیوں کو روکنا ہے نہ کہ دشمن کو روکنا جبکہ چند نمازیوں کو مسجد میں لے کر مسجد کا دروازہ بند کرنا عام نمازیوں کو روکنے کا باعث ہوگا اور کتب فقہ میں صراحت ہے کہ جنکا جمعہ صحیح ہوتا ہے ان میں سے کسی ایک فرد کو بھی روکنا مانع اذن عام ہے۔ جن فقہاء کے نزدیک اذن عام اہل قلعہ کے لئے مقرر ہے ان فقہاء کے نزدیک قلعہ کا دروازہ بند کرنا اذن عام کے منافی نہیں کہ جن افراد کے لئے اذن عام مقرر ہے ان میں سے کسی کو روکنا نہیں پایا گیا اور علامہ شامی وغیرہ فقہا کے نزدیک بھی جمعہ صحیح ہو گیا کہ باہر والے بھی تمام نمازی دروازہ بند ہونے سے پہلے آ گئے اور اذن عام کا مقصد پورا ہو گیا اور دشمن سے حفاظت بھی ہوگئی جبکہ مسجد کا دروازہ بند کرنا عام نمازیوں کو روکنے کا سبب ہے، لہٰذا باب قلعہ پر باب مسجد کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے شرح عیون المذاہب، مجمع الانہر، درمختار اور فتح

المعین کے حوالے سے جو عبارت نقل فرمائی یعنی ''الجمعة بالقلعة صحیحة و ان غلق بابها لان الاذن العام مقرر لاهلها'' (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۶۷۹) اسے برقرار رکھا بلکہ اس سے استدلال بھی فرمایا جس سے مترشح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی جمعہ صحیح ہے مگر اپنے دوسرے فتاویٰ میں اعلیٰ حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اسے بھی اس عبارت کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے پھر اعلیٰ حضرت کے موقف کا تعین کیا جائے۔

تیسرا موقف: چونکہ وقت جمعہ میں اذن عام شرط ہے جمعہ سے پہلے قلعہ کا دروازہ کھلا ہونا صحت جمعہ کے لیے کافی نہیں اسی وجہ سے بہت سے فقہائے کرام جیسے شیخ اسمٰعیل، علامہ عبد البر بن الشحنہ صاحب نہج النجاۃ وغیرہ نے قلعہ کے دروازہ بند رکھنے اور نمازیوں کے لیے دخول کی عام اجازت نہ ہونے پر عدم صحت جمعہ کے قول کو قول ظاہر قرار دیا۔

تیسرا موقف مجوزین کے لیے دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ ان کے موقف کے سراسر خلاف ہے اور پہلا اور دوسرا موقف بھی مجوزین کے لیے مفید نہیں کہ یہاں جو صورت حال ہے وہ درازۂ مسجد بند کرنے میں متحقق نہیں۔

ثالثًا: مسئلہ دائرہ میں عام نمازیوں کو کورونا وائرس کے سبب مسجد میں آنے سے روکنا موذی کو ایذا کے سبب اور عورتوں کو فتنہ کے سبب روکنے جیسا نہیں کیونکہ عورتوں کے فتنہ اور موذی کے ایذا کے تعلق سے جو فساد ہے وہ موجود یا مظنون بہ ظن غالب ہے جبکہ وائرس کا معاملہ موہوم محض ہے۔

رابعًا: جس طرح پانچ سے زیادہ افراد کے جمع ہونے میں وائرس کا خطرہ ہے وہی خطرہ پانچ کے بیچ میں بھی ہے تو پھر پانچ کے سوا باقی نمازیوں کو روکنا صرف اس لئے ہوا کہ مسجد میں بھیڑ بھاڑ نہ ہو اور یہی حکومت کے لاک ڈاؤن اور دفعہ (۱۴۴) کے نفاذ کا مقصد ہے جبکہ کراہت ازدحام سے روکنا بھی عین نماز سے روکنا ہے کہ وہ نماز کا لازم غیر منفک ہے'' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ جد الممتار میں رقم طراز ہیں ''و معناه ان تكون علة المنع هى الصلوٰة نفسها او لازمها الغير المنفک عنها کالمنع کراهة الازدهام'' (جلد ۲ ص ۴۰۱)

خامسًا: فتنہ کے سبب عورتوں کو روکنا اور ایذا کے سبب موذی کو روکنا یہ متعین افراد کو روکنا ہے جبکہ وائرس کے سبب عام نمازیوں کو روکنا غیر معین افراد کو روکنا ہے، اس لئے یہ قیاس درست نہیں۔

سادسًا: عہد صحابہ سے لے کر اب تک عورتوں اور موذیوں کو روکنے کیلئے کبھی مسجد کا دروازہ بند نہیں کیا گیا جب کہ انکو روکنے کا صراحۃً حکم موجود ہے اور یہاں وائرس کو روکنے کے لیے دروازہ بند کیا جا رہا ہے حالانکہ ان افراد میں کسی کا وائرس زدہ ہونا نہ متیقن نہ مظنون۔

سابعًا: اسلام کے چودہ سو سالہ تاریخ میں اسلامی ممالک اور مسلم آبادیوں میں ہزاروں مرتبہ طاعون اور ہیضہ کی بیماری آئی اور بحکم حدیث نقل مکانی ممنوع مگر اس کے باوجود کبھی کسی مجتہد یا فقیہ نے مسجد کا دروازہ بند کر کے جمعہ وعیدین کی اجازت نہیں دی۔

ثامنًا: غیر منقسم ہندوستان میں اور موجودہ ہندوستان میں سیکڑوں مرتبہ فسادات ہوئے اور جمعہ وغیرہ میں عام نمازیوں پر دشمنوں کے سخت حملہ کے خطرہ کے باوجود علما نے کبھی مسجد کا دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی تو کورونا وائرس جیسی وہمی بیماری کے سبب دروازۂ مسجد بند کر کے جمعہ پڑھنے کی اجازت کیونکر دی جا سکتی ہے؟

تاسعًا: بادشاہ اسلام اگر شہر کی مسجد میں جمعہ ادا کرے اور دشمن کے حملہ کا خوف ہو تب بھی باب مسجد بند کرنے کی اجازت نہیں ہاں! اسے حاضری مسجد سے رخصت ہوگی جبکہ قلعہ پر حملے کا خوف ہو تو باب قلعہ بند کرنے کی اجازت ہے، اس سے بھی دونوں میں فرق واضح ہو گیا، جمعہ وعیدین کے لیے ''اذن عام'' کی شرط کا لحاظ کس حد تک ضروری ہے۔؟

بعض سہولت پسند علما نے لاک ڈاؤن کے زمانے میں یہ نکتہ آفرینی کی کہ جمعہ وعیدین کی اقامت کے لیے اذن سلطان یا اسکے مامور کی اجازت شرط ہے مگر اذن سلطان یا اسکے مامور کی اجازت کا حصول متعذر ہو تو بر بنائے ضرورت ومجبوری عام لوگ

جسے امام مقرر کرلیں اسکے پیچھے بھی جمعہ وعیدین صحیح ہے۔

التجنیس والمزید، ذخیرہ، تاتارخانیہ میں ہے"ولو اجتمعت العامة علی ان یقدموا رجلا مع قیام واحد من ھولاء الذین ذکرنا من غیر امرہ لم یجز الا اذا لم یکن ثم قاض ولا خلیفة المیت فحینئذ جاز للضرورة ألا تری ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنه صلی بالناس یوم الجمعة و عثمان رضی اللہ تعالی عنه محصور لان الناس اجتمعوا علی علی رضی اللہ تعالی عنه۔" (التجنیس والمزید لصاحب الھدایہ، ج ۲ ص ۲۰۰)

قاضی خان، خلاصہ وغیرہا میں ہے: "لو اجتمعت العامة علی تقدیم رجل لم یامرہ القاضی ولا خلیفة المیت لم یجز ولم یکن جمعة وان لم یکن ثم قاض ولا خلیفة المیت فاجتمعت العامة علی تقدیم رجل جاز لمکان الضرورة۔ (خلاصة الفتاویٰ ج ۱: ص ۲۰۸ :) (فتاویٰ قاضی خان ج ۱: ص ۸۴:)

تو اسی طرح لاک ڈاؤن جیسی صورت حال میں جب کہ حکومت کی طرف سے چند نمازیوں کے سوا سب پر پابندی عائد ہو اور دروازہ کھول کر نماز پڑھنے میں مسجد میں کثیر نمازیوں کے آجانے کے سبب پولیس انتظامیہ کی طرف سے قانونی کاروائی کا خطرہ ہو تو خاص اس صورت میں اذن عام کی شرط کے تحقق کے بغیر دروازۂ مسجد بند کرنے کے باوجود بھی صحت جمعہ کا حکم ہونا چاہیے اور اس لیے بھی کہ اذن عام کی شرط مسائل اجتہادیہ سے ہے مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ میں سے کسی کے نزدیک بھی صحت جمعہ کے لیے اذن عام شرط نہیں بلکہ احناف کے یہاں بھی ظاہر الروایۃ میں کہیں اس کا ذکر نہیں، نوادر میں اگرچہ یہ شرط مذکور ہے مگر اس کے باوجود مختصر القدوری، ہدایہ، شرح مختصر للکرخی، تحفۃ الملوک للرازی، خزانۃ الفقہ للامام ابی اللیث السمرقندی، المختار للفتویٰ، مجمع البحرین لابن الساعاتی، وغیرھا درجنوں معتبرات میں اس شرط کا ذکر نہیں تو کیوں نہیں بربنائے ضرورت و مجبوری "اذن سلطان" کی شرط کی طرح "اذن عام" کی شرط کو بھی نظرانداز کردیا جائے اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ امور مسلمین کو حتی الامکان سداد وصحت پر محمول کیا جائے۔

فتاویٰ ابن الشلبی پھر منحۃ الخالق اور ردالمحتار وغیرہا میں ہے: "امور المسلمین محمولة علی السداد و مبناھا علی الصحة لا الفساد۔" (فتاویٰ ابن الشلبی ص ۹ / ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۴۱)

اور ظہیریہ میں ہے: "من فعل فعلا مجتھدا فیه او قلد مجتھدا فی فعل مجتھد فیه فلا عار ولا شناعة ولا انکار علیه" (عقد الجید ص ۲۶:)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: علمائے محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذا باللہ نوبت تابہ تضلیل و اکفار" (فتاویٰ رضویہ ج ۸: ص ۴۸۵)

ایک ہی مسجد میں متعدد جمعہ یا گھروں اور فلیٹوں میں جمعہ و عیدین کے قیام کا مسئلہ

جمعہ وعیدین کا مسئلہ عام نمازوں سے مختلف ہے، جمعہ اور عیدین کو ہر شخص قائم نہیں کرسکتا اور نہ بلاضرورت ایک مسجد میں تکرار جمعہ جائز۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "صحت جمعہ کیلئے صرف جواز تعدد ہی کافی نہیں ع ہزار نکتۂ باریک تر زمو اینجاست۔

پر ظاہر کہ کلام اسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہو لیا ورنہ مسجد واحد میں تعدد جمعہ کہاں اور دوسری مسجد میں اولیت کا کیا منشا تو ضرور ہے کہ پہلی نماز اسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامت جمعہ کا مالک تھا، اب یہ دوبارہ وہیں جمعہ پڑھانے والا دو حال سے خالی نہیں یا اس مالک اقامت کے اذن سے پڑھائے گا یا بے اذن، اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذن مالک نہیں مگر انابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامت شعار ہوچکی جمعۂ امروز میں انابت کے کوئی معنی نہیں کہ انابت تحصیل ناحاصل کے لیے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب و منیب ایک امر میں جمع ہوسکیں اور جمعۂ آئندہ کے لیے اذن جمعۂ امروزہ کا اذن نہیں تو شق ثانی ہی متعین ہوئی اور جمعہ میں غیر امام جمعہ کی امامت بے اذن امام جمعہ باطل ہے، نہ اس مسجد میں آج کے جمعہ کو امام کی ضرورت نہ معدودے چند عامۂ ناس ہیں ورنہ جمعہ سے بڑھ کر عیدین کبھی کسی شخص کو فوت نہ ہوں جبکہ اپنے ساتھ

ایک ہی پا سکے کہ انہیں نماز مل جانی ضرورت قرار پائے اوران میں ایک کا دوسرے کو امام عید مقرر کرلینا قائم مقام امامت سلطان اسلام ٹھہرے اور تمام مسائل کہ فوت جمعہ وعیدین پر مستبنی ہیں باطل ہوجائیں، تو حق یہ ہے کہ اس مسجد میں درکنار کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو خواہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ جمعہ نہیں پڑھ سکتے بلکہ ظہر تنہا تنہا پڑھیں۔ (ج ۳: ص ۶۹۰)

اسی میں ہے: ''جمعہ وعیدین وکسوف میں ہر شخص امامت نہیں کرسکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطان اسلام کا مقرر کردہ یا اسکا ماذون ہو ہاں! جہاں یہ نہ مل سکے تو بضرورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کرلیں صورت سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالیٰ عہدھا سے بحکم حاکم شرع وہاں جمعہ قائم اور امامت خاندان امام قدیم میں مستمر ودائم ہے تو امام خود ماذن من جانب السلطان ہے اس کے ہوتے بلا مجبوری شرع عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں لان الخیرۃ لھم انھا یکون عند الضرورۃ لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورۃ فلا خیرۃ یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اس میں مذہب وغیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہوجائے اور اس خاندان ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو، جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا، اس دوسرے شخص کی امامت صحیح نہ ہوئی، اس کے پیچھے نماز عید وجمعہ باطل ہوگی، وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہوگا اور اتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کرے گا، وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہوگا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا اور عیدین میں نماز عید باطل ہوگی، اس کا پڑھنا گناہ ہوگا، واجب عید سر پر رہ جائے گا۔ (ج ۳: ص ۷۰۷)

اسی میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے، آج کل جہال میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملی، کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہرا کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی اور اسکے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے، عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی پنجگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کرلی حالانکہ شرعا یہاں امام خاص اس طریق معین کا درکار ہے اسکے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں، تنویر الابصار میں ہے: ''یشترط لصحتھا السلطان او ماموره باقامتھا''

درمختار میں ہے: ''فی السراجیة :لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز۔الخ۔

ردالمحتار میں ہے: ''حاصله انه لا تصح اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطة او بدونها أما بدون ذلک فلا۔تنویر ودر میں ہے: (و نصب العامة) الخطیب (غیر معتبر مع وجود من ذکر) أما مع عدمهم فیجوز للضرورۃ انہیں کے باب العیدین میں ہے: (تجب صلاتهما علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها) (ج ۳: ص ۷۰۷۔۷۰۸)

اسی میں ہے: ''ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں وقد أخطاء بعض العصریین من لکھنؤ فی تجویز ذالک مغترا بجواز التعدد کما بیناه فی فتاوینا، جمعہ وعیدین کی امامت مثل نماز پنج گانہ نہیں کہ جسے چاہئے امام کر دیجئے بلکہ اس کے لیے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہۃ سلطان الاسلام ہو بلا واسطہ یا بالواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون الماذون کا ماذون ہو وھلم جرا بضرورۃ او بدونها ایضا علی اختلاف القیلین مع شرط المعلوم المبین فی کلمات العلماء الکرام یہاں تک کہ اگر بغیر اس کی اجازت کے دوسرا شخص امامت جمعہ کرے نماز نہ ہوگی۔سراجیہ میں ہے :لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدیٰ به من له ولایة الجمعة اھ

ہاں! جہاں ماذون سلطان نہ باقی ہو وہاں بضرورۃ اقامت شعار اجتماع مسلمین کو قائم مقام اذن سلطان قرار دیا ہے یعنی مسلمان متفق ہوکر جسے امام جمعہ مقرر کرلیں وہ مثل امام ماذون من السلطان ہوجائے گا، درمختار میں ہے :نصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امامع عدمهم فیجوز للضرورۃ اور شک نہیں کہ جو امر ضرورۃ جائز رکھا گیا وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کرسکتا، لما عرف من القاعدة المطردة الفقهية۔

اور مسجد واحد کیلئے وقت واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں تو جب پہلا امام معین جمعہ ہے دوسرا ضرور اسکی لیاقت سے دور و مہجور تو اسکے پیچھے نماز جمعہ باطل ومحذور۔ (ج ۳: ص ۷۰۸)

اسی میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ”صحت جمعہ کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اس کا مامور اقامت کرے یعنی سلطان خود یا اس کا ماذون خطبہ پڑھے، امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلاد ہندوستان میں کہ ہنوز دار الاسلام ہے وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت یعنی عام مسلمین جسے امام مقرر کرلیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۶۹۱)

مگر لاک ڈاؤن کے زمانے میں بہت سے شہروں سے یہ اطلاع آئی کہ چند لوگوں نے اپنے اپنے گھروں اور فلیٹوں میں بطور خود کسی کو امام مقرر کر کے جمعہ وعیدین کی نماز قائم کرلی بلکہ بعض شہروں میں ایک ہی مسجد میں متعدد بار بطور خود جمعہ قائم کرلیا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھ سکیں اور بعض مفتیوں نے مجبوری کا نام دیکر جواز وصحت کا حکم بھی جاری کر دیا جبکہ جمعہ وعیدین کے قیام کیلئے اذن سلطان یا اسکے مامور کی اجازت یا بوجہ مجبوری نصب عامہ کی شرط ضروری ہے، یوہیں اذن عام کی شرط بھی مفقود تھی اور اگر مقیمین جمعہ نے کسی کو منع نہ بھی کیا ہو تب بھی اذن عام کے لئے جب اعلان واشتہار ضروری ہے اور انہوں نے چپکے چپکے جمعہ قائم کیا تو اذن عام کی شرط نہ پائی گئی اور جمعہ صحیح نہ ہوا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں ”یا نمازیوں میں وہاں اقامت جمعہ مشہور نہ تھی بطور خود ان لوگوں نے پڑھ لی اور عام اطلاع نہ ہوئی اگرچہ کسی کو آنے سے ممانعت بھی نہ کی اگرچہ لوگوں نے اور مسجدوں میں پڑھی تو ان صورتوں میں انکی نماز نہ ہوئی، خلاصہ میں شرح جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے ”**من جملة ذالک الاذن العام یعنی الاداء علی سبیل الاشتھار**۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۷۵۵)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ”جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں، مکان میں بھی ہوسکتا ہے جبکہ شرائط جمعہ پائے جائیں اور اذن عام دے دیا جائے، لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو۔ کافی امام نسفی میں ہے۔ ”**السلطان اذا ارأد ان یصلی بحشمه فی داره فان فتح بابها و أذن للناس اذنا عاما جازت، وا**گر صورت یہ تھی وہ لوگ مصیب ہوئے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۷۵۵)

بعض علمانے اس موقع پر یہ رائے ظاہر کی کہ لاک ڈاؤن کے زمانے میں جبکہ حکومت کی طرف سے پانچ افراد کے سوا کسی کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں تو اب وہ مسجد بندش کی جگہ ہوگئی اور اسکا حکم مثل جیل کے ہو گیا، ایسی صورت میں مقیمین جمعہ اگرچہ اپنی طرف سے کسی کو منع نہ کریں بلکہ اپنی طرف سے اذن عام کا اظہار بھی کریں وہ لفظ بے معنی ہوگا۔ لہٰذا مسجد کا دروازہ کھول کر پڑھیں یا بند کر کے بہر صورت جمعہ صحیح نہ ہوگا اور ظہر پڑھنا فرض ہوگا اور اپنی تائید میں فتاویٰ رضویہ کی یہ عبارت پیش کی ”پر ظاہر کہ تحقق معنی اذن کے لیے اس مکان کا صالح اذن عام ہونا بھی ضرور، ورنہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر کے گھر میں جمع ہو کر باذان واعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عامہ دے دیں مگر بادشاہ، امیر کی طرف سے دروازوں پر پہرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو مقیمین کا وہ اذن عام محض لفظ بے معنی ہوگا، وہ زبان سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہوسکتا پس مانحن فیہ میں دو باتیں محل نظر رہیں۔

اوّلاً: اس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہ کرے طحطاوی میں ہے: ”**لو ارادوا الصلوٰۃ داخلها ودخلوها جمیعا لم یمنعوا** اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی، پہرا ہونا کچھ مضر نہ ہوگا کہ پہرا وہی مانع ہے جو مانع دخول ہو، ولہٰذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف ”**اجلس البوابین**“ نہ فرمایا بلکہ ”**لیمنعوا عن الدخول**“ بڑھایا یوہیں رحمانیہ میں محیط سے منقول ”**ان اجلس البوابین علیها لیمنعوا عن الدخول لم تجز هم الجمعة**“ تو صرف شوکت شاہی یا اس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی چیز اندر سے باہر نہ جائے

پھیرا ہونا مکان کو صلاحیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سو پچاس یا ہزار دو ہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے مستفاد، اگر تمام جماعات شہر جانا چاہیں نہ جانے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اس میں جمعہ نہیں ہوسکتا، بدائع میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا: ''تسمی جمعة لاجتماع الجماعات فیھا فاقتضی ان تکون الجماعات کلھا مأذونین بالحضور تحقیقالمعنی الاسم''(فتاویٰ رضویہ جلد ۳ص ۶۷۸)

صفوں میں ہر دو نمازی کے درمیان فاصلہ دے کر نماز قائم کرنا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل صف کا نہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرجہ چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے اس باب میں متعدد حدیثیں بھی وارد ہوئیں۔

بخاری اور نسائی میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ''اقیموا صفوفکم و تراصوا فانی ارا کم من وراء ظھری''مسند امام احمد میں حضرت امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے''سدوا الخلل فان الشیطان یدخل فیما بینکم بمنزلة الخذف'' اسی میں ہے'حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے''راصوا الصفوف فان الشیطان یقوم فی الخلل'' نسائی میں ہے''راصوا صفوفکم و قاربوا بینھا و حاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لا ریٰ الشیاطین تدخل من خلل الصف کانھاالخذف۔''

ابو داؤد،طیالسی میں ہے'' اقیموا صفوفکم فوالذی نفسی بیدہ انی لا ریٰ الشیاطین بین صفوفکم کانھا غنم غفر۔'' (بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج ۳: ص ۳۱۵:)

سنن ابو داؤد میں ہے''اقیموا الصفوف و حاذو بین المناکب و سدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات للشیطان و من وصل صفا وصله اللہ و من قطع صفا قطعه اللہ''۔ (ج ۲: ص ۱۷۸:)

درمختار میں ہے''ولو وجد فرجة فی الاول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرھم، و فی الحدیث ، من سد فرجة غفرله'' اسکے تحت ردالمحتار میں ہے'' و فی القنیة :قام فی آخر صف و بین الصفوف مواضع خالیة فللداخل ان یمر بین یدیه لیصل الصفوف''لانه أسقط حرمة نفسه فلایاثم المار بین یدیه'' (درمختار ج ۲: ص ۳۱۲:۔ ۳۱۳ باب الاقامة)

فتاوی ہندیہ میں ہے'' و ینبغی للقوم اذا قاموا الی الصلوة ان یتراصوا و یسدوا الخلل و لینوا بین مناکبھم فی الصفوف ولا باس ان یامرھم الامام بذالک کذا فی بحر الرائق و ان وجد فی الصف الاول فرجة دون الصف الثانی یخرق الصف الثانی کذا فی القنیة۔'' (ج ۱/ص ۹۸)

فتاوی رضویہ میں ہے''کسی صف میں فرجہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے جب تک اگلی صف پوری نہ کرلیں صف دیگر ہرگز نہ باندھیں۔'' (ج ۳: ص ۳۱۸:)

مذکورہ بالا احادیث وفقہی عبارات سے واضح ہوگیا کہ صفیں سیدھی رکھنا اور خوب ملکر کھڑا ہونا واجب ہے اور صفوں کے درمیان فرجہ چھوڑنا مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کا مرتکب آثم و گنہگار ہے حتی کہ اگر صف اول میں فرجہ دیکھے تو صف ثانی کو چیر کر صف اول کا فرجہ بھر دے۔

لیکن اگر لاک ڈاؤن جیسی صورت حال پیدا ہوجائے اور حکام صفوں میں سوشل ڈسٹینسنگ (Social Distincing) کا حکم جاری کردیں اور خلاف ورزی کی صورت میں نمازیوں کو پولیس کی مار یا مقدمہ وغیرہ کا اندیشہ ہوتو کیا دفع حرج کے لیے سوشل ڈسٹینسنگ کے ساتھ صفیں قائم کی جاسکتی ہیں؟

اور کیا اس عذر و مجبوری کی صورت میں بھی مکروہ تحریمی کا حکم جاری کیا جائے گا۔؟ جبکہ ارشاد خداوندی ہے''یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر''اور ارشاد ہوا''ماجعل علیکم فی الدین من حرج'' اور قاعدہ کلیہ ہے، المشقة تجلب التیسیر اور یہ بھی ضابطہ ہے کلما ضاق امر اتسع۔

فقہی جزئیات کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بہت سے مقامات پر فقہاء نے مکروہ تحریمی کا حکم جاری فرمایا مگر پھر مجبوری اور عذر شرعی کے تحقق کے بعد انہیں مسائل میں رخصت واجازت بھی مرحمت فرمائی جیسے صف میں تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے

لیکن اگر اگلی صف میں جگہ باقی نہیں ہے کہ کھڑا ہو سکے تو اس عذر کے سبب تنہا کھڑا ہونا جائز ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے ”ثم الصلوٰۃ منفردا خلف الصف انما تکرہ اذا وجد فرجۃ فی الصف فاما اذا لم یجد فلاتکرہ، لان الحال حال العذر و انها مستثناۃ ألا تری انها لو کانت امرأۃ یجب علیها ان تقوم خلف الصف لان محاذاتها الرجل مفسدۃ صلاۃ الرجل فوجب الانفراد للضرورۃ۔“ (ج۱: ص۲۱۸:) اور جیسے مقتدی کا در میں کھڑا ہونا، امام کا مقتدی سے بلند جگہ کھڑا ہونا، امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے مگر بر بنائے ضرورت و مجبوری رخصت اور اجازت بھی ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ”مقتدی کا در میں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلا مینہ برس رہا ہے، صحیح حدیث میں ہے ”کنا نتقی ھذا علی عھد رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم منفرد و مقتدی کے لیے تھا رہا امام اس کے لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ نے فرمایا ہے کہ در میں کھڑے ہونا مکروہ ہے: تاتاخانیہ و در المختار میں امام سے ہے ”انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳: ص ۴۲۷:)

فتاویٰ رضویہ میں ایک اور مقام پر اعلیحضرت فرماتے ہیں: ”وقت ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا یہ کس ضرورت سے ہوا اور اگر زیادہ مقتدی امام کے برابر ہو جائیں تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جائے گی محراب میں بلا ضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ و ممنوع ہے۔ (ج ۳: ص ۳۵۵:)

ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ”محرابیں وہی ہیں جو وسط میں قیام امام کی علامت کے لئے بنائی جاتی ہیں باقی جو فرجے دو ستون کے درمیان ہوتے ہیں در ہیں اور امام کو بلا ضرورت تنگی مسجد ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳: ص ۱۴۸)

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں علمائے کرام و مفتیان عظام کی بارگاہ میں چند سوالات پیش ہیں امید ہے کہ جلد از جلد انکے جوابات بھیج کر شرعی کونسل آف انڈیا کو شادکام فرمائیں گے۔

سوالات

(۱) جمعہ و عیدین کے لیے ”اذن عام“ کی شرط کا لحاظ کس حد تک لازم و ضروری ہے؟ کیا اذن سلطان کی شرط کی طرح بر بنائے ضرورت و مجبوری ”اذن عام“ کی شرط کے تحقق کے بغیر بھی لاک ڈاؤن جیسے حالات میں صحت جمعہ و عیدین کا حکم دیا جا سکتا ہے؟

(۲) دروازۂ مسجد کو بند کرنا ”اذن عام“ کے منافی ہے یا نہیں،، کورونا وائرس کے سبب لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جبکہ حکام مسجد بند کرنے کا حکم دیں یا بھیڑ آ جانے کا خطرہ ہو تو دروازۂ مسجد بند کر کے جمعہ کی اجازت دی جائے یا جمعہ کے بدلے ظہر پڑھنے کا حکم دیا جائے؟ باب قلعہ والے جزئیہ سے باب مسجد بند کر کے صحت جمعہ پر استدلال صحیح و درست ہے یا غلط و فاسد؟

(۳) دشمن کے خوف یا عادت قدیمہ کے سبب وقت جمعہ باب قلعہ بند ہونے سے ”اذن عام“ رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ اور اہل قلعہ کا جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف کیا ہے؟

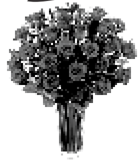
(۴) جب حکام کی طرف سے چند نمازیوں کو چھوڑ کر عام نمازیوں کو مسجد میں جانا ممنوع قرار دے دیا جائے تو اس صورت میں مسجد کا حکم جیل جیسا ہو جائے گا یا نہیں؟ اور دروازۂ مسجد بند کر کے جمعہ پڑھیں یا کھول کر بہر صورت کیا جمعہ صحیح ہوگا یا ظہر پڑھنے کا حکم دیا جائے گا؟

(۵) لاک ڈاؤن جیسے حالات میں ایک ہی مسجد میں متعدد بار جمعہ یا عیدین کی متعدد جماعتیں قائم کی جا سکتی ہیں یا نہیں؟ یوہیں گھروں، فلیٹوں اور بلڈنگوں میں جمعہ و عیدین کی اقامت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہاں! بقیہ ص ۳۶ / پر

سالانہ فقہی سیمینار

سوالنامہ: حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت

از: محمد اختر حسین قادری*





سالانہ فقہی سیمینار

اس وقت پورا عالم انسان عجب کشمکش اور اضطرابی کیفیت سے دو چار ہے سیاسی سماجی اور معاشی جیسے بے شمار مسائل دنیویہ کے تعلق سے اختلاف وانتشار میں مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف جسمانی اور بدنی امراض میں گرفتار ہے خصوصا کرونا کی وبا نے پوری انسانی آبادی کو اتھل پتھل کر رکھ دیا سپر پاور حکومتیں اس وبا کے سامنے صفر پاور دکھائی دے رہی ہیں اور اطباء اور ڈاکٹرس حضرات اپنی پوری توانائی صرف کرنے کے باوجود علاج تلاش کرکے ناکام نظر آرہے ہیں البتہ احتیاطی تدابیر اپنا کر اس وبا سے محفوظ رہنے کی تلقین بار بار کی جارہی ہے۔

ان احتیاطی تدابیر میں چہروں پر ”ماسک“ لگا کر مہلک جراثیم کو ناک اور منھ کے ذریعہ جسم کے اندر جانے سے روکنا بھی شامل ہے چنانچہ دنیا بھر کے لوگ بلاتفریق مذہب وملت اس احتیاطی تدبیر پر عمل پیرا ہیں اور ماسک لگا کر اپنا منھ اور ناک ڈھانپ کر چلتے ہیں بلکہ بعض ممالک میں حکومت کی طرف سے اس کے لگانے پر سخت قسم کی پابندی بلفظ دگر جبری قانون نافذ ہے۔

بے شمار مسلمان حالت نماز میں بھی ماسک لگائے رہتے ہیں اور اب حکومت سعودیہ نے حج وعمرہ پر جانے والوں کے لئے یہ پابندی عائد کر دی ہے کہ حج وعمرہ کرنے کی حالت میں بھی ماسک لگانا ضروری ہوگا۔ ایک طرف تو دنیا کے یہ حالات ہیں اور دوسری طرف ہماری شریعت مطہرہ کے کچھ ایسے مسائل ہیں جن کی رو سے نماز اور حج وعمرہ میں ماسک لگانا ممنوع معلوم ہوتا ہے اور اس کے ارتکاب پر دم وغیرہ کا حکم نافذ ہونے کا خدشہ لاحق ہورہا ہے۔

کیونکہ شریعت طاہرہ کے مطابق حالت احرام میں منھ اور ناک چھپانا جنایت احرام میں شامل ہے، تنویر الابصار ودرمختار میں ہے ”الواجب دم علی محرم بالغ ولو ناسیا او جاهلا او مکرها ان طیب عضوا کاملا او ستر راسه وتغطية ربع الراس اوالوجه كالكل ولاباس بتغطية اذنيه وقفاه ووضع يديه على انفه بلاثوب“

ردالمحتار میں ہے: كالكل هوالمشهور من الرواية عن ابی حنيفة وهو الصحيح على ماقاله غيرواحد شرح اللباب قوله ولاباس بتغطية اذنيه وقفاه وكذا بقية البدن اه قوله بلاثوب كذافي الفتح والبحر والظاهرانه لوكان الوضع بالثوب ففيه الكراهة التحريمية فقط لان الانف لايبلغ ربع الوجه“

(کتاب الحج باب الجنایات)

فتاوی خانیہ میں ہے ”ولاباس للمحرم ان يغطى اذنيه او من لحيته مادون الذقن ولا يمسک على انفه بثوب ولا باس بان يضع يده على انفه ولا يغطى فاه ولا ذقنه وعارضه

(خانیہ بر ہاش ہندیہ ج ۱، ص ۲۸۹:)

بہار شریعت میں ہے ”مرد یا عورت نے منھ کی ٹکلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپانے میں دم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے“ سلا ہوا کپڑا پہننے میں یہ شرط نہیں کہ قصدا پہنے بلکہ بھول کر ہو یا نادانی میں بہر حال وہی حکم ہے یوہیں سر اور منھ چھپانے میں کان اور گدی کے چھپانے میں حرج نہیں یوہیں ناک پر خالی ہاتھ رکھنے میں اور اگر ہاتھ میں کپڑا ہے اور کپڑے سمیت ناک پر ہاتھ رکھا تو کفارہ نہیں مگر مکروہ وگناہ ہے۔ (۶ جرم اور ان کے کفارے کا بیان)

اور اہل علم پر یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ شریعت میں اعذار کے سبب تخفیف ہوجاتی ہے خصوصا مرض کی حالت میں اور بھی

* مقالہ نگار دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی کے مفتی ہیں۔

زیادہ آسانی دی جاتی ہے مگر حالت احرام میں عذر کے سبب ارتکاب جنایت میں مطلقا آزادی نہیں ملتی ہے ارشاد قرآن کریم ہے ”فمن کان بینکم مریضا او به اذی من رأسه ففدیة من صیام او صدقة او نسک۔ (بقرۃ آیۃ ۹۶)

اسی لئے کتب فقہ میں جرم اختیاری اور جرم غیر اختیاری کہہ کر اس بات کو بتایا گیا ہے جرم بہر حال جرم ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے: ”اذا لبس المحرم المخیط علی الوجه المعتاد یوما الی اللیل فعلیه دم وان کان اقل من ذالک فصدقة کذا فی المحیط سواء لبسه ناسیا او عامدا عالما او جاهلا مختارا او مکرها هکذا فی البحر الرائق“۔ (ج ۱: ص ۲۴۳:)

بہار شریعت میں ہے ”محرم اگر بالقصد بلا عذر جرم کرے تو کفارہ بھی واجب ہے اور گنہگار بھی ہوا لہذا اس صورت میں توبہ واجب کہ محض کفارہ سے پاک نہ ہوگا جب تک توبہ نہ کرے اگر نادانستہ یا عذر سے ہے تو کفارہ کافی ہے جرم میں کفارہ بہر حال لازم ہے یاد سے ہو یا بھول چوک سے اس کا جرم ہونا جانتا ہو یا معلوم نہ ہو خوشی سے ہو یا مجبورا سوتے میں ہو یا بیداری میں نشہ یا بیہوشی میں ہو یا ہوش میں اس نے اپنے آپ کیا ہو یا دوسرے نے اس کے حکم سے کیا“ (ج ۶: ، جرم اور ان کے کفارے)

حالت احرام میں جنایت کے ارتکاب پر کہیں دم ہے کہیں صدقہ اور کہیں صرف توبہ ہے جیسا کہ باب حج میں جنایات کے بیان میں مذکور ہے اور آپ جیسے محققین فقہا و علما سے مخفی نہیں ہے۔

یوہیں تمام کتب احناف میں مصرح ہے کہ حالت نماز میں منھ چھپانا ممنوع ہے درمختار میں ہے: ”یکره اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم اھ“۔ (درمختار ج ۲ ص ۳۶۶)

بہار شریعت میں ہے ”یوہیں ناک اور منھ چھپانا اور بے ضرورت کھنکار نکالنا یہ سب مکروہ تحریمی ہیں“۔ (حصہ سوم مکروہات نماز)

فتاوی عالمگیری میں ہے ”ویکره التلثم وهو تغطیة الانف والفم فی الصلاة“۔ (ج ۱: ص ۱۰۷:)

اور علت ممانعت تشبہ بالمجوس ہے کہ وہ اپنی عبادت کے وقت منھ ڈھانپ لیتے ہیں چنانچہ ردالمحتار میں ہے ”والتلثم وهو تغطیة الانف والفم فی الصلاة لانه یشبه فعل المجوس حال عبادتهم النیران زیلعی ونقل ط عن ابی السعود انها تحریمیة اھ“ (ردالمحتار ج ۲: ص ۳۶۶:)

اب کرونا سے تحفظ کے پیش نظر لوگ منھ اور ناک کو ماسک سے ڈھانپ رہے ہیں عام حالات کے علاوہ مسلمان نماز کی حالت میں بھی ماسک لگائے رہتے ہیں یہ ”ماسک“ فقہ کے مذکورہ بالا مسئلہ کے تحت آئے گا کہ نہیں آئے گا۔

اس تفصیل کے بعد آپ حضرات کی خدمت میں چند سوالات حاضر ہیں امید ہے کہ آپ اپنا قیمتی وقت نکال کر ان کا تسلی بخش جوابات دے کر امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائیں گے اور شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے معاون ہوں گے۔

سوالات:

(۱) حالت احرام میں ماسک لگانا چہرہ چھپانے کے حکم میں ہے یا صرف منھ اور ناک چھپانے کے حکم میں ہے تفصیل سے واضح فرمائیں۔

(۲) کرونا سے متاثر مریض حکومتی قانون کی بنا پر حج وعمرہ کے لئے نہیں جاسکتے ہیں تو جن حضرات کو حج وعمرہ کی سعادت ملے گی وہ سب بظاہر کرونا مریض نہیں ہوں گے پھر بھی ان کو ماسک لگانا ہوگا یہ جنایت اختیاریہ کے حکم میں ہے یا غیر اختیاریہ میں اور مرتکب جنایت پر کیا حکم نافذ ہوگا۔

(۳) کیا اس مسئلہ میں کسی اور دبستان فقہ سے پھول چن کر خوشبو لینے کی اجازت ہوگی۔

(۴) حالت نماز میں ماسک لگانے سے نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں اگر پڑے گا تو کس حد تک پڑے گا۔

(۵) حالت نماز میں ماسک لگانے پر حکومت کی طرف سے جبر یا عدم جبر کی صورت میں حکم یکساں رہے گا یا فرق ہو گا۔ اس کی تفصیل کر کے حکم واضح فرمائیں۔

جزاکم اللہ خیر الجزاء

□□□

سالانہ فقہی سیمینار

(از: خورشید عالم برکاتی *

تلخیص مقالات: لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جمعہ وعیدین کی صحت اور اذن عام کے تحقق کا مسئلہ

سالانہ فقہی سیمینار

الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ اللہ العالمین۔

اللہ تبارک وتعالی نے مذہب اسلام کی نشرواشاعت کے لیے انبیائے کرام کو دنیا میں مبعوث فرمایا اور وہ اپنے فرائض انجام دیتے رہے، لیکن اللہ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیج کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا، اب اسی کام کے لیے اللہ نے علمائے ربانیین کو منتخب فرمایا اور انھیں کے سر پہ ذمہ داری ڈالی کہ نو پید مسائل کو قرآن وحدیث اور اقوالِ مجتہدین وجزئیاتِ فقہیہ کی روشنی میں حل فرما کر عوام الناس کی رہنمائی فرمائیں۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا اٹھارہواں فقہی سیمینار ۵/۶/۷/مارچ ۲۰۲۱ء بمطابق ۲۱/۲۲/۲۳/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ، سنیچر، اتوار منعقد ہو رہا ہے، جس میں زیر بحث عنوان "لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جمعہ وعیدین کی صحت اور اذنِ عام کے تحقق کا مسئلہ" رکھا گیا ہے، اس کے مرتب حضرت مفتی شمشاد احمد صاحب جامعہ امجدیہ گھوسی ہیں، اس موضوع پر اب تک کل ۲۶/مقالات موصول ہوئے، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مفتی شفیق احمد شریفی الہ آباد، مفتی عالمگیر صاحب راجستھان، مفتی احمد رضا صاحب امرڈوبھا، مفتی عبد الرحمن بہرائچ شریف، مفتی حبیب اللہ صاحب پچپڑوا، مفتی کمال اختر صاحب چرہ محمد پور، مفتی ابو طالب صاحب سلطان پور، مفتی ابو الحسن صاحب گھوسی، مفتی شمشاد احمد صاحب گھوسی، مفتی خورشید عالم صاحب گھوسی، مفتی انیس عالم سیوانی لکھنؤ، مفتی شاہد علی صاحب بہرائچ، مفتی صدیق حسن صاحب بہرائچ، مفتی قاضی شہید عالم صاحب بریلی شریف، مفتی جمال مصطفیٰ صاحب گھوسی، مفتی نعیم صاحب بستی، مفتی سید محمد اکرام صاحب ممبئی، مفتی شمشاد حسین صاحب بدایوں، مفتی شیر محمد صاحب جودھپور، مفتی محمد انور نظامی، محمد شکیل بریلوی جامعۃ الرضا، سید سلیم احمد قادری گجرات، مفتی شہاب الدین صاحب براؤں شریف، مفتی مزمل برکاتی مصباحی پور بندر گجرات، مفتی محمد رفیق صاحب بریلی شریف، مفتی محمد بلال بریلی شریف، مفتی محمد عابد حسین قادری جھارکھنڈ، مفتی شہزاد عالم مصباحی بریلی شریف۔

سوال (۱): جمعہ وعیدین کے لیے "اذنِ عام" کی شرط کا لحاظ کس حد تک لازم وضروری ہے؟ کیا اذنِ سلطان کی شرط کی طرح بربنائے ضرورت ومجبوری "اذنِ عام" کی شرط کے تحقق کے بغیر بھی لاک ڈاؤن جیسے حالات میں صحتِ جمعہ وعیدین کا حکم دیا جا سکتا ہے؟

جواب: پہلا سوال دو جز پر مشتمل ہے:

(۱) ایک اذنِ عام کی شرط کا لحاظ کس حد تک لازم وضروری ہے۔ (۲) اذنِ سلطان کی شرط کی طرح بربنائے ضرورت اذنِ عام کی شرط کے تحقق کے بغیر عیدین وجمعہ کی صحت کا حکم۔

پہلا جز: پہلے جز میں تقریباً سارے مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ اذنِ عام کی شرط ایک بنیادی شرط ہے جو نا قابل سقوط ہے، اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ کتبِ فقہ میں پورے شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے کہ جمعہ کی ادائیگی مخصوص شرائط سے مربوط ہے اور شرط کے بغیر مشروط کا وجود متصور نہیں ہو سکتا، بہار شریعت میں ہے:

"جمعہ پڑھنے کے لیے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہوگا ہی نہیں۔" (ج ۱/ص ۷۶۳)

درمختار میں ہے: "السادس: الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين۔" (ج ۳/ص ۲۵)

* مقالہ نگار جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو کے استاذ ہیں۔

اس سلسلے میں مفتی شمشاد صاحب فرماتے ہیں: ”کہ یہ شبہ نہ رہے کہ اذنِ عام کی شرط ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں، کیوں کہ فقہی ضابطہ کے مطابق نوادر کی اس روایت پر بھی عمل واجب ہے جو ظاہر الروایۃ کے خلاف نہ ہو، اس لیے یہ شرط معمولی حیثیت کی حامل نہیں جس کو نظر انداز کر کے صحتِ جمعہ وعیدین کا فتویٰ دیا جاسکے، اس لیے عام متون میں اس شرط کو برقرار رکھا گیا ہے جب کہ متون نقلِ مذہب کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔“

اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: ”**قلت وعدم الذکر لیس ذکر العدم ولا ریب فی العمل بروایۃ النوادر فیما لم تخالف ظاہر الروایۃ فلذا جزمت بہ المتون مع وضعھا لنقل المذھب۔**“ (جد الممتار، ج ۲ رص ۴۰۰)

دوسرا جز: اس میں بھی تقریباً سبھی مقالہ نگار حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ دونوں یعنی اذنِ سلطان کی شرط، اذنِ عام کی شرط ایک جیسے نہیں بلکہ فرق ہے۔ وہ یہ کہ اذنِ سلطان کی شرط بدل چھوڑ کر مفقود ہوتی ہے، جب کہ اذنِ عام کی شرط بغیر کسی بدل کے فوت ہوتی ہے، لہٰذا لاک ڈاؤن میں بھی اذنِ عام کی شرط کے تحقق کے بغیر صحتِ جمعہ وعیدین کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

مفتی ابو الحسن صاحب اپنے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں: ”اذنِ عام کا ترک اذنِ سلطان کے ترک کے مثل ہر گز نہیں، اس لیے کہ اذنِ سلطان کے فقدان کے پیش نظر بربنائے ضرورت اس میں عوام مسلمین کی تعیین کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔“

مفتی شمشاد حسین بدایونی لکھتے ہیں: ”اذنِ سلطان اور اذنِ عام دونوں ایک جیسے نہیں، بلکہ دونوں میں مختلف جہات سے فرق وامتیازات ہیں۔“ مثلاً کہہ کر آپ نے آٹھ طرح سے فرق بیان کیا ہے، جو ان کے مقالہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”فی الواقع ادائے جمعہ کے لیے سلطان یا اس کا نائب یا ماذون یا ماذون الماذون وھلم جرا کا امامت کرنا بالاتفاق ائمۂ حنفیہ شرط ہے، کتب المذہب طافحۃ بذالک، مگر یہ ان شرائط سے ہے کہ محل ضرورت میں بخلفیت بدل ساقط ہوجاتی ہے، جیسے صحتِ نماز کے لیے وضو شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم اس کا خلیفہ وبدل ہے“۔ (ج ۳: رص ۱۸۷:)

سوال (۲): دروازۂ مسجد کو بند کرنا ”اذنِ عام“ کے منافی ہے یا نہیں، کورونا وائرس کے سبب لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جب کہ حکام، مسجد بند کرنے کا حکم دیں، یا بھیڑ آجانے کا خطرہ ہو تو دروازۂ مسجد بند کر کے جمعہ کی اجازت دی جائے یا جمعہ کے بدلے ظہر پڑھنے کا حکم دیا جائے؟ باب قلعہ والے جزئیہ سے بابِ مسجد بند کر کے صحتِ جمعہ پر استدلال صحیح و درست ہے یا غلط وفاسد؟

جواب: یہ سوال تین جز پر مشتمل ہے۔ پہلے اور دوسرے جز پر تقریباً سارے مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ بلا شبہ دروازۂ مسجد بند کرنا اذنِ عام کے منافی ہے، کیوں کہ اذنِ عام کا معنی ہے جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لیے وقتِ جمعہ حاضری جمعہ کی عام اجازت ہو اور مسجد کا دروازہ بند کرنا نمازیوں کو روکنا ہے، لہٰذا وہ اذنِ عام کے منافی ہوگا۔

نیز کورونا وائرس یا کسی اور وجہ سے لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جب حکام، مسجد بند کرنے کا حکم دیں، یا بھیڑ آجانے کا خطرہ ہو تب بھی مسجد کا دروازہ بند کر کے جمعہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی، بلکہ جمعہ کے بدلے تنہا ظہر پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں مفتی شمشاد حسین بدایونی مزید فرماتے ہیں: ”مسجد کا دروازہ بند کر کے جمعہ کی نماز پڑھنے کی ہر گز اجازت نہیں، اگر حکام مسجد کا دروازہ بند کرنے کا حکم دیں، یا بھیڑ آجانے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں جمعہ اور جماعت کے لیے نہ نکلا جائے، بلکہ اپنے گھر میں ظہر کی نماز تنہا پڑھ لی جائے۔“

درمختار میں ہے: ”**الاذن العام وھو ان یفتح ابواب الجامع ویؤذن للناس حتی لو اجتمعت جماعۃ فی الجامع واغلقوا الابواب وجمعوا لم یجز**“ (ج ۳: رص ۲۵:)

ردالمحتار میں ہے: ”**الاذن العام ای ان یاذن للناس اذنا عاما بان لا یمنع احدا ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی تصلی فیه۔**“ (ج ۳: رص ۲۵:)

سالانہ فقہی سیمینار

تبیین الحقائق میں ہے: ”من شرط ادائھا ان یأذن الامام للناس اذنا عاما حتی لو غلق باب قصرہ وصلی باصحابہ لم یجز وان فتح باب قصرہ واذن للناس بالدخول فیہ یجوز۔“ (ج ۱: ص ۵۳۵:)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”جمعہ کی ایک شرط اذنِ عام ہے، جیل میں کوئی نہیں جاسکتا تو اس میں نمازِ جمعہ ناممکن و باطل ہے“۔ (ج ۳: ص ۷۴۴:)

تیسرے جز میں بھی تقریباً سارے مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ قلعہ والے جزئیہ سے بابِ مسجد بند کر کے صحتِ جمعہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں بلکہ غلط و فاسد ہے۔

مفتی عالمگیر صاحب مزید فرماتے ہیں: ”یہاں قلعہ کا دروازہ بند کرنا نمازیوں کو روکنے کے لیے نہ ہوا بلکہ دشمن کو روکنے کے لیے ہوا اور مضر نمازیوں کو روکنا ہے، نہ کہ دشمن کو روکنا، جب کہ چند نمازیوں کو مسجد میں لے کر مسجد کا دروازہ بند کرنا عام نمازیوں کو روکنے کا باعث ہوگا اور کتبِ فقہ میں صراحت ہے کہ جن کا جمعہ صحیح ہوتا ہے، ان میں سے کسی ایک فرد کا روکنا مانعِ اذنِ عام ہے۔“

مفتی شمشاد حسین بدایونی نے اس جز پر تفصیل سے بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ”بابِ قلعہ والے جزئیہ سے بابِ مسجد بند کر کے صحتِ جمعہ پر استدلال درست نہیں، بلکہ غلط و فاسد ہے، چوں کہ بابِ قلعہ اور بابِ مسجد دونوں میں بڑا فرق ہے۔“

پھر آپ نے کئی طرح فرق کو ظاہر کیا جس کو ان کے مقالہ میں دیکھا جاسکتا ہے، آپ آگے تحریر فرماتے ہیں: ”قلعہ والے جزئیہ میں بھی ”اذنِ عام“ کو تمام شہریوں کے لیے مان لیا جائے تو قلعہ کا دروازہ بند کر دینا اس بات کو لازم نہیں کہ یہ دروازہ نمازیوں کے لیے بند کیا گیا کہ جس کو آنا تھا وہ آ گیا، اب کسی کے آنے کا ظن غالب نہیں۔ ایسی صورت میں اگر قلعہ کا دروازہ بند کیا جاتا تو یہ بند کرنا عادتِ قدیمہ کے تحت ہوگا، یا پھر موذی کے دخول سے اور یہ اذنِ عام کے منافی نہیں کہ اذنِ عام پہلے سے موجود ہے، جب کہ مسجد کا دروازہ بند کرنے کی صورت میں اذنِ عام پہلے سے نہیں پایا جاتا، اس لیے مسجد کا دروازہ بند کرنا اذنِ عام کے منافی ہے اور یہاں نہ کسی عدو اور نہ ہی کسی موذی کا احتمال، اس لیے یہ بند کرنا نمازیوں کے لیے بند کرنا ہے، کسی موذی کے لیے نہیں۔“

مفتی شمشاد احمد مصباحی صاحب مزید فرماتے ہیں: ”کہ اولاً یہ مسئلہ خود متفق علیہ نہیں تو اسے نظیر میں پیش کرنا غلط“۔ جس کی پوری تفصیل آپ نے سوالنامے کے اندر اور پھر اپنے مقالے میں تحریر کر دیا جہاں دیکھا جاسکتا ہے۔

سوال (۳): دشمن یا عادتِ قدیمہ کے سبب وقتِ جمعہ بابِ قلعہ بند ہونے سے اذنِ عام رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ اور اہلِ قلعہ کا جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف کیا ہے؟

جواب: سوال نمبر ۳ ر دو جز پر مشتمل ہے:

پہلا جز: دشمن یا عادتِ قدیمہ کے سبب وقتِ جمعہ بابِ قلعہ بند ہونے سے اذنِ عام رہے گا یا ختم ہو جائے گا اور اہلِ قلعہ کا جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں۔ دوسرا جز: اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت کا موقف کیا ہے۔

پہلے جز میں مقالہ نگار حضرات کے دو موقف سامنے آئے:

موقف اوّل: دشمن یا عادتِ قدیمہ کے سبب وقتِ جمعہ بابِ قلعہ بند ہونے سے اذنِ عام باقی رہے گا اور اہلِ قلعہ کا جمعہ صحیح ہوگا۔ یہ رائے مندرجہ ذیل حضرات کی ہے:

مفتی شمشاد حسین بدایونی، مفتی عالمگیر راجستھان، مفتی حبیب اللہ صاحب پیپچڑوا، مفتی عبدالرحمن صاحب بہرائچ، مفتی محمد نعیم نظامی بستی، مفتی ابوطالب صاحب سلطان پور، مفتی کمال اختر صاحب چرہ محمد پور، مفتی جمال مصطفی گھوسی، مفتی صدیق حسن صاحب بہرائچ، مفتی شاہد علی مصباحی بہرائچ، مفتی شفیق احمد شریفی الہ آباد، مفتی شمشاد احمد صاحب گھوسی، مفتی محمد انور نظامی صاحب، مفتی عابد حسین صاحب، مفتی شہزاد عالم بریلی شریف، مفتی محمد شکیل صاحب بریلی شریف، مفتی محمد شہاب الدین صاحب، مفتی سید سلیم احمد صاحب، مفتی محمد رفیق عالم بریلی شریف، مفتی خورشید عالم برکاتی۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: امام اہل سنت شرح عیون المذاہب، مجمع الانھر، درمختار، فتح المبین کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: ”الجمعة بالقلعة صحيحة و ان غلق بابها لان الاذن العام مقرر لاهلها وغلقه لمنع عدو او عادة قديمة لا للمصلي۔“ (ج ۳: رص ۲۷۹:)

موقف ثانی: یہ ہے کہ دشمن یا عادتِ قدیمہ کے سبب وقتِ جمعہ بابِ قلعہ بند ہونے سے اذن عام باقی نہیں رہے گا اور اہل قلعہ کا جمعہ صحیح نہ ہوگا۔

یہ رائے مفتی قاضی شہید عالم بریلی شریف، مفتی احمد رضا امر ڈوبھا، سید محمد اکرام الحق قادری ممبئی کا ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”قلعہ کا صالح اذنِ عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہ کرے۔“

طحاوی میں ہے: ”لو ارادوا لصلاة داخلها و دخلوها جميعا لم يمنعوا“۔ (ج ۳: رص ۶۷۸:)

دوسرا جز: دوسرے جز میں مقالہ نگار حضرات کے دو موقف سامنے آئے:

موقف اوّل: اعلیٰ حضرت کا موقف اس سلسلے میں یہ ہے کہ اذنِ عام باقی رہے گا اور اہل قلعہ کا جمعہ صحیح ہوگا، جب کہ قلعہ صالح اذنِ عام ہو، یعنی تمام اہل شہر اسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہ کرے، اگر چہ قلعہ کا دروازہ بند ہو کہ یہ دشمن کو روکنے کے لیے ہے نہ کہ نمازیوں کو روکنے کے لیے۔

یہ رائے مندرجہ ذیل حضرات کا ہے:

مفتی شمشاد حسین بدایونی، مفتی عالمگیر صاحب راجستھان، مفتی شاہد علی مصباحی بہرائچ، مفتی صدیق حسن قادری بہرائچ، مفتی کمال اختر صاحب چرہ محمد پور، مفتی ابو طالب سلطان پور، مفتی نعیم بستی، مفتی حبیب اللہ صاحب پچپیڑوا، مفتی شمشاد احمد صاحب گھوسی، خورشید عالم برکاتی، مفتی عابد حسین صاحب، مفتی شہزاد عالم بریلی شریف، مفتی محمد شکیل صاحب بریلی شریف، مفتی سید سلیم احمد صاحب۔

مفتی شمشاد حسین بدایونی مزید فرماتے ہیں: ”کہ مسئلہ دائرہ میں خاص طور سے دو باتوں کا خیال رکھا جائے، اوّل یہ کہ قلعہ جہاں جمعہ کی نماز قائم کی جا رہی ہے اذنِ عام کی صلاحیت رکھتا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمام اہل شہر اس میں جمعہ کی نماز پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہ کرے، دوم یہ کہ جب تک کسی شخص خاص کو نماز میں حاضر ہونے سے نہ روکا گیا تو بے شک جمعہ صحیح ہے۔“

آگے مزید لکھتے ہیں: ”وقتِ جمعہ اگر قلعہ کا دروازہ بند کیا گیا تو ظاہر ہے کہ یہ بند کیا جانا مقیمانِ جمعہ کی طرف سے نہیں، اس لیے اس کے صالح اذنِ عام کے منافی نہیں، بلکہ دشمن کو روکنے کے لیے یا عادتِ قدیمہ کے تحت ہے“۔

موقف دوم: اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا موقف اس سلسلے میں یہ ہے کہ اذنِ عام ختم ہو جائے گا اور اہل قلعہ کا جمعہ صحیح نہیں ہوگا۔ یہ رائے مفتی احمد رضا امر ڈوبھا، مفتی ابو الحسن صاحب گھوسی، مفتی قاضی شہید عالم صاحب بریلی شریف، مفتی رفیق عالم بریلی شریف۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”جمعہ کی ایک شرط اذنِ عام ہے، جیل میں کوئی نہیں جا سکتا تو اس میں نمازِ جمعہ ناممکن و باطل ہے“۔ (ج ۶: رص ۲۸۸:)

اور اسی میں ہے: ”جب کہ قلعہ کی بندش ہے، باہر کا کوئی شخص نماز کے لیے اس میں نہیں جا سکتا تو اذنِ عام نہ ہوا اور اذنِ عام فی نفسہ شرطِ جمعہ ہے“۔

سوال (۴): جب حکام کی طرف چند نمازیوں کو چھوڑ کر عام نمازیوں کو مسجد میں جانا ممنوع قرار دے دیا جائے تو اس صورت میں مسجد کا حکم جیل جیسا ہو جائے گا یا نہیں؟ اور دروازۂ مسجد بند کر کے جمعہ پڑھیں یا کھول کر بہر صورت کیا جمعہ صحیح ہوگا یا ظہر پڑھنے کا حکم دیا جائے گا؟

جواب: اس سوال کے جواب میں دو موقف سامنے آئے:

موقف اوّل: جب حکام کی طرف سے چند نمازیوں کو چھوڑ کر عام نمازیوں کو مسجد میں جانا ممنوع قرار دے دیا جائے تو اس صورت میں مسجد کا حکم جیل جیسا ہو جائے گا، مسجد میں صالح اذنِ عام نہیں رہے گی، مسجد کا دروازہ کھول کر نماز پڑھیں یا بند کر کے، بہر صورت جمعہ صحیح نہ ہوگا، بلکہ انھیں ظہر تنہا پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔

یہ رائے مفتی عالمگیر راجستھان، مفتی شاہد علی بہرائچ، مفتی حبیب اللہ صاحب پچپڑوا، مفتی صدیق حسن بہرائچ، مفتی نعیم صاحب بستی، مفتی ابوطالب صاحب سلطان پور، مفتی قاضی شہید عالم صاحب بریلی شریف، مفتی محمد انور نظامی صاحب، مفتی عابد حسین صاحب۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”ظاہر کہ تحقیق معنی اذن کے لیے اس مکان کا صالح اذنِ عام ہونا ضروری ہے، ورنہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر کے گھر میں جمع ہوکر باذان واعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازتِ عامہ دے دیں مگر بادشاہ یا امیر کی طرف سے دروازہ پر پہرے دار بیٹھے ہوں، عام حاضری کی مزاحمت ہو تو مقیمین کا وہ اذنِ عام محض لفظ بے معنی ہوگا، وہ زبان سے اذنِ عام کہتے ہیں اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذنِ عام نہیں ہوسکتا۔“

موقف دوم: جب حکام کی طرف سے امام کے سوا کم سے کم تین عقل مند مردوں کو مسجد میں جانے کی اجازت ہو اور ان کی طرف سے اذنِ عام حاصل رہے اور مسجد کا دروازہ کھلا رکھیں یا اندر سے کنڈی نہ لگائیں تو مسجد جیل کے حکم میں نہ ہوگی اور اس میں جمعہ پڑھنا صحیح ہوگا اور اگر مقیمینِ جمعہ حکام کے کہنے پر دروازہ بند کرکے جمعہ ادا کریں تو جمعہ نہ ہوگا اور مسجد کا حکم مثل جیل کے ہوگا۔

یہ رائے مندرجہ ذیل حضرات کا ہے:
مفتی ابوالحسن گھوسی، مفتی شمشاد احمد گھوسی، مفتی شمشاد حسین بدایونی، مولانا انیس عالم سیوانی، مفتی کمال اختر چرہ محمد پور، مفتی عبدالرحمن بہرائچ شریف، مفتی خورشید عالم برکاتی گھوسی، مفتی شفیق احمد شریفی الہ آباد، مفتی محمد مزمل حسین صاحب، مفتی شہاب الدین صاحب، مفتی شکیل احمد بریلی شریف، مفتی رفیق عالم بریلی شریف، مفتی سید سلیم صاحب۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”اگر ثابت ہوجائے کہ یہ قلعہ اذنِ عام کا مکان ہے تو جب تک کسی خاص کو حاضری نماز سے ممانعت نہ تھی جمعہ بے شک صحیح ہوجاتا تھا، اب کہ اس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محل نظر ہے کہ یہ ممانعت ان مقیمانِ جمعہ کی طرف سے تھی یا نہیں، اگر یہ اسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں، اگرچہ کرنیل نے اسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو، یا وہ خود بخوفِ کرنیل نہ آتا ہو تو ان صورتوں میں بھی صحتِ جمعہ میں شک نہیں کہ جب مقیمینِ جمعہ کی طرف سے اذنِ عام اور وہ مقام بھی اذنِ عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے روکنا یا جمعہ میں اس کا خود نہ آنا، یا کسی کا جبراً اسے باز رکھنا قاطع اذنِ عام نہیں ہوسکتا، جیسے زندانی لوگ کہ ہمیشہ حضوری مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں، یا اگر کوئی شخص بعض نمازیوں کو خاص وقتِ نماز اس لیے قید کرے کہ مسجد میں نہ جانے پائیں تو نہ یہ قادحِ اذنِ عام نہ مقیمانِ جمعہ پر اس کا الزام“۔ (ج ۳: ص ۶۷۸:)

سوال (۵): لاک ڈاؤن جیسے حالات میں ایک ہی مسجد میں متعدد بار جمعہ یا عیدین کی متعدد جماعتیں قائم کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ یوں ہی گھروں، فلیٹوں اور بلڈنگوں میں جمعہ وعیدین کی اقامت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو اس کے کیا شرائط ہوں گے اور بر بنائے ضرورت ومجبوری اذنِ عام کی شرط کے تحقق کے بغیر بھی صحتِ جمعہ وعیدین کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس سوال کے جواب میں تقریباً سارے مقالہ نگار حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ صحتِ جمعہ وعیدین کی وہ تمام شرطیں جو کتبِ حنفیہ میں مذکور ہیں جب تک نہ پالی جائیں جمعہ وعیدین کی صحت کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے۔

لہٰذا لاک ڈاؤن جیسے حالات میں ایک ہی مسجد میں متعدد بار جمعہ یا عیدین کی متعدد جماعتیں قائم نہیں کی جاسکتیں۔

البتہ گھروں، فلیٹوں اور بلڈنگوں میں جمعہ وعیدین کی اقامت تو ہوسکتی ہے، مگر اس کے لیے وہی تمام شرطیں ہیں جو مسجد میں قائم کرنے کے لیے ہیں اور وہ شرطیں یہاں نہیں پائی جاتیں۔ نیز لاک ڈاؤن جیسے حالات میں بھی اذنِ عام کے تحقق کے بغیر صحتِ جمعہ وعیدین کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”ایک مسجد میں تکرار جمعہ ہرگز جائز نہیں“ **وقد اخطأ بعض العصريين من لكهنؤ في تجويز ذالك مفترا بجواز التعدد كما بيناه في فتاوينا**“ جمعہ و

سالانہ فقہی سیمینار

عیدین کی امامت مثل نماز پنج گانہ نہیں کہ جسے چاہیے امام کردیجیے، بلکہ اس کے لیے شرط لازم ہے۔''

اور چند سطر کے بعد اسی میں ہے: ''اور مسجد واحد کے لیے وقتِ واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں تو جب پہلا امام معین جمعہ ہے، دوسرا ضرور اس کی لیاقت سے دور ومہجور تو اس کے پیچھے نمازِ جمعہ باطل ومحظور''۔

اور اسی میں ہے: ''جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں، مکان میں بھی ہوسکتا ہے جب کہ شرائطِ جمعہ پائے جائیں اور اذنِ عام دے دیا جائے، لوگوں کو اطلاعِ عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو''۔ (ج ۳:ص ۷۵۵:)

البتہ مفتی شمشاد حسین بدایونی فرماتے ہیں کہ: ''لاک ڈاؤن جیسے حالات کو ضرورت کے زمرہ میں نہیں لایا جاسکتا ہے، وہ تو محض ایک عذر ہے اور عذر کے سبب یہی سہولت ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں ظہر کی نماز تنہا تنہا پڑھیں''۔

اور آگے مزید لکھتے ہیں: ''گھروں، فلیٹوں اور بلڈنگوں میں بھی اقامتِ جمعہ وعیدین کی اجازت نہیں کہ اقامت شعار کی ضرورت پوری ہوچکی ہے اور اس لیے بھی جائز نہیں کہ گھر، فلیٹ اور بلڈنگ صالح اذنِ عام نہیں''۔

مفتی عالمگیر صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''یوں ہی گھروں، فلیٹوں اور بلڈنگوں میں نمازِ جمعہ وعیدین کی اقامت اذنِ عام کے عدم تحقق کی بنا پر نہیں ہوسکتی ہے۔ ضرورت ومجبوری کی بنا پر بھی اذنِ عام کی شرط کے تحقق کے بغیر بھی صحتِ جمعہ وعیدین کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے، بلکہ نمازِ ظہر تنہا تنہا پڑھیں''۔

سوال(۶): لاک ڈاؤن جیسے حالات میں اگر حکام صفوں میں فاصلہ رکھنے اور ہر دو نمازی کے درمیان فرجہ چھوڑنے پر مجبور کریں اور ان کا حکم نہ ماننے کی صورت میں کیس، مقدمہ کا ڈر ہو یا عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو تو کیا ان حالات میں صفوں میں فاصلہ رکھنے اور فرجہ چھوڑنے کی اجازت ہوگی اور نماز بلا کراہت ہوجائے گی؟

جواب: اس سوال کے جواب میں مفتی شمشاد حسین بدایونی کے علاوہ تقریباً سارے مقالہ نگار حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ صفیں سیدھی رکھنا اور خوب مل کر کھڑا ہونا واجب اور صفوں کے درمیان فرجہ چھوڑنا مکروہِ تحریمی، یہ عام حالات کے احکام ہیں۔

ہاں اگر لاک ڈاؤن جیسے حالات میں حکام صفوں میں فاصلہ رکھنے اور ہر دو نمازی کے درمیان فرجہ چھوڑنے پر مجبور کریں اور حکم نہ ماننے کی صورت میں اس بات کا یقین یا ظن غالب ہو کہ پولیس کی مار یا مقدمہ وغیرہ کا سامنا کرنا پڑے گا، یا عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہوگا تو صفوں میں فاصلہ رکھنے اور فرجہ چھوڑنے کی اجازت ہوگی اور نماز بلا کراہت ہوجائے گی، کیوں کہ شریعت میں عذرِ شرعی اور صحیح مجبوری باعث رخصت ہے۔

مفتی شمشاد حسین بدایونی کی رائے یہ ہے: ''اس بات کا دھیان رہے کہ حکومت کی جانب سے جو گائڈ لائن جاری ہوئی، اس میں صرف دو آدمیوں کے مابین فاصلہ رکھنے کا ذکر ہے، اس میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں کہ صفوں میں فاصلہ رکھا جائے، یا دو نمازیوں کے درمیان فرجہ چھوڑا جائے۔

یہ اقدامات بر بنائے احتیاط اٹھائے گئے تھے، مگر کچھ مساجد میں ان اقدامات پر عمل کر کے انھیں لزوم کے درجہ میں کردیا، جہاں تک حکومت کی گائڈ لائن پر عمل نہ کرنے کی صورت میں کیس مقدمہ کے خطرات کی بات ہے، وہ بھی موہوم ہے اور جہاں بھی اس قسم کا معاملہ پیش آیا شاذ و نادر ہے اور علم فقہ میں ''شاذ ونادر'' پر عمل نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ کوئی خطرہ مظنون بظن غالب نہ ہو۔ حکومت کی سختی اور قانونی کارروائی ''اعذار'' میں سے ہے، اس لیے جہاں ایسی صورت ہو وہاں پہلے ہی رخصت ہے کہ مسجد میں جمعہ ونماز کے لیے مسجد نہ جائیں، بلکہ گھر میں پڑھیں تاکہ کسی قسم کے خطرہ سے بچا جاسکے۔ خلاصہ کلام یہ کہ صفوں کے درمیان فاصلہ اور دو نمازی کے مابین فرجہ چھوڑنے کی اجازت نہیں اور نماز با کراہت ہوگی۔''

□□□

''ماہنامہ الرضا کا اشاریہ'' اور ''عقیدۂ تجسیم اور شیخ البانی'' والا قسطوار مضمون اگلے مہینے سے مسلسل شائع ہوگا: فاروقی

سالانہ فقہی سیمینار

تلخیص مقالات: حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت

از: ابو یوسف محمد قادری*

سالانہ فقہی سیمینار

الحمد للہ رب العالمین

والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

آج ہم سب شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے اٹھارہویں فقہی سیمینار میں امت مسلمہ کو درپیش آنے والے نئے مسائل کے حل کے لیے جمع ہوئے ہیں، یہ فقہی سیمینار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے علامہ حسن رضا کانفرنس ہال میں ۲۱/۲۲/۲۳/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق ۵/۶/۷/مارچ ۲۰۲۱ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کو منعقد ہو رہا ہے۔

یہ ناچیز ابو یوسف محمد قادری آپ کے روبرو تلخیص مقالات بعنوان ''حالتِ احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت'' پڑھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، جس کو حضرت العلام مفتی محمد اختر حسین قادری مدظلہ العالی نے ترتیب دیا ہے، اس عنوان پر کل ۲۸/مقالات موصول ہوئے، جو ۔۔ صفحات پر مشتمل ہیں، مقالہ نگار مفتیانِ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مفتی عالمگیر جودھپور، مفتی بلال انور جامعۃ الرضا، مفتی احمد رضا امرڈوبھا، مفتی نعیم نظامی خلیل آباد، مفتی شفیق احمد شریفی الہ آباد، مفتی سید اکرام الحق ممبئ، مفتی شمشاد حسین بدایونی، مفتی محمد کمال اختر فیض آباد، مفتی انیس عالم سیوانی، مفتی محمد عبد القادر باسنی، مفتی محمد ابو طالب سلطان پور، مفتی شمشاد احمد گھوسی، مفتی محمد شاہد علی بہرائچ، مفتی محمد صدیق حسن بہرائچ، مفتی محمد ابو الحسن گھوسی، مفتی جمال مصطفی گھوسی، مفتی شیر محمد جودھپور، مفتی یونس رضا اویسی کانپور، مفتی رفیق عالم بریلی شریف، مفتی عبد الرحمن بہرائچ، مفتی حبیب اللہ پیچپڑوا، مفتی محمد خورشید عالم گھوسی، مفتی محمد شہاب الدین احمد نوری براؤں شریف، مفتی سید سلیم باپو گجرات، مفتی مزمل برکاتی گجرات، مفتی قاضی شہید عالم بریلی شریف، مفتی انور نظامی ہزاری باغ، مفتی محمد شہزاد عالم جامعۃ الرضا۔

سوال نمبر (۱):۔ حالتِ احرام میں ماسک لگانا چہرہ چھپانے کے حکم میں ہے یا صرف منہ اور ناک چھپانے کے حکم میں ہے؟ تفصیل سے واضح فرمائیں۔

جواب نمبر (۲):۔ مذکورہ سوال کے جواب میں مفتیانِ کرام کے تین موقف ہیں:

موقف اول:۔ حالتِ احرام میں ماسک لگانا صرف منہ اور ناک چھپانے کے حکم میں ہے، جس کے قائل مفتی محمد انور نظامی صاحب ہیں۔

موقف دوم:۔ ماسک اگر بہت بڑا ہے کہ اس کے لگانے سے صرف آنکھیں نظر آئیں اور باقی تمام چہرے کا حصہ چھپ جائے تو حالتِ احرام میں ایسے ماسک لگانے سے چہرہ چھپانے کا حکم ہوگا اور اگر بہت چھوٹی سائز کا ماسک ہے کہ صرف ناک اور منہ کے علاوہ تمام چہرہ صاف ظاہر ہوتا ہے تو ایسے ماسک لگانے سے صرف ناک اور منہ چھپانے کا حکم عائد ہوگا۔ یہ موقف مفتی محمد عبد القادر اور مفتی احمد رضا صاحبان کا ہے۔

موقف سوم:۔ حالتِ احرام میں ماسک لگانا چہرہ چھپانے کے حکم میں ہے، درمختار میں ہے: ''تغطیة ربع الرأس او الوجه کالکل۔'' (ج ۳:ص ۵۷۹:باب الجنایات)

یہ موقف باقی تمام مفتیانِ کرام کا ہے۔

سوال نمبر (۲):۔ کورونا سے متاثر مریض حکومتی قانون کی بنا پر حج وعمرہ کے لیے نہیں جاسکتے ہیں، تو جن حضرات کو حج وعمرہ کی سعادت ملے گی، وہ سب بظاہر کورونا مریض نہیں ہوں گے، پھر بھی ان کو ماسک لگانا ہوگا، یہ جنایتِ اختیاریہ کے حکم میں ہے یا غیر اختیاریہ میں اور مرتکبِ جنایت پر کیا حکم نافذ ہوگا؟

جواب نمبر (۲): اس سوال کے ضمن میں مفتیانِ کرام کے چند موقف سامنے آئے:

* مقالہ نگار جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو کے استاذ ہیں۔

موقف اوّل: حالتِ احرام میں ماسک لگانا جنایتِ اختیاریہ کے حکم میں ہے، کیوں کہ یہ عذر من جہۃ العباد ہے، سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''عمل خطأً، نسیاناً، مجبوری، نیند، یا کفارہ پر عدمِ قدرت یہ عذر نہیں بن سکتے۔''

درمختار میں ہے: ''**ومن الاعذار الحمی والبرد و الجرح والقرح والصداع والشقیقة والقمل واما الخطاء والنسیان والاغماء والاکراہ والنوم وعدم القدرة علی الکفارة فلیست باعذار۔**'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰ رص ۱۴۷ رپوربندر)

اس موقف کے قائلین مندرجہ ذیل مفتیانِ کرام ہیں:

مفتی عالمگیر، مفتی شمشاد احمد، مفتی خورشید عالم، مفتی شمشاد حسین، مفتی محمد ابوالحسن، مفتی احمد رضا، مفتی کمال اختر، مفتی سید سلیم باپو، مفتی مزمل برکاتی، مفتی صدیق حسن، مفتی محمد شاہد علی، مفتی عبد الرحمن، مفتی انیس عالم، مفتی قاضی شہید عالم، مفتی رفیق عالم۔

موقف دوم:۔ حالتِ احرام میں ماسک لگانا جنایتِ غیر اختیاریہ ہے، بہار شریعت میں ہے: ''جہاں دم کا حکم ہے، وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جوؤں کی سخت ایذا کے باعث ہوگا، اسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں۔'' (ج ۶ رص ۷۰)

نیز ضرر وایذا کا صحیح اندیشہ ہو تو حالتِ احرام میں ماسک لگانا جنایتِ غیر اختیاریہ میں مانا جائے گا، جس طرح دشمن کے خوف سے کپڑا پہننے کی صورت میں کفارہ ہوتا ہے۔

عالمگیری میں ہے: ''**ولو حضر عدو فاحتاج الی لبس الثیاب فلبس ثم ذهب فنزع ثم عاد او کان العدو لم یبرح مکانه فکان یلبس السلاح فیقاتل بالنهار ویبرح باللیل فعلیه کفارة واحدة مالم یذهب هذا العدو۔**'' (ج ۱ رص ۲۴۳)

اس موقف کے قائلین مندرجہ ذیل مفتیانِ کرام ہیں:

مفتی حبیب اللہ، مفتی اختر حسین، مفتی شفیق احمد شریفی، مفتی انور نظامی، مفتی جمال مصطفی، مفتی بلال انور، مفتی شہزاد عالم، مفتی سید اکرام الحق، مفتی محمد ابو طالب، مفتی عبد القادر، مفتی یونس رضا، مفتی نعیم نظامی۔ اس سوال میں ایک شق یہ بھی ہے کہ مرتکبِ جنایت پر کیا حکم نافذ ہوگا۔ اس بارے میں بھی مفتیانِ کرام کے دو نظریئے ہیں:

نظریۂ اوّل:۔ اگر محرم نے چار پہر یا اس سے زیادہ وقت ماسک پہنا تو اس پر دم واجب اور اگر چار پہر سے کم پہنا تو صدقہ۔

بہار شریعت ح ۶: رص ۱۲۹: رمیں ہے: ''مرد یا عورت نے منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم چھپائی، یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپانے میں دم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں، مگر گناہ ہے۔''

عالمگیری ج ۱: رص ۲۴۳: رمیں ہے: ''**اذا لبس المحرم المخیط علی الوجه المعتاد یوما الی اللیل فعلیه دم وان کان اقل من ذلک فصدقة کذا فی المحیط سواء لبسه ناسیا او عامدا او عالما او جاهلا مختارا او مکرها کذا فی البحر الرائق۔**''

اس نظریہ کے قائلین یہ مفتیانِ کرام ہیں:

مفتی محمد حبیب اللہ، مفتی خورشید عالم، مفتی محمد ابوالحسن، مفتی محمد صدیق حسن، مفتی محمد شاہد علی، مفتی شمشاد حسین، مفتی کمال اختر، مفتی انیس عالم، مفتی احمد رضا، مفتی محمد عبد الرحمن، مفتی شمشاد احمد، مفتی عالمگیر، مفتی سید سلیم باپو، مفتی شہاب الدین نوری، مفتی مزمل، مفتی جمال مصطفی، مفتی محمد ابو طالب، مفتی سید اکرام الحق، مفتی بلال انور، مفتی یونس رضا، مفتی شہزاد عالم، مفتی قاضی شہید عالم، مفتی رفیق عالم، مفتی نعیم نظامی۔

نظریۂ دوم:۔ حالتِ احرام میں محرم کو ماسک لگانا جرم غیر اختیاریہ ہے، اس لیے مرتکب پر صرف صدقہ ادا کرنے کا حکم ہونا چاہیے۔

اس نظریہ کے قائل مفتی محمد عبد القادر اور مفتی شفیق احمد شریفی صاحبان ہیں، اب رہا یہ مسئلہ کہ مرتکب جنایت گنہگار ہوگا یا نہیں؟ تو اس بارے میں بھی دو رائے ہے:

(۱) جن حضرات کے نزدیک حج وعمرہ کرنے والے کا حالتِ احرام میں ماسک پہننا جنایتِ اختیاریہ ہے، مرتکب جنایت کے بارے میں ان کی دو رائے ہے:

(۱) گنہگار ہوگا، کفارہ کے ساتھ توبہ بھی کرے۔
(۲) گنہگار نہ ہوگا، اس لیے اس پر توبہ واجب نہیں۔
جن حضرات کے نزدیک حالتِ احرام میں ماسک پہننا جنایتِ غیر اختیاریہ ہے، ان کے نزدیک مرتکب جنایت گنہگار نہیں۔

سوال نمبر (۳):۔ کیا اس مسئلہ میں کسی اور دبستانِ فقہ سے پھول چن کر خوشبو لینے کی اجازت ہوگی؟

جواب نمبر (۳):۔ اس بارے میں کل دو موقف سامنے آئے ہیں:
موقف اول:۔ بوجہ دفعِ حرج ظاہر الروایۃ سے عدول کی اجازت ہونی چاہیے۔
یہ موقف مفتی اختر حسین، مفتی صدیق حسن، مفتی شاہد علی، مفتی سید سلیم باپو، مفتی محمد مزمل اور مفتی انور نظامی صاحبان کا ہے۔
موقف دوم:۔ بلا ضرورت اپنے مذہب سے عدول جائز نہیں، اس لیے دوسرے دبستانِ فقہ سے پھول چن کر خوشبو لینے کی اجازت نہیں، کیوں کہ یہاں حالتِ احرام میں ماسک لگانے کو جنایت سے خارج کرنے کے لیے اسبابِ ستہ میں سے کسی سبب کا تحقق نہیں ہو رہا ہے۔ یہ موقف مذکورہ مفتیانِ کرام کے علاوہ تمام مفتیانِ کرام کا ہے۔

سوال نمبر (۴): حالتِ نماز میں ماسک لگانے سے نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ اگر پڑے گا تو کس حد تک پڑے گا؟

جواب نمبر (۴): حالتِ نماز میں ماسک لگانے سے نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ اس بارے میں مقالہ نگار حضرات کے تین قول ہیں:
قول اول:۔ حالتِ نماز میں ماسک لگانے سے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ احادیث کریمہ اور اقوالِ فقہا سے یہی مستفاد ہے:
"عن ابی هريرة قال نهى رسول الله صلى الله عليه و سلم ان يغطى الرجل فاه فى الصلوة۔" (ابن ماجہ کتاب الصلوۃ)
اسی طرح ابو داؤد میں ہے: **"عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه و سلم نهى عن السدل فى الصلوة و ان يغطى الرجل فاه۔"** (کتاب الصلوۃ باب السدل فی الصلوۃ)
اور مبسوط للسرخسی میں ہے: **"و يكره فى الصلوة تغطية الفم۔"** (مکروہات الصلوۃ، ص ۱۳:)
اور بحر الرائق میں ہے: **"و من المكروه التلثم و هو تغطية الانف والوجه فى الصلوة لانه يشبه فعل المجوس حال عبادتهم النيران۔"** (ج ۲: ص ۲۷/ باب قص شعر الرأس فی الصلوۃ)

قولِ اول کے قائلین مندرجہ ذیل مفتیانِ کرام ہیں:
مفتی محمد کمال اختر، مفتی محمد شاہد علی، مفتی محمد صدیق حسن، مفتی سید سلیم باپو، مفتی محمد مزمل، مفتی محمد ابوالحسن، مفتی محمد شمشاد حسین، مفتی احمد رضا اور مفتی شہزاد عالم صاحبان۔

قولِ دوم: حالتِ نماز میں ماسک لگانے کی دو صورتیں ہیں:
پہلی صورت:۔ حکومت یا انتظامیہ کی طرف سے ماسک لگانا لازم قرار دیا گیا ہو، تو ایسی صورت میں نمازی ماسک لگانے پر مجبور ہے، لہٰذا نماز بلا کراہت ہو جائے گی۔
فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے: **"يكره للمصلى ان يغطى فاه و فى الخانية و أنفه من الصلوة و هذا الذى ذكرنا فى غير حالة العذر۔"** (ج ۲: ص ۱۹۹:)
اور بحر الرائق میں ہے: **ان تغطية الفم منهى عنها فى الصلوٰة لما رواه ابو داؤد و غيره و انما ابيحت للضرورة۔"**
دوسری صورت:۔ بلا عذر اور بلا مجبوری حالتِ نماز میں ماسک لگانے سے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔
جیسا کہ قولِ اول کے دلائل سے اس کی وضاحت ہوتی ہے اور درمختار میں ہے: **"كل صلوة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها۔"**
قولِ دوم کے قائلین یہ حضرات ہیں:
مفتی حبیب اللہ، مفتی عالمگیر، مفتی شہاب الدین، مفتی عبدالرحمن، مفتی انیس عالم، مفتی خورشید عالم، مفتی یونس رضا، مفتی بلال انور، مفتی نعیم، مفتی جمال مصطفی، مفتی ابوطالب، مفتی شفیق احمد شریفی، مفتی سید اکرام الحق، مفتی انور نظامی، مفتی اختر حسین، مفتی رفیق عالم اور مفتی شہید عالم صاحبان۔

قولِ سوم:۔ حالتِ نماز میں ماسک لگانے بقیہ ص ۱۳ / پر

از: فیصل بورڈ شرعی کونسل

فیصلہ

لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جمعہ وعیدین کی صحت اور اذن عام کے تحقق کا مسئلہ

سوال(۱) جمعہ وعیدین کے لیے ’’اذن عام‘‘ کی شرط کا لحاظ کس حد تک لازم وضروری ہے؟ کیا اذن سلطان کی شرط کی طرح بر بنائے ضرورت ومجبوری ’’اذن عام‘‘ کی شرط کے تحقق کے بغیر بھی لاک ڈاؤن جیسے حالات میں صحت جمعہ وعیدین کا حکم دیا جاسکتا ہے؟

الجواب(۱) بحث وتمحیص کے بعد باتفاق مندوبین یہ طے ہوا کہ صحت جمعہ وعیدین کے لئے باتفاق مشائخ حنفیہ۔ اذن عام۔ شرط لازم ہے جس کے بغیر صحت جمعہ وعیدین کا حکم ہر گز نہیں دیا جاسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

’’الاذن العام ای ان یاذن للناس اذنا عاما بان لا یمنع احدا ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذی تصلی فیه۔‘‘ (۳/۲۵) فتاویٰ ولوالجیہ میں ہے: **۔الاداء علی سبیل الاشتهار شرط۔‘‘**(۱/۱۵۰)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: اذن عام فی نفسہ شرط صحت جمعہ ہے، اجلۂ ائمہ کی نقل اور محرر مذہب امام محمد سے بلاخلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا، اگر قلعہ میں آنے کا اذن عام دیا تھا تو دونوں جمعے صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل۔ اھ۔ (۳/۷۲۷)

اس شرط کا ظاہر الروایت میں مذکور نہ ہونا اور صرف نادر الروایت میں ہونا اس کی اہمیت کو کم نہیں کرے گا۔

شرح عقود رسم المفتی میں ہے: **روی عن جمیع اصحابه من الکبار کابی یوسف ومحمد وزفر والحسن انهم قالوا ما قلنا فی مسئلة قولا الا وهو روایتنا عن ابی حنیفة واقسموا علیه ایمانا غلاظا فلم یتحقق اذن فی الفقه جواب ولا مذهب الاله کیف ما کان۔** (ص ۱۹۸)

اسی میں ہے: **وفی الخانیة وان کانت المسئلة فی غیر ظاهر الروایة ان کانت توافق اصول اصحابنا یعمل بها۔** (ص ۲۲۸)

اسی میں ہے: **وفی قضاء الفوائت من البحر ان المسئلة اذا لم تذکر فی ظاهر الروایة وتثبت فی روایة اخریٰ تعین المصیر الیها۔** (ص ۱۵۰)

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: **وقلت وعدم الذکر لیس ذکر العدم ولا ریب فی العمل بروایة النوادر فیما لم تخالف ظاهر الروایة فلذا جزمت به المتون مع وضعها لنقل المذهب۔** (جد الممتار، ج ۲، ص ۴۰۰) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۲) دروازۂ مسجد کو بند کرنا ’’اذن عام‘‘ کے منافی ہے یا نہیں؟ کورونا وائرس کے سبب لاک ڈاؤن جیسے حالات میں جبکہ حکام مسجد بند کرنے کا حکم دیں یا بھیڑ آجانے کا خطرہ ہو تو دروازۂ مسجد بند کر کے جمعہ کی اجازت دی جائے یا جمعہ کے بدلے ظہر پڑھنے کا حکم دیا جائے؟ باب قلعہ والے جزئیہ سے باب مسجد بند کر کے صحت جمعہ پر استدلال صحیح ودرست ہے یا غلط وفاسد؟

الجواب(۲) باتفاق رائے طے ہوا کہ ائمہ احناف نے اذن عام کی تشریح کرتے ہوئے اس کا معنیٰ۔ دروازہ کھلا رکھنا۔ بتایا ہے اس لئے دروازۂ مسجد کو بند کرنا بلاشبہ اذن عام کے منافی ہے۔

مجمع الانہر میں ہے: ’’**والاذن العام وهو ان یفتح ابواب الجامع للواردین۔**(۱/۳۶)

بہار شریعت میں ہے: اگر جامع مسجد میں، جب لوگ جمع ہو گئے، دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا، نہ ہوا۔ (۴/۹۹)

اور دروازۂ مسجد بند کرنے کی متعدد صورتیں ہیں:

(۱) دروازۂ مسجد کو مقیمین جمعہ نے خود بند کیا خواہ حکام کے حکم پر یا بھیڑ آجانے کے خطرہ کے سبب تو اب ان کا جمعہ صحیح نہیں ہوگا لہذا انہیں جمعہ کی اجازت نہیں بلکہ تنہا تنہا نماز ظہر پڑھیں۔

ردالمحتار میں ہے: ''**المراد الاذن من مقیمها کما فی البرجندی من انه لو اغلق جماعة باب الجامع و صلوا فیه الجمعة لایجوز**۔(۳/۲۵) فتاویٰ رضویہ میں ہے: اذن انہی لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں۔(۳/۶۷۸)

(۲) مسجد کا دروازہ حکومتی عملہ یا مسجد میں موجود مصلیان جمعہ کے علاوہ کسی اور نے بند کر دیا تو اب ان مصلیان جمعہ کا جمعہ صحیح ہوگا کہ ان کی طرف سے ممانعت نہیں۔

(۳) مسجد کا دروازہ مقیمین جمعہ کے کہنے پر غیر مقیمین نے بند کیا تو اس صورت میں بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا اور انہیں نماز ظہر پڑھنی ہوگی اور باب قلعہ کے بند کر دینے کی صورت میں صحت جمعہ کے قول سے استدلال کرنا کہ باب مسجد بند کرنے کی صورت میں بھی جمعہ صحیح ہے، غلط اور فاسد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۳) دشمن کے خوف یا عادت قدیمہ کے سبب وقت جمعہ باب قلعہ بند ہونے سے ''اذن عام'' رہے گا یا ختم ہو جائے گا؟ اور اہل قلعہ کا جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف کیا ہے؟

الجواب (۳) بحث و مذاکرہ اور اس مسئلہ سے متعلق عبارات فقہیہ میں کامل غور وخوض کے بعد مندوبین کرام نے اس امر پر اتفاق کیا کہ دشمن کے خوف یا عادت قدیمہ کے سبب وقت جمعہ باب قلعہ بند ہونے سے اذن عام ختم ہو جائے گا اور اس قلعہ کا جمعہ صحیح نہ ہوگا۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا یہی موقف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۴) جب حکام کی طرف سے چند نمازیوں کو چھوڑ کر عام نمازیوں کو مسجد میں جانا ممنوع قرار دے دیا جائے تو اس صورت میں مسجد کا حکم جیل جیسا ہو جائے گا یا نہیں؟ اور دروازۂ مسجد بند کر کے جمعہ پڑھیں یا کھول کر بہر صورت کیا جمعہ صحیح ہوگا یا ظہر پڑھنے کا حکم دیا جائے گا؟

الجواب (۴) بحث ومباحثہ اور طویل مذاکرہ کے بعد یہ طے ہوا کہ مسجد میں عام نمازیوں کو جانے سے ممانعت کے سبب مسجد کا حکم جیل جیسا نہیں ہوگا اور اگر مقیمین جمعہ دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھیں گے تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا اور اگر وہ دروازہ خود بند نہ کریں نہ خود بند کرائیں تو جمعہ صحیح ہوگا اور ظہر پڑھنے کا حکم نہ ہوگا۔

ردالمحتار کی عبارت گزری کہ: **المراد الاذن من مقیمها کما فی البرجندی من انه لو اغلق جماعة باب الجامع و صلوا فیه الجمعة لایجوز**۔(۳/۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۵) لاک ڈاؤن جیسے حالات میں ایک ہی مسجد میں متعدد بار جمعہ یا عیدین کی متعدد جماعتیں قائم کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ یوں ہی گھروں، فلیٹوں اور بلڈنگوں میں جمعہ وعیدین کی اقامت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہاں! تو اسکے کیا شرائط ہونگے اور بر بنائے ضرورت ومجبوری ''اذن عام'' کی شرط کے تحقق کے بغیر بھی صحت جمعہ وعیدین کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب (۵) لاک ڈاؤن جیسے حالات میں ایک ہی مسجد میں متعدد بار جمعہ یا عیدین کی متعدد جماعتیں قائم کرنا مقصود اقامت جمعہ کو فوت کرنا ہے اور عام حالات میں شرائط جمعہ کا لحاظ نہ رکھنے کے سبب جمعہ کا ہی فوت کرنا ہوگا۔ لہٰذا اس کی اجازت نہیں اور صحت جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں لہذا گھر، فلیٹ وغیرہ میں بھی شرائط جمعہ پائے جانے کی صورت میں جمعہ صحیح ہوگا مگر لاک ڈاؤن جیسے حالات میں گھر اور فلیٹ میں اقامت جمعہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۶) لاک ڈاؤن جیسے حالات میں اگر حکام صفوں میں فاصلہ رکھنے اور ہر دو نمازی کے درمیان فرجہ چھوڑنے پر مجبور کریں اور انکا حکم نہ ماننے کی صورت میں کیس، مقدمہ کا ڈر ہو یا عزت و آبرو کو خطرہ لاحق ہو تو کیا ان حالات میں صفوں میں فاصلہ رکھنے اور فرجہ چھوڑنے کی اجازت ہوگی اور نماز بلا کراہت ہو جائے گی؟

الجواب (۶) نماز میں تسویہ اور اتصال صفوف نہایت اہم ہے، اس کا ترک حرام وگناہ ہے مگر یہ واجبات صفوف سے ہے، اس لئے لاک ڈاؤن جیسے حالات میں اگر حکام صفوں میں فاصلہ رکھنے اور

ہر دو نمازی کے درمیان فرجہ چھوڑنے پر مجبور کریں اور ان کا حکم نہ ماننے کی صورت میں کیس، مقدمہ کا ڈر ہو یا عزت و آبرو کو خطرہ لاحق ہو تو صفوں میں فاصلہ رکھنے اور فرجہ چھوڑنے کی اجازت ہوگی اور نماز بلا کراہت ہو جائے گی اور اس نماز کے اعادہ کا حکم نہ ہوگا۔

عمدۃ القاری میں ہے: **الامر بتسویۃ الصفوف، وھی من سنۃ الصلاۃ عند ابی حنیفۃ والشافعی ومالک، وزعم ابن حزم انہ فرض، لأن اقامۃ الصلاۃ فرض، وما کان من الفرض فھو فرض قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "فان تسویۃ الصف من تمام الصلاۃ" فان قلت: الاصل فی الامر الوجوب ولا سیما فیہ الوعید علی ترک تسویۃ الصفوف، فدل علی انھا واجبۃ، قلت: ھٰذا الوعید من باب التغلیظ والتشدید تاکیدا و تحریضا علی فعلھا، کذا قالہ الکرمانی: ولیس بسدید لأن الامر المقرون بالوعید یدل علی الوجوب، بل الصواب ان یقول: فلتکن التسویۃ واجبۃ بمقتضی الامر، ولکنھا لیست من واجبات الصلاۃ بحیث انہ اذا ترکھا فسدت صلاتہ او نقصتھا، غایۃ ما فی الباب اذا ترکھا یأثم۔** (۴/ ۳۵۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

□□□

ص ۶۲ رکا بقیہ...

ان طیب عضوا کاملا او ستر راسہ وتغطیۃ ربع الراس او الوجہ کالکل ولا بأس بتغطیۃ اذنیہ وقفاہ ووضع یدیہ علی انفہ بلا ثوب۔

اور اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: **کالکل ھو المشھور من الروایۃ عن ابی حنیفۃ وھو الصحیح علی ما قالہ غیر واحد شرح اللباب قولہ ولا بأس بتغطیۃ اذنیہ وقفاہ کذا بقیۃ البدن اھ۔ بلا ثوب کذا فی الفتح والبحر و الظاھر انہ لو کان الوضع بالثوب ففیہ الکراھۃ التحریمۃ فقط لان الانف لا یبلغ ربع الوجہ۔** (کتاب الحج باب الجنایات، ۳/۵۷۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سوال (۳) کیا اس مسئلہ میں کسی اور دبستان فقہ سے پھول چن کر خوشبو لینے کی اجازت ہوگی؟

الجواب (۳) جملہ مندوبین کرام اس امر پر متفق ہیں کہ اگرچہ عند الضرورۃ تقلید غیر جائز ہے مگر مسئلہ مبحوث عنہا میں مذہب حنفی سے عدول کرنے کی کوئی حاجت و ضرورت نہیں پائی جا رہی ہے لہٰذا کسی اور دبستان فقہ سے پھول چن کر خوشبو لینے کی اجازت نہیں ہے۔

سوال (۴) حالت نماز میں ماسک لگانے سے نماز کی صحت پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ اگر پڑے گا تو کس حد تک پڑے گا؟

الجواب (۴) جملہ مفتیان کرام اور مندوبین حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ ارشاد حدیث پاک کے سبب حالت نماز میں ناک و منھ چھپانا مکروہ تحریمی ہے اور فقہائے کرام نے اس کی علت تشبہ بالمجوس قرار دیا ہے۔

مبسوط للامام السرخسی میں ہے: **ویکرہ فی الصلاۃ تغطیۃ الفم لحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھیٰ عن ان یغطی المصلی فاہ ولانہ ان غطاہ بیدہ فقد قال کفوا ایدیکم فی الصلوٰۃ وان غطاہ بثوب فقد نھیٰ عن التلثم فی الصلاۃ وفیہ تشبہ بالمجوس فی عبادتھم النار۔** (۲/۳۱، مکروھات الصلاۃ)

چونکہ حدیث پاک میں حالت نماز میں بلا عذر منھ چھپانے کی ممانعت مراد ہے اور سبب کراہت و ممانعت تشبہ بالمجوس بھی ہے، اس لئے بلا وجہ ماسک لگا کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

سوال (۵) حالت نماز میں ماسک لگانے پر حکومت کی طرف سے جبر یا عدم جبر کی صورت میں حکم یکساں رہے گا یا فرق ہوگا؟ اس کی تفصیل کر کے حکم واضح فرمائیں۔

الجواب (۵) جملہ مندوبین اس امر پر متفق ہیں کہ جبر و اکراہ کے سبب منھ پر ماسک لگانا مکروہ تحریمی نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی کورونا سے تحفظ کی نیت سے ماسک لگائے تو اس میں تشبہ بالمجوس اور کراہت تحریمی نہیں مگر بلا جبر و اکراہ کی صورت میں کراہت ضرور ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

□□□

از: فیصل بورڈ شرعی کونسل

فیصلہ

حالت احرام اور نماز میں ماسک لگانے کی شرعی حیثیت

سوال(۱) حالت احرام میں ماسک لگانا چہرہ چھپانے کے حکم میں ہے یا نہیں؟ تفصیل سے واضح فرمائیں۔

الجواب(۱) باتفاق مندوبین طے ہوا کہ ماسک لگانے سے کم از کم چوتھائی چہرہ چھپانا متحقق ہے لہٰذا چہرہ پر ماسک لگانے سے چوتھائی چہرہ چھپانے کا حکم نافذ ہوگا۔

درمختار میں ہے: **تغطیة ربع الراس او الوجه کالکل۔ (۵۷۹/۳)**

اوراس کا حکم یہ ہے کہ اگر محرم بالقصد بلاعذر چہرہ پر ماسک لگائے گا تو اس پر کفارہ واجب ہے اور وہ گنہگار بھی ہوگا۔ لہٰذا ادائیگی کفارہ کے ساتھ اس پر توبہ بھی واجب ہوگی۔

بہار شریعت میں ہے: محرم اگر بالقصد بلاعذر جرم کرے تو کفارہ واجب ہے اور گنہگار بھی ہوا لہٰذا اس صورت میں توبہ واجب کہ محض کفارہ سے پاک نہ ہوگا جب تک توبہ نہ کرے۔ (۱۱۶۲/۱)

سوال(۲) کورونا سے متاثر مریض حکومتی قانون کی بنا پر حج و عمرہ کے لئے نہیں جاسکتے ہیں تو جن حضرات کو حج وعمرہ کی سعادت ملے گی وہ سب بظاہر کورونا مریض نہیں ہوں گے پھر بھی ان کو ماسک لگانا ہوگا، یہ جنایت اختیاریہ کے حکم میں ہے یا غیر اختیاریہ ہیں؟ اور مرتکب جنایت پر کیا حکم نافذ ہوگا؟

الجواب(۲) بالقصد بلاعذر ارتکاب جنایت میں کفارہ اور توبہ دونوں واجب ہیں، اگر حکومت کے جبری قانون کے سبب لگایا تو گناہ نہیں ہوگا مگر کفارہ دینا ہوگا اور جب تک اس خوف سے لگائے رہے گا ایک ہی کفارہ لازم آئے گا اگر چہ وقتاً فوقتاً اتار لیتا ہو۔ اس کی نظیر خوف دشمن کے سبب کپڑا پہننے اور اتارنے کا مسئلہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے: **واذا حضره العدو فاحتاج الی اللبس للقتال ایاما یلبسها اذا خرج وینزعها اذا رجع فعلیه کفارة واحدة ما لم یذهب هٰذا العدو فان ذهب وجاءعدو غیره لزمه کفارة اخریٰ۔ (۵۱۲/۳)**

اور اگر صرف حفاظتی تدبیر کے پیش نظر اپنی مرضی سے لگایا تو اس صورت میں کفارہ بھی ہوگا اور گناہ بھی ہوگا جس سے توبہ واجب ہے اور ادائیگی کفارہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر ایک پورا دن یا کامل رات لگائے رکھا تو خاص حدود حرم میں ایک قربانی کرنی ہوگی اور اگر اس سے کم وقت تک لگایا تو صدقۂ فطر کی طرح خاص صدقہ ہی دینا واجب ہوگا یعنی دو کلو پینتالیس گرام گیہوں یا اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: عذر و بے عذر میں اتنا فرق ہے کہ اگر بے عذر ایک دن کامل یا ایک رات کامل یا اس سے زائد سر چھپا رہا تو خاص حرم میں ایک قربانی ہی کرنی ہوگی جب چاہے کرے دوسرا طریقہ کفارہ کا نہیں اور عذر مثلاً بخار یا سردی یا زخم یا درد کے سبب اتنی مدت چھپایا تو اختیار ہوگا حرم میں قربانی کرے یا جہاں چاہے جب چاہے تین صاع گیہوں یا مثلاً چھ صاع جو چھ مسکینوں کو دے یا تین روزے جس طرح چاہے رکھ لے اور اگر کامل دن یا رات کی مدت سے کم چھپا رہا اگر چہ کتنی ہی تھوڑی دیر کو تو بے عذری کی صورت میں صدقۂ فطر کی طرح خاص صدقہ ہی لازم ہوگا یعنی نیم صاع گیہوں یا مثلاً ایک صاع جو کہ جہاں چاہے دے اور بصورت عذر مختار ہوگا چاہے یہ صدقہ دے یا ایک روزہ جہاں چاہے رکھ لے۔ (۶۸۸،۶۸۷/۴)

تنویر الابصار اور درمختار میں ہے: **الواجب دم علی محرم بالغ ولو ناسیا او جاهلا او مکرها**

بقیہ ص ۶۱ پر

June-July-2021 ₹ 50/-

ذی قعدہ/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ/جون/جولائی ۲۰۲۱ء





عالم اسلام کو
عرس تاج الشریعہ
وعید الضحیٰ مبارک ہو

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

{بقیہ صفحہ نمبر ۱۰۲ / پر}

فہرست

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

حضور تاج الشریعہ! پیکر جرأت واستقامت

اداریہ

کہنے کوتولوگ اسے ''اختر رضا'' کہتے تھے لیکن وہ کسی چودھویں کے چاند سے کم نہ تھا، وہ ہلال عید سعید تھا، وہ بدر منیر بھی تھا، اس کی روشنی فلک سنیت کو جگمگا رہی تھی، اس کی ضیا باریوں سے ایک عالم منور ہو رہا تھا، اس کی شعائیں آفتاب و ماہتاب کو بھی شرمندہ کررہی تھیں، اس کی تابشیں زمین کی وسعتوں میں پھیل چکی تھیں، وہ جدھر سے گزر جاتا تھا، اس کی ایک جھلک پانے کو دیوانوں کا ہجوم اکٹھا ہوجایا کرتا تھا، وہ جہاں کہیں بھی جاتا تھا، اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا ذکر وہاں پہنچ جایا کرتا تھا، حد تو یہ ہے کہ جہاں وہ کبھی پہنچا ہی نہیں، وہاں بھی اس کا والہانہ ذکر ہو رہا تھا مجلس کوئی بھی ہو اس کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی، جلسہ کسی کا بھی ہو، اس کی فکر سے سرشار ہوتا، کانفرنس کیسی بھی ہو، کہیں بھی ہو، اس کا چرچہ ہی اسے کامیابیوں سے ہمکنار کرتا ''بستی بستی، قریہ قریہ، تاج الشریعہ، تاج الشریعہ ع

زبان خلق کو نقارۂ خدا کہیئے

ہندو پاک میں بہت سی جگہیں ایسی بھی ہیں جہاں کے لوگوں نے کبھی اس کو دیکھا تک نہیں، لیکن اس کی عقیدت ان کے قلب وجگر کے نہاں خانوں میں رچی بسی ہوئی تھی، ان کے دلوں میں اس کی محبت کی شمع روشن تھی، وہ اس پر سوجان سے فدا و فریفتہ تھے، ذرا سوچئے اور سر دھنئے کہ بن دیکھے جب یہ عالم تھا تو دیدار کا عالم کیا ہوتا؟ کون سا دل ہے جس میں اس کی سحر آگیں محبت موجیں نہ لے رہی ہو، کون سی نگاہ ہے جس میں اس کی دید و بازدید کا سودا نہ سمایا ہو، کون سی جاں ہے جو اس پر مر مٹنے کو حیات جاوداں نہ سمجھتی ہو، وہ رہتا تو فرش گیتی پر تھا، مگر بستا کروڑوں دلوں میں تھا، وہ چلتا پھرتا تو زمین کے طول وعرض پر تھا مگر حکمرانی انسان کے قلب وجگر پر کرتا تھا۔

یہ محبت، یہ عقیدت اور یہ دیوانگی اسے بزور طاقت وقوت نہیں حاصل ہوئی تھی، اس کے خواص کی فراہم کردہ بھی نہ تھی، یہ بس راضی برضائے الٰہی کا نتیجہ تھی، ناموس رسالت کی پہرے داری کا انعام تھی، احقاق حق اور ابطال باطل کا ثمرہ تھی۔

عوام وخواص میں مقبولیت ایسی کہ محض چند ساعتوں کے دیدار کے لئے لوگ ہزاروں کلومیٹر کا سفر طے کرتے اور گھنٹوں محوانتظار رہتے تھے، خلق خدا میں اس کا ادب واحترام ایسا کہ اکابرین بھی ادب بجالانے میں فخر محسوس کرتے تھے، رعب و دبدبہ ایسا کہ شیروں کا جگر رکھنے والوں کو بھی جرأت لب کشائی نہ تھی، دنیا سے لاتعلقی کا عالم یہ تھا کہ اس دور میں جہاں بیشتر لوگ اہل سیاست سے اپنے خوش گوار مراسم رکھنا مصلحت وقت اور تقاضہ عصر تصور کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز، حق کو باطل اور باطل کو حق حتیٰ کہ ذاتی مفاد کی دیوی کے چرنوں میں قومی مفاد کی بلی تک چڑھا دینے سے بھی گریز نہیں کرتے، وہیں وہ سیاسی افراد سے ملنا تک گوارا نہیں کرتا تھا، حاکمان وقت بھی اس کے در پہ سوالی بن کر آئے مگر وہ ان کے شاہانہ کروفر سے نہ خائف ہوا نہ مصلحت وقت کے تحت ان کی طرف مائل ہوا۔

لوگوں نے اس کے فتوے پر انگلی اٹھائی، مگر وہ خاموش رہا، لوگوں نے اس کی ذات پر توہین آمیز حملے کئے مگر وہ چپ رہا، کچھ لوگوں نے اسے ذہنی تکلیفیں پہنچائیں مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی، لیکن جیسے ہی کسی نے اللہ کے دین کو مسخ کرنے کی مذموم سعی کی، وہ سراپا سپر بن گیا، جیسے ہی کسی نے مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث کی غلط تشریح کی، وہ مجسم احتجاج بن گیا اور جیسے ہی کسی نے شرعی احکام کی باطل توضیح کی

اس کے تعاقب میں اس کا قلم سرپٹ دوڑ پڑا۔

حق گوئی و بے باکی اس کا طرۂ امتیاز تھی، احقاق حق اور ابطال باطل میں اس نے کبھی اپنے اور بے گانے کی تفریق نہیں کی، تصلّب فی الدین میں وہ یکتائے روزگار تھا، احکام شرعیہ میں اسے ادنیٰ سی بھی لچک برداشت نہیں تھی، وہ جو کرتا تھا وہی کہتا تھا اور جو کہتا تھا وہی کرتا تھا، اس کا ظاہر و باطن یکساں تھا، کچھ لوگ اس کے تصلّب کو ”تشدد“ کا نام دیتے اور دبی زبان میں یہ کہتے کہ اس زمانے میں اتنی سختی مناسب نہیں، اس طرح تو آپ بالکل اکیلے رہ جائیں گے، تو وہ ایسی باتوں کے جواب میں مسکرا کر صرف یہ کہتا کہ ”اگر دنیا میں صرف ایک شخص بھی احکام شرع پر کاربند ہے تو وہی سواد اعظم“ ہے۔

کبھی کبھی ایسے لوگوں کے جھانسے میں کچھ اپنے بھی آجایا کرتے اور انھیں بھی لگنے لگتا کہ اس نے فلاں پر حکم لگا دیا، فلاں صاحب پر بھی حکم لگا دیا، حد تو یہ ہے کہ فلاں حضرت کی بھی کوئی رعایت نہیں کی جبکہ فلاں نے تو بڑا کام کیا ہے، اس طرح تو سارے ہی ہم سے کٹ جائیں گے اور ہم بالکل اکیلے رہ جائیں گے، لیکن اس کے باوجود بھی دنیا نے بارہا دیکھا کہ وہ جہاں بھی جاتا خلق خدا کی بھیڑ امنڈ پڑتی، لوگ اس کی ایک جھلک پانے کو اپنی حیات مستعار کی معراج تصور کرتے تھے، اس کا ہر آنے والا دن اس کے لئے ایک نئی آن بان شان اور شہرت و مقبولیت کے نئے باب کھولتا تھا۔

جب وہ اس خاکدان گیتی سے رخصت ہونے لگا تو جاتے جاتے اہل دنیا پر یہ حقیقت واضح کرتا گیا کہ لوگو! جو بندہ ”الحب فی اللہ والبغض فی اللہ“ کا پیکر بن کر جیتا ہے، اس کا والی خود خدا ہو جاتا ہے اور جس کا خدا ہو جاتا ہے پھر تو ساری خدائی اس کی ہو جاتی ہے، ساری دنیا اس کی دیوانی ہو جاتی ہے، خلق خدا کے دلوں میں اس محبت کی راسخ کر دی جاتی ہے، جب تک وہ اس دنیائے رنگ و بو میں رہتا ہے، خلق خدا کا ہجوم اسے اپنے جھرمٹ میں لئے رہتا ہے اور جب وہ اس جہان فانی سے رخصت ہوتا ہے تو اہل جہاں کو ”الحب فی اللہ والبغض فی اللہ“ کا جلوہ دکھاتا ہوا جاتا ہے کہ دیکھو اہل حق اپنی حیات میں اعلائے کلمۃ الحق بلند کرتے ہی ہیں، بعد ممات بھی حق کی تفہیم کرتے ہیں گویا زبان حال سے یہ اعلان کر جاتے ہیں۔ ؎

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

وہ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے لوگوں کو یہ فلسفہ بھی سمجھا گیا کہ اہل حق کبھی تنہا اور اکیلے نہیں ہوتے، دیکھو میرے جنازے کو! کیا یہ کسی ایسے شخص کا جنازہ ہے جو اہل دنیا سے کٹ کر بالکل تنہا ہو گیا تھا، کیا یہ لاکھوں بندگان خدا کسی دنیا سے کٹے ہوئے فرد پر وار و نثار ہو رہے ہیں؟

نہیں، نہیں ہرگز نہیں! وہ تو اس دور پر فتن میں صداقت کا علم بردار تھا، اسلاف کی شجاعت و بہادری کی یادگار تھا، جرأت و بے باکی اور اہل حق کی علامت تھا، اہل تقویٰ و طہارت کا میر کارواں تھا، فقہ و افتا کا تاج دار تھا، علم و فن کا شہنشاہ تھا، اللہ رب العزت نے اسے حق کی وہ آہنی دیوار بنائی تھی جسے وقت کے بڑے بڑے سورما بھی منہدم کرنے کی جسارت نہ کر سکے۔

ناموس رسالت کی پاسبانی اور شریعت مصطفیٰ کی پہرداری کے سبب خدا نے آپ کو نیابت رسول ﷺ کا وہ تاج زرّیں عطا ہوا کہ کل تک دنیا جسے نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی تھی، آج وہ عرب و عجم کا ”تاج الشریعہ“ بن ہو گیا۔

باد مخالف کے شرکش جھونکوں کی زد پہ بھی حق کی شمع روشن کرنے والے اس مرد حق آگاہ کے لئے اللہ رب العزت نے اپنی ساری مخلوقات کو مسخر فرما دیا تھا، جبھی تو خلق خدا دیوانہ وار اس پر نثار ہوتی تھی، نہ معلوم کہاں کہاں سے پروانوں کا سیلاب امنڈتا۔

وہ ایک سچا عاشق رسول ﷺ بھی تھا، اسی لئے وہ اپنے درد و غم کے مداوا کے لئے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اس شان سے حاضر ہوتا اور یوں عرض کرتا۔ ؎

مجھے کیا فکر ہو اختؔر مرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتار بلا کر دیں

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

عہدِ رسالت میں نظامِ عدل و انصاف

اسلامیات

اللہ رب العزت نے ہر زمانے میں انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اور نبیوں کے بھیجنے کے مقاصد کو آسمانی کتابوں میں بیان فرمایا، ان میں سے بنیادی باتوں میں سے چند یہ ہیں اللہ ایک ہے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول سچ اور حق کی تعلیم دینے آئے ہیں، قرآن مجید نے بنیادی باتوں میں قانونی اور عدالتی اصطلاحات، عدل و انصاف و احسانات پر بہت زور دیا Focus کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالعَدلِ وَالاِحسَانِ وَاِیتَآئِ ذِی القُربٰی وَیَنہٰی عَنِ الفَحشَآءِ وَالمُنکَرِ وَالبَغیِ یَعِظُکُم لَعَلَّکُم تَذَکَّرُونَ۔ یعنی بے شک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' (القرآن، سورۂ نحل 16 ر آیت 90)

مفسرین نے عدل (انصاف justice) اور احسان کے معنیٰ بھی فرمائے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا عدل یہ ہے کہ آدمی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی گواہی دے اور فرائض کو ادا کرے، لوگوں کے ساتھ احسان کرے۔ (عدل و احسان کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے) یہ آیت مومنوں کو انسانی معاملات میں انصاف کا ایک عام حکم دیتی ہے، یہ بات قابلِ غور ہے کہ انصاف کو بھلائی کے ساتھ شامل کیا گیا ہے، اس حکم کے تحت لازمی ہے کہ مومنین اپنی ذاتی اور سرکاری دونوں حیثیتوں میں انصاف کریں۔

ممتاز مفسر قرآن علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر ''روح المعانی'' میں آیتِ عدل سورۂ نمل 16 ر آیت 90 کی تفسیر نہایت جامع تحریر فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں (1) عدل اُمُّ الفضائل عمل ہے، (2) عدل مساوات (برابری کا) دوسرا پہلو، نام ہے۔ (3) عدل، انصاف دراصل ظلم کی ضد ہے یعنی اگر عدل و انصاف ہو تو ظلم کا خاتمہ یقینی ہے۔ (4) عدل و انصاف کے موضوع پر کلام کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں، علما کی بڑی تعداد کا یہ قول ہے کہ اگر قرآن مجید میں صرف یہی آیت ''عدل'' نازل ہوتی تو ہدایت کے واسطے کافی ہوتی۔ اس آیت کریمہ کی اہمیت کے پیش نظر خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے خلیفہ عبد الملک نے دریافت کیا کہ عدل کا کیا مفہوم ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ عدل کی چار شکلیں ہیں (1) فیصلہ کے وقت کا عدل جیسا کی رب العالمین نے فرمایا کہ جب تم فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ (2) گفتگو کے وقت عدل جیسا کہ رب کا ارشاد ہے جب تم بات کرو تو عدل کے ساتھ بات کرو۔ (3) عدل فدیہ کے مفہوم میں ہے جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے (انسانی نفس کے عوض کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ (4) عدل فی الشرک جیسا کہ رب نے فرمایا منکرین اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں، رب اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

عدالتی نظام کے بنیادی اصول

قرآن کریم میں بہت سی آیات کریمہ عدالتی نظام، حق اور احسان کے بنیادی اصول بیان کرتی ہیں اور احادیث کے خزانے میں بھی کثیر احادیث انصاف، حق اور احسان کے بارے میں موجود ہیں، انسانوں کے درمیان اختلافات فطری چیز ہے مگر بعض اختلافات حق و صداقت پر مبنی ہوتے ہیں اور بعض جھوٹ اور تعصب پر، ایسی صورت میں ایمان والوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ صرف ان کی طرف داری کریں جو راہ حق پر ہوں، انھیں

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام و خطیب ہیں۔

چاہیے کہ ہر قسم کا دباؤ جوان کے بس میں ہو، غلط راہ پر چلنے والے گروہ کے خلاف استعمال کریں حتیٰ کہ وہ انصاف پر آجائیں، اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں ہر امت کے لیے ایک حکم پہنچانے والا پیغمبر، رسول، نبی بھیجا، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:
''وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ یعنی اور ہر امت کے لیے ایک رسول آتا رہا ہے، پھر جب ان کا رسول (واضح نشانیوں کے ساتھ) آچکا (اور وہ پھر بھی نہ مانے) تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا گیا اور (قیامت کے دن بھی اسی طرح ہوگا) ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (القرآن، سورۂ یونس 10/آیت 47)

اس آیت کریمہ کے مطابق دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کے پاس رسول نہ بھیجا گیا ہو پھر یہ آیت رسول کے فرائض بھی واضح کرتی ہے کہ دنیا میں امن وامان اور لوگوں کے حقوق، جان، عزت اور مال کی حفاظت کے لیے انصاف کو قائم کرنا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انصاف کا قیام رسالت کا سب سے اہم منصب ہے کیونکہ ہر رسول کو لوگوں کے درمیان انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور پھر لوگوں کو خاص کر مومنوں کو نہایت واضح اور واشگاف (کھلے) الفاظ میں عدل کرنے والے سربراہ یعنی رسول کریم جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کے اختیارات بیان کرتے ہوئے، قرآن کریم حکم دیتا ہے کہ ہر قیمت پر رسول کریم ﷺ کے فیصلہ اور حکم کے خلاف نافرمانی، حکم عدولی، بغاوت، سرکشی نہ کرے، اسے جان لینا چاہیے کہ اپنے لیے اللہ کے غضب کو دعوت دے رہا ہے اور وہ محمد ﷺ کی امت سے بغاوت کر رہا ہے، عہد رسالت کے کئی واقعات قرآن مجید میں موجود ہیں، ایک دلچسپ اور عبرت والا فیصلہ قرآن مجید کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔ یعنی اور نا کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرمادیں تو ان کے لیے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نا کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔'' (القرآن: سورہ احزاب 33، آیت نمبر 36)

آپ ﷺ نے جو نظام عدالت قائم فرمائی ان میں جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ الاشعری، حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ، وغیرہ۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے مکہ کا قاضی وعامل، (judge، and، governor) مقرر فرمایا تھا، اس دوران ایک پیچیدہ مقدمہ ان کی عدالت میں دائر ہوا، (جیسا کہ الطبری اور مشہور تفاسیر میں بیان ہوا ہے) حضرت عتاب بن اسید نے اسے حل نہ کرسکنے پر رسول اللہ ﷺ سے قانونی مشورہ طلب کیا:

''بنوعامر مکہ میں بنومغیرہ کو طلوع اسلام سے قبل بہت زیادہ سود پر رقم قرض دیتے تھے، طلوع اسلام پر بنومغیرہ ایک بڑے قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے جو ان پر بنو عامر کی طرف سے عائد تھا، انھوں نے اپنا سود طلب کیا اور بنومغیرہ نے اس بنا پر اس کی ادائیگی سے انکار کردیا کہ اسلام میں اس کی ممانعت آگئی ہے، بنوعامر نے مکہ میں حضرت عتاب بن اسید کی عدالت میں دعویٰ دائر کردیا، مقدمہ کی باقاعدہ سماعت اور کارروائی شروع ہوئی حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کو اس کا فیصلہ کرنے میں مشکل ہوئی، اس کے لیے قانون سازی کی ضرورت تھی جس کے وہ اہل نہیں تھے، اس پیچیدگی کے باعث انھوں نے مقدمہ مشورہ کے لیے (سب سے بڑے منصف اعلیٰ نبی رحمت ﷺ جنہیں اللہ رب العزت نے لوگوں کے انصاف کے لیے مبعوث فرمایا تھا) آپ کے پاس بھیج دیا، رسول اللہ ﷺ نے خود یہ محسوس کیا کہ ایسے مقدمات سے نپٹنے کے لئے ابھی قانون نازل

نہیں ہوا۔"

الطبری کی روایت کے مطابق قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات اس موقع پر نازل ہوئیں:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِكُمۡ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ بھی سود میں سے باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم (صدق دل سے) ایمان رکھتے ہو، پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے اعلان جنگ پر خبردار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے تمہارے اصل مال (جائز) ہیں، نہ تم خود ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔" (القرآن، سورہ البقرہ، 2؛ آیت 278,279)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسید بن عتاب کو حکم الٰہی بھیج دیا اور ہدایت کی کہ بنو عامر کو فیصلہ سے آگاہ کر دو، اگر وہ اسے قبول کر لیں تو بہتر ہے ورنہ انھیں جنگ کے لیے تیار ہونے کو کہہ دو، یہ ہے ایک ناقابلِ تردید ثبوت! رسول اللہ ﷺ کے نظام عدالت کا کہ آپ کے فیصلے پر کسی کو انکار کا حق نہیں! قرآن میں کئی آیات موجود ہیں۔

بعثت سے پہلے آپ کا انصاف

قرآن کریم کی آیتیں اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ انصاف وعدالتی نظام کے قیام کے نفاذ کے لیے آپ ﷺ منصف اعلیٰ ہیں، کوئی آپ کے حکم کے خلاف ورزی نہیں کر سکتا ورنہ اس کے ایمان پر حرف آئے گا۔ دنیا کے سب سے بڑے منصب، منصب رسالت پر آپ فائز ہیں، سچ اور حق یہی ہے کہ عربوں نے رسول اللہ ﷺ کو (ظاہری) اعلان نبوت سے پہلے ہی آپ کو ثالث (وہ جو نزاع، جھگڑا، کو سلجھائے، mediator، منصف، judge) مان لیا تھا، 606ء میں جب آپ کی عمر 35 سال تھی، سیلاب نے خانہ کعبہ کی عمارت کو سخت نقصان پہنچایا، قریش نے اس کی دوبارہ تعمیر کی لیکن جب حجر اسود رکھنے کا معاملہ آیا تو قبائل میں جھگڑا، زبردست نزاع پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلے کی یہ خواہش تھی کہ یہ سعادت اسے ہی نصیب ہو رسول اللہ ﷺ نے اس جھگڑے کو باآسانی سلجھا دیا، آپ ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا اور تمام سردارانِ قریش قبائل سے فرمایا کہ وہ چادر کے کونے کو پکڑ کر اُٹھائیں، چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا اور جب چادر اس مقام پر پہنچی جہاں اس کو رکھا جانا تھا تو آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کو دیوار کعبہ میں نصب کر دیا، سب نے آپ کے فیصلہ کو قبول کیا، سب راضی ہو گئے ذرہ برابر کسی کو تردد نہ ہوا۔ (سیرۃ ابن ہشام، ج، اوّل)

آپ کے عدالتی فیصلوں کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہیں، ایک یہودی اور نام نہاد مومن کے مقدمہ کے فیصلہ کو بہت صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے مطالعہ کرنے سے تعلق رکھتا ہے ضرور مطالعہ فرمائیں۔

عہد رسالت میں نظام عدالت کے چند بنیادی نکات

آپ ﷺ کے نظامِ عدالت کے مباحث سے چند بنیادی نکات پیش کئے جاتے ہیں، بغور مطالعہ فرمائیں، نبی اکرم ﷺ کی عدالت ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے ایک ترقی یافتہ، منظم (باضابطہ، باوقار، طے شدہ ضابطے میں لایا ہوا) نظام (پیوستہ، بندھا ہوا۔ Tied,bound) کی شکل میں اختیار کر چکا تھا، اگر اس نظام کا تقابل (مقابلہ، موازنہ۔ comparing) عہد حاضر کے عدالتی نظاموں سے کیا جائے تو جہاں اصولوں، نظریات، قواعد وضوابط عدالتی طریقہ کار کا تعلق ہے وہ اسی طرح موجود تھے جس طرح آج کے نظاموں میں ہیں، مگر جو بات عہد رسالت کے نظام عدالت کو صحیح سمجھنے کی راہ میں حائل ہے، وہ عہد حاضر کی عدالتوں کی عظیم الشان عمارات، وسیع پیمانے پر غیر ضروری اخراجات، مقدمات کو نپٹانے کے لیے عدالتی طریق کار کی پیچیدگیاں جیسے امور۔ یہ عہد رسالت کے نظام میں مفقود ہیں، اگر دور حاضر کے عدالتی نظام سے ترقی یافتہ کا راز پرشکوہ عمارات، وسیع اخراجات اور مقدمات کی پیچیدگیوں میں مضمر (پوشیدہ، چھپا ہوا) ہے تو اس اعتبار سے یہ نظام عہد رسالت کے نظام

سے ترقی یافتہ ہے؟ نہیں ہر گز نہیں، ہر گز نہیں، کوئی بھی صاحبِ عقل و دانش، عمارات، اخراجات، اور عدالتی پیچیدگیوں کو ترقی یافتہ نظام کی علامت (پہچان) قرار نہیں دے سکتا کیونکہ یہ چیزیں نظام، عوام اور معاشرے کے لیے بوجھ ہیں جبکہ نظامِ عدالت کا پہلا اور بنیادی مقصد ملک و معاشرے اور قوم و ملت کے بوجھ کو کم کرنا ہوتا ہے۔ عہد رسالت کے نظامِ عدالت کا یہ بھی بنیادی مقصد تھا کہ انصاف آسان اور سستا ہو، یہی وجہ ہے کہ اُس عہد میں عمارات، اخراجات اور پیچیدگیوں کے بجائے سادگی، سستا پن، آسانی اور ہر طرح کی سہولت نظامِ عدالت کے نمایاں اوصاف تھے۔

رحمت عالم کا عدالتی نظام رحمت ہی رحمت

آج جو طریق کار رائج ہے وہ فریقین مقدمہ کے سہولت کے بجائے زحمت کا سبب ہے۔ آسانی کے بجائے تنگی اور محبت کی جگہ نفرت پیدا کرتا ہے، موجودہ نظام عدالت کا، عہد رسالت کے نظام عدالت کے طریق کار سے سے تقابل کیا جائے تو واضح طور پر نظر آئے گا کہ رسول اللہ ﷺ کا نظام عدالت اُن اصولوں پر مبنی تھا جو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن حزم رضی اللہ عنہ، حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ، کو یمن کا قاضی مقرر کرتے وقت انھیں دیئے تھے۔ جن میں آپ نے فرمایا تھا ''انصاف میں آسانی پیدا کرنا، تنگی پیدا نہ کرنا، خوشی کا ماحول پیدا کرنا، نفرت پیدا نہ کرنا۔''

اُس عہد کی تاریخ کو بغور پڑھا جائے، تو ان اصولوں کی حرف بہ حرف تصدیق ہوتی ہے۔ قاضی اور عدالت کے خلاف تنگی، پیچیدگی اور نفرت و ناانصافی کا ایک بھی واقعہ نہیں ملتا اس کے برعکس دنیا کی تمام عدالتوں کی تاریخ کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ حکمراں اور بڑے لوگوں کو سہولت اور آسانی حاصل تھی اور آج بھی ہے۔ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' ۔

آپ ہی کی عدالت ہے آپ ہی منصف بھی ہیں
یہ تو کہیے آپ کے عیب و ہنر دیکھے گا کون؟

آپ ﷺ کے عہد میں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں لوگوں کو انصاف ملنے میں سہولت ور آسانی حاصل تھی، خوشی اور اطمینان کا ماحول میسر تھا، عدل و انصاف کے تقاضے بہت جلد پورے کیے جاتے تھے، پیشہ ور مقدمہ باز لوگوں کا وجود نہیں تھا۔ سہولت اور آسانی کو اس حد تک ملحوظ رکھا جاتا تھا کہ اگر کسی فریق کو صوبائی یا ضلعی عدالت کے حکم کے خلاف وفاقی (کئی ریاستوں یا صوبوں کو ملا کر ایک حکومت، federation) عدالت عظمیٰ، High court) میں اپیل کے ساتھ جانا پڑتا تھا تو عام طور پر اس کو حج کے موقع پر عدالت میں طلب کیا جاتا تھا، تا کہ فریقین مقدمہ کو غیر ضروری طور پر اخراجات برداشت نہ کرنے پڑیں اور وہ فریضہ حج کی ادائیگی کے دوران عدالت میں بھی حاضری دے لیں۔

رسولوں کی بعثت کا مقصد دنیا میں انصاف کا قیام

نبیوں، رسولوں، کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ دنیا میں عدل و انصاف قائم فرمائیں، قرآن مجید میں بہت سی آیات کریمہ موجود ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنَاتِ وَأَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡکِتَابَ وَالۡمِیزَانَ لِیَقُومَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ وَأَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیدَ فِیهِ بَأۡسٌ شَدِیدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعۡلَمَ اللّٰهُ مَنۡ یَنۡصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالۡغَیۡبِ إِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیزٌ۔ یعنی بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتابِ عدل کی ترازو اُتاری کہ وہ لوگوں میں انصاف قائم کریں''۔ (القرآن، سورۂ حدید، آیت، 25، کنزالایمان)

عدل کا لغوی مفہوم حضرت امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (فرماتے ہیں) جن کا اصل نام ابوالقاسم الحسین بن محمد بن فضل ہے (503 ہجری) اپنی شہرہ آفاق کتاب ''المفردات'' میں عدل کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''سب کے ساتھ برابر کا معاملہ کرنا۔''

مومنوں کو خاص کر اللہ رب العزت نے انصاف قائم کرنے کا حکم دیا:

''یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامِینَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْأَقْرَبِینَ إِنْ یَكُنْ غَنِیًّا أَوْ فَقِیرًا فَاللّٰهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِیرًا۔ یعنی اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے (محض) اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو جاؤ خواہ (گواہی) خود تمہارے اپنے (یا تمہارے) والدین یا تمہارے رشتہ داروں کے ہی خلاف ہو، اگرچہ (جس کے خلاف گواہی ہو) مال دار یا محتاج، اللہ ان دونوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، سو تم خواہش نفس کی پیروی نہ کیا کرو کہ عدل سے ہٹ جاؤ (گے) اور اگر تم (گواہی میں) پیچ دار بات کرو گے یا (حق سے) پہلو تہی کرو گے تو بیشک اللہ ان سب کاموں سے جو تم کر رہے ہو خبر دار ہے۔'' (القرآن، سورہ نساء 4: آیت 135)

قرآن نے انصاف کرنے والے کی تائید کی ہے

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلَىٰ شَیْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَىٰ مَوْلَاهُ أَیْنَمَا یُوَجِّهْهُ لَا یَأْتِ بِخَیْرٍ هَلْ یَسْتَوِی هُوَ وَمَنْ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیمٍ۔ یعنی اللہ رب العزت نے دو مردوں کی مثال بیان فرمائی، ان میں سے ایک گونگا ہے جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے آقا پر (صرف) بوجھ ہے (اس کا آقا) اسے جدھر بھیجتا ہے تو وہ کوئی خیر لے کر نہیں آتا تو کیا وہ اور ''دوسرا جو عدل و انصاف کا حکم کرتا ہے وہ سیدھے راستے پر بھی ہے'' کیا دونوں برابر ہیں؟'' (القرآن، سورہ نحل آیت، 76)

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا منصف ہے

عدل یہ فطری انصاف کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، اس نے ہر چیز انصاف اور یگانگت پر بنائی، اس کی تخلیق میں کوئی چیز بیکار نہیں، مثلاً:

''الَّذِی خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ۔ یعنی (ا)س نے تجھے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا پھر اعتدال والا کیا۔''

(القرآن، سورۃ الفطار، آیت 7)

(2) اور سچ اور انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا، اور جاننے والا ہے۔ (3) یعنی قرآن پاک مکمل ہے اس کا کوئی پہلو ناتمام نہیں۔ (4) قرآن پاک میں بتائی تمام باتیں حق اور سچائی پر مبنی ہیں۔ (5) جو شرعی احکام قرآن پاک میں ہیں وہ ہر اعتبار سے عدل و انصاف پر مشتمل ہیں۔ (6) قرآن پاک ہمیشہ کے لیے ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہے۔

ان آیات میں جو الفاظ ہیں کائنات میں فطری انصاف کے معنیٰ کو ظاہر کرتے ہیں، قرآن انصاف کا حکم دیتا ہے اور سارے عالم کو فطری انصاف پر غور کرنے کو کہتا ہے اور ذاتی معاملات میں بھی دوسروں کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے، مثلاً مومن کو ایک وقت میں چار بیویوں کی اجازت دیتے وقت وہ اس کو متوقع ناانصافی سے آگاہ کرتا ہے جو وہ کرسکتا ہے، اس لیے اسے صرف ایک بیوی پر قناعت کرنے کی ہدایت کرتا ہے وغیرہ۔

امین الکریم ﷺ سب سے اعلیٰ منصف

اللہ رب العزت نے نبیوں کو مبعوث فرمانے کا مقصد ہی یہ بیان فرمایا کہ دنیا میں عدل و انصاف قائم ہو اوپر سورہ حدید کی مذکورہ آیت اور اس کے علاوہ بھی متعدد آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں، کئی اہم واقعات کا ذکر بھی موجود ہے، احادیث طیبہ کے ذخیرے میں بھی بہت صراحت کے ساتھ احکامات موجود ہیں، نیز آپ ﷺ کی سیرت میں بہت دلچسپ وسبق آموز واقعات موجود ہیں۔

ان سب روشن دلیلوں کے ساتھ آپ ﷺ کو دنیا کا سب سے اعلیٰ منصف کہنا بالکل سچ اور حق ہے، جیسے علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو محسن انسانیت بولنا، لکھنا مناسب نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ آپ محسن کائنات ہیں اور اگر ان الفاظ کو سونے سے لکھا جائے تو بھی کم ہے، ٹھیک اسی طرح (ناچیز راقم کی رائے ہے کہ) آپ ﷺ کو (قاضی القضاۃ فی

العالم(chief justice of world) کہنا، لکھنا آپ ﷺ کے شایانِ شان نہیں، کیونکہ قاضی یاchief justiceکو دنیا کی حکومتیں یا حاکم انصاف کے لیے مقرر کرتا ہے، آپ ﷺ کو احکم الحاکمین نے منصف اعلیٰ بنا کر مبعوث فرمایا، تو ظاہر سی بات ہے آپ اللہ کی جانب سے سارے عالم کے لیے منصفِ اعلیٰ ہیں۔

مندرجہ بالا تفصیلات کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کا انصاف ہمیشہ سب کے لیے آسان ومفید تھا، عہد حاضر میں پرشکوہ عمارت کی تعمیر ومرمت، دیکھ بھال، ججوں اور وسیع عدالتی عملہ کی تنخواہوں، کورٹ فیسوں، وکیلوں کی فیس اور جو دیگر عدالتی اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں اگر انھیں نظر انداز کر دیا جائے اور صرف اُصولوں، نظریات، قوائد وضوبط اور عدالتی طریق کار کا تقابل کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ عہد رسالت کا ''نظام عدالت'' آج سے کہیں زیادہ بہتر اور ترقی یافتہ، آسان، اصولوں پر مبنی، قواعد وضوابط اور عدالتی طریقِ کار پر مبنی تھا۔

نوٹ: اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ مغربی نظام عدالت نے اصولی اور نظریاتی اعتبار سے اسلامی نظام عدالت کی نقل کی، مگر اس نقل کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ مغرب نے اس کا اعتراف نہیں کیا، یہ علمی اور تحقیقی اعتبار سے بے انصافی اور بد دیانتی ہے۔

عہد حاضر میں اگر اسلامی نظام عدالت کو پوری طرح اپنایا جائے تو جو مغرب نے اسلامی نظریات اور عدالتی طریقِ کار پر جو پرشکوہ عمارت کا غلاف چڑھایا ہے ان کا پردہ چاک ہوجائے گا اور آپ ﷺ کے عدل وانصاف واسلامی عدل وانصاف کے روشن ودرخشاں اصول ظاہر ہوں گے، مسلمانوں کو چاہئے کہ عہد رسالت کے عدالتی فیصلوں کا مطالعہ کریں، اسی پر اپنے سماج میں عمل پیرا ہوں اور ساری دنیا کو بتائیں کہ آپ ﷺ کی سیرت پر عمل پیرا ہوکر ہی دنیا میں عدل وانصاف قائم کیا جاسکتا ہے اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے کیونکہ ''انصاف! ظلم کی ضد ہے'' انصاف قائم ہوگا تو ظلم کا خاتمہ ہوگا اور یہ صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت میں ملے گا۔

□ □ □

ص ۱۴ رکا بقیہ.....................................

سے بدمذہبوں کا رد، اور دین ومسلک کی حمایت، مجاہدہ نہیں بلکہ جہاد ہے، کبھی احباب ناراض ہوتے ہیں، کبھی رشتہ داریاں آڑے آتی ہیں، دعائیں ملنا تو بڑی بات ہے، اپنوں کی ناراضگیاں مول لینی پڑتی ہیں، طعنے ملتے ہیں، کبھی مغرور، کبھی فسادی اور کبھی فتنہ پرور کہا جاتا ہے، تردیدی مضامین کو اختلافی تحریر کہہ کر ناک بھوں چڑھایا جاتا ہے، مگر امام کے ارشاد کے مطابق اگر نیت صالحہ ہو تو یہ بڑا قیمتی سرمایہ ہے۔

امام ابواسحاق اسفرائنی نے اکابردین کو ذکر وفکر چھوڑ کر فتنوں کی سرکوبی کی دعوت دی تھی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دین مصطفیٰ کی حمایت اور امت رسول کی حفاظت، تمام عبادت و ریاضت سے بڑھ کر ہے، اگر ایسا نہیں ہوتا تو امام ابواسحاق بھی انھیں حضرات کے ساتھ مصروف ذکر وعبادت ہوجاتے، تصوف کا یہ انوکھا روپ امام احمد رضا نے دکھایا، مولیٰ تعالیٰ ان کا فیضان ہم سب پر جاری اور ساری فرمائے، آمین۔ □ □ □

ص ۹۷ رکا بقیہ.....................................

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
وہ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

اس غم والم کے لمحات میں ہم حضرت علامہ مولانا مفتی شاہد رضا صاحب مصباحی زیدت معالیہ اور اہل خانقاہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور بارگاہ رب العلی میں دعا گو ہیں کہ رب قدیر بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وغوث وخواجہ رضا اور جملہ اولیا شیخ طریقت کو غریق رحمت فرما کر جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس کا اعلیٰ مقام عطا فرما کر ان کے فیوضات وبرکات روحانیہ سے عالم اسلام کو مستفیض ومستنیر بنائے اور جانشین ولواحقین، اہل خانہ ومریدین ومتوسلین ومعتقدین بالخصوص مفتی شاہد رضا صاحب مصباحی کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
شان کریمی حشر تک ناز برداری کرے

□ □ □

از: مفتی جمیل احمد قادری*

تصوف کا انوکھا رنگ

میں نے تصوف کی کتابیں بہت کم پڑھی ہیں، کسی بزرگ کے شب و روز کو قریب سے دیکھنے کا موقع بھی نہیں ملا، اہل اللہ کے سوانح پڑھتا ہوں تو جی للچاتا ہے کہ کاش انھیں ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا ہوتا، آپ کو شاید یقین نہ آئے کہ امام احمد رضا کے ملفوظات جب پڑھتا ہوں تو اکثر آنکھیں بھر آتی ہیں اور دل کو عجیب سا سکون محسوس ہوتا ہے اور لگتا ہے، جیسے نہ پانے کا احساس گویا ختم ہوتا جا رہا ہے۔

جی ہاں! روح کو سکون ملتا ہے، طمانیت ملتی ہے، حیرت کے دریچے کھلتے ہیں اور لگتا ہے، امام اہل سنت کے ملفوظات کا یہ چھوٹا سا مجموعہ ''کٹورے میں انا ساگر'' کا منظر پیش کر رہا ہے اور ایسا میں ہی نہیں کہتا، حضور مفتی اعظم ہند بھی یہی فرما گئے، انھوں نے تو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے، لب امام سے بکھرے موتیوں کو سلک تحریر میں پرویا ہے، ان کی تو شان ہی بڑی ہے، اسی لئے بات بھی بڑی کہ گئے، فرماتے ہیں:

''یہاں جو دیکھا کہ شریعت و طریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مدتوں غور و خوض کامل کے بعد ہماری کیا بساط! بڑے بڑے سر ٹیک کر رہ جائیں، فکر کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف انا لا ادری کا دم بھریں، وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرما دیئے جائیں، کہ ہر شخص سمجھ لے، گویا اشکال ہی نہ تھا۔'' (الملفوظ اوّل، ص ۳)

مارہرہ شریف کے ایک بزرگ فرماتے ہیں:

''میں تو آپ (امام اہل سنت) کو ہر فن میں امام اور علم الاعلام خیال کرتا ہوں، خداوند تعالیٰ آپ کے وجود مسعود باوجود کو زندہ، سلامت و باخیریت رکھے۔'' (الملفوظ اوّل، ص ۳۰)

اور یہ محض عقیدت کا غلو، یا جذبات کی عکاسی نہیں تھی، امام ہر فن نے سچ مچ بڑے بڑے مسائل چٹکیوں میں حل فرما دیئے ہیں، آپ بھی دیکھیں، علم باطن کا ادنی درجہ پوچھا گیا، فرمایا:

''حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا، جسے خواص و عوام سب نے قبول کیا، دوبار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا اور عوام نے نہ مانا، سہ بارہ سفر کیا اور وہ علم لایا، جو عوام و خواص کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

یہاں سفر سے سیر اقدام (پاؤں سے چلنا) مراد نہیں، بلکہ سیر قلب ہے، ان کے علوم کی حالت تو یہ ہے اور ادنی درجہ ان سے اعتقاد، ان پر اعتماد و تسلیم ارشاد، جو سمجھ میں آیا، فبہا، ورنہ کل من عند ربنا و ما یذکر الا اولوا الالباب، حضرت شیخ اکبر اور اکابر فن نے فرمایا کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے، کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا، نیز حدیث میں فرمایا: اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تکن الخامس فتھلک۔ صبح کر اس حالت میں کہ تو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا عالم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔'' (الملفوظ اوّل، ص ۵)

علم ظاہر تو پتا ہے جو درسگاہوں میں پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے، لیکن علم باطن تو اہل باطن ہی جانتے ہیں، مگر ہم چھوٹے لوگ بھی اولیاء پاک سے عقیدت کے صدقے علم باطن والے ہو گئے ہیں، امام فرماتے ہیں:

''علم باطن کا ادنی درجہ یہ ہے کہ علم باطن والوں سے اعتقاد رکھا جائے، علم باطن والوں پر اعتماد ہو، علم باطن والے جو تعلیم دیں، اسے تسلیم کیا جائے اور ہم اہل سنت بحمدہ تعالیٰ ان

اسلامیات

معاملوں میں خوش نصیب ہیں۔''

اعلیٰ حضرت نے علم باطن کے تین درجے بتائے:

اوّل جو عوام وخواص سمجھ سکیں۔

دوم جو صرف خواص سمجھیں۔

سوم جسے عوام وخواص میں سے کوئی نہ سمجھے۔

صرف ماہرین جانیں جو اس بحر کے شناور ہیں اور پھر اس تقسیم درجات کو دلائل سے مبرہن کیا، پہلے حضرتِ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا قول پیش کیا، اس کے بعد حدیثِ نبوی سے دلیل لائے، سمجھ میں نہیں آتا کہ امام اہل سنت کی محفل مجلسِ مذاکرہ ہوتی تھی یا دار التحقیقات!

اسی طرح مجاہدے کی عمر پوچھی گئی، امام نے فرمایا: کم از کم ۸۰؍سال۔

سائل نے پھر پوچھا: ایک شخص ۸۰؍برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا ۸۰؍برس مجاہدہ کرے؟ فرمایا:

''مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے۔ (یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کا سبب ٹھہرایا گیا ہے) اسی طریقہ پرا گر چھوڑیں اور جذب و عنایت ربانی، بعید کو قریب نہ کردے، تو اس راہ کی قطع (پورا کرنے) کو اسی برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے، تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال (کافر سے ولی کامل) کر دیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ یہ مشغول مجاہدہ ہو، تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے۔'' (الملفوظ اوّل، ص ۶)

یعنی خدا تک رسائی کے لئے جو مجاہدے اور نفس کشی کی جاتی ہے، امام فرماتے ہیں اس کے لئے ۸۰؍سال محنت شاقہ کی ضرورت ہے، مگر ساتھ ہی فرمایا: اگر تائید ربانی کرم فرمائی کردے، تو لمحوں میں یہ طویل سفر طے ہو جاتا ہے اور نیت میں خلوص ہو تو اس راہ کی محنتیں رائگاں نہیں جاتیں، ایک نہ ایک دن رنگ ضرور لاتی ہیں، اسی مجلس میں ایک صاحب نے عرض کیا:

''یہ تو حضور اگر کسی کا ہو رہے ہے، تو ہوسکتا ہے، دنیوی ذرائع معاش اگر چھوڑ دیئے جائیں، تو یہ بھی نہایت دقت طلب ہے اور یہ دینی خدمت جو اپنے ذمہ لی ہے، اسے بھی چھوڑ نا پڑے گا۔''

سائل گویا سرد آہیں بھر رہا ہے، کہ ہم جیسوں کے مقدر میں یہ نعمت کہاں؟ حضور غوث اعظم جیسا مرشد کہاں سے لائیں، جو پل بھر میں قطب وابدال بنادے، اسی برس تک ترک دنیا کر کے مجاہدہ کر نہیں سکتے، بال بچے دار ہیں، اپنے اوپر کئی لوگوں کی ذمہ داریاں ہیں، فکر معاش ہے، دینی خدمات یعنی حمایت دین ومذہب اور بدعقیدوں کا رد وغیرہ جو اپنے ذمہ ہیں، انھیں چھوڑ نا پڑے گا۔

دل اس بچے کی طرح ہمک رہا ہے، جو دونوں ہاتھوں میں دو کھلونے تھامے، تیسرے کے لئے تڑپتا ہے، رحمت عالم کے سچے نائب نے بھانپ لیا اور تسلی آمیز لہجے میں فرمایا:

''اس کے لئے یہی خدمات، مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالحہ ہے، تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ امام ابو اسحاق اسفرائنی جب انھیں مبتدعین (بدعتیوں) کی بدعات کی اطلاع ہوئی، پہاڑوں میں ان اکابر کے پاس تشریف لے گئے، جو ترک دنیا ومافیہا کر کے (یعنی دنیوی تعلقات ومصروفیات سے الگ ہوکر) مجاہدات میں مصروف تھے، ان سے فرمایا: یااکلة الحشیش انتم ھھنا وامة محمد ﷺ فی الفتن۔ اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد ﷺ فتنوں میں ہے۔''

انھوں نے جواب دیا کہ: امام! یہ آپ ہی کا کام ہے، ہم سے نہیں ہوسکتا، وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں۔'' (الملفوظ اوّل، ص ۶-۷)

میں اپنے لفظوں میں کہوں تو گویا امام اہل سنت نے فرمایا: ننھے بچے! تیرے تو دونوں ہاتھوں میں لڈو یعنی کھلونے ہیں، تیرا مطلوب تجھے حاصل ہے، تجھے اس کی قدر نہیں معلوم، یا تجھے اس کا علم ہی نہیں، ترک دنیا کر کے اللہ اللہ کرنا واقعی بڑی عبادت ہے، بہت بڑا مجاہدہ ہے مگر اہل وعیال کے درمیان رہ کر، فکر معاش سے دو چار ہو کر، خدمت دینی انجام دینا، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اس سے بڑی عبادت ہے، بڑا مجاہدہ ہے، اوپر بقیہ ص ۱۲؍پر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

فیشن کا بڑھتا چلن اور ہماری بے توجہی

کسی زمانے میں پھٹا ہوا کپڑا پہننا غربت اور مفلسی کی نشانی مانا جاتا تھا، لیکن آج پھٹے ہوئے کپڑے پہننا امیری اور ماڈرن ہونے کی نشانی بن گیا ہے، اتنے کم وقت میں انسانی سوچ میں اتنی بڑی تبدیلی کیسے آئی؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے نکلیں گے تو آپ کے سامنے ایسا دفتر کھل جائے گا کہ آپ حیران رہ جائیں گے کہ انسانی سوچ بدلنے کے لیے باضابطہ ایک بڑی فیشن انڈسٹری کام کر رہی ہے، موجودہ وقت میں اس انڈسٹری کی مالیت 2,97,091 کروڑ روپے کی ہے، ماہرین کے مطابق اگلے پانچ سال میں یہ مالیت 7,48,398 کروڑ روپے کی ہو جائے گی۔

۱۹ ویں صدی تک عموماً ہر انسان اپنے کپڑوں کا انتخاب خود کرتا تھا، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی دوست، بھائی یا گھر والوں کی فرمائش پر کچھ خاص کپڑے سلوائے جاتے تھے لیکن عموماً ہر انسان اپنے کپڑے اپنی پسند سے ہی پہنتا تھا، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انسان غیروں کی مرضی سے کپڑے پہنے گا لیکن ایسا ہوا، بیسویں صدی یوروپ کی صدی ثابت ہوئی، اہل یوروپ دنیا بھر پر قبضہ جماتے چلے گئے، انہیں لوگوں نے فیشن انڈسٹری کے نام پر لوگوں سے ان کی اپنی پسند کا حق چھین لیا، ایسا نہیں ہے کہ انہوں نے لوگوں سے بندوق کی نوک پر ان کا حق چھینا ہو؟ اس کام کے لیے انہوں نے نفسیاتی حربہ اختیار کیا، ٹی وی، سنیما، میڈیا اور ماڈلوں کے ذریعہ عوام میں رائج کپڑوں کو دیہاتی، گنوار اور غیر مہذب دکھایا جانے لگا، مسلسل پروپیگنڈے کی وجہ سے لوگ بھی یہ ماننے لگے کہ جو کپڑے وہ لوگ پہنتے ہیں، وہ نہایت پرانے اور پچھڑے ہوئے زمانے کے ہیں، اگر مہذب اور تعلیم یافتہ نظر آنا ہے تو اسٹائلش اور برانڈیڈ کپڑے پہننا ہوں گے۔

فیشن انڈسٹری کے ہتھکنڈے

لوگوں کی عقل پر قبضہ جمانے کے لیے فیشن انڈسٹری نے بڑی زبردست منصوبہ بندی کی:

1 اچھے ڈزائنروں کو جمع کیا گیا اور انہیں یوروپین سوچ کے مطابق کپڑے ڈزائن کرنے کا ہدف دیا گیا۔

2 دوسرے مرحلے میں اچھی قد کاٹھی اور ٹھیک ٹھاک شکل وصورت والے لڑکے، لڑکیوں کو ماڈل بنایا گیا۔

3 دنیا کے مختلف شہروں میں فیشن شو اور کیٹ واک (Cat walk) کے نام پر ماڈلوں سے ان کپڑوں کی نمائش کرائی گئی۔

4 زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچنے کے لیے ٹی وی اور میڈیا کا سہارا لیا گیا، جس سے فیشن انڈسٹری کا چرچا ہر گھر تک پہنچا۔

5 اپنے دائرے کو اور بڑھانے کے لیے لوگوں میں مقبول فلمی اداکار اور اداکاراؤں سے کپڑوں کی تشہیر کرائی گئی۔

6 مختلف کھیلوں کے مشہور کھلاڑیوں سے بھی اشتہاری مزدور کا کام لیا گیا۔

7 بڑے اور نامور قلم کاروں سے فیشن کی اہمیت اور افادیت پر لگاتار مضامین لکھوائے گئے۔

عام آدمی کی سوچ پر قبضہ جمانے کے لیے ایک دو سبب کافی تھے لیکن فیشن انڈسٹری نے کوئی بھی راستہ نہیں چھوڑا جسے استعمال نہیں کیا، اس طرح آہستہ آہستہ لوگوں کی سوچ پر ملٹی نیشنل کمپنیاں غالب آتی گئیں، اس طرح انسانوں سے ان کی پسند کا حق چھین لیا گیا، اب کسے کیا اچھا لگتا ہے یہ وہ نہیں بلکہ ایک ماڈل، ایکٹر، کھلاڑی اور اداکارائیں طے کرتی ہیں جو کسی نہ کسی ملٹی نیشنل کمپنی کے اشتہاری مزدور ہوتے ہیں، کمپنیاں پہلے ان مزدوروں کو پیسہ دے کر لوگوں کو رجھاتی ہیں، اس کے بعد اپنے تیار شدہ

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

مال کو اونچے داموں پر بیچ کر اپنی تجوریاں بھرتی ہیں، دو ہزار روپے میں اچھے کپڑے پہننے والا انسان فیشن کے نام پر دس ہزار کے کپڑے پہننے لگتا ہے، وہ بھی پھٹے ہوئے اطرز تماشا یہ کہ اسے اپنے اسمارٹ ہونے کا خمار بھی ہوتا ہے۔

فیشن کمپنیوں کی چالاکی

فیشن انڈسٹری کا کھیل صرف کپڑوں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ انھیں کپڑوں کے ساتھ اپنے دوسرے مال کو بھی بیچنا ہوتا ہے، اس لیے نہایت ہوشیاری کے ساتھ کپڑوں میں ایسے ڈزائن بنائے جاتے ہیں جن سے دوسرا مال بھی بیچا جا سکے، مثلاً فیشن انڈسٹری لڑکیوں کے لیے بغیر آستین کے (Sleeve Less) کپڑے تیار کرتی ہے تو کھلے بازوؤں کی خوب صورتی بڑھانے کے لیے کسی کریم یا پاؤڈر کا اشتہار بھی جاری کرتی ہے، اس طرح ایک مال کے ساتھ دوسرا مال بھی بیچنے میں کامیاب ہو جاتی ہے، اسی طرح لڑکوں کو کھلے بازو کے کپڑے کی جانب رغبت دلانے کے لیے ایسا اشتہار تیار کیا جاتا ہے جس میں کسی ماڈل/ایکٹر کے ہاتھ میں بریسلیٹ دکھایا جاتا ہے، اب اپنی عقل کھو چکا نوجوان وہ کپڑا بھی خریدتا ہے اور ساتھ میں بریسلیٹ بھی، تاکہ فیشن ادھورا نہ رہ جائے، یعنی کمپنیاں پہلے آپ کی نگاہ میں اپنے سامان کو پسندیدہ بناتی ہیں اور اسی کے آڑ میں دوسرے سامان بھی منہ مانگے داموں پر بیچ کر بھرپور منافع کماتی ہیں، فیشن کی رنگینی میں ہوش و حواس کھو چکے لوگ کمپنیوں پر اپنی کمائی لٹاتے چلے جاتے ہیں۔

لباس اور اسلامی نظریہ

انسان کے علاوہ دنیا میں جتنی بھی مخلوق ہے ان سب میں ایک بات مشترک ہے کہ قدرت نے انھیں ایسا جسم دیا ہے جسے کپڑے پہننے کی ضرورت ہی نہیں ہے، پوری کائنات میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے ایسا جسم دیا گیا جسے چھپانے اور ڈھکنے کی ضرورت پڑتی ہے، دنیا میں جتنے بھی مذاہب پائے جاتے ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ انسان فطری طور پر ننگا نہیں رہ سکتا، اسے کسی نہ کسی طور پر اپنے بدن کو کپڑے سے ڈھکنا ہی ہے، اب کتنا بدن ڈھکنا ہے اس پر سب کی رائے الگ الگ ہو جاتی ہے، اسلامی نظریے کے مطابق جسم کے چند اہم حصوں کو چھوڑ کر پورا بدن ڈھکنا ضروری ہے، قرآن میں ہے:

"یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِیْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَیْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ۔ یعنی اے اولاد آدم! بیشک ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپائے اور تمہارے لیے زینت بھی ہو، اور (ساتھ ہی باطنی لباس تقویٰ بھی اتارا، اور) تقویٰ کا لباس ہی سب سے بہتر ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔" (سورۂ اعراف، آیت ۲۶)

اسلامی نظریے کے مطابق لباس کا بنیادی مقصد بدن چھپانا اور اس کے ساتھ زینت حاصل کرنا ہے، زینت حاصل کرنا عیب و گناہ نہیں ہے جب تک انسانی بدن چھپا رہے، محض زینت کے لیے جسم دکھانے کی اجازت نہیں ہے، مرد کے لیے ناف سے گھٹنوں تک بدن چھپانا اور ڈھکنا فرض ہے جبکہ عورت کے لیے ہتھیلی، چہرہ اور پاؤں چھوڑ کر سارا بدن ڈھکنا ضروری ہے لیکن اجنبی مردوں کے سامنے آنے کی اجازت نہیں ہے۔

یہ بات نوٹ کیے جانے کے لائق ہے کہ مردوں کے لباس کے بارے میں دوسرے اہل مذاہب بھی اسلامی نظریے کے آس پاس ہی رہتے ہیں لیکن عورت کے معاملے میں ان کا نظریہ ایک دم خلاف ہے، وہ لوگ عورت کے جسم کے خاص حصوں کو نمایاں طور پر دکھانا اور ننگا رکھنا چاہتے ہیں، اس لیے ایسے ایسے فیشن ایبل کپڑے تیار کیے جاتے ہیں جس سے عورت کا جسم زیادہ سے زیادہ نظر آئے، پہلے بغیر آستین (Sleeve Less) کپڑوں کو عام کیا گیا، اس کے بعد ٹاپ (Tops) کے نام پر ٹانگوں کا کپڑا ختم کیا، بیک لیس (Back Less) کے نام پر کمر کا کپڑا غائب کیا گیا اور سوئمنگ پول (Swimming Pool) کے نام پر انھیں لنگی پہنا کر تقریباً پورا لباس چھین لیا گیا، ان سب حرکات کے پیچھے ان کے تجارتی مفاد اور جنسی ہوس کارفرما ہے۔

بچاؤ کا راستہ

فیشن انڈسٹری کی سالانہ مالیت دولاکھ کروڑ سے زیادہ ہے، اس لیے اس کے مقابلے میں کھڑا ہونا آسان نہیں ہے، لیکن ارادے پکے اور نیت سچی ہو تو تائید غیبی ضرور حاصل ہوتی ہے، اپنے معاشرے کو بے لگام فیشن سے بچانے کے لیے چند اہم اقدامات ضروری ہیں:

1 ہر شخص اپنے گھر میں اسلامی لباس رائج کرے۔

2 علمائے کرام اس موضوع پر عقلی اور سائنٹفک انداز میں خطاب کے ذریعہ رغبت دلائیں۔

3 مسلم صنعت کار اس فیلڈ میں انویسٹ مینٹ کریں اور اچھے ڈزائنر کے ذریعہ مہذب ملبوسات تیار کرائیں۔

4 غیر شرعی طریقوں سے بچتے ہوئے تشہیری مہم چلائیں تاکہ لوگوں میں رغبت پیدا ہو۔

5 کوالٹی اور قیمت کا خصوصی دھیان رکھیں۔

ضرورت ہے کہ مسلم صنعت کار اس طرف توجہ دیں تاکہ مسلم مرد وخواتین اغیار کے بے ہودہ لباسوں سے محفوظ رہیں، شروعات میں صرف مقامی علاقے پر فوکس کیا جائے، کامیابی ملنے پر دائرہ بڑھایا جائے، خلوص نیت اور تاجرانہ مہارت کے ساتھ کام کیا جائے تو ان شاء اللہ کامیابی یقینی ہے۔

□□□

ص ۴۵ر کا بقیہ..........

اندازوں کے مطابق یورپ اور ایشیا میں کالی موت سے بیس کروڑ افراد ہلاک ہوئے تھے، یورپ کو دوبارہ آبادی کی اس سطح تک پہنچنے کے لیے تقریباً دوسوسال کا عرصہ لگ گیا، یورپ کے بعض علاقے تو اس مہلک طاعون سے انیسویں اور بیسویں صدی تک متأثر رہے۔

خیال رہے کہ چودہویں صدی تک یورپ میں عیسائیت کے زیر اثر عوام طاعون کو خدا کا عذاب سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے، مگر ابن الخطیب نے اس مرض پر تحقیق کی اور طاعون کا جراثیم کے ذریعہ پھیلنے کا نظریہ پیش کیا، اس نے کہا کہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں: متعدی اور غیر متعدی، متعدی امراض پھیلنے کی وجہ وہ نہایت باریک کیڑے ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔

اسی طرح ابن خاتمہ کی تحقیق کے مطابق یہ طاعون چوہوں اور پسوؤں میں موجود متعدی امراض کی وجہ سے پھیلتا ہے، لیکن بیسویں صدی میں دنیا پر تپ دق، چیچک، خسرہ، انفلوئنزا اور ملیریا نے بڑا شدید حملہ کیا جن میں مہلک ترین حملہ رہا تپ دق کا جس کے سبب انیسویں اور بیسویں صدی میں ہونے والی ہلاکتوں کی تعداد تقریباً ایک ارب رہی، شکر ہے کہ ملیریا کے علاوہ ان تمام وبائی مرض کو نیست ونابود کیا جا چکا ہے، دوسرے نمبر پر مہلک ترین رہا ملیریا جس نے اب تک کم وبیش پچیس کروڑ انسانوں کی جان لی ہے اور جس کی بعض اقسام واشکال کا ابھی تک مکمل طور سے تدارک نہیں کیا جا سکا۔

پچھلی بڑی وبا جو دنیا پر نازل ہوئی تھی وہ تھی سوائن فلو (HIN) جس میں 2009-2010 کے عرصے میں بین الاقوامی سطح پر ایک ارب چالیس کروڑ لوگ مبتلا ہوا اور تقریباً پونے چھ لاکھ جانبر نہ ہو سکے، اس وقت پوری دنیا کو جس چیز نے ایک لڑی میں پرو دیا ہے وہ موت کا خوف، موت بھی ایسی جو نہایت تکلیف دہ ہے اور جس کے بعد وائرس کی عفونت اور قہر مانی کے باعث مناسب تکفین وتدفین یا داہ سنسکار بھی ممکن نہیں، بارگاہِ ایزدی میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق وطفیل سے عالم اسلام کے جملہ سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو کورونا اور اس جیسی تمام وباؤں، بلاؤں سے محفوظ رکھے، آمین۔

□□□

ص ۹۹ر کا بقیہ..........

تمہارا کچھ اثر ہوگا نہ ہم پر، گردشو! سن لو
دکھاؤ آنکھ مت ہم کو ہمارے پاس ہیں مرشد
فریدیؔ ہم سدا رہتے ہیں اخترؔ کی تجلی میں
نظر سے دیکھ کر لکھو! ہمارے پاس ہیں مرشد

□□□

از: مولانا غلام آسی مونس پورنوی*

مرض بڑھتا رہے گا، گر یوں ہی دوا کی

اسلامیات

آج ایک رشتہ دار کے یہاں شادی میں جانا ہوا، گھر سے نکلتے نکلتے تقریباً ایک بج ہی گئے تھے جوں ہی پہنچا، تھوڑی ہی دیر میں بارات بھی آدھمکی، جلدی جلدی کھانے سے فارغ ہو کر ڈائنگ ہال سے باہر نکلا، کیوں کہ مجھے کچھ امر ضروریہ کے تحت بائسی بھی جانا تھا، سامنے کافی کا اسٹال لگا تھا، اس لئے کافی کی طرف دل مائل ہو گیا، اسٹال پر پہنچ کر کافی کا کپ حاصل کر کے ڈائنگ ہال سے متصل بنے آرٹی فیشیل مہمان خانے میں بیٹھ کر گرما گرم کافی کی چسکیاں لے ہی رہا تھا کہ صاحب خانہ کی نظر مجھ پر پڑ گئی، بعد دریافت احوال موصوف نے مجھے ایک ذمہ داری سونپ دی، لاکھ معذرت و منت کی مگر موصوف نے ایک نہ سنی مجبوراً مجھے رکنا پڑا۔

مختصر یہ کہ سارے باراتی کھانے وغیرہ سے فارغ ہو گئے، گھڑی کی سوئیوں نے شام کے 5 بجا دیئے تھے، اب نکاح خوانی کی تیاریاں ہو رہی تھی، گواہ اور وکیل تلاش کئے جا رہے تھے، اتنے میں ایک بچے نے آکر کرتے کا دامن پیچھے سے کھینچا جب مڑ کر دیکھا تو اس بچے نے برجستہ اشارہ کرتے ہوئے بولا کہ ماما آپ کو بلا رہے ہیں، جب اس جگہ پہنچا تو مولانا نے فرمایا: ایک گواہ کا تعین ہو چکا ہے، دوسرے آپ ہو جائیں، میں نے منع کیا مگر جبراً مجھے یہاں بھی تیار ہونا پڑا، اس کے بعد سلسلہ شروع ہوا، نکاح نامے کی خالی کالم پُر کرنے کا، سارے کالم پُر کئے جا رہے تھے، اسی مابین مہر کا کالم بھی تھا، میں نے دریافت کیا مہر کتنا متعین ہوا ہے تو وہاں موجود ذمہ داروں نے بتایا کہ ''سات لاکھ اکاون ہزار سات سو چھیاسی روپے بانوے پیسے، 2 تولہ سونا، 3 اشرفیاں''، اتنا سننے کے بعد مجھے چکّر سا محسوس ہونے لگا، پھر میں نے دریافت کیا کہ، دولہے میاں کام کیا کرتے ہیں؟ اور مہینے میں کتنا کما کر بچا لیتے ہیں؟ تو پیچھے سے ایک ہلکی آواز آئی، مولانا صاحب، دن میں تین چار سو روپے لڑکا کما ہی لیتا ہے۔

مجھے کافی حیرانی ہوئی کہ یار علاقے کا ماحول کس قدر تبدیل ہو چکا ہے، کہ لوگوں کو اب صرف ہر چیز میں پیسے ہی پیسے نظر آنے لگے ہیں، نہ انہیں شریعت مصطفےٰ کا پاس ہے اور نا ہی خوف خدا وندی، پھر میں صاحب خانہ کے ایک قریبی شخص سے پوچھا کہ مہر کس نے طے کیا؟ اور اتنا مہر کیوں طے کیا؟ تو انہوں نے برجستہ کہا، میاں آپ کیا جانو علاقے کے حالات، آپ تو ہمیشہ لکھنؤ رہتے ہو، اس لئے آپ کو علاقے کے حالات کی خبر نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ اس وقت علاقے میں دن بدن طلاق کے بے انتہا واردات ہو رہے ہیں، جس کی بنیاد پر لڑکی والوں کو زیادتی مہر پر زور لگانا پڑتا ہے۔

بالآخر یہ نکاح بھی ہو گیا، نکاح کے تقریباً تین گھنٹے کے بعد رخصتی ہوئی، رخصتی کے بعد میں نے اپنے گھر کا راستہ ناپا، گھر پہنچتے پہنچتے تقریباً 9 بج چکے تھے، بعدہ نماز کے اپنے بستر پر دراز ہو گیا، مگر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی، دل گھبرانے لگا تھا، بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، بس فکر یہ لاحق تھی کہ یار جو لڑکا 9 / سے 12 / ہزار روپے مہینے میں کماتا ہے، وہ ساڑھے سات لاکھ کا مہر ادا کیسے کرے گا؟ اس کی زندگی کے آخری سورج تک شاید وہ اس رقم کو ادا کر پائے جس کو ادا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے، اگر صرف طلاق کے واقعات کو روکنے کے لئے ہی زیادتی مہر کا concept اپنا گیا ہے تو کیا یہ consept کارگر ثابت ہوگا؟ تو سمجھ تو یہی آیا، جی نہیں ہر گز نہیں، جن وجوہات کی بنیاد پر طلاق کا سورج طلوع ہوتا، اگر وہ وجہیں پائیں گئیں، تو طلاق تو ہو کر رہے گی۔

چاہے آپ بیس لاکھ مہر مقرر کردیں، اس لئے طلاق کو روکنے کے لئے زیادتی مہر کا پلان ہر گز کامیاب نہیں ہوسکتا، البتہ اس کے کچھ بُرے اثرات ضرور مرتب ہوں گے اور وہ یہ ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد نکاح کا رسم شاید ختم ہوجائے، زنا کاری عام ہوجائے گی، کیوں کہ نکاح کا ایک مقصد فزیکلی منافع بھی ہے اور فزیکلی استفادہ چند سکوں کے عوض بازار میں کیا جاسکتا ہے اور کیا جارہا ہے، اس لئے لوگ اپنے آپ کو نکاح سے روکیں گے، برائیاں عام ہوں گی، سماج مغربی تہذیب کو اپنے لئے ضروری قرار دے گا، کیونکہ وہاں نکاح کے مقابل اسے صرف چند سکوں کے عوض ان ساری لذتوں کے حصول کا یقین ہوگا، جن لذتوں کی آشنائی کے لئے ہر نوجوان بے قرار ہوتا ہے۔

یا پھر جہیز طلبی کا رسم عام تو ہو ہی چکا ہے اور زیادہ عام ہو جائے گا، کیوں کہ اس کی نظر کے سامنے، لاکھوں مہر کے رقوم ہوں گے، پھر وہ یہ سوچے گا کہ جب مجھے لڑکی کو مہر کی شکل میں لاکھوں دینا ہی ہے تو کیوں نہ لڑکی والوں سے جہیز کی شکل میں لاکھوں لیا جائے، اس طرح سے امیر کی بیٹیوں کی ڈولی تو باپ کے پیسوں کی بدولت ساجن کے آنگن تک پہنچ جائے گی، مگر غریب کی بیٹیوں کو اپنانے والا کوئی نہ ہوگا، ان کے چمک دار اور نا نگ صفت بالوں میں چاندی کے تار جگمگانے لگیں گے اور آج اس کا مشاہدہ کیا بھی جارہا ہے کہ غریب کی بچیاں اس آس میں جوانی کی سرحد کو پار کررہی ہیں کہ کہیں سے اس کے خوابوں کا شہزادہ آئے گا اور اسے اپنا ہمراہی بنا کر محبت کے ملک میں بسائے گا، مگر جہیز کے وائرس نے ان کی زندگیوں کے کھلتے گلستان کو موسم خزاں کا چادر اوڑھا کر شاخوں سے پھول اور پتیوں کو جلا کر راکھ کرڈالا۔

مگر افسوس کہ ہمارے سماج نے آج تک مقصد نکاح کو نہ سمجھا اور مسائل مہر و نکاح پر نظر ڈالنے کی ذرہ برابر کوشش تک نہ کی، ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اُس نکاح کو برکت والا قرار دیا جس میں فریقین کا خرچ کم ہو چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بڑی برکت والا وہ نکاح ہے جس میں بوجھ کم ہو۔''

(مسند احمد، ج9، ص365، حدیث24583)

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''یعنی جس نکاح میں فریقین کا خرچ کم کرایا جائے، مہر بھی معمولی ہو، جہیز بھاری نہ ہو، کوئی جانب مقروض نہ ہوجائے، کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو، اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کے تَوَکُّل پرلڑکی دی جائے، وہ نکاح بڑا ہی بابرکت ہے ایسی شادی خانہ آبادی ہے، آج ہم حرام رسموں، بے ہودہ رواجوں کی وجہ سے شادی کو خانہ بربادی بلکہ خانہا (یعنی بہت سارے گھروں کے لئے باعث) بربادی بنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس حدیث پاک پرعمل کی توفیق دے۔'' (مرآۃ المناجیح، ج5، ص11)

چلتے چلتے ایک گزارش اپنی برادری (یعنی علما) سے ہے کہ آپ حضرات جہاں اپنے خطاب میں دیگر مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں وہیں ان مسائل کو بھی بین المسلمین بیان کریں تاکہ نکاح کی عظمت اور مقاصد سے مسلمان واقف ہوں اور اس طرح کے خود ساختہ رسوم کا سدّ باب ہوسکے، اللہ ہم سب کو احکامات اسلام کا پابند بنائے آمین ثم آمین۔ ◻◻◻

ص ۲۹ رکا بقیہ......................

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من تمسك بسنتي عن فساد امتي فله أجر مأة شهيد۔ یعنی جو فساد امت کے وقت میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔''

اور زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہوگئی ہو اور سنت مردہ اسی وقت ہوگی جب اس کے خلاف رواج پڑ جائے، اے میرے سنی بھائیو! یہ دین ہے، کوئی دنیاوی جھگڑا نہیں ہے، لہٰذا دیکھو! کہ تمہارے ماوی و ملجا قاسم نعمت محبوب پروردگار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے اور تمہاری دینی کتب میں کیا لکھا ہے، اسی کے مطابق عمل کرو۔ ◻◻◻

پہلی قسط

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

لفظ ”حضرت“ معنی ومفہوم اور اس کا نشیب وفراز

اہل علم وفن اورارباب سخن سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ لفظوں کا شمار ”ذخیرہ“ میں کیا جاتا ہے اور ”ذخیرہ“ ہی پونجی اور سرمایہ ہوا کرتا ہے، ”ذخیرہ“ کے بغیر کوئی انسان نہ ایک لفظ بول سکتا ہے اور نہ ہی کسی میں اتنی جرأت وہمت کہ اپنے ”ذخیرۂ الفاظ“ کا سہارا لیے بغیر اپنے ”مافی الضمیر“ کو بیان کر سکے، اس لئے ضروری ہے کہ زبان وبیان کی کامیابی کے لئے اور ”ارسال وابلاغ“ کی ناکامی سے بچنے کے لئے اپنے پاس لفظوں کے ”ذخیرہ“ کو جمع بھی کرے اور اس کی حفاظت کے لئے جدوجہد کو جاری بھی رکھے۔

جو لفظوں کی ”ذخیرہ اندوزی“ نہیں کرتا ہے، اسے قدم قدم پر حسرت وناکامی کا شکار ہونا پڑتا ہے، جہاں ذخیرہ میں اور قسم کے الفاظ ہوا کرتے ہیں انہی میں ایک لفظ ”حضرت“ بھی ہے، لفظ کا مطلب ”پھینکنا“ ہے، جیسا کہ بولا جاتا ہے ”اکلت التمرۃ ولفظت النواۃ“، یعنی میں نے کھجور کھایا اور گٹھلی پھینک دی مگر یہ ”پھینکنا“ بھی آسان نہیں ہوا کرتا ہے، اپنی کمان سے تیر تو کوئی بھی پھینک سکتا ہے مگر اس پھینکنے کے لئے بھی برسوں تربیت کرنی پڑتی ہے مشق بھی کرنا پڑتا ہے اور اس ”پھینکنے“ کے لئے اپنے آپ کو جسمانی اور ذہنی طور پر تیار کرنا پڑتا ہے، نہایت ہی بارک بینی سے اس نشانے کا جائزہ لینا پڑتا ہے جہاں تیر کو پہنچانا ہوتا ہے، اسی کو ذہن میں رکھتے ہوئے تیر چلانا چاہیے ایسا نہ کرنے کی صورت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ تیر نشانہ پر نہ پہنچ پائے اور دائیں بائیں کھسک جائے، لفظ بھی ایک تیر ہے اور جس کے لئے بولا جائے وہ نشانہ ہے، تیر پھینکنے والے کو اس کے مواقع اور اور اس کی نزاکتوں کا پاس ولحاظ رکھنا ہی تربیت ومشق اور تیاری ہے، ان تمام مرحلوں سے گزرنے کے بعد ہی کوئی انسان لفظوں کے استعمال میں کامیاب وکامران ہو سکتا ہے۔

الفاظ کے ذخیروں میں جو لفظ ہوتا ہے، جب تک وہ ذخیرہ میں ہوتا ہے مجرد اور غیر متحرک ہوتا ہے مگر جب اس کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس میں سیال اور تحریک کی کیفیت نمایاں ہو جاتی ہے سونا جب تک ہمارے اور آپ کے ہاتھوں میں ہوتا ہے وہ پگھلتا نہیں ہے اور جیسے ہی اسے آگ پر رکھا جاتا ہے تو وہ پگھلنا شروع ہو جاتا ہے اور پگھلتے ہی اس کی ”صورت نوعیہ“ بدل جاتی ہے اور آپ اسے جو صورت دینا چاہیں دے سکتے ہیں، اسی کو ”آکار میں تبدیلی“ کا نام دیا جاتا ہے، یہی کچھ احوال وآثار لفظوں، جملوں اور ترکیبوں کے ساتھ پیش ہوا کرتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ لفظوں اور جملوں کے احوال وآثار میں ہونے والی تبدیلیوں اور تغیرات سے اہل علم واقف نہیں، ہیں اور یقیناً واقف ہیں، ان کی جانکاری اور واقفیت حاصل کرنے کے لئے کچھ توجہ اور کچھ محنت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، لغات اور ماہرینِ علم وادب کی علمی فنی اور ادبی کاوشوں کی جانب رجوع کرنے ہی سے ان کے احوال وآثار میں تبدیلیوں کا احساس ہونے لگتا ہے اور شواہد کے طور پر بہت سے ایسے الفاظ بھی دستیاب ہو سکتے ہیں، جن کے معنی ومفہوم میں تبدیلیاں ہوتی رہیں، ذیل میں لفظ ”علامہ“ کے تعلق سے چند باتیں ذکر کی جارہی ہیں مثلاً:

(۱) لفظ ”علامہ“ ایک مشہور ترکلمہ ہے، جسے خاص لوگ بھی استعمال کرتے ہیں اور عوامی سطح پر بھی اس کا استعمال کیا جاتا ہے اور آج بھی لوگ استعمال کر رہے ہیں، لغت کے اعتبار سے ”علامہ“ کا مفہوم ”بہت جاننے والا“ ہوتا ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے ہر اس شخص کے لئے اس کا استعمال کیا جا سکتا ہے جو بہت کچھ جانتا ہو اور سب سے زیادہ جانتا ہو، یہ جاننا کس نوعیت کا ہو؟

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

لغت میں اس ''نوعیت'' کا کوئی تعین نہیں، دین وشریعت کے معاملہ میں جاننا مراد ہے یا دنیا کے معاملہ میں، آپسی معاملات کے تعلق سے جاننا ہو یا صنعت و دستکاری کے تعلق سے، اس کی کوئی تخصیص نہیں، اسی طرح تجارتی، سماجی، معاشرتی اور سیاسی طور پر جاننا ''علامہ'' کہنے کی بنیاد ہے یا کچھ اور ہی اس کی بنیاد ہے، لغت میں اس طرح کی کوئی حد بندی نہیں کی گئی ہے، حد بندی نہ کیا جانا اس بات کا جواز فراہم کر رہا ہے کہ لفظ ''علامہ'' کا استعمال ہر کسی کے لئے کیا جا سکتا ہے۔

(۲) یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی لفظ کے تعلق سے صرف اس کے ماخذ کے معنی کا جان لینا یا جو لغت میں معنی بتایا گیا ہے، اس کا جان لینا کافی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس لفظ کے استعمال، اس کے مواقع اور اسے کس کے لئے استعمال کیا گیا ہے یا کیا جا رہا ہے؟ یہ جاننا بھی ضروری ہوتا ہے، کسی بھی لفظ کے معنیاتی نظام میں ''استعمال، مواقع اور ان شخصیات کی بڑی اہمیت ہوا کرتی ہے جن کے لئے لفظ بولا جاتا ہے، جب کسی کے لئے کوئی لفظ بولا جاتا ہے تو اس بولے جانے پر بولنے والے کی تنقید کی جاتی ہے اور پھر آگے چل کر اس بولے جانے کو سراہا جاتا ہے، انہیں کیفیات کا پایا جانا لفظوں کے معنیاتی نظام میں تبدیلی اور اس کے فطری ارتقا پر روشنی ڈالتا ہے اور اس بات کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے کہ کوئی بھی لفظ ہو اور کیسا بھی ہو، وہ کسی ایک حالت پر برقرار نہیں رہتا ہے بلکہ اس کے معنی و مفہوم میں آئے دن تبدیلی ہوتی رہتی ہے ذیل میں چند شواہد پیش کیے جا رہے ہیں، اسی لفظ ''علامہ'' کو لے لیجیے، یہ لفظ کل بھی بولا جاتا تھا اور آج بھی بولا جا رہا ہے مگر جس جس کے لئے بولا جاتا ہے یا بولا جا رہا ہے اس میں کافی تبدیلی آ گئی ہے، کل جس کے لئے بولا جاتا تھا وہ شخصیت اور تھی اور آج جس کے لئے لفظ ''علامہ'' بولا جا رہا ہے اس کا عالم کچھ اور ہے، کل کا ''علامہ'' آسمان کی سرحدوں کو چھوا کرتا تھا اور آج کے ''علامہ'' کا یہ عالم ہے کہ وہ زمیں پر ہوتا ہے بلکہ اس کی سب سے نیچے والی سطح میں پڑا ہوتا ہے۔

''علم نحو'' کی مشہور ترین کتاب ''کافیہ'' کے مصنف [۱] کو ''شرح جامی'' میں اس طرح یاد کیا گیا ''الکافیة للعلامة ابن الحاجب'' یعنی کافیہ جو ''علامہ ابن حاجب'' کی ہے، دیکھیے اس عبارت میں ''ابن حاجب'' کے لئے ''علامہ'' کا استعمال کیا گیا، مگر اس استعمال پر اہل علم خاموش نہیں بیٹھے بلکہ ''شرح جامی'' کے مصنف [۲] پر علمی اور فکری انداز میں تنقید کی گئی۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس محقق نے لفظ ''علامہ'' کا استعمال کیا وہ کوئی غیر معمولی شخصیت کے حامل نہ تھے اور جس کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے وہ بھی اپنے زمانے میں ''علم نحو'' کے امام تھے، اس کے باوجود اس استعمال پر تنقید باعث حیرت ہے، وہ تنقید کیا تھی، ذیل میں اس کی وضاحت کی جا رہی ہے، اسے غور سے مطالعہ فرمائیں:

''البحث الثالث لایجوز اطلاق العلامة علی ابن الحاجب لانه لم یکن عالماً بعلوم العقلی ویشترط فی العلامة ان یکون عالماً بعلوم العقلی و النقلی معاً والجواب انه جمع جمیع اقسام العلوم ولکن اشتهاره فی النقلیات دون العقلیات کما یصح اطلاق هذا اللفظ علی قطب الدین الشیرازی مع اشتهاره فی العقلیات دون النقلیات و اجیب بانه جعل علم العقلی کالمنطق والحکمة کالعدم۔

[۳] یعنی تیسری بحث اس مسئلہ میں کہ ''ابن حاجب'' کے لئے ''علامہ'' کا استعمال صحیح نہیں ہے کیوں کہ ''علامہ'' کے استعمال کے لئے علوم عقلی اور نقلی دونوں کا جامع ہونا ضروری ہے اور ''ابن حاجب'' صرف ''علوم نقلی'' میں مہارت رکھتے تھے ''علوم عقلی'' میں نہیں، اس کا جواب اس طرح دیا گیا کہ ''ابن حاجب'' نے تمام اقسام علم کو جمع کیا۔ یہ اور بات ہے کہ انہیں صرف ''علوم نقلی'' میں شہرت حاصل ہوئی، جس طرح ''قطب الدین شیرازی پر ''علامہ'' کا اطلاق کیا جانا صحیح ہے حالاں کہ انہیں ''علوم عقلی'' میں شہرت حاصل تھی ''علوم نقلی'' میں نہیں، اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ ''ابن حاجب'' نے اپنے حق میں ''علوم عقلی'' جیسے منطق و

حکمت کو مثل ''عدم'' قرار دے دیا تھا۔''

مذکور بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ لغات میں لفظوں کے جو معانی لکھے ہوئے ہوتے ہیں صرف انہیں پر قناعت نہیں کی جاسکتی ہے بلکہ لفظوں کے معنیاتی نظام اور اس کے نشیب و فراز، ان کے استعمال اور موقع محل کی نزاکتوں کا بھی پاس ولحاظ کرنا ضروری ہوا کرتا ہے تب کہیں جا کر لفظوں کی صحیح صورت حال سامنے آتی ہے اور حد تو یہ ہے کہ ارباب لغت بھی اس بات کا التزام رکھتے ہیں کہ جب وہ معنی ومفہوم کی وضاحت کرتے ہیں تو اس کے ثبوت میں محاورے، ضرب الاستعمال اور ماہرین زبان وادب کے اقتباسات سے شواہد بھی پیش کرتے ہیں اور جو لوگ ''معنیاتی نظام'' کے تحت زبان وادب یا کسی اور فن کے ماہرین کے استعمالات سے خود کو الگ کر لیتے ہیں، میرے خیال میں ایسے لوگ نہ لفظوں کے ساتھ دیانت داری کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے مواقع استعمال کا حق ادا کر پاتے ہیں بلکہ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ ان کی نظر میں ''معنیاتی نظام'' کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں ہے۔

لفظ ''ملا'' بہت ہی ہلکا پھلکا لفظ ہے جس کو ادا کرنے میں نہ کوئی دقت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی دشواری سامنے آتی ہے باوجود اس کے اس لفظ کا استعمال کسی ایرے غیرے کے لئے نہیں کیا جاسکتا، تاریخ شاہد ہے اس لفظ ''ملا'' کا استعمال اس ذات گرامی کے لئے کیا جاتا تھا جو ''علوم نقلیہ'' اور ''علوم عقلیہ'' میں ماہر ہوا کرتی تھی، جس کی تبحر علمی کو دنیا خراج پیش کرتی ہے، جن کے آستانہ علم وحکمت کو بوسہ دیا جاتا تھا، یہ دور کس قدر اچھا دور تھا اور کیسا سنہرا زمانہ تھا جب لفظوں کے ساتھ انصاف کیا جاتا تھا اور ان کے مواقع استعمال نیز ان کی نزاکتوں کا خاص خیال رکھا جاتا تھا اور شخصیات کا بھی احترام کیا جاتا تھا، جب کسی حقدار کو اس کا حق دیا جاتا ہے تو اس سے دل کو خوشی حاصل ہوتی ہے، آنکھوں میں نور بھر جاتا ہے اور روح کو ایک عجیب سی لذتوں کا احساس ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ لفظوں کا احترام بھی کیا جاتا ہے، ٹوپی اس لئے بنائی گئی تا کہ اسے سر کا تاج بنایا جائے اور جوتے اس لئے بنائے گئے ہیں تا کہ اس کے ذریعے پاؤں کو زینت بخشی جائے اور کیل کانٹوں سے اس کی حفاظت کی جائے، ذرا سوچیے اگر ٹوپی کو سر کے بجائے پاؤں میں پہنی جائے یا جوتے پاؤں میں پہننے کے بجائے اسے سر پر سجایا جائے تو کیا ایسا کرنا مناسب ہوگا نہیں نا؟ ٹھیک اسی طرح جو جس لقب کا مستحق ہوتا ہے اس پر لقب کا اطلاق اس قدر زیب دیتا ہے کہ باچھیں اس اطلاق سے مارے خوشی کے کھل جاتی ہیں اور جب اس لقب کا استعمال کسی ایسے کے لئے کیا جائے جو اس کا مستحق نہیں ہوتا ہے تو ایک انصاف پسند دل پر کیا گزرتا ہے یہ تو وہی جانتا ہے جو احساس وشعور کا حامل ہوتا ہے اور جو بے حس ہوا کرتا ہے، اس پر کیا گزرے گا؟ س کی مثال اس بھینس کی سی ہوتی ہے جس کے اوپر بین کا بھی اثر نہیں ہوتا ہے، دور حاضر کے لوگوں کا مزاج بھی کچھ ایسا ہی ہے، یہ درد کتنا بڑا درد ہے؟ اب ذیل میں دانشوروں اور علم وحکمت کے تاجوروں کے اسمائے گرامی پیش کئے جارہے ہیں جو لفظ ''ملا'' کے لقب سے یاد کیے گئے ہیں اور آج بھی کیے جارہے ہیں مثلاً:

(۱) ملا جلال [۴] (۲) ملا محب اللہ بہاری [۵] (۳) ملا حمد اللہ [۶] وغیرہ ان حضرات کے علاوہ اور بھی حضرات ہیں جنہیں ''ملا'' کے لقب سے آج بھی یاد کیا جاتا ہے۔

(۳) جو تحریریں اوپر پیش کی گئی ہیں ان کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ''علامہ'' اور ''ملا'' کا معنی ارباب لغات کے بتائے ہوئے معانی ومفاہیم سے قدرے جدا ہیں، صرف جاننے والوں کو ''علامہ'' نہیں کہا جاسکتا ہے بلکہ انہیں کہا جائے گا جو علم عقلی اور نقلی دونوں میں مہارت رکھتا ہو، اسی طرح ''ملا'' صرف اور صرف مولوی کو نہیں کہا جاسکتا ہے بلکہ اسے کہا جائے گا جسے علم عقلی میں مہارت تامہ اور کامل دستگاہ حاصل ہو۔

علامہ وملا کے استعمال کی مذکورہ نوعیت اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ الفاظ وجمل کے ''معنیاتی نظام'' میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور اس تبدیلی میں (ان کے استعمال اور کس کے لئے استعمال ہوا ہے) کو کافی دخل وعمل ہے اور اس استعمال سے معنی ومفہوم

میں تغیر ہو جانے سے اس بات کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ الفاظ و جمل پگھلے ہوئے شیشوں کی مانند ہوا کرتے ہیں جو اپنے طور پر نہایت ہی صاف و شفاف ہوا کرتے ہیں اور اس کی طہارت و پاکیزگی قابل رشک ہوا کرتی ہے، استعمال کرنے والوں کے ہاتھوں میں یہ اختیار رہتا ہے چاہیں تو وہ اس کی طہارت نفسی کو برقرار رکھیں اور چاہیں تو اس میں کدورت کی کیفیت نمایاں کر دیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو لقب جس کے لئے بولا جاتا ہے وہ خود اپنے لقب کی پاکیزگی کو برقرار رکھتا ہے اور اس کی چمک و دمک کو کبھی میلا نہیں ہونے دیتا ہے، اس کی مثال میں اس لفظ ''امام'' کو پیش کیا جا سکتا ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے لئے استعمال کیا گیا یعنی ''امام احمد رضا'' کا لفظ ''امام'' اس بات میں کوئی شک و تردد نہیں کہ جب ''احمد رضا'' کے نام کے ساتھ ''امام'' بولا گیا تو اس وقت لوگوں نے نہ جانے کیا کیا کہا لیکن بعد میں اسی لفظ ''امام'' نے اعلیٰ حضرت کی تابناک شخصیت سے نور و ضیا اور توانائیوں کا اکتساب کر کے نکتہ چیں حضرات کے فکر و استدلال پر خندہ زن ہوئے اور اشاروں اشارے میں بتا دیا کہ میں ''احمد رضا'' کے نام کے ساتھ منسلک ہو کر وہ نہ رہا جو جڑنے سے پہلے تھا بلکہ جڑ جانے کے بعد مجھ میں ساری خوبیاں در آئی ہیں اور پہلے سے کہیں زیادہ مجھ میں خوبیاں پیدا ہو گئی ہیں، مگر نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دور حاضر میں اب القاب و آداب کا وقار مجروح کیا جا رہا ہے جو چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے ''علامہ'' یا ''ملا'' کہہ دیا جاتا ہے، اسی طرح اب ''امام'' کا معیار بدل چکا ہے، اس وقت اسے بھی ''امام'' کہا جا رہا ہے جس میں امام بننے کی نہ صلاحیت ہوتی ہے اور نہ اس میں امام جیسے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اس لئے دور حاضر میں جس طرح الفاظ و جمل کی ناقدری کی جا رہی ہے اس کا مشاہدہ کر کے دل روتا ہے اور آنکھوں سے خون کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔

کیا اس دور کی ستم ظریفی دیکھ کر اسے ''الفاظ و جمل'' کی ناقدری کا دور کہا جائے یا نہیں؟ یہ فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اسے ''ع'' کہئے یا ''غ'' اس دور ناقدری کا کرشمہ یہ ہے کہ جس کے سر پر ٹوپی ہے اسے ملا کہہ دیا، جس کے چہرہ پر داڑھی ہے اسے ''ملا'' کہہ دیا اور بدایوں کے قرب و جوار میں ایک ایسے شخص کو ''علامہ'' کہا جاتا ہے جس میں اس بھاری بھرکم لفظ ''علامہ'' کے بوجھ کو برداشت کرنے کی قوت نہیں پائی جاتی ہے، علامہ کہنے کی کوئی تو مناسبت پائی جائے، کم از کم اس کی شخصیت اور صورت تو ایسی ہو جو لفظ ''علامہ'' کے اطلاق کے لئے جواز فراہم کر سکے، اس دور میں بہت سے افراد پائے جاتے ہیں جنہیں شخصیت و صورت کو دیکھتے ہوئے ''علامہ'' کہا جا سکتا ہے اور کہا بھی جا رہا ہے، مگر ایسوں کو ''علامہ اور ملا'' کہنا جو اس کے زمرے میں آتے ہی نہ ہوں۔ ان کے لئے لفظ ''علامہ'' اور لفظ ''ملا'' کہنا ایسا ہے جیسے کوئی جوتے کو سر پر رکھے اور پاؤں میں ٹوپی پہنے، ہاں وہ جوتے اور ہوا کرتے ہیں جو سروں کا تاج ہوا کرتے ہیں اور کمال بے شرمی سے اس لقب پر اپنی خوشی کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا المیہ ہے جو دل اور دماغ کو چوٹ پہنچاتا ہے اور روح کو ایذا۔

معنیاتی نظام میں تغیر و تبدل کا سلسلہ کسی ایک لفظ یا جملہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس زد میں ہزاروں الفاظ آتے ہیں اور لاکھوں جملوں نے اپنی عزت کھو دی ہے، کیا ان کا دکھ درد اپنا دکھ درد نہیں؟ ہاں! میرا بھی درد ہے اور میرا بھی دکھ ہے، جہاں تک لفظ ''حضرت'' کی بات ہے، اس کی بھی تاریخ رہی ہے اور اس کا بھی اعلیٰ مزاج رہا ہے، جہاں اس نے بلندی دیکھی ہے وہیں اس نے دور حاضر میں ایسا منظر دیکھا ہے اور اب بھی دیکھ رہا ہے، وہ کسی داستان غم و اندوہ سے کم نہیں، اس کے اس المیہ کو دیکھ کر نہ صرف افسوس ہوتا ہے بلکہ آٹھ آٹھ آنسو رلاتا ہے اور کلیجہ منھ کو آتا ہے، لفظ ''حضرت'' کی تاریخ بھی سنہری رہی ہے۔

(۱) ایک وہ دور تھا جب لفظ ''حضرت'' پاکیزہ، تقدس مآب، بے نیاز اور کمال استغنا کی صفت رکھتا تھا اور اس کا استعمال بہت کچھ سوچ سمجھ کر کیا جاتا تھا اور ہمیشہ دل میں یہ خوف رہا کرتا تھا کہیں اس کے استعمال سے کوئی سوئے ادبی سرزد نہ ہو جائے، اسی لئے ہمارے بہت سے اسلاف نے اور بہت سے بزرگوں

نے حق تعالیٰ کی ذات بے نیاز کے لئے اس کا استعمال کیا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے ''حضرت حق تعالیٰ ''حضرت جل مجدہ''، وغیرہ، علم تصوف کی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لئے نہ صرف لفظ ''حضرت'' کا استعمال کیا گیا ہے بلکہ اس ذات گرامی کے قرب کو بھی ''حضرت'' سے تعبیر کر دی گئی ہے، یہ وہی قرب ہے جس کے بارے میں سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی کا ارشاد باوقار ہے، آپ فرماتے ہیں ؂

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد، قریب آ سرورِ مجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یہاں خرد کے لالے کسے بتائے کدھر گئے

سراغ این ومتی کہاں تھا نشان کیف والیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال وہیبت کا سامنا تھا جمال ورحمت ابھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رُکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا اُدھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنی تدلی کے سلسلے تھے

یہی مقام قرب ہے جس کی شان بے نیازی ان اشعار میں پیش کی گئی ہے، یہی وہ قرب ہے جس کو عقل وخرد اور شعور و ادراک کے پیمانوں سے جانچا نہیں جاسکتا ہے بلکہ گماں اور وہم کو بھی اس کے قریب سے گزرنے کی اجازت نہیں، بس اسی قرب کو لفظ ''حضرت'' سے بیان کیا گیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ سید عالم نبی محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب اور ہوتا ہے اور ایک ولی ایک بندہ مومن کا مقام قرب اور ہوا کرتا ہے، مگر یہاں قرب کی جو معنویت ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

حوالہ جات:

[۱] کافیہ کے مصنف کا نام ''عثمان''، کنیت ''ابوعمرو'' اور لقب ''جمال الدین'' ہے چونکہ ان والد محترم ''امیر اعز الدین'' کے یہاں دربان تھے اور دربان کو عربی میں حاجب کہا جاتا ہے اس لئے آپ ''ابن حاجب'' سے مشہور ہوئے آپ کی کتاب ''کافیہ'' اہل علم کے یہاں مقبول ترین ہے آپ ۵۷۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۶/شوال ۶۴۲ ہجری میں آپ نے وفات پائی، ۱۲/منہ

[۲] شرح جامی بھی مشہور ومعروف کتاب ہے جس میں مسائل نحو منطقی انداز میں بیان کئے گئے ہیں اس کے مصنف کا نام ''عبدالرحمٰن'' لقب اصلی عماد الدین اور لقب مشہور نور الدین ہے اور کنیت ابوالبرکات آپ ۲۳/شعبان ۸۱۷ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۸/محرم ۸۹۸ ہجری میں وصال فرما گئے۔۔ شرح جامی ابن حاجب کی کتاب ''کافیہ'' کی مشہور شرح ہے جو مدارس اسلامیہ میں کافیہ پڑھنے کے بعد پڑھائی جاتی ہے، ایم حسین رضوی

[۳] الحاشیۃ لملا عبد الرحمٰن علی محرم آفندی، ص ۱۳/ ایم حسین رضوی

[۴] جلال الدین محمد بن اسعد الصدیقی نسباً الشافعی مذہبا دوان نامی ایک قریہ کے رہنے والے تھے اس لئے دوانی کہلائے جاتے ہیں، ۸۲۸ ہجری میں پیدا ہوئے علوم عقلیہ میں کافی مہارت رکھتے تھے صاحب تصانیف کثیرہ ہیں ان کا علمی مقام ارفع واعلی ہے علوم عقلیہ میں مہارت کے سبب ہی آپ کو ملا کہا جاتا ہے، ۹۰۹ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔

[۵] ملا محب اللہ بہاری علوم عقلیہ میں کافی مہارت رکھتے تھے اصول فقہ میں بھی انہیں امام ہونے کا شرف حاصل ہے ملا سلم اور مسلم الثبوت انہیں کے علمی کارنامے ہیں آپ کا نام ''محب اللہ'' اور والد مکرم کا نام ''عبد الشکور'' ہے، آپ زرین علمی کارناموں پر ہندوستان ناز کرتا ہے آپ ۱۱۱۸ ہجری وفات پاگئے آپ نے بڑی اہم اور معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف کی ہیں، ایم حسین رضوی

[۶] نام حمد اللہ اور والد گرامی کا نام شکر اللہ ہے بلند پایہ معقولی عالم اور حاذق طبیب تھے کس مذہب کے ماننے والے تھے اس بارے میں کوئی صحیح جانکاری نہیں جس فن میں انہیں مہارت حاثل تھی اس فن کے وہ امام تھے اور درس وتدریس میں کامل دستگاہ رکھتے تھے تاعمر درس وتدریس میں مصروف رہے دہلی میں ۱۱۶۰ھ میں انتقال ہوا حضرت قطب الدین اوشی کے مزار پاک کے جانب غرب و جنوب میں مدفن ہوئے، ان کی کتاب حمد اللہ نہایت ہی قدر ومنزلت کے ساتھ دیکھی جاتی ہے اور دور حاضر تمام اداروں میں پڑھائی جاتی ہے، درس نظامی میں داخل نصاب ہے، ایم حسین رضوی

.........جاری

ص ۵۵/ کا بقیہ.........

یافتہ گان نے بھی اس پہلو پہ توجہ نہیں دی۔ ان کی بے نشاں قبر سے بلند ہوتی ہوئی یہ صدا دل کے کانوں سے سنی جا سکتی ہے۔ ؂

پئے فاتحہ کوئی آئے کیوں، کوئی پھول مجھ پہ چڑھائے کیوں
جو چمن خزاں میں اجڑ گیا، میں اسی کی فصل بہار ہوں

تیسری قسط

از: مولانا کوثر امام قادری *

عقیدۂ تجسیم اور شیخ البانی

گزشتہ سے پیوستہ

ان عرشه يقله والعرش اكبر من السموت و الارض السبع ولو كان العرش فى السماوات والارضين ماوسعته ولكنه فوق السماء السابعة۔ (الرد علی بشر المبسی ص ۸۵) بے شک اس کا عرش اس کو اٹھاتا ہے اور ساتوں آسمان وزمین سے بڑا ہے اور اگر عرش آسمان وزمین میں ہوتا تو آسمان وزمین اسے وسیع نہ ہوتے لیکن وہ سات آسمانوں کے اوپر ہے۔

یہ اور ان کے مثل کچھ اور ہیں جنہوں نے عقیدۂ تجسیم کے لئے بنیادی مواد فراہم کیا اور اس باطل عقیدے کی تائید میں حسب ذیل کتاب لکھی گئی۔

کتاب الالسنۃ: عبداللہ بن احمد بن حنبل

کتاب السنۃ: خلال

کتاب السنۃ: ابوالشیخ

کتاب السنۃ: ابوبکر بن عاصم

کتاب التوحید: ابن خزیمۃ

کتاب النقص: عثمان بن سعید دارمی

ابطال التاویلات: ابویعلی القاضی

ان کتابوں میں بعض تو ایسی ہیں کے ان کو پڑھنے کے بعد یہ طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ کسی مسلمان کی تالیف ہے یا کسی یہودی نے تیار کیا ہے کتاب کے باب اور فصلوں کو دیکھئے:

باب اثبات لله:باب اثبات النفس لله، باب اثبات اليه لقه، باب اثبات القدم لثه باب اثبات العين لله، دیکھتے چلے جائیے، قاری پوری کتاب مطالعہ کرنے کے بعد یہ سمجھ لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوی، شاندار، خوبصورت مرد ہے اور لباس و پوشاک کے ساتھ ایک حویلی میں بڑی کرسی پر براجمان ہے۔ معاذ اللہ، استغفر اللہ

ابن تیمیہ کے زمانے تک عقیدۂ تجسیم کی اثبات کے لئے یا تو فرضی و بناوٹی حدیثیں اور روایتیں پیش کی جاتی تھیں یا متشابہات کی آیات و احادیث کا سہارا لیا جاتا تھا جب ابن تیمیہ ظاہر ہوا تو اس نے عقلی دلائل کا اضافہ کیا اور عقلیات کی روشنی میں عقیدۂ تجسیم کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی۔

حضرت امام فخر الدین رازی کی تصنیف لطیف اساس التقدیس کا ابن تیمیہ نے رد لکھا جس کا نام نقض اساس التقدیس سے اس میں عقیدۂ تجسیم والوں کی باتوں اور نقلی دلیلوں کو عقلی دلائل سے مزین کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”وان الموجود القائم بفسه لايكون الاجسما و مالايكون جسما فيكون معدوماً۔ بے شک موجود قائم بنفسہ جسم ہی ہوتا ہے اور جو جسم نہ ہوگا وہ معدوم ہوگا۔“

یعنی جو بھی موجود قائم بنفسہ ہوگا وہ جسم ہوگا اور اگر جسم نہیں ہو گا تو وہ معدوم ہو جائے گا لہٰذا باری تعالیٰ قائم بنفسہ موجود ہے تو لامحالہ جسم ہے ورنہ تو اس کا معدوم ہونا لازم آئے گا، نیز لکھتا ہے:

”فالفريقان انفقوا على ان الوهم والخيال يقبل قول المشبة الذين ذكرت انهم يصفونه بالاجزاء والايعاض وتسميهم المجسمة فهويقبل مذهبهم۔

تو دونوں متفق ہیں اسی بات پر کہ وہم وخیال ان اہل اثبات کے قول کو قبول کرتے ہیں جن کو تو نے ذکر کیا کہ وہ ذات باری تعالیٰ کو اجزاء وابعاضی سے متصف کرتے ہیں اور تم جن کو مجسمہ کہتے ہو تو ان ہی کا مذہب قبول کیا جائے گا۔“

یعنی جن لوگوں نے باری تعالیٰ کے جسم اور اجزا جسم کا

نقد و نظر

* مضمون نگار دارالعلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی بازار مہاراج گنج کے استاذ ہیں۔

اثبات کیا وہی مذہب لائق قبول ہے، نیز لکھتا ہے:

"ان العقلاء اتفقوا علی ان ابو ھم لایقوی موجوداً الامستحیزاً اوقائما بمتخیز۔ عقلا کا اتفاق ہے کہ وہم کسی موجود کا تصور نہیں کرتا ہے مگر اسی موجود کا جو متحیز ہو یا متحیز کے ساتھ قائم ہو۔"

ابن تیمیہ کے تلامذہ و پیروکاروں میں ابن القیم نے عقیدہ تجسیم کی اثبات میں "اجتماع الجیوش" نامی کتاب لکھی اور حافظ ذہبی نے کتاب العلوم لکھی اور جس قدر ممکن ہوسکا وہ اپنی تباہی روایتیں جمع کیں اور اس طرح نُعیم بن حماد، قاضی ابویعلی عثمان بن سعید دارمی، ابوبکر خلال، ابنی خزیمۃ، مقاتل بن سلیمان، حماد بن سلمۃ وغیرہ نے جو کچھ متفرق طور پر جمع کیا تھا، ان سب کا مجموعہ العلوم نام سے مرتب ہو گیا۔

یہ کتاب حافظ ذہبی نے نوعمری میں تصنیف کی تھی اور اس وقت اپنی تیمیہ کے علم و کمال سے کافی متاثر تھے، بعد میں جب بتوفیق الٰہی کثیر المطالعہ ہوئے اور حقیقت منکشف ہوگئی تو بہت سارے مسائل میں اپنے شیخ کا رد لکھا اور عقید تجسیم سے متعلق بہت ساری باتوں سے رجوع کیا، بشار عواد نے لکھا:

"ومع ان الذھبی قد خالف رفیعه وشیخه فی مسائل اصلیة وفرعیة و ارسل الیه نصیحته الذھبیة التی یلومه و ینتقد آراته وآر اء اصحابه بھا۔ (مقدمہ سیر اعلام النبلا، ص ۳۸) باوجود اس کے حافظ ذہبی نے اپنے دوست وشیخ کی مخالفت کی بعض اصولی و فروعی مسائل میں اور الفی اپنی نصیحت ذہبیہ بھیجی جس میں ان پر ملامت کی تھی اور ان کے اور بعض اصحاب کے آرا پر تنقید کی تھی۔"

امام سخاوی فرماتے ہیں:

"ان للذھبی ورقة فی اصحاب ابن تیمیه سماھا القبان قلت وھی النصیحه الذھبیة۔ (الاعلان بالتوبیح، ۳۰۷) ابن تیمیہ کے اصحاب کے بارے میں حافظ ذہبی کے چند اوراق تھے جس کا نام انہوں نے قبان رکھا تھا میں کہتا ہوں نصیحت ذہبیہ ہے۔"

یہ صحیح ہے کہ دوسری کتابوں میں رجوع کیا لیکن جو کتاب مستقل طور پر تصنیف کر چکے تھے وہ تو محفوظ رہی اور بعد والوں کے لئے گمراہی کا سبب ثابت ہوئی، شیخ البانی چونکہ عقیدہ تجسیم کے داعی ومبلغ ہیں اس لئے ذہبی کی یہ کتاب یعنی العلوم آپ کو بہت اچھی لگی اور اس کتاب کا مختصر جار کیا اور تحقیق کے نام پر جس قدر کرتب وفنکاری دکھائی تھی دکھائی۔

سب سے پہلے ذات باری تعالیٰ کے بارے میں شیخ البانی کا نظریہ کیا ہے اسے ملاحظہ کرلیں، وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"اعلم ان قوله فی ھذا الحدیث فان الله قبل وجھه وفی ھذا الحدیث الذی قبله فان الله عزوجل بین ایدیکم فی صلاتکم لابنا فی کونه تعالیٰ عرشه فوق مخلوقاته کلھا کما تواترت فیه نصوص الکتاب والسنة وآثار الصحابة والسلف الصالح رضی الله عنھم۔

فانه تعالیٰ مع ذالك واسع محیط العبد بالعالم کله وقد اخبر انه حشیما توبه العبد فانه مستقبل وجه الله عزوجل بل ھذا شان مخلوقاته المحیط بما دونه فان کل خط یخرج من المرکز الی المحیط فانه یستقبل وجه المحیط ویوجھه واذا کان عالی المخلوقات مستقبل سافلھا المحاط بھا بوجھه من جمیع الجھات و الجوانب فکیف بشأن من ھو بکل شئی محیط وھو محیط والایحاط به۔

(صحیح الترغیب والترھیب جلد ۱/۱۱۶)

دوسری جگہ رقم طراز ہیں:

"وبرھان ذالك انا لو فرضنا مسافرا سافر علی کرة الارض من جھة المشرق الی جھة المغرب و امتد مسافر المشی مسافرا علی الکرة الی حیث ابتدأ بالسیر وقطع انکرة ممایراه الناظر اسقل منه وھو فی سفر ھذا لم یبرح الارض تحته والسماء

فوقه فالسماء اللتی یشعدها الحس تحت الارض هو فوق الارض لاتحتها لان السماء فوق الارض بالذات فکیف کانت السماء فوق الارض من الی جهة فرضتها۔'' (مقدمہ مختصر العلو ص۶)

تیسری جگہ یوں رقم طراز ہیں:

''ان الایات القرانیة والاحادیث النبویة والاثار السلفیة منفقة کلها علی ان الله تعالیٰ فوق عرشه بذا ته سائنا من خلقه وهو معهم بعلمه۔''

(مقدمہ مختصر العلو ص۵۱)

شیخ البانی کے عقیدے کا خلاصہ دولفظوں میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش اعظم پر اپنی ذات کے ساتھ جلوہ گر ہے اور وہیں سے اس کی ذات پورے عالم کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔

ثابت کرنے کے لئے کتاب العلو سے بہتر کوئی کتاب نہ تھی جس میں رب تعالیٰ کے جہت منور روا تیں پیش کی ہیں، اسی کے ساتھ اور بھی دوسری حدیثیں ذکر کی ہیں، جن سے مولیٰ تعالیٰ کے جسم واعظاء وغیرہ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور پورے طور پر عقید تجسیم کی تائید ہوتی ہے اور البانی کا مقصد بھی یہی ہے، اسی لئے صفیف ومنکر حدیثوں پر صحیح کا اور موضوع روایتوں پر حسن کا حکم لگانے میں خوب وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا ہے اور حوام دینے میں کذب بیانی اس پر مستزاد ہے۔

جس کا احساس اب البانی کی پیش کردہ بعض حدیثوں کی تحقیق ملاحظہ کریں، محقق طوفانی کو بھی اس لئے اس کی تلخیص کی طرف توجہ دی شیخ البانی فرماتے ہیں:

''وفی ذالك الف الحافظ الذهبی کتابه "العلو للعلی العظیم" وقدا نسصیت من اختصاره قریباً و فوت له مقدمة ضیافیة وخرجت احادیثه وآثاره ونزهته من الاخبار الواهبة یسر الله طبعه۔''

(سلسلہ صحیحہ ۲/۲۶۳)

''حدیث قتادہ بن النعمان سمع النبی یقول لما فرغ الله من خلقه استویٰ علی عرشه۔ حضرت قتادہ بن نعمان کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے سرکار رسول اللہ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ تحقیق سے فارغ ہوا تو اپنے عرش پر استویٰ فرمایا، رواة ثقات رواه ابوبکر الخلال فی کتاب السنة له۔ اس کے رواہ ثقات ہیں ابوبکر خلال نے اپنی کتاب السنۃ میں اسے روایت کیا ہے۔''

(مختصر العلو حدیث نمبر ۳۸ ص۹۸)

یہ حدیث سراسر فرضی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ نہیں ہیں لیکن البانی نے رواتہ ثقات کہا اور ہوشیاری یہ کی کہ پوری حدیث نقل نہیں کی اگر پوری نقل کر دیتے تو اس کا موضوع ہونا ظاہر ہوجاتا، اس لئے صرف اوپر سے جملے نقل کرنے پر اکتفا کیا، پوری حدیث یہ ہے:

''حدثنا احمد بن الحسین الرقی حدثنا ابراهیم بن المنذر الحزامی حدثنا محمد بن قلیح بن سلیمان حدثنی ابی عن سعید بن الحارث عن عبید بن حنین قال یبنما انا جالس فی المسجد اذ جاء نی قتادہ بن النعمان یحدث وثاب الیه الناس فقال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الله لما فرغ من خلقه استویٰ علی عرشه واستلقی ووضع احدی رجلیه علی الافری وقال انها لاتصلح لبشر۔ عبید بن حسین نے کہا ہم لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، جب حضرت قتادہ بن نعمان تشریف لائے اور حدیث بیان کر رہے تھے اور لوگ ان کی طرف سبقت مائل ہورہے تھے، انہوں نے کہا میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوا تو عرش قرار پکڑا اور چت لیٹ گیا اور اپنا داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر رکھ لیا اور راوی نے کہا ایسا کرنا آدمی کے لئے بہتر نہیں ہے۔''

اس کی سند میں ایک محمد بن فلیح ہے اور دوسرا فلیح بن سلیمان ہے، امام یحییٰ بن معین نے کہا: فلیح بن سلیمان لیس بقوی ولایحتج بحدیثه۔ (الجرح والتعدیل ابوحاتم رازی)

فلیح قوی نہیں ہے اور نہ اس کی حدیث سے استدلال کیا

جاتا ہے، نیز کہا: واهی الحدیث هو وابنه محمد بن فلیح جمیعا واهیان۔ (سوالات البرذعی لابی زرعه رازی ۲/ ۲۲۴) فلیح داعی الحدیث ہے وہ اور اس کا بیٹا محمد بن فلیح دونوں واہی تباہی ہیں، حافظ ابن کثیر نے کہا:

"هذا اسناد غریب جدا وفیه نظارة شدیدة و لعله تلقی من الاسرائیلیات اشتبه علی بعض الرواة فرفعه الی رسول الله ﷺ (جامع المسانید و السنن جلد، ص۹۱) یہ اسناد انتہائی غریب ہے اور اس میں بہت زیادہ نکارت ہے اور شائد اسے اسرائیلیات سے لیا تو بعض راویوں کو التباس ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی انتساب کر دیا۔"

امام ذہبی نے فرمایا: ان هذا الحدیث هو من منکرات فلیح۔ (میزان الاعتدال ۳/ ۳۶۵) بے شک یہ حدیث فلیح کے منکرات میں سے ہے۔

ابن الجوز قانی نے کہا: هذا حدیث موضوع باطل کفر لا اصل له عند العلماء۔ (الاباطیل ۵۲/ ۵۳) یہ جھوٹ، باطل اور کفر ہے علماء کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

امام بیہقی:

"فهذا حدیث منکر ولم اکتبه الامن هذا الوجه قال الشیخ احمد وبلغنی عن ابی عبد الرحمٰن النسائی انه قال قلیح بن سلیمان لیس بالقوی۔

وفیه علة اخریٰ وهی ان قتادة بن النعمان مات فی خلافة عمر بن الخطاب رضی الله عنه و صلی علیه وعمرو عبید بن حنین مات سنة خمس ومائة وله خمس وسبعون سنة فتکون رواته عن قتادة منقطعیة۔ (الاباطیل) یہ حدیث منکر ہے اور میں نے اسے صرف اسی سند سے لکھا۔ شیخ احمد نے فرمایا کہ امام نسائی سے مجھے خبر پہنچی کہ انہوں نے کہا کہ فلیح بن سلیمان قوی نہیں ہے۔ اور اسی میں دوسری علت یہ ہے کہ قتادہ دور خلافت فاروقی میں فوت میں ہوئے اور حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی اور عبید بن حنین ۱۰۵ھ میں پچھتر سال کی عمر میں انتقال کئے تو ان کی روایت قتادہ سے منقطع ہوگئی۔"

البانی نے دوسری جگہ اس حدیث کے بارے میں کہا:

"اسناده ضعیف والمتن منکر کانه من وضع الیهود۔ آفته سعید بن الحارث۔ (ظلال السنة حدیث نمبر ۵۶۸، ص ۲۳۹) اس کی اسناد ضعیف اور متن منکر ہے، وہ یہودیوں کے موضوعات میں سے ہے، یہ آفت سعید بن حارث کی طرف آئی ہے۔"

قارئین غور کریں کیا ایسی ہی حدیث سے باب عقائد میں استدلال کیا جاتا ہے۔

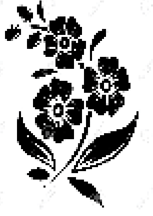
"حدیث بن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اتقوا دعوة المظلوم فانها النصعد الی الله کانها شرازة غریب واسناده جید اخربه الحاکم۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے تم لوگ مظلوم کی ہوئی سے بچو اس لئے کہ اس کی دعا اللہ کی طرف جاتی ہے جیسے شرارہ بلند ہوتا ہے۔"

اس کے حدیث کے نقل میں کیا دھوکا دیا اسے ملاحظہ کریں، کہا کہ امام حاکم نے تخریج کی ہے تو آئے حاکم کو دیکھتے ہیں:

"عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ اتقوا دعوات المظلوم فانها تصعد الی السماء کانها شرار۔ (مستدرک حاکم حدیث نمبر ۸۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا مظلوم کی بددعا سے بچو کیوں کہ وہ آسمان کی طرف جاتی ہے۔ جیسے شرارہ بلند ہوتا ہے۔"

اس روایت میں تصعد الی السماء ہے لیکن البانی نے تحریف کر کے تصور الی اللہ کر دیا تا کہ یہ ثابت کر سکیں کے اللہ تعالیٰ ایک جگہ بیٹھا ہوا ہے اور دعائیں اس کے پاس پہنچ رہی ہیں اور حوالہ دیدیا حاکم کا تا کہ قاری یہ سمجھ لے کہ یہی حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کے سارے کلمات حق و درست ہیں۔ جاری

از: مولانا مجتبیٰ اشرف عظیم آبادی*



خطبے کی اذان کہاں ہو؟



نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ہی اذان خطبہ مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی، جیسا کہ ابو داؤد شریف باب وقت الجمعۃ میں یہ حدیث ہے:

''عن سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم إذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ باب المسجد و ابی بکر و عمر ۔ یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو آقا علیہ السلام کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں ہوتی تھی۔''

یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو، اگر اس کی اجازت ہوتی تو جواز کے لئے ضرور ایسا کرتے، حالانکہ ایسا نہیں کیا، کچھ لوگ ''بین یدی'' سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں جو غلط ہے، حدیث شریف میں ''بین یدی'' اور ''علی باب المسجد'' دونوں ہے، یعنی اذان خطبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے چہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی اور فقہ حنفی کی جملہ کتب معتمدہ میں مسجد کے اندر اذان کو منع اور مکروہ لکھا گیا ہے، فتاویٰ قاضی خاں کتاب الصلاۃ باب الآذان میں ہے:

''ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد لا یوذن فی المسجد۔ یعنی اذان منارہ پر یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔''

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری، بحر الرائق اور حاشیۂ طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاذان میں ہے:

''یکرہ أن یؤذن فی المسجد۔ یعنی مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔''

اور امام محمد بن ہمام فتح القدیر باب الاذان میں ارشاد فرماتے ہیں:

''الاقامۃ فی المسجد ولا بد منہ واما الاذان فعلی المئذنۃ فالم تکن ففی فناء المسجد و قالوا لا یؤذن فی المسجد۔ یعنی تکبیر مسجد کے اندر کہی جائے اس کے علاوہ اس کی اور کوئی صورت نہیں ہے، البتہ اذان منارہ پر دی جائے اور اگر منارہ نہ ہو تو فنائے مسجد میں اذان دینی چاہئے اور فقہا نے فرمایا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔''

سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو، مسجد کے اندر اذان دینا خلاف سنت ہے اور حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اڑے رہنا یہ مومن کا کام نہیں ہے بلکہ جو بات آقا علیہ الصلاۃ والسلام، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور احکام فقہ کے خلاف ہو وہی نئی بات ہے، ایمان والوں کو اس سے بچنا چاہئے، نہ کہ سنت اور حدیث وفقہ کے حکم سے بچنا چاہئے اور ترمذی شریف باب الآخذ بالسنۃ و اجتناب البدعۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من احیا سنتی فقد أحبنی ومن أحبنی کان معی فی الجنۃ اللھم ارزقنا۔ یعنی جس نے میری سنت کو زندہ کیا، بے شک اسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

امام بیہقی نے جامع کبیر کتاب الزہد میں بقیہ ص ۱۹ / پر

قندونظر

* مضمون نگار خانقاہ عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ بہار سے متعلق ہیں۔

از: مولانا بدر الدجیٰ رضوی مصباحی*

آیاتِ جہاد
معنیٰ و مفہوم، شانِ نزول اور پس منظر

آیات معترضہ کا صحیح معنیٰ و مفہوم پس منظر اور شانِ نزول سے پہلے جہاد کا لغوی اور شرعی مفہوم اور اس کی اقسام کی وضاحت بے حد ضروری ہے۔

جہاد: جہد سے مشتق ہے جو بہت سے معانی کے لیے موضوع ہے، مثلاً: مشقت، انتہا، گنجائش، طاقت، انتہائی کوشش اور قاعدہ یہ ہے کہ مشتق میں ماخذ اشتقاق کا معنیٰ و مفہوم ماخوذ ہوتا ہے، لہٰذا جہاد کے لغوی معنیٰ میں بھی یہ سب معانی ماخوذ ہوں گے اور شرع میں دینِ حق کے فروغ اور اس کی سربلندی کے لیے انتہائی جد و جہد کا نام "جہاد" ہے جس کی کئی صورتیں ہیں، جہاد ہم زبان سے بھی کر سکتے ہیں اور مال سے بھی کر سکتے ہیں قلم سے بھی کر سکتے ہیں، اپنے علم سے بھی کر سکتے ہیں اور بوقت ضرورت اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بھی کر سکتے ہیں۔

شرع میں جہاد صرف قتل و قتال اور جنگ و جدال کا نام نہیں ہے، جس طرح جہاد کا معنیٰ بتا کر وسیم رضوی جیسے لوگ عوام کے ذہن کو پراگندہ کرنے اور مذہب اسلام کے خلاف غیر اسلامی دنیا کو بڑھکانے کا کام کرتے ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ بوقت ضرورت مخصوص شرائط کے ساتھ غیر ذمی کفار سے جنگ کرنے کا نام بھی جہاد ہے، لیکن یہ کہنا کہ "جہاد" صرف اسی معنیٰ میں مستعمل ہے؛ یہ نفس الامر کے صریح خلاف ہے قرآن و احادیث میں بہت سے مقامات پر اس معنیٰ کے علاوہ دیگر معانی پر جہاد کا اطلاق ہوا ہے مثلاً: قرآن مجید کی آیت مبارکہ:

"وَمَن جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ (العنکبوت، آیت 6) اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کو کوشش کرتا ہے بیشک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔" (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں جہاد کا اطلاق متعدد معانی پر ہوا ہے، مثلاً اطاعتِ الٰہی پر، صبر و تحمل، جہاد بالنفس، شیطان کی مخالفت اور اعدائے دین کے ساتھ جنگ۔ (خزائن العرفان)

اسی طرح قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ:

"وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ۔ (العنکبوت، آیت 69) اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔" (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں مجاہدہ پر جہاد کا اطلاق ہوا ہے، یعنی تمام ظاہری اور باطنی اعمال اور عادات و اطوار میں رضائے الٰہی کے لیے ہوائے نفس اور شیطانی وسوسوں کے خلاف جد و جہد کرنے کا نام جہاد ہے بلکہ احادیث میں اسے جہادِ اکبر کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے، صاحبِ تفسیر ابی سعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" اطلق المجاهدة ليعم جهاد الاعادي الظاهرة والباطنة" (تفسیر ابی سعود، ج7، ص48)

اسی طرح قرآن مجید کی آیت مبارکہ:

"وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (التوبہ، آیت 41) اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے۔" (کنز الایمان)

اس آیت میں اگر ممکن ہو تو مال اور جان دونوں سے اور اگر ممکن نہ ہو تو دونوں میں سے جس سے ممکن ہو اس سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور ایک قول کے مطابق اس آیت میں صرف قسم اوّل (جہاد بالمال) کا حکم ہے۔ (تفسیر ابی سعود، ج4، ص67)

اسی طرح حدیث میں ظالم و جابر فرماں روا کے سامنے حق

بات کہنے کو افضل الجہاد سے تعبیر کیا گیا ہے، حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"افضل الجهاد كلمة عند سلطان جائر" [شعب الایمان للبیہقی، ج6/ص93/الحدیث 7581/دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان]

جہاد کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی خدمت گزاری پر بھی جہاد کا اطلاق کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فاستأذنه في الجهاد. قَالَ احيٌّ والداك؟ قال: نَعَمْ! قَالَ ففيهما فجاهد"

[صحیح البخاری، ص733/الحدیث 3004/کتاب الجهاد والسیر دار الفکر، بیروت، لبنان] ایک شخص بارگاہِ رسالت ﷺ میں آیا اور اس نے آپ ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بس انھیں کی خدمت کر۔''

یہاں پر ہم نے صرف چند آیتیں اور حدیثیں پیش کی ہیں ورنہ قرآن اور کتبِ احادیث میں بہت سی آیات و احادیث ہیں جن میں جہاد کا اطلاق حرب و ضرب کے علاوہ دیگر معانی پر ہوا ہے، اس سے یہ اچھی طرح مبرہن ہو گیا کہ "جہاد" کا لفظ صرف کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں سے نبرد آزما ہونے تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ چار حرفی لفظ اپنے آپ میں بڑی وسعت رکھتا ہے۔

اتنی وضاحت کے بعد اب ہم آپ کی توجہ ان آیات جہاد کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں، جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن کی یہ آیات دنیا میں "آتنک" پھیلا رہی ہیں اور دہشت گردی کو ہوا دے رہی ہیں، لیکن اس سے پہلے ہم یہاں آپ کو یہ بتاتے ہوئے چلیں کہ اعلان نبوت کے آغاز سے لے کر ۱۳/سال تک مکۃ المکرمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے مٹھی بھر جاں نثاروں کے ساتھ وہ ظالمانہ سلوک کیا گیا جس کے تصور سے ہی روح کانپ جاتی ہے، غریب اور مفلوک الحال مسلمانوں کو مسلسل ظلم تشدد کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر مکہ کی گرم پہاڑیوں اور سنگلاخ وادیوں میں گھسیٹا جاتا، دوپہر کے وقت جب کہ سورج انگارے اگل رہا ہوتا، انہیں زمین پر لٹا کر سینے پر پتھروں کی وزنی سیلیں رکھ دی جاتیں، مشکیں باندھ کر لاٹھی اور ڈنڈوں سے پیٹا جاتا، دھوپ میں دیر تک بٹھایا جاتا، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئلہ دہکا کر آگ پر لٹایا جاتا، ان کی چھاتی پر ایک شخص پیر رکھ کر کھڑا رہتا، تا کہ وہ کروٹ نہ بدل سکیں اور اتنی دیر تک لٹایا جاتا کہ بھڑکتے ہوئے کوئلے سرد پڑ جاتے، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے والدین حضرت یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر روز آنہ مشق ستم کیا جاتا، حتیٰ کہ حضرت سمیہ کی اندام نہانے پر نیزہ مار کر انھیں شہید کر دیا گیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر الٹا لٹکا دیتا اور نیچے دھواں دیتا تا کہ وہ گھٹ گھٹ کر بے جان ہو جائیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں ان کی ماں نے گھر سے نکال دیا، صحابہ تو صحابہ خود بانی اسلام بھی ان کے ظلم و تشدد نہیں بچ سکے، یہاں تک جب حضرت عمر اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسلام قبول کر لیا تو قریش مکہ کے غیظ و غضب کی آگ اتنی تیز ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پورے بنی ہاشم کا مقاطعہ کر دیا، اس لیے نہیں کہ وہ اسلام قبول کر چکے تھے، بلکہ اس لیے کہ وہ در پردہ آپ کی حمایت کر رہے تھے، حتیٰ کہ مجبور ہو کر پورے تین سال تک آپ کو بنی ہاشم کے ساتھ شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہونا پڑا، جب قریش کا ظلم و ستم حد سے تجاوز کر گیا، تو آپ نے جاں نثاران اسلام کو ہدایت فرمائی کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں، جب وہ حبشہ ہجرت کر گئے تو قریش کا ایک وفد نجاشی کے دربار میں تحفہ اور تحائف لے کر پہنچ گیا، تا کہ گفت و شنید کر کے ان مظلوموں کو وہاں سے بھی نکلوا دیا جائے، یہ اور بات کہ نجاشی نے حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سے متأثر ہو کر قریش کے

سفیروں کو نہ صرف یہ کہ واپس کر دیا بلکہ اسلام بھی قبول کرلیا۔

۱۳/ سال تک مسلسل ظلم وتشدد کا نشانہ بننے اور انتہائی کٹھن اور صبر آزما حالات سے گزرنے کے باوجود صحابہ کرام کو قریش سے نبرد آزما ہونے کے لیے تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی، صحابہ کرام بے کسی کے عالم میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فریاد کرتے اور ظالموں سے اپنے دفاع کے لیے تلوار اٹھانے کی اجازت طلب کرتے تو آپ فرماتے:

" صبر کرو مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا۔"

حتی کہ ایک دن وہ آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مدینہ ہجرت کر گئے، پھر یکے بعد دیگرے آپ کے صحابہ نے بھی ہمیشہ کے لیے اپنے وطن مکۃ المکرمہ کو خیرباد کہہ دیا اور وہ بھی مدینہ چلے آے، اتنی دور چلے جانے کے باوجود بھی انھیں ابتدائی دنوں میں سکون سے رہنا میسر نہیں آیا، قریش مکہ نے مدینہ کے یہودیوں سے ساز باز کر کے مدینہ کی زمین بھی ان پر تنگ کر دی، مدینۃ المنورہ میں صحابہ کرام کے ابتدائی حالات یہ تھے کہ وہ ہر وقت جنگ جیسی حالت میں رہتے اور خود کو چوکنا رکھتے کہ نہ جانے کب کدھر سے حملہ ہو جائے اور راتوں کو وہ جگ جگ کر پہرے دیتے اور کڑی نگرانی رکھتے، حتی کہ قدرت کو ان پر ترس آ ہی گیا اور سورۂ حج کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں فدیان اسلام کو پہلی بار کفار و مشرکین مکہ کے ساتھ اپنے دفاع میں جہاد کی اجازت دی گئی:

''اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا-وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ۔(الحج/۳۹) پروانگی عطا ہوئی انہیں جن سے کافر لڑتے ہیں، اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا اور بیشک اللہ اُن کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔'' (کنزالایمان)

اس آیت سے پہلے دس بیس نہیں بلکہ ستر سے زیادہ آیات ایسی نازل ہوئی ہیں، جن میں صحابۂ کرام کو ظالموں سے قتال کرنے سے روک دیا گیا تھا، صحابۂ کرام خون سے لہولہان پٹے پٹائے جب بھی سرکار علیہ الصلاۃ والسلام سے فریاد کرتے تو سرکار یہی جواب دیتے:

" اصبروا فانی لم أومر بالقتال " تم صبر کرو کیوں کہ مجھے قتال کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔''

جیسا کہ تفسیر ابی سعود میں ہے:

''کان المشرکون یؤوذونهم و کانوا یاتونه ﷺ بین مضروب و مشجوح و یتظلون الیه فیقول ﷺ لهم :اصبروا فانی لم اومر بالقتال حتیٰ هاجروا فانزلت و هی اول آیة نزلت فی القتال بعد ما نهی عنه نیف و سبعین آیة۔'' (تفسیر ابی سعود، ج 6/ ص108)

اس کے مابعد آیت نمبر 40/ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مظلومیت کو بھی آشکارا فرما دیا کہ یہ لوگ ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے، ان کا اگر کوئی جرم تھا تو صرف یہ جرم تھا کہ یہ لوگ اپنے رب کی ربوبیت کا اعتراف کرتے تھے اور اٹھتے بیٹھتے یہ لوگ کہتے تھے:

" ربنا الله۔ ہمارا رب اللہ ہے۔"

اور اس آیت میں متصلاً بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو جو دفاعی جنگ کی اجازت دی اس کی وجہ بھی بیان کر دی کہ اگر اللہ آدمیوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو روئے زمیں پر کوئی بھی ایسا عبادت خانہ باقی نھیں بچتا جس میں اللہ تعالیٰ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے۔ ☐ ☐ ☐

ص ۶۹/ کا بقیہ.......................

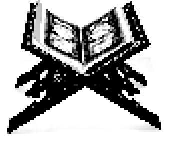
میں آج بھی ملت اسلامیہ فلاح وظفر کا سفر طے کر رہی ہے، جو اپنے آپ میں ایک انجمن اور میر قافلہ تھے، جن کی فکری بلندی کے آگے ہمالہ کی بلندی بھی پست نظر آتی ہے، جو امام احمد رضا کے تفقہ، حجۃ الاسلام کے اخلاص اور مفتی اعظم ہند کے تقویٰ و پرہیز گاری کی چلتی پھرتی تصویر تھے، جن کا آستانہ آج بھی عشق رسالت کی درس گاہ بنا ہوا ہے، جن کی لحد سے آج بھی یہ آواز آتی ہے۔ ؎

داغ عشق نبی لے چلو قبر میں
ہے چراغ لحد روشنی کے لیے

☐ ☐ ☐

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں

قرآن مقدس پر اعتراضات! بیمار ذہنیت کی علامت

قرآنیات

اسلام دینِ فطرت ہے، اسلام کی مقبولیت سے ایوانِ باطل مضطرب ہے، سسکتی انسانیت کو بالآخر اسلام کے دامن میں ہی قرار ملنا ہے، انسانی فطرت میں تلاش وجستجو کا مادہ ابتدا ہی سے رہا ہے؛ اور جیسے جیسے یہ ارتقا سے ہم آہنگ ہوا اسلام کی سچائی نکھرتی گئی، دل کی دُنیا میں خوش گوار انقلاب رونما ہوتا گیا، یورپ کے صنعتی انقلاب اور پھر اس سے منسلک سائنس وٹکنالوجی کے میدان میں حیرت انگیز فتوحات نے جہاں مادیت کو بڑھاوا دیا؛ وہیں اس رجحان کو بھی تقویت ملی کہ اب اسلام ''جدیدیت'' کے آگے ٹک نہ سکے گا!! صہیونیت اپنے زعم میں مبتلا تھی کہ اسلام جدید تقاضوں کی کسوٹی پر ناقص ثابت ہوگا! لیکن وقت اور حالات نے اس بات پر مہر ثبت کردی کہ:

''اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔'' (سورۂ آل عمران ۱۹)

اور یہ دین ''دینِ فطرت'' ہے، جس کے ہر ہر اُصول کی تائید وتصدیق روحانی ذرائع کے ساتھ ساتھ عقلی ذرائع سے بھی ہوتی ہے، حقائق کا مطالعہ اِسلام کے حسن کو نمایاں کرتا ہے، جدیدیت کی تعبیر اسلام کی راہ میں حائل نہ ہوسکی، دہریت نے سراُبھارا؛ لیکن! اس کے ساتھ ہی سائنس کی نت نئی تحقیقات نے خدائے قدیر کے وجود پر ایمان کو مزید پختہ کیا، نظامِ کائنات میں ہونے والی جستجو کا حاصل وجودِ باری کا اِقرار ٹھہرا۔

اس طرح قرآن کی صداقت وسچائی اُجاگر ہوتی چلی گئی، پھر صہیونیت نے اسلام کے مقابل ''ماڈرنائزیشن'' کا پرچار کیا، جسے ہم تہذیبی وثقافتی حملہ بھی کہہ سکتے ہیں، اس کے اُصولوں میں یہ شامل ہے کہ انسانی حیات کے لیے اسلام مکمل طور پر نمائندگی نہیں کرسکتا، متوازن اور کامل زندگی کا تصور ماڈرنائزیشن میں ہے یا مغرب کی اندھی تقلید میں! دین اسلام کی اکملیت کا قرآن نے پہلے ہی اعلان کردیا، جس کی رو سے انسانیت کے لیے یہ مجموعۂ قوانین ہے، دین مکمل ہونے کا مطلب واضح ہے کہ اس میں حیاتِ انسانی کے جملہ اُصولوں کا احاطہ کرلیا گیا ہے، قرآن کے اعلان پر غور کریں:

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔'' (سورۃ المائدہ ۳)

اس میں واضح اظہار ہے کہ نجات پسندیدہ دین ''اسلام'' میں ہے اور قرآنی احکام کی متابعت میں ہے، قرآن کامل ضابطہ ہے اور کتابِ عظیم۔

اسلام کی اسی فطرت سے اسلام مخالف قوتیں بوکھلائی ہوئی ہیں، جس کا اظہار گاہے بگاہے ہوتے رہتا ہے، چند سالوں سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کر کے ناموسِ رسالت پر مسلسل حملہ اسی ناپاک مشن کا حصہ ہے، نئی تعبیرات مثلاً اسلاموفوبیا، شدت پسندی، بنیاد پرستی، ٹیررزم، آتنک واد، اسلام سے نفرت کا منصوبہ بند اظہار ہے، جس میں یہود ونصاریٰ سمیت مشرکین ہند بھی شامل ہیں، ابھی حال ہی میں لکھنؤ کے ایک وسیم نامی اسلام دشمن ایجنٹ نے قرآن مقدس کی ۲۶ر آیات کے خلاف اپنی بد زبانی ظاہر کی، آیاتِ جہاد سے بغض کا اظہار کیا، کتابِ مقدس

کی اکملیت پر زبان دراز کر کے اپنے ارتداد کا اظہار کیا، اس طرح کے لوگ ظاہراً اسلامی نام رکھتے ہیں لیکن یہ سب یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ اور مشرکین کے فضلہ خوار ہیں، جنھوں نے اپنے جہنمی ہونے پر مہر ثبت کرالی، ماضی میں امریکی ریاست فلوریڈا کے ایک چرچ کی قرآن مقدس کو جلانے کی ترغیب بھی اسلام کی مقبولیت سے گھبراہٹ کی دلیل تھی۔

ہمیں معلوم ہے کہ مذکورہ فکر آگے بڑھ تو نہیں پائے گی لیکن مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب کا ایک دور ضرور شروع ہو چکا ہے، شاید اس عمل سے باطل یہ سمجھ رہا ہو کہ قرآن مقدس کے خلاف ایک منفی فکر آگے بڑھے گی اور دھیرے دھیرے اس سے متعلق ''تشکیک'' اور ''تحریف'' کے رجحانات کو تقویت ملے گی، لیکن ان کا جواب بھی قرآن مقدس نے تقریباً ۱۴؍صدی پہلے ہی دے دیا تھا:

''اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰـفِظُوۡنَ۔ بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔'' (سورۃ الحجر ۹)

وسیم جیسے ایجنٹ کے انسانیت سوز اس پہلو سے اسلام کا تو کچھ نہیں بگڑے گا ہاں! ضرور عقلیت کے متوالوں میں شور مچے گا! کہ قرآن سے متعلق بوکھلاہٹ کیوں ہے؟ اور یہ سوچ قرآن سے قریب کرنے کا ذریعہ بنے گی، جس کا نتیجہ ''قبولِ حق'' کی صورت میں سامنے آئے گا؛ لیکن ہمارے لیے یہ المیہ ہے کہ ہم قرآنی تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں، ان حالات میں ہمیں استحکام کے ساتھ قرآنی معاشرے کی سمت مراجعت کرنی چاہیے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

نبی کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہونے والی یہ کتاب ''قرآن مقدس'' آج بھی پوری انسانیت کے لیے رہبر و رہنما ہے، ہمیں انسانوں کے ہاتھوں بنائے ہوئے ان اُصولوں کی کیا ضرورت جو کل زوال سے دوچار ہوں گے، مستقل کامیابی اور انسانیت کی فلاح تو قرآن کے احکام اور دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وابستگی میں ہے۔

گلوبلائزیشن کی اصطلاح آج رائج ہوئی لیکن اسلام کی عالم گیریت ختم المرسلین نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ظہور میں آئی، جسے ہم ''عالمی ہدایت'' سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، قرآن سے مخالفت رکھنے والے اس سے بھی خوف زدہ ہیں کہ انسانیت کی عالم گیر رہنمائی قرآن مقدس کر رہا ہے، جب تک قرآن رہے گا انسانیت اسلام کے دامن میں قرار پائے گی، مولانا عبدالعلیم میرٹھی رضوی کے الفاظ میں:

(حضرات انبیائے کرام علیہم السلام باری باری) تشریف لا کر اپنا اپنا کام (یعنی خلق کی ہدایت) کرتے گئے حتیٰ کہ ایک ایسا وقت بھی آ گیا جب حیاتِ انسانی ایک عالم گیر تاریکی میں محصور ہو گئی، عالم گیر اصلاح کے لیے ایک عالم گیر پیغام کی ضرورت تھی اور جس خدائے واحد و یکتا نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب رسولوں کو وحی بھیجی تھی، حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام والتحیۃ والثنا کو بھی وحی بھیجی، وہی جنھوں نے تاریخ انسانیت میں بالکل پہلی بار خدائی حکم کے مطابق یہ دعویٰ کیا: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا۔ (پ۹، ع۱۰) اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔''

اور یہی اسلام کی عالم گیر رہنمائی پر دال ہے، عقلی تحریک کے نمائندوں کو اس زندہ حقیقت پر غور کرنا چاہیے۔''

بہر کیف! قرآن مقدس وہ کامل کتاب ہے جس کی ہدایت و رہنمائی میں انسانیت کی زلفِ برہم سنورتی ہے اور عالمِ کفر اِس کی مقبولیت سے مبہوت و لرزہ براندام ہے، قرآن مقدس کے حسن نے دلوں میں گھر کر لیا ہے، اہلِ باطل مل کر بھی قرآنی فکر کا جواب نہیں دے سکتے، اس کی عظمتوں کی قندیل ہر روز فروزاں ہو گی اور اس کی شان ہر لمحہ بڑھتی ہی جائے گی۔

نصابِ زندگی ہر دور کے انسان کی خاطر
عیاں ہوتے رہیں گے حشر تک اسرارِ قرآنی

[قمر اعظمی]□□□

از: ایک حقیقت پسند کے قلم سے*

قرآنی آیات کی تحریف کا شوشہ اور اغیار کی سازش

ہے قول محمد قول خدا فرمان نہ بدلہ جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلہ جائے گا

دشمنان اسلام نے ہر دور میں اسلام کو بدنام کرنے کی سازش رچنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے، تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اغیار نے کبھی اسلامی ثقافت وتمدن پر نکتہ چینی کی ہے تو کبھی سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو مشق ستم بنایا ہے، کبھی قرآن مقدس پر سوالیہ نشان قائم کیا ہے، ہر جہت سے اس مذہب مہذب پر شب خون مارنے کی ناپاک کوشش ہوئی ہے، ہر سمت سے دسیسہ کاریاں کی گئی ہیں، نقب زنی کا کوئی حربہ ایسا نہیں جسے بروئے کار نہ لایا گیا ہو، اس کے باوجود طاغوتی طاقتیں اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکیں اور نہ ہی صبح قیامت تک کامیاب ہوسکتی ہیں۔

اسلام کے ابتدائی دور میں ہی ان سب کارستانیوں کا آغاز ہو چکا تھا، مثلاً مشرکین مکہ نے نزول آیت کے بعد ہی کہنا شروع کر دیا تھا کہ یہ سب گڑھی ہوئی کہانیاں ہیں، کسی نے کہا کہ یہ کسی شاعر کا شعر ہے، کسی نے کہانت وجادو سے تعبیر کیا، اس زمانہ سے الزام تراشیوں کا تیر برستا رہا ہے، اعتراضات کے بوچھار ہوتے رہے ہیں، اہل مغرب نے مزید اس پر آگ میں پٹرول چھڑکنے کا کام کیا، کبھی تعلیمات قرآنیہ پر تنقید وملامت کے نشتر چبھونے کی ناتمام کوشش کی تو کبھی تدوین وتالیف پر معترض ہوئے، ان تمام عوامل کے پیچھے اسلام دشمنی، مذہبی عصبیت اور تنگ نظری کارفرما رہی ہے، اس کا سبب اسلام کا اعلیٰ اخلاقی معیار اور قرآن کا اعجاز بلاغت وفصاحت، لفظی ومعنوی خوبی وکمال، لسانی جمال، صوتی کشش، نثری ونظمی ہم آہنگی، ادبی محاسن، فکری عروج، انسانی حیات کو محیط دستوری نظام اور بڑی سرعت وتیزی سے انسانی قلوب کو مسخر کر لینے کی صلاحیت رکھنے والی مقدس کتاب کا جادوئی اثر ہے، جس نے طاغوتی طاقتوں کو مبہوت کر رکھا ہے، اس کی سیلانیت واثر آفرینی اور بہاؤ کو روکنے سے قاصر وعاجز ہو کر ایسے ہتھکنڈے کا استعمال کرتے رہے ہیں۔

نور حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

مستشرقین کی اسی فتنہ انگیزی کا وائرس ہندوستان میں داخل ہوا اور فسطائی طاقتوں کو اپنا شکار بنا لیا، اس نے بھی اسلام دشمنی میں عقل وخرد سے نابلد ہو کر اسلامی صداقت وحقانیت کی تیز رفتاری کو روکنے کے لئے اسی ڈگر کا انتخاب کیا اور اس راستہ پر چل پڑے جس کے کچھ نظائر وامثال مندرجہ ذیل ہیں:

سوامی دیانند سرسوتی (1824-1883) نے اپنی کتاب ''سیتارتھ پرکاش'' میں قرآنی آیت نقل کر کے اس کا من مانی مفہوم اخذ کیا اور اسلام کو ایک جارحیت پسند اور غیر عقلی مذہب ثابت کرنے کی ناپاک جرأت کی۔ (ستیارتھ پرکاش)

سوامی دیانند سرسوتی اور ان کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے بارے میں مولانا محمد فاروق خاں نے ''ہندو دھرم کی جدید شخصیتیں'' میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کی تحقیق کے مطابق ''ستیارتھ پرکاش'' میں اسلام کا باب الحاقی ہے، وہ سوامی دیانند کا لکھا ہوا نہیں ہے۔

(قرآن کریم پر مستشرقین کے اعتراضات'، روزنامہ راشٹریہ سہارا، قرآن عظیم نمبر، 14/ اکتوبر 2006ء)

اکھل بھارت ہندو مہا سبھا نے " دیش میں دنگے کیوں ہوتے ہیں" کے عنوان کے تحت ایک فولڈر شائع کیا، جس میں قرآن کی 24/ آیتوں یا ان کے ٹکڑے کو نقل کر کے یہ ذہن دینے کی سعی بے جا کی کہ قرآن اہل اسلام کو دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ قتل وغارت گری کرنے کا حکم دیتا ہے اور کہا کہ

قرآنیات

جب تک قرآن سے ان آیتوں کو نہیں نکال دیا جاتا، دیش میں ہونے والے دنگوں کو نہیں روکا جاسکتا۔

(قرآن مجید کی چوبیس آیات پر بے جا اعتراضات، طبع چہارم، ۱۹۹۳ء، ص ۳ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی بحوالہ دیش میں دنگے کیوں ہوتے ہیں)

ایک شخص چاندمل چوپڑا نے مارچ 1984 میں کلکتہ ہائی کورٹ میں ایک مقدمہ دائر کرتے ہوئے عدالت سے استدعا کی کہ قرآن کی بعض آیات تشدد پرا کساتی ہیں، اس لئے قرآن اوراس کے ترجموں پر ملک بھر میں پابندی عائد کردی جائے اور جہاں کہیں قرآن کے نسخے پائے جائیں توان کو ضبط کرلیا جائے، فاضل جج نے اس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ''قرآن اسلام کی بنیادی کتاب اورایک مقدس صحیفہ ہے۔''

فاضل چیف جسٹس نے مزید کہا کہ مجوزہ اقدام خود مسلم مذہب کو ہی ختم کردینے کے مترادف ہوگا کیونکہ اسلام قرآن کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا، فاضل جج نے مزید کہا کہ قرآن کے وجود کے باعث عوامی امن وآشتی میں کسی بھی وقت خلل نہیں پڑا اور اس بات کا بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ مستقبل میں بھی ایسا خلل ہوسکتا ہے جبکہ اس کے برخلاف درخواست پر کارروائی سے مختلف مذاہب کے درمیان مذہبی عدم ہم آہنگی، دشمنی کے جذبات، منافرت اور بدگمانیاں پیدا ہوسکتی ہیں، درخواست گزاروں کی کارروائی سے ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 295A اور تعزیرات ہند دفعات 53A1 کی خلاف ورزی ہوگی، جو ان دفعات کے تحت سنگین جرائم کے زمرے میں داخل ہے۔

(قومی خبریں 14 مارچ 2021)

دہلی: قومی اقلیتی کمیشن کے سابق چیرمین اورلا کمیشن آف انڈیا کے سابق رکن پروفیسر طاہر محمود نے کلام پاک سے متعلق سپریم کورٹ میں دائر کردہ پٹیشن پر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ فرقہ وارانہ فتنہ انگیزی کی یہ بدترین کوشش بجائے خود تعزیرات ہند کی دفعات 53A1 اور 295A کے تحت سنگین جرائم کے زمرے میں آتی ہے۔

(قومی خبریں 14 مارچ 2021)

سوامی لکشمی شنکراچاریہ نے ایک کتاب "اسلامک آتنک واد کا اتہاس" رقم کیا، جس کی فسطائی طاقتوں میں بڑی پذیرائی ہوئی، اس کتاب کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے انگریزی میں ترجمہ کرکے" دا ہسٹوری اسلامک ٹیریریزم کے نام سے موسوم کرکے شائع کیا گیا،لیکن جب انہوں نے سنجیدگی کے ساتھ پورے قرآن کا مطالعہ کیا تو کلام الٰہی کے اعجاز اور انسانیت نوازی کے پیغام سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور پہلی کتاب لکھنے پر بہت افسوس اور گہرے صدمے کا اظہار کیا، اس کے بعد انہوں نے ہندی زبان میں" اسلام آتنک یا آدرش" کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس کا اردو ترجمہ" اسلام دہشت گردی یا ایک مثالی دین" کے نام سے کتاب چھپ کر بٹی۔

(تحریر غلام نبی کشافی، بشکریہ ماہنامہ زندگی نو 29 مارچ 2018)

جب بھی قرآن کا مطالعہ سنجیدگی ومتانت اور عصبیت کا چشمہ اتار کر کیا گیا ہے، کتاب ازلیہ وابدیہ کی اثر آفرینیوں نے اس کے قلب وجگر اور فکر ونظر کو متأثر کیا ہے، بڑے بڑے دانشوران، بدھی جیوی، اہل فکر ونظر، صاحب تحقیق وتنقید، ارباب سائنس نے اس کے آگے اپنے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں بلکہ کثیر تعداد نے دامن اسلام میں پناہ لے لیا ہے، جس کے مقدر میں ایمان کا اجالا نہیں تھا، وہ مدح وثنا اور حقیقت بیانی کرنے پر مجبور ہوا، جس کی مثال گاکرم چند گاندھی، گیانی جیل سنگھ، فاضل جج ہائی کورٹ کلکتہ اور سوامی لکشمی شنکراچاریہ کے روپ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

جو تنگ نظری، عصبیت زدہ، مذہبی جذباتیت سے مغلوب اور اسلام دشمنی کے حاملین رہے، وہ اس حرکت قبیح و مذموم کے مرتکب ہوئے ہیں، انہیں اسلامی صداقت وحقانیت کا خوف کھائے جاتا ہے، ان کی سوچ یہ ہے کہ اگر اس پر کمند نہ ڈالی گئی تو اس کی مقناطیسی کشش ہمارے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور ہماری مذہبی بنیاد کا ڈھانچہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا، یہی وہ عناصر وعوامل ہیں جو انہیں اس طرح کے افعال قبیحہ اور حرکات شنیعہ کے ارتکاب پر مجبور کرتا رہتا ہے، اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے، اسے کھلی آنکھوں سے صاف دیکھا جاسکتا

ہے کہ کبھی مندر کا سوال کھڑا کیا جاتا ہے، کبھی نقاب پر انگشت نمائی کی جاتی ہے، کبھی تین طلاق پر قانون سازی ہوتی ہے، کبھی حلالہ پر کلام ہوتا ہے، کبھی لاؤڈ اسپیکر پر اذان دیئے جانے سوالات کھڑے کئے جاتے ہیں، کبھی گاؤ کشی کے نام پر اہل اسلام کو زود وکوب کیا جاتا ہے، ان امور پر ہنگامہ آرائی کرنے کے پیچھے اغیار کا مقصد اکھنڈ بھارت ''ہندوراسٹ'' اور اسلام مکت دیش بنانے کا سپنا کارفرما ہے۔

اس مقصود کی برآری کے لئے اس نے کچھ ضمیر فروش، ایمان فروخت نام نہاد مسلمانوں کی منڈلی کو اپنا آلۂ کار بنالیا ہے، اتر پردیش شیعہ وقف بورڈ کے سابق چیئرمین وسیم رضوی شیعی نے سپریم کورٹ میں درخواست دائر کرتے ہوئے قرآن مجید کی 26 آیات کو ہٹانے کا مطالبہ کیا ہے، اس نے کہا ہے کہ ان آیات سے دنیا میں دہشت گردی پھیلتی ہے۔

یہ اس کا کوئی نیا اعتراض نہیں ہے بلکہ وہی پرانا اعتراض ہے جو فسطائی طاقتیں بہت پہلے سے کرتی چلی آئی ہیں، اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ وسیم شیعی کے منہ میں درحقیقت فسطائی طاقتوں کی زبان ہے، اس دلال نے بابری مسجد کو رام مندر میں تبدیل کرنے کا معاملہ اٹھایا، مدارس اسلامیہ کو دہشت گردی کا اڈّا قرار دیتے ہوئے اسے بند کردیئے جانے کی مانگ کی، طلاق ثلاثہ پر بھی اغیار کی بولی بولتا رہا، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فلم بنا کر ان کے عزت وناموس سے کھلواڑ کرنے کی ناپاک جرأت کی اور اس وقت قرآن پاک کی 26 آیتوں کو مشق ستم بناتے ہوئے اپنے عقیدۂ شیعیت کے مطابق خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تحریف قرآن کا مرتکب بتا کر قرآن کو ناقص بتانے کی جسارت کی اور خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں سخت توہین وتنقیص کا مرتکب ہوا، سپریم کورٹ میں 26 آیتوں کے خلاف عرضی داخل کرکے اس کو کتاب خداوندی سے نکال دینے کا مطالبہ کیا۔

اس کا مقصد ان امور کے خلاف آواز اٹھانے کے پیچھے فسطائی طاقتوں کو محض خوش کرنا ہے چونکہ موجودہ حکومت فسطائی طاقتوں کا ایک کارندہ ہے جو صبح وشام اپنے آقا کو خوش کرکے اپنی کرسی حکومت کو باقی رکھنا چاہتی ہے، جس سے ظاہر ہے کہ حکومت کا لگام فسطائی طاقتوں کے ہاتھ میں ہے چونکہ وسیم شیعہ کا مطلوب عہدۂ سیاست کا حصول اور گھوٹالے کے الزام میں سی بی آئی کی تحقیقات اور اس کی جانب سے دو مقدمہ کا دائر کیا جانا ہے، اس کو اب اگر سی بی آئی کے چنگل سے بچنا ہے اور مقدمہ میں بری ہوکر جیل جانے سے محفوظ رہنا ہے تو فسطائی طاقتوں کو خوش کرنا پڑے گا اور طاغوتی قوت اسی وقت خوش ہوگی جب امور اسلامی کے خلاف آواز اٹھائے اور اس کے ذریعہ اپنے آقا فسطائی قوت کو خوش کرے۔

فسطائی طاقتوں کے مقاصد سراسر منفی ہیں اور بدنیتی پر مشتمل ہیں، فسطائی طاقتیں اپنے ان مقاصد کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، آپ نے دیکھا ہوگا کہ فسطائی طاقتوں کی آلۂ کار حکومت طلاق ثلثہ کے وقت عورتوں پر ظلم کا رونا روتی رہی مندر کی تعمیری مدعا پر آستھا کا ناٹک رچتی رہی، نقاب کے مسئلہ پر آزادئ نسواں کا ڈھونگ کرتی رہی، بندے ماترم پر نیشنل این تھم کا پارٹ پڑھاتی رہی اور دھارمک آزادی کا قانون نسیامنسیا کرتی رہی، بھارت ماتا کی جے بولوانے پر پوری انرجی صرف کرتی رہی مگر کبھی یہ نہ کہہ پائی کہ ہندوستان زندہ باد کا نعرہ بھی دیش پریمی ہونے کا بین ثبوت ہے، این آرسی کا کالا قانون لانے کی بات کرکے مسلمانوں کو ڈرانے کی ناپاک سعی کرتی رہی، سی اے اے کا بل پاس کرکے اہل اسلام کے دل پر ضرب کاری کی گئی، عرب نسل وادی جیسے جملے کا استعمال کرکے دہشت گردی سے اسلام کا رشتہ جوڑنے کی ناپاک سازش رچی دراصل ان کا بنیادی، مقصد اسلام اور اس کی تعلیمات کا چہرہ مسخ کرکے اسلامی صاف وشفاف دامن کو داغدر کرنا ھے، بلکہ ایک مسلمان کو اسلامی تعلیمات کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا کرنا مسلمانوں کو گم راہ کرنا اور دوسرا غیر مسلم لوگوں کے سامنے اسلام کا منفی تصور پیش کرکے انہیں اسلام قبول کرنے سے روکنا ہے، کیونکہ وہ اپنے مذہبی دستور، اخلاقی طرز، فکری جہت، ثقافتی سمت اور دیگر طریقوں سے اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے میں قاصر رہا ہے،

قرآنیات

اس لئے اس طرزِ عمل کے ذریعہ روکنا چاہتا ہے مگر اس طرح بھی ناکامیوں سے دوچار ہی رہے گا۔

جن آیات جہاد پر کلام کرتا آیا ہے اور کر رہا ہے وہ سراسر امن وشانتی کا علم بردار ہے جس پر پوری دنیاں کا قانون وعمل شاہد عدل ہے اور تعجب تو اس وقت کچھ زیادہ ہی ہو جاتا ہے، جب معترض کے دھارمک گرنتھوں کو زیر مطالعہ لایا جاتا ہے کہ وہاں خود کثیر تعداد میں جنگ وجدل کا تذکرہ ملتا ہے معترض کو چاہئے کہ پہلے اپنے مذہبی امور کا تجزیہ کرے اور اس پر بینڈ لگوانے کی ہمت کو بروئے کار لائے تب سوچا جا سکتا ہے کہ اسے لفظ ہنسا سے چڑھ ہے مگر اس کے برعکس دیکھا جاتا ہے، ہندومت کی مذہبی کتابوں کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

''اے اندر ہم کو بہادرانہ سطوت عطا کر، آزمودہ کاری اور اس روز افزوں قوت کے ساتھ جو مال غنیمت حاصل کرتی ہے، تیری مدد سے ہم جنگ میں اپنے دشمنوں کو مغلوب کریں، چاہے وہ اپنے ہوں یا پرائے ہم ہر دشمن پر فتح مند ہوں، اے بہادر ہم تیری مدد سے دونوں قسم کے دشمنوں کو قتل کر کے خوش حال ہوں، بڑی دولت کے ساتھ۔'' (رگ وید 1308 :1 :6)

''اے اگنی! ہماری مزاحمت کرنے والی جماعتوں کو مغلوب کر، ہمارے دشمنوں کو بھگا دے، اے اجیت دیوتاؤں کو نہ ماننے والے حریفوں کو قتل کرا اور اپنے پجاری کو عظمت وشوکت نصیب کر۔'' (یجر وید 37/9)

''اے مینو! طاقت ور سے زیادہ طاقت ور ہو کر ادھر آ اور اپنے غضب سے ہمارے تمام دشمنوں کو ہلاک کردے، دشمنوں اور ور تیروں اور دسیوں کو قتل کرنے والے تو ہمارے پاس ہر قسم کی دولت اور خزانے لا۔'' (اتھروید 3 : 4 : 32 :1)

بھاگوت گیتا کا عنوان ہی جنگ وجدال ہے یہ کتاب بقول ہندومت کے دراصل کرشنا کے اپدیش پر مشتمل ہے جو اس نے پانڈوں کو جنگ پر ابھارنے اور میدان جنگ میں لانے اور لڑائی کی ترغیب دینے کے لئے کہا تھا۔

جن کی مذہبی کتاب جنگی تذکروں سے بھری پڑی ہے، جن کی حیات مستعار میں صرف جنگی جرائم وکرائم کا انبار ہے، وہ قرآن مقدس کے مفہوم پر انگشت نمائیاں کریں، حیرت ہے ''اہنسا'' کی بات کرنے والوں کی زندگی ''ہنسا'' سے عبارت ہے، درحقیقت کثرت تعداد کے زعم میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے جو خود ایک دہشت گردی ہے، دراصل اسلامی تہذیب کی پاکیزگی انسانیت نوازی، آدمیت سازی، غریب پروری، معاونت کاری، صلہ رحمی محبت فشانی، اخلاقی معیار کی بلندی، شیریں مقالی، عملی ضوفشانی، تعلیمی عروج، تربیتی اٹھان، جذبۂ ایثار وقربانی اور حب الوطنی وجاں نثاری بلکہ شش جہات سے اسلام کی اچھائیوں نے زبوں حال معاشرے کو متأثر کیا ہے جو مذہبی متعصبین کے لئے دردسر ہے، اس لئے اہل ایمان کے اذہان وافکار میں قرآن واسلام سے متعلق شکوک وشبہات کی تاریکیاں لا دینے اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اس سے متنفر کرنے کے لئے اعتراضات وسوالات اور الزام تراشی وبہتان بازی کا بازار گرم کر رکھا ہے مگر ان لوگوں سے اتنا ہی کہوں گا کہ ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا، جتنا کہ دباؤ گے
تم جتنا تراشو گے اتنا ہی سواہوگا
اسلام وہ پودا ہے کاٹو تو ہرا ہو گا

□□□

ص ۹۵ رکا بقیہ.........................

اہل سنت کی کثرت بھی دیدنی تھی، اللہ تعالی اس جلسے کو قبول ومقبول فرمائے اور آمد حضور قائد ملت کو حضرت مولانا عمران، حضرت قاری اقبال وجملہ اہل سالار پور کے لئے بالخصوص اور علاقے وتمام مسلمانوں کے لئے بالعموم مبارک فرمائے، آمین۔

اس کانفرنس کو توحید نیٹورک سے براہ راست آڈیو میں نشر کیا گیا، تصویر کشی وویڈیو گرافی پر مکمل پابندی رہی، بار بار علمائے اہل سنت منع بھی فرماتے رہے، اس کی پوری تفصیل آپ توحید نیٹورک یوٹیوب پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

رپوٹ: قاری محمد عثمان رضا نوری
بیرو چیف: روزنامہ ہندوستان، لکھنؤ یوپی

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*



قرآن پاک سراپا خیر ہی خیر



اللہ رب العزت کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید ساری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی آسمانی کتاب ہے:

''ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔'' (کنزالایمان)

''لَا رَیْبَ۔ کوئی شک نہیں۔'' آیت کریمہ کے اس حصے میں قرآن مجید کا وصف خاص بیان کیا گیا کہ یہ ایسی بلند شان اور عظمت وشرف والی کتاب ہے جس میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ شک اس چیز میں ہوتا ہے جس کی حقانیت پر کوئی دلیل نہ ہو جبکہ قرآن پاک اپنی حقانیت کی ایسی واضح اور مضبوط دلیلیں رکھتا ہے جو ہر صاحب انصاف اور عقلمند انسان کو اس بات کا یقین کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ یہ کتاب حق اور سچ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، تو جیسے اندھے کے انکار سے سورج کا وجود مشکوک نہیں ہوتا ایسے ہی کسی بے عقل مخالف کے شک اور انکار کرنے سے یہ کتاب مشکوک نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید کی پہلی آیت ہی سے رب تعالیٰ نے پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے ''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔'' (العلق: آیت 1)

''اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ۔ اے محبوب پڑھو جو کتاب تمہاری طرف وحی (نازل) کی گئی ہے۔''

رب تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو جب قرآن مجید کی تلاوت کی تلقین فرمائی تو اس سے اندازہ لگائیں کہ قرآن مجید کی تلاوت امتیوں کو بھی کرنا چاہیے، کیونکہ تلاوت قرآن مجید عبادت بھی ہے، اس میں لوگوں کے لیے وعظ ونصیحت بھی ہے اور اس میں احکام، آداب زندگی اور اخلاقی اچھائیوں کی تعلیم بھی ہے وغیرہ وغیرہ، قرآن مجید کے بے شمار اعجاز (معجزہ، کرشمہ) ہیں ایک مضمون یا ایک کتاب میں لکھنا ناممکن ہے کیونکہ یہ کلام الٰہی ہے الگ الگ اعجاز کو، ذیلی سرخی کے ذریعہ ایک ایک بات سے لوگوں کو آگاہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اللہ شرفِ قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

پورا قرآن اوصاف کا خزانہ ہے

قرآن کی بیشمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ قرآن مجید انسانوں کو نہ صرف سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور بتاتا ہے بلکہ اس راستے پر چلانے اور منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لیے رہنمائی بھی کرتا ہے، چنانچہ بہت ہی اچھوتے انداز میں یہ بات ذہن نشین کرائی جارہی ہے:

''وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ قسم ہے نفس کی اور اس کے درست کرنے والے کی پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو، یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور یقیناً نامراد ہوا، جس نے اس کو خاک میں دبا دیا۔'' (القرآن 91، آیت 10 تا 7)

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو نیک و بد، حق و باطل اور صحیح و غلط میں تمیز کرنے کا شعور عطا فرمایا ہے، وہ اچھی اور بُری چیزوں میں پوری طرح امتیاز کر سکتا ہے، اس کا یہ مفہوم بتایا گیا ہے کہ انسان میں نیکی کرنے اور برائی کرنے دونوں کی صلاحیتیں موجود ہیں، اب اس کی مرضی کہ وہ نیکی کو پسند کرتا ہے یا برائی کو اختیار کرتا ہے۔

قرآن پاک سیکھو اور سکھاؤ

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

رب تعالیٰ نے قرآن پڑھنے کی تاکید اپنے محبوب ﷺ کو فرمائی، متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ حضور نے انہیں کوئی سورہ یا آیت بڑے اہتمام سے سکھائی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

''خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ۔ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔'' (مسند احمد، ج ا رص ۸۸)

اسی لیے اسلام میں حفظ قرآن پاک کی بہت اہمیت ہے کیونکہ قرآن اور اس کے علوم دنیا کی تمام کتابوں اور علوم سے افضل اور اعلیٰ وارفع ہیں اسی طرح قرآنی علوم کو جاننے والا بھی دنیا کے تمام افراد میں سب سے ممتاز اور کسی بھی علم کے جاننے والے سے افضل اور اعلیٰ ہے، سیکھنے کا حق سے مراد یہ ہے کہ قرآنی علوم میں غور وفکر کرے اور اس کے احکام و معنیٰ اور اس کے حقائق کو پوری توجہ اور ذہنی وقلبی بیداری کے ساتھ سیکھے اور اس پر عمل کرے۔

''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا۔ کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں۔''

تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ یعنی جن کے دلوں میں نفاق کے قفل لگے ہیں وہ نہ تو قرآنِ کریم میں غور وفکر کرسکتے ہیں اور نہ ہی وہ ہدایت حاصل کرسکتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے حق کی بات ان میں پہنچ ہی نہیں پاتی، تدبُّر قرآنِ پاک میں گہرے غور وخوض کو کہتے ہیں جو تعصّبات اور جانبداری سے پاک اور عقل ونقل کے حقیقی تقاضوں کے مطابق ہو، یقیناً وہ لوگ خوش قسمت ہیں جو قرآن کو پڑھتے اور اس میں غور وفکر بھی کرتے ہیں اور اس کی تلاوت بار بار کرتے ہیں اس کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، اس سے ملنے والے جوہرات سے اپنی جھولیاں بھرتے ہیں۔

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں نکلا

رب تعالیٰ نے خود ہی قرآن پاک کی عظمت اور فضیلت کو بتایا:

''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ تم فرماؤ: اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر ہی خوشی منانی چاہیے، یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔'' (القرآن، سورہ یونس 10: آیت 58)

کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو ''فَرح'' (خوشی، شادمانی) کہتے ہیں اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ کے فضل ورحمت پر خوش ہونا چاہیے کہ اس نے انہیں نصیحتیں، سینوں کی شفا اور ایمان کے ساتھ دل کی راحت وسکون عطا فرمایا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے کیا مُراد ہے اس بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کے اللہ کے فضل سے اسلام اور اس کی رحمت سے قرآن مراد ہے۔ (تفسیر خازن، ج 2/320)

تلاوتِ قرآن کرنے والے مومنوں کی صفات

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ توجہ اور شرائط کو مدِّ نظر رکھ کر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں:

''اَلَّذِیْنَ آتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔ (القرآن، سورہ بقرہ 2: آیت 121) وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کا انکار کررہے ہیں سو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

قرآن وہ نام ہے جو خود خدائے تعالیٰ نے پیغمبر اسلام ﷺ پر نازل فرمائی اور ''قرآن مجید'' نام دیا قرآن کا لفظ قرآن میں 68 جگہ استعمال ہوا ہے، قرآن نسل انسانی کے لیے آخری شریعت پر مشتمل کتاب ہے، کلام الٰہی ''قرآن مجید'' اسی معنی میں کہا گیا ہے، یعنی بہت زیادہ پڑھی جانے والی کتاب! گویا قرآن

کے نام میں ہی یہ پیشن گوئی موجود ہے کہ یہ کتاب کثرت سے پڑھی جائے گی اور عملاً ایسا ہی ہو رہا ہے الحمد اللہ اور بلا شبہ ساری دنیا یہ تسلیم کرتی ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہی ہے۔

چنانچہ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں اسے The most widely read book قرار دیا گیا ہے اور لفظ قرآن کے اندر کثرت تلاوت کی عظیم پیشگوئی کا اعتراف اس کے مخالف بھی کرتے ہیں۔

چنانچہ پروفیسر فلپ حتی اپنی کتاب تاریخ عرب میں لکھتے ہیں:

''اگر چہ قرآن مجید تاریخ کا دھارا بدل دینے والی کتابوں میں سب سے کم عمر ہے لیکن دنیا میں جتنی کتابیں لکھی گئیں، ان سب میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔''

(تاریخ العرب ج،1 ص173:-174)

ایک اور مشرقی چارلس پوٹر نے لکھا ہے:

''دنیا کی کوئی کتاب اتنی پڑھی نہیں جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے، ہوسکتا ہے کہ بائبل کی جلدیں زیادہ فروخت ہوتی ہوں مگر پیغمبر اسلام کے کروڑوں پیروکار اِن کی لمبی لمبی آیات دن میں پانچ مرتبہ پڑھنا اس وقت شروع کر دیتے ہیں جب وہ باتیں کرنا سیکھتے ہیں۔'' (سیارہ ڈائجسٹ اپریل 1970 ص 371)

News Week کی ایک رپورٹ کے مطابق بائبل کو دلچسپ بنانے کی کوشش جاری ہیں، العیاذ باللہ۔

قرآن سراسر امن وسلامتی ہے

قرآن کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک امتیازی خوبی یہ ہے کہ قرآن مجید بالکل واضح، روشن، صاف، صاف باتیں بتانے والی کتاب ہے، قرآن سراپا اوّل سے اخیر تک روشنی ہے اور روشنی بھی وہ جو خدا کی طرف سے اتری ہے، اس کی بتائی ہوئی دکھائی ہوئی راہیں پوری کی پوری سلامتی والی ہیں، قرآن اندھیرے پڑے ہوئے لوگوں کو روشنی میں لانا چاہتا ہے اور ان لوگوں کو جو ٹیڑھے اور خطرناک راستوں پر چل رہے ہوتے ہیں انہیں سیدھی راہ پر لانا چاہتا ہے، لیکن اس کتاب سے، اس نور سے فائدہ وہی لوگ اُٹھائیں گے جن کے پیش نظر خدا کی مرضی اور اس کی خوشنودی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، چنانچہ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ، يَهْدِي بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنِ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ (القرآن، سورہ المائدہ5: آیت15-16) اے کتاب والو بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انہیں اندھیروں روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔'' (کنزالایمان)

يَهْدِي بِهِ اللهُ: اللہ اس کے ذریعہ ہدایت دیتا ہے، یہاں قرآن کی شان کا بیان ہے کہ اللہ رب العزت قرآن کے ذریعہ اسے ہدایت عطا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہوجاتا ہے اور جو اپنے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں لگا دیتا ہے تو اللہ اسے کفر و شرک اور گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور اعمال صالحہ کے نور میں داخل فرما دیتا ہے۔

قرآن کا بہت بڑا وصف یہ بھی ہے کہ وہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ وہ کلام الٰہی ہے، جس طرح سے خدا کی ذات مقدسہ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے، ٹھیک اُسی طرح قرآن بھی ہر طرح کے نقائص سے پاک ہے، جس طرح خدا کی ذات پاک اور اس کی ہستی ایک پُرکشش اور پُراسرار ہستی ہے جس کی طرف قلوب کھنچتے ہیں اور جس کی خوبیوں کا احاطہ کرنا انسان کے بس سے بھی باہر ہے، ٹھیک اسی طرح قرآن میں بھی جذبات انسانی کے

قرآنیات

لیے بڑی جاذبیت اور کشش پائی جاتی ہے، قرآن وہ کلام ہے جس پر کبھی بھی کہنگی ''پرانہ پن'' طاری نہیں ہوسکتی، قرآن وہ کلام ہے جو اہل ذوق کے لیے کبھی بے مزہ نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کتاب سے جتنا لگاؤ بڑھتا جائے گا، اتنی ہی زیادہ یہ کتاب پُرکشش محسوس ہوگی، قرآن سراپا خیر ہی خیر ہے ہو بھی کیوں نہیں؟ قرآن جو کلام الٰہی ہے اور خدا سے خیر اور بھلائی ہی کی توقع کی جاسکتی ہے، قرآن خود اپنا تعارف یوں کراتا ہے :

''تَنزِيلُ الكِتَابِ مِنَ اللهِ العَزِيزِ الحَكِيمِ، إِنَّآ أَنزَلنَآ إِلَيكَ الكِتَابَ بِالحَقِّ فَاعبُدِ اللهَ مُخلِصاً لَّهُ الدِّين۔ کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے، بیشک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری تو اللہ کی عبادت کرو اسی کے بندے بن کر۔'' (القرآن، سورہ الزمر 39: آیت 2 سے 1)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کتاب قرآن پاک کو نازل فرمانا اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عزت والا، حکمت والا ہے، لہٰذا تم اسے غور سے سنو اور اس کے احکامات پر عمل کرو کہ یہ کتاب عزیز، اسے بھیجنے والا عزیز، اسے لے کر آنے والا فرشتہ عزیز اور جس پر نازل ہوئی وہ بھی عزیز ہے۔

قرآن کتاب محفوظ ہے

قرآن پاک واحد وہ آسمانی کتاب ہے جو اصلی حالت میں ہے، جس میں کسی قسم کی تحریف نہ ہوسکی اور آنے والی صبح قیامت تک محفوظ رہے گی، اس لیے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ ؎

پھونکوں سے سوز عشق مٹایا نہیں جائے گا
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

''لَا تَبدِيلَ لِكَلِمٰتِ اللهِ ذٰلِكَ هُوَ الفَوزُ العَظِيمُ۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔'' (سورۂ یونس، آیت ۶۴)

پچھلی آسمانی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری خود ان کتابوں کے حامل انسانوں پر ڈالی گئی تھی، اس کے برعکس قرآن کے بارہ میں حافظ کا لفظ آیا ہے یعنی حفاظت کرنے والا:

''اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّكرَ وَاِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ۔ بیشک ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (القرآن، سورحجر 15 : آیت 9)

قرآن مجید وحی الٰہی کی آخری کتاب ہے اس کو رہتی دنیا تک تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے، اس کے وجود سے دنیا کا نظام قائم ہے اس کو اٹھا لیے جانے کے ساتھ نظام کائنات کو بھی ختم کردیا جائے گا، پوری دنیا کے انسانوں کو خطاب کر کے یہ دعویٰ کیا گیا'' کہ اگر تم قرآن کو اللہ کا کلام نہیں مانتے تو اس جیسا کلام دکھلاؤ صرف انسان نہیں جنات کو بھی ملا لو۔'' (بنی اسرائیل 88)

چودہ سو سال سے یہ چیلنج، challenge للکار ساری انسانیت کو دیا جارہا ہے مگر آج تک کوئی اس جیسی اور اس معیار کی کوئی ایک ہی آیت نہ بنا سکا اور نہ ہی قیامت تک بنا سکے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تعریف میں یہ فرمایا :

''اَلحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنزَلَ عَلٰى عَبدِهِ الكِتٰبَ وَلَم يَجعَل لَّهُ عِوَجاً۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی۔'' (القرآن، سورۂ کہف 18: آیت 1)

''اِنَّهُ لَقَولٌ فَصلٌ وَّمَا هُوَ بِالهَزلِ۔ بیشک قرآن ضرور فیصلہ کردینے والا کلام ہے اور وہ کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں۔'' (القرآن، سورہ طارق 86: آیت 13-14)

قرآن کے مخالفین کتے کی دُم طرح ہیں

کتے کی دُم کبھی سیدھی نہیں ہوتی ہے، کتے کی دُم بارہ سال نلکی میں رکھی تب بھی ٹیڑھی کی ٹیڑھی، جس طرح کتے کی دُم سیدھی نہیں کی جاسکتی، اسی طرح ناہنجار، کمینے شخص، نطفہ حرام شخص سے بھی کبھی اچھی بات کی اُمید نہیں رکھنی چاہیے، تیل کے مقابلے میں گھی بہتر مانا جاتا ہے، پچنا یعنی جلدی ہضم ہوتا ہے، مشہور ہے کہ

کتّا اگر گھی پی لے تو اس کو بدہضمی ہو جاتی ہے، مطلب یہ ہوا کہ اوچھے، نالی کے گندے کیڑے کی طرح رہنے والے کو اچھوں کی صحبت راس نہیں آتی ہے اور وہ اس کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا، یہی حال حرام کے پلّے و.س.ی.م. کا ہے، آسمان کی طرف تھوکنے والے کو اپنا ہی تھوک چہرے پر ملنا پڑتا ہے اور سورج کی طرف دیکھنے والا اپنی آنکھوں کی روشنی بھی گنوا دیتا ہے۔

الحمدللہ ناچیز نے تابڑ توڑ مضامین لکھے (1) قرآن کے حقوق اور ہماری ذمہ داریاں: (2) قرآن کریم تمام انسانوں کے لیے امن وانصاف کی کتاب: (3) قرآن کریم انسانی ہدایت کا سرچشمہ، قرآن پاک کے خلاف یہ پہلی بار کسی ملعون نے اپنی کمینگی کا اظہار نہیں کیا ہے، 1985 میں چاندمل طو پڑا نام کے ایک خبیث نے کلکتہ ہائی کورٹ میں عرضی داخل کی تھی کہ (نعوذ باللہ) پورے قرآن پر ہی پابندی کا مطالبہ کیا تھا، اس واقعہ کے بعد پورے ملک میں مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا، جیسا کہ آج و.س.ی.م. کی عرضی پر ہوا ہے، کلکتہ ہائی کورٹ کے ”جسٹس براک“ نے جن کی عدالت میں یہ مقدمہ سماعت کے لیے تھا، ذرا سی دیر میں فیصلہ سنا دیا کہ کسی آسمانی کتاب پر مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔

تاریخ میں کئی بار ایسے مواقع آئے ہیں، جب ظالم حکمرانوں نے اسلام کا خاتمہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا اور سب سے پہلے کتابِ مقدس قرآن پاک کو مٹانے کی کوشش کی، اس کی ہزاروں، لاکھوں کاپیاں تو جلادی گئیں، دریابرد کر دی گئیں یا غائب کر دی گئیں، پڑھنے پر پابندی لگادی گئی، روس اس کی زندہ مثال ہے، جہاں قرآن پاک رکھنا جرم قرار دے دیا گیا تھا، تو سینوں میں اس کی حفاظت کی گئی لوگ چھپ چھپ کر قرآن پڑھتے، تراویح رات کے اخیر حصہ میں پڑھتے، وہ کاغذ میں تو نہ رہا، جب روس ٹکڑے ٹکڑے ہوا تو حفاظ کرام مارے خوشی کے سڑکوں پر نکل کر قرآن پڑھنے لگے وغیرہ، سینوں میں قرآن محفوظ رہا آج بھی کروڑوں سینوں میں قرآن محفوظ ہے آنے والی صبح قیامت تک محفوظ رہے گا، اِن شاء اللہ۔

اس شر سے کئی خیر کے پہلو نکلے ہیں سب سے بڑا خیر کا پہلو تمام مسلک کے علمائے کرام نے ایک ساتھ اس مذموم کوشش کی مذمت کی، و.س.ی.م. اور اس کے بیک گراؤنڈ سپوٹر سب کو منہ کی کھانی پڑی، حقیقت یہ ہے کہ مسلک کی بنیاد پر مسلمانوں میں جو بھی اختلافات ہوں، لیکن قرآن کے معاملے میں سب متحد ہیں، ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جو سیلاب ہے، اس کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ مسلمان متحد ہو کر مقابلہ کریں تو تمام دشمنوں کی ہوا نکل جائے گی، قرآن کا واضح پیغام ہے:

”وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیعًا۔ اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہود و نصاریٰ نے فرقے بنا لیے تھے۔“

(سورۂ آل عمران: آیت 103)

اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور میری یہ چھوٹی سی کوشش قبول فرمائے، آمین۔ ▢▢▢

ص۹۹ رکا بقیہ.......................................

جاں گسل روزِ قیامت کا بھلا کیوں خوف ہو
ہو گی آقا کی شفاعت، ہم نبی کے ہو گئے

ہم سجاتے ہی رہیں گے انجمن میلاد کی
یہ ہماری ہے محبت، ہم نبی کے ہو گئے

ہے لبوں پر ذکر ان کا روز و شب صبح و مسا
پڑ گئی اب ایسی عادت، ہم نبی کے ہو گئے

ہیچ ہے کونین کی دولت ہمارے سامنے
اب کسی کی کیا ضرورت، ہم نبی کے ہو گئے

یوں ہے پھیلی انکی اب یادوں کی خوشبوئے لطیف
بن گیا دل باغ جنت، ہم نبی کے ہو گئے

کون ہے ہم کو خرید ے کس کی ہے اتنی بساط
ہم ہیں بے حد بیش قیمت، ہم نبی کے ہو گئے

صاحب عظمت ہیں ہم اور خلد کے حقدار ہیں
ہے یہ قرآں کی شہادت، ہم نبی کے ہو گئے

اس سے بڑھ کر ہم کو قدسی اور بھلا کیا چاہئے
مل گئی خالق کی قربت، ہم نبی کے ہو گئے

▢▢▢

از: مولانا محمد مشتاق جیلانی منظری*

دنیا میں قوموں پر عذاب کب آتا ہے؟

احوالِ عالم

ہماری عبرت کے لیے امم سابقہ کی مثالیں موجود ہیں، جو خدا کی ہدایت سے منحرف ہو کر شیطانوں کی رہنمائی پر چلیں اور آخر کار اس قدر بگڑیں کہ زمین پر اس کا وجود ایک ناقابل برداشت لعنت بن گیا، تو مکافات عمل کا قانون اسے پیس کر رکھ دیا۔

یہ دنیا ہزاروں سال سے قائم ہے، کرہ ارض نے اس درمیان بے شمار تغیرات اور تبدیلیوں کا سامنا کیا ہے، مختلف قوموں نے یہاں جنم لیا اور بے شمار کا نام ونشان تک مٹ گیا، دنیا کی دستیاب تاریخ میں کئی ایک نامور حکمرانوں اور بادشاہوں کی طاقت، دبدبہ اور پھر اس کے بدترین انجام کا تذکرہ ملتا ہے، اسی کرہ ارض پر کبھی نمرود کی حکومت تھی جس نے طاقت اور غرور کے نشہ میں خود کو خدا سمجھ لیا تھا، لیکن اس کی خدائی لمحوں میں ختم ہو گئی اور دنیا آج تک اس کو اس کے بدترین انجام کے لیے جانتی ہے، اسی دنیا میں کبھی شداد کی بادشاہت تھی جس نے اپنے آپ کو خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور پھر دنیا نے اس کا بھی بدترین حشر دیکھا، طاقت، عقل اور دولت کے نشہ میں فرعون، ہامان اور اس کے ساتھیوں نے خود کو خدا اور کائنات کا خالق سمجھ لیا تھا، اقتدار اور دولت کا نشہ سوار ہونے کے بعد رعایا اور عوام پر ظلم ڈھانا شروع کر دیا تھا، لیکن اس انجام بھی دنیا کے لیے عبرت بن گیا اور اپنی رعایا کے ساتھ دریائے نیل میں غرق ہو گیا، اس کی لاش آج بھی پوری دنیا خاص کر ظالم قوم اور حکمرانوں کے لیے درس عبرت ہے۔

قرآن مقدس میں بے شمار قوموں کا تذکرہ موجود ہے جس نے بغاوت کی، سرکشی کی، اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرستادہ انبیائے کرام کو ماننے سے انکار کیا، ان کے ساتھ زیادتی کی تو اس کا انجام بدتر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ دوسری مخلوق کو آباد کیا، روز اوّل سے اب تک یہی ہوا ہے کہ جب بھی لوگوں نے اپنے حدود سے تجاوز کیا، انسانوں کا قتل عام کیا، مظلوموں، غریبوں اور کمزوروں کو ستایا، اپنی حیثیت اور اوقات کو بھول کر خود کو عقلمند سمجھنے کی غلطی کی، قدرت کے نظام میں چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش کی تو اس کا انجام بدتر، شرمناک اور عبرتناک ہوا ہے۔

سخت ناداں ہے وہ شخص اور وہ قوم جو خدا کی دی ہوئی مہلت کو غفلتوں اور سرشاریوں میں ضائع کردے اور داعیان حق کی صداؤں کو بہرے کانوں سے سنا جائے اور ہوش میں صرف اس وقت آئے جب اللہ تعالیٰ کی گرفت کا مضبوط ہاتھ اس پر پڑ چکا ہو۔

خیال رہے کہ انسانوں کو دنیا میں شتر بے مہار کی طرح چھوڑ نہیں دیا گیا ہے کہ وہ جو چاہے کرتا پھرے، بلکہ اس کے اوپر کوئی طاقت ہے جو ایک حد خاص تک اسے ڈھیل دیتی ہے، تنبیہات پر تنبیہات بھیجتی ہے کہ اپنی شرارتوں سے باز آجاؤ اور جب وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اسے اچانک پکڑ لیتی ہے اور ایک مرتبہ پکڑ میں آجانے کے بعد چھٹکارے کی کوئی سبیل اسے نہیں ملتی، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ پورے عالم اسلام صدق دل اپنے سابقہ گناہوں سے تائب ہو کر بارگاہِ خدا اور بارگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا میں رجوع ہو جائیں، ورنہ اپنی اوقات اور اپنی حیثیت بھول جانے والوں کے لیے صرف یہ ایک وارننگ اور تنبیہ ہے، خدا کو فراموش کرنے والوں کے لیے ایک پیغام ہے کہ ابھی بھی وقت ہے، سنبھل جاؤ، نہیں تو خدا عذاب قہر الٰہی بن حرف غلط کی طرح تمہارے نام ونشان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا۔

امید کی جانی چاہیے کہ اس وبا نے خود کو زمینی خدا سمجھنے والوں کو یہ تلخ حقیقت سمجھا دی ہوگی کہ سپر پاور سے اوپر بھی ایک پاور ہے جسے سپریم پاور کہتے ہیں، کورونا، وہ وائرس ہے، جس نے

تقریباً ڈیڑھ سال کے دوران دنیا میں ایسا تانڈو کیا ہے کہ قیامت کا سماں بن گیا ہے، براعظم سنسان ہو گئے ہیں، ملک کے ملک ویران ہو گئے، شہر کے شہر قبرستان ہو گئے، ٹیکنالوجی اور جدت کے ان فلک پیما کارناموں کے باوجود آج کورونا وائرس کے مہیب سائے چارسو منڈلا رہے ہیں، لوگ لرزاں وترساں ہیں، دن کی رونق اور رات کا فسوں ماند ہے، میکدے، شبینہ کلب، تعلیمی ادارے، بازار، بستیاں اور عبادت گاہیں سب بند ہیں، کورونا وائرس امیر وغریب، حاکم ومحکوم، مرد وعورت اور پیر وجوان کو بغیر کسی فرق وامتیاز کے بہت تیزی سے اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے، کورونا قہر الٰہی بن کر پوری دنیا پر ٹوٹ پڑا ہے۔

کہتے ہیں کہ کورونا عجیب وغریب دشمن ہے، اس سے لڑنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ گھر میں گھس جاؤ، چھپ جاؤ، دبک جاؤ اور گوشہ نشیں اختیار کرلو، کیوں کہ جس پر اس کا سایہ پڑا وہ بے سدھ ہو گیا، جسم اور قسمت نے ساتھ دیا تو بچ گیا، ورنہ چت ہو گیا، چین تو اس قیامت کا مرکز تھا، جہاں پانچ ہزار جانوں کے ساتھ جان بخشی ہوگئی ہے، لیکن موت کا یہ سفر اب اٹلی، پاکستان، ایران، فرانس، جرمنی، اسپین، ترکی، سعودی عرب، اسرائیل، امریکہ اور برطانیہ سے ہوتا ہوا ہندوستان کے ساتھ تقریباً دوسو بیس ممالک کو اپنے نقشہ کا حصہ بنا چکا ہے، اب تک تقریباً بتیس لاکھ اموات ہوچکی ہیں اور پندرہ کروڑ اکیس لاکھ لوگ متأثر ہو چکے ہیں اور آئندہ کتنے متاثر ہوں گے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

واضح رہے کہ تاریخ کا ہر طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ پچھلے پانچ ہزار کی تحریر شدہ انسانی تاریخ میں درجنوں مہیب آفات ارضی وسماوی کا ذکر ہے جنہوں نے پوری پوری بستیاں کیا ملک کے ملک تباہ کر دیئے اور جن کے حملے سے لاکھوں انسان لقمۂ اجل ہوئے، ان آفات میں سابقہ اقوام مثلاً قوم نوح، قوم لوط، قوم ہود، قوم عاد، قوم صالح اور بنی اسرائیل کی سرکشی اور عبرت ناک انجام کے ساتھ ساتھ، آتش فشاں پہاڑوں کے دہشت ناک نخار سے لے کر زلزلے، جنگلوں کی آگ، سیلاب، قحط اور سونامی جیسے قیامت خیز طوفان تک شامل ہیں۔

ہم اس وقت ایک عالمی وبا سے روبرو ہیں لہٰذا آگے صرف وباؤں پر بات ہوگی، عالمی سطح پر وباؤں کی تاریخ چھٹی صدی کے طاعون سے شروع ہوتی ہے جسے جسٹینین طاعون کہا گیا اور جس نے تین براعظموں ایشیا، افریقہ اور یورپ میں پھیل کر تباہی پھیلائی اس میں چار سے دس کروڑ تک ہلاکتوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے، چودہویں صدی عیسوی میں یورپ میں انسانی تاریخ کا سب سے تباہ کن طاعون پھیلا جسے سیاہ موت BlackDeath کہا جاتا ہے اس کی ابتدا بھی چین سے ہوئی، اس وبا سے متأثر ہونے والے افراد کی گردن، بغل یا ٹانگوں میں گلٹی نکلتی تھی، بخار اور نقاہت کی علامات کے ساتھ مریض کو سانس لینے میں دشواری ہوتی تھی اور چند روز بعد اس کی موت واقع ہوجاتی تھی۔

کالی موت کی وبا اکتوبر 1347ء میں تاجروں کے ذریعہ سسلی (اٹلی) پہنچی اور کم وبیش ایک سال کے قلیل عرصے میں اسپین، فرانس، برطانیہ، پرتگال، جرمنی اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، اس وقت یورپ کی آبادی آٹھ کروڑ کے لگ بھگ تھی، اس میں سے 1351ء تک (محض چار سال میں) پانچ کروڑ لوگ وبا کے ہاتھوں مارے گئے، گویا مردوں کی تعداد زندہ لوگوں سے زیادہ تھی۔ (یعنی یورپ کی تقریباً ساٹھ فیصد آبادی ختم ہوگئی) زمین میں گڑھے کھود کر لاشوں کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا جاتا تھا اور اجتماعی تدفین ہوتی تھی۔

یورپ میں کالی موت کی وبا اٹلی سے شروع ہوئی تھی، اس لیے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ملکوں میں وہی سرفہرست تھا، کالی موت نے مسلمانوں کے زیر نگیں علاقوں کو بھی نہ چھوڑا، قاہرہ جسے اس وقت اسلامی دنیا میں مرکزی حیثیت حاصل تھی، بہت بری طرح متأثر ہوا، مصر کی آبادی کا چالیس فیصد حصہ وبا کی بھینٹ چڑھ گیا، وبا نے 1349ء میں دوسرے بے شمار علاقوں کے ساتھ مکہ مکرمہ، موصل اور بغداد کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا، چشم فلک نے ایک عظیم الشان بحران کا مشاہدہ کیا، اطبا نے وبا کے متعدی ہونے کی وجہ سے مریضوں کے علاج سے انکار کر دیا، بازار اور راستے لاشوں سے اٹ گئے، محتاط بقیہ ص ۱۷/پر

احوال عالم

از: مولانا محمد فاروق عالم رضوی *

حیات مجدد الف ثانی، تاریخ کی زبانی

اسلاف و اخلاف

تاریخ اسلام کا اگر مطالعہ کریں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ دین اسلام پر جب بھی کوئی آفت پڑی یا اس کے آئین کو جس نے بھی مکدر کرنے کی کوشش کی، تو اللہ رب العزت دین اسلام کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کے لئے ایسے مرد قلندر کو پیدا فرماتا ہے کہ جو ایسا بلند ہمت اور باوقار ہو جو اپنی بلند و بالا شخصیت، اعلیٰ خاندانی نسبت، باوقار علمی رفعت اور پر ہیبت اخلاقی و روحانی عظمت کا مالک ہو۔

بلکہ جو معاشرے میں اپنے دور کے افکار و نظریات اور عوام و خواص کے ذوق و مزاج سے پوری طرح واقف ہو اور جس کی نظر اپنے دور کی ضلالتوں اور فتنہ سامانیوں کے بنیادی سرچشموں پر عمیق ہو، قدرت ایسے اولوالعزم افراد کی تربیت و اخلاق کی تکمیل اور ذہنی و فطری صلاحیتوں کی تعدیل و تہذیب کے خصوصی انتظامات پردۂ غیب سے ظہور میں لاتی ہے۔

دسویں صدی ہجری کا آخری دور ابتدائے

اسلام کا دور تھا اور مختلف فتنوں نے سر اٹھایا ہوا تھا، حتیٰ کہ بادشاہ وقت بھی ان کی بھینٹ چڑھ گیا اور ان فتنوں کی سرپرستی کرنے لگا، جس سے انہیں زبردست تقویت حاصل ہوئی حتیٰ کہ وہ فتنے اس عروج پر پہنچے کہ اسلام کے نام لیواؤں پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا، ایسے پرآشوب وقت میں اللہ تعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی کی صورت میں امام انقلاب پیدا فرماتا ہے کہ جن کے وجود مسعود سے اسلام کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور تمام فتنوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

آپ کی آمد کی بشارت

حضرت مخدوم علامہ شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ رات کو خواب دیکھتے ہیں کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے، سور، بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں، اسی اثنا میں میرے سینے سے ایک نور نکلا اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا، اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تمام ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کی بکرے کی طرح ذبح کر رہے ہیں اور کوئی شخص بلند آواز میں کہہ رہا ہے:

"و قل جآء الحق و ذھق الباطل، ان الباطل کان ذھوقا۔ اور فرما دیجئے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والا ہے۔"

اس کے بعد آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے اور صبح کو حضرت شیخ شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا خواب بیان کرتے ہیں اور آپ سے تعبیر پوچھتے ہیں، آپ نے فرمایا تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے الحاد و بدعت کی تاریکی دور ہوگی اور وقت نے ثابت کیا کہ یہ تعبیر حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی اور صرف آپ کے لخت جگر نور نظر حضرت مخدوم شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الحاد و بدعت اور شرک و کفر کو ختم کیا۔

ولادت مبارک

آپ کی ولادت باسعادت شہر سرہند کی پاک سرزمین پر شب جمعۃ المبارک 14 شوال 971ھ بمطابق 26 جون 1564 عیسوی کو ہوئی، آپ کا سلسلۂ نسب 31 ربتیسویں پشت پر جا کر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے، اس کا اظہار آپ نے اپنے مکتوب شریف میں فرمایا ہے، آپ کا نام مبارک "احمد" رکھا گیا، آپ دسویں صدی کے واحد بزرگ ہیں کہ جن کے اشارے احادیث نبویہ میں بھی ملتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں نہایت سرخ

* مضمون نگار ادارۂ شرعیہ پنجاب کے صدر ہیں۔

وسپید تھے، ایک مرتبہ بیمار ہو گئے اور بیماری اس قدر بڑھی کہ آپ نے ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگے، سب گھر والے آپ کی زندگی سے مایوس ہو کر مغموم اور پریشان ہو گیے، لیکن خداوند قدوس کو تو آپ سے ایک عظیم کام لینا تھا، ابھی تو اس سورج کو نصف النہار پر چمکنا تھا۔

اس لیے حضرت خواجہ شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے گھر تشریف لائے، گھر والوں نے آپ کی آمد کو رحمت خداوندی کا باعث جانا اور حضرت کو اٹھا کر اسی حالت میں آپ کی گود میں ڈال دیا، حضرت شاہ صاحب نے اپنی زبان فیض ترجمان بچے کے منہ میں دے دی، آپ نے اسے اچھی طرح چوسنا شروع کر دیا، اس کے بعد حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"مطمئن رہو، اس بچے کی عمر بڑی ہوگی، اللہ تعالیٰ اس سے بہت کام لینا چاہتا ہے، میں آج اس کو اپنا بیٹا بناتا ہوں، یہ میری طرح ہی ہوگا۔"

اسی اثنا میں آپ کو مکمل صحت یابی حاصل ہوگئی، حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد ماجد کو آپ سے متعلق بہت سی بشارتیں دیں۔

تعلیم کا آغاز

اکثر سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد نے اوائل عمر ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا، لیکن آپ کے ایک مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دولت قلعہ گوالیار میں نظر بندی کے زمانے میں حاصل ہوئی، اس کے بعد اپنے والد ماجد شیخ الاسلام حضرت شیخ عبدالاحد کے مکتب سے آپ نے اس وقت کے مروجہ علوم و فنون کی تحصیل شروع کر دی اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں، مزید تدریس کے لئے آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے، وہاں آپ نے حضرت علامہ مولانا کمال کشمیری علیہ الرحمہ سے معقولات اور سند لی، قاضی بہلول بدخشی علیہ الرحمۃ والرضوان سے مختلف تفاسیر اور احادیث شریفہ کا درس لیا۔

درس وتدریس

تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مجدد آگرے تشریف لے گیے اور وہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، آپ کے حلقہ درس میں فضلائے وقت شریک ہوتے تھے، یہ سلسلہ کافی عرصہ تک چلا، آپ کے والد ماجد مخدوم حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بڑی محبت رکھتے تھے، وہ آپ کے فراق میں بے چین ہوگیے اور باوجود ضعف و کبرسنی سرہند شریف سے آگرے آگئے اور حضرت مجدد کو اپنے ساتھ ہی سرہند شریف لے گیے، سرہند شریف جاتے ہوئے راستے میں جب تھانیسر پہنچے تو وہاں کے رئیس شیخ سلطان کی لڑکی سے حضرت مجدد کا عقد مسنونہ ہو گیا۔

بیعت وخلافت

حضرت مجدد نے ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم یعنی معرفت الٰہیہ کے لئے بھی سعی فرمائی اور متعدد شیوخ سے مختلف سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت حاصل فرمائی، سلسلۂ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت وخلافت حاصل فرمائی، سلسلۂ قادریہ میں حضرت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت حاصل فرمائی اور سلسلۂ نقشبندیہ میں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت حاصل فرمائی۔

حج بیت اللہ شریف

آپ کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ اقدس رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق مدت سے دامن گیر تھا، لیکن والد ماجد کی کبرسنی کے باعث اس ارادے کو ملتوی رکھا، لیکن جب 27 جمادی الآخر 1007ھ بمطابق 1598ء میں اسی سال کی عمر مبارک میں والد ماجد واصل بحق ہوئے تو اس کے دوسرے سال آپ نے قصد حج فرمایا اور سرہند شریف سے روانہ ہوئے، جب دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری نے جو آپ کے دوستوں میں سے تھے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت تعریف وتوصیف فرمائی تو آپ کے دل میں ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا اور حضرت خواجۂ خواجگان محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

خواجہ صاحب کی طبیعت مبارک بڑی غیور تھی، وہ خود کسی کو اپنی طرف متوجہ نہیں فرماتے تھے، لیکن یہاں معاملہ برعکس تھا، کیوں کہ طالب خود مطلوب اور مرید خود مراد تھا، یعنی حضرت خواجہ صاحب نے استخارہ میں جس طوطی کو دیکھا تھا اور اس کی وجہ سے آپ نے ہندوستان کا سفر فرمایا تھا، اس وقت حضرت مجدد صاحب کی صورت میں آپ کے سامنے موجود تھا، اسی لیے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کا قول ہے:

"ہم نے پیری مریدی نہیں کی بلکہ ہم تو کھیل کرتے رہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم و احسان ہے کہ ہمارے کھیل اور دکان داری میں گھاٹا نہیں رہا، ہم کو شیخ احمد جیسا صاحب استعداد شخص مل گیا۔"

یہی وجہ ہے کہ خود مرشد برحق نے بڑھ کر مرید و مراد صادق سے فرمایا کہ آپ کچھ عرصہ ہمارے پاس قیام فرمائیں، حضرت مجدد بخوشی رضا مند ہوگیے، مجدد صاحب کی اعلیٰ فطری استعداد اور قوی النسبت مرشد کی خصوصی توجہ سے وہ روحانی احوال و مقامات جو برسوں کے مجاہدے سے حاصل ہوتے ہیں دنوں میں حاصل ہوگئے، منازل میں آپ کی اس استعداد کو دیکھ کر مرشد روشن ضمیر کو یقین ہوگیا کہ یہی وہ طوطیٔ خوشنوا ہے کہ جس کی خوشنوائی سے ہندوستان کیا بلکہ پورے عالم اسلام کے چمنستان میں تازہ بہار آئے گی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام روحانی نسبتیں اور بشارتیں حضرت مجدد صاحب کو تفویض فرمادیں اور اپنے حلقے سے متعلق طالبین کو ہدایت کی کہ وہ اب میری بجائے مجدد صاحب کی طرف رجوع کریں اور آپ کو سجادگی و ارشاد و تربیت کی اجازت عطا فرمائی، دسویں صدی ہجری کے اختتام کا ہندوستان بڑی تیزی سے ایک ہمہ پہلو دینی، تہذیبی اور ذہنی ارتداد کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس شیطانی تحریک کی پشت پر اپنے دور کی مضبوط ترین سلطنت اور فوجی طاقت کے ساتھ اپنے وقت کے متعدد ذہن افراد کی علمی اور ذہنی کمک بھی موجود تھی۔

ان حالات میں اگر کوئی ذہنی، روحانی اور علمی میدان میں طاقتور شخصیت راستہ روکنے کے لیے کھڑی نہ ہوتی تو اسلام کی حقیقت ختم ہوجاتی، ہندوستان کے اس وقت کے حالات کا اندازہ آپ کے ایک مکتوب سے ہوتا ہے جو آپ نے ایک مرید جو کہ دربار اکبری سے وابستہ تھے حضرت سید فرید بخاری علیہ الرحمہ کے نام لکھا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

"عہد اکبری میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کفار غالب تھے اور اعلانیہ دارالاسلام میں کفر کے احکامات جاری کرتے تھے اور مسلمان اپنے دین پر عمل کرنے سے عاجز تھے، وہ اگر ایسا کرتے تو قتل کر دیئے جاتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ رب العالمین کے محبوب ہیں، مگر عہد اکبری میں آپ کی تصدیق کرنے والے ذلیل و خوار تھے اور آپ کے منکر صاحب عزت و افتخار، مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی زبوں حالی پر تعزیت اور اس کی بربادی پر ماتم کررہے تھے اور اسلام کے دشمن طنز و استہزاء سے ان کے زخموں پر نمک چھڑک رہے تھے۔"

اس خط سے اکبر کی حکومت کے دور میں اسلام کی زبوں حالی کا نقشہ ابھر کر سامنے آجاتا ہے اور اسی موضوع پر آپ کے متعدد مکتوبات شریف ہیں، یہ مکتوب جہاں اکبر کے دور کی عکاسی کرتا ہے تو وہیں ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔

□□□

ص ۹۹ رکا بقیہ ....

بوئے مشک آتی ہے تربت سے ان کی
ہیں زندہ سلامت امام بخاری
ہزاروں معظم محدث نے مانا
ہیں علمی ریاست امام بخاری
حدیثیں لکھیں بعد تصدیق آقا
ہیں دُرِّ سعادت امام بخاری
ہے تصنیف ایسی کہ سو تک ہیں شرحیں
ہیں قدسیٔ رفعت امام بخاری

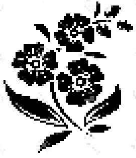
□□□



حضرت علامہ محمد سلیمان سنی حامدی

ماضی کا ایک گم شدہ ورق

(از: مولانا رحمت اللہ صدیقی *



اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ذات حق کی علامت ہے، خدا پرستی اور رسول دوستی ان کی کتاب حیات کے ترجیحی ابواب ہیں، جان، دل، ہوش، خرد یہ چیزیں انسانی زندگی مین پیش لفظ کی حیثیت رکھتی ہیں، یہ ساری چیزیں جب مدینے کو چلی جائیں تو صرف انسان کا جسم بچ جاتا ہے، اعلیٰ حضرت خود کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جان ودل اور ہوش وخرد سب تو مدینے کی طرف کب کے رخصت ہو چکے تم نہیں چلتے رضا، سارا تو سامان گیا، ایسا وہی شخص کہہ سکتا ہے جو عشق کی آخری سرحد پہ کھڑا ہو، حضور اعلیٰ حضرت کا فرمان ملاحظہ فرمائیں۔ ؎

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

جان ودل ہوش وخرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ کے ہاں عشق کی جو بے تابی ملتی ہے اس کی نظیر سے صدیاں خالی ہیں، اعلیٰ حضرت کی اس بے تابی کو جس نے اپنی حیات کا حصہ بنایا وہ مہر وماہ کی طرح درخشاں ہوتا چلا گیا، حضور تاج الشریعہ علامہ شاہ اختر رضا قادری فرماتے ہیں۔ ؎

جہاں میں عام پیغام شہ احمد رضا کر دیں
پلٹ کر پیچھے دیکھیں پھر سے تجدید وفا کر دیں

شمالی بہار میں پوکھر یرا پہلی بستی ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے جنون عشق کے قریب ہوئی، اس عشق کی تقسیم کی راہیں کشادہ کی اور اسے عام وتام کرنے کی جد وجہد کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا، اس کے روشن آثار آج بھی خطے میں کھلی آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں، حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی علیہ الرحمہ اسی بستی کے ایک باعزت خاندان میں پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی کی تاریخ ولادت کے حوالے سے تلاش بسیار کے بعد بھی کوئی قابل اعتماد ماخذ نہیں ملا، ان کا جو ذاتی، قلمی اور لسانی اثاثہ تھا اس کو تحفظ نہیں مل سکا، ان کے پاس کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اور انہوں نے خود کسی کو اپنا ایسا جانشین نہیں بنایا جو ان کے باقیات کو تحفظ فراہم کر سکے۔ ان کے بعض بہت قریبی سمجھے جانے والے تلامذہ جو ان کی خلوت وجلوت کے واقف کار تھے ہم نے ان سے بھی رابطہ کیا پھر بھی اس حوالے سے کوئی کامیابی نہیں ملی، قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ ان کی ولادت ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۵ء کے درمیان ہوئی ہوگی، ان کی تاریخ وصال کا بھی یہی حال ہے، حالانکہ ان کے جنازے میں شرکت کرنے والے افراد اب بھی موجود ہیں لیکن وہ بھی حتمی تاریخ بتانے سے قاصر ہیں، جس سال ان کا وصال ہوا تھا راقم دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام میں زیر تعلیم تھا۔ اسی سال راقم سند فضیلت سے شرفیاب ہوا اور یہ سن ۱۹۸۸ء تھا، اس لیے پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ ان کا وصال سن ۱۹۸۸ء میں ہوا۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی مذھباً محمدی، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور نسباً شیخ صدیقی تھے۔ حضور حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ سے انہیں نسبت ارادت حاصل تھی اس لیے وہ تا حیات خود کو پابندی سے حامدیؔ لکھتے رہے، انھیں اس نسبت ارادت پہ فخر تھا، شعر وسخن سے بھی اچھا ذوق تھا، سنیؔ تخلص فرماتے تھے، ان کے بعض تلامذہ سے معلوم ہوا کہ ان کی شاعری زبان وبیان کی اعلیٰ قدروں سے عبارت تھی،

* مضمون نگار پیغام رضا ممبئی کے چیف ایڈیٹر اور الجامعۃ الرضویہ کے مشیر اعلیٰ ہیں۔

ان کا شعری اثاثہ بھی محفوظ نہیں رہا، جو لوگ ان کی شعریات اور شعری صلاحیتوں کے عارف تھے سب کے سب رخصت ہو گئے، ان کے قریبی احباب کا جو حلقہ تھا ان میں بعض کی راقم نے زیارت کی ہے، اس زمانے میں راقم کا شعور بالغ نہ تھا، اگر شعور بالغ ہوتا تو ان کے شعری نمونے محفوظ کر لیتا۔ اس حوالے سے ان کے تلامذہ سے مجرمانہ غفلت ہوئی ہے۔ تلامذہ اپنے اساتذہ کے لیے کھلی کتاب ہوتے ہیں، راقم نے بھی ان سے علمی استفادہ کیا ہے، لیکن وہ حصول علم کا ابتدائی دورانیہ تھا، اس عمر میں عموماً شعری احساسات سے انسان نا آشنا ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی ایک باعزت خاندان کے چشم و چراغ تھے، اپنے خاندانی وقار و اعتبار کے تحفظ اور فروغ میں ان کی قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔ خاندانی وقار کے تحفظ میں وہ کبھی کسی مصلحت کے شکار نہیں ہوئے، ان کے رعب و جلال کو دیکھ کر دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی تھیں، ظلم و ناانصافی کے شاخوں کو پھیلتے ہوئے دیکھنا انھیں قطعی پسند نہ تھا، ظلم و ناانصافی کے شکار افراد کی دستگیری انھیں محبوب تھی، انھیں سماج میں فیصل کی حیثیت حاصل تھی۔

ان کا خاندانی شجرہ حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، اس کے باوجود انہوں نے کبھی خود کو صدیقی نہیں لکھا، یہ ان کی کسر نفسی تھی، ان کا کہنا تھا کہ ہمیں خود کو صدیقی لکھتے ہوئے شرم آتی ہے اس لیے کہ ہمارے تمام اعمال فساد نیت کے شکار ہیں، ہم پہ دنیا پوری طرح حاوی ہے، ہمارے اجداد دین کے عارف اور دنیا سے غافل تھے، ہم نے ان سے ملی ہوئی دینی وراثتوں کی قدر نہیں کی، ہمارے اجداد کے تقدس کو آسمان کی بلندیاں جھک کر سلام کرتی تھیں اور ہمیں زمیں پہ چلنے کا شعور نہیں ہے، ان کا مختصر شجرۂ نسب کچھ یوں ہے۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی ابن شیخ محمد معظم مرحوم، ابن شیخ محمد کمال بخش مرحوم، ابن شیخ تاج الدین مرحوم، ابن شیخ روح الغنی مرحوم۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ان کا شجرہ نسب تحریری صورت میں موجود تھا جو مولانا شبنم کمالی صاحب کی تحویل میں تھا، ان سے پوکھریرا کے ایک ذمہ دار فرد نے دیکھنے کی غرض سے لیا اور پھر انہوں نے واپس نہیں کیا۔ جب مولانا موصوف کے مطالبے میں شدت آئی تو انہوں نے ضائع ہو جانے کا عذر پیش کر دیا۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی نے تعلیم کہاں حاصل کی، ان کے اساتذہ میں کون کون لوگ آتے ہیں تلاش بسیار کے بعد بھی تفصیلات نہیں مل سکیں، ہاں! اتنی بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ان کی ولادت سے قبل مدرسہ نور الہدیٰ کا قیام عمل میں آچکا تھا اس لیے غالب گمان یہی ہے کہ انہوں نے مدرسہ نور الہدیٰ ہی میں تعلیم حاصل کی ہوگی، حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن محیٰ علیہ الرحمہ سے ان کے خاندانی مراسم بہت مربوط تھے، حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن محیٰ کے خلف اصغر حضرت مولانا مفتی محمد حکیم عطاء الرحمٰن مولانا موصوف کے حقیقی پھوپھا تھے، پہلے رشتوں میں بڑی مٹھاس تھی، لوگ اپنے خویش واقربا کے حوالے سے فکر مند رہا کرتے تھے، زمینی فاصلے دلوں کی قربت پہ اثرانداز نہیں ہوتے تھے، اب رشتوں میں وہ مٹھاس رہی اور نہ دو دلوں کے درمیان وہ قرب رہا، فی زمانناسب کچھ افسانہ بن چکا ہے۔

مدرسہ نور الہدیٰ بہار کی مرکزی درس گاہ تھی، اس کا علمی، فکری اور لسانی فیضان سمتوں میں بادل بن کر برس رہا تھا، حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی کی ولادت سے قریب قریب تیس سال قبل یعنی ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں اس کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کو ازہر ہند کی حیثیت حاصل تھی اور مدرسہ نور الہدیٰ کو اگر ازہر بہار کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، یہ باتیں ماضی کے پس منظر میں کہی جا رہی ہیں۔ اب اس درس گاہ کا حال تو مکتب سے بھی برا ہے۔ ماضی کے پس منظر میں مدرسہ نور الہدیٰ کے حوالے سے حضرت مولانا مفتی محمد احسن رضا قادری رضوی لکھتے ہیں۔

مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا اہل سنت و جماعت کی ایک

قدیم دینی درس گاہ ہے۔اس کی تاسیس عارف باللہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن محمیٰ علیہ الرحمہ نے ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں کی تھی، اس وقت برصغیر ہندو پاک میں معدودے چند مدارس تھے جن کی دینی، ملی اور علمی خدمات مسلم ومعترف تھیں، خود پوکھریرا اور اس کے قرب و جوار میں دور دور تک کسی دینی ادارے کا وجود نہیں تھا، اس دورنفسانفسی میں مدرسہ نورالہدیٰ کا قیام شمالی بہار کے لیے نعمت الٰہی سے کم نہ تھا، اس ادارے کی دینی، ملی اور اعتقادی خدمات کا ایک طویل سلسلہ ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ ملک وملت کے لیے اس کی قربانیوں کا دائرہ سوسال سے زائد پہ محیط ہے، اس کی قربانیوں کا اندازہ اس کی آغوش کے تربیت یافتہ طلبہ کی فہرست سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ہم نے اس کی علمی اور تربیتی خدمات کو پانچ ادوار میں منقسم کیا ہے جو کچھ اس طرح ہے:

دور اوّل: آفتاب بہار حضرت علامہ مفتی شاہ ولی الرحمٰن صاحب اوران کے رفقائے درس

دورثانی: مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی شاہ حکیم عطاء الرحمن صاحب اوران کے رفقائے درس

دورثالث: محدث اعظم بہار حضرت علامہ مفتی شاہ احسان علی صاحب اوران کے رفقائے درس

دوررابع: حضرت علامہ مفتی شاہ محمد مطیع الرحمن نوری، حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی، حضرت علامہ مفتی شاہ قاضی فضل کریم، حضرت علامہ مفتی عزیزالرحمن فیض پوری اوران کے رفقائے درس

دور خامس: حضرت مولانا شبنم کمالی، حضرت مولانا شبیہ القادری، حضرت مولانا ڈاکٹر حسن رضا خان، حضرت مولانا قاری اطہر حسین باتھوی اوران کے رفقائے درس

(ابرارالعلماء حیات وخدمات ص ۳۸)

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، وہ چار بھائی تھے محمد لقمان مرحوم، محمد احسان مرحوم، محمد عمران مرحوم، انہوں نے کسی بھی معاملے میں اپنے بھائیوں کو کبھی بھی نظرانداز نہیں کیا۔ جائداد وغیرہ کی تقسیم میں ان کا عدل ہر جہت سے تقلیدی ہے، ان کی عدل پروری کی مثال اس عہد میں ملنا بہت مشکل ہے، مولانا موصوف کی دو شادیاں تھیں، پہلی منکوحہ کے وصال کے بعد انہوں نے دوسری شادی کی، پہلی منکوحہ سے ایک لڑکی ہے جو پوکھریرا کے جناب ضیاء الحق مرحوم کے صاحبزادے سے نکاح کی گئی وہ صاحب اولاد ہیں۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی کے عہد کو زریں عہد کا نام دیا جاسکتا ہے، اس لیے ان کے خیالات، احساسات اور تصورات بھی زرین تھے، جس ماحول اور معاشرہ میں انہوں نے آنکھیں کھولی تھی وہ مثالی معاشرہ تھا، لوگ ایک رسی میں بندھے ہوئے تھے، اس لیے ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کے شریک تھے، انہوں نے معاشرہ کے تقاضے اور مطالبات کو کبھی نظرانداز نہیں کیا، روایت شکنی انھیں کسی بھی حال میں پسند نہ تھی، چھوٹے اپنے بڑوں کے حضور باادب تھے اور بڑے چھوٹوں سے غافل نہ تھے، مولانا موصوف کی ذات میں ذروں کو آفتاب بنانے کا ہنر تھا، انھیں انسان سازی میں بھی بڑی مہارت تھی، مٹی کیسے سونا بنتی ہے اس راز سے وہ اچھی طرح واقف تھے، جہاں وہ فارسی زبان وادب کے ماہر استاد تھے وہیں وہ شعر وسخن کا بھی اعلیٰ مذاق رکھتے تھے، ان کے پاس اولادنرینہ نہ تھی اس لیے ان کے باقیات کو تحفظ نہ مل سکا، حالانکہ وہ چاہتے تو اپنے بھائیوں کی اولاد کو جانشین بناسکتے تھے مگر اس پہلو پہ شاید انہوں نے کبھی غور نہیں کیا، راقم کو ان کی درس گاہ میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہے لیکن استاد اور شاگرد کے درمیان جو قربت ہوتی ہے راقم کو وہ قربت کبھی نہ مل سکی، اس کی وجوہات کیا ہوسکتی ہیں اس حوالے سے کچھ کہا نہیں جاسکتا، راقم کے دو بھائیوں کا نام بھی ان کے تلامذہ کی فہرست میں آتا ہے ان دونوں کو بھی کبھی ان کی قربت نہ مل سکی ہم سمندر کے قریب رہ کے بھی پیاسے رہ گئے، ان کے علمی فیضان کے پیمانے ہر وقت چھلکتے رہتے تھے اور ان کے قریب پینے والوں کا ہر وقت ہجوم رہا کرتا تھا، ان کے علمی میکدے سے پینے والوں کی ایک طویل فہرست ہے، ذیل میں چند قابل ذکر حضرات کے اسمائے گرامی ملاحظہ کریں:

اسلاف واخلاف

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد ایوب صاحب پنڈول بزرگ (۲) حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمن رضوی مظفر پور (۳) حضرت مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں پی ایچ ڈی پٹنہ (۴) ڈاکٹر مشاہد حسین رضوی جامعہ ملیہ دہلی (۵) حضرت مولانا ذاکر حسین نوری فیض پور (۶) حضرت مولانا صابر حسین رضوی پرنسپل مدرسہ محی العلوم اری دربھنگہ (۷) حضرت مولانا حافظ حسن الرحمٰن سابق پرنسپل مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا (۸) حضرت مولانا محمد عباس صاحب سلیمانی پوکھریرا (۹) حضرت مولانا رضوان احمد مصباحی، پنڈول (۱۰) حضرت مولانا معراج احمد مصباحی، پنڈول (۱۱) حضرت مولانا محمد عین الضحیٰ مصباحی پوکھریرا (۱۲) حضرت مولانا محمد انور علی مصباحی مرحوم پوکھریرا (۱۳) حضرت مولانا علی حسن موہنی (۱۴) حضرت مولانا نور الرحمٰن شوقؔ مظفر پوری (۱۵) حضرت مولانا ذکی احمد مرحوم سابق پرنسپل مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا (۱۶) حضرت مولانا مفتی محمد احسن رضا قادری باتھ اصلی۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی کی ذات بہت ساری خوبیوں اور کمالات کی جامع تھی، فارسی زبان و ادب پہ ان کی گہری نظر تھی، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شمالی بہار میں فارسی زبان و ادب میں ان کا کوئی مثیل نہ تھا، جب حالات کے جسم پہ نئی قبا چڑھتی ہے تو زبان و ادب پہ بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، بہت سارے قدیم الفاظ متروک ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے الفاظ لے لیتے ہیں۔ مولانا کی ذات پہ اس تبدیلی کا کبھی کوئی اثر نہیں دیکھا گیا، انھیں نئے الفاظ کے معنیٰ و مفاہیم کو سمجھنے کے لیے کبھی لغات کا سہارا نہیں لینا پڑا، ان کی تعلیم و تفہیم کا انداز دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا کہ فارسی زبان و ادب کے خمیر سے ان کا وجود تیار ہوا تھا، ان کے بعض ذہین تلامذہ لغات سے جدید الفاظ کا پوٹلہ ان کے حضور لے کر حاضر ہوتے تو وہ نئے الفاظ کی فہرست دیکھ کر لفظوں کا جدید معنیٰ و مفہوم بتائے دیتے، انھیں اس باب میں کبھی کسی لغت سے رجوع کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، یہی وجہ ہے کہ فارسی زبان و ادب کا ذوق رکھنے والے دور دراز کا سفر کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی علمی تشنگی بجھا کر واپس جاتے

ان کی ذات حرص و ہوس سے بے نیاز تھی، انہوں نے کبھی کسی سے بدل خدمت کا بھی مطالبہ نہیں کیا، وہ تاحیات اسلاف و اکابر کی روش کو اپنی حیات کا طغرا بنائے رکھا، دنیا طلبی کا کوئی جھونکا کبھی ان کے قریب سے نہیں گزرا، اگر ان کا دل مائل دنیا ہوتا تو ان کا شمار بستی کے امیر ترین لوگوں میں ہوتا، وہ دادیہال اور نانیہال دونوں جہت سے زمین دار تھے، ان کے دادا اور نانا دونوں کا شمار اپنے علاقے کے زمین داروں میں ہوتا تھا، وہ گاؤں میں دوسروں کی زمین میں بہت کم چلتے تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا، وہ اپنے تلامذہ کو اپنی سب سے قیمتی دولت تصور کرتے تھے۔

علمی ذوق رکھنے والوں کا ہر وقت ان کے حضور ہجوم رہتا تھا، وہ لفظوں کو نئی نئی تعبیر دینے کے ماہر تھے، ان کی زبان دانی پہ خود ان کے تلامذہ حیران رہتے، چونکہ ان کو پڑھنے پڑھانے سے فرصت نہیں ملتی تھی، بعض طلبہ مدرسہ کی چھٹی کے بعد ان کے گھر پہ آجاتے، جو طلبہ شب میں ان کے ہاں قیام کرتے ان کے خورد و نوش پہ بھی ان کی نگاہ رہتی، ان میں ایسے طلبہ بھی ہوتے جن کی وہ پوری طرح کفالت فرماتے، تعلیم و تعلم کے ساتھ کاشت کاری کا ذوق بھی انھیں وراثت میں ملا تھا، جو طلبہ امور کاشت کاری میں ان کے معاون ہوتے وہ علمی استعداد میں دوسرے طلبہ سے ممتاز ہوتے، طلبہ کے لیے ان کے ذاتی کام میں معاون ہونا بھی نسخۂ کیمیا تھا، یہ راز سب پہ منکشف نہیں ہوتا، جو اس راز سے واقف ہو جاتا وہ ہر طرح سے ان کا ہو جاتا، صبح کا سورج طلوع ہونے سے قبل ہی ان کے دہلیز پہ طلبہ کا ہجوم لگ جاتا، کام کے دوران بھی ان کا تعلیمی سلسلہ جاری رہتا، ان کے حضور ہر طالب علم کو تعلیم و تربیت کے تعلق سے ہر طرح کے سوالات کی کھلی اجازت تھی، جو طالب علم زیادہ سوالات کرتا وہ ان کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہوتا، ان کا تعلق ایک باعزت خاندان سے تھا، وہ دینے کے قائل تھے، لینے کو وہ معیوب سمجھتے تھے، ایسے طلبہ کی بھی ان کے پاس کثرت تھی جو آنکھیں بچھائے رہتے کہ حضرت اپنی ذاتی ضرورت کے حوالے سے ہم سے سوال کریں مگر ان کی حسرت کبھی پوری

نہیں ہوئی، وہ اعلیٰ ظرف کے حامل انسان تھے، انہوں نے اپنی غیرت کا کبھی کسی سے سودا نہیں کیا۔

مدرسہ نورالہدیٰ شمالی بہار کی مرکزی درس گاہ تھی، شمالی بہار میں فروغ علم کے حوالے سے اس کے کردار کو کسی بھی جہت سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، شمالی بہار میں آج جہاں بھی علم وعمل کا چراغ روشن ہے اس میں اسی کا تیل جل رہا ہے، اس نے صرف فروغ علم ہی پہ زور نہیں دیا بلکہ فکر واعتقاد کی زمینوں کو بھی اس نے دیر پا شادابی عطا کی ہے۔ علاقے میں بدعقیدگی کی کسی کوشش کو اس نے کبھی کامیاب ہونے نہیں دیا، اس کا علمی، فکری اور اعتقادی فیضان اتنا عام وتام تھا کہ علم وعمل کا ذوق رکھنے والے طلبہ دور دراز کا سفر کر کے آتے اور اپنی علمی پیاس بجھا کر واپس جاتے، اس زمانے میں مسند درس وتدریس پر جو اساتذہ رونق افروز تھے وہ سب کے سب اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل تھے اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں انتہائی مخلص تھے، راقم اس عہد زریں کا شاہد بھی ہے اور ناظر بھی، ہر وقت وہاں علم کے پیمانے چھلکتے رہتے، درختوں کے نیچے چٹائی بچھا کر پڑھنے پڑھانے کی روایتیں اپنے بزرگوں سے سنا کرتا تھا، مگر مدرسہ نورالہدیٰ میں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خواہان علم، تشنگان علم اور طالبان علم زمین پر صف بصف بیٹھے رہتے تھے، طلبہ کے حصول علم کا شوق اور اساتذہ کے پڑھانے کا انداز دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا جیسے شاخوں پہ بلبل چہک رہے ہیں، قال اللہ وقال الرسول ﷺ سے فضائیں ہر وقت نور بار رہتیں، پڑھنے پڑھانے کے مناظر اتنے نور بدوش ہوتے کہ چلتا ہوا مسافر ان مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لیے تھوڑی دیر ٹھہر جاتا، اب درختوں کی وہ شاخیں کاٹ دی گئیں، بوسیدہ تپائیوں سے پھیلتی ہوئی نور کی کرنیں زمین دوز ہو گئیں اور اساتذہ کا وہ ذوق وجنون قصۂ پارینہ بن گیا، آج ان مناظر کی جستجو میں ہوائیں سر نوچ رہی ہیں، فضائیں ماتم کناں ہیں اور دردمندان ملت ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں، حامیان مذہب ومسلک کسی مسیحا کی تلاش میں ہیں۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی مدرسہ نورالہدیٰ کے ایک وفاشعار، جفاکش اور پرجوش مدرس تھے، انہوں نے ادارے کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا، بارش، طوفان اور آندھی کا زور بھی ان کی یومیہ حاضری کی راہ میں حائل نہیں ہوتا، جب وہ گھر سے مدرسہ کے لیے نکلتے تو ان کے ساتھ طلبہ کا ہجوم ہوتا، مدرسہ نور الہدیٰ کے پلیٹ فارم سے ان کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا دائرہ کئی دہائیوں پر پھیلا ہوا ہے، ان کی خدمات کو تحریر کا پیرہن دینے کے لیے طویل جدوجہد کی ضرورت ہے لیکن یہ کار دشوار ہے چونکہ مدرسہ نورالہدیٰ کی ایک بھی فائل محفوظ نہیں ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن نوری سابق صدر مدرس ومفتی مدرسہ نور الہدیٰ کی ذات ہر جہت سے قابل احترام سمجھی جاتی ہے، علوم وفنون کی مختلف شاخوں پہ آپ کی گہری نظر تھی، فقہ وفتاویٰ کے باب میں شمالی بہار میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا، آپ اپنے اجداد کے سچے جانشین تھے، شمالی بہار میں آپ کی مرکزی حیثیت سے انکار بہت مشکل ہے، دینی مسائل ومعمولات میں پورا شمالی بہار آپ سے رجوع ہوتا، آپ تاحیات فقہ وفتاویٰ کی مسند سے خود کو وابستہ رکھا، آپ انتہائی بالغ نظر فقیہ تھے مگر انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے فتاویٰ کی بھی کوئی فائل محفوظ نہیں ہے، آپ کے اخلاف سے جب اس حوالے سے سوالات ہوتے ہیں تو ان کے چہرے پہ مایوسی پھیل جاتی ہے۔ تاریخ کے اوراق کو ضائع کرنے میں آپ کے اخلاف اور تلامذہ برابر کے شریک ہیں۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی اور حضرت مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن نوری آپس میں ماموں زاد، پھوپھا زاد بھائی تھے، حامدی صاحب عمر میں بڑے تھے اس لیے کہ راقم نے انھیں ہمیشہ بھیا ہی سے خطاب کرتے دیکھا ہے۔ مدرسہ نورالہدیٰ جسم تھا تو یہ دونوں اس کی روح تھے، دونوں ایک دوسرے کا حد درجہ احترام بھی کرتے تھے اور دونوں کو ایک دوسرے پہ اعتماد بھی تھا، حامدی صاحب کی مدرسہ نورالہدیٰ میں حیثیت ایک سنیئر مدرس کی تھی مگر وہ مدرسہ کا ایک حاوی کردار تھے، ان کے ایک اشارے پہ مدرسہ کا قبلہ بدل جاتا تھا، طلبہ ان سے بہت زیادہ مانوس رہا کرتے تھے، ہر طالب علم کو وہ اپنی آل سمجھتے تھے۔ ان کے ہاں

پیشہ وارانہ تعلیم وتربیت کا کوئی تصور نہ تھا، فروغ علوم نبوی ﷺ ان کا مقصد حیات تھا، ان کے خوان علم سے مستفیض ہونے والے کسی بھی طالب علم سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے، جو طلبہ ان کے قرب کی لذتوں سے زیادہ آشنا تھے وہ اپنے دلوں میں ہر وقت ان پہ مر مٹنے کا جذبہ فراواں رکھتے تھے، انہوں نے بہت سارے ذروں کو ثریا کی بلندی عطا کی ہے، ان کی تعلیمی خدمات کو لفظوں کا پیرہن نہیں مل سکا۔ وہ اپنی داستان حیات اپنے ساتھ اپنی قبر میں لے کر چلے گئے۔ ان کے جیسی گاؤں میں اور بھی درجنوں شخصیات تھیں جنھیں ہم نے زیر زمین دفن کر دیا۔ آج کی نسل ان کے کام کو تو چھوڑیے نام سے بھی واقف نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریکیوں کا ناگ انھیں نگلنے کے لیے کھڑا ہے اور انھیں اس کی فکر بھی نہیں ہے۔ ہر طرف گہرا سکوت ہے۔ لوگ منزل کی تلاش میں سرگرداں ہیں ان کے سامنے دور دور تک کوئی رہ روِ منزل نہیں ہے، روایتیں دم توڑ رہی ہیں، جدید خیالات کی تشہیر ہو رہی ہے، کوئی کسی کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے۔ اگر حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی اور ان کے رفقا ہوتے تو تنی ہوئی گردنیں ناپ دی جاتیں اور دراز زبانیں حلقوم سے نکال لی جاتیں، دینی ملی اور مسلکی صلابت کا احترام کسی قدر دلوں سے رخصت ہو چکا ہے، جو لوگ روایتوں کو سینے سے لگا ہوئے ہیں انھیں تنہائی کا ناگ شب و روز ڈس رہا ہے۔ گاؤں میں بدعقیدگی نہیں ہے لیکن بد عقیدوں سے رشتے تیزی کے ساتھ استوار کئے جا رہے ہیں، ایک خاندانی شخص سے لوگوں نے کہا کہ آپ کا بچہ عالم ہے اور آپ اپنی بیٹی بدعقیدے کو دے رہے ہیں کیا آپ کے بیٹے کی حیثیت اس سے متاثر نہیں ہوگی؟ تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ بیٹی ہماری ہے اور اس معاملے میں ہم خود مختار ہیں۔ ایسے حالات اس لیے پیدا ہوئے کہ جو لوگ ہمارے لیے چراغ رہ منزل تھے انھیں ہم نے فراموش کر دیا ہے اور جن اداروں سے ہم نور کشید کر سکتے تھے وہ حالت نزع میں ہیں۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی پر اثر شخصیت کے مالک تھے، ان کے جینے کی جوڑ گر تھی وہ اسلاف کی ڈگر سے مختلف نہ تھی، انہوں نے تا حیات اسلاف کی بوسیدہ چادروں کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ تقریر وخطابت کا انھیں ذوق نہیں تھا مگر ان کی سادگی کا ہر پہلو لائق تقلید تھا داعی اور مبلغ کی حیثیت سے انہوں نے کبھی اپنا تعارف نہیں کرایا لیکن انہوں نے مبلغین کی جو ٹیم تیار کی وہ آج بھی مصروف کار ہے۔ یہاں کسی کے نام و نسب کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے، بعض لوگوں کو ہماری باتوں سے اختلاف ہوسکتا ہے، چونکہ عوامی سوچ کے دائرے الگ ہوتے ہیں اور خواص کے الگ ہوتے ہیں، انہوں نے تا حیات انسان سازی کا فریضہ انجام دیا، ٹیڑھی شاخیں کس طرح سیدھی کی جاتی ہیں اس میں انھیں بڑی مہارت حاصل تھی، خاک نشینی انھیں بہت محبوب تھی، تخت نشینی کو انہوں نے کبھی پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا، مدرسہ نور الہدیٰ میں ان کے لیے ایک بوسیدہ چٹائی بچھا دی جاتی تھی اس پہ بیٹھنے میں انھیں سکون ملتا تھا، اس چٹائی کی عظمت کو تخت شاہی بھی رشک بھری نگاہوں سے دیکھتی تھی، چونکہ تخت شاہی کا انسان سازی سے کوئی رشتہ نہیں ہوتا، حضرت جنید و بایزید بھی اسی طرح کی ٹوٹی ہوئی چٹائی کی پیداوار تھے، آج تعلیم گاہیں محلات میں تبدیل ہو چکی ہیں لیکن کل کی جھوپڑی سے آج کے محلات کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔ کل جب تعلیم گاہیں جھوپڑی پر مشتمل تھیں تو ان سے وقت کے رازی و غزالی نکلا کرتے تھے لیکن آج جو لوگ محلات سے نکل رہے ہیں ان کی اکثریت کو زمین پہ چلنے کا شعور نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی کی جدوجہد کو اسی پس منظر میں دیکھنا ہوگا۔ ان کی ذات کثیر الجہات نہیں تھی۔ ان کے پاس فارسی زبان وادب کا وسیع قدیم وجدید دائرہ تھا اس دائرے کی توسیع میں انہوں نے پر جوش داعیانہ کردار ادا کیا۔ ملکی حالات کے پیش نظر فارسی زبان وادب محدود تر ہوتا چلا گیا، اب دینی درس گاہوں میں بھی اس کی اہمیت ختم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مولانا کے خوان کرم سے خوشہ چینی کرنے والے ملک وصوبے کی بڑی بڑی درس گاہوں میں اعلیٰ مناصب پہ فائز ہوتے۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی کے عہد میں بستی میں

اسلاف و اخلاف

مدارس بھی تھے اور مکاتب بھی تھے، بچوں کو علم دین کے زیور سے آراستہ کرنے کا جذبہ دلوں سے چھلکتا تھا۔ مذہبی رسم ورواج کی خوشبو گھروں سے پھوٹتی تھی، والدین بچوں کو انگلیاں پکڑ کر خود لے کر مکتب تک آتے تھے۔ مولانا حامدی صاحب کے ہاں بھی مکتب چلتا تھا لیکن ان کے مکتب کو مکتب کا نام نہیں دیا جا سکتا چونکہ وہ ایک بڑے مدرسے کے سینئر مدرس تھے۔ ان کا مدرسہ ایک مثالی مدرسہ تھا، پہلے بڑے ادارے کو مدرسہ کہا جاتا تھا، اب مدرسہ لکھنے کو لوگ معیوب سمجھتے ہیں، جب ذہنوں میں تھوڑی وسعت آئی تو لوگ مدرسے کو دارالعلوم لکھنے لگے، مزید ذہنوں میں وسعت آئی تو دارالعلوم کی جگہ جامعہ نے لے لیا، اب جہاں بھی کوئی ادارہ قائم ہوتا ہے تو اس کا نام آغاز ہی میں جامعہ ہوتا ہے۔ ممبئی میں چھوٹی چھوٹی کھولیوں میں جو مکاتب چلتے ہیں وہ جامعہ کے ہی نام سے چلتے ہیں، جامعہ ملک العلماء، جامعہ اشرف العلماء، جامعہ حاجی علی، جامعہ مخدوم ماہمی، جامعہ مخدوم سمنانی، ہماری مولوی برادری پہ علمی دنیا ماتم کناں ہے، ذہنوں میں اتنی سطحیت آجائے گی اہل علم وخرد نے اس کا تصور نہیں کیا تھا، چاند پہ زمینیں خریدی جارہی ہیں، خلاؤں میں سفر ہورہا ہے اور سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا جارہا ہے، امریکہ کا جنون کسی وقت بھی پوری دنیا کو لمحوں میں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کرسکتا ہے۔ لیکن مولوی ذہنیت روبہ زوال ہے۔ ایک جامعہ کے ماتحت کئی یونیورسٹیاں ہوتی ہیں اور یہاں نام نہاد مکتب کو جامعہ کا نام دیا جارہا ہے۔ لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ مدرسہ نور الہدیٰ کل بھی مدرسہ تھا اور آج بھی مدرسہ لکھا جارہا ہے۔ مولانا حامدی صاحب کا مکتب مدرسہ نور الہدیٰ کا ذیلی برانچ تھا، ان کے مکتب میں بچے مشق آموختہ کے لیے آتے تھے۔ ان کا مکتب رات میں بھی چلتا تھا وہ علم دین کے حوالے سے بڑے مخلص تھے، اب ان کے جیسا خلوص کتابوں میں سمٹ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمی ادارے بڑھ رہے ہیں اور علم گھٹ رہا ہے، حالات کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ ع

وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پر تھے

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی سفیر علوم رسالت مآب ﷺ تھے۔ انہوں نے فروغ علم کے حوالے سے جو جتن کئے اس کی ہر زمانے میں سراہنا ہوتی رہے گی۔ وہ عوام میں مولوی بدو کے نام سے متعارف تھے۔ اس بدو کی وجہ تسمیہ کیا ہے یہ بتانا ذرا مشکل ہے، چونکہ ان کے عہد کی تصویر بھی دھندلی ہوچکی ہے، اس جدید عہد میں ان کی کمی کا ہر حال میں شدت سے احساس ہورہا ہے۔ دعا ہے کہ رب کائنات انھیں کروٹ کروٹ اپنی رحمت کا قرب عطا فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا محمد سلیمان سنی حامدی تاحیات تعلیمی جدوجہد کرتے رہے۔ راقم نے حالت شعور میں ان کے کچھ عرصات حیات دیکھے ہیں۔ انھیں ہم نے جب بھی دیکھا مصروف تعلیم و تربیت ہی دیکھا، ان کے پاس طالبان شوق کا ہر وقت ہجوم رہتا، ہر بستی میں فساد فکر ونظر کے طوفان اٹھتے رہتے ہیں، فی زمانہ آبادی کا ۹۹ رفیصد حصہ فساد فکر ونظر میں الجھا ہوا ہے۔ آبروئے شیوۂ حسن نظر رخصت ہوچکی ہے، اگر یہ خوبی کسی میں ہے تو وہ گوشۂ تنہائی میں ہے۔ ربط باہمی کا شوق دل سے نکل چکا ہے، مولانا موصوف نے دنیوی معاملات سے خود کو بہت حد تک الگ کرلیا تھا، خود بینی یہی ہے، ویسے ہر آدمی کے سوچنے اور فرد شناسی کے پیمانے مختلف ہوتے ہیں، راقم کو رشتہ کی قربت جانب داری کی آلائش سے بچا نہیں سکتی، جانب داری کے خوف سے ہیرے کو ہیرا نہ کہنا بھی جرم ہے، ان کے فرائض منصبی کیا تھے؟ کیا وہ اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں غفلت کے شکار ہوئے؟ ان کی حیات کا ایک سرسری جائزہ آپ کی سوچ کا قبلہ بدل دے گا، جن کا مشغلہ اجالا باٹنا ہوتا ہے چیختے اندھرے ہر وقت ان سے حراساں رہتے ہیں اور وقت آنے پر وہ اندھریوں کے جسم سے روح نکالیتے ہیں۔ مولانا حامدی صاحب نے اپنے فن سے سینوں کو بھی منور کیا ہے اور سفینوں کو بھی۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جو زندگی بھر اجالا باٹتا رہا آج ان کی قبر پر کوئی دیا جلانے والا بھی نہیں ہے بلکہ زمانے کے ظالم ہاتھوں نے ان کی قبر کے نشانات بھی مٹا ڈالے ہیں، ان کے خوان علم کے فیض بقیہ ص ۲۴ رپر

از: مولانا محمد ارشد سبحانی *

علامہ فیض احمد اویسی! حیات وخدمات

اسلاف واخلاف

مفسر اعظم پاکستان، سلطانُ المشائخ فیض ملّت حضرت علامہ الحاج الشاہ ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری محدث بہاولپوری قدس سرہ العزیز (درگاہِ معلیٰ خانقاہ اویسیہ رضویہ قادریہ بہاولپور شریف پنجاب) دورحاضرہ کے پاک وہند کے جیّد ومقر اوراکابر علمائے ربانیین اوراولیائے کاملین رحمہم اللہ المبین کی صف اوّل میں شمار ہوتے ہیں، حضور مفسر اعظم پاکستان امام اہل سنّت مجدد اعظم شاہ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد دُنیائے اسلام کے سب سے بڑے مصنّف اعظم ہیں، جنہوں نے مختلف علوم وفنون، مختلف موضوعات پر اور مختلف زبانوں میں پانچ ہزار کے لگ بھگ کتب ورسائل تصنیف فرمائے ہیں۔

مفسر قرآن، نیر ملّت حضرت علامہ الحاج الشاہ خواجہ پیر ابوالرضا محمد اللہ بخش نیر ثانی لاثانی چشتی مجددی رضوی قادری چراغ ہوتوی قدس سرہ العزیز (بانی انجمن سپاہِ مصطفیٰ) فرماتے ہیں کہ یہ ان (حضور مفسر اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہ) کی انمٹ کرامت ہے کہ اب تک چار ہزار سے زائد (پانچ ہزار کے لگ بھگ) کتب لکھ چکے ہیں، حضور مفسر اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقط عالم شریعت ہی نہیں بلکہ عارفِ حقیقت اور آشنائے طریقت و تصوّف بھی تھے، جب وہ عارفانہ وصوفیانہ گفتگو فرماتے تھے تو سامعین کے دل و دماغ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، آپ نے طریقت وتصوّف کی دُنیا میں بھی انقلابی کارہائے نمایاں سرانجام دی ہیں۔

آئیے لے چلتے ہیں آپ کو گلستان تصانیف اویسی میں اور آپ کو سیر کراتے ہیں کہ صوفی باصفا حضور مفسر اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت اور تصوّف کے میدان میں کون کون سے ہیرے اور جواہر بکھیرے ہیں، تفسیر روحُ البیان کا اُردو ترجمہ فیوض الرحمٰن (جو کہ 30 جلدوں پر مشتمل ہے) میں عالمانہ تفسیر کے ساتھ ساتھ آپ نے عارفانہ اور صوفیانہ تفسیر بھی فرمائی ہے، جس سے اہل طریقت واہل معرفت اور اہل تصوّف حضرات بھی مستفیض و مستفید ہو رہے ہیں، تصوّف کی مشہور ومعروف کتاب مثنوی شریف کی شرح بنام ''صدائے نووی شرح مثنوی معنوی'' ضخیم 25 جلدوں میں لکھی ہے، حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ کی معروف شہرہ آفاق تصنیف لطیف احیاء العلوم کا ضخیم 4 جلدوں میں ''انطاق المفہوم'' کے نام سے ترجمہ فرمایا ہے، حضرت سیّدنا امام غزالی علیہ الرحمہ کی آخری تصنیف شریف منہاج العابدین کا اُردو میں ترجمہ فرمایا ہے۔

ان کے علاوہ نفحات الانس کا اردو ترجمہ روض الریاحین فی حکایات الصالحین (اردو ترجمہ) ہدایت المریدین، نافع السالکین، مفاتح الاعجاز شرح گلشن زار، شرح صراط العارفین، مناقب سلسلہ سہروردیہ گنج تصوّف، قرآن پاک کا تصور نبوت وولایت، کشف القلوب، کتاب طریقت، عین الیقین، عیون البصائر، غذائے روح، فوائد السالکین، سلوک العارفین، شفاء العلیل، سراج السالکین، سبیل الوصول، رفو الخرقہ بشرف الخرقہ، توشہ آخرت، بدرُ الہدایۃ، ترجمہ تنبیہ المغترین، بیان العارفین، بہجت المرضیہ، وظائف و تعویذات، معرفت الٰہی کے چند اسباق، فضیلت سلسلہ قادریہ، سلسلہ اویسیہ بہ نسبت قادریہ، سلاسل اربعہ اور امام احمد رضا، سلسلہ چشتیہ فریدیہ، سلسلہ نقشبدیہ کے چند اسباق، سلسلہ اویسیہ، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ، دیوان العاشقین، خزینہ عملیات، حقوق پیرو مرشِد، ختم خواجگان، حقیقت محمدیہ ﷺ، رسالہ تصوّف، تزکیہ نفس، تصوّف کیا ہے؟، تصور مرشِد، اوتاد کی تحقیق، اوتاد کون؟، اصلی اور نقلی پیر

میں فرق، شرح چہل کاف، دوستی کے آداب، دل کی چالیس بیماریاں، سلسلہ اویسیہ کے اوراد و وظائف، سیان اللسان عن غیبۃ الاخوان، فنا و بقا، کسب الکمال فی برکات رزق الحلال، مرشد و مرید، افضل الودود فی مسئلۃ الواحدۃ الوجود، ابواب الجنان مفتوحۃ علی قلوب اولیاء الرحمٰن، آدابِ شیخ، اسباق لطائف اشرفیہ، انوار الکبریا فی برکات اذکار الاولیاء، الاخلاف وعلی الاقدام الاسلاف، الالہام، اہل بیت کے علمی کارنامے، اذکار و اشغال، انوار المصطفیٰ ﷺ فی کرامات اولیاء، الفقر اعلی باب الامراء، الاصطلاحات والعملیات، الستی شراب، اولیائی تحت قبائی، اخبار الاخبار فی حکم السماع بالمزمار، انتباہ المریدین مع شرح، آئینہ حال حقی، طریقہ نقشبندیہ، الانسان اشرف الاکوان، انبیاء واولیاء کا راستہ ہی راہِ ہدایت ہے، پیروں فقیروں کی اولاد کی اصلاح، الکشف فی شرح احادیث، تصوّف اور اسلام، تصوّف کی شرعی حیثیت، تصوّف عین شریعت، تصوّف بدعت ہے یا سنّت؟ (دو حصوں پر مشتمل ہے) سلسلہ نقشبندیہ اور اشاعت اسلام، شجرہ قادریہ کی شرح، شجرہ اویسیہ قادریہ وغیرہ۔

یہاں مختصراً تصوّف وطریقت کے حوالہ سے حضور مفسر اعظم پاکستان قدس سرہ العزیز کی تصنیفی خدمات کا ذکر کیا ہے، مزید معلومات کے لئے آپ کی تصانیف وتالیف کی فہرست پر مشتمل کتاب ''علم کے موتی'' کا مطالعہ فرمائیں اور راقم آثم (فقیر ابو البرکات محمد ارشد سبحانی عفی عنہ) کی تصنیف فیوضاتِ حضور مفسر اعظم پاکستان (جو کہ ابھی غیر مطبوعہ ہے) میں بھی ''تصانیف حضور مفسر اعظم پاکستان کا ایک جہان آباد ہے۔

جامع الصّفات شخصیّت

فیض ملّت وفیض مُجسم قبلہ مُحدث بہاولپوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مجدد اعظم برحق، امام اہل سنّت حضرت الشاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب معلوم ہوتے ہیں، حضور مفسر اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جہاں علوم ظاہری کے چشمے اور دریا بہا کر اہل اسلام کو فیض یاب فرمایا ہے، وہاں آپ نے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روحانیت کو اجاگر فرمانے کے لئے طریقت وتصوّف اور معرفت کے فیضان کا وہ عظیم سمندر جاری فرمایا کہ جس سے ہزاروں، لاکھوں تشنگانِ علم طریقت وتصوّف اور طالبانِ معرفت نے آبِ معرفت سے اپنی پیاس بجھائی اور دل کی بے آب وگیاہ اور ویران وبنجر کھیتوں کو چشمہ فیض کے آبِ معرفت سے سیراب کر کے اب اوروں کی قلبی ویران کھیتیوں کا چشمہ فیض سے کنکشن جوڑ کر اس آبِ معرفت سے سرسبز وشاداب فرماتے نظر آرہے ہیں، عصر حاضر کے جلیل القدر عظیم المرتبت جیّد مقر اور اکابر کثیر التعداد مشائخ عظام وعلمائے کرام اور عظیم روحانی خانقاہوں اور درگاہوں کے متبع شریعت و سنّت نے آپ سے اکتساب فیوض وبرکات کیا۔

عالم اسلام کی عظیم روحانی ہستی شہزادہ غوث الوری حضرت علامہ الحاج الشیخ السیّد ابوالحسنین محمد انور شاہ الگیلانی الرزاقی القادری المعروف حضور قبلہ پیر بغدادی دامت برکاتہم القدسیہ) جن کے دنیا کے مختلف مما لک میں لاکھوں مریدین ومحبین اور عقیدت مندوں کا ایک وسیع ترین عظیم الشان سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور مختلف مما لک کے کافی تعداد میں مشائخ عظام وعلمائے کرام بالخصوص مفتی اعظم عراق حضرت علامہ مفتی عبدالکریم محمد المدرس نقشبندی القادری محدثِ بغدادی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ (جنہوں نے چالیس سال مسند قادریہ پر بیٹھ کر درس حدیث شریف دیا اور فتاویٰ نویسی کے عظیم فرائض سرانجام دیتے رہے اور عراق کے صدرِ مملکت صدر صدام حسین جوتے اتار کر ننگے پاؤں آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دیا کرتے تھے اور رئیس قبیلہ حاتم طائی حضرت الشیخ محمد اسماعیل طائی القادری البغدادی (عراق) حضرت محمد عبدالستار قادری مدظلہ العالی (برسیلز) حضرت شیخ ڈاکٹر محمد ظفر اللہ قادری (شکاگو) حضرت صاحبزادہ مفتی اختر علی قادری قبلہ (برطانیہ) فضیلۃ الشّیخ حضرت علامہ شیخ عمر سلیم الحسینی القادری البغدادی قبلہ مدظلہ العالی خطیب اعظم جامعہ مسجد حضرت سیّدنا امام اعظم ابُوحنیفہ رضی اللہ عنہ (بغداد شریف عراق) شیخ المشائخ حضرت سیّد صباح احمد ابراہیم الکاظمی الحُسینی القادری مدظلہ العالی (خطیب اعظم جامعہ مسجد حضرت سیّدنا امام ابُو یوسف الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسجادہ نشین حضرت سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاظمین

شریفین (عراق) شیخ المشائخ حضرت شیخ اطہر القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، نیر ملّت حضرت خواجہ ابُوالرضا محمد اللہ بخش نیر ثانی لاثانی چراغ ہوتوی قدس سرہ العزیز اور راقم آثم نے بھی اکتساب فیض کیا اور اجازت وخلافت کا شرف حاصل کیا) نے ایک خاص اور اہم یادگار ملاقات کے دوران حضور مفسر اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ خیر فرماتے ہوئے راقم آثم کو یہ بتا کر تعجب وحیرت کے سمندر میں ڈال دیا کہ مجھے بھی مدینہ طیبہ میں حاضری کے دوران حضور مفسر اعظم پاکستان قبلہ اویسی بہاولپوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ سے اکتسابِ فیض نصیب ہوا۔

خلفائے کرام

حضور مفسر اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے 1370 ہجری تا وصال با کمال 1431 سن ہجری، تقریباً اکسٹھ برس تک تدریسی زندگی میں تلاوت قرآن پاک، ذکر وفکر، اوراد ووظائف، تقریری وتحریری ودیگر مصروفیات کے باوجود بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں علما وفضلا، حفّاظ وفقہا، مُعلّمین، مدرسین، محققین، مفتیان دین شرع متین، مناظرین، مفسرین اور محدثین کرام پیدا کی، جو دنیا بھر کے مختلف کونوں میں بدعقیدگی اور جہالت کے اندھیروں کو مٹاتے ہوئے علمی وروحانی ضیا پاشیاں کر رہے ہیں۔

حضور مفسر اعظم پاکستان قدس سرہٗ العزیز نے اس دوران جہاں مختلف علوم وفنون پر تدریسی وقلمی کام کیا اور تصوّف وطریقت کے حوالے سے بھی تصنیفی وتالیفی خدمات سرانجام دی ہیں، وہاں ساتھ ساتھ مریدین ومحبین اور متعلقین ومعتقدین علمائے کرام وغیرہ کی ظاہری تربیت کے ساتھ ساتھ باطنی وروحانی تربیت کے سلسلہ میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی اور پھر ان کی ظاہری وباطنی اہلیت وصلاحیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے باقاعدہ طریقہ عالیہ قادریہ رضویہ اویسیہ میں اجازت وخلافت سے بھی سرفراز وسربلند فرمایا اور خلفائے کرام کو اشاعت دین حق ومسلک اعلی حضرت اور تصوّف وطریقت کی خدمت اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ اویسیہ کے فروغ کے لئے اکابر اسلاف کے مشن پر گامزن فرمادیا۔

مفسر اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے 15 رمضان المبارک 1431 ہجری بمطابق 26 اگست 2010 عیسوی (11 بھادوں 2067 بکرمی) بعد نماز فجر تقریباً سوا چھ بجے بروز جمعرات شریف کو جام وصال نوش فرمایا، انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔

□□□

ص ۶۴ رکا بقیہ..........

اسلام کے بیڑے کو سہارا دینا
ٹوٹی ہوئی آس نے لگائی ہے لَو

برسائے وہ آزادہ روی نے جھالے
ہر راہ میں بہہ رہے ہیں ندی نالے
اسلام کے بیڑے کو سہارا دینا
اے ڈوبتوں کے پار لگانے والے

سن احقر افراد زمن کی فریاد
سن بندۂ پابند محن کی فریاد
یارب تجھے واسطہ خدا وندی کا
رہ جائے نہ بے اثر حسنؔ کی فریاد

استاذِ زمن علامہ حسنؔ بریلوی علیہ الرحمہ کی ذوقِ نعت کا یہ مختصر سا جائزہ مجھ جیسے تہی دامن نے ایک طائرانہ نظر ڈالنے کے بعد تحریر کیا ہے، ضرورت ہے ان کے نادر ونایاب کلام عشق ومحبت سے اصل جواہرات کو منظر عام پر لانے کی جس پر ابھی تک خاطر خواہ کام نہیں ہو پایا ہے۔ میں نے سنا ہے اور پڑھا بھی ہے کہ استاذِ زمن نے اپنے برادرِ معظم یعنی مجدد اعظم کی بہت سے ذمہ داریاں اپنے سر لے کر مجدد دین وملت کو دینی کام کے لئے مصروف رکھا تھا یہ ایسا احسانِ عظیم ہے، پوری جماعت اہلسنت پر جس کا قرض ادا کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، ورنہ شاید آج سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کا علمی ذخیرہ اس شان وشوکت کے ساتھ ہمارے سامنے نہ ہوتا۔ ؎

ابر رحمت تیری مرقد پر گہرباری کرے
حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

□□□

از: ڈاکٹر معین احمد خان قادری بریلوی*

ذوقِ نعت! ایک تجزیاتی مطالعہ

ادبیات

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن وسیع ساری کائنات پر اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ اسکی بیکراں وسعتوں کا قیاس عقل انسانی کے بس میں نہیں اس کا حق ادا کرنا یا اس کا احاطہ کرنا ارباب عقل فہم سے ماورا ہے دنیا کی تمام زبانوں میں نہیں، بلکہ تمام بولیوں میں بھی نعت رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذخیرے موجود ہیں، ساری دنیا میں مسلمان اور شمع رسالت کے پروانے موجود ہیں، نعت مسلمانوں کے لیے سرمایہ آخرت ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ غیر مسلم بھی اس محفل میں شرکت کو اپنے لئے اپنے طور پر باعث سعادت سمجھتے ہیں، کرۂ ارض پر جہاں بھی ذی روح موجود ہے، وہاں پر ذکر پاک رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی موجود ہے، ہندوستانی یا ہندوی زبانوں کی بات ہی الگ ہے، دنیا کی تمام زبانیں اور بولیاں بھی حب نبی کی گواہ ہیں۔

استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں قادری حسنؔ بریلوی علیہ الرحمہ کے دور میں نعتیہ شاعری کا معیار کم وبیش وہی تھا جو انیسویں صدی کے نصف آخر میں نظر آتا ہے، اس دور میں نعتیہ شاعری واضح طور پر دو خیموں میں تقسیم تھی، نعت گو شعراء کا ایک حلقہ شبلی، محسنؔ، نظم طباطبائی کے زیر اثر تھا تو دوسرا طبقہ شعرائے نعت گو امیرؔ مینائی اور داغؔ دہلوی کے زیر اثر تھا۔

اوّل الذکر شعراء کے یہاں مسائلِ حاضرہ بھی نعت کے دامن میں جگہ پاتے تھے جبکہ آخر الذکر شعراء کے یہاں نعت میں تغزل کا فنی اور لسانی رنگ زیادہ نظر آتا ہے اور نعت کا روایتی اسلوب بھی خاصہ نمایاں ہے گویا گردش ایام پیچھے کی طرف لوٹ رہی تھی اسکا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے زخم اب اتنے تازہ نہیں رہے تھے۔ لیکن الاول الذکر شعراء نے اس کسک کو اپنی نعت گوئی میں قائم رکھا جو، زوال امت مسلمہ سے دلوں میں پیدا ہوگئی تھی۔

اس پسِ منظر میں شہر بریلی کے دو عظیم نعت گو شعراء کی آوازیں ایک تیسری اور منفرد آواز کے طور پر شامل ہوتی ہیں، کہ جس میں عشق رسول کی ایک ایسی دنیا اور اسکی کچھ ایسی نئی سمتیں شامل ہوتی ہیں جو اس سے پہلے اردو نعتیہ شاعری کا مقدر نہ بن سکی تھیں، اس مضمون میں ہم یہاں استاذ زمن علامہ حسنؔ علیہ الرحمہ کے مجموعہ نعت ''ذوق نعت'' کا ایک مختصر تجزیاتی مطالعہ پیش کرنے کی کوشش کریں گے جو کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے بر صغیر میں ایک صدی گزر جانے کے بعد بھی یکساں مقبول ہے۔

علامہ حسنؔ علیہ الرحمہ کا مزاج بچپن ہی سے شاعری کی طرف تھا ان کے طبعی میلان کا یہ ایک بڑا ثبوت ہے کہ انتہائی مذہبی گھرانے کے مذہبی فرد ہونے کے باوجود وہ فصیح الملک مرزا داغؔ دہلوی کے پاس رامپور گئے اور اپنے رامپور کے قیام کے دوران اپنے پھوپا جناب فضل حسن خاں صاحب کے گھر مقیم ہوئے، داغؔ دہلوی کے قیام رامپور کے زمانے میں مشہور نعت گو صوفی شاعر امیرؔ مینائی بھی داغؔ کے ہمراہ تھے، داغ اپنے اس شاگرد عظیم پر بیحد مہربان تھے اور ''پیارے شاگرد'' کہہ کر مخاطب ہوا کرتے تھے، علامہ حسنؔ نے مرثیہ داغ میں خود لکھا ہے۔

پیارے شاگرد تھا لقب اپنا
کس سے اس پیار کا مزا کہئے

داغؔ دہلوی اور ان کے متبعین نے فصیح البیانی کو شاعری کی خاص صنف سمجھا ان کی شاعری میں غیر مانوس الفاظ اور مشکل لغات نہیں ملتی ہیں ان کی شاعری میں کشادگی، تیز بیانی وخوش گوئی ملتی ہے ان کے الفاظ، تراکیب لغات وروزمرّہ محاورات جان فصاحت ہیں۔

* مضمون نگار ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ بریلی شریف سے منسلک ہیں۔

استاذ زمن علامہ حسن علیہ الرحمہ نے اپنے نعتیہ کلام میں داغ سے اصلاح نہیں لی، بلکہ ان کے برادر معظم یعنی مجدد اعظم نے کبھی کبھار ان کے کلام کو بہ نظر اصلاح دیکھا اور وہ ان کے نعتوں کے مداح تھے، سرکار اعلیٰ حضرت نے اپنی ملفوظات میں صرف دو نعت گویانِ اردو یعنی کفایت اللہ خاں کافی مرآدابادی و حسن رضا خان حسن بریلوی کی تعریف کی ہے انہوں نے فرمایا کہ نعت نبی لکھنا تلوار پر چلنا ہے اگر مدح میں غلو کیا تو گمراہ ہوا اور اگر کمی کی تو بھی گمراہ ہوا۔

استاذ زمن علامہ حسن بریلوی ایک بڑے عالم دین تو تھے ہی ایک انتہائی متقی پرہیز گار انسان تھے انہوں نے شاعری کو وسیلہ رزق نہیں بنایا تھا اور نہ ہی ذریعۂ شہرت، وہ انتہائی خوددار اور تہذیبِ نفس سے مالا مال تھے، ان سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک سچے عاشقِ رسول تھے ان کے سینے میں ایک گداز قلب تھا، ان کے صاحبزادے مولانا حسنین رضا خان سے منقول ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک سے انکی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد اور اپنی وفات سے چند ماہ قبل جس دور میں انہوں نے ذوقِ نعت مرتب کی انکی حالت غیر سی رہی جس کا اظہار کلام میں بار بار ہوا ہے اور یہ حالت عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھی جس میں فنائیت پیدا ہو گئی تھی یہ وہ قلبی کیفیت تھی جس کے اظہار کیلئے شاعری سب سے موزوں تھی یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتوں میں زبردست برجستگی و آمد ہے کہیں بھی آورد کا دور دور تک نام ونشان نہیں، ان کے اشعار کو پڑھنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ شاعر نے شعر نہیں لکھا بلکہ شعر نے خود شاعر سے لکھوایا ہے اور پھر ان کی نعتوں میں ان کے جذبات غزل کی زبان اور غزل کی نازک خیالی کے سہارے اس قدر اثر انگیز ہو گئے کہ وہ اردو نعتیہ شاعری میں اپنا جواب نہیں رکھتے، اس روشِ نعت گوئی سے وہ متقدمین شعرا سے بھی ممتاز ہو گئے کہ وہ اپنی نعتیہ شاعری میں اپنے جذبات، اپنے تجربات اور اپنے مشاہدات کو اس سادگی، خلوص وللّٰہیت اور زبردست بانکپن سے نظم کرتے ہیں کہ وہ مایہ ناز محققین و ناقدین کی نظر میں محض نعت کے ہی نہیں بلکہ روح نعت کے شاعر بن گئے۔

استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی کی نعتیں پڑھنے کے بعد ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ نعت رسول مقبول میں غزل کی مخصوص زبان یا طریقہ اظہار استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بہت سے صاحب الرائے یا اربابِ قلم یہ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ غزل کی زبان میں نعت لکھنا بے ادبی ہے، مگر نعت بھی شاعری کا جز بننے کے بعد سرمایہ ادب ہے، لہٰذا ادب کو ادبی تنقید کی روشنی میں دیکھنا وسمجھنا ہوگا، غزل کی بنیادی خصوصیات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نعت لکھی جائے یا بالفاظ دیگر شریعت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدنظر رکھتے ہوئے شاعری کی جائے جس میں غزل کی خوبیاں وخصوصیات شامل ہوں، تصنع وبناوٹ کا نام ونشان نہ ہو، قلبی کیفیات کا برجستہ اظہار ہو تو ایسی شاعری پر تشددانہ تنقید نا سمجھی نہیں تو اور پھر کیا ہے؟

اردو شاعری میں محبوب کی آمد کو مسیحا کی آمد سے تعبیر کیا گیا ہے اگر اردو شاعری کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے اردو شاعری کی ابتدا سے لیکر موجودہ زمانے تک مختلف شعرا نے محبوب کی جدائی میں اپنے آپ کو بیمار اور اپنے محبوب کی آمد کو مسیحا کی آمد سے تعبیر کر کے بڑے بڑے مضمون اپنے ایک ایک شعر میں سمودئے ہیں اور اس طرح ادبی حلقوں ومداحوں میں داد وتحسین وصول کی ہے مگر اس مضمون کو ذرا استادِ زمن علامہ حسن بریلوی کے یہاں بھی دیکھتے ہیں ؎

کون کہتا ہے کہ آپ آئیں مسیحا بن کر
کیا مریضوں کی عیادت بھی بری ہوتی ہے

یہ وہ ایک انوکھا انداز بیاں ہے جو علامہ حسن بریلوی کو استاد زمن کا لقب دینے والوں کے دل میں یہ احساس کراتا ہے کہ ع

حق تو یہ ہے کہ حق، ادا نہ ہوا

استاذ زمن علیہ الرحمہ انہیں مجدد ملت رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے اور ان کے خاص پروردہ بھی تھے کہ جنہوں نے کبھی بھی اردو ادب کی صنف غزل پر توجہ تو نہ دی مگر اردو کے اس عظیم غزل گو شاعر جس کا اردو ادب پر غلبہ مشہور ہے یعنی مرزا اسد اللہ خان غالب

کی زمین میں اپنے حقیقی محبوب کے تعلق سے شعر عرض کیا تو غالب کا تخیل بھی اس تخیل کے آگے بونا نظر آنے لگا غالب نے کہا تھا۔ ؎

درد منت کش دوانہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

یعنی غالب کو ان کے محبوب کا دیا ہوا غم کسی دوا سے ٹھیک نہ ہوا تو اس پر غالب خوش ہیں کہ میرا درد، دوا کا احسان مند نہ ہوا لیکن ملاحظہ کریں مجدد دین وملت کا شعر اور تخیل ؎

جان ہے عشق مصطفٰے روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

یعنی ایک طرف دوا کھا کر اس کا احسان مند نہ ہونا ہے تو دوسری جانب نازِ دوا ہی نہ اٹھانا، غالب کا منت کش دوا'' اور ادھر ناز دوا'' اسے کہتے ہیں حقیقی عشق ومجازی عشق کا فرق وزبان وبیان کی قادرالکلامی۔

علامہ حسن بریلوی کے مجموعہ ''ذوق نعت'' میں حمد، نعت، مسدّس، سلام، منقبت، قصیدہ، مثنوی، شہادت نامہ، رباعی اور قطعات سب کچھ موجود ہیں، ان کا ضخیم دیوان ہر صنف سخن کی طبع آزمائی اور نت نئی عظمتوں سے معمور نظر آتا ہے، ان کے بعض قابل قدر جدید ہیئتی تجربوں اور فنی پیکروں نے دنیائے نعت کو زبان و ادب کے ایک دورِ زریں سے روشناس کرایا ہے، چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے بعد حسن بریلوی ہی وہ واحد شاعر ہیں جنہوں نے کئی اعتبار سے نعتیہ شعر وادب میں وسیع امکانات پیدا کئے اور معنی خیز مضمون آفرینی اور فکری بلندیوں وتابانیوں سے مجلّٰی کر کے اپنی آواز کو ممتاز بنایا اور مستقبل کے لئے آنے والی نسلوں کے اصحاب فکر وفن لئے مشعلِ راہ کا کام کیا اور کر رہی ہے اور ان شاء اللہ العزیز تا قیامت کرتی رہے گی۔

نگاہِ لطف کے امید وار ہم بھی ہیں
لئے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا
تیرے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں
حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انہیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

دل میں ہو یاد تیری گوشہ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو
آستانے پہ تیرے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جان جہاں تو بھی تماشائی ہو

اگر قسمت سے میں ان کی گلی میں خاک ہو جاتا
غم کونین کا سارا بکھیڑا پاک ہو جاتا

اور چھوٹی بحر میں یہ اشعار ملاحظہ کریں

واہ کیا مرتبہ ہوا تیرا
تو خدا کا خدا ہوا تیرا
اے چمن بھیک ہے تبسم کی
غنچہ غنچہ کھلا ہوا تیرا

ایسا تجھے خالق نے طرح دار بنایا
یوسف کو ترا طالبِ دیدار بنایا
طلعت سے زمانے کو پر انوار بنایا
نگہت سے گلی کو چوں کو گلزار بنایا
کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
اللہ کی رحمت ہے کہ ایسے کی یہ قسمت
عاصی کا تمہیں حامی و غمخوار بنایا
عالم کے سلاطین بھکاری ہیں بھکاری
سرکار بنایا تمہیں سرکار بنایا
للہ کرم میرے بھی ویرانۂ دل پر
صحرا کو ترے حسن نے گلزار بنایا
ان کے لبِ رنگیں کی نچھاور تھی کہ جس نے
پتھر میں حسن لعل پُر انوار بنایا

ادبیات

اور ذرا اک نظر تخیل حسنؔ کے اس انداز پر بھی ڈالئے، نازک خیالی، معنی آفرینی وشیریں بیانی کی تلاش کرنے والے اردو ادب کے ناقدین جو حکیم مومن خاں مومنؔ ومیر تقی میرؔ کی شاعری پر اپنا تن من دھن قربان کرنے کو تیار نظر آتے ہیں مگر تعجب ہے کہ یہاں آ کر ان کی نظروں پر کون سی عینک لگ جاتی ہے کہ کچھ نظر نہیں آتا۔ ؎

آسماں گر ترے تلووں کا نظارا کرتا
روز اک چاند تصدّق میں اتارا کرتا

طوافِ روضہ ہی پہ چکرائے تھے کچھ ناواقف
میں تو آپے میں نہ تھا اور جو سجدہ کرتا

چھپ گیا چاند نہ آئی ترے دیدار کی تاب
اور اگر سامنے رہتا بھی تو سجدہ کرتا

شوق وآداب بہم گرم کشاکش رہتے
عشق گم کردہ تو ان عقل سے الجھا کرتا

آنکھ اٹھتی تو میں جھنجھلا کے پلک سی لیتا
دل بگڑتا تو میں گھبرا کے سنبھالا کرتا

صحبت داغِ جگر سے کبھی جی بہلاتا
الفتِ دست و گریباں کا تماشا کرتا

کبھی خود اپنے تحیر پہ میں حیراں رہتا
کبھی خود اپنے سمجھنے کو نہ سمجھا کرتا

اے حسنؔ قصدِ مدینہ نہیں رونا ہے یہی
اور میں آپ سے کس بات کا شکوہ کرتا

دل کے آئینہ میں جو تصویر جاناں لے چلا
محفل جنت کی آرائش کا ساماں لے چلا

گل نہ ہو جائے چراغ زینت گلشن کہیں
اپنے سر میں مَیں ہوائے دشت جاناں لے چلا

دبدبا کس سے بیاں ہو ان کے نام پاک کا
شیر کے منہ سے سلامت جاں مسلماں لے چلا

دستگیر خستہ حالاں دستگیری کیجئے
پاؤں میں رعشہ ہے سر پر بارِ عصیاں لے چلا

شافعِ روز قیامت کا ہوں ادنیٰ امتی
پھر حسنؔ کیا غم اگر میں بارِ عصیاں لے چلا

درج بالا اشعار میں روزمرہ کے الفاظ ومحاورات کا استعمال جس معنی آفرینی ودل نشینی کے ساتھ کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے مثلاً لفظ ''دبدبہ یا دبدبا'' یا پھر ''شیر کے منہ سے سلامت جاں'' وغیرہ، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ الفاظ کا برمحل استعمال کہ زبان پر اجنبیت کا قطعاً گمان تک نہیں ہوتا، یہ استاذِ زمن کی شان ہے حالانکہ الفاظ ادبی اعتبار سے ''اجنبی'' یا عام گھریلو بول چال کے ہیں مگر استاد زمن کے کلام میں یہ الفاظ اردوئے معلّٰی کے بنگر جگمگا رہے ہیں۔

استاذ زمن علیہ الرحمہ اپنے برادرِ معظم امام رضا بریلوی علیہ الرحمہ کی طرح عربی فارسی ہندی وار دو وغیرہ زبانوں کے ماہر تو تھے ہی بلکہ شمالی ہندوستان کی مختلف بولیوں ولہجوں پر بھی ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اَوَدھی اور برج بھاشا سے بھی ان کی واقفیت محض رسمی نہ تھی، انہوں نے ہی کیا بلکہ مجدد دین وملت نے بھی اپنے ماہرِ لسانیات ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں برادران عالی مرتبت ایک ماہر لسانیات کی طرح زبانوں کے ماہر تھے، ہریانوی جسے ہم عرفِ عام میں ''کھڑی بولی'' کہتے ہیں، اس پر بھی دستگاہ رکھتے تھے، تمام مقامی بولیوں (Dialect) کا اردو کے ساتھ رشتہ ماہرانہ قدرت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

استاذ زمن علّامہ حسنؔ بریلوی نے اپنی نعتوں میں جس طرح عربی، فارسی، ہندی، اودھی، برجی اور ہریانوی اور اس کے ساتھ ساتھ ''روہیلکھنڈی لفظوں'' کے ساتھ زبان وبیان کو ہم آہنگ کیا ہے اور ان سب کے اتصال سے ایک نئے لہجے کو جو جنم دیا ہے وہ یقیناً ان کا ہی کمال ہے اور ان پر ہی کیا خوب زیب دیتا ہے۔ ؎

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا
ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہوگا

خدا کا لطف ہوا ہوگا دستگیر ضرور
جو گرتے گرتے ترا نام لے لیا ہوگا

خدا کے واسطے جلد ان سے عرضِ حال کر دو
کسے خبر ہے کہ دم بھر میں ہائے کیا ہوگا

وہ پاک دل کہ نہیں جس کو اپنا اندیشہ
ہجوم فکر و تردّد میں گھر گیا ہوگا
عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا
خدائی بھرا نہیں ہاتھوں کو دیکھتی ہوگی
زمانہ بھرا نہیں قدموں پہ لوٹتا ہوگا
میں ان کے در کا بھکاری ہوں فضل مولیٰ سے
حسنؔ فقیر کا جنت میں بسترا ہوگا

اور منقبت حضور غوث پاک کے یہ اشعار دیکھیں ؂

پڑے مجھ پر نہ کچھ افتاد یا غوث
مدد پر ہو تری امداد یا غوث
نہ بھولوں بھول کر بھی یاد تیری
نہ یاد آئے کسی کی یاد یا غوث
مریدی لاتخف فرماتے آؤ
بلاؤں میں ہے یہ ناشاد یا غوث
رہوں آزاد قید عشق کب تک ؟
کرو اس قید سے آزاد یاغوث
کروگے کب تک اچھا مجھ برُے کو
مرے حق میں ہے کیا ارشاد یا غوث
حسنؔ منگنا ہے دیدے بھیک داتا
رہے یہ راج پاٹ آباد یا غوث

عید میلاد النبی ﷺ کے اشعار بھی دیدنی ہیں، مثلاً ؂

کیا مژدۂ جان بخش سنائے گا قلم آج
کاغذ پہ جو سو ناز سے رکھتا ہے قدم آج
کس گل کی ہے آمد کہ خزاں دیدہ چمن میں
آتا ہے نظر نقشۂ گلزارِ ارم آج
نذرانہ میں سر دینے کو حاضر ہے زمانہ
اس بزم میں کس شاہ کے آتے ہیں قدم آج
بادل سے جو رحمت کے سرِ شام گھرے ہیں
برسے گا مگر صبح کو بارانِ کرم آج
تسلیم میں سر وجد میں دل منتظر آنکھیں
کس پھول کے مشتاق ہیں مرغانِ حرم آج
تعظیم کو اٹھے ہیں ملک تم بھی کھڑے ہو
پیدا ہوئے سلطان عرب شاہ عجم آج
کل نارِ جہنم سے حسنؔ امن واماں ہو
اس مالک فردوس پہ صدقے ہوں جو ہم آج

ردیف دال مہملہ کے یہ اشعار ؂

رنگ چمن پسند نہ پھولوں کی بو پسند
صحرائے طیبہ ہے دل بلبل کو تو پسند
اپنا عزیز وہ ہے جسے تو عزیز ہے
ہم کو ہے وہ پسند جسے آئے تو پسند
قُل کہہ کے اپنی بات بھی لب سے تیرے سنی
اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند
طیبہ میں سر جھکاتے ہیں خاکِ نیاز پر
کونین کے بڑے سے بڑے آبرو پسند
ہے خواہش و صال درِ یار اے حسنؔ
آئے نہ کیوں اثر کو مری آرزو پسند

سیر گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر
سرگزشت غم کہوں کس سے ترے ہوتے ہوئے
کس کے در پر جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر
مَر کے جیتے ہیں جوان کے در پہ جاتے ہیں
حسنؔ جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں طیبہ چھوڑ کر

تیرہ دل کو جلوۂ ماہِ عرب درکار ہے
چودھویں کے چاند تیری چاندنی اچھی نہیں
اس گلی سے دور رہ کر کیا مریں ہم کیا جئیں
آہ ایسی موت ایسی زندگی اچھی نہیں
سایہ دیوار جاناں میں ہو بستر خاک پر
آرزوئے تاج وتخت خسروی اچھی نہیں

ادبیات

ذرہ طیبہ کی طلعت کے مقابل اے قمر
گھٹتی بڑھتی چار دن کی چاندنی اچھی نہیں

روسیہ ہوں منھ اجالا کردے اے طیبہ کے چاند
اس اندھیرے پاکھ کی یہ تیرگی اچھی نہیں

ان کے در پر موت آجائے تو جی جاؤں حسن
ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

آج جو عیب کسی پر نہیں کھلنے دیتے
کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

کیوں اپنی گلی میں وہ روادارِ صدا ہو
جو بھیک لئے راہِ گدا دیکھ رہا ہو

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

جب دینے کو بھیک آئے سرکوئے گدایاں
لب پہ یہ دعا تھی مرے منگتا کا بھلا ہو

دے ڈالئے اپنے لب جاں بخش کا صدقہ
اے چارۂ دل دردِ حسن کی بھی دوا ہو

ہم نے تقصیر کی عادت کرلی
آپ اپنے پہ قیامت کرلی

اس سے فردوس کی صورت پوچھو
جس نے طیبہ کی زیارت کرلی

اے حسن کام کا ،کچھ کام کیا
یا یوں ہی ختم پہ رخصت کرلی

وہ جگ داتا ہو تم سنسار باڑے کا سوالی ہے
دیا کرنا کہ اس منگتا نے بھی گدڑی بچھالی ہے

نکالا کب کسی کو بزمِ فیضِ عام سے تم نے
نکالی ہے تو آنے والے کی حسرت نکالی ہے

وہی والی، وہی آقا، وہی وارث، وہی مولیٰ
میں انکے صدقے جاؤں اور میرا کون والی ہے

ہمیشہ تم کرم کرتے ہو بگڑے حال والوں پر
گڑ گڑ کر میری حالت نے میری بگڑی بنالی ہے

کرے چارہ سازی زیارت کسی کی
بھرے زخم دل کے ملاحت کسی کی

نہ رہتی جو پردے میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

رہے دل کسی کی محبت میں، ہردم
رہے دل میں ہر دم ، محبت کسی کی

خدا سے دعا ہے کہ ہنگام رخصت
زبانِ حسن پر ہو مدحت کسی کی

تری وحشتوں سے اے دل مجھے کیوں نہ عار آئے
تو انہیں سے دور بھاگے جنہیں تجھ پہ پیار آئے

جو چمن بنائے بن کو، جو جناں کرے چمن کو
مرے باغ میں الٰہی کبھی وہ بہار آئے

ترے صدقے جائے شاہا یہ ترا ذلیل منگتا
ترے در پہ بھیک لینے سبھی شہریار آئے

حسن ان کا نام لے کر تو پکار، دیکھ غم میں
کہ یہ نہیں جو غافل پسِ انتظار آئے

اخیر میں چند رباعیاں ملاحظہ کریں جو انتہائی فلسفیانہ خیالات کی آمیزش رکھتی ہیں۔ ؎

کب تک یہ مصیبتیں اٹھائے اسلام
کب تک رہے ضَعف جاں گذائے اسلام
پھر ازسر نو اس کو توانا کردے
اے حامی اسلام خدائے اسلام

ہے شام قریب چھپی جاتی ہے ضو
منزل ہے بعید تھک گیا ہے رہرو

بقیہ ص ۵۸ ر پر

تیسری قسط

از: مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی *

ماہنامہ الرضا بریلی شریف! تعارف و اشاریہ

اشاریہ

اب ہم یہاں ماہنامہ الرضا کے مشمولات کا اشاریہ بقید سن، ماہ، جلد، نمبر اور صفحات پیش کر رہے ہیں تاکہ قارئین اگر ماہنامہ الرضا تک رسائی حاصل نہ کر سکیں تو کم از کم مشمولات سے رسالہ کی اہمیت و حیثیت کا اندازہ لگا لیں، ملاحظہ فرمائیں:

جلد(۱) نمبر۱ر محرم الحرام ۱۳۳۸ھ، سرورق و فہرست مضامین کے بعد:

مستزاد! امام اہل سنت کا تازہ لکھا ہوا حمدیہ کلام "وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا" ص۔ ۲

ابوالبشر سیدنا آدم و فخر بنی آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے عنوان سے مدیر رسالہ علامہ حسنین رضا خاں کا تحریر کردہ مضمون، ص۲ر تا۵۔

مدیر رسالہ کا لکھا مضمون بعنوان قیامت صغریٰ، جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل خانہ اور جانثاران اہل بیت اطہار کی قربانیوں اور شہادتوں کے قیامت آمیز واقعات پر مشتمل ہے۔ص ۵ تا۲۲۔

مولانا حکیم عبدالرحیم مذاق جبل پوری کی تصنیف کردہ نظم بحوالہ کربلا، جس کا مطلع یہ ہے ؎

یہ دشت کرب و بلا اور مرے رسول کے پھول
پڑے ہیں خاک پہ بکھرے ہوئے بتول کے پھول

[ص ۲۲]

تعزیہ رکھنے کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ شریف سے منقول امام اہل سنت کا فتویٰ مبارکہ۔ص ۲۴، ۲۳۔

اتحاد و اتفاق کی اہمیت و افادیت کے حوالے سے خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلما علامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ کا لکھا مختصر مگر جامع مضمون۔ص ۲۴۔

رسالہ کے آخر میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے مبارک ملفوظات جنہیں حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں نے مرتب فرمایا، اس کا پہلا حصہ آٹھ صفحات پر مشتمل مطبع اہل سنت کا مطبوعہ، شامل کیا گیا ہے، مزید اس کی قسطیں اگلے شماروں میں شامل ہیں، شمارے کے آخری صفحہ پر الرضا کی دلی تمنا کے عنوان سے مدیر رسالہ نے رسالہ کا بنیادی مقصد اور اس کی ترتیب وغیرہ کو بیان کیا ہے۔

جلد(۱) نمبر۲ر صفر المظفر ۱۳۳۸ھ ص ۲ر ماہنامہ الرضا کی تاریخ طباعت اور مبارک بادی پر مشتمل مولانا محمد عبداللہ سرندپی کا لکھا ہوا، تاریخی منظوم عربی کلام بعنوان تاریخی "وَجَعَلَهُ رَبِّي رَضِيًّا ۱۳۳۸ھ" درج ہے، صفحہ ۳ر پر اس عربی منظوم کا اردو ترجمہ بھی موجود ہے جس کو مدیر رسالہ نے تحریر فرمایا ہے۔

فہرست مضامین کے بعد امام اہل سنت کی لکھی ہوئی غزلیہ نعت پاک زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے۔ص ۲۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی سوانح کا اجمالی خاکہ اور ان کے اہم واقعات سے ملتے جلتے نبی آخر الزماں ﷺ کے چند واقعات پر مشتمل مدیر رسالہ کا لکھا ہوا مضمون بعنوان "نبی اللہ جناب ادریس و رسول اللہ جناب محمد علیہما الصلاۃ والسلام" ص ۳ تا ۸۔

پھانس کی نصیحت کے عنوان سے ص ۸ر سے ۱۰ر تک مولانا عرفان علی بیسل پوری کا عمدہ و نصیحت آمیز مضمون درج ہے جس کے آخر میں آپ نے چند اشعار بھی تحریر فرمائے ہیں جن کا یہاں نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ؎

کوئی شدت جوع سے مر رہا ہے
کوئی رات بھر تاپ کر کاٹتا ہے

* مضمون نگار نوری دارالافتا، کاشی پور، اتراکھنڈ کے مفتی ہیں۔

کوئی سخت امراض میں مبتلا ہے
نہیں پاس کوڑی پڑا بے دوا ہے
ہیں بہتیرے وہ جن کا گھر ہے نہ در ہے
کچھ ان کی بھی حالت کی تجھ کو خبر ہے
مسلمان آپس میں بھائی اگر ہیں
تو کیوں سیکڑوں خوار ہیں در بدر ہیں
اگر ان کی حالت سے یوں بے خبر ہیں
خدا کی قسم ان سے بہتر حجر ہیں
خدا کے لیے اپنی حالت سنبھالو
غریبوں کو رنج و محن سے نکالو
خدا کو ہے عرفاںؔ گر منہ دکھانا
سخی بن کے دربار میں اس کے جانا
بخیلوں کا نار سقر ہے ٹھکانا
الٰہی بچانا الٰہی بچانا
ہے کنجوس دشمن سخی اس کا پیارا
سنا ہے نہیں تو نے ارشاد مولا

رسالہ کی رجسٹری نہ ہونے کے سبب رسالہ بغیر تاریخ چھپ رہا تھا جس پر کچھ قارئین نے شکایت کی، مدیر رسالہ نے اس کے جواب میں معذرت پیش کرتے ہوئے رسالہ سے متعلق درخواست گزاری کا ذکر کیا اور لکھا کہ بقید تعیین چھاپنے کے لیے مجسٹریٹ ضلع کی اجازت درکار ہوتی ہے جو فی الحال حاصل نہ ہوسکی ہے، اجازت ملنے پر اس کا التزام کیا جائے گا۔ (ص ۱۰)

نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے حوالے سے حضور مفتی اعظم ہند کی مدلل و مفصل تحریر بعنوان ''تصحیح یقین بر ختم نبیین'' دو قسطوں میں شائع ہوا، پہلی قسط اسی شمارے میں ص ۱۱ ر سے ۲۳ ر تک شائع ہوئی، دوسری اگلے شمارے میں۔

سیاروں کے اجتماع سے آفتاب میں سوراخ کا ہونا اور اس کے نتیجہ میں طوفان، بجلیاں سخت بارش وغیرہ کا ہونا، اس حوالے سے امریکہ کے منجم پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیش گوئی انگریزی اخبارات میں شائع ہوئی، اس سے متعلق ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری نے استفسار کیا تو جواب میں آپ نے اس بے اصل و بیہودہ پیش گوئی کی مکمل، مدلل و مفصل تردید فرمائی اور پروفیسر کی اس پیش گوئی کے دارومدار دلائل کا تانا بانا بکھیر کر رکھ دیا، یہ مضمون ص ۲۳ ر سے ۲۸ ر تک چھ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۹ ر صفر ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۴ ر نومبر ۱۹۱۹ء کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے بے حد معتقد مرید بہترین عالم دین، مجسٹریٹ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبان میں خوب مہارت رکھنے والے دینی و دنیاوی تعلیم یافتہ حضرت مولانا حشمت اللہ صاحب کا وصال ہوا، ص ۲۸ ر پر ان کا وصال نامہ درج ہے۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصے کی دوسری قسط، آٹھ صفحات، شمارے کے آخری صفحہ پر الرضا کی دلی تمنا کے عنوان سے مدیر رسالہ کی تحریر جس کا گزشتہ شمارے میں ذکر گزرا۔

جلد (۱) نمبر ۳ ر ربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل، پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور مولانا محمد عرفان علی بیسل پوری کا نعتیہ کلام جس کا مطلع یہ ہے ؎

پیدا ہوئے ہیں فخر رسل سید الوری، کر ذکر مصطفیٰ
نور خدا ہے جن کا لقب ہیں وہ مہ لقا، کر ذکر مصطفیٰ

ص ۲ ر سے ۴ ر تک امام اہل سنت کا رقم فرمودہ منظوم درودنامہ ؎

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

نجی اللہ حضرت نوح وحبیب اللہ حضرت محمد علیہما الصلاۃ و السلام کے عنوان سے مدیر رسالہ کا مضمون ص ۵ تا ص ۸ ر حضور مفتی اعظم ہند کے مضمون ''تصحیح یقین بر ختم نبیین'' کی دوسری اور آخری قسط ص ۹ ر سے ۱۲۔

پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی کے رد کا بچا ہوا حصہ، ص ۱۲ ر تا ۱۶ ر نبی آخر الزماں ﷺ کی ولادت طیبہ اور محفل میلاد کے حوالے سے ''عید میلاد'' کے عنوان سے مدیر رسالہ کا مضمون ص

۱۷ تا ص ۲۱۔ اسی حوالے سے ''محفل میلاد کا قرآن عظیم سے ثبوت'' کے عنوان پر دارالافتاء بریلی شریف کے مفتی محمد شفیع خان صاحب کا مضمون۔ ص ۲۱ تا ۲۴۔

پروفیسر البرٹ کی پیش گوئی ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کے حوالے سے تھی جس کی مکمل تردید امام اہل سنت نے فرمائی تھی اور ثابت کیا تھا کہ یہ سب اوہام باطلہ وہوسات عاطلہ ہیں، پروفیسر کی بتائی ہوئی تاریخ میں ایسا کچھ نہیں ہوگا، الحمدللہ امام اہل سنت کی تحقیق کی صداقت ظاہر ہوئی اور پروفیسر کی مقررہ تاریخ میں کوئی حادثہ پیش نہیں آیا، مدیر رسالہ نے یہ خبر ''حق کا بول بالا'' کی سرخی سے تحریر فرمایا۔ ص ۲۴۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی تیسری قسط۔ آٹھ صفحات پر مشتمل۔ رسالہ میں در آئیں اغلاط کی نشاندہی اور کتابت کی خرابی کا معقول عذر۔ شمارے کے آخری صفحہ پر الرضا کی دلی تمنا کے عنوان سے مدیر رسالہ کی تحریر۔

جلد (۱) نمبر ۴ر و ۵ر ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔ علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل، پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور خلیفہ اعلیٰ حضرت برہان ملت علامہ برہان الحق جبل پوری کی لکھی ہوئی نعت پاک جس کا مطلع یہ ہے ؎

تمہارا کرم ہے عنایت تمہاری
دو عالم میں بالا ہے امت تمہاری

سرکار غوثیت میں امام اہل سنت کی لکھی ہوئی منقبت شریف ص ۲ر و ۳ر جس کا مطلع یہ ہے ؎

ترا ذرہ مہ کامل ہے یا غوث
ترا قطرہ یم سائل ہے یا غوث

مولانا حکیم عبدالرحیم مذاق جبل پوری کا نعتیہ کلام، جس کا مطلع یہ ہے ؎

سر ان کے در پہ ہم اے دل جھکائے دیتے ہیں
ترے نصیب کی بگڑی بنائے دیتے ہیں

[ص ۳]

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے حوالے سے مدیر رسالہ کے پچھلے مضمون کی دوسری اور آخری قسط، ص ۴ر سے ص ۸ر تک۔ اعلیٰ حضرت کی اپنی بارگاہ سے وابستہ علما وخلفا سے متعلق اطلاع پر مشتمل وضاحتی وواجبی تحریر اور ساتھ ہی مدیر رسالہ کا اعلان اور چند مشہور خلفائے اعلیٰ حضرت کی بترتیب حروف ابجد مختصر فہرست۔ ص ۹ تا ۱۲۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات کے حوالے سے استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں بریلوی کا عمدہ مضمون بعنوان ''غزوہ''، ص ۱۲ تا ۱۶۔ مذہب اسلام کی حقانیت پر استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں بریلوی کی تصنیف کردہ کتاب ''دین حسن''، جو مطبع اہل سنت وجماعت بریلی'' سے شائع ہوئی۔ اسے قسط وار رسالہ میں شائع کیا گیا ہے، پہلی قسط میں آٹھ صفحات شامل ہیں۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اوّل کی چوتھی قسط آٹھ صفحات، جمادی الاولیٰ، ابتدائی صفحہ، فہرست مضامین اور استاذ زمن کی لکھی ہوئی نعتیہ غزل جس کا مطلع یہ ہے ؎

عام ہمہ صورت ہے گر جان ہے تو تو ہے
سب ذرے ہیں گر مہر درخشاں ہے تو تو ہے

ص ۲ر و ۳ر پر امام اہل سنت کا کلام ؎

نظر اک چمن سے دوچار ہے نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے

حضرت ہود علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کی بعثت وکمالات کے حوالے سے ''نبینا حضرت ہود وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ و السلام'' کے عنوان سے مدیر رسالہ کا مضمون ص ۳ر تا ص ۶۔ استاذ زمن کے پچھلے مضمون سے پیوستہ مضمون بعنوان ''غزوہ یرموک'' ص ۶ تا ۱۲۔ امام اہل سنت کا گائے کی قربانی سے متعلق فتاوی رضویہ شریف سے منقول مدلل ومفصل فتویٰ ص ۱۳ تا ۱۶۔

استاذ زمن کے رسالہ دین حسن کی دوسری قسط آٹھ صفحات، حصہ اوّل ملفوظات اعلیٰ حضرت پانچویں قسط، آٹھ صفحات، الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست، آخری دو صفحات۔

........جاری

حضور تاج الشریعہ کی حیات طیبہ پر ایک اچھوتی تحریر

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*

علم کا شیدائی

انیس سال کا بانکا سجیلا خوب رو جوان مروجہ علوم وفنون کی دستار سر پر سجائے اہل خانہ کی آنکھوں کا تارا بنا ہوا تھا، مگر آنکھوں میں علم کی تہوں تک جانے کا جذبہ رہ رہ کر انگڑائیاں لے رہا تھا، ایک طرف زمانہ اس جوان کے علمی اٹھان اور فقہی شباب کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ کر رہا تھا مگر اس جوان کی طبیعت "ھل من مزید" کی طرف مائل تھی، والد گرامی سے اپنے بیٹے کی یہ کیفیت پوشیدہ نہ تھی، کچھ مخصوص احباب سے مشورہ کرنے کے بعد والد گرامی نے ایک بڑا فیصلہ کر لیا۔

سنو شہزادے! جی ابا حضور! جوان نے نہایت سعادت مندی سے والد گرامی کو جواب دیا اور بہ کمال نیازمندی سر جھکا کر ہمہ تن گوش ہو گیا۔

میرے لخت جگر! آپ صرف میری ہی نہیں بلکہ اس عظیم خانوادے اور پوری جماعت کی امید ہو، زمانہ ٹک ٹکی لگائے اُس شہزادے کا منتظر ہے جو اپنے اجداد کی علمی وراثت کا سچا جانشین ہو اور عالم اسلام کی علمی ودینی خدمات کا حق ادا کرنے کی استعداد رکھتا ہو۔

میرے چاند سے حسین بیٹے! منصب کمال بغیر مشقت کے حاصل نہیں ہوتا، ہر عروج کے پس منظر میں صاحب عروج کی انتھک محنتیں اور قربانیوں کی انمٹ داستان پوشیدہ ہوتی ہے تب کہیں جا کر عزت وکمال کا منصب عظمیٰ حاصل ہوتا ہے۔

جان پدر! تمہاری آنکھوں میں مجھے وہ چمک نظر آتی ہے جس کے لیے تمہارے اجداد مشہور رہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم عالم اسلام کی سب سے قدیم درس گاہ میں جا کر اکتساب علم کرو اور علم وفن کے نئے جہانوں کی تلاش کرو، حالانکہ میرا دل تمہاری جدائی کے خیال سے ہی بیٹھ جاتا ہے مگر اجداد کی امانت اور ملت اسلامیہ کی آرزوؤں کا خیال آتا ہے تو راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے، سوچتا ہوں کہ میرے دادا جان اور بابا کی روشن کی ہوئی علمی شمع کمزور نہ پڑ جائے، اس لیے اس علمی چراغ میں تمہیں اپنی محنت ومشقت کا لہو ڈالنا ہے تاکہ اس کی لو تیز سے تیز تر ہو اور زمانہ اس کی روشنی میں صلاح وفلاح کا راستہ طے کر سکے۔

چند جملوں میں باپ نے پدرانہ شفقت، سوز وکرب، ملی تڑپ، غم امت، جدی امانت اور سینے میں اٹھ رہا سارا درد وکرب بیان کر دیا، کہتے ہوئے آنکھیں نم ہو گئیں مگر یہ آنسو صرف درد یا جدائی کا اظہار یہ نہیں تھے بلکہ آنسوؤں کی چمک اس عزم ویقین کا پتہ دے رہی تھی کہ عن قریب اُن کا شہزادہ علم وفضل کے اس مقام پر فائز ہو گا جس کی تمناؤں میں بڑے بڑے فرماں روا اور فلاسفر ناکام رہے۔

سعادت آثار بیٹے نے آگے بڑھ کر والد گرامی کو ہاتھوں کو بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور ادب کے ساتھ عرض کیا:

ابا جان! میں اپنے رب کا جتنا شکر ادا کروں تو کم ہے، جس نے وراثت نبوی کی پر نور وادیوں میں جانے کا ایک اور حسین موقع عطا کیا، اپنے مقدر پر نازاں ہوں کہ اجداد کی علمی وراثت کے لیے آپ کی زمانہ شناس نگاہوں نے میرا انتخاب کیا۔

آپ مطمئن رہیں، میں طلب علم کی راہ میں ہر درد کو دوا اور ہر تکلیف کو راحت جاں سمجھوں گا، اکتساب علم کے اس سفر میں کیسی ہی پریشانیاں آئیں مگر آپ کا بیٹا عزم وحوصلے کی چٹان بن کر ثابت قدم رہے گا اور اپنے اجداد کی علمی وراثت کے لیے اپنے تمام رنج وغم شربت شیریں کی طرح پی کر آپ کی تمناؤں کی تکمیل کرے گا۔

جلد ہی پورے خاندان کی دعاؤں کا تحفہ لے کر یہ جوان

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

عالم اسلام کی سب سے قدیم درس گاہ "جامعہ ازہر مصر" کے لیے روانہ ہو گیا، دن، ہفتوں، ہفتے مہینوں اور مہینے سالوں کا سفر طے کرتے رہے، ابھی دو سال ہی کا سفر طے ہوا تھا کہ اچانک خبر ملی کہ عزیز از جان والد دار فانی سے دار بقا کو کوچ کر گئے۔

آہ! دیار پردیس میں نازوں کا پالا لاڈلا شہزادہ اکیلا تھا، واپس جا کر شفیق والد کی شفقتوں کو سمیٹنے اور ان کی محبتوں کی چھاؤں میں بیٹھنے کی تمنا ہلورے مارتی تھی مگر آج اس خبر وحشت اثر نے دل کی دنیا کو تہہ وبالا کر ڈالا، سوچا تھا کہ جامعہ ازہر سے علمی رفعتوں کا تاج سجا کر والد گرامی کی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا مگر قسمت نے اتنا موقع ہی نہیں دیا اور جس مہربان باپ نے اپنی محبت واپنائیت کی چھاؤں میں رخصت کیا تھا آج وہی شجر سایہ دار رخصت ہو گیا۔

دل کا درد آنکھوں سے آنسو بن کر نکلنے لگا، پورا وجود درد کی شدت سے لرز رہا تھا، رہ رہ والد کی شفقتیں یاد آتیں تو آنکھوں سے برستا ساون اور تیز ہو جاتا، رنج وغم کی لہریں پورے وجود کو حصار میں لے چکی تھیں اچانک والد گرامی کے الفاظ کانوں میں گونجے:

"میرے چاند سے حسین بیٹے! منصب کمال بغیر مشقت کے حاصل نہیں ہوتا، ہر عروج کے پس منظر میں صاحب عروج کی انتھک محنتیں اور قربانیوں کی انمٹ داستان پوشیدہ ہوتی ہے۔تب کہیں جا کر عزت وکمال کا منصب عظمیٰ حاصل ہوتا ہے۔"

الفاظ کا گونجنا تھا کہ والد کی آنکھوں کے چمکتے آنسو اور آنسوؤں میں پنہاں عزم ویقین کی وہ چمک بھی یاد آ گئی، جس قربانی کا والد نے ذکر کیا تھا، آج اسی قربانی کا وقت تھا، اس یاد کا آنا تھا کہ سارا درد دل میں ہی روک لیا، بہتے ہوئے آنسوؤں کو ضبط کیا اور قلم اٹھا کر درد دل کو لفظوں کا لباس پہنا دیا۔ ؎

کس کے غم میں ہائے تڑپاتا ہے دل
اور کچھ زیادہ امنڈ آتا ہے دل
ہائے دل کا آسرا ہی چل بسا
ٹکڑے ٹکڑے اب ہوا جاتا ہے دل
کون جانے رازِ محبوب و محب
کیوں لیا جاتا، دیا جاتا ہے دل
جاں بحق تسلیم ہو جانا ترا
یاد کر کے میرا بھر آتا ہے دل

ان اشعار کے ساتھ ہی درد سے بے چین دل کو سکون ملا اور اس جوان نے نہایت صبر واطمینان کے ساتھ والد گرامی کے رفع درجات کے لیے قرآن خوانی اور فاتحہ کا اہتمام کر کے ایصال ثواب کیا، دل تو چاہتا تھا کہ اسی وقت گھر واپس لوٹ جائیں مگر والد کی نصیحت، خاندان کی امیدیں، امانت اسلاف کا خیال اور ملت اسلامیہ کی خدمت کے جذبے نے دل کو اس قدر توانا کر دیا تھا کہ درد دوا بن گیا، سینے میں اٹھتی ہوئی درد کی لہریں وہیں دب کر رہ گئیں اور یہ جوان پھر سے حصول علم میں مصروف ہو گیا۔

یوں تو اب تک بھی نہایت جاں فشانی سے علمی منزلیں طے کی جا رہی تھیں مگر والد کے وصال نے دل کی دنیا پر ایسا اثر ڈالا تھا کہ شب وروز والد کے الفاظ کانوں میں گونجتے تھے، اب تو ایک ایک لمحہ علمی رفعتوں کے حصول میں گزر رہا تھا، اس جوان کی شبانہ روز محنتیں ضائع نہ گئیں اور ٹھیک ایک سال کے بعد وہ وقت بھی آیا کہ جب اس جوان نے پورے مصر میں سب سے زیادہ نمبرات کے ساتھ کامیابی حاصل کر کے جامعہ ازہر میں تاریخ رقم کی۔

آپ جانتے ہیں علم وفضل کی بہاروں کی خاطر والد کی وفات کا غم اٹھانے والا یہ خوب رو جوان کون تھا؟ یہ جوان کوئی اور نہیں وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری علیہ الرحمہ تھے۔

جو اپنی علمی جاں گسلی اور قربانیوں کی بدولت عالم اسلام کے افق پر امام احمد رضا کی فقہی تجلیات کا آفتاب بن کر چمکے، جن کے تصلب فی الدین کی وجہ سے کتنوں کے عقائد ونظریات درست ہوئے، جن کی تقوی شعار زندگی نے گمراہوں کو راہ ہدایت عطا کی، جو اپنے کریم کے ایسے گدا بن کر جیئے جس کے آگے دنیا کی ہر چیز پارہ ناں کی طرح ہیچ تھی، جنھوں نے ہواؤں کے خلاف عزم واستقامت کے چراغ روشن کئے، جس کی روشنی بقیہ ص ۳۲ / پر

پہلی قسط

از: علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ*

حضرت ذوالقرنین کے مبارک اسفار

اسلامیات

اس سے پہلے کہ ہم حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک اسفار کی قدرے تفصیل بطور تمہید قرآن مقدس کی روشنی میں بیان کریں آئیے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت ذوالقرنین کا اصل نام کیا ہے؟ اس لقب کے معنیٰ کیا ہیں؟ آپ اس لقب سے ملقب کیوں ہوئے اور آپ نبی ہیں یا ولی؟

آپ کے نام سے متعلق صاوی جو تفسیر جلالین کی عظیم اور معتبر ومستند شرح ہے اس کی تیسری جلد کے اکیسویں صفحے کے اندر مندرج ہے کہ حضرت ذوالقرنین کا نام نامی اسم گرامی ''سکندر'' ہے اور آپ کا شجرۂ نسب حضرت سام بن نوح علیہ السلام سے ہوتا ہوا، حضرت آدم علیہ السلام تک جا ملتا ہے، اس شجرۂ نسب سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ حضرت سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد امجاد سے ہیں، مذکورہ کتاب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت ذوالقرنین حضرت خضر علیہ السلام کی خالہ کے صاحب زادے ہیں۔

خداوند قدوس کا آپ پر ایسا بے پایاں کرم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ آپ ابوالانبیاء خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دست حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے بلکہ مدتوں اللہ کے خلیل کی صحبت بافیض سے بہرہ ور ہونے کا بھی آپ کو اعزاز وشرف حاصل رہا، بعض حضرات نے آپ کو انبیاء کرام علیہم السلام کی نورانی صف میں شامل کیا ہے لیکن قول اصح یہ ہے کہ آپ نبی نہیں ہیں، ہاں اس بات پر کوئی اختلاف رائے نہیں ہے کہ آپ رب قدیر کے انتہائی برگزیدہ صالح بندے اور ولایت کے بلند ترین درجے پر فائز ہیں۔

جہاں تک آپ کے لقب ''ذوالقرنین'' کا تعلق ہے، اس تناظر میں کئی ایک اقوال ملتے ہیں ''ذو'' کا معنیٰ ہے والا اور ''قرنین'' لفظ ''قرن'' کا تثنیہ ہے، قرن کا معنیٰ سینگ اور زمانے کے بھی آتا ہے، اب اس کا معنیٰ ہوگا دو سینگ یا دو زمانے والا۔

یہ بات بھی مختلف فیہ ہے کہ قرن بمعنی زمانہ کتنے سالوں پر محیط ہے، اس سلسلے میں کم از کم دس سال کا قول ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک سو بیس سال، اگر قرن کا معنی سینگ کے لیا جائے تو آپ کے لقب میں لفظ قرن استعارہ ہے کنارہ کا یعنی دو کنارے والے، اس لقب کی وجہ تسمیہ سے متعلق ''تفسیر مدارک'' کی تیسری جلد میں کئی ایک اقوال مذکور ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ چونکہ آپ نے روئے زمین کے دو کناروں کا دورہ کیا اس لئے آپ کو ذوالقرنین کہا جانے لگا۔ دوسرا قول قرن بمعنی زمانہ کے تناسب میں یہ ہے کہ آپ کا عہد زرّیں اس قدر طویل رہا کہ دو قرن یعنی دو زمانے ختم ہو گئے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کے دو دراز گیسو تھے جن کی بنیاد پر آپ ذوالقرنین سے یاد کئے جانے لگے، چوتھا قول یہ ہے کہ آپ جو تاج شاہی زیب سر فرمایا کرتے تھے، اس میں دو سینگ بنے ہوئے تھے تاکہ دشمنوں پر آپ کا رعب ودبدبہ قائم ہو سکے اس لئے آپ ذوالقرنین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ آپ کے سر مبارک کی دونوں سمت پیدائشی دو ابھار ہو یدا تھے، اس لئے آپ ذوالقرنین یعنی ''دو ابھار والے'' سے مشہور ہو گئے، چھٹا قول یہ ہے کہ یہاں قرن بمعنی طرف کے ہے یعنی دو طرف والے، چونکہ آپ کا تعلق شریف ونفیس خاندان سے تھا اس لئے ذوالقرنین بمعنی نجیب الطرفین سے آپ کا ذکر خیر ہوتا رہا۔

واضح رہے کہ آپ کی عظمت شان یہ رہی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری روئے زمین کی شہنشاہیت سے سرفراز فرمایا تھا ''صاوی شریف'' کے تیسری جلد میں مندرج ہے کہ اس خاکدان

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کا معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

گیتی پر چار شہنشاہ ایسے گذرے ہیں کہ جن کی حکومت وسلطنت کا دائرہ پوری روئے زمین پر پھیلا ہوا تھا، ان چار شہنشاہوں میں دو مومن حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین ہیں اور دو کافروں میں بخت نصر اور نمرود کے نام آتے ہیں، رب کائنات کے فیضان کرم سے ایک اور ذات گرامی منصبۂ شہود پر جلوہ گر ہوگی، جسے پوری دنیا کی بادشاہت عطا کی جائے گی وہ ذات بابرکات حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہوگی۔

قرآن مقدس میں سورۂ کہف کے اندر ربّ قدیر نے حضرت ذوالقرنین کے تین اسفار کا ذکر فرمایا ہے، ان میں تین اسفار ہیں سے پہلے سفر کے سلسلے میں جو آیات قرآنیہ ہیں جہاں ان سے آپ کے پہلے سفر سے متعلق معلومات فراہم ہوتی ہیں، وہیں ان کی تفسیر سے چشمۂ آب حیات کا بھی پتہ چلتا ہے، سورۂ کہف کی ایک سو بیاسویں آیت شریفہ میں خالق کائنات نے حضرت ذوالقرنین کے لئے ارشاد فرمایا ''وہ ایک سبب کے پیچھے چلا۔'' (ترجمہ کنزالایمان) یاد رہے کہ سبب دراصل حصول مقصد کا ذریعہ ہوتا ہے، ذریعہ میں بھی تعمیم ہے یعنی خواہ اس ذریعہ کا تعلق علم سے ہو یا قدرت واختیار سے۔

مذکورہ آیت مقدسہ میں لفظ ''سبباً'' اس بات کی طرف واضح طور پر مشیر ہے کہ حضرت ذوالقرنین نے کسی خاص مقصد کی تحصیل کے لئے رخت سفر باندھا، یہ سفر کس مقصد کے لئے تھا، یہ سفر کس طرف تھا، آپ اس سفر میں تنہا تھے یا کوئی اور ان کے ہم رکاب تھا اور اس سفر کا انجام کیا ہوا، یہ ساری باتیں مختلف معتبر و مستند کتب تفاسیر میں تفصیلاً مرقوم ہیں۔ بڑے اختصار کے ساتھ ہم اس کی تلخیص پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں مگر اس سے پہلے سفر سے متعلق آیات مقدسہ کا سلیس زبان میں ترجمہ ملاحظہ کریں۔

''وہ ایک سامان کے پیچھے چلا، یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا پایا اور وہاں ایک قوم ملی، ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! یا تو تو انہیں عذاب دے یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کرے، عرض کی کہ وہ جس نے ظلم کیا اسے تو ہم عنقریب سزا دیں گے پھر اپنے رب کی طرف پھیرا جائے گا وہ اسے بری مار دے گا اور جو ایمان لایا اور نیک کام کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے آسان کام کہیں گے۔ (کنزالایمان)

جیسا کہ آپ کے علم میں ہوگا کہ حضرت ذوالقرنین سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد امجاد سے ہیں، آپ کو قدیم کتابوں کے مطالعہ سے یہ بخوبی معلوم تھا کہ سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں ایک ایسا خوش نصیب شخص ہوگا، جسے آبِ حیات نوش کرنے کا زرّیں موقع ملے گا اور آبِ حیات پینے کی بنیاد پر اسے موت نہیں آئے گی یعنی قیامت تک اسے زندہ رہنے کا شرف حاصل ہوگا، اسی مقصد کے حصول کے تحت امید تکمیل تمنا لئے حضرت ذوالقرنین مغرب کی طرف پابہ رکاب ہوئے، اس بات پر جملہ مفسرین کرام متفق ہیں کہ اس سفر میں حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

بندے کی خواہش اپنی جگہ لیکن جب تک خداوند قدوس کی مشیت نہ ہو تو پھر خواہش دھری کی دھری رہ جاتی ہے اور مقصد تشنۂ تکمیل رہ جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی حضرت ذوالقرنین کے ساتھ بھی ہوا، آپ نے آبِ حیات پینے کی غرض سے اتنا طویل اور دشوار گذار سفر کیا مگر ان کی تمنا پوری نہ ہوسکی، چاہ کر بھی آپ چشمۂ آبِ حیات تک پہنچ سکے اور نہ آبِ حیات نوش کرنے کا اعزاز حاصل کر سکے۔ البتہ آپ کے ہمراہی حضرت خضر علیہ السلام (جو آپ کے خالہ زاد تھے) کا مقدر جاگ اٹھا اور انہوں نے آبِ حیات پی لیا اور وہ آج بھی بفضل رب زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔

حضرت ذوالقرنین کے اس پہلے سفر کی مختصر روداد یہ ہے کہ آپ مغرب کی سمت تمام آبادیوں والے علاقوں سے گذرتے ہوئے غروب آفتاب کے وقت ایسے خطے میں پہنچے جہاں آپ نے آفتاب عالمتاب کو ایک سیاہ میں غروب ہوتا ہوا ملاحظہ فرمایا، قرآن مقدس نے اس سیاہ چشمہ کو ''عین حمئۃ'' یعنی ایک سیاہ کیچڑ کا چشمہ کہا ہے، دراصل اسے سمجھنے کے لئے ہمیں بحری

اسلامیات

مسافروں کے مشاہدات وتجربات کا جائزہ لینا ہوگا، مطلب یہ ہے کہ جیسے ایک سمندر کا مسافر غروب آفتاب کے وقت آفتاب کو سمندر کے آب سیاہ میں ڈوبتا ہوا دیکھتا ہے ایسے ہی حضرت ذوالقرنین کو بھی یہ محسوس ہوا کہ سورج ایک سیاہ چشمہ میں روپوش ہو رہا ہے۔

حضرت ذوالقرنین نے وہاں پہنچ کر ایسی قوم دیکھی جو جانوروں کی کھال بطور لباس پہنی ہوئی تھی، ان کے خوردونوش کا یہ عالم تھا کہ اس قوم کے لوگ صرف اور صرف دریائی مردہ جانوروں کو کھایا کرتے تھے، واضح رہے کہ تاریخ میں اس قوم کا نام ناسک مذکور ہے، تفسیر کی کتابیں بتاتی ہیں کہ قوم ناسک کے لوگ انتہائی قوی ہیکل اور جری وجنگجو تھے اوران کے لشکر کی تعداد اس قدر کثیر تھی کہ اس کا شمار ناممکن نہیں متعذر ضرور تھا۔

حضرت ذوالقرنین کے حکم پر جب ان کی فوجوں نے قوم ناسک کے لوگوں پر دھاوا بولا تو وہ بے حد طاقت ور اور ماہرین جنگ وجدال ہونے کے باوجود مغلوب و بے یارو مددگار ہو کر رہ گئے، بالآخر ان میں جو شرف ایمان سے بہرہ ور ہوئے ان سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی گئی اور جو اپنے کفر وشرک میں ڈٹے رہے ان کو قتل کر دیا گیا۔

حضرت ذوالقرنین کے دوسرے سفر کے تذکرے سے پہلے چند اہم باتوں کا علم بے حد ضروری ہے، دراصل قرآن مقدس میں حضرت ذوالقرنین کے ذکر کا پس منظر یہ ہے کہ یہودیوں کی شہ پر کفار مکہ نے رسول کائنات ﷺ سے حضرت ذوالقرنین کے بارے میں سوال کیا تھا یہ جاننے کے لئے کہ قرآن مجید واقعی کلام الٰہی ہے یا نہیں، ان کے سوال کا مطمح نظر یہ تھا کہ جب رسول اکرم ﷺ اس سوال کا جواب نہ دے پائیں گے تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ آپ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں اور آپ کا دعویٰ کہ یہ کلام الٰہی ہے خود بخود مبنی بر کذب ہو جائے گا العیاذ باللہ۔

یادرہے کہ قرآن مقدس میں صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین کے سوالوں کے جوابات کے ساتھ ساتھ کفار مکہ کے تین سوالوں کے جوابات بھی موجود ہیں، پہلا سوال روح سے متعلق دوسرا سوال اصحاب کہف کے سلسلے میں اور تیسرا سوال حضرت ذوالقرنین کے بارے میں۔

قرآن مقدس میں رب کائنات نے نہ صرف یہ کہ حضرت ذوالقرنین کا جواباً ذکر فرمایا بلکہ آپ کی وہ عظیم الشان فتوحات بھی بیان فرمائیں جن کے نشانات اب بھی قائم ہیں اور یہ تا قیام قیامت قرآن اور صاحب قرآن کی حقانیت کا خطبہ پڑھتے رہیں گے سیاحان عالم نے ان نشانات کا اپنے چشم سر سے مشاہدہ کیا اور تاریخ میں کئی ایسے سیاحوں کا ذکر آج بھی ثبت ونمایاں ہے جو قرآن مقدس کی حقانیت کے سامنے سرنگوں ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، کفار مکہ اور یہودیوں نے سوچا تھا کہ محمد عربی ﷺ معاذ اللہ اس سوال کے جواب سے عاجز وقاصر رہیں گے مگر رب قدیر نے قرآن مقدس میں اس کا ایسا فصیح وبلیغ اور شافی ووافی جواب مرحمت فرمایا کہ جسے پڑھنے کے بعد اپنے تو اپنے ہیں غیروں کو بھی قرآن مقدس کے کلام الٰہی ہونے پر سر تسلیم خم کرنا پڑا اور تا حشر کسی کو بھی اس سے مجال انکار نہ ہو سکے گی۔

قرآن مجید نے سولہ آیات بینات پر مشتمل حضرت ذوالقرنین سے متعلق سوال کا ایسا جواب عطا فرمایا جس میں آپ کی حیات طیبہ کی بہت ساری خصوصیات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئیں، بہ لفظ دیگر اگر یہ کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ اس کے اندر آپ کے عہد طفولیت سے لے کر ضعیفی تک کے تمام حالات صاف و شفاف آئینے کی طرح آشکارا ہو گئے۔ ان آیات مقدسہ کی اگر بالاستیعاب اور بالغائر تلاوت کی جائے اور انہیں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو حضرت ذوالقرنین کی تہذیب وثقافت، پاکیزگی و شرافت، اخلاقی قدریں، خشیت الٰہی، رعایہ پروری، رحم دلی، باطن شکنی اور حیران کن روداد فتوحات جلوہ ریز نظر آئیں گی۔

.... جاری

حضرت علامہ عاشق الرحمن صاحب کی رحلت جماعت اہل سنت کے لئے ناقابل تلافی نقصان

از: مفتی شمشاد احمد مصباحی*

وفیات

یوں تو اس عالم رنگ و بو میں جو کچھ ہے سب فانی ہے، کسی کے لئے نہ قرار ہے نہ دوام ہے، بقا و دوام صرف خدائے وحدہ لاشریک کے لئے ہے جس نے سب کو پیدا فرمایا مگر اسی ناپائیدار دنیا میں کچھ ایسی ہستیاں بھی جنم لیتی ہیں جن کے وجود کی برکتوں سے ایک عالم سیراب ہوتا ہے، ان کی ذات اپنے آپ میں انجمن ہوتی ہیں، ان کا حوصلہ بلند، فکر عالی اور خیال پاکیزہ ہوتا ہے، ان کا وجود مردہ دلوں کے لئے حیات نو کا مژدہ اور ان کی موت عالم کی موت ہوتی ہے۔

انھیں اولوالعزم، عالی حوصلہ، بلند فکر انسانوں میں سے ایک " ماہر ہفت لسان، حضرت علامہ عاشق الرحمن صاحب حبیبی الہ آبادی" تھے، ان کا شمار جماعت اہل سنت کے اکابر علما میں ہوتا تھا، وہ گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر معقولات و منقولات کے لاینحل مسائل حل فرماتے تھے، وہ شاندار خطیب تھے مگر اسٹیج سے دور رہتے، وہ صدر المدرسین تھے مگر مدرسین پر مسلط نہیں رہتے بلکہ اپنی درس گاہ پر وقار میں بیٹھ کر معقولات و منقولات کی منتہی کتابیں پڑھاتے، ان کا انداز تدریس نرالا تھا، وہ افہام و تفہیم کا ملکہ رکھتے، پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو آسانی کے ساتھ طلبہ کے ذہن میں اتار دیتے، پورا درس نظامی ان کو مستحضر تھا، اس لئے ہر فن کی کتاب یکساں مہارت کے ساتھ پڑھاتے۔

وہ اردو، عربی، فارسی، ہندی، انگریزی، سنسکرت، بھوجپوری وغیرہ سات زبانوں پر عبور رکھتے تھے مگر زبان و بیان کو شہرت و ناموری اور حصول زر کا ذریعہ نہیں بنایا بلکہ ان زبانوں میں کتابیں لکھ کر دین وسنیت کی اشاعت کی، اگر چاہتے تو زبان دانی کی بنیاد پر خلیجی ملکوں میں یا یورپ، امریکہ، افریقہ، کناڈا، آسٹریلیا وغیرہ کسی ترقی یافتہ ملک میں سیٹل ہو جاتے اور بال بچوں کے ساتھ خوش حال زندگی بسر کرتے مگر وہ فنافی الشیخ تھے، ان کے استاذ و مربی حضور مجاہد ملت نے جہاں بیٹھا دیا، وہیں پوری زندگی گزار دی اور آخری سانس تک جامعہ حبیبیہ سے وابستہ رہے۔

وہ عظیم محقق تھے، جس موضوع پر کلام فرماتے تحقیقات کا دریا بہا دیتے، وہ قادر الکلام مصنف تھے، جس عنوان پر لکھتے اس کے تمام گوشوں کو روشن کر دیتے، انھوں نے اردو عربی انگلش تینوں زبانوں میں اپنی قلمی یادگاریں چھوڑی ہیں، مجاہد ملت کا حرف حقانیت، مرد جوزا، فتاویٰ حبیبیہ اور الگ الگ زبانوں میں کئی درجن مضامین و مقالات اور مفید رسائل انکے تبحر علمی، جودت طبع، قوت استدلال اور فقہی بصیرت پر روشن دلیل ہے۔ فطری طور پر ان کے مزاج میں شدت تھی مگر جب سعادت ازلی نے رہنمائی کی اور حضور مجاہد ملت کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور انھیں کی تعلیم و تربیت سے بے مثال عالم و فاضل بنے تو وہ شدت، دینی تصلب میں بدل گئی اور ایسے متصلّب عالم بنے کہ زمانہ ان کے تصلب فی الدین، استقامت علی الشریعہ کی مثال دینے لگا، جسے مسلک و مذہب سے ذرہ برابر منحرف دیکھتے، اس سے دور ہو جاتے، بڑے بڑے علما سے معمولی کج روی اور آزاد خیالی کے سبب رابطہ منقطع کر لیا، اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، تاج الشریعہ سے حد درجہ عقیدت رکھتے، بریلی شریف سے جنون کی حد تک پیار تھا، بریلی کے خلاف لکھنے بولنے اور فتویٰ دینے والوں سے شدید نفرت کرتے اور ان کے ساتھ جلسوں میں شریک نہیں ہوتے۔

اختلافی مسائل میں مفتی اعظم، تاج الشریعہ شرعی کونسل کا فیصلہ ان کے نزدیک حرف آخر ہوتا، وہ خود شرعی کونسل کے فیصل بورڈ کے ایک اہم رکن بھی تھے اور شرعی کونسل کے سیمینار میں کئی سال شریک بھی ہوئے، بحثوں میں حصہ لیا مگر پھر علالت کے سبب شرکت

* مضمون نگار جامعہ امجدیہ گھوسی ضلع مئو کے استاد اور مفتی ہیں۔

سے معذرت کرتے رہے، چلتی ٹرین پر نماز کے جواز و عدم جواز سے متعلق جب مسئلہ گرم ہوا تو انھوں نے بریلی کے فیصلے کی تائید وحمایت میں خود جامعہ حبیبیہ الہ آباد میں ایک سیمینار رکھا جس میں بشمول حضور تاج الشریعہ اور حضور محدث کبیر درجنوں علما و مشائخ و مفتیان کرام نے شرکت کی اور طویل بحثوں کے بعد بالآخر بریلی شریف کے سیمینار کے فیصلے کی متفقہ طور پر تائید وحمایت کی گئی۔

علامہ عاشق الرحمن صاحب علم وفضل کا کوہ ہمالہ ہونے کے باوجود نہایت سادگی سے زندگی بسر کرتے رہے، صاف گوئی، حق بیانی، کفایت شعاری، قناعت پسندی، فقر و درویشی اور گوشہ نشینی ان کا طرہ امتیاز تھا، وہ زندگی کی چمک دمک، نام و نمود، شہرت پسندی، جاہ طلبی سے کوسوں دور تھے مگر افسوس صد افسوس علم وعرفان کا وہ سورج جو نصف صدی تک ہندوستان کو اپنی علمی تابانیوں سے منور کرتا رہا، زہد وتقوی کا وہ بلند مینار جس کے کردار وعمل سے سنت رسول کی شعائیں پھوٹتی تھیں، 13/رمضان المبارک 1442ھ مطابق 26/اپریل سن 2021ء بروز دوشنبہ بوقت ساڑھے نو بجے صبح ہمیشہ ہمیش کے لئے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

اللہ رب العزت علامہ موصوف کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل، آمین بجاہ النبی الکریم۔ □

ص ۸۵/کا بقیہ..........

ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک یہ ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے بہتر یا تہتر فرقوں میں کسی کو نجات کا پیمانہ نہیں دیا، اس طور پر اس کے قول سے یہ لازم آیا کہ نہ اہل سنت ناجی ہیں اور دوسرے بھی ناجی نہیں ہیں اور یہ کہتا ہے کہ جتنے فرقے ہیں سُنّی اور غیر سُنّی ان میں سب میں تعبیری اور تشریحی اختلاف ہے اور باقی سب ایک ہیں اور اس کے علاوہ بہت سارے اس کے کفریات ہیں دید وشنید وغیرہ میں اور دوسری کتابوں میں اور انٹرنیٹ پر اب تو اس کے اقوال اور اس کے ایکشن اور اس کے کلمات وغیرہ سب دستیاب ہیں وہاں سے آپ جا کر ان کی معلومات کر سکتے ہیں لہٰذا اس کی بدمذہبی حدِّ کفر تک پہنچنے میں کوئی شک نہیں۔

عرض... ۲۲: جنازے کو غسل دیتے وقت ربڑ کے دستانے استعمال کر سکتے ہیں اور کیا خوشبو والا صابن استعمال کر سکتے ہیں؟

ارشاد...: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ربڑ کے دستانے پہنے ہوں اور آپ اسلامی کارخانے کا صابن استعمال کر سکتے ہیں اور خوشبو کے ساتھ ہے، اس میں کوئی ایسنس یا کسی ناپاک چیز کی آمیزش نہیں ہے اور اسلامی کارخانے کا بنا ہوا ہے تو اس کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عرض... ۲۳: میں شریعت کے مطابق طلاق کا طریقہ جاننا چاہتا ہوں؟

ارشاد...: طلاق کا طریقہ تو یہ ہے کہ:

"اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌ ۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ ۢ بِاِحۡسَانٍ۔" (سورۂ بقرہ جز آیت ۲۲۹)

قرآن کریم میں صاف فرمایا کہ طلاق جو شرعی طلاق ہے جو اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے قانون میں طلاق ہے وہ یہ ہے کہ ایک یا دو طلاق صریح لفظ سے ایسے پیریڈ میں جس میں اس نے صحبت نہ کی ہو دے حیض کی حالت میں یا حمل کی حالت میں طلاق نہ دے اور ایک طلاق دے یا دو طلاق دے اور عدت گزرنے دے:

"فَاِمۡسَاكٌ ۢ بِمَعۡرُوۡف۔"

اب طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر اگر چاہتا ہے تو عورت کو بھلائی کے ساتھ روک لے یعنی رجعت کر لے زبان سے کہہ دے کہ میں نے اس سے رجعت کی اس کو اپنے نکاح میں لیا یا فعل سے کسی ایکشن کے ذریعے سے وہ اس کو اپنے نکاح میں واپس لے لے اور مستحب یہ ہے کہ دو پرہیزگار نمازیوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کی یا اپنے نکاح میں واپس لیا اور اگر نہیں واپس کرنا چاہتا ہے اور رجعت نہیں کرنا چاہتا ہے تو عدت گزرنے دے اور جب عدت گزر جائے گی تو عورت آزاد ہو گی جس سے نکاح جائز ہے اس سے نکاح کر سکے گی تین طلاق ایک مجلس میں دینا یا ایک لفظ میں دینا کہ میں نے تین طلاق دی یا یوں کہے کہ میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی یہ ناجائز و گناہ ہے اگرچہ دے گا تو طلاق پڑ جائے گی اور عورت ایسی حرام ہو جائے گی کہ بے حلالہ اس کے لئے کبھی حلال نہ ہوگی۔

.........جاری □□□

شاگرد صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی لطف اللہ قادری متھراوی

(از: مولانا اداب امجدی برکاتی *)

کچھ یادیں، کچھ باتیں

وفیات

حضرت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب متھراوی علیہ الرحمہ اہل سنت کے ایک مقتدر عالم دین اور یادگار سلف تھے، آپ کی رحلت اہل سنت کے لئے ایک عظیم خسارہ ہے، یوں تو دنیا میں آئے ہر ایک فرد کو ایک نہ ایک دن اس دار فانی کو خیر آباد کہنا ہی ہے لیکن کسی کسی کا جانا سب کو رنجیدہ اور غم زدہ کر جاتا ہے، اس میں بھی ایک عالم جانا کسی حادثے سے کم نہیں، حدیث پاک میں آیا ہے: موت العالم موت العالم۔ یعنی ایک عالِم کی موت، ایک عالَم کی موت ہے۔

آپ سے ملاقات اور خصوصی بات پر مشتمل مولانا شاداب امجدی برکاتی کی یہ تحریر قدرے حذف واضافے کے ساتھ قارئین ماہنامہ سنی دنیا کے لئے نذر کی جاتی ہے: **نشتر فاروقی**

آپ کی ولادت ۱۳۴۴ھ میں ہوئی، آپ کا آبائی وطن جلالی ضلع علی گڑھ ہے مگر سکونت مارہرہ مطہرہ اور متھرا میں رہتی تھی، آپ کے اساتذۂ کرام میں حضور صدر الشریعہ، حضور مفتی اعظم ہند، حضور حافظ ملت، حضور محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد، شہزادہ صدر الشریعہ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہم الرحمہ جیسے اکابرین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

جبکہ رفقائے درس میں حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، حضرت قاری یحییٰ مبارکپوری، حضرت مولانا مظہر ربانی، حضرت مولانا منظر اٹاوی، حضرت مولانا عبد الرشید چھپروی جیسے مشاہیر کے نام آتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کو حضور حجۃ الاسلام، شہزادہ اعلیٰ حضرت علامہ حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا اور اجازت وخلافت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے حاصل تھی۔

(یہ تفصیلات حیات وخدمات حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے ماخوذ ہیں)

۱۲/فروری ۲۰۲۰ء کی وہ مبارک شام آج نگاہوں کے سامنے گھوم رہی ہے، جب بڑی حسرتوں کے بعد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے کسی شاگرد سے ملاقات کا شرف اور سعادت حاصل کر رہا تھا، بچپن سے حضور صدر الشریعہ کی بے پناہ عقیدت دل میں موجزن ہے، ایک تو ہم وطن ہونے کا شرف دوسرے نانیہالی رشتے سے نواسہ ہونے کی فیروزمندی۔

اسی والہانہ عقیدت کی وجہ سے مجھے ہمیشہ حضور صدر الشریعہ اور ان سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے محبت ہے، زہے نصیب کی شوال 1439ھ سے مرکز قادریت مارہرہ مطہرہ میں اقطاب و مشائخ مارہرہ کے جوار میں رہ کر خدمت دین کی سعادت ملی۔

مجھے وہ دن بھی یاد ہے جب میں نے طلبہ کے سامنے حضرت صدر الشریعہ کا ذکر چھیڑا تو ایک طالب علم گویا ہوا کہ حضور صدر الشریعہ کے ایک شاگرد مارہرہ شریف میں موجود ہیں، تفصیل جاننی چاہی، جیسے ہی ان کا نام سنا مچل گیا۔ (مجھے کسی نے بتایا تھا کہ حضرت کا بہت پہلے انتقال ہو چکا ہے، اس لیے حیرت کے ساتھ بے انتہا خوشی بھی ہوئی)

میں نے جامعہ کے اساتذہ مفتی عمار خان شامی امجدی اور مولانا سبحان رضا قادری صاحبان سے تذکرہ کیا، شامی صاحب کی ایک ملاقات پہلے بھی ہو چکی تھی، آج پھر ملاقات کا شوق تینوں کے دل میں مچل اٹھا اور عصر بعد ہم لوگ آپ کے دولت کدے جو حیدری چوک کے پاس ہے پہنچے، آپ کے صاحبزادے سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت متھرا میں تشریف رکھتے ہیں، حسرتیں لیے ہوئے مدرسہ واپس آ گئے۔

پھر وہی ۱۲/فروری ۲۰۲۰ء کو بعد عصر ہم تین نفر بغرض زیارت و ملاقات وحصول دعا آپ کے دولت کدے پہنچے، گھر

کے باہر ہی چبوترے پر ٹہلتے ہوئے نظر آگئے، شامی صاحب نے بتایا کہ حضرت ہی ہیں، میری حیرت کی انتہا نہ تھی کہ حضرت کی عمر شریف ۹۷ رسال ہو چکی مگر بغیر کسی شخص یا عصا کے سہارے کے چل رہے ہیں، ہاں کمر کا ہلکا سا خم آپ کی بزرگی و درازی عمر کا پتا دے رہا تھا، آگے بڑھ کر سلام و دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور دست بستہ کھڑے ہو گئے۔

شامی صاحب نے عرض کیا کہ حضور ہم لوگ یہیں جامعہ احسن البرکات میں خدمت انجام دے رہے ہیں، یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اس کے بعد حضرت کے درافشاں لب سے تقریباً بیس منٹ تک موتیاں جھڑتی رہیں اور ہم فیض یاب ہوتے رہے۔

دوران گفتگو آپ نے فرمایا کہ: اس وقت حجۃ الاسلام کے مریدوں میں، مفتی اعظم ہند کے خلفا میں اور صدرالشریعہ علیہم الرحمہ کے تلامذہ میں میری عمر کا کوئی عالم نہیں، میں نے حضور مفتی اعظم سے باقاعدہ ان کے گھر پر تعلیم حاصل کی ہے، شاید ہی گھر کا بھی کوئی فرد یہ دعویٰ کر سکے کہ مفتی اعظم نے مجھے پڑھایا ہے لیکن مجھے یہ شرف حاصل ہے، میں جس وقت جوان تھا ازہری میاں اس وقت پانچ سال کے تھے، اس کے علاوہ بھی بہت کئی باتیں ارشاد فرمائیں مگر کند ذہن میں باقی نہ رہیں، چوں کہ یہ تمام گفتگو وہیں کھڑے کھڑے ہو رہی تھی اور ہمیں حضرت کی بزرگی کا بھی پورا خیال تھا، اس لیے اب ہم نے اجازت چاہی۔

میں نے دست بوسی کی تو دریافت فرمایا کہ آپ کہاں سے ہیں؟ شامی صاحب نے بتایا کہ گھوسی کے رہنے والے ہیں، یہ سن کر حضرت کے چہرے پہ ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی اور بہت زیادہ خوش ہوئے اور دیر تک میرا ہاتھ پکڑ کر گھوسی کی اپنی یادیں ذکر فرمانے لگے کہ: حضرت کا محلہ کریم الدین پور ہے ناں؟ عرض کیا جی حضور! فرمایا: وہ (تھوری دیر غور کرنے کے بعد فرمایا:) حضرت کا گھر ''قادری منزل'' کے نام سے ہے ناں؟ میں نے حیرت و استعجاب میں ڈوب کر عرض کی کہ جی! اور سوچنے لگا کہ واہ میرے رب کا احسان کہ لوگ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے والے کو سٹھیانے سے تعبیر کرنے لگتے ہیں کہ دماغ کام نہیں کر رہا مگر قبلہ مفتی صاحب کے ذہن میں ۹۷ رسال کی عمر میں بھی ۷۵-۸۰ ر سال پرانی باتیں محفوظ ہیں، یقیناً یہ علم دین اور خدمت دین متین کی برکت ہے۔

میں نے عرض کیا کہ: حضور! آپ نے سیدی صدرالشریعہ سے کہاں اکتساب فیض کیا؟ فرمایا: مظہرالعلوم کچی باغ، بنارس میں، ایک سال تک حضرت کی خدمت میں رہ کر حصولِ علم کا شرف ملا، پھر جب حضرت صدرالشریعہ کی آنکھوں کا آپریشن ہوا اور کچھ عرصہ بعد بینائی بالکل ختم ہو گئی تو حضور حافظ ملت کو بلا کر ہم جملہ طلبہ کو ان کے سپرد فرما دیا۔

دست بوسی کے بعد ہم واپس ہوئے، اس کے بعد لاک ڈاؤن میں ایک سال سے گھر پہ ہی رہ کر تعلیم و تعلم کا سلسلہ چل رہا ہے، بیچ میں ایک دو بار مارہرہ شریف جانے کا موقع ملا مگر حضرت مارہرہ شریف میں نہیں تھے، اس لیے ملاقات نہ ہو سکی اور وہی پہلی اور آخری ملاقات ٹھہری، ابھی دو دن پہلے اپنے احباب کے درمیان حضرت کا تذکرہ کر رہا تھا اور یہ ارادہ بھی تھا کہ حضرت مفتی صاحب سے رابطہ کیا جائے اور حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے متعلق کچھ اہم باتیں تھیں وہ بھی معلوم کر لی جائیں، مگر... ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جانے والے سے ملاقات نہ ہونے پائی
دل کی دل میں ہی رہی بات نہ ہونے پائی
(شکیل بدایونی)

آج ۱۲ رشوال المکرم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۴ رمئی ۲۰۲۱ء کو یہ خبر وحشت اثر پا کر بہت افسوس ہوا، قلب کو غم واندہ لاحق ہوا، حضرت مفتی صاحب قبلہ ۹۸ رسال کی عمر شریف گزار کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

آپ کی رحلت سے ایک عظیم الشان، نمونۂ اسلاف اور بابرکت شخصیت ہم سے رخصت ہو گئی، اللہ مفتی صاحب کی بے حساب مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

□ □ □

از: مولانا عبدالمصطفیٰ حشمتی ردولوی*

رفیق درس بھی ساتھ چھوڑ گئے

وفیات

شہزادۂ خلیفۂ اعلیٰ حضرت پیر طریقت حضرت علامہ سید حسنین رضا صاحب قبلہ صاحب سجادہ آستانہ عالیہ کیری شریف ضلع بانکا بہار بھی وصال فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون و لہ ما اعطی وما اخذ و کل شئ عندہ لاجل مسمی۔

موت سے تو کسی کو بھی رستگاری نہیں، سب کا وقت مقرر ہے، اس وقت مقرر سے ایک لمحہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوگا، خوش نصیب ہیں، وہ احباب اہل سنت جنہیں رمضان المبارک میں موت نصیب ہوئی کہ اللہ جل مجدہ الکریم کے کرم خاص سے یہی امید واثق ہے کہ انہیں رمضان المبارک کی برکتوں سے ہرگز محروم نہ فرمائے گا، حضرت علامہ سید حسنین رضا صاحب قبلہ کے وصال پر ملال پر فقیر حشمتی آپ کے اہل خانہ، محبین ومتوسلین اور تمام مریدین کو تعزیت پیش کرتا ہے اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہے اللہ جل مجدہ الکریم سید صاحب کو غریق رحمت فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔

سید صاحب قبلہ کے خاندان کا خانقاہ مقدسہ بریلی شریف سے بڑا قدیم رشتہ الفت ومحبت قائم ہے، آپ کے والد گرامی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ کے خصوصی فیض یافتہ تھے، آپ کے والد گرامی کی سند فضیلت پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ نے:

"ایھا الفاضل الکامل مرضی الخصائل محمود الشمائل الرفیع الشان مولانا سید عبد الرحمن القادری البیوتی"

تحریر فرمایا، اجازت وخلافت سے بھی نوازا، آپ نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں درس حدیث دیا اور فتویٰ نویسی فرمائی۔

حضرت علامہ سید حسنین رضا صاحب قبلہ سے پہلی ملاقات تقریباً پچپن سال قبل دار العلوم حشمت الرضا خانقاہ حشمتیہ پیلی بھیت شریف میں ہوئی جہاں آپ علم وفضل سے آراستہ ہو رہے تھے، فقیر بھی حصول علم کے لئے حاضر ہوا تھا، یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ اساتذہ کرام اور خود صاحب سجادہ حضرت بابرکت صاحب الفضیلۃ شہزادہ شیر بیشہ سنت حضور مشاہد ملت علیہ الرحمہ سید صاحب قبلہ کی دست بوسی فرما رہے ہیں، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آپ خانقاہ مقدسہ کیری شریف کے صاحب سجادہ کے نور نظر لخت جگر ہیں، نیز سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک سے تعلق رکھتے ہیں، کئی سالوں تک سید صاحب قبلہ کی معیت میں دار العلوم حشمت الرضا پیلی بھیت شریف میں سلسلہ تعلیم جاری رہا، سید صاحب قبلہ کو نیک سیرت، خوش اخلاق، اوقات درس کا سخت پابند، تقویٰ و پرہیزگاری کا خوگر اور ہمیشہ کم سخن پایا گویا آپ اس شعر کے سچے مصداق تھے۔ ؎

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارہ بلندی

سید صاحب قبلہ جس طرح خانقاہ حشمتیہ پیلی بھیت شریف میں محبوب نظر تھے ایسے ہی خانوادہ رضویہ میں بھی محبوب اور مقبول تھے، چنانچہ زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ آپ کا پیر ایک حادثہ کا شکار ہو گیا سخت چوٹ آئی، علاج کے لئے بریلی شریف میں واقع مشن ہاسپٹل کا انتخاب ہوا، حضور مشاہد ملت علیہ الرحمہ چند احباب کو ساتھ لے کر آپ کو ایڈمٹ کرایا جہاں آپ کے پیر کی سرجری ہوئی، ڈاکٹروں نے تقریباً ایک مہینہ ہاسپٹل میں قیام کرنے کو کہا فقیر بھی ساتھ تھا، جب سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو اطلاع ہوئی، آپ نے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا اور

* مضمون نگار دار العلوم مخدومیہ ردولی شریف ضلع بارہ بنکی کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔

فرمایا کہ سید صاحب قبلہ کے ساتھ جتنے افراد ہیں سب کے کھانے کا انتظام میں کروں گا آپ نے سات ڈبوں کا ایک ناشتہ دان منگایا اور مجھے حکم فرمایا کہ گھر کے اندر سے کھانا تم لایا کروگے، چونکہ مجھ پر اس وقت تک نماز فرض نہ ہوئی تھی، اس وجہ سے اس کام کے لئے مجھے منتخب کیا گیا تھا، جب میں ناشتہ دان لے کر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوتا تو پیرانی اماں فرماتیں کہ سید صاحب کا کھانا میں خود نکال کر دوں گی تا کہ مجھے بھی ایک سید زادے کی خدمت کا شرف حاصل ہو جائے، جبکہ گھر میں اور بھی ایسے افراد تھے جو یہ کام بخوبی انجام دے سکتے تھے مگر پیرانی اماں کے سامنے کسی کی نہیں چلتی اور یہ سلسلہ جب تک سید صاحب قبلہ بریلی شریف میں رہے چلتا رہا۔

سید صاحب قبلہ کو نو عمری ہی سے میں نے دیکھا کہ گھنٹوں اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے اور یہ سلسلہ آخری عمر تک برقرار رہا چنانچہ ابھی چند سالوں پہلے جب ردو ہابیہ کے لئے آپ کے وطن مالوف کے قریب آپ کے مریدوں میں حاضر ہوا، مسجد میں آپ پر نظر پڑی ایک گوشے میں آپ نماز ادا فرمارہے تھے، میں عشا نماز پڑھ کر قیام گاہ پر چلا آیا اور یہیں سید صاحب کی آمد کا انتظار کرنے لگا جب کافی عرصہ گذر گیا معلومات لی تو پتہ چلا کہ اب بھی مسجد ہی میں ہیں اور اوراد و وظائف میں مشغول ہیں، کچھ عرصہ اور گذارا تب تشریف لائے اور کم سخن ہونے کے باوجود کافی دیر تک محو گفتگو رہے مریدین سے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مولانا ہمارے ہم سبق ساتھی ہیں، آپ کے محبین کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ آپ کو متعدد مشائخ سے اجازت وخلافت حاصل تھی، جن میں پھلواری شریف بھی شامل ہے مگر جب سے پھلواری والوں کے دینی معاملات خراب ہوئے، آپ نے ان سے قطع تعلق فرمایا اور صرف سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ ہی میں بیعت کرتے رہے۔

اللہ جل مجدہ الکریم سید صاحب قبلہ کے دینی خدمات کو قبول فرمائے اور آپ کے محبین ومتوسلین اہل خانہ اور جملہ اہل سنت کو آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ومستنیر فرمائے اور اہل سنت کو جلد از جلد آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، قابل قدر فرزند گرامی وقار حضرت مولانا مفتی سید شاہد رضا صاحب مصباحی مدظلہ العالی کو اسلام وسنیت اور مسلک اعلی حضرت کی تادیر خدمت کرنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے والد گرامی کا سچا جانشین بنائے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

شریک غم

عبد المصطفیٰ صدیقی حشمتی، خادم دار العلوم مخدومیہ وکلیۃ البنات گلشن فاطمہ ردولی شریف ضلع بارہ بنکی اتر پردیش

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ، مطابق ۶ مئی ۲۰۲۱ء

□ □ □

ص ۸۰ کا بقیہ.........

پر رکھی اور صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو دعوت پیش کی آپ نے بیماری کی وجہ سے دعوت قبول نہ فرمائی مگر جب یہ سنا کہ فقیر کی تقریر ہوگی تو آپ نے دعوت قبول فرمائی اور تشریف بھی لائے علالت کے باوجود پوری تقریر سنی اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے ایک صاحبزادے دار العلوم مخدومیہ ردولی شریف ضلع بارہ بنکی سے فارغ ہوئے اور دو صاحبزادیاں کلیۃ البنات گلشن فاطمہ ردولی شریف سے عالمہ ہوئیں، اللہ جل مجدہ الکریم ان سب کو صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے بتائے ہوئے طریقے پر ہمیشہ مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت بابرکت صوفی لعل محمد صاحب قبلہ قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی رحلت پر فقیر حشمتی آپ کے اہل خانہ اور جملہ مریدین و متوسلین کو تعزیت پیش کرتا ہے اور غم کی اس گھڑی میں ان کا شریک وسہیم ہے اللہ تعالیٰ صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو غریق رحمت فرمائے اور اہل خانہ وتمام محبین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم۔

عبد المصطفیٰ صدیقی حشمتی، خادم دار العلوم مخدومیہ ردولی شریف

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ، مطابق ۶ مئی ۲۰۲۱ء

□ □ □

از: مفتی محمد مقصود عالم فرحت ضیائی*

موت العالم موت العالم

وفیات

مولانا مبارک حسین محسن صاحب رضوی اور حافظ محمد شہباز شمس صاحب رضوی بانکوی کی تحریر جو محب گرامی وقار مولانا صغیر احمد صاحب رضوی کٹور یاوی کی معرفت پہنچی جب اس دل سوز و جگر کوش تحریر پر نگاہ پڑی تو سکتہ طاری ہو گیا، آنکھیں نمناک ہو گئیں، ایسا محسوس ہونے لگا کہ قیامت کی آمد قریب تر ہے، آسمان زیر خاک ہونے کو ہے، سیارگان فلک کی تبسم ریزیاں مفقود ہیں، زمین سے اداسیوں کے دھوئیں اٹھ رہے ہیں، فضائے دہر پر مغمومیت کی رداتن چکی ہے، کالی گھٹاؤں کا ہر سمت راج ہو چلا ہے، تن بدن کو جھلسا دینے والا بادسموم حملے کو پر تول رہا ہے، واقعی قیامت سے قبل ہی قیامت کا منظر رقص کناں ہے۔ ؎

آتش گل نے چمن سارا جلا کر رکھ دیا
دیکھ لو فرحت یہ کیسا ظلم کا بازار ہے

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا، محدثین نے جس کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ قرب قیامت میں علمائے اٹھالئے جائیں گے، جہالت عام ہو جائے گی نئے نئے فتنوں کا کثرت سے ظہور ہونے لگے گا، چھوٹے بڑوں پر انگشت نمائیاں کرنے لگیں گے، زنا کا بازار گرم ہو جائے گا شراب نوشی کی محفلیں سجنے لگیں گی، مسجدوں میں ویرانیوں کا ڈیرا ہو جائے گا، اس وقت ان تمام چیزوں کا نظارہ صاف کیا جا سکتا ہے۔ ؎

اپنی آنکھوں سے ہلاکت خیز منظر دیکھئے
ہر طرف انساں کے لاشوں کا سمندر دیکھئے

ان دو ماہ کے اندر اندر بڑے بڑے علوم وفنون کے تاجور کی سواری دار آخرت کو کوچ کر گئے، وارثان لوح وقلم الوداعی سلام کہہ گئے، فکر وفن کے شمیم نے دوسری دنیاں کو آباد کر لیا، شعر و سخن کے آفتاب ومہتاب عدم کی بدلیوں میں روپوش ہو گئے، گلشن عرفان کی تتلیاں ایک ایک کر کے خلد آشیاں ہو گئیں، مدبرین کی جماعت دنیا کو یتیمی کا داغ دے گئی اور مزید دے رہی ہے۔ ؎

ظلم آخر کر گئی فصل خزاں بھی دیکھئے
میری دنیاں لٹ گئی ویراں مرا گلزار ہے

مذکورہ غموں پر دل ماتم کناں تھا ہی کہ اس خبر نے مزید دل کو ہلا کر رکھ دیا کہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ و مولانا سید حسنین میاں علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ کیری شریف بانکا بہار بھی غم فرقت دے کر واصل بحق ہو گئے، **اناللہ وانا الیہ راجعون**۔ ؎

تیری فرقت خون کے آنسو رلاتی ہے مجھے
درد کا عالم نہ پوچھو کس قدر خوں خوار ہے

حضور والا کی شخصیت اہل بہار اہل بانکا بھاگلپور مونگیر گڈا اور جھارکھنڈ کے لئے محتاج تعارف نہیں، ہر غم کا مارا اس خانقاہ عرش نشان میں روتا حاضر ہوتا اور مسکراتا واپس جاتا، جو مراد لئے دربار عالیہ میں حاضری دیتا کشکول حاجت مرادوں سے پر ہو جاتا، سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہاں کوئی دکھاوا اور چھل کپٹ کا وجود نہیں پایا جاتا، شریعت کے حدود کی کامل پاسداری ہوتی ہے، صوم وصلاۃ کی پابندیاں، طاعت وعبادت کی گہر افشانیاں، علم و عمل کی نیر باریاں، مسلک اعلیٰ حضرت کی تابانیاں، فکر رضا کی ضوباریاں، تسبیح وتہلیل کی تابنا کیاں اور رشد وہدایت کی جولانیاں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔

اس لئے یہاں کی شریعت وطریقت کی آب پاشیوں سے ایک زمانے کا کشت قلب وجگر سیراب ہو کر مرغ زار ولالہ زار بنا اور اپنے ایمان واسلام کی صحت وسلامتی پائی۔ ؎ بقیہ ص ۱۲ پر

* مضمون نگار فخر از ہر دار الافتاء، ہاسپیٹ بلاری کرناٹک کے مفتی ہیں۔

از: مولانا عبدالمصطفیٰ حشمتی ردولوی*

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

وفیات

پیر طریقت رہبر راہ شریعت نمونہ اسلاف خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا صوفی لعل محمد صاحب قبلہ قادری برکاتی اس فانی دنیا کو روتا بلکتا چھوڑ کر دار جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون وللہ ما اعطی وما اخذ وکل شی عندہ لاجل مسمی وما علینا الا الصبر والرضاء بالقضاء والقدر۔

موت کسی بھی مومن کی ہو تکلیف کا باعث ہوتی ہے مگر چند دنوں کے بعد دنیا اس تکلیف سے باہر آجاتی ہے، ہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے چلے جانے کا غم مدتوں باقی رہتا ہے انہیں میں حضرت بابرکت صوفی لعل محمد صاحب قبلہ قادری برکاتی کی مبارک ذات تھی، آپ کی ذات سے ایک جہاں وابستہ ہے جن کے قلوب کو آپ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور فرمایا اور جنہیں مسلک مہذب مسلک اعلی حضرت کا فدائی اور اس مسلک پر مر مٹنے والا سپاہی بنایا، پوری زندگی اسلام وسنیت کی بےلوث خدمت فرمائی، آپ کی ذات واقعی نمونہ اسلاف تھی، اسی لئے آپ صوفی صاحب کے لقب سے مشہور ومعروف ہوئے اللہ جل مجدہ الکریم نے آپ میں بے شمار خوبیاں رکھی تھیں سچ کہا ہے کہنے والے نے کہ ؏

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

آج پیروں کی کمی نہیں مگر سچی بات یہ ہے، حضرت صوفی صاحب قبلہ جیسا مرشد کامل دور دور تک نظر نہیں آتا، شریعت کی پاسداری، مسلک اعلی حضرت سے سچی وفاداری، بزرگان دین سے حقیقی وابستگی خصوصاً خانقاہ مقدسہ بریلی شریف سے محبت و عقیدت میں اپنی مثال آپ تھے، اس لئے آپ کی رحلت پر جو دلی صدمہ پہنچا ہے، اسے مدتوں تک نہیں بھلایا جاسکتا۔

کہتے ہیں کہ اللہ کے مقرب بندوں کو انکے موت کی پہلے ہی خبر دے دی جاتی ہے، حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ لکھنؤ ہاسپٹل میں زیر علاج تھے دوران علاج فرمایا کہ مجھے تاجدار اودھ حضور شاہ میناشاہ کی بارگاہ میں لے چلو، مزار مقدس پر حاضری دی، عرض مدعا کیا اور جب رخصت ہونے لگے تو حضور شاہ میناشاہ علیہ الرحمہ سے مخاطب ہو کر یوں عرض کیا کہ حضور آخری سلام قبول فرمائیں اب ظاہرا حاضری نصیب نہ ہوگی۔ ؎

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

ترے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

جناں بنے گی محبانِ چار یار کی قبر
جو اپنے سینے میں یہ چار باغ لے کے چلے

حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے فقیر حشمتی کے دیرینہ تعلقات تھے، جب بھی ملاقات ہوئی شفقتیں فرمائیں اور فقیر نے جب بھی یاد کیا تو حضرت صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے اپنی عنایتوں سے محروم نہ کیا بلکہ تشریف لائے یہی وجہ تھی کی پچھلے چالیس بیالیس سال سے دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف کی سالانہ پیغام حق کانفرنس میں آپ کی شرکت عام طور پر ہوتی رہی، کبھی بھی نذرانہ تو نذرانہ ہے کرایہ تک قبول نہ فرمایا، بارہا دیکھا کہ آپ اپنے مریدوں کو حکم فرماتے کہ جلسہ کرواور مولانا عبدالمصطفیٰ کو بلا کر ردوہابیہ سنواور عوام اہل سنت کو سناؤ تا کہ تمہارے ایمان و عقیدے پر کوئی بدمذہب ڈاکہ نہ ڈال سکے۔

آپ کے مرید خاص حضرت صوفی سلطان عالم صاحب قادری ردولی شریف نے ایک محفل پاک گھر بقیہ ص ۷۸ پر

* مضمون نگار دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف ضلع بارہ بنکی کے سربراہ اعلی ہیں۔

ستائیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲/ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰/ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی ستائیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کر رہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشترؔ فاروقی

ملفوظات

گزشتہ سے پیوستہ

عرض... ۵: ایک بڑی آیت جیسے آیت الکرسی یا آیت مداینہ اگر ایک رکعت میں اس میں کا بعض پڑھا اور دوسری میں بعض تو جائز ہے جب کہ ہر رکعت میں جتنا پڑھا بقدر تین آیت کے ہو، اس میں آیت مداینہ سے کیا مراد ہے؟

ارشاد...: غالباً یہ آیت ہے:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْــٴًـا فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْــٴَـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ وَلَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ

وَّلَا شَهِيۡدٌ وَاِنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاِنَّهٗ فُسُوۡقٌ مبِكُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيۡمٌ o''

(سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۲)

عرض... ۶: سونے کے زیورات کی زکاۃ کا حساب آج جو زیورات کے خریدنے کا مارکیٹ ریٹ ہے، اس سے لگایا جائے گا یا خام سونے کی قیمت سے؟

ارشاد...: جو آج کا بھاؤ ہے اس کے حساب سے لگے گا۔

عرض... ۷: صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع کا وزن ۳۵۱/روپے بھر اور نصف صاع کا ۱۷۵/روپے اٹھنی بھر، فی زمانہ اس کی مالیت کتنی ہوگی؟

ارشاد...: اس کی مالیت اس وقت کچھ یاد نہیں ہے غالباً جو اشتہار ہمارے یہاں سے نکلتا ہے، اس میں دو کلو پینتالیس گرام اس کا وزن بتایا گیا ہے، اتنی مقدار ہو یا اس کی جو مالیت ہو جو قیمت ہو وہ صدقہ کردے۔

عرض... ۸: کچھ لوگ جنت البقیع شریف میں زیارت کی غرض سے جانے سے منع کرتے ہیں اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہاں کئی قبور پر اب راستہ بنا دیا گیا ہے، اس لئے وہاں نہ جانا چاہئے، رہنمائی فرمائیں؟

ارشاد...: جہاں پر نیا راستہ نکالا گیا ہو تو فقہا یہ فرماتے ہیں کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہے اس میں گزرنا حرام ہے اس لئے کہ قبرستان مظنۂ قبر ہے اور خصوصاً پرانا قبرستان اور بسا اوقات قبریں امتداد زمانہ سے قبروں کے آثار مندرس ہو جاتے ہیں، مٹ جاتے ہیں اس میں مظنون بظن غالب یہ ہے کہ وہاں قبر ہوگی تو اب اس میں جو راستہ نکالا گیا وہ راستہ نکالنا جائز نہیں ہے اور اس میں مظنون بظن غالب یہ ہے کہ قبر پر پیر پڑے گا تو اگر قبرستان میں جانے کی صورت یہ ہو کہ قبروں کو پھلانگ کر جاتا ہو یا قبر پر پیر پڑتا ہو تو یہ قطعاً ناجائز وحرام ہے ایسے ہی جو پرانا قبرستان تھا، اس میں نیا راستہ نکالا گیا اس میں بھی یہ مظنون بظن غالب ہے اس لئے فقہا نے منع فرمایا جہاں پر ایسا مظنون ہے، گمان ہے وہ بقیع شریف کا قبرستان ہو یا کوئی جگہ ہو وہاں وہی حکم ہے ان کا منع کرنا بجا ہے اندر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آدمی خاص اس حصے سے کہ جہاں پر قبریں نہیں ہیں اور نیا راستہ نہیں نکالا گیا وہاں پر کھڑے ہو کر وہ فاتحہ وسلام وغیرہ عرض کر سکتا ہے پڑھ سکتا ہے۔

عرض... ۹: حرم کعبہ شریف میں نماز پڑھتے وقت نظر جائے سجدہ پر ہونی چاہئے یا کعبہ شریف پر؟

ارشاد...: نماز پڑھنے کا ادب یہی ہے کہ خاشعین کی طرح نماز پڑھے اور خاشعین کی نماز یہی ہے کہ جائے سجدہ پر نظر جما کر نماز پڑھے کعبہ مسجود الیہ ہے وہ جہت سجدہ ہے اور سجدہ حقیقتاً اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے اور نماز اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت ہے اور نماز کا یہ ادب ہے اور یہ ادب مطلق ہے اس میں کسی جگہ کی اور خصوصی محل کی کوئی قید نہیں ہے کعبہ میں بھی نماز کا یہی ادب ہے جو خاشعین کی نماز جس طرح سے پڑھی جاتی ہے وہاں بھی وہ اسی طریقے سے پڑھے گا۔

عرض... ۱۰: ایک پیر صاحب کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک گروہ ایسا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ صرف اچھے اعمال (یعنی لوگوں سے بھلائی کرنے پر) کی بنیاد پر جنت میں داخل فرمادے گا چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ہو۔ کیا یہ درست ہے؟

ارشاد... : یہ نادرست ہے۔ عمل کی بنیاد اور اس کا مصحح، وہ ایمان ہے اور ایمان کی جان حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی محبت، اور وہ جو کچھ لے کر آئے اور اس محبت میں بھی ہم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہماری مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ محبت کا معنیٰ یہ ہے کہ آدمی کی خواہش نفس اور اس کا دل اور اس کی مرضی سب حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے دین کے تابع ہو جائے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

''لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ۔
تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی ہوا اور اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے۔''

(شرح السنۃ للبغوی، ۱/ ۲۱۳)

تو پیر صاحب کا یہ کہنا محض بے بنیاد ہے اور لوگوں کو بے

ایمان بننے کی دعوت ہے۔

عرض...۱۱: کیا پیر کی اجازت کے بغیر مرید کو کوئی وظیفہ نہیں پڑھنا چاہئے؟

ارشاد...: وظیفہ میں یہ ہے کہ اس کی اجازت جو اس کا عامل ہے یا جو معمولات عامہ کا عامل ہے اور وہ جامع شرائط ہے عامل باعمل اور پرہیز کے ساتھ، اتباع شرع کے ساتھ کوئی عمل کرتا ہے اس سے اس کی اجازت لینا یہ معمولات مشائخ میں معمول ہے اور اس کا فیض ہوتا ہے جب کوئی عامل عالم باعمل اور بزرگ اور سچا عامل اس عمل کی اجازت دیتا ہے تو اس میں برکت اور فیض ہوتا ہے اور اس کی اصل قرآن کریم کا یہ قول ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

''فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡهِ -''

(سورۂ بقرہ جز آیت ۳۷)

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم جب ان سے خطاً اجتہادی ہوئی کوئی گناہ نہیں ہوا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت بالغہ نے چاہا کہ وہ جنت میں نہ رہیں اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے دنیا کو برکت دیں اور دنیا کو وہ معمور فرمائیں کہ ان کے تشریف لانے سے انبیا اولیا اور حضور سرور عالم ﷺ خاص کر تشریف لائیں گے اور زمین ان کے قدموں سے آباد ہوگی، اس حکمت کا یہ تقاضا ہوا کہ آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم زمین میں بھیجے گئے، اب اس منزل سے اور اس جگہ سے آپ علیہ السلام دور کر دیئے گئے آپ علیہ السلام غمگین رہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں انابت جو توبہ کا ایک درجۂ اعلیٰ ہے جو اخص الخواص کا درجہ ہے، اس درجے پر ان سے کوئی گناہ نہیں ہوا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضی چاہنے کے لئے وہ انابت کرتے رہے اور توبہ کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو کچھ کلمات سکھا دیئے، جو انہوں نے کہے تو ان کی توبہ قبول ہوئی اور ان کو مزید قرب حاصل ہوا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی کی حکایت کی ہے کہ

''فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡهِ -

(سورۂ بقرہ جز آیت ۳۷)

تو آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب (عزوجل) سے کچھ کلمات سیکھ لئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی، علما فرماتے ہیں یہاں سے کوئی بھی عمل ہے اس میں جو اس کا عامل ہے اس کی اجازت سے اگر اس کو کیا جائے تو اس میں قبولیت کی اُمید بھی ہوتی ہے اور برکت ہوتی ہے۔

عرض...۱۲: کیا عورت کی آواز میں آڈیو پر نعت شریف سن سکتے ہیں؟

ارشاد...: عورت کی آواز بھی عورت ہے:

''صوت المرأۃ عورۃ۔'' (البحرالرائق، باب شروط الصلاۃ، ۱/۲۸۵)

فقہائے کرام کی تمام کتابوں میں اذان وغیرہ میں اور تلبیہ وغیرہ میں یہ جزیہ موجود ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، لہٰذا عورت کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی آواز غیر محارم کو سنائے اس لئے اس کی آواز کا سننا جائز نہیں ہے۔

عرض...۱۳: کیا ہم زکاۃ کے پیسے سے قرآن شریف خرید کر مسجد میں اور مدرسے میں دے سکتے ہیں؟

ارشاد...: زکاۃ کے پیسے سے قرآن عظیم کے نسخوں کو مسجد یا مدرسے کو دینا بغیر حیلۂ شرعی کے جائز نہیں ہے اور اگر اس طور پر وہ قرآن کے نسخے زکاۃ کے پیسے سے رکھوائے تو زکاۃ ادا نہیں ہوگی اور جس نے اپنی زکاۃ کی رقم اگر کسی کو دی ہے، وہ اس کا وکیل ہے تو وکیل کے اس تصرف سے اس مؤکل کی زکاۃ ادا نہیں ہوئی اور وکیل پر تاوان لازم ہے کہ اتنی رقم وہ مؤکل کو واپس کرے اور یہ صورت کہ زکاۃ کی رقم سے حیلہ کر لیا کسی فقیر مسلم کو دے دیا اور اس سے کہا کہ اس رقم سے فلاں نیک کام کیا جائے گا مثلاً قرآن عظیم کے نسخے خرید کر مسجد یا مدرسے میں رکھوائے جائیں گے، اُس نے کہا کہ مجھے منظور ہے تو اس طور پر زکاۃ ادا ہو جائے گی اور فقیر کو اس کا ثواب ملے گا اور جس نے اس کو اس عمل کی تلقین کی اس کو بھی اس کا تلقین کا اور فقیر کے عمل کا ثواب ملے گا۔

عرض...۱۴:

سایہ جملہ مشائخ یا خدا ہم پر رہے
رحم فرما آل رحمٰں مصطفیٰ کے واسطے

یہاں آل رحمٰں سے کیا مراد ہے؟

ارشاد...: آل رحمٰں یہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا لقب ہے جو غالباً خاتم الاکابر حضرت ابوالحسین شاہ احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو دیا تھا اور جب آپ چھ مہینے کے تھے تو آپ تشریف لائے اور ان کو بیعت کیا اور ان کو خلافت دی، آل رحمٰں سے حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ مراد ہیں۔

عرض...۱۵: معترض اور مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت ٹی وی ویڈیو اور تصاویر اور ان خرافات کے حامی افراد اور تنظیموں کے بہت خلاف ہیں مگر خود حضرت ہی کے خلفا اور مریدین بغیر کسی شرعی عذر یا حکومتی دباؤ کے ٹی وی پر آتے ہیں یا ویڈیو و تصاویر بنواتے ہیں حضرت ان پر بھی سرزنش فرمائیں؟

ارشاد...: خلفا اور مریدین اگر یہ کام کرتے ہیں تو ان کو یہ ہدایت ہے کہ وہ ٹی وی پر آنے سے پرہیز کریں اور ویڈیو کے پروگراموں سے پرہیز کریں اور اپنی تصویر کشی سے اجتناب کریں جاندار کی تصویر کشی حرام اشد حرام ہے وہ کوئی کرے میرا خلیفہ ہو یا میرا مرید ہو یا میرے خاندان کا کوئی فرد ہو میں اس سے راضی نہیں ہوں۔

عرض...۱۶: اگر ہم اپنے مرحومین کی قبروں پر پھول چڑھاتے ہیں یا قبر پر پانی ڈالتے ہیں تو کیا اس سے مردے کو فائدہ پہنچتا ہے؟ اس عمل کی اصل کیا ہے؟

ارشاد...: اس امر کی اصل وہ ہے کہ بخاری شریف میں اور دوسری حدیث کی کتابوں میں یہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا گزر ہوا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان دونوں قبروں کے بارے میں یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص تھا جو چغلی کھاتا تھا لوگوں کی شکایت لے کے جاتا تھا اور لوگوں کی برائی کرتا تھا بے جا چغل خوری کرتا تھا اور ایک وہ تھا جو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا بخاری میں:

"**لا یستتر من البول۔**" (صحیح البخاری، ۱/ ۵۳)

یہ روایت ہے جب وہ پیشاب کرتا تھا تو پردے کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ اس کا ستر کھلے اور لوگ اس کو دیکھیں یعنی کشف عورت کا مرتکب ہوتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ:

"**کان لا یتنزہ من البول۔**" (المعجم الکبیر للطبرانی، ۸/ ۲۱۶)

یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ دونوں مردے اپنی قبر میں ان کو عذاب دیا جا رہا ہے:

"**وما یعذبان فی کبیر۔**" (سنن الترمذی، ۱/ ۱۲۶)

اور کسی بڑی بات میں ان کا عذاب نہیں ہے یعنی ایسی بات نہیں ہے کہ جس سے بچنا ان کے اوپر دشوار تھا بات تو وہ کبیرہ تھی کبیرہ گناہ تھا لیکن اس سے بچ سکتے تھے آسانی سے لیکن اس سے بچے نہیں تو ان پر عذاب ہو رہا ہے پھر حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ٹہنی لی اور اس کو آدھا آدھا کر دیا اور وہ ٹہنی ایک قبر پر لگا دی دوسری ٹہنی دوسری قبر پر لگا دی اور فرمایا کہ امید ہے اس بات کی کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی خشک نہ ہوں گی اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے عذاب میں تخفیف فرما دے گا اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ کہنا کہ امید ہے یہ ہمارے تمہارے کہنے کے طور پر نہیں ہے بلکہ اس نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا کہنا یہ خدا عزوجل کا کہنا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: **لعلکم** تو وہاں ترجّی تحقیق کے لئے ہے، یہاں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا کہنا بھی تحقیق کے لئے ہے یعنی مطلب یہ کہ امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ میں نے رکھ دی ٹہنی اب ان پر سے عذاب اُٹھ گیا، تو یہ اس کی اصل ہے۔

عرض...۱۷: ہالینڈ میں اس اگست 2010 میں عشا کا وقت رات بارہ بجے ہوتا ہے علمائے ہالینڈ نے عوام الناس کی حالت مدنظر رکھتے ہوئے صاحبین کے قول کو اختیار کیا، کیا تراویح اور دوسری نمازوں کی طرف بلانے کے لئے بھی عموم بلوہ کی وجہ سے صاحبین کے قول کو اختیار کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد...: نہیں یہ بہت سخت جرأت ہے اور ہم حنفی ہیں ہم یوسفی یا شیبانی نہیں ہیں اور ہمارے نزدیک امام اعظم علیہ الرحمہ کے

نزدیک وقت نہیں ہوتا ہے ایسے وقت میں نماز پڑھنا جس وقت میں شک ہو کہ وقت ابھی داخل نہیں ہوا اس کی اجازت نہیں ہے۔

عرض...۱۸: ایک مقرر صاحب نے کہا کہ جس کے پاس حلال کھانا نہ ہو اور وہ مر رہا ہو اور حرام کھانا دستیاب ہو تو اس پر فرض ہے کہ اس حد تک کھالے کہ جان بچ جائے اگر نہ کھایا تو حرام موت مرے گا، حضرت کیا فرماتے ہیں؟

ارشاد...: یہ تو صحیح بات ہے اگر کوئی حلال غذا ایسی میسر نہیں ہے جس سے اس کی جان بچ سکے اور کوئی شے حرام موجود ہے تو جب سچی سچی ضرورت ہو کہ جان جانے کا اندیشہ ہو تو اس قدر جس سے سدِّ رمق ہو جائے ایک لقمہ یا دو لقمہ کہ جس کے ذریعے سے اس کی جان بچ سکتی ہے وہ اس پر کھانا فرض ہے اور یہاں پر اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ نہ کھائے بلکہ اگر نہیں کھائے گا اور جان دے دے گا تو اس صورت میں یہ خودکشی کا مرتکب ہوگا اس پر فرض ہے کہ بقدر سدِّ رمق اپنی جان بچانے کے لئے جس قدر سے جان بچ سکتی ہے وہ کھالے۔

''الضرورات تبیح المحظورات۔ شریعت کا قاعدہ ہے کہ ضرورتیں حرام چیزوں کو مباح کردیتی ہیں۔''

(الاشباہ والنظائر لابن نجیم مصری، ۱/ ۷۳)

''ما أبیح للضرورۃ یقدر بقدرھا۔ اور جو ضرورت کے لئے مباح ہے وہ اسی مقدار پر رہے گا جتنی مقدار اس کی ضرورت کی ہے۔'' (الاشباہ والنظائر، ۱/ ۷۳)

اس سے آگے بڑھنا خواہش سے کھانا اور حد سے زیادہ گزرنا یہ جائز نہیں ہے۔

عرض...۱۹: ایک شخص کی بہت سی قضا نمازیں باقی ہیں، اب وہ صرف فرض نماز پڑھتا ہے اور سنتوں کی جگہ قضائے عمری پڑھتا ہے کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟

ارشاد...: ٹھیک ہے اس کو یہ حکم ہے کہ تخمینہ ایک لگالے ایسا جس میں نمازیں کم نہ رہ جائیں اگر بڑھ جائیں تو حرج نہیں ہے لیکن نمازیں ایسی نہ رہیں کہ وہ تخمینہ سے باہر ہوں اور وہ قضا کرنے سے رہ جائیں جس قدر ممکن ان نمازوں کو جلد قضا کرلے اور ان میں ایک تخفیف یہ بھی ہے، اور قضا نمازوں کی تو کوئی صورت ہے نہیں یہ تخفیف ہاں اگر بہت زیادہ نمازیں ہیں تو سنت مؤکدہ نہ چھوڑے نوافل وغیرہ چھوڑ سکتا ہے۔

عرض...۲۰: اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق کسی نے کہا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاند کی سائنٹفک کیلکولیشن کو معتمد کہا اور اسی طرح مفتی شریف الحق امجدی صاحب کے بارے میں بھی بتایا کہ انہوں نے ایسی صورت میں جب مطلع ابر آلود ہو اور چاند کی سائنٹیفک رپورٹ ہو کہ آج ہی چاند ہے تو وہ قابل اعتماد ہے۔ رہنمائی فرمائیں؟

ارشاد...: جنہوں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ایسا کہا ہے فتاویٰ رضویہ کا ایک رسالہ نہیں متعدد رسالے اس کے خلاف ہیں اور ہمارے علما یہ تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ حساب تو علامہ امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمۃ نے قطعی بتایا یہ ان کا منفرد قول ہے جس میں وہ منفرد ہیں شافعی حنفی کوئی بھی فقیہ فقہائے متقدمین میں ان کا اس مسئلے میں ہم خیال اور موافق نہیں ہے یہ خود ان کا اپنا ایک خیال ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال کو مقرر نہیں رکھا بلکہ یہی فرمایا کہ:

''صوموا لرؤیتہ، وافطروا لرؤیتہ، فان غبی علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین۔'' (صحیح البخاری، ۳/۲۷)

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو چاند دکھائی نہ دے تو شعبان کی عدت، یہ شعبان کی تقیید اتفاقی ہے ہر مہینے کا یہی حکم ہے تو مہینے کی عدت پوری کرو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔

عرض...۲۱: جدہ کے سیشن میں حضرت سے سوال ہوا تھا کہ ''بدمذہبی حد کفر کو پہنچنے کے بارے میں کچھ تفصیل فرمادیں'' کیا طاہر القادری کی بدمذہبی حدِّ کفر کو پہنچ چکی ہے؟

ارشاد...: طاہر القادری کے مختلف بیانات اور اس کی کتاب فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے یا فرقہ پرستی کا خاتمہ اس میں بہت سارے مقالات اور کلمات اور عبارتیں کفریہ موجود بقیہ ص ۴۷ پر

از: مولانا کہف الوریٰ مصباحی*

جانشین تاج الشریعہ کا دورۂ مشرقی اتر پردیش

قائد ملت کے تبلیغی دورے

چندرامئو، ۱۰؍مارچ ۲۰۲۱ء

جشن معراج النبی ﷺ واصلاح معاشرہ کانفرنس

۱۰ ؍مارچ ۲۰۲۱ء کوفیض آباد کے مشہور ومعروف قصبہ چندرامئو میں شہزادہ تاج الشریعہ، مہبط انوار تاج الشریعہ، گل گلزار رضویت، حضور قائد ملّت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی رضوی نوری مدظلہ العالی کی آمد پر باشندگان چندرامئو نے جشن معراج النبی ﷺ واصلاح معاشرہ کانفرنس منعقد کیا، جس میں قرب وجوار اور چندرامئو کے عوام وخواص نے شرکت کر کے خانوادہ رضویہ سے اپنی سچی عقیدت کا ثبوت پیش کیا، ساتھ ہزاروں کی تعداد میں عوام اہل سنت نے شہزادۂ تاج الشریعہ کے دست حق پرست داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ ہوئے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جوں ہی اہلیان چندرامئو کو حضور قائد ملّت کے مشرقی دورے کا علم ہوا، فوراً انھوں نے سیف رضا مجاہد سنیت حضرت علامہ الحاج الشاہ عبد المصطفیٰ صاحب قبلہ رودولوی سے رابطہ کیا اور پیہم اصرار پر اصرار کیا کہ حضور قائد ملت کا مشرقی دورہ! اور اب بھی چندرامئو محروم رہے؟ وقت بھی بہت کم تھا لیکن حضرت نے ان کے جذبات اور عقیدت کی قدر کرتے ہوئے پوری کوشش کی اور بفضلہ تعالیٰ انھیں کامیابی بھی حاصل ہوئی، ۱۰؍مارچ ۲۰۲۱ء کی شب چندرامئو کی گلیاں معطر ہوئیں، وہاں کے علمائے کرام ومشائخ طریقت اور شعرائے اسلام سے چندرامئو مہک اٹھا۔

خصوصی خطاب خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، مسیح العلما، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ الحاج مفتی محمد مسیح الدین صاحب قبلہ رضوی حشمتی مدظلہ العالی نے فرمایا، آپ کا خطاب عقائد حقہ کی توضیح وتشریح، ایمان وایقان کی اہمیت وافادیت کے ساتھ ہی معاشرے میں پھیلی ہوئی غیر شرعی رسومات کی بیخ کنی پر ہوا، خصوصاً شادی اور ولیمہ کے موقع پر نئی نئی غیر شرعی ایجادات پر قوم وملت کو بیدار کیا۔

دوسرا خطاب سیف رضا، قاطع دیوبندیت، حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب قبلہ رودولوی نے فرمایا، جیسا کہ مذکورہ بالا گفتگو سے واضح ہوا کہ اس جلسے کے انعقاد واہتمام میں حضرت ہی کی کوشش وکاوش کارفرما تھی، باوجود ان ذمہ داریوں کے حضرت نے اپنی سابقہ طرز بیان پر عمل کرتے ہوئے عقائد حقہ سے لبریز خطاب فرمایا اور تیزی سے پھیلنے والے فتنۂ رفض وخروج کی مکمل توضیح وتشریح بھی فرمائی اور عوام اہل سنت کو ان فتنوں سے دور اور معمولات اہل سنت وجماعت عمل پیرا رہنے کی اپیل بھی کی۔

یہ وہ موقع تھا کہ جب پورا مجمع شہزادۂ حضور تاج الشریعہ کی زیارت سے شادکام ہونے کے لئے بیتاب ومضطرب تھا، بالآخر انتظار شدید کے بعد پورا مجمع شہزادۂ تاج الشریعہ کی زیارت سے فیض یاب ہوا، ساتھ ہی داماد حضور قائد ملّت، شیخ التفسیر، حضرت علامہ عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ اور نازش علم وادب ادیب شہیر حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب قبلہ کی بھی تشریف آوری ہوئی۔

علامہ عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ نے نہایت ہی علم وفکر سے لبریز، معراج مصطفیٰ کے حوالے سے خطاب فرمایا اور قصیدۂ معراجیہ کے چند اشعار کی علمی انداز وبیان میں مکمل تشفی بخش تشریح بھی فرمائی، حضرت مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب قبلہ نے بھی مختصر مگر جامع علمی وآگہی سے بھرا ہوا خطاب کیا، پروگرام میں ملک وملت کے نامور ثنا خوان مصطفی بھی شریک ہوئے، اس جلسے کے شاعر خصوصی محترم قاری ضیاء یزدانی صاحب نے

* مضمون نگار مدرسہ قادریہ، مہادیہ موڑ، بلرام پور کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نعت خوانی کا شرف حاصل کیا اور ساتھ ہی جناب نعمان رضا صاحب نے بھی اپنے منفرد انداز میں نعت ومنقبت کے اشعار گنگنائے۔

پروگرام میں قرب وجوار کے مشاہیر علما ومشائخ نے شرکت فرمائی، اخیر میں پیر طریقت رہبر راہ شریعت، قاسم فیضان تاج الشریعہ حضور قائد ملّت کے دست حق پرست پر ہزاروں عشاقان اعلیٰ حضرت نے بیعت کی اور آپ کی پر مغز تقریر اور دعا پر جلسے کا اختتام ہوا، اس پروگرام کے جملہ منتظمین، جملہ معاونین نے مکمل خلوص نیت سے پروگرام کا انتظام وانصرام کیا اور جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ چندرا مئو بنام آمد رسول کمیٹی نے جلسے کو کامیاب بنانے کے بھر پور کوشش کی، اللہ تعالیٰ تمام حضرات کی محنت و کاوش کو قبول فرمائے، آمین یارب العالمین۔

مہادیہ بازار، اترولہ ضلع بلرام پور

حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ ارادت کس قدر وسیع وعریض تھا، اس سے ہر کوئی باخبر ہے، اسی وجہ سے آپ بہت سے عقیدت کیشوں تک کوشش بسیار کے بعد بھی بسا اوقات نہیں پہنچ پاتے تھے، انھیں ارادت مند حلقوں میں ضلع بلرام پور، قصبہ اترولہ کے قریب واقع مہدیہ بازار بھی ہے جو راقم الحروف کا بھی جائے سکونت ہے، حتی المقدور کوششوں کے بعد بھی حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لاسکے، پھر جملہ مریدین و معتقدین قاسم فیضانِ تاج الشریعہ، حضور قائد ملّت دام ظلہ العالی کی تشریف آوری کا شدت سے انتظار کرنے لگے، ہر کوئی ایک جھلک زیارت کا مشاق تھا، ایسی بے خودی کے عالم میں وہاں کے ذمہ داران نے ایک تاریخ منتخب کی اور اس دن حضور قائد ملّت کی تشریف آوری بھی جزم ویقین کے درجے پر تھی لیکن وہ تاریخ بھی آگئی پوری تیاریاں ہوگئیں این. آر. سی، سی. اے. بی، قانون کے خلاف جاری مظاہروں اور احتجاجوں کے پیش نظر پرساشن نے لکھنؤ سے آگے آنے پر روک لگا دی، تو اس طرح اس موقع پر بھی اہلیانِ مہدیہ بازار واطراف واکناف تشنہ ہی رہے، شربت زیارت سے سیرابی نہ ہوسکی۔

الحمدللہ! جب حضور قائد ملّت نے ضلع بلرام پور، گونڈہ، فیض آباد، بہرائچ، سلطان پور اور بنارس کا رخ کیا تو رخت سفر سے پہلے ہی، استاذ الاساتذہ، خلیفہ حضور تاج الشریعہ، مسیح العلما حضرت علامہ مفتی محمد مسیح الدین صاحب قبلہ نے آپ سے مہدیہ بازار کے لیے بھی کچھ وقت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ کچھ دیر قیام کے دوران اس علاقے کے لوگ سلسلہ قادریہ رضویہ میں داخلے سے مشرف ہوجائیں گے۔

لہٰذا ایک طرف سے حضور مسیح العلما اور دوسری جانب سے جناب ڈاکٹر لائق علی رضوی کی سعی پیہم اور آپ حضرات کی عقیدت ومحبت کو دیکھتے ہوئے حضور قائد ملّت نے کرم فرمایا اور مہدیہ بازار کے لیے بھی وقت عنایت فرمایا۔

چوں کہ بھرتھا پور، اترولہ میں ۲۶ ؍رجب المرجب ۱۴۴۲ھ کو حضور قائد ملّت کی تشریف آوری ہونی تھی اسی مناسبت سے اسی دن بعد مغرب حضور قائد ملّت، شہزادہ تاج الشریعہ، جانشین تاج الشریعہ کی آمد کا وقت مقرر ہوا، اتنا ہونا تھا کہ پورا علاقہ قادری رضوی فضاؤں میں تبدیل ہوگیا اور مقررہ تاریخ کو ظہر تا عصر کے درمیان پورے بازار میں عقیدت مندوں کا سیلاب نظر آرہا تھا، جہاں نظر اٹھاؤ وہیں فیضانِ تاج الشریعہ حاصل کرنے والے قادری رضوی حضرات کا جم غفیر نظر آرہا تھا۔

بالآخر بعد نماز مغرب استقبالیہ جشن کا آغاز قاری مشاہد کی تلاوت پر ہوا، نعت ومنقبت کے اشعار قرب وجوار کے مشاہیر شعرائے کرام نے پیش کی خصوصاً حافظ وقاری عبد المصطفیٰ اترولوی، قاری نفیس نظامی، خطیب اہل سنّت حضرت علامہ غلام معین الدین رضوی استاذ دار العلوم علی حسن اترولہ نے سامعین کرام سے خطاب کیا، ساتھ ہی حضرت مولانا ندیم اصغر برکاتی نے بھی خطاب کیا۔

اخیر میں خصوصی خطاب مفکر اسلام مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ نے قرآن مجید کے چند آیتوں کی مدلل ومبرہن تفسیر بیان فرماتے ہوئے عوام میں پھیلی ہوئی چند غلط فہمیوں کی اصلاح بھی فرمائی اور ہزاروں کی تعداد میں عوام وخواص اہل سنت نے شہزادہ تاج الشریعہ کے دست حق

قائد ملت کے تبلیغی دورے

پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضور قائد ملّت کے ناصحانہ کلماتِ مبارکہ اور دعا پر اس مختصر و جامع جشن استقبالیہ کا اختتام ہوا۔

حضرت مولانا ظہیر احمد مشاہدی ، مولانا عبد القیوم امجدی ، مولانا شہباز امجدی ان کے علاوہ قرب و جوار کے بیشتر علماء کرام نے شرکت کی ، اور مخیر قوم و ملت جناب سلیم احمد رضوی ، الحاج عبد المجید، مفکر ملت جناب ڈاکٹر لائق علی صاحب اور ان کے علاوہ قرب و جوار کے دیگر حضرات نے ہر طریقے سے حصہ لیا، اللہ تعالیٰ سبھی کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے ، آمین یارب العالمین۔

۱۱؍مارچ ۲۰۲۱ء بھرتھا پور اترولہ ضلع بلرام پور جشن معراج النبی کانفرنس

بعد نماز عشاء بلا تاخیر و تعویق پروگرام کا آغاز قاری محمد اسلام صاحب اترولہ کی قرآت قرآن سے ہوا بعدہ قاری مشاہد صاحب مہد یہ بازار نے حسین لب ولہجہ میں نعت رسول مقبول پیش کی ، اس کانفرنس میں ہزاروں کی تعداد میں عوام اہل سنت نے شرکت کی اور انھوں نے دو خصوصی خطاب سماعت کیا جس میں مسیح العلما مفتی محمد مسیح الدین صاحب قبلہ جامعہ غوثیہ اترولہ بلرام پور نے دور حاضر میں تیزی سے پھیلنے والے فتنہ رفض و خروج کا قلع قمع کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم اہل سنّت و جماعت کے علمبردار ہیں نہ تو ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمت و شان میں تبرا کر کے ان کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں اور نہ ہی اہل بیت اطہار کی شان میں غلو کرتے ہیں بلکہ ہم مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہیں۔

اہل سنّت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

سیف رضا مجاہد سنیت حضرت علامہ عبد المصطفیٰ رودولوی صاحب نے فتنہ دیوبندیت و وہابیت کا انھیں کی کتابوں کے ذریعہ رد کر کے اہل سنّت و جماعت کے عقائد حقہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمایا، تقریباً رات ایک بجے شہزادہ و جانشین حضور تاج الشریعہ قائد ملّت پیر طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی جلوہ گری ہوئی ساتھ ہی حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ اور حضرت مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب قبلہ نے بھی شرکت فرمائی۔

اللہ کرے ایسا حسین لمحہ ہمارا مقدر بنے کی ایک طرف شہزادۂ تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا نورانی وجود اور ایک طرف مقتدر علمائے کرام کا وجود مسعود اور سامنے ہزاروں کی تعداد میں عوام اہل سنت کا جم غفیر جو علمائے عظام و مشائخ طریقت کی زیارت سے شاد کام ہو رہے تھے، مفتی عاشق حسین صاحب قبلہ نے بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے معنی خیز، پر مغز اور دلائل و براہین سے لبریز گفتگو فرمائی۔

مسیح العلما فاؤنڈیشن مہدیہ بازار اترولہ ضلع بلرام پور کی جانب سے حضور قائد ملّت کو مرشد اعظم ایوارڈ بھی پیش کیا گیا، حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کی تالیف کردہ کتاب ''موافقات سیدنا عمرؓ'' نامی کتاب کا حضور قائد ملّت کے بدست رسم اجرا ہوا ، حضرت مولانا مفتی محمد کہف الوریٰ قادری مصباحی نے حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات اور محافل و مجالس میں بیان کردہ مسائل شرعیہ کا مجموعہ ''تاج الشریعہ کی علمی مجالس'' تالیف کی اور اس کتاب کو تقریباً چھ سو عدد میں علما و مشائخ کے درمیان مخیر قوم حضرات نے تقسیم کیا اور اس جلسے کی سب اہم کڑی یہ ہے کہ حضور قائد ملّت کے بدست ہزاروں لوگوں نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں بیعت و ارادت سے مشرف ہوئے آخر میں حضور قائد ملّت نے قوم سے چند ناصحانہ کلمات بیان فرمائے اور اس جلسے کا اختتام حضور قائد ملّت کی دعا پر ہوا۔

اس پروگرام میں نظامت کے فرائض مولانا معین اختر نے انجام دیا، حضرت علامہ سید شہزاد احمد صاحب، حضرت علامہ صادق علی رضوی ، حضرت علامہ جمال احمد، علامہ غلام احمد ربانی ، مولانا ادہم رضا، نعت خوان حبیب کبریا قاری ضیاء یزدانی ، جناب سہیل جعفر آبادی جناب شاہد رضا اور ان کے علاوہ بیشتر علمائے کرام و شعرائے کرام نے شرکت فرمائی۔

پروگرام میں حضرت قاری محبوب علی رضوی، مولانا شمس الحق، حافظ ثناء اللہ، مولانا مستقیم نے مکمل جانفشانی و عرق ریزی سے ذمہ داری ادا کی، ساتھ ہی محترم جناب سیٹھ ذکر اللہ، علی حسن پردھان، ڈاکٹر اصغر علی اور بھر تھا پور وا تروا کے اطراف و اکناف کے دین و سنیت کا درد رکھنے والے حضرات نے جلسے کو کامیاب بنانے کی بھرپور کوشش کی، اللہ تعالیٰ سبھی کو دارین کی سعادت سے بہرہ ور فرمائے، آمین یارب العالمین۔

۱۲ مارچ ۲۰۲۱ء شہر گونڈہ میں
جشن مفتی اعظم ہند کانفرنس

باشندگان گونڈہ و اطراف کی مدتوں سے یہ خواہش تھی کہ شہر محبت بریلی شریف کے چشم و چراغ نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی رضوی دام ظلہ النورانی کی علاقے میں تشریف آوری ہو اور پورا علاقہ حضور قائد ملت کے ہدست بریلی شریف سے اپنا رشتہ مضبوط تر کرلے، بفضلہ تعالیٰ ۱۲ مارچ ۲۰۲۱ء کو یہ دلی آرزو پوری ہوئی اور اس حسین موقع پر رائل پیلس نامی ایک وسیع و عریض میدان میں ایک روزہ عظیم الشان جشن حضور مفتی اعظم ہند کا انعقاد کیا گیا۔

اس اجلاس میں ملک و ملت کے عظیم الشان شخصیات جلوہ بار ہوئیں جس میں مہمان خصوصی کے طور پر حضور قائد ملت، جانشین حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی رضوی دام ظلہ العالی کی تشریف آوری ہوئی، اس وقت فاتح شہر گونڈہ، پیر طریقت رہبر راہ شریعت حضرت علامہ سید محمد افضال احمد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی جلوہ افروز ہوئے اور انھوں نے اپنے خطاب کے دوران خاندان رضویہ سے سادات کرام کی محبت و عقیدت کا تذکرہ کرتے ہوئے شہزادۂ حضور تاج الشریعہ کی تبلیغی خدمات پر روشنی ڈالی اور خصوصی خطاب حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین رضوی صدر شعبہ افتا دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی نے کیا۔

حضرت علامہ مفتی عبد الرحمن بہرائچی نے بھی اپنے دلکش انداز میں بیان فرمایا، نعت رسول مقبول جناب احمد الفتاح، قاری ارشاد حشمتی، جناب عبد الرحمن صاحبان نے پیش کی، ان کے علاوہ سیکڑوں علمائے کرام و مشائخ طریقت بھی جلوہ افروز تھے، عوام اہل سنت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع بیّن ثبوت تھا کہ خاندان اعلیٰ حضرت کے چشم و چراغ کو دیکھنے کے لیے مدتوں سے ہزاروں آنکھیں بیتاب تھیں، اس عظیم اجلاس کو شہزادہ غوث اعظم علامہ سید شہزاد احمد صاحب قبلہ مشاہدی اور اسیر مفتی اعظم عاشق اعلیٰ حضرت جناب ڈاکٹر لائق علی صاحب نے اپنی بے تحاشہ محنت و لگن اور ٹیم تگ و دو سے کامیابی سے انجام دیا، اس کے بعد رات قریب ۱۰ بجے قائد ملت سلطان پور کے لئے روانہ ہو گئے۔

۱۲ مارچ ۲۰۲۱ء پانچوں پیرن، سلطان پور
تحفظ عقائد کانفرنس اور تقسیم اسناد جلسہ

اتر پردیش کے ضلع سلطان پور کے پانچوں پیرن کی سرزمین پر الجامعۃ القادریہ کے وسیع و عریض صحن میں ۱۲ مارچ ۲۰۲۱ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء "تحفظ عقائد کانفرنس و جلسہ دستار بندی" کا انعقاد کیا گیا جس کے مہمان خصوصی حضور قائد اہلسنت شہزادۂ حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان صاحب قبلہ اطال اللہ بقاءہ بریلی شریف تھے جن کی زیارت کے لئے ہزاروں کی تعداد میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر منتظر تھا، جب حضرت کی آمد آمد ہوئی تو فلک شگاف نعرہائے تکبیر و رسالت سے والہانہ استقبال کیا گیا۔

قائد اہل سنت نے اپنے مختصر سی خطاب میں عوام اہل سنت و جماعت کو یہ پیغام دیا کہ "آج جو پریشانیاں یا مصیبتیں ہمارے اوپر آپڑی ہیں یہ سب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے، لہٰذا ہمیں اپنے اعمال کو نیکیوں سے مزین کرنے کی ضرورت ہے اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینوں میں جاگزیں کرنا اشد ضروری ہے، فرقہائے باطلہ سے دوری و نفور اختیار کرنا بھی ضروری ہے، اس کے لئے سب اہم یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت پر دل و جان سے قائم رہا جائے اور تعلیمات اعلیٰ حضرت پر سختی سے عمل کیا جائے، تعلیمات اعلیٰ حضرت کیا ہے، وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے اور محدثین اور مفسرین اور اکابرین نے جس کی توضیح و تشریح فرمائی ہے۔"

قائد ملت کی تبلیغی دورے

آپ سے عمومی طور پر سامعین اور خصوصی طور پر زینت اسٹیج باوقار علما نے عرض کیا کہ پیرومرشد حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ و الرضوان کا نعتیہ کلام سنا دیا جائے، حضرت نے منظور فرماتے ہوئے اپنی شریں آواز میں کلام تاج الشریعہ پڑھنا شروع کیا تو تمام مجمع با یک زباں ہوکر پڑھنے لگا اور عجیب سی ایک روحانیت کی فضا قائم ہوگئی اور کچھ لمحوں کے لئے عجب سا سماں رہا جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے، آپ کے ساتھ آپ کے داماد حضرت علامہ ومولانا مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور ادیب شہیر حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف بھی شریک کانفرنس تھے اور انہوں نے اپنے اچھوتے لب ولہجہ میں سامعین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ" آج جو ظالم حکمران ہمارے اوپر مسلط کئے گئے ہیں، یہ ہمارے ہی بداعمالیوں کے نتیجے ہیں کیونکہ اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب انسان اللہ کی نافرمانی اور گناہوں میں ملوث ہونے لگتا ہے تو اللہ عزوجل ان کے اس بداعمالی کے نتیجہ میں ظالم حکمران کو ان کے اوپر مسلط کردیتا ہے اور وہ ظالم حکمراں ہر ظلم وستم رعایا پہ کرنے لگتے ہیں، اس لئے اب اگر ہم ان ظالم حکمراں سے نجات کے خواہاں ہیں تو اپنے اعمال کو اللہ ورسول کے فرامین کے مطابق سدھارنے کی حتی الامکان کوشش کرے۔"

کانفرنس کی سرپرستی مناظر اہل سنت سیف رضا حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صدیقی حشمتی صاحب قبلہ ردولی شریف نے کی، حضرت نے اپنے بیان میں" تمام مسلمانوں سے اپیل کی کہ آپ عقائد اہل سنت وجماعت پر قائم رہیں اور تمام باطل فرقوں سے اپنے آپ کو دور رکھیں تاکہ آپ کا دین وایمان سلامت رہے۔"

کانفرنس کی صدارت ناشر مسلک اعلیٰ حضرت قاطع صلح کلیت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ انیس عالم سیوانی صاحب قبلہ نے فرمائی، آپ نے اپنے صدارتی خطبہ میں بیان کیا کہ" انسان کی زندگی کا مقصد ہے کہ اپنے خالق و پالنہار کو پہچانے اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے، اسی میں اس کی کامیابی اور کامرانی ہے، آج کے اس پرفتن ماحول میں اپنے دین وایمان کی حفاظت سب سے اہم ہے مزید کہا کہ سرزمین سلطان پور میں فرقہ شمع نیازیت جس تیزی کے ساتھ اپنا پاؤں پسار رہی تھی، اسی برق رفتاری کے ساتھ خلیفہ تاج الشریعہ حضرت مولا محمود خان رضوی صاحب نے ان کا قلع قمع کیا اور یہاں کے مسلمانوں کو اس عظیم فتنہ سے بچایا اور تاج الشریعہ کو اس سرزمین پر بلا کر لوگوں کو سلسلہ عالیہ رضویہ قادریہ میں منسلک کرایا اور ان کے دلوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کا چراغ روشن کیا یہ اللہ رب العزت کا کرم ہی ہے کہ اتنا بڑا کام ان سے لیا اور مزید دین متین کی خدمت ان سے لیتا رہے"

کانفرنس کی قیادت خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مولانا محمود خان رضوی صاحب نے کی اور نظامت کے فرائض حضرت مولانا عبدالقادر اویسی مدرسہ الجامعۃ القادریہ پانچوں پیرن نے فرمائی۔

کانفرنس میں خطیب اہل سنت، بلبل باغ رضا جناب حیدر پرتاپ گڑھی، حضرت مولانا مفتی محمد سلیمان جامعہ عربیہ سلطانپور، حضرت مولانا محمد امام الدین قادری ازہری صاحب مدرسہ حضرت امام حسین پڈرونہ کشی نگر اور جماعت اہل سنت کے مقتدر علما شریک رہے اور قرب وجوار کے علما وائمہ بھی موجود تھے، پروگرام کے آخری پہر میں الجامعۃ القادریہ سے فارغ ہونے والے حفاظ کرام کے سروں پر حضور قائد اہل سنت شہزادۂ حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری نوری صاحب قبلہ کے ہاتھوں سے عمامہ باندھا گیا اور سند حفظ سے نوازا گیا کانفرنس کا اختتام سلام رضا پر ہوا اور دعا قائد اہل سنت شہزادۂ حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری نوری بریلوی صاحب قبلہ نے فرمائی۔

رپورٹ: عبدالقادر اویسی

پرنسپل مدرسہ الجامعۃ القادریہ پانچوں پیرن سلطانپور

۱۳ر مارچ ۲۰۲۱ء الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی، بعد عصر جشن اجرائے ''تابش حیات''

الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی سے ہر شخص واقف ہے، جو وادئ علم وہنر کے ساتھ ہی اہل سنت وجماعت کی ایک عظیم علمی

درس گاہ بھی، مسلک اعلیٰ حضرت کا ایک نقیب و پاسباں بھی، یقیناً اس عظیم علمی درس گاہ کی بنیاد کا مقصد مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور تعلیماتِ اعلیٰ حضرت کا فروغ واستحکام تھا، بفضلہ تعالیٰ اب تک یہ اپنے مقصد اصلی کی طرف رواں دواں ہے اور جیسا کہ سابق میں اس نے قوم وملت کو علمی ہتھیار سے لیس جواں سپہ سالار دیئے ہیں، ان شاء اللہ مستقبل میں بھی یہ کام جاری رہے گا۔

اس ادارے کے اساتذۂ کرام، طلبائے کرام، ساتھ ہی ادارے کے جملہ اراکین وممبران مسلک اعلیٰ حضرت کے علمبردار اور خانوادہ اعلیٰ حضرت کی عقیدت ومحبت میں سرشار ہیں، اس کی ایک تازہ ترین مثال یہ ہے کہ مارچ مہینے کی ابتدائی تاریخ میں جوں ہی یہاں کے اراکین کو شہزادۂ تاج الشریعہ، حضور قائد ملّت کے مشرقی اتر پردیش کے دورہ کا علم ہوا، اسی وقت سے سبھی حضرات خصوصاً حضرت علامہ قاری جلال احمد صاحب، حضرت علامہ سلمان ازہری صاحب اور محب العلما الحاج جناب مدن خان صاحب مکمل عقیدت واحترام میں خواہاں ہوئے کہ شہزادۂ تاج الشریعہ کی آمد ہمارے ادارے میں کچھ دیر کے لیے ہو جائے تو ہماری بھی غلامی قبول بارگاہ اعلیٰ حضرت ہو جائے۔

ادارہ ہذا کے قابلِ رشک فارغ التحصیل خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، مسیح العلما حضرت علامہ مفتی محمد مسیح الدین صاحب قبلہ، اراکین نے انھیں کو یہ ذمہ داری سونپ دی کی حضور قائد ملّت کو ادارے تک کسی بھی صورت میں لایا جائے تاکہ اساتذہ، طلبہ اور عوام میں جو ارادت کے خواہش مند ہیں وہ دامن کرم سے وابستہ بھی ہو جائے اور سبھی حضرات، شہزادے کا پرتپاک استقبال بھی کرلیں اور خصوصاً حضور امام العلما، مناظر اہل سنت، استاذ الاساتذہ، جامع معقولات ومنقولات، حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات و خدمات پر جمع کردہ تمام علمی فنی مضامین پر مشتمل پانچ سو سے زائد صفحات کا حسین مجموعہ بنام ''تابش حیات'' کا حضور قائد ملّت کے بدست رسم اجراء بھی ہو جائے۔

بلاشبہ اس وقت حضور امام العلما کی روح بہت خوش ہی کہ زندگی بھر خانوادہ کے لئے کی گئی غلامی آج کام آگئی کہ وہیں کے ایک مرشد اجل پیر کامل کے ہاتھوں میری خدمات کو سراہا جارہا ہے، بالآخر مسیح العلما کی پیہم اصرار اور دینی ضرورت کے پیشِ نظر حضور قائد ملّت نے روناہی کے لیے بھی اپنا قیمتی وقت عنایت فرمایا کیوں کہ ۱۳ / مارچ کی رات ویسے بھی دو بڑے جلسے منعقد تھے، بعد نماز مغرب حضور قائد ملّت کا قافلہ روناہی کی جامع مسجد میں داخل ہوا، وہاں سیکڑوں کی تعداد میں علما ومشائخ جلوہ افروز تھے، ساتھ ہی عوام الناس کا جم غفیر بھی داخل سلسلے کے لیے حاضر خدمت تھا، نعت ومنقبت مداح رسول جناب احمد الفتاح نے پیش کی اور خلیفۂ حضور تاج الشریعہ مفتی محمد مسیح الدین صاحب قبلہ نے مختصر و جامع خطاب کے ساتھ ہی قصبہ روناہی والوں کی جانب سے حضور قائد ملّت کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے مبارک باد بھی پیش کی۔

اخیر میں شہزادہ و جانشین حضور تاج الشریعہ، حضور قائد ملّت مفتی محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی رضوی نوری دام ظلہ العالی نے لوگوں کو مرید فرمایا، ساتھ ہی سابق الذکر کتاب " تابش حیات" کا رسم اجراء بھی کیا، آپ ہی کے درود وسلام اور دعا پر اس جشن کا اختتام ہوا، حضرت علامہ بخش اللہ صاحب، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ایوب خان صاحب قبلہ، قاری جلال الدین، علامہ سلمان ازہری راقم الحروف کے علاوہ بہت سے علما ومشائخ جلوہ گر تھے۔

پھر آپ نے جامعہ کا مختصر دورہ کی وہاں مہمان خانہ میں چائے نوش کرنے کے ساتھ ہی حضور امام العلما کی مزار پر حاضری دے کر فاتحہ خوانی بھی فرمائی، بعدہ الحاج مدن خان صاحب کے گھر تشریف لے گئے وہ وہیں کچھ دیر قیام و طعام فرمایا، الحاج مدن خان نے مسیح العلما علامہ مفتی مسیح الدین صاحب قبلہ کو حضور قائد ملّت کے آمد کی خوشی پر ان کی دینی علمی، تدریسی خدمات کے اعتراف میں عمرے کا فل پیکیج بطور تحفہ پیش کیا۔

۱۳ / مارچ ۲۰۲۱ء دار العلوم مخدومیہ رودولی شریف
جلسۂ دستار بندی بنام پیغام حق کانفرنس

ملک وبیرون ملک میں عالمی شہرت یافتہ دار العلوم مخدومیہ کا سالانہ ''پیغام حق کانفرنس'' ہر سال کی طرح امسال بھی بتاریخ ۱۳ / مارچ ۲۰۲۱ء کو بمقام پرانی سبزی منڈی، محلہ شیخانہ رودولی

شریف میں منعقد ہوا، جس میں ملک وملت کے اکابر واعاظم علمائے کرام وشعرائے اسلام کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے دانشوران قوم نے بھی شرکت کیا، الحمدللہ جلسہ ہذا کئی موقر ہستیوں کا سنگم تھا، ایک طرف شہزادۂ حضور طاہر ملت پیر طریقت حضرت علامہ سید سہیل میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ طیبیہ، واحدیہ بلگرام شریف جلوہ افروز تھے تو دوسری طرف شہزادۂ حضور تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی رضوی زیب سجادہ بریلی شریف، قاضی القضاۃ فی الہند کی آمد مسعود بھی ہوئی تھی۔

داماد قائد ملت حضرت علامہ ومولانا مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور ادیب شہیر حضرت علامہ مفتی عبدالرحیم نشترؔ فاروقی صاحب ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف بھی شریک کانفرنس تھے، جلسہ کی نظامت کی ذمہ داری ماہر فکر وفن، نباض قوم وملت حضرت مولانا حسن اطہر صاحب قادری جھارکھنڈ نے ادا کی، نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سید کیفی علی صاحب بریلی شریف نے گنگنائی۔

خصوصی خطاب، خلیفہ حضور تاج الشریعہ، مسیح العلما حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد مسیح الدین صاحب قبلہ رضوی حشمتی نے فرمایا، انھوں نے تحفظ قرآن کے حوالے سے نہایت ہی مدلل ومبرہن خطاب فرمایا، ساتھ ہی رافضی وسیم رضوی لعنتی کے قرآن مجید کی آیتوں کے خلاف پھیلائے ہوئے پروپیگنڈہ کو تار عنکبوت ثابت کیا اور حکومت وقت سے اس کی اس گھناؤنی حرکت پر قدغن لگانے کی اپیل بھی کی، عالم باوقار خطیب باکمال حضرت علامہ مفتی شہزاد صاحب قبلہ سینئر استاذ جامعۃ الرضا بریلی شریف نے قوم سے خطاب کے دوران انھیں ایکتائی اور اتحاد کی دعوت پیش کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو اپنا آئیڈیل بنانے کا پیغام بھی دیا۔

ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مفتی شمس القمر صاحب قبلہ قاضی ضلع فیض آباد نے بھی قوم سے خطاب فرمایا، عالم ذی وقار حضرت علامہ محمد عالم رضا ازہری صاحب قبلہ نے بھی پیغام حق کانفرنس سے اپنا پیغام پہنچایا، اخیر میں داماد حضور قائد ملّت، شیخ التفسیر، حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین کشمیری صاحب نے قصیدہ بُردہ شریف کے معراج کے متعلق بیان کردہ اشعار کی توضیح وتشریح فرمائی اور ساتھ ہی عقیدہ معراج کے فلسفے کی بہت سی لاینحل بحثوں کو آسان لب ولہجہ میں لوگوں کے دل ودماغ پر نقش کیا۔

خلیفہ حضور تاج الشریعہ، سیف رضا، مجاہد سنیت، مناظر اہل سنت حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب قبلہ مہتمم دارالعلوم مخدومیہ کے اعلان وبیان پر پورا مجمع سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ سے منسلک ہونے کے لیے بیتاب ہو گیا، حضرت ہی کے استدعا پر حضور قائد ملّت نے سبھی میکشوں کو جام رضویت سے سرشار فرمایا اور آپ ہی کی دعا ونا صحانہ کلمات پر جلسے کا اختتام ہوا، جلسے میں حضرت علامہ محمد اسلم رضوی، حضرت مولانا شہادت علی نعیمی، حضرت مولانا عمار رضا، حضرت مولانا تنویر رضا، حضرت مولانا راحت علی مصباحی، حضرت قاری محمد اسلم مشاہدی کے علاوہ سیکڑوں علمائے ذوی الاحترام نے بھی شرکت کی سعادت حاصل کی، اس پروگرام میں حضور قائد ملت نے چند علما کو اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی۔

۱۴؍مارچ ۲۰۲۱ء کٹیلا پرسپور، گونڈہ

جشن معراج النبی کانفرنس

شب معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین موقع پر ۱۴؍ مارچ مطابق ۲۹؍رجب المرجب کو شہزادہ وجانشین حضور تاج الشریعہ، حضور قائد ملّت، پیر طریقت رہبر راہ شریعت، حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی رضوی دام ظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہ حضور تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الہند کی تشریف آوری سرزمین کٹیلا پرسپور، ضلع گونڈہ میں ہوئی۔

ساتھ ہی شہزادہ غوث اعظم، پیر طریقت حضرت مولانا مفتی سید محمد افضال صاحب بھی شریک سعادت تھے، ان کے علاوہ قرب وجوار اور دیگر اضلاع کے علمائے کرام ومشائخ طریقت نے بھی شرکت فرمائی، خصوصی خطاب داماد حضور قائد ملّت، شیخ التفسیر حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ نے فرمایا، آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

قائد ملت کے تبلیغی دورے

فلسفہ مکمل واضح طور پر تفصیل سے بیان فرمایا۔

عروس البلاد شہر ممبئی سے تشریف لائے حضرت علامہ مفتی بشیر احمد حشمتی نے خصوصی خطاب فرمایا، انھوں نے اپنے خطاب کے دوران فتنۂ دیوبندیت ووہابیت کی بیخ کنی کے ساتھ ہی پھیلتی ہوئی صلح کلیت کا بھی دلائل و براہین کی روشنی میں رد بلیغ فرمایا، آخر میں اہل سنت و جماعت کے فروغ واستحکام میں خانقاہ رضویہ کے خدمات بیان کیا اور مرشد اعظم، حضور تاج الشریعہ عظمت و جلالت اور آپ کی علمی و تحقیقی خدمات کو واضح فرمایا۔

حضرت مولانا شعبان صاحب قبلہ نے بھی مختصر وجامع خطاب کیا، نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولانا احمد الفتاح فیض آبادی اور مولانا نعمان رضا رودولی شریف نے پیش کی، آخر میں حضور قائد ملّت دام ظلہ النورانی کے دست حق پرست پر تقریباً دو ہزار لوگوں نے بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا، آپ ہی کے ناصحانہ کلماتِ مبارکہ اور مستجاب دعا پر جلسے کا اختتام ہوا۔

بفضلہ تعالیٰ اس نورانی جلسے میں کئی ہزار عوام اہل سنت کے ساتھ ہی علمائے کرام کا جم غفیر بھی موجود تھا، خصوصاً حضرت مولانا عارف، مولانا شکیل احمد مصباحی، مولانا محمد منہاج، مولانا حکمت رضا، مولانا محمد اشرف، مولانا عبدالقادر ان کے علاوہ دیگر علمائے اسلام بھی حاضر تھے، پروگرام کا نظم وضبط کا فریضہ فیضانِ رضا فاؤنڈیشن، فیضان نوری فاؤنڈیشن، فیضان قادری فاؤنڈیشن کے جملہ ارکان وممبران نے بہ حسن وخوبی ادا کیا۔

حضور قائد ملّت مدظلہ العالی کے مشرقی اتر پردیش ضلع گونڈہ واطراف کے جلسوں کی ذمہ داری عاشق حضور تاج الشریعہ محترم مکرم جناب ڈاکٹر لائق علی صاحب نے پوری دیانت داری سے انجام دیا، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

۱۵ر مارچ ۲۰۲۱ء رضانگر گونڈہ

پیغام تاج الشریعہ کانفرنس

رضانگر (پانڈے پورہ) ضلع گونڈہ شہر میں شہزادہ وجانشین حضور تاج الشریعہ، قائد اہل سنت پیر طریقت رہبر راہ شریعت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی رضوی کی آمد پر باشندگان رضانگر نے آپ کا پرزور استقبال کیا اور اطراف وجوانب کے ہزاروں عاشقان تاج الشریعہ، مرشد اعظم کے لخت جگر کی ایک جھلک پانے کی خاطر رضانگر کے ایک بڑے میدان میں امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح ۱۵ر مارچ ۲۰۲۱ء مطابق ۱ر شعبان المعظم کو جمع ہو کر اپنی غلامی کا ثبوت پیش کیا۔

دراصل مذکورہ تاریخ بوقت بعد نماز عشا بہرائچ شریف، گجادھر پور کے لیے مقرر تھی، لیکن رضانگر کے مولوی لعل محمد صاحب حافظ موسم صاحب اور یہاں کے جملہ عقیدت مند شہزادے کی زیارت اور سلسلہ قادریہ رضویہ میں داخلے کے لیے بے خود وبیتاب تھے، ان حضرات کی اسی سرمستی کے پیشِ نظر، خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا سید شہزاد احمد صاحب قبلہ اور اسیر حضور تاج الشریعہ جناب ڈاکٹر لائق علی خان صاحب کی مشترکہ کوششوں اور پیہم اصرار کی وجہ سے حضور قائد ملّت نے کچھ وقت رضانگر کے لیے بھی عنایت فرمایا، اسی مناسبت سے رضانگر والوں نے ایک مختصر وجامع جلسے کا اہتمام وانتظام بھی کیا، جس میں ملک وملت کے اکابر علمائے کرام اور شعرائے کرام نے بھی شرکت کی۔

خصوصی خطاب خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد مسیح الدین صاحب قبلہ رضوی حشمتی صدر شعبہ افتا جامعہ غوثیہ عربی کالج اترولہ بلرام نے کیا، آپ نے وہاں موجود سیکڑوں علمائے کرام اور ہزاروں عوام اہل سنت سے خطاب کرتے ہوئے انھیں شرائط پیری دلائل و براہین کی روشنی میں سمجھایا اور تمام طرح کے جعلی اور فرضی، ڈھونگی پیروں کی بیخ کنی کرتے ہوئے ان کے پروپیگنڈہ اور ان کے مکروفریب سے لوگوں کو آگاہ کیا اور انھیں یہ بھی باور کرایا کہ جو شریعت سے جدا ہو، پیر کی چار شرطوں میں سے کسی ایک سے بھی عاری ہو وہ لائق پیر ہو ہی نہیں سکتا۔

مذکورہ بالا پیغامات کے ساتھ ہی سامعین کو خانوادہ رضویہ کی حقانیت اور ان کا استقلال واستحکام بھی واضح اور آسان لب ولہجہ میں سمجھایا، خصوصاً تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقویٰ و پرہیز گاری اور آپ کا استقلال واستحکام بیان کرتے ہوئے بیان کیا کہ دنیا میں زیادہ تر برائیاں فوٹو گرافی اور ویڈیوز کے ذریعہ پھیل رہی ہیں، حضور

تاج الشریعہ، بدرالطریقہ کی نگاہ ولایت دیکھ رہی تھیں کہ مستقبل قریب میں یہ ملت کے لیے ایک ناسور بن جائے گا، اسی وجہ سے مضبوطی سے اپنے موقف پر ثبات قدم رہے اور اپنے تمام معتقدین و متوسلین کو بھی فوٹو اور ویڈیو گرافی سے ہمیشہ دور رہنے کا حکم دیا۔

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ ناشر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ سید شہزاد احمد صاحب قبلہ مشاہدی نے بھی فکر انگیز کیا، ساتھ ہی ناشر فکر اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ صادق علی رضوی صاحب قبلہ نے بھی ایمان افروز، کفرسوز خطاب کیا، قاری ارشاد احمد حشمتی نے نعت ومنقبت کے اشعار گنگنائے، اخیر میں حضور قائد ملّت کا نورانی قافلہ جلوہ افروز ہوا، جس میں آپ کے دائیں جانب مفسر قرآن، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ اور بائیں جانب حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی صاحب قبلہ اوران کے علاوہ کچھ دیگر عشاق حضور قائد ملّت بھی تھے۔

آپ کی آمد مسعود ہوتے ہی خلیفہ حضور تاج الشریعہ، مسیح العلما، مفتی محمد مسیح الدین صاحب قبلہ کو ان کی دینی، علمی، فنی، تدریسی وتعمیری خدمات کو سراہتے ہوئے حضور قائد ملّت کے بدست تاج الشریعہ ایوارڈ بھی دیا گیا، اس موقع پر حضرت علامہ الحاج الشاہ سید محمد افضال احمد علیہ الرحمہ، حضرت علامہ صوفی عبد الوحید صاحب قبلہ اور راقم السطور کے علاوہ سیکڑوں علمائے کرام بھی موجود تھے، اخیر میں شیخ التفسیر علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ کا مختصر وجامع خطاب ہوا بعدہ شہزادۂ حضور تاج الشریعہ، حضور قائد ملّت نے ہزاروں افراد کو مرید فرمایا اور ناصحانہ کلمات شریفہ اور دعا پر جلسے کا اختتام ہوا۔

۱۵؍مارچ ۲۰۲۱ء گجادھر پور، بہرائچ
پیغام تاج الشریعہ کانفرنس

۱۵؍مارچ ۲۰۲۱ء عیسوی بمطابق یکم شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ ہجری بروز دوشنبہ کی وہ مبارک ومسعود تاریخ تھی، جب فدائے حضور تاج الشریعہ عاشق حضور قائد ملت حضرت مولانا محمد عمران رضا قادری کی جہد مسلسل رنگ لائی اور سالار پور نزد گجادھر پور ضلع بہرائچ نیز قرب وجوار کی عوام کے بخت کا ستارہ اوج ثریا کی بلندی پر جگمگانے لگا، ایک عظیم الشان جلسہ بنام ''پیغام تاج الشریعہ کانفرنس''، منعقد ہوا جس میں خلق خدا کا عظیم سیلاب لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا، تقریباً پینتیس ہزار پر مشتمل عوام الناس کا جم غفیر حضور قائد ملت کی آمد کا پلکیں بچھائے منتظر اور آپ کے جمال جہاں آرا کی دید کا تمنائی تھا، شوق دیدار و وفور عشق میں محو وبیخود سب پر خمار چھایا ہوا تھا گویا سب زبان حال سے کہہ رہے ہوں۔ ؎

کچھ ایسی بے خودی ہے ترے انتظار میں
تصویر بن چکا ہوں ترے انتظار میں
آہٹ پہ کان در پہ نظر دل میں اشتیاق
آنکھوں کے اشک سوکھ گئے ترے انتظار میں

عشا کی نماز کے بعد حضرت قاری ریحان رضا کی سحر انگیز آواز اور مترنم لب و لہجے میں تلاوت قرآن مجید سے جلسہ کا آغاز ہوا، قاری صاحب نے اپنی تلاوت سے ایک سماں باندھ دیا لحن داؤدی کی گونج میں ساری محفل دم بخود، ہر طرف سکوت وجمود کا منظر، ساری سماعتیں گوش برآواز تھیں، حمد ونعت کی نغمگی کی حلاوت چاشنی حاصل ہونے کے بعد فاضل جامع ازہر مصر خلیفۂ حضور تاج الشریعہ معتمد سیف رضا حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد عالم رضا ازہری شیخ الادب مدرسہ اشرفیہ قادریہ معین العلوم فخر پور کے نام کا اعلان ہوا، آپ نے بڑی مدلل گفتگو فرمائی اور غیر مقلدین اور روافض کو آڑے ہاتھوں لیا اور قوم کو ان کے شر وفساد کے آگاہ فرمایا خصوصاً صحابی رسول کاتب وحی حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کو روایت ودرایت کی روشنی میں اجاگر فرمایا نیز افضلیت افضل الخلق بعد الانبیاء پر جامع خطاب فرمایا۔

اس کے بعد نیر برج خطابت علامہ مفتی محمد سہیل اختر مصباحی صاحب قبلہ بہرائچ کا بڑا ولولہ انگیز خطاب ہوا، آپ نے فرمایا کہ مرکز اہل سنت بریلی شریف نے ہمیشہ ہر اٹھنے والے فتنوں کا جواب دیا ہے، باطل نے جس طریقے سے بھی سر ابھارا، جس قدر بھی طاقت کے ساتھ آیا، بریلی شریف کے جیالوں نے بغیر کسی کی پرواہ کئے نڈر ہو کر منھ توڑ جواب دیا، نیز آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کے بینر تلے قران عظیم کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ

داخل کرنے والے خبیث وسیم رضوی اور تمام مخالفین قرآن پاک کو للکارا اور فرمایا کہ اگر تمہیں قران مجید کے الہامی کتاب ہونے میں شک و شبہ ہو تو قران مجید کے چیلنج کو قبول کرو اور قرآن پاک کے مثل کوئی آیت یا سورت بنالاؤ، آپ نے فرمایا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے سپاہی ہمیشہ اہل باطل کا رد کرتے اور مز کر اہل سنت کی آواز حق بلند کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

اسی دوران منبر شریف پر مناظر اہل سنت سیف رضا حضرت علامہ عبد المصطفیٰ حشمتی رودولوی، شمس الخطباء حضرت علامہ مفتی شمس الدین احمد رضوی بہرائچ شریف، فخر الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد صدیق حسن قادری بانی المرکز الاسلامی دار الفکر بہرائچ شریف و حضرت علامہ مفتی ذاکر علی قادری استاذ مدرسہ اشرفیہ قادریہ معین العلوم فخر پور و مجاہد سنیت منصور العلماء خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ خواجہ منصور رضا احمدی بانی مدینہ عربی یونیورسٹی جافنہ شریف نانپارہ اور ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مفتی نفیس احمد رضوی مصباحی، ہندوستان نیوز کے صحافی حضرت قاری محمد عثمان رضا نوری بیرو چیف ہندستان لکھنؤ، حضرت حافظ محمد فرید صاحب بانی دار العلوم گلشن ازہری بالپور گونڈہ کی آمد ہوئی۔

اس کے بعد عمدۃ الواعظین حضرت علامہ مفتی شمس الدین احمد رضوی شیخ الحدیث مدرسہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف کا مختصر مگر جامع خطاب ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ وسیم رضوی کی اس حرکت پر ہمیں تعجب نہیں وہ تو اسلام کا ازلی دشمن اور آئین کا ابدی مخالف ہے ہمیں تعجب تو ان افسروں پر ہے، ساتھ ہی ساتھ آپ نے حضور قائد ملت کی تشریف آوری پر لوگوں کو مبارکباد پیش فرمائی اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات پر اپنے مشاہدات بیان فرمائے، آپ نے فرمایا کہ بھاگل پور میں حضور تاج الشریعہ کے دست حق پرست پر چالیس ہزار انسان اور بارہ ہزار جناتوں نے بیعت کیا، اس کے بعد شاہکار ترنم شاعر دربار غازی محترم شان عالم مسعودی نے اپنے مخصوص انداز میں کلام تاج الشریعہ و منقبت حضور تاج الشریعہ پیش فرمائی۔

بعدہ خطیب خصوصی سیف رضا مناظر اہل سنت عطائے تاج الشریعہ معتمد حضور قائد ملت حضرت علامہ عبد المصطفیٰ حشمتی صاحب رودولوی اطال اللہ عمرہ وافاض اللہ فیضہ کا خصوصی بیان ہوا، حضرت نے مختلف جہتوں سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی فرمائی اور اپنی مشہور زمانہ انداز خطابت سے موجودین کو محفوظ فرما کر ان کے ایمان و عقیدے کو جلا بخشا، آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اہل باطل کا خوب رد و ابطال فرمایا، خصوصاً وہابی، دیوبندی، قادیانی، رافضی اور صلح کلیوں پر صاعقہ بن کر دو گھنٹے برستے رہے۔

اس کے بعد وہ مقدس گھڑی آئی جس نے دل کی مژمردہ کلیوں کو گل و گلاب کر دیا آمد حضور قائد ملت کی عطر بیز خوشبوؤں سے مشام جاں معطر ہونے لگی، عقیدتوں کے ہجوم میں جانشین حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضور قائد ملت حضرت علامہ مفتی شاہ محمد عسجد رضا خان قادری صاحب قبلہ اپنے داماد حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ، مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف اور اپنے دیگر مصاحبوں کے ہمراہ شمع انجمن بن کر منبر شریف پر مسند افروز ہوئے۔

آپ کی جلوہ گری میں حضرت علامہ مفتی محمد عاشق حسین کشمیری صاحب قبلہ نے نماز کی اہمیت و فضیلت پر بڑی پر مغز تقریر فرمائی، مجمع نے اور علمانے بھی اپنے ذہن و دماغ کے گلدان میں علم و ادب کے گل و بوٹے سجائے، اس کے بعد حضور قائد ملت ادام اللہ فیضہ علی العالم کلہ نے کچھ نصیحت آمیز کلمے ارشاد فرمائے جس کو حاضرین نے توشہ آخرت سمجھ کر اپنے قلوب اذہان میں محفوظ کر لیا، پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا تقریباً بیس ہزار خواتین و حضرات نے آپ کے دست مبارک پر سلسلہ رضویہ میں بیعت کی اس کے بعد صلاۃ و سلام اور حضور قائد ملت کی دعاؤں پر کانفرنس کا اختتام ہوا، آپ نے دو عالموں کو اپنی خلافت بھی عطا فرمائی اور اپنے سلسلے کی برکتوں سے مستفیض فرمایا، جلسہ کے اختتام پر مخیر قوم حضرت قاری اقبال حضور قائد ملت کو مسجد سالار پور کے حجرے میں لے گئے، جہاں پر بانی جلسہ مولانا محمد عمران رضا قادری کی درخواست پر حضور نے ایک خوش بخت جوڑے کا نکاح پڑھا کر شرفیاب فرمایا، ازدہام بہت زیادہ تھا، علمائے بقیہ ص ۳۸ پر

قائد ملت کے تبلیغی دورے

ضمیر کی آواز

از: پیر محمد اجمل رضا قادری
بانی تحریک اصلاح معاشرہ

اللہ کریم نے جب انسان کو تخلیق فرمایا ہے تو خیر و شر کی تمیز اس میں رکھ دی ہے، انسان اتنا باشعور ہے کہ بچپن میں ہی اپنے حق کی پہچان کر لیتا ہے اور ناحق کاموں سے بچتا ہے، اللہ کریم نے انسان کو ایک طاقت دی ہے، جسے "ضمیر کی آواز" کہتے ہیں، لوگ ساری زندگی اسے دباتے ہیں، مختلف حیلے بہانے سے ضمیر کو مطمئن کر کے اسے سلا دیتے ہیں پھر نقصان یہ ہوتا ہے کہ حق کا راستہ ان پے کبھی واضح نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے" انسان اپنے حال پر پوری نظر رکھتا ہے، اس کے پاس جتنے بھی بہانے ہیں لے آئے، تب بھی اسے خبر ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔" انسان کو خبر ہوتی ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، کیا سُن رہا ہے اور کیا کر رہا ہے، اس کا ضمیر اس کے ہر عمل پر نگاہ رکھتا ہے، "مسند امام احمد بن حنبل" میں حدیث ہے کہ ایک بار ایک صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ" نیکی کیا ہوتی ہے اور شر کیا ہے" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا" جس پر دل جم جائے وہ نیکی ہے اور جو سینے میں کھٹکے وہ بدی ہے"

اللہ رب العزت نے یہ خشیت ہر انسان مین پیدا کی ہے کہ جب وہ کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اس کے قلب کو سکون ملتا ہے، اس کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے ضمیر کی آواز کو اَن سنا کر کے کوئی شر کا کام کرتا ہے تو پھر اس کا قلب اور روح بے چینی اور بے اطمینانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

انسان اگر ضمیر کی آواز پر چلے تو وہ حق پر رہے گا، ہمارا ضمیر ہمیں صحیح راہ بتاتا ہے، ہم پریشانیوں میں مبتلا ہی اسی لئے ہوتے ہیں کہ اپنے ضمیر کی نہیں سنتے، دو کشتیوں پر سفر کرتے ہیں ہمارا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ اور ہم اپنے ضمیر کو دبا کر خود کو ہی دھوکا دیتے ہیں نقصان یہ ہوتا ہے کہ زندگی گُزر جاتی ہے اور ہمیں صحیح راستہ میسّر نہیں ہو پاتا، بقولِ ڈاکٹر اقبال:

اپنے مَن میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بَن، اپنا تو بَن

ہمیں چاہئے کہ اپنے اندر جھانکیں اور اس بات پر غور و خوض کریں کہ ہمارا "ضمیر" کیا کہتا ہے، ہمیں اپنے عِلم پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، جب ہم ضمیر کی آواز پر چلیں گے تو ہمیں سکونِ قلب و روح بھی حاصل ہوگا اور ہمیں دین کے راستے پر چلنے میں بھی آسانی ہوگی، ہم ناحق اور غیر شرعی کاموں سے بھی بچ پائیں گے، اللہ پاک اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں حق سمجھنے و عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ہمیشہ مِدحت خیر الانعام میں گُزرے
دعا ہے یہ عمر درود و سلام میں گزرے

□□□

سورج یا چاند گرہن اور حاملہ عورت

از: مولانا محمد عمران معراج نافع القادری
امام و خطیب جامع مسجد خضریٰ، ایمن آباد گوجرانوالہ

آسمان دنیا پہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ہیں، ان کی روشنی میں ہمارے لئے بے شمار منافع اور ان کو لگنے والے گرہن میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

" بے شک سورج اور چاند کو لگنے والا گرہن نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے لگتا ہے اور نہ ہی کسی کی زندگی کی وجہ سے، ولیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جب تم انہیں (گرہن میں) دیکھو تو نماز پڑھو۔" (بخاری و مسلم)

یہ حدیث پاک واضح طور پر سورج اور چاند گرہن کے بارے میں معاشرے میں پھیلے ہوئے توہمات کا رد کر رہی ہے، بالخصوص اس موقع پہ ہمارے ہاں حاملہ خاتون پر بے جا پابندیاں لگا دی جاتی ہیں کہ تم نے چاند گرہن کے دوران چلتے پھرتے رہنا ہے، اگر لیٹنا ہے تو بالکل سیدھی لیٹی رہنا ہے، چھری کانٹا استعمال نہیں کرنا،

قینچی سے کپڑا وغیرہ نہیں کاٹنا، گھر میں جھاڑو پوچا نہیں لگانا، جسم پہ خارش نہیں کرنی، کہیں سفر پہ نہیں جانا اور شوہر سے قربت نہیں کرنی ورگرنہ ہونے والے بچے کو نقصان ہوگا؛ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب خیالات مسلمانوں کے اندر کسی قدر ہندو معاشرے کے قدیم رہن سہن اور رسوم ورواج سے متاثر ہونے اور جہالت سے پیدا شدہ ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے لوگ کالی بلی کے راستہ کاٹ لینے سے سفر کرنا ترک کر دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک اتفاقی واقعہ ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ اگر کسی حاملہ کے بچے کے جسم پہ کسی جگہ پیدائشی کا لانشان ہو یا کٹ لگا ہوا ہو تو اس بات کی کیا دلیل ہے کہ یہ چاند گرہن ہی کی وجہ سے ہے؟

بہت سے بچوں کے پیدائشی ہونٹ کٹے ہوتے ہیں اور جدید میڈیکل تحقیق بتاتی ہے کہ یہ ماں کے رحم میں کسی اندرونی خرابی کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ چاند گرہن کی وجہ سے، جو لوگ ما قبل تحریر سے متفق نہیں ہیں، ان سے چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

1 چاند گرہن کے حوالے سے حاملہ کے لئے اوپر ذکر کی گئی احتیاطیں قرآن وسنت میں بیان ہوئی ہیں یا لوگوں کی خود ساختہ عمل ہیں۔؟

2 کیا طب وحکمت اور ہومیو وایلو پیتھک یا دنیا کے کسی بھی طریقہ علاج میں چاند گرہن کے دوران حاملہ خاتون کو عوامی خود ساختہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا مشورہ ملتا ہے یا یہ جاہل عاملین کے ڈھکوسلے ہیں۔؟

3 اگر چاند گرہن سے کسی خاتون کے حمل کو نقصان پہنچ سکتا ہے تو یہ ہر حاملہ خاتون کو کیوں نہیں ہوتا۔؟

4 جن خواتین کو چاند گرہن کا علم نہیں ہوتا اور وہ کوئی ایسا عمل کر لیتی ہیں جن سے اس دوران لوگ منع کرتے ہیں تو ان سب کو اس کا نقصان کیوں نہیں ہوتا۔؟

5 یہ مسئلہ صرف پاک وہند ہی کی حاملہ خواتین کو ہے یا دنیا بھر میں حاملہ خواتین اس سے متاثر ہوتی ہیں۔؟

برائے مہربانی! ان سوالات کے جوابات علمی و تحقیقی ہوں تا کہ ہمارے جواب الجواب بھی علمی انداز میں دیئے جائیں۔

□□□

تکبر کی تباہ کاریاں

از: محمد فہیم رضوی

اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، پروانۂ شمع رسالت مولانا شاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''محرماتِ باطنیہ (یعنی باطنی ممنوعات) مثلاً تکبر وریا وعُجبْ وحسد وغیرہا اور اُن کے مُعالَجات (یعنی علاج) کہ ان کا علم (یعنی جاننا) بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ مخرجہ، ج ۲۳، ص ۶۲۴)

تکبر کسے کہتے ہیں؟ خود کو افضل، دوسروں کو حقیر جاننے کا نام تکبر ہے، چنانچہ رسولِ گرامی باوقار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الکبر بطر الحق وغمط الناس۔ یعنی تکبر حق کی مخالفت اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، الحدیث ۹۱ ص ۶۱)

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ذلك ان یری الانسان نفسه ا کبر من غیرہ۔ یعنی تکبر یہ ہے کہ انسان خود کو دوسروں سے افضل سمجھے۔''

(المفردات للراغب ص ۶۹۷)

رسول گرامی باوقار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن تم میں سے میرے سب سے نزدیک اور پسندیدہ شخص وہ ہوگا جو تم میں سے اخلاق میں سب سے زیادہ اچھا ہوگا اور قیامت کے دن میرے نزدیک سب سے قابل نفرت اور میری مجلس سے دور وہ لوگ ہوں گے، جو واہیات بکنے والے، لوگوں کا مذاق اڑانے والے اور مُتَفَیْہِق ہیں، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے ہودہ بکواس بکنے والوں اور لوگوں کا مذاق

اڑانے والوں کو تو ہم نے جان لیا مگر متفیہق کون ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِس سے مراد ہر تکبر کرنے والا شخص ہے۔'' (جامع الترمذی، ابواب البر والصلۃ، الحدیث ۲۰۲۵ :، ج ۳، ص ۴۱۰)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ گرامی باوقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " جس کے دل میں رائی کے دانے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔'' (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانیہ، الحدیث ۱۳۸ ص ۶۰)

حضرتِ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :
''جنت میں داخل نا ہونے سے مراد یہ ہے کہ ''تکبر'' کے ساتھ کوئی جنت میں داخل نا ہوگا بلکہ تکبر اور ہر بری خصلت سے عذاب بھگتنے کے ذریعے یا اللہ پاک کے عفو و کرم سے پاک وصاف ہو کر جنت میں داخل ہوگا۔''
(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الغضبِ والکبر، ج ۸، ص ۸۲۸، ۸۲۹)

تکبر ایسا مہلک مرض ہے کہ اپنے ساتھ دیگر کئی برائیوں کو لاتا ہے اور کئی اچھائیوں سے محروم کر دیتا ہے چنانچہ حجۃ الاسلام علامہ محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
" متکبر شخص جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند نہیں کرتا، ایسا شخص عاجزی پر بھی قادر نہیں ہوتا جو تقویٰ اور پرہیزگاری کی جڑ ہے، کینہ بھی نہیں چھوڑ سکتا، اپنی عزت بچانے کے لیے جھوٹ بھی بولتا ہے، اس جھوٹی عزت بچانے کے لیے غصہ نہیں چھوڑ سکتا، دوسروں کی نصیحت قبول کرنے سے محروم رہتا ہے، لوگوں کی غیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے الغرض متکبر آدمی اپنا بھرم رکھنے کے لیے ہر برائی کرنے پر مجبور اور ہر اچھا کام کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔'' (احیاء العلوم، ج ۳، ص ۴۲۳)

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہمیشہ غرور اور تکبر سے دور و نفور رہیں، سامنے والا مرتبے میں چاہے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اسے عزت دیں، کسی کی توہین و تحقیر ہرگز نہ کریں، اللہ سے ڈریں۔ ☐☐☐

مطالعہ

ص ۹۹ کا بقیہ.......................

شاہِ دیں کی گدائی جسے مل گئی
پھر اُسے اور کیا کرّ و فر چاہیے
"سَل رَبیعہ" کہا میرے سرکار نے
مانگ جو چاہیے ! جس قدر چاہیے
بولے حضرت ربیعہ کہ فردوس میں
آپ کے قرب کا مجھ کو در چاہیے
مصطفیٰ نے کہا ، جا تجھے دے دیا
اور بھی مانگ لے ! کچھ اگر چاہیے
سر جھکا کر وہ بولے کہ اِس کے سوا
کچھ نہیں اب اے خیر البشر چاہیے
اِس سے ثابت ہوا اختیارِ نبی
ہاں نگاہِ محبت مگر چاہیے
مصطفیٰ کو وسیلہ بنایا کرو
گر دعاؤں میں تم کو اثر چاہیے
خلد کیسے ملے گی اُنھیں چھوڑ کر
حبِّ سرکار ، اے بیخبر ! چاہیے
جو نبی کی محبت پہ قربان ہو
ایسا دل اور ایسا جگر چاہیے
مست و بیخود رہوں عشقِ سرکار میں
جذبِ صدیق ، سوزِ عمر چاہیے
جلوہ گر ہیں جہاں شاہِ کون و مکاں
ہاں اُسی خاک میں مُستقَر چاہیے
نعت لکھتا رہوں ، نعت پڑھتا رہوں
بس فریدیؔ یہی عمر بھر چاہیے
☐☐☐

تاخیر کے لئے معذرت

قارئین کرام! کورونا کے سبب مئی، جون اور جولائی کا شمارہ تاخیر سے ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

ہوگئی پرنور قسمت، ہم نبی کے ہوگئے

از: علامہ سید اولادرسول قدسی، نیویارک امریکہ

ربِّ اکرم کی عنایت، ہم نبی کے ہوگئے
ہوگئی پرنور قسمت، ہم نبی کے ہوگئے

کر نہیں سکتی کوئی طاقت جدا ان سے ہمیں
پر ثبات ایسی ہے نسبت، ہم نبی کے ہوگئے

تم کو اندازہ نہیں ہم کس قدر ہیں سر بلند
ہم پہ نازاں ساری خلقت، ہم نبی کے ہوگئے

ہوتا رہتا ہے فرشتوں میں ہمارا ذکرِ خیر
ہے مسلّم شان وعظمت، ہم نبی کے ہوگئے

گردش دوراں بھی خائف ہم سے اب رہنے لگی
ان کی ہے یوں چشمِ رحمت، ہم نبی کے ہوگئے

موت آئے گی لگالیں گے گلے سے ہم اسے
تا کہ ان کی ہو زیارت، ہم نبی کے ہوگئے

بقیہ ص ۴۳ر پر

رب کے محبوب کی اک نظر چاہیے

از: مولانا سلمان رضا فریدی صدیقی، مسقط عمان

زندگی کے صدف کو گہر چاہیے
رب کے محبوب کی اک نظر چاہیے

چہرۂ والضحیٰ کی ملے روشنی
ظلمتِ جاں کو نورِ سحر چاہیے

میں بھی شمس وقمر سے ملاؤں نظر
خاکِ پائے شہِ بحر و بر چاہیے

دید کے پھول، شاخِ نظر پر کھلیں
باغِ دل کو بہشتی ثمر چاہیے

ہے جدائی کی شب کا اندھیرا بہت
وصل کا جگمگاتا قمر چاہیے

عمر بھر سنتوں پر کروں میں عمل
اسوۂ مصطفیٰ پر سفر چاہیے

بقیہ ص ۹۸ر پر

ہیں بحر ذہانت امام بخاری

از: علامہ سید اولادرسول قدسی، نیویارک امریکہ

حدیثوں کی عظمت امام بخاری
ہیں گلزار مدحت امام بخاری

رہیں یاد چھ لاکھ ان کو حدیثیں
ہیں بحر ذہانت امام بخاری

اصح الکتُب بعد قرآں ہے کاوش
ہیں ناز فضیلت امام بخاری

متن ان کے علمی تبحر کا شاہد
ہیں شرح جلالت امام بخاری

رہی قوت اجتہاد ان کی بے مثل
ہیں چرخ لیاقت امام بخاری

ہزاروں کی تعداد میں چھوڑے شاگرد
ہیں دیں کی اشاعت امام بخاری

بقیہ ص ۴۸ر پر

زبانِ شکر سے بولو ہمارے پاس ہیں مرشد

از: مولانا سلمان رضا فریدی صدیقی، مسقط عمان

اِس سال عرس حضور تاج الشریعہ میں شرکت نہ کر پانے والے تمام عقیدتمندوں کی دل جوئی کرنے والے اشعار

نگاہِ عشق سے دیکھو! ہمارے پاس ہیں مرشد
نہ اُن کے ہجر میں تڑپو! ہمارے پاس ہیں مرشد

وہ چاہت کیا؟ جہاں دل کی جدائی بیچ میں آئے
محبت ہے تو پھر سمجھو ہمارے پاس ہیں مرشد

نہ پہنچے ہم تو وہ بہر کرم تشریف لے آئے
زبانِ شکر سے بولو ہمارے پاس ہیں مرشد

جہاں بھی ہیں، وہیں سے ہم منائیں عرس کی محفل
ترانے گاؤ اور جھومو! ہمارے پاس ہیں مرشد

غلام اِن کا کبھی باطل سے سودا کر نہیں سکتا
عدو سے جاکے یہ کہہ دو! ہمارے پاس ہیں مرشد

بقیہ ص ۱۷ر پر

منظومات

اسرائیلی جارحیت پہ اقوام متحدہ کی خاموشی افسوسناک

مولانا ملک الظفر سہسرامی

اسرائیلی جارحیت کے خلاف علمائے بہار کا سخت ردعمل

پٹنہ ۱۳؍مئی (پریس ریلیز) اسرائیلیوں نے فلسطین میں ظلم وستم کی تمام حدود پار کردی ہیں، فلسطینیوں پہ مسلسل گولی باری ہو رہی، جان لیوا حملے ہورہے ہیں، عورتیں بچے جوان شہید ہورہے ہیں، انسانیت شرمسار ہے، لیکن عالم اسلام خاموش ہے، تحفظ حقوقِ انسانیت کے نام پہ عالمی سطح کی تنظیمیں مہر بلب ہیں سب کی زبان پہ تالے لگے ہوئے ہیں۔

ان خیالات کا اظہار الجامعۃ الرضویہ کے سرپرست حضرت مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی نے اپنے آن لائن خطاب میں کیا، انہوں نے کہا کہ گذشتہ نصف صدی سے فلسطین کے مظلوم مسلمان یہودیوں کے نشانے پہ ہیں اور دنیا بھر کے انصاف پسندوں کے سامنے فریادی بنے ہوئے ہیں، کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب وہاں انسانی خون سے ہولی نہیں کھیلی جاتی ہو، ابھی گزشتہ جمعہ کے دن جس طرح اسرائیلی فوجیوں نے مسجد اقصیٰ میں عبادت گزار افراد جن میں خواتین و بچے بھی شامل ہیں انہیں اسرائیلی فوجیوں نے اپنے جبر وتشدد کا نشانہ بنایا جس میں سیکڑوں افراد بشمول خواتین و اطفال زخمی ہوئے اس سے انسانیت شرمسار ہے، کہاں ہیں عالمی قوانین؟ کہاں ہیں تحفظ حقوقِ انسانی کا پرچم لہرانے والی تنظیمیں؟ کہاں ہیں عالم اسلام کے نام نہاد علم بردار؟ کہاں ہیں انسانی حقوق کی نگہداشت کے دعویدار جنہیں دن کے اجالے میں وحشت و بربریت کا یہ ننگا ناچ نظر نہیں آرہا ہے۔

فلسطینی مسلمانوں کے خلاف ظلم وستم کی داستان خونچکاں تحریر کرنے کا جو ناخوشگوار فریضہ انجام دیا جارہا ہے، اس میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جنہوں نے اس شیطانی ریاست کو قانونی درجہ دینے میں مثبت کردار سازی کا کام کیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ کبھی کبھی تحفظ حقوق انسانی کی عالمی سطح پہ قائم تنظیموں کی جانب سے اسرائیل کی جانب سے فلسطینی مظلوم عوام پہ ہونے والے ظلم وستم کی رپورٹ پیش کی جاتی ہے جن سے وہ چشم کشا حقائق سامنے آتے ہیں جن کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، لیکن افسوس! کہ ان رپورٹوں کی اشاعت کے بعد بھی پوری دنیا میں قیام امن کا خواب دیکھنے اور دکھانے والی تنظیمیں اور عالمی برادری مہر بلب نظر آتی ہیں۔

انہوں نے ہیومن رائٹس واچ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ نیویارک میں قائم تحفظ حقوق انسانی کی اس تنظیم نے اپنی 313 صفحات پہ مشتمل رپورٹ جاری کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اسرائیل اپنی سرحدوں کے اندر اور اپنے زیر تسلط علاقوں میں فلسطینیوں کے خلاف جیسا سلوک برت رہا ہے وہ یقیناً بین الاقوامی جرائم کے زمرے میں آتا ہے، اگر اسرائیل میں عرب نسل کے اقلیتی شہریوں اور غزہ پٹی نیز مغربی کنارے کے باشندوں کی مجموعی آبادی کو دیکھا جائے تو یہ تعداد اسرائیل کی آبادی کے تناسب میں نصف ہے لیکن اسرائیلی ریاست اپنی پالیسیوں کے تحت نہ صرف اپنے عرب اقلیتی شہریوں بلکہ غزہ پٹی اور مغربی کنارے کے فلسطینیوں کو منظم طور پہ ان بنیادی حقوق سے محروم کررہی ہے جو یہودی شہریوں کو حاصل ہیں۔"

رپورٹ میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ:

"اسرائیل بین الاقوامی جرائم کے زمرے میں آنے والی جن پالیسیوں پہ عمل پیرا ہے ان کی نوعیت انسانیت کے خلاف سنگین جرائم کی ہے۔"

انسانی حقوق کی تنظیم نے رپورٹ جاری کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اس رپورٹ کا مقصد اسرائیل اور نسلی امتیاز کی جنوبی افریقی ریاست کا موازنہ نہیں بلکہ وہ یہ تعین کرنا چاہتی ہے کہ آج مخصوص نوعیت کی اسرائیلی پالیسیوں اور اقدامات کو موجودہ بین الاقوامی قانون کے تحت نسلی امتیاز کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے۔"

حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی نے فرمایا کہ مسئلۂ فلسطین

پہ عالم اسلام نے کبھی مخلصانہ کردار ادا نہیں کیا اگر اسرائیلی ظلم و جارحیت کے خلاف شیرازہ بند ہو کر فلسطینی مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑی جاتی تو نقشہ یوں نہیں بگڑتا، افسوس! عالم اسلام کی بے غیرتی پہ کہ اس نے مفاد امت میں سنجیدہ قدم نہیں اٹھائے بلکہ صہیونی سازشوں کی در پردہ حمایت کی جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ آج قبلۂ اوّل اور فلسطینی عوام کی آزادی اسلام دشمن طاقتوں کے ہاتھوں نیلام کردی گئی ہے۔

حضرت مفتی انیس عالم سیوانی نے کہا کہ اگر عالم اسلام شیرازہ بند ہو کر القدس کی بازیابی کیلئے سنجیدہ حکمت عملی اختیار کرے تو بعید نہیں کہ ہمارا قبلۂ اوّل ظالم وجابر اسرائیلی طاقتوں کے قبضے سے آزاد نہ ہو جائے، متحدہ عرب امارات کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات میں توسیع نے ثابت کردیا کہ اسلام کے یہ نام نہاد ٹھیکیدار بیت المقدس کی بازیابی کی جنگ میں فلسطین کے مظلوم عوام کے ساتھ نہیں ہیں، جامعہ کے سکریٹری الحاج سید ولی الدین رضوی نے کہا کہ چند عرب ممالک نے صیہونی ریاست سے اپنے سفارتی و تجارتی تعلقات قائم کر کے تحریک آزادیِ القدس کو شدید نقصان پہنچایا ہے اور مظلوم فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔

مجلس علمائے اہل سنت بہار اقوام متحدہ، عالم اسلام اور تحفظ حقوقِ انسانی کے نام پہ عالمی سطح کی تنظیموں کے ذمہ دار ارباب سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ بیت المقدس کی عظمت و حرمت بحال رکھنے کے لیے مؤثر حکمت عملی اختیار کرے اور خصوصی اجلاس طلب کر کے بیت المقدس کی عظمت وحرمت پامال کرنے نیز فلسطینی مظلوم مسلمانوں کے خلاف منظم جارحیت پہ اسرائیل کو عالمی قانون کے تحت سزا دے، حکومت ہند سے بھی ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسرائیلی جارحیت کے خلاف عالمی برادری پہ دباؤ بنائے اور حقوق انسانی کی اس پامالی پہ اپنے ردعمل کا اظہار کرے، ہندستان کے مسلمان اور تمام انصاف پسند افراد اس منظم جارحیت کے خلاف اپنے سخت غم وغصے کا اظہار کرتے ہیں۔

رپورٹ: اراکین علمائے اہل سنت بہار
الجامعۃ الرضویہ، مغل پورہ، پٹنہ، بہار

خبر و نظر

قاضی نیپال مفتی عثمان رضوی اکابرین کے علم وعمل کے امین

مولانا محمد آل مصطفی مرکزی

مظفر پور (پریس ریلیز) مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم، مدرسہ چوک، سردار گنج، دلسنگھ سرائے سمستی پور کے پرنسپل حضرت مفتی آل مصطفی رضوی مرکزی مظفر پوری نے کہا کہ یہ المناک خبر سن کر دل دماغ ماؤف ہو گئے کہ ہند و نیپال کے معتبر، محترم، ممتاز عالم دین، بلند پایہ فقیہ اور ماہر علوم وفنون حضرت علامہ مفتی محمد عثمان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا وصال پرملال ہو گیا اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت موصوف نہایت نرم دل، خلیق، منکسر المزاج اور متبع سنت عالم تھے مدرسہ انوار العلوم کما کے زمانہ تدریس میں اکثر ان سے استفادہ کا موقع ملا نہایت شفقت ومحبت سے پیش آتے اور کسی بھی فن کی کتاب ہو لمحوں میں حل فرما دیتے اور فقہی جزئیات تو جیسے نوک زبان پر ہوں ایک زمانے تک مظفر پور بہار کے عظیم ادارہ مدرسہ انوار العلوم ماری پور مظفر پور میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور قابل قدر علما کی ٹیم پیدا کی پھر مدرسہ انوار العلوم کما سیتامڑھی میں بورڈ کے مدرسہ میں آگئے اور اپنی علمی صلاحیتوں کے اجالے بکھیرتے رہے اور کافی دنوں تک دار العلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک سیتامڑھی بہار میں افتا کے فرائض انجام دیئے، آہ اس قدر اوصاف وکمالات کے حامل لوگ اٹھتے جا رہے ہیں اور دنیا اہل علم، اہل تقویٰ اور صاحب فکر ونظر شخصیتوں سے خالی ہوتی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی قبر انور پر اپنی رحمتوں کے پھول برسائے، درجات بلند کرے اور اپنے آغوشِ کرم میں جگہ عنایت فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اخیر میں خلیفہ حضور تاج الشریعہ قمر اہل سنت حضرت مولانا مفتی محمد قمر الزماں رضوی مصباحی مظفر پوری صدر المدرسین مدرسہ دینیہ غوثیہ امام گنج مظفر پور نے کہا کہ آپ کی رحلت پوری جماعت کے لئے عظیم خسارہ ہے، آپ کی پوری زندگی درس وتدریس میں گزری درس نظامیہ کے مروجہ نصاب پر بڑا درک حاصل تھا، افہام وتفہیم بھی نہایت عمدہ تھی غبی سے غبی طالب علم کے ذہن میں

معانی ومفاہیم کواتارنے کا ہنر بھی خوب تھا بلند اخلاق کے مالک تھے اپنے چھوٹوں سے بھی بہت پیار سے ملتے اور محبتوں سے نوازتے، طبیعت میں سادگی، سنجیدگی اور متانت تھی درسگاہ میں ہوتے تو ایک ذی استعداد، باصلاحیت اور رقیق القلب استاذ نظر آتے، جلسے گاہ میں بلند فکر خطیب لگتے اور دارالافتا میں ہوتے تو بالغ نظر فقیہ معلوم ہوتے رضا اور خانوادہ رضا سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، شہزادہ اعلیٰ حضرت شبیہ غوث اعظم سیدی سرکار مفتی اعظم کے مرید صادق تھے۔

کسی بھی موڑ پر مسلک رضا کا آپ نے کبھی سودا نہیں کیا ہمیشہ بریلی شریف کے وفادار بن کر رہے ہند و نیپال میں آپ کے تلامذہ کا جال پھیلا ہوا ہے جن میں علماء، شعراء، ادیب ونقیب اور فقیہان حرم بھی ہیں آپ کی جلالت علمی کے سامنے بڑے بڑوں کا قد بونا نظر آتا افسوس صد افسوس علم وفضل اور فکر وآگہی کی ایک نابغہ روزگار شخصیت ہم سے رخصت ہوگئی اس میں کوئی شک نہیں کہ جانے والے کمال رکھتے تھے، اللہ کریم جل شانہ آپ کی خدمات دینیہ کو سند قبولیت سے نوازے، درجات بلند فرمائے، تربت پر رحمت ومغفرت کی بارش برسائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، آمین ثم آمین۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

رپورٹ: اراکین مدرسہ دینیہ غوثیہ امام گنج مظفر پور

☐☐☐

صفحہ نمبر ۴ کا بقیہ

AUGUST-2021 Rs. 25/-

محرم الحرام ۱۴۴۳ھ / اگست ۲۰۲۱ء



عالم اسلام کو
اسلامی نیا سال
۱۴۴۳ مبارک ہو

مُدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

تیسرے عرس تاج الشریعہ کی اہم جھلکیاں

حضور تاج الشریعہ ویلفیئر سوسائٹی کی جانب سے فرمان میاں نے کیا ۱۰۲ر غریبوں کے آپریشن کا اعلان

اداریہ

اس سال تیسرے عرس تاج الشریعہ میں دیوانوں کا ہجوم اگرچہ جسمانی طور پر یہاں موجود نہ تھا لیکن روحانی اعتبار سے سب کے قلب وجگر سوداگران کی گلیوں کا طواف کررہے تھے، دنیا کے مختلف حصوں میں بسنے والے عاشقان تاج الشریعہ لاک ڈاؤن کے سبب روضۂ تاج الشریعہ کی حاضری سے محروم رہے، جس کا انھیں ازحد قلق رہا، پھر بھی شدہ شدہ مقامی اور بیرونی دیوانوں کی اتنی بھیڑ جمع ہوگئی کہ سوداگران کی گلیاں عرس رضوی کا منظر پیش کرنے لگیں، آستانۂ تاج الشریعہ اپنی وسعت سے کئی گنا زیادہ پروانوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھا۔

حسب روایت عرس تاج الشریعہ کے پہلے دن یعنی ۴ر ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۶ر جون ۲۰۲۱ء بروز بدھ بعد نماز فجر خانقاہ تاج الشریعہ میں قرآن خوانی اور اوراد و اذکار کی محفل منعقد ہوئی، بعدہٗ صبح ۷ر بج کر ۱۰ر منٹ پر حضور مفسر اعظم ہند قدس سرہ العزیز کا قل شریف ہوا، واضح ہو کہ عرس کی مختصر تقریبات جامعۃ الرضا میں بھی ہوئیں۔

عرس تاج الشریعہ کے دوسرے اور آخری دن یعنی ۵ر ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۷ر جون ۲۰۲۱ء جمعرات کو بعد نماز فجر قرآن خوانی اور نعت و منقبت کی محفل منعقد ہوئی، بعدہ دوپہر ۲ر بجے سے آخری تقریب عرس کا آغاز ہوا۔

تقریب کا آغاز قاری وسیم صاحب رضوی استاذ جامعۃ الرضا کی تلاوت قرآن پاک اور مولانا اختر رضا کی نعت و منقبت کے نذرانے سے ہوا، حضرت مفتی عاشق حسین کشمیری ناظم تعلیمات جامعۃ الرضا، مولانا شکیل احمد، مولانا شہزاد احمد صاحبان اساتذۂ جامعۃ الرضا کا بھی خطاب ہوا، دیگر علمائے کرام میں مولانا ساجد رضا، مولانا زاہد رضا صاحبان نے حضور تاج الشریعہ کی حیات و خدمات سے سامعین کو روشناس کیا، جبکہ نعت خوان رسول صادق رضوی، رفیق رضا، عرفان ازہری، مظفر رضا صاحبان نے نعت و منقبت پیش کئے، نظامت کے فرائض مولانا شمس رضا اور مولانا گلزار احمد صاحبان نے انجام دیئے، چند نامور علما و خطبا اور شعرا نے آن لائن بھی خطاب اور اشعار پیش کئے۔

حاضرین میں عالی جناب انجینئر برہان علی خاں رضوی جنرل سکریٹری جماعت رضائے مصطفےٰ، عالی جناب الحاج منسوب علی خاں رضوی، عالی جناب فرحان رضا خاں رضوی، صاحبزادہ حسام احمد رضا خاں قادری اور صاحبزادہ ہمام احمد رضا خاں قادری، جماعت رضائے مصطفےٰ کے نائب صدر عالی جناب سلمان حسن خاں، جماعت رضائے مصطفےٰ کے جنرل سکریٹری عالی جناب فرمان حسن خاں، جامعۃ الرضا کے جملہ اساتذۂ کرام، جماعت رضائے مصطفےٰ ہیڈ آفس بریلی شریف کے جملہ کارکنان اور مرکزی دارالافتاء کے مفتیان کرام کے ساتھ ساتھ عوام وخواص کی بڑی تعداد شامل تھی، خانوادے کے بھی کئی افراد موجود تھے۔

نیز ہمارے سوشل میڈیا سورسیز کے ذریعہ تقریباً ۱۸ر لاکھ افراد نے دنیا کے مختلف گوشوں میں عرس تاج الشریعہ کے پروگرام کو آن لائن سماعت کیا اور صاحب عرس کے فیوض و برکات سے مالامال ہوئے۔

واضح ہو کہ ۲۹ر کے حساب تقریبات عرس کا اعلان کیا گیا تھا جبکہ چاند ۳۰ر کا ہوا، کہیں سے ۲۹ر کو رویت ہلال کی شہادت شرعی بھی نہیں مل پائی، اس لئے ۱۸ر جون ۲۰۲۱ء یعنی ۶ر ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ روز جمعہ بھی قل شریف کا اہتمام کیا گیا۔

عرس تاج الشریعہ کے اس مبارک و مسعود موقع پر ''اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ ویلفیئر سوسائٹی'' بریلی شریف کی جانب

سے ۱۰۲ رغریب اورضرورت مندلوگوں کے موتیا بند، پتھری، ہارنیا، کینسر اور بچے دانی کی مہلک بیماریوں کے مفت آپریشن کرانے کا اعلان کیا گیا تھا، سوسائٹی کے چیئرمین اور حضور قائد ملت کے فرزند نسبتی عالی جناب فرمان حسن خاں قادری بریلوی نے کہا کہ اس کے علاوہ غریب طبقے سے جڑے ۴۰ ربچوں کو ''نیٹ'' NEET کی مفت کوچنگ کی سہولت بھی مہیا کرائی جائے گی۔

فرمان میاں کے اس قدم کو ہر چہار جانب قدر کی نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے، سوشل میڈیا پر بھی اس قابل تحسین اقدام کی تعریف وتوصیف کی جارہی ہے، اس قابل تقلید کارخیر میں حصہ لینے والے حضرات بھی قابلِ مبارک باد ہیں۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ اگراسی طرح یہ کارخیر ہر چھوٹی بڑی خانقاہوں سے بھی ہونے لگے تواس سے غریبوں کی مدد تو ہوگی ہی ساتھ ہی دنیا میں ایک مثبت پیغام بھی جائے گا، معاونین کو لوگوں کی دعائیں ملیں گی، صاحب عرس کی روح بھی خوش ہوگی اور معاونین صاحب عرس کے فیوض وبرکات سے مالا مال بھی ہوں گے، یادرکھیں اگر صاحب عرس کی نظر کرم ہوگئی تو سمجھ لیں کہ خرچ کی گئی رقم کا کئی گنا آپ کواس دنیا میں ملے گا اور آخرت میں جو ثواب ملے گا وہ اس کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔

اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ سوسائٹی کے مذکورہ اعلان کے مطابق ۱۰ رجولائی ۲۰۲۱ء تک کینسر کے ۴ رپتھری کے ۲۱ رموتیابند کے ۲۸ راور ہارٹ کے ایک ضرورت مند مریض کا مفت آپریشن کرایا جاچکا ہے، جبکہ اس سے قبل بھی سوسائٹی نے ۶۳ رموتیابند کے غریب مریضوں کا آپریشن کرایا تھا۔

یادرہے پچھلے سال سوسائٹی نے ۴۵ رذہین اور نادار بچوں کو نیٹ NEET کی فری کوچنگ کی سہولت بھی فراہم کی تھی جس میں ۵ ربچوں کا سلیکشن بھی ہوا۔

۲۰۲۱-۲۰۲۲ء کے تعلیمی سیشن میں بھی ضرورت منداور ہونہار طلبہ کو مفت کوچنگ کی سہولت فراہم کرنے کا منصوبہ ہے، مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے سوسائٹی کے جملہ اراکین ومعاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور خدمت خلق کے اس پر خلوص جذبے کو یوں ہی سلامت رکھے، آمین۔

واضح ہو کہ یہ سوسائٹی بھی جانشین تاج الشریعہ حضور قائد ملت حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی کی مبارک سرپرستی وصدارت میں ہی اپنے جملہ فرائض انجام دیتی آرہی ہے۔ ▫▫▫

ص ۵۸ رکا بقیہ...

(سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ) کے قلم ثر نگار سے مبارک تذکروں کی سوغات لٹانے جارہے ہیں۔

علامہ اعظمی اپنے مشاہدات سے کئی گُہرہائے علمیہ؛ تفقہ اور استقامت فی الدین کے قیمتی موتی نثار کر رہے ہیں؛ جن سے بزم سنیت میں نور پھیلا ہوا ہے، آپ مشاہدات کی اِن کڑیوں کو کتاب میں تلاش کیجیے؛ اِن شاء اللہ دل اور دماغ تازہ ہو جائیں گے، ایمان کی فصل ہری ہوجائے گی۔

لندن کی تاریخی حجاز کانفرنس کے ضمن میں علامہ اعظمی لکھتے ہیں:
''کانفرنس پورے شباب پر تھی کہ تاج الشریعہ ہال میں داخل ہوئے، ان کے حکم کے مطابق کیمرے بند کر دیئے گئے، کیمروں کی روشنی تو بند ہوگئی مگر علامہ ازہری کے چہرۂ پاک کی روشنی سے پورا ہال جگمگا اُٹھا، لوگ دیوانہ وار ان کی زیارت کے لیے اُٹھ اُٹھ کر شرف یابِ زیارت ہورہے تھے اور دُنیا نے پہلی بار احتیاط اور تقویٰ کا یہ منظر دیکھا۔''

پوری کتاب مشاہدات کی آئینہ دار ہے، حضور تاج الشریعہ کی تصانیف، تراجم، علمی رسوخ، عبقریب، تفقہ کی اِک جھلک دکھادی ہے، ادبی بصیرت اور تدبر پر بھی روشنی ڈالی ہے، علامہ اعظمی نے اندھیروں میں اُجالا برپا کر دیا ہے، آپ بھی مشاہدات کے اِن اوراق کو ڈاؤن لوڈ کیجیے اور ایک ایک لفظ پڑھ جائیے، ان شاءاللہ دل روشن اور دماغ معطر ہوگا، نخل تمنا بار آور ہوگی، ایمان تازہ ہوگا، واضح رہے کہ نوری مشن مالیگاؤں نے اِس عظیم خزینے کو شائع کیا، جسے ہزاروں اہلِ علم نے توجہ سے پڑھا اور علامہ اعظمی کے مشاہدات سے اکتسابِ فیض کیا، آپ بھی اِسے پڑھ کر اپنے رہبر کے نقوش سے منزل تک کا سفر طے کریں۔ ▫▫▫

از: عالمہ کنیز حسین امجدی *

اپنے مقصد حیات کو پہچانیں

یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ ہم دنیا میں آئے ہیں اور ایک مقررہ دن ہمیں یہاں سے کوچ کر جانا ہے؛ پھر بھی ہم نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ ہم اس دنیا میں کیوں آئے ہیں ہمیں یہاں کیا کرنا ہے؟ کیسے کرنا ہے؟ ہماری وجہ تخلیق کیا ہے؟ ہمارے کام کا کیا انجام ہوگا، کیا ہم کامیاب ہوں گے یا پھر یوں ہی یہاں سے چلے جائیں گے اور اپنی قیمتی زندگی جس کی اللہ رب العزت نے ہر حال میں حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے؛ اس کو ضائع کر کے خائب وخاسر ہو جائیں گے۔

اللہ اللہ! ہم نے اکثریت کو دیکھا ہے کہ جب وہ بچپنے کی دہلیز کو پار کر کے تھوڑا ہوش سنبھالتے ہیں؛ تو اپنے آپ کو سنوارنے سجانے اور خوبصورت دکھانے میں مشغول رہتے ہیں؛ وہ صرف کھیلتے کودتے اور عیش کرتے ہیں اور جب ان کے اندر جوانی کی جھلک نظر آتی ہے تو ان کے ذہن میں بھی زندگی میں کچھ کرنے کا جذبہ اور شوق پیدا ہوتا ہے اور وہی ان کا مقصد حیات بن جاتا ہے؛ سب کا مقصد حیات متفرق ہوتا ہے، کوئی عالم بننا چاہتے ہیں تو کوئی حافظ وقاری اور کوئی ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر وغیرہ، اس طرح سب اپنے اپنے مقصد کو لے کر اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں؛ لیکن کبھی ہم نے حقیقی مقصد حیات کی طرف نہیں دیکھا؛ اسلام ہمیں اپنے مقاصد کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے بس اسلامی ضابطے کے ساتھ ہم دنیاوی زندگی میں سب کچھ کریں لیکن اسی کو اپنا مقصد اور دنیا کو اپنی جنت نہ سمجھ بیٹھیں؛ آقا ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، مسلم فی صحیحہ۔"

یعنی تو ہمیں قیدیوں کی طرح رہنا ہے تاکہ قید سے چھوٹنے کے بعد جب اپنے مالک کی بارگاہ میں جائیں تو ہمیں خوبصورت جنت عطا کر دی جائے، خود رب کائنات نے بھی ہمارا مقصد حیات کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ اور میں نے جنّ اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔"

مطلب یہ کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف دنیا طلب کرنے اور اس طلب میں منہمک ہونے کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ انہیں اس لیے بنایا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں اور انہیں میری معرفت حاصل ہو۔ (صاوی، الذاریات، تحت الآیۃ ۵۶، ۵/۲۰۲۶)

جنوں اور انسانوں کی پیدائش کا اصل مقصد اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسانوں اور جنوں کو بیکار پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ان کی پیدائش کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، کیوں کہ ایک جگہ یہ بھی ارشاد فرماتا ہے:

"اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟" (مومنون ۱۱۵)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے انسان! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مصروفیات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔" (ترمذی، ۴/۲۱۱، الحدیث ۲۴۷۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھنے اور اس مقصد کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ❑

* مضمون نگار مفتی عبدالمالک مصباحی جمشید پوری کی صاحب زادی ہیں۔

از: مولانا محمد مظہر حسین رضوی*

اسلام میں امن وسلامتی کا تصوّر

امن وسلامتی کا تصور اسلام میں ایک بنیادی اور گہرا تصور ہے، یہ تصور اسلام کے مزاج سے گہری وابستگی رکھتا ہے کائنات زندگی اور انسان کے بارے میں اسلام کے کلی نظریئے کے ساتھ اس کا شدید تعلق ہے اسلام کا پورا نظام حیات اس کے قوانین و ضوابط اس کے احکام ونواہی اور رسوم سب اس تصور کے ساتھ منسلک ہیں یہ تصور پورے اسلام میں اس طرح جا گزیں ہے کہ گہری نظر سے اس کا مطالعہ کرنے والے جب تک اس کی عمیق دور تک پھیلی ہوئی جڑوں کی کھود کرید نہ کریں یہ تصوران کی گرفت میں نہیں آسکتا اس تک پہنچنے کے لئے بیدار مغزی صبر وثبات اور وسعت نظر کی ضرورت ہے۔

پھر اسلام اسی پر بس نہیں کرتا کہ فرد کی نظری ضروریات کا اعتراف کرے اور انہیں اس کی روحانی آرزوؤں کے مطابق کر دے بلکہ اس سے آگے علی وجہ البصیرت ایک اور علمی قدم اٹھاتا ہے وہ یہ کہ فرد کی خطا اور گناہ کے جزبات کو بھی تسلیم کرتا ہے، جہاں تک بھول چوک کا تعلق ان کے مواخذے کی بالکل معافی دے دی گئی ہے، حدیث میں ہے "دفع عن امتی الخطاء والنسیا" میری امت کے بھول چوک کو معاف کر دیا گیا ہے۔

خدا کی بے زبان مخلوق حیوانات چرندو پرند کے ساتھ سنگ زنی اور ظلم کا برتاؤ غضب ربانی کا موجب ہوتا ہے، انہیں بلا وجہ ستانا مار ڈالنا اور لطف اندوزی کے لئے انہیں ایزا دہی کا کھیل کھیلنا اسلام میں سخت ممنوع ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ایک عورت محض ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں ڈالی گئی کہ اس نے اسے باندھ رکھا، نہ اسے کھانے کو دیا نہ آزاد کیا کہ وہ زمین پر رینگنے والے چیزیں کھالیتی۔

تمام مخلوقات میں انسان کو یقیناً معزز بنایا گیا ہے اور خالق کائنات نے اشیا کو انسان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بنایا مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ انسان خدا کی مخلوق کو اپنے من مانے ظالمانہ طریقوں کو سے بازیچۂ اطفال بناتا رہے، حلال جانوروں کے گوشت سے انسانی غزا مہیا ہوتی ہے مگر ان جانوروں کو بھی ذبح کرنے کے آداب ہیں کہ انہیں کم از کم اذیت ہو اور اسلامی طریقۂ ذبح ہی ترقی یافتہ تحقیق کے مطابق جانوروں کے لیے کم از کم تکلیف دہ ہے، اس سلسلے میں صحیح مسلم سے حضرت شداد بن اوس کی روایت کا تھوڑا حصہ نقل کیا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ولیحد احدکم شفرته ولیرح ذبیحته۔ اور جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنی چھری تیز کر لے اور ذبح ہونے والے جانور کو راحت پہنچائے۔''

قابل غور ہے کہ اسلام نے یہ احکام وقوانین اس وقت لاگو کئے، جب انسانوں پر پنجۂ استبداد نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا، ظلم و بربریت سے زمین کا سینہ ابال رکھا تھا، روم وایرانی کی استبدادی حکمرانی کے درمیان انسانی عظمت واقتدار چکنا چور ہو رہی تھی، اس کا ایک معمولی حصہ یہ بھی تھا کہ انسانوں کو درندوں سے کڑایا جاتا تھا جانوروں کی جانوروں سے بازی کی جاتی اور سفرح سرخ انسانی خون شراٹے مارتے ہوئے نکالتا تو تماشہ بینوں کی تالیاں بجتیں اور شور مسرت ابل پڑتا، شریعت اسلامیہ میں حیوانوں کا باہم لڑانا ان کا نشانہ بنانا ان کے چہرے کو جھلسنا انہیں گرم سلاخوں سے داغنا ممنوع ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسے گدھے کو دیکھا جس کے چہرے پر داغہ گیا تھا تو فرمایا جس شخص نے

یہ کام کیا ہے اس پر خدا کی لعنت۔

اسی طرح چیونٹیوں کی بلیں جن میں لوگوں نے آگ لگا دی تھی رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو لوگوں کو اس سے باز رہنے کا حکم دیا، چنانچہ اسلامی نظام حیات جو حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ فرمایا اس میں نہ صرف افراد انسانی کے پورے پورے حقوق کی نگہداشت ہے بلکہ حیوانات و نباتات کے ساتھ ظلم وستم کو بھی ناروا رکھا گیا ہے، وہ اسلام ہی ہے جس نے جانوروں تک کے حقوق کے لئے قوانین مقرر کئے ہیں اور تعلیم دی ہے کہ کسی بھی جانور پر اس کی اوقات سے زیادہ بوجھ ہر گز نہ لادا جائے، سیدنا عمر فاروق اعظم کا احسان تھا کہ میرے حدود خلافت میں اگر کوئی خارشی بکری اپنے مرض کا علاج نہ پاسکی تو مجھے خوف ہے کہ رب تعالیٰ کے حضور مجھ سے اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا جس قانون کی نگاہ جانوروں اور چوپایوں کی تکالیف پر اتنی گہری سے پڑ رہی ہے، کیا کوئی ذی عقل یہ باور کرسکتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کے کسی گوشہ کو اپنی فیض رسانیوں اور شامیانۂ رحمت سے محروم رکھ سکتی ہے۔ ☐☐☐

ص ۱۱/ کا بقیہ...

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا اہل سنت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل باطل کے چہرے سیاہ ہوں گے۔'' (الدرالمنثور 2/63)

غنیۃ الطالبین میں ہے: فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت ہی ہیں، مومن کے لیئے لازم ہے سنت اور جماعت کی اتباع کرے پس سنت وہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاری فرمایا ہو اور جماعت وہ ہے جس پر ائمہ اربعہ خلفائے راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم اجمعین کے دَور خلافت میں اصحاب نبوی نے اتفاق کیا۔ (غنیۃ الطالبین 192)

حضرات اولیاء اللہ آئمہ، محدثین علیہم الرحمہ محی الدین، معین الدین، شہاب الدین، بہاء الدین، قطب الدین، فرید الدین، نظام الدین، علاء الدین، نصیر الدین، حمید الدین، جلال الدین، مصلح الدین، حسام الدین، صلاح الدین، نورالدین، منیر الدین، شریف الدین، سدید الدین، شرف الدین، تاج الدین، اوحد الدین، امین الدین، کریم الدین، سیف الدین، شمس الدین، سبھی اہل سنت وجماعت ہی میں ہوئے ہیں، ولایت بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور انعام دوستوں، پیاروں ہی کو دیا جاتا ہے، اہل سنت وجماعت کے اہل حق ہونے کی یہ واضح دلیل ہے۔

گزشتہ صدی میں وہ لوگ جو صحیح العقیدہ اہل سنت وجماعت نہیں تھے مگر انہوں نے خود کو اہل سنت وجماعت کہلانا چاہا تو اہل حق اہل سنت وجماعت کی پہچان واضح کرنے کے لئے سنی کے ساتھ بریلوی کا لقب پکارا جانے لگا، چودھویں صدی کے مجدد امام اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے غیروں کی سازشوں کو پنپنے نہیں دیا اور کمال جرأت و استقامت سے مسلک حق اہل سنت وجماعت کی ترجمانی کا حق ادا کیا اس لئے ان کی نسبت سے بریلوی کا لقب آج اہل سنت و جماعت کی پہچان اور ہر سچے سنی کی صداقت کا عنوان ہے بریلوی کوئی فرقہ نہیں ہے۔ ☐☐☐

ص ۱۲/ کا بقیہ...

طرح کرشنا بھارت کے سب سے بڑے خاندان کے مکھیا بنے، انہوں نے اپنے خانگی زندگی کا ہر حق ادا کیا۔"

سناتن دھرم کے بھگوان شوا بھی کئی بیویوں کے شوہر تھے، دھرم شاستروں کے مطابق ان کی چار بیویاں تھیں:

1–ستی، 2–پاروَتی، 3–کالی، 4–اوما دیوی، اس کے علاوہ ایک اور بیوی گنگا کا نام بھی بیان کیا جاتا ہے، پرانوں کے مطابق شِو کے سات بیٹے تھے:

1–کارتکے، 2–گنیش، 3–سکیش، 4–بھوم، 5–ایپّا، 6–جلندھر، 7–اندھک، اس کے علاوہ شِو کی پانچ بیٹیاں بھی تھیں، ان لڑکیوں کے نام ہیں:

1–جیا، 2–وِش ہر، 3–شامل باری، 4–دیو، 5–دوتلی تھا، اس طرح شو بھی چار بیویوں کے شوہر اور ایک درجن بچوں کے باپ تھے۔ ☐☐☐

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی*

اہل سنت کا لقب! دلائل کی روشنی میں

مدعی لاکھ پہ بھاری گواہی تیری

مولوی ثناءاللہ امرتسری غیر مقلد وہابی لکھتے ہیں :

''اسی (۸۰) سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے۔''

(رسائل ثنائیہ، شمع توحید صفحہ نمبر 163 مطبوعہ لاہور)

معلوم ہوا وہابیت اس کے بعد کی پیداوار ہے برِّ صغیر ہند و پاک میں اور بریلویوں کے عقائد و نظریات وہی ہیں جو قدیم سنی مسلمانوں کے تھے بطور پہچان آج کل انہیں بریلوی حنفی کہا جاتا ہے حق حق ہوتا ہے، جو مسلمان اعتقاداً ماتریدی یا اشعری اور فقہی طور پر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، مقلد ہے اور کسی صحیح سلسلۂ طریقت، قادری، چشتی، نقش بندی، سہروردی، شاذلی، رفاعی (وغیرہ) سے وابستہ ہیں، وہ اہل سنت و جماعت (ایک لفظ میں "سنی") ہے، ابتدا ہی سے ہر عہد میں اہل سنت و جماعت سواد اعظم بڑی تعداد میں رہے ہیں مگر پیمانہ کثرت و قلت نہیں بلکہ اتباع حق ہے۔

اہل سنت و جماعت کا لقب یا اصطلاح قرون ثلاثہ کے بعد کا من گھڑت نہیں ہے، بلکہ یہ جملہ فرقِ مبتدعہ سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے ظاہری عہد مبارک سے صحیح العقیدہ اہل حق مسلمانوں کے لئے استعمال ہوتا آ رہا ہے، حضرت سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما کی روایت موجود ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود شریف بھیجنا اہل سنت ہونے کی علامت ہے۔

(الترغیب 963، القول البدیع 52، فضائل اعمال 688)

''حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ الأَفْرِيقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْ وَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَ تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً«. قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔ یعنی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی، ملت واحدہ کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وہ ملت واحدہ کون ہوں گے؟ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔''

(جامع ترمذی 2461)

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ما انا علیہ واصحابی کے مصداق بلا شک اہل سنت و جماعت ہی ہیں اور کہا گیا ہے کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ اہل جنت وہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے طریقے پر ہیں اعتقاداً، قولاً، فعلاً! اس لیے کہ یہ بات بالاجماع معروف ہے کہ علمائے اسلام نے جس بات پر اجماع کر لیا وہ حق ہے اور اس کا ماسوا باطل ہے۔

''وعن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم:" إن الله لا يجمع أمتي أو قال: أمة محمد على ضلالة ويد الله على الجماعة ومن شذ شذ في النار " رواه الترمذي وعنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذ شذ في النار . رواه ابن ماجه من حديث أنس۔ یعنی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایات ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ امت محمدی کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور سواد اعظم کی پیروی کرو اور جو شخص (جماعت سے اعتقاداً یا قولاً یا فعلاً) الگ ہوا وہ آگ میں الگ ہوا، اس کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اپنے اہل جنت اصحاب سے الگ ہوا وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔'' (ترمذی 2167)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: من فارق الجماعة شبرا فمات، إلا مات ميتة جاهلية۔ جو جماعت (اہل سنت) سے بالشت بھر بھی الگ ہوا، پھر اسی حال میں مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' (بخاری 7054)

مخالفین اہل سنت کے پسندیدہ پیشوا ابن تیمیہ نے آیت " یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ " (القران) کی تفسیر میں لکھا ہے:

''قال ابن عباس وغيره تبيض وجوه اهل السنة والجماعة وتسود وجوه اهل البدعة والفرقة ۔ (مجموع الفتاویٰ، 3/278) اور پھر لکھا کہ امت کے تمام فرقوں میں اہل سنت اس طرح وسط اور درمیانے ہیں جیسے تمام امتوں میں امت مسلمہ! کما فی قولہ تعالی و كذلك جعلنا كم أمة وسطا ۔ (البقرة 143/مجموع الفتاویٰ، 3/370) اور لکھا: فان الفرقة الناجية اهل السنة والجماعة۔'' (3/141)

تفسیر ابن جریر میں آیت قرآنی " واعتصموا بحبل الله جميعا " کے تحت حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا " قال الجماعة " اور دوسری سند سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے اسی آیت کے تحت لکھا " قال حبل الله الجماعة " ابن جریر لکھتے ہیں: (ولا تفرقوا عن دين الله) عليكم بالطاعة والجماعة اهل السنة والجماعة) اور تفسیر ابن کثیر میں ہے (یوم تبيض وجوه وتسود وجوه) يعنى يوم القيامة حين تبيض وجوه اهل السنة والجماعة وتسود وجوه اهل البدعة والفرقة (390/1۔ چشتی)

''وَأخرج ابْن أبي حَاتِم وَأَبُو نصر فِي الْإِبَانَة و الخطيب فِي تَارِيخه واللالكائي فِي السّنة عَن ابْن عَبَّاس فِي هَذِه الْآيَة قَالَ {تبيض وُجُوه وَتسود وُجُوه} قَالَ تبيض وُجُوه أهل السّنة وَالْجَمَاعَة وَتسود وُجُوه أهل الْبدع والضلالة وَأخرج الْخَطِيب فِي رُوَاة مَالك والديلمي عَن ابْن عمر عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي قَوْله تَعَالَى {يَوْم تبيض وُجُوه وَتسود وُجُوه} قَالَ:تبيض وُجُوه أهل السّنة وَتسود وُجُوه أهل الْبدع. وَأخرج أَبُو نصر السجزي فِي الْإِبَانَة عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ أَن رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَرَأَ {يَوْم تبيض وُجُوه وَتسود وُجُوه} قَالَ:تبيض وُجُوه أهل الْجَمَاعَات وَالسّنة وَتسود وُجُوه أهل الْبدع والأهواء ۔ (دیلمی مسند الفردوس 8986) یعنی اور ابن ابی حاتم اور ابونصر نے ابانہ میں اور خطیب نے اپنی تاریخ میں اور اللال کائی نے السنۃ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی اس آیت " یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ " (آل عمران 106) کے بارے میں، فرمایا کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اہل سنت و جماعت کے چہرے سفید اور اہل باطل کے چہرے سیاہ ہوں گے اور دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی یونہی تفسیر فرمائی اور ابونصر سجزی نے اَبانہ میں بقیہ ص ۹ پر

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی *

تعدد ازدواج اور بھارتی مذاہب

اسی پروپیگنڈے کا اثر کہیں یا اپنی ہی تعلیمات سے لاتعلقی، کہ اس ملک کی اکثریت اُن باتوں کو لے کر اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرنے لگی ہے جو ان کی اپنی تہذیب اور ثقافت کا اہم حصہ ہیں، انہیں اہم مسائل میں تعدد ازدواج بھی شامل ہے، تعدد ازواج کا مطلب ہوتا ہے ایک سے زائد شادی کرنا، جسے ہندی میں बहुविवाह اور انگریزی میں polygamy کہتے ہیں۔ ہمارے ملک کے چند شاطر دماغوں نے مسلمانوں سے نفرت دلانے کے لیے اسلام کے تعدد ازواج قانون کو اپنا ہتھیار بنایا۔ اپنی اس جارحانہ مہم کو مقبول بنانے کے لیے" ہم دو ہمارے پچیس" اور" ہم چار ہمارے چالیس" جیسے توہین آمیز اور مذاق بنانے والے نعرے بھی گڑھے، اپنی اس مہم میں ان لوگوں نے ٹی وی، اخبار، میڈیا اور سینما کا سہارا لیا اور بھارت کی اکثریت کے دماغ میں یہ بات بٹھادی کہ ایک سے زیادہ شادی کرنا سماجی عیب اور آوارگی کا کام ہے۔

اپنے اس تحریری سلسلے میں ہم بھارتی مذاہب اور تاریخ کے حوالے سے یہ ثابت کریں گے کہ تعدد ازواج بھارت میں موجود مذاہب وثقافت کا بنیادی حصہ رہا ہے، سناتن دھرم کے مطابق برہما(ब्रह्म) نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے، رِشی وِیاس کے مطابق برہماوہ بھگوان ہیں جن کے چار منہ ہیں اور وہ چاروں سمتوں میں دیکھتے ہیں، ویدوں کے مطابق برہما خود سے پیدا ہیں، ہندو پرانوں کے مطابق برہماجی کی تین بیویاں تھیں:

1- ساوِتری۔2- گایتری۔3- سَرَس وَتی۔

سَرَسوَتی پُران اور متسیہ پُران کے مطابق سَرَس وَتی برہما کی بیٹی تھی، جس سے برہما نے شادی کرلی تھی، سو سال تک یہ دونوں جنگل میں میاں بیوی بن کر رہے جس سے انہیں منو نامی بیٹا پیدا ہوا۔ (شیام بابو شرماQuora.com)

حالانکہ بعض لوگ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ سرس وتی نام کی دو عورتیں تھیں، ایک برہما کی بیوی اور دوسری برہما کی بیٹی، ہم نامی کی وجہ سے بیٹی بیوی کے طور پر مشہور ہوگئی، ایک روایت کے مطابق برہما کی پانچ بیویاں تھیں، مذکورہ تین بیویوں کے علاوہ میدھا اور شردھا نام کی دو بیویاں اور تھیں، ان بیویوں سے برہماجی کو ڈیڑھ درجن کے آس پاس بیٹے پیدا ہوئے، آریہ دھرم کے بھگوان وشنو (विष्णु) کی ایک ہی بیوی لکشمی تھی مگر وشنو درجنوں اپسراؤں کو بیوی کی طرح رکھتے تھے۔ ان سبھی سے ان کے سو سے زائد بیٹے پیدا ہوئے تھے۔

وشنو کے اوتار شری کرشنا تو تعدد ازواج کے معاملے میں اپنی مثال نہیں رکھتے، مہابھارت کے مطابق ان کی سولہ ہزار ایک سو آٹھ بیویاں تھیں، جن میں سب سے پہلی بیوی رکمنی تھی، باقی سولہ ہزار ایک سو سات لڑکیاں بھومَاسُر نامی شخص نے اپنے قلعے میں قید کر رکھی تھیں، اس کا ارادہ تھا کہ مزید کچھ لڑکیاں اکٹھا کی جائیں اور جب ان کی تعداد بیس ہزار ہو جائے تو ان سے شادی کی جائے، مگر یہ لڑکیاں قید میں نہایت پریشان تھیں، ان کی آہ وبکا سن کر کرشنا نے بھومَاسُر کو مار ڈالا، جب یہ لڑکیاں اپنے گھر پہنچیں تو ان کے اہل خانہ نے لڑکیوں کے کردار پر شک کیا اور انہیں اپنانے سے انکار کردیا، کرشنا کو پتا لگا تو انہوں نے ان دوشیزاؤں سے شادی کرلی۔ (مہابھارت: ادھیاے 52/ص1626)

سُمِت کمار نامی مضمون نگار آج تک کے نیوز ایپ پر 20/ اگست 2019 کو شائع ایک اسٹوری میں لکھتے ہیں:

" پرانوں کے مطابق کرشنا کے ایک لاکھ اکسٹھ ہزار اسّی بیٹے اور سولہ ہزار ایک سو آٹھ بیٹیاں تھیں، اس بقیہ ص ۹ / پر

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

دوسری قسط

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی *

لفظ ''حضرت'' معنی ومفہوم اور اس کا نشیب وفراز

گزشتہ سے پیوستہ

اس قرب کے اقسام کو بیان کرتے ہوئے حضرت شریف جرجانی تحریر کرتے ہیں:

''الحضرات الخمس الإلهية حضرة الغيب المطلق وعالمها عالم الأعيان الثابتة في الحضرة العلمية وفي مقابلتها حضرة الشهادة المطلقة وعالمها عالم الملك وحضرة الغيب المضاف وهي تنقسم إلى ما يكون أقرب منه الغيب المطلق وعالمه عالم الأرواح الجبروتية وحضرة الملكوتية أعني عالم العقول والنفوس المجردة إلى ما يكون أقرب من الشهادة المطلقة وعالمها عالم المثال ويسمى بعالم الملكوت والخامسة حضرة الجامعة للأربعة المذكورة وعالمها عالم الإنسان الجامع لجميع العوالم وما فيها فعالم الملك مظهر عالم الملكوت وهو عالم المثال المطلق وهومظهر عالم الجبروت أي عالم المجردات وهو مظهر عالم الأعيان الثابتة وهو مظهر الأسماء الإلهية والحضرة الواحديةوهي مظهر الحضرة الأحدية۔ (کتاب التعریفات عبارت نمبر ۵۸۹)

یعنی حضرات الٰہیہ پانچ ہیں، اوّل: غیب مطلق کا قرب، اس کا ''عالَم'' ان ''اعیان'' کا ''عالم'' ہوتا ہے جو ''علم الٰہی'' میں ثابت ہوا کرتے ہیں، دوم: ''شہادت مطلقہ'' کا قرب ہے، اس کا ''عالم'' عالم ملک'' ہے، سوم: ''غیب مضاف کا قرب'' جو ''غیب مطلق سے قریب تر'' ہوتا ہے، اس کا ''عالم''۔ ''ارواح جبروتیہ'' کا ''عالم'' ہوتا ہے، چہارم: قرب ملکوتی ''عالم عقول و نفوس مجردہ جو ''شہادت مطلقہ'' سے قریب تر ہوتا ہے۔ اس کا عالم ''عالم مثال'' ہے اور جسے عالم ملکوت سے تعبیر کیا جاتا ہے، ہوا کرتا ہے۔ پنجم: وہ قرب جو ''حضرت'' کے چاروں مقامات کا جامع ہو۔۔ اس کا عالم اس انسان کا عالم ہے جو جامع ہے تمام عوالم اور جامع ہے ان تمام چیزوں کا جو ان عوالم میں پائی جاتی ہیں، پس ''عالم ملک'' مظہر ملکوت'' ہوتا ہے اور ''عالم ملکوت'' مظہر ''عالم مثال مطلق'' ہے اور وہ ''عالم جبروت'' کا مظہر ہوتا ہے اور وہ مظہر ''عالم اعیان ثابتہ'' ہوتا ہے اور وہ ''مظہر اسمائے الٰہیہ اور مظہر ''حضرت احدیت'' ہوا کرتا ہے۔

اس پوری عربی عبارت اور اس کا ترجمہ پیش کرنے کا مقصد علم تصوف کے اسرار ورموز کو بیان کرنا نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ یہ لفظ ''حضرت'' اس قدر عظیم تر ہے کہ اس کا استعمال حق تعالیٰ اور ذات وحدہ لاشریک کے لئے بھی کیا گیا ہے اور اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ لفظوں کا مزاج بڑا نازک ہوا کرتا ہے، اس میں ''استعدادی صلاحتیں'' بلا کی پائی جاتی ہیں جس کے سایہ تلے الفاظ آتے ہیں اسی کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ لفظ جب تک کسی شخصیت سے الگ تھلگ رہتا ہے اس کی حیثیت سادہ کاغذ کی مانند ہوا کرتی ہے اور جب کسی شخصیت کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اس کے رنگ کو فوری طور پر قبول کر لیتا ہے اور اس کی حیثیت لقب کی ہوجاتی ہے یا پھر صفت کی ہوجاتی ہے اور یہ لقب یا یہ صفت اپنے صاحب لقب اور صاحب صفت یعنی موصوف سے اس کا رشتہ اس طرح مستحکم ہوجاتا ہے کہ کبھی موصوف بول کر صفت مراد لی جاتی ہے اور لقب بول کر ملقب مراد لیا جاتا ہے اور کہیں اس کے برعکس ہوا کرتا ہے کہ موصوف بول کر صفت اور صاحب لقب بول کر لقب مراد لیا جاتا ہے، جو

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

لوگ زبان و بیان اور فن و ادب سے آشنا ہوا کرتے ہیں۔ وہ ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں، انہیں بتانے کی ضرورت نہیں، ایسی بھی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں جن میں موصوف یا صاحب لقب کی جگہ صرف صفت اور لقب ہی بولا جاتا ہے اور اس سے مراد موصوف یا صاحب لقب لیا جاتا ہے، چوں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیازی کے لئے لفظ ''حضرت'' کا استعمال کیا گیا ہے، اس لفظ ''حضرت'' کو یہاں کس قدر فیض بے مثالی اور شان بے نیازی ملی ہے؟ اس کو کون بیان کرسکتا ہے؟ اگر کوئی پوچھے کہ ''حضرت حق'' میں ''حضرت'' کا کیا مفہوم ہے؟ اور اس کا کیا معنی ہے؟ تو میں کیا کوئی بھی بیان نہیں کرسکتا ہے، اس بارے میں صرف اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ اس مذکورہ مثال میں لفظ ''حضرت'' عروج و بلندی کے اس معیار پر کھڑا ہے جس کی بلندی کوناپنے کے لئے ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں، ''معنیاتی نظام'' کا یہ ایسا کمال ہے جو بے نیاز ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال اور پاک و منزہ بھی ہے۔ اگر یہاں یہ کہا جائے کہ لفظ ''حضرت'' کا معنی ''پاک و بے نیاز'' ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

پھر اسی لفظ ''حضرت'' کا استعمال فرشتوں میں سے، مخصوص فرشتوں مثلاً حضرت جبرئیل، حضرت میکائل، حضرت عزرائیل اور حضرت اسرافیل کے لئے بھی کیا گیا، جب کوئی ان مخصوص فرشتوں کا نام لیتا ہے یا ان کے اسمائے گرامی تحریر کیا جاتا ہے تو اس طرح لکھتے اور بولتے ہیں، حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل وغیرہ، بتایا جائے کہ ان مثالوں میں جو لفظ ''حضرت'' ہے، اس کا کیا مفہوم نکلتا ہے؟ تو ظاہر سی بات کہ اس کے مفہوم کا تعین ان مخصوص فرشتوں کی منفرد ذات وشخصیت کے تناظر میں ہی کیا جائے گا۔ ان کی ذوات قدسیہ سے الگ ہو کر نہیں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے اس کے مفہوم کے تعین میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ فرشتہ معصوم اور نوری ہوا کرتے ہیں لہٰذا اس کے مفہوم وتعبیر میں اس کا عکس بھی پایا جائے گا، اس کے مفہوم میں نورانیت اور عصمت بھی شامل ہوگی۔ بات جب اس سے آگے بڑھتی ہے تو اسی لفظ ''حضرت'' کا استعمال حضرات انبیائے کرام اور خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی کیا گیا ہے اور کیا بھی جارہا ہے، لفظ ''حضرت'' کس قدر خوش نصیب ہے اور قسمت کا کیسا دھنی ہے کہ اس نے صفت یا لقب بن کر کچھ اس انداز میں اکتساب نور و ضیا کیا ہے کہ خود اس کی ذات اور سراپا کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے اور اس طرح چمک دمک رہا ہے کہ اس کے سامنے خورشید تاباں بھی سرنگوں ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں جب زمین کا وہ حصہ جو جسم پاک سے ملا ہوا ہے ہمارے علمائے کرام کے نزدیک عرش اعظم سے بھی افضل و برتر ہے۔ جب مٹی ہو کر اسے اس قدر فضیلت حاصل ہوسکتی ہے اور ''حضرت'' تو ایک لفظ ہے اور اس میں اس قدر صلاحتیں ہیں جو مٹی میں نہیں پائی جاتی ہیں تو پھر اس کے افضل ترین ہونے میں کسی کو کیا شک وتردد ہوسکتا ہے؟ بتائیے اس ''حضرت'' کا کیا مفہوم ہوسکتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نسبت بڑی چیز ہوا کرتی ہے، جسم میں روح کا پایا جانا بھی ایک نسبت کے تحت ہوا کرتا ہے اور یہ ایسی نسبت ہے جو معیار حیات و زیست ہے۔ اسی طرح نسبت عروج و ارتقا کا باعث بھی ہوا کرتی ہے۔ کرسی سے نسبت ہوتی ہے تو کرسی والا کہلاتا ہے اور گھر سے نسبت ہوتی ہے تو گھر والا کہلاتا ہے اور جب منصب سے نسبت ہوجاتی ہے تو منصب والا کہلاتا ہے۔ چپراسی تو بہر حال چپراسی ہوا کرتا ہے چاہے وہ کسی کا بھی چپراسی ہو مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ضابطہ یہ ہے کہ جس کا چپراسی ہوتا ہے، اسی کے تناظر میں اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے جو بات کلکٹر کے چپراسی بننے میں ہوا کرتی ہے اوروں کے چپراسی بننے میں نہیں۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ ''حضرت'' کے مفہوم کے تعین میں یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا استعمال کس کے لئے ہوا ہے اور وہ کس حیثیت کا مالک ہے؟ جیسی اس کی حیثیت ہوگی اسی کے تناظر میں لفظ ''حضرت'' کے معنی و مفہوم کا تعین کیا جائے گا، ہر جگہ اس سے ایک ہی مفہوم مراد لینا اصل کے خلاف ہے اور انصاف و دیانت کے بھی خلاف ہے، افراد و اشخاص کے بدلتے تناظر میں اگر لفظ ''حضرت'' کے معنی و مفہوم میں تغیر و تبدل کا نظریہ نہ مانا جائے تو یہ الفاظ جامد ہو

جائیں گے ساکت وخاموش ہوجائیں گے۔ نہ اس میں تاثیری کیفیت پائی جائے گی اور نہ اس میں کسی قسم کا کرشمہ نمود پائے گا، نہ اس کا اثر کسی کے دل پر ہوگا اور نہ کسی کے دماغ پر، نہ وہ پھول بن کر مسکرائے گا اور نہ اس سے نکہتیں پھیلیں گی، نہ ان کے لفظوں میں کانٹے ہونگے اور نہ تیروسناں کیوں کہ وہ جامد اور غیر متحرک ہے، جب کہ لفظ میں یہ ساری کیفیات پائی جاتی ہیں، کبھی وہ پھول ہوتا ہے اور کبھی اس میں کانٹے ہوا کرتے ہیں۔ وہ قتل بھی کر دیتا ہے اور خون بھی بہنے نہیں دیتا۔ وہ ایسا زخم دیتا ہے جس کی بھر پائی نہیں ہو پاتی۔ کیا ہی خوب فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے، آپ تحریر کرتے ہیں ۔

جراحات السنان لها التيام
ما جرح اللسان لا يلتام
یعنی نیزہ کا زخم تو بھر جاتا ہے مگر جو زخم لفظوں
سے لگتا ہے وہ کبھی اچھا نہیں ہوتا

کیا یہ حقیقت نہیں کہ جو لفظ ''حضرت'' کا استعمال کرتا ہے اس کی حیثیت صرف ''واضع ثانی'' کی ہوتی ہے مگر جس کے لئے بولا جاتا ہے اس کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، لفظ ''حضرت'' کو کوئی کیا جانے؟ وہ کیا ہے؟ اور اس کا اصل مقام کیا ہے؟ میرے دوست وہ شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے اور اس آئینہ میں شخصیت نظر آتی ہے۔ اس کے خدوخال دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے کمالات واثرات بھی نظر آتے ہیں، اس کی فطری صلاحتیں اور اکتسابی خوبیاں بھی چمکنے لگتی ہیں۔ لفظوں کے بدلتے مزاج کو جس نے جان لیا اس نے جان لیا اور جو غافل رہا وہ غافل ہی رہا، دیکھیے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں ۔

وہ گل ہیں لبہائے نازک ان کے
ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل
یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے
جلی ہے سوز جگر سے جاں تک
ہے طالب جلوۂ مبارک
دکھا دو وہ لب کہ آب حیواں
کا لطف جن کے خطاب میں ہے

ان اشعار میں لفظوں کو گل فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان میں ''آب حیات'' کا لطف ہوا کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لفظوں میں بھی جان ہوتی ہے، اس میں بھی خوشبو پائی جاتی ہے اور یہی الفاظ ہوا کرتے ہیں جو ''آب حیات'' کا لطف ومزہ دیا کرتے ہیں یعنی الفاظ زندہ اور متحرک ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا حضرت بھی ایک ایسا لفظ ہے جو زندہ اور متحرک ہے اور اس میں آئینہ شخصیت بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ نہ کہ اس میں صرف صلاحیت ہی ہے بلکہ اس کا جب استعمال کیا جاتا ہے تو وہ عملی طور پر آئینہ ثابت ہوتا ہے اور جس کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اگر واقعی طور پر اس کی شخصیت بھاری بھر کم ہے تو اس ایک صلاحیت کا پر تو اس آئینہ میں مرتسم ہوجاتا ہے اور اگر اس کی شخصیت کھوکھلی ہوتی ہے تو یہ آئینہ بھی اندھا ہی رہتا ہے اور اس میں کسی قسم کی پیش رفت نہیں ہو پاتی ہے، یہی لفظ حضرت ائمہ کرام اور خدا کے بندوں کے لئے استعمال کیا گیا، حضرت غوث اعظم، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیا، حضرت بڑے سرکار، حضرت چھوٹے سرکار، حضرت ضیاء الدین نخشبی، حضرت شیخ شہاب الدین مہرہ، حضرت شاہ برکت اللہ، حضرت اچھے میاں، حضرت شاہ فضل رسول، حضرت شاہ عبد القادر، حضرت امام احمد رضا، حضرت مفتی اعظم ہند وغیرہ۔

دیکھیے ایک لفظ حضرت ہے اور اس کا استعمال سب بزرگوں اور دانشوروں کے لئے کیا گیا ہے، اگر ہر جگہ ایک ہی مفہوم لیا جائے تو یہ حقیقت کے خلاف ہوگا اور نسبتوں کا کمال جاتا رہے گا اور یہ تجربہ کے بھی خلاف ہے، کپڑا ایک ہوتا ہے مگر اسی کا جب لباس بنتا ہے تو الگ الگ ہوا کرتا ہے ورنہ موزونیت جاتی رہے گی۔ لفظ بھی ایک کپڑا ہے اور اس کا استعمال لباس سینے جیسا ہے اور اس کا عملی طور پر استعمال ہونا لباس کے فٹ ہوجانے کی مثل ہے، اس لئے لفظ حضرت کے معانی اور مفاہیم الگ الگ لیے

جائیں گے، کہاں کون سا مفہوم ہوگا قارئین خود اس کا تعین کرلیں ذرا سوچیئے اگر اسی لفظ ''حضرت'' کا استعمال ایک ایسی ذات کے لئے کردیا جائے جس کے پاس ایمان نہ ہو اور نہ وہ مومن ہو تو ایسی صورت میں اس لفظ ''حضرت'' کا مفہوم جو بھی تعین کیا جائے اس میں کفر کا معنی بھی شامل ہوگا اور یہ بھی شامل ہوگا کہ ''میں نے طعنہ پر جہنم کو ترجیح دی'' کہ لفظ ''حضرت'' ایک آئینہ ہے اور شخصیت میں جو عنصر غالب ہوتا ہے اس کا عکس اس میں ضرور چھپتا ہے، لفظ ''حضرت'' کی دو حیثیت ہوتی ہے ایک ''حیثیت اطلاقی'' یعنی استعمال سے پہلے والی حیثیت اور دوسری ''حیثیت تقئیدی'' یعنی استعمال کے بعد والی حیثیت ،حیثیت اطلاقی میں تو لفظ حضرت صرف اور صرف ایک کلمہ تعظیم ہے، اس کے معنی ومفہوم میں عمومیت اور شمولیت پائی جاتی ہے۔ کسی کے لئے بھی اس کا استعمال کرنے سے پہلے استعمال کی بنیادیں تلاش کرنی چاہیے کہ آخر وہ بنیادیں کیا ہیں؟

لفظ ''حضرت'' کے استعمال کی بنیادیں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس لفظ ''حضرت'' کے استعمال کی کیا کیا بنیادیں ہوسکتی ہیں؟ یا یوں ہی ہر کسی کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہر کسی کے لئے اس کا استعمال کردیا جائے اگر اس بارے میں کلی طور پر اجازت مرحمت کردی جائے تو لفظوں کا تقدس اور اس کے صاف شفاف مزاج کے ساتھ مذاق بن کر رہ جائے گا اور اس کا احترام دلوں سے محو ہوتا چلا جائے گا اور ذہن وفکر کی سطح پر اس کا جو وقار اور اہمیت پائی جاتی ہے وہ سب کے سب تاش کے پتوں کی مانند بکھر جائے گی اور وہ لفظ ''حضرت'' اس قدر مفلس وکنگال ہو جائے گا کہ اس کی طرف کوئی نگاہ بھی اُٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ کیا آپ یہی چاہتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! اس لئے ضرورت ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی معیار متعین کردیا جائے۔

اس لئے آیئے دیکھتے ہیں کہ اس کا کیا کیا معیار ہوسکتا ہے اور کس کس معیار کو مسترد کیا جاسکتا ہے؟ اب تک لفظ ''حضرت'' کے تعلق سے جو بحث کی گئی ہے اس سے چند قسم کے معیارات سامنے آئے ہیں :

(الف) لفظ ''حضرت'' کے استعمال کرنے کا معیار ان کمالات اور صفات کو قرار دیا جائے جو ازلی اور ابدی ہوں، جیسے حضرت حق تعالیٰ وجل مجدہ۔

(ب) اس کا معیار نوری مخلوق کو بنایا جائے جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل وغیرہ۔

(ج) نبوت عامہ بھی اس کا معیار ہے جیسے حضرات انبیائے کرام۔

(د) نبوت خاص اور رسالت خاص بھی اس کا معیار ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ہ) صحابی ہونے تابعی ہونے اور تبع تابعی ہونے کو بھی معیار بنایا گیا ہے۔

(و) غوث وخواجہ قطب اور مناصب جلیلہ پر فائز ہونے والے اولیائے کرام کو بھی لفظ ''حضرت'' کے استعمال کی بنیاد قرار دی گئی ہے۔

(ز) اسی طرح علمائے کرام، صوفیائے عظام اور فضلائے روزگار کو بھی ''حضرت'' کہا گیا ہے اور آج بھی کہا جارہا ہے۔

ان تمام معیارات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے کہ لفظ ''حضرت'' کا وہی مستحق ہے جس کے پاس ایمان ہو اور جو مومن کامل ہو اور جس کے پاس ایمان نہیں ہے اور نہ وہ مومن ہے تو اُسے ''حضرت'' نہ کہا جائے ورنہ کفر اور صاحب کفر کا احترام لازم آئے گا اور بات اندیشۂ کفر تک پہنچ سکتی ہے، اگر کوئی ایسا شخص ہے جس نے بہت سے سماجی امور انجام دیئے ہوں، معاشرتی معاملات میں بھی دلچسپی رکھتے ہوں یہ امور اپنے مقام اور اپنی حیثیت میں خوبیاں ضرور ہیں مگر ایمان نہ لانے کے سبب یہ تمام امور کالعدم ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے ان سبھی امور وخدمات کو انجام دیئے ہیں جو ایک انسان کو یا ایک چچا کو اپنے بھتیجے کے لئے کرنا چاہیے انہوں نے کیا اور یقیناً کیا ہے مگر ایمان تو نہیں لائے اس لئے ان کے یہ ساری خدمات

''عدم'' کی منزل میں ہیں اور رہیں گے، اس لئے ان خدمات میں ''معیار'' بننے کی صلاحیت ہی نہیں اور نہ اس بنیاد پر انہیں ''حضرت'' کہا جاسکتا ہے۔ان خدمات میں سے کسی خدمت کا کہیں مفید ہونا الگ بات ہے جو شاید و نادر کے زمرے میں آتا ہے مگر اس کو معیار تسلیم کیا جائے ایسا ممکن نہیں ہے۔کیوں کہ شرعی اعتبار سے یہ وجہ خاص ہے جو صرف ابو طالب یا ابو لہب کے لئے مخصوص ہے کسی اور کافر اور منکر اسلام کے لئے نہیں، اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کا معنی نہ سہی مگر اس کا مفہوم جو مترشح ہوتا ہے وہ ایمان اور مومن ہونا ہی ہے۔

حضرت کہنے کی بنیاد تو صرف ایمان اور مومن ہونا ہی ہے کہ اب تک جس قدر بھی استعمالات ہوئے ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے۔کفر اور غیر مومن نہ کبھی بنیاد ہے نہ ہی اس بنیاد پر کسی کو حضرت کہا گیا ہے۔باقی رہے دوسرے معاملات مثلاً کسی کی مدد کرنا، مصیبت کی گھڑی میں کام آنا، بے سہاروں کو سہارا دینا وغیرہ تو یہ سب کے سب ایمان کے تابع ہیں۔

اہل لغت کا نظریہ

اہل لغت نے ''حضرت'' کے تمام استعمالات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ضابطہ بیان کیا ہے جو مطالعہ کرنے سے تعلق رکھتا ہے، اس بابت قریب قریب تمام اہل لغت نے ''حضرت'' کا معنی قرب، نزدیکی اور درگاہ تحریر کیا ہے نیز صاحب منجد نے یہ بھی فرمایا ہے:

''تطلق الحضرة عند اهل الترسل علیٰ كل كبير يحضر عنده الناس كقولهم الحضرة العالية تأمر بكذا۔ (المنجد ص ۱۳۸) یعنی بارگاہ عالیہ میں حاضر باش لوگوں کے نزدیک ''حضرت'' ہر اس بڑے کے لئے بولا جاتا ہے، جس کے پاس لوگ آتے ہوں جیسا کہ وہ کہتے ہیں ''حضرت عالیہ'' حکم فرماتا ہے کہ آپ ایسا کریں۔الخ

صاحب منجد کا یہ تحریر فرمانا لفظ ''حضرت'' کے ایک تعلق سے اس بات کا ایک اصل اور ضابطہ ہے کہ اس لفظ کا استعمال ہر کسی کے لئے نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے جو بڑا ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی ہم عمر اور اپنے سے کسی چھوٹے کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہر بڑے کے لئے اس کا استعمال مناسب نہیں بلکہ اس بڑے کے لئے کیا جائے جس کے پاس لوگ آتے ہیں اور اس کے پاس آنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہدایت پائیں اور منزل رشد کی رہنمائی حاصل کریں، ان تمام پابندیوں نے لفظ ''حضرت'' کے استعمال کو بہت ہی محدود کر دیا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صاحب منجد نے یہاں صرف ''کبیر'' کا استعمال کیا ہے جو مطلق ہے اور اس کے تعلق سے حکم ہے ''المطلق يجری علی اطلاقه'' یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔اگر مطلق کی اس حیثیت عامہ کا لحاظ کیا جائے تو پر اس کا استعمال ہر کس و ناکس کے لئے ہوسکتا ہے چاہے وہ کسی بھی حیثیت سے بڑا ہو، مگر جب صاحب منجد نے یہ فرمایا ہے کہ ''وہ بڑا جس کے پاس حاضری کے لئے آتے ہوں'' تو اس کے پیش نظر مطلق اپنے اطلاق پر جاری نہیں بلکہ اس سے اس کا فرد کامل مراد ہے اور ''فرد کامل'' وہی ہوا کرتا ہے جس کا بڑا ہونا برقرار رہے اور عزل و سلب سے محفوظ رہے، جو ایسا ہوتا ہے اس کا بڑا ہونا باقی رہتا ہے، مثال کے طور پر اگر کسی عالم کو ''حضرت'' کہا جاتا ہے تو انہیں اس لئے ''حضرت''، نہیں کہا جاتا ہے کہ وہ کسی ادارہ کا صدر مدرس ہے یا شیخ الحدیث ہے اگر ان کے ''حضرت'' کہے جانے کی یہی وجہ ہوتی تو پھر کسی اور مدرس کو ''حضرت''، نہیں کہا جاتا مگر تجربہ ہے کہ طلبہ مدرسہ کے ہر ایک مدرس اور استاذ کو ''حضرت'' کہا کرتے ہیں۔اس سے صاف ہوگیا کہ ''حضرت'' کہے جانے کی وجہ ان کا منصب یا عہدہ نہیں بلکہ ان کا علمی کمال اور فنی جاہ وجلال ہے۔طلبہ صرف اپنے ادارے کے استاد کو نہیں بلکہ دوسرے مدرسوں کے اساتذہ کو بھی ''حضرت'' کہا کرتے ہیں اور وجہ وہی کہ ان کے پاس علم ہے، فن اور اس کی خوبیاں پائی جاتی ہیں، اس لئے انہیں ''حضرت'' کہا کرتے ہیں، اس بات میں کیا شک کہ علم باقی رہتا ہے، یہ ایک ایسی دولت ہے جو نہ کبھی فنا ہوتی ہے اور نہ اسے کوئی چھین سکتا ہے اور نہ لوٹ سکتا ہے، اس لئے

’’کبیر‘‘ سے وہ فرد مراد لیا جائے جس کے پاس ایسی دولت ہو جو لازوال ہو اور حد تو یہ ہے کہ یہ علمی دولت موت سے بھی زائل نہیں ہوتی ہے، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

رضينا قسمة الجبار فينا
لنا علم و للجهال مال
والمال يفنى عن قريب
والعلم باق لا يزال

ہم اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم سے راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم دیا اور جاہلوں کو مال۔

مال تو بہت جلد فنا ہو جاتا ہے اور علم باقی رہتا ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتا۔

مشاہدہ ہے دولت مند اپنی دولت کو لے کر نہیں جاتا ہے، نواب اور بادشاہ اپنی ریاست اور اپنی بادشاہت کو لے کر نہیں جاتا ہے بلکہ سب کچھ اسی زمین پر چھوڑ کر خالی ہاتھ جاتا ہے۔ مگر علما کے بارے میں ایسا نہیں کہا جاسکتا ہے وہ تو اپنی دولت علم و حکمت لے کر جاتا ہے۔ اسی لئے مال میں وراثت جاری ہوتی ہے اور اس کے وارثین تمام دولت کو آپس میں بانٹ لیا کرتے ہیں۔ جانے والے کا علم نہ بٹتا ہے اور نہ دنیا کی کوئی طاقت اسے بانٹ سکتی ہے۔ اس بنیاد پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ سماج و معاشرہ میں وہی بڑا ہوتا ہے جو عالم دین اور فاضل متین ہوا کرتا ہے۔ نہ وہ مفلس ہوتا ہے اور نہ اس کا ہاتھ خالی رہتا ہے۔ اس لئے عالم دین جب تک دنیا میں رہتا ہے لوگ انہیں ’’حضرت‘‘ کہا کرتے ہیں اور جب وہ دنیا سے چلا جاتا ہے پھر بھی لوگ انہیں ’’حضرت‘‘ کہتے ہیں کیوں کہ ’’حضرت‘‘ کہنے کی جو بنیاد ہے وہ باقی رہتی ہے اور وہ بنیاد ’’دینی عظمت اور شرعی فضیلت‘‘ ہے اور اگر دینی عظمت و فضیلت کے علاوہ کسی دنیوی یا منصبی عظمت کو بنیاد قرار دی جائے تو یہ لفظ ’’حضرت‘‘ کے اصول و قواعد اور اس کی نزاکتوں کے خلاف ہوگا۔ کیوں کہ یہ عظمت تو آتی جاتی ہے آج میرے پاس ہے تو کل کسی اور کے پاس اور پھر کسی تیسرے کے پاس، اکثر دیکھا جاتا ہے جب تک اس کے پاس منصب ہوتا ہے تو وہ ’’حضرت‘‘ ہے اور جب منصب چلا جاتا ہے یا چھین لیا جاتا ہے تو اسے ’’حضرت‘‘ کہنے کی بات تو الگ ہے کوئی سلام کرنے کو تیار نہیں، آج عزت اور کل اس کی ذلت لفظ ’’حضرت‘‘ ایسے کسی حادثہ کا متحمل نہیں۔

حضرت وہ ہوا کرتا ہے جس کے پاس لوگ آتے ہوں اور حاضری دیتے ہوں، یہاں آنے کا مقصد افادۂ دینی ہے نہ کوئی اور مفاد، علما اور مشائخ کے پاس ہی لوگ افادۂ دینی کے لئے آتے ہیں اور آنے والے اپنے اس مفاد میں مخلص ہوا کرتے ہیں، کسی ایم پی کسی ایم ایل اے یا کسی نیتا کے پاس آنے کا مقصد کچھ اور ہی ہوتا ہے، دنیاوی غرض و غایت اور اپنے ذاتی مفاد کیا ہے یہ تو ڈھلتی ہوئی چھایا ہے اسے کس منھ سے حضرت کہنے کی بنیاد بنائی جائے یہ تو میری سمجھ سے باہر ہے، ہاں! اس بنیاد پر انہیں سر کہیے جناب کہیے اس سے کون روکتا ہے مگر حضرت مت کہیے کہ اس میں بڑا تقدس ہوا کرتا ہے۔

لفظ ’’حضرت‘‘ اور عرف وسماج

ہمارے سماج و معاشرہ میں ’’حضرت‘‘ کہنے کی روایت ملتی ہے، مگر کسی عالم کے لئے کسی امام کے لئے اور کسی مفتی و قاضی کے لئے، کوئی بھی کسی نیتا یا کسی لیڈر اور منبر کو ’’حضرت‘‘ کہتے نہ میں نے سنا ہے اور نہ کسی نے کہا ہے۔ سر، جناب اور حضور کہنے کی روایت تو ضرور ملتی ہے لہٰذا جو روایت ملتی ہے اسی کا استعمال کیا جائے اور حضرت جیسے پاکیزہ الفاظ کے استعمال سے جہاں تک ہو سکے احتراز کیا جائے۔ کسی بادشاہ وقت یا نواب اور راجہ کو بھی ’’حضرت‘‘ کہنے کی روایت ملتی ہے۔ اس کی وجہ ان افراد کے منصبی رتبہ و مرتبہ کا دیر پا ہونا ہے یا انہیں حضرت کہنے کی روایت صرف ایک حلقہ تک محدود ہے اور اس محدود حلقہ سے باہر کے لوگ جو انہیں حضرت کہا کرتے ہیں کسی دباؤ میں کہتے ہیں یا پھر کسی انجانے خوف کے سبب، اس لئے اس کی حیثیت کسی ’’مقیس علیہ‘‘ کی نہیں اور جو لوگ کسی کو مذاق میں یا طنزیہ انداز میں حضرت کہا کرتے ہیں تو یہ صرف ایک حادثہ ہوا کرتا ہے اس کے علاوہ اس کی اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ....جاری

چوتھی قسط

از: مولانا کوثر امام قادری*

عقیدۂ تجسیم اور شیخ البانی

گزشتہ سے پیوستہ

معلوم ہوا کہ تصعد الی السماء کی جگہ تصور الی اللہ الحاقی چیز ہے اور غیر ثابت ہے۔ ہاں صحیح آسان کی طرف چڑھنا ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ وہاں ایک جگہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور دعائیں وہاں پہنچ رہی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہاں ایک جگہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور دعائیں وہاں پہنچ رہی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مظلوم کی دعا کی قبولیت میں کوئی حجاب و رکاوٹ نہیں۔

اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب۔ مظلوم کی بددعا سے بچو اس لئے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

''حدیث ام الطفیل امراۃ ابی ابن کعب قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول رایت ربی فی المقام فی احسن صورۃ شابا موقر ار جلاہ فی خضرۃ علیہ نعلان من ذھب علی وجھہ فراش من ذھب۔ (السنۃ لابن ابی عاصم مع الظلال جلد ۱، ۲۰۵) ام طفیل کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں اپنے رب کو دیکھا باوقار جوان کی حسین صورت میں اسی کے دونوں پاؤں سبزہ پر تھے، دو سونے کے جوتے سونے کے فرش کے اوپر تھے۔''

البانی نے کہا ہذ حدیث صحیح جب کہ یہ انتہائی منکر و موضوع روایت ہے کہ لیکن ابن ابو عاصم نے اسے مکمل نہیں ذکر کیا بلکہ پوری سند اور ابتدائی کلمات ذکر کر کے چھوڑ دیا تا کہ مکروہ الفاظ پر پردہ پڑا رہے اس حدیث پر نقد کرتے ہوئے حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں:

''ھذ الحدیث یرویہ نعیم بن حماد بن معاویہ المروزی قال ابن عدی کان یضع الحدیث وقال یحیٰ بن معین لیس نعیم بھشی فی الحدیث وفی اسنادہ مروان بن عثمان عن عمارہ بن عامر۔ یہ حدیث نعیم بن حماد روایت کرتا ہے ابن عدی نے فرمایا کہ نعیم حدیث گڑھتا تھا ابن معین نے کہا حدیث میں نعیم کوئی چیز نہیں اور اس کی اسناد میں مروان ابن عثمان ہے۔''

''قال ابو عبید الرحمن انسانی و من ھی وان حتیٰ یصدق علی اللہ عزوجل وقال منھی بن یحیٰ سألت احمد عن ھذ الحدیث فاعرض بوجھہ وقال ھذا حدیث منکر مجھول یعنی مروان بن عثمان قال و لایعرف ایضاً عمارۃ۔ امام نسائی نے فرمایا اور کون مروان وہ اللہ تعالیٰ پر سچ تو بولے اور مہنی بن یحیٰ نے کہا میں امام احمد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے چہرہ پھیر لیا اور فرمایا کہ یہ حدیث منکر و مجھول ہے یعنی مروان بن عثمان اور کہا کہ عمارۃ بھی معروف نہیں ہے۔''

حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

''فان روایتہ انما ھی عن عمارۃ بن عمر و بن حزم عن ام الطفیل امراۃ ابی فی الروایۃ وھو متن منکر۔ اس لئے کہ اس کی روایت وہ از عمارہ از ام طفیل تو وہ متن منکر ہے۔'' (تہذیب التہذیب جلد ۶، ۲۲۴)

''حدیث معاویۃ بن الحکم السلمی قال کانت لی غنم عین احد والجوانیۃ فیھا جاریۃ لی فاطلعتھا ذات یوم فاذا الذئب قد ذھب منھا بشاۃ وانا رجل من نبی آدم فاسفت فصککتھا فاتیت النبی ﷺ

فذکرت ذالك له فعظم ذالك علی فقلت یارسول الله ﷺ افلا اعتقها قال ادعها فدعوتها فقال لها این الله قالت فی السماء قال من انا؟ قالت انت رسول الله ﷺ قال اعتقها فانها مومنه هذا حدیث صحیح اخربه مسلم و ابوداؤدو انسآء۔(مختصر العلو)

البانی کواس حدیث سے بڑا لگاؤ تھا جو شخص بھی آپ کے پاس جاتا اور اس کے عقیدہ کی جانکاری مقصود ہوتی تو اس سے پوچھتے این اللہ؟ ان کے خیال میں یہ سنت تھا کیوں کہ حضور ﷺ نے باندی سے این اللہ؟ فرمایا تھا جبکہ یہ سراسر بدعت ہے، یہ جملہ مذکورہ میں ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہے شائد الحاقی اور یہی لفظ این اللہ شیخ البانی کا محل استشہاد ہے۔

پہلے یہ چیز ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ صحیح مسلم کے دو نسخے تھے، ایک وہ جو ہمارے سامنے ہے اس میں معاویہ بن حکم کی روایت میں لفظ این اللہ ہے لیکن حضرت امام بیہقی کے سامنے جو نسخہ تھا اس میں معاویہ بن حکم کی روایت میں لفظ این اللہ نہیں تھا، جب امام بیہقی نے معاویہ کی روایت دیکھی تو اسے سنداً صحیح پا اور اس پر صحت کا حکم لگایا لیکن ان کو یہ بھی پتہ تھا کہ معاویہ کی روایت میں بعض راوی این اللہ لفظ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن امام مسلم نے اس لفظ کو نہیں لیا تو اس کی وجہ امام بیہقی کو یہ سمجھ میں آئی کہ اس لفظ میں راوی کو شدید اختلاف تھا اور اس اختلاف نے لفظ این اللہ کو مشکوک بنا دیا، اس لئے امام مسلم نے اسے ترک کر دیا۔

امام بیہقی فرماتے تھے:

”وهذا صحیح قداخرجه مسلم مقطعا من حدیث الاوزاعی وحجاج الصواف عن کثیر ابن ابی کثیر دون قصة الجاریة واظنه انما ترکها من الحدیث لا ختلاف الرواۃ فی لفظه وقد ذکرت فی کتاب الظهار من السنن مخالفة من خالف معاویة بن الحکم فی لفظ الحدیث۔(الاسماوالصفات حدیث ۸۹۰ جلد ۲، ص ۳۲۵) یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام مسلم نے اوزاعی اور حجاج کی حدیث سے مختصراً تخریج کی ہے۔ سوائے قصہ جاریہ کے میرا خیال ہے کہ اس طویل حدیث سے قصہ جاریہ کو ترک کر دیا اس کے لفظ میں راویوں کے اختلاف کی وجہ سے اور میں نے سنن کبریٰ کے کتاب الظہار میں مخالفت کا ذکر کیا ہے جس نے معاویہ بن حکم کی مخالفت کی لفظ حدیث میں۔“

معلوم ہوا کہ البانی کا محل استدلال جو کلمہ ہے وہ امام بیہقی کے نزدیک ثابت نہیں، امام تقی الدین سبکی نے ابن القیم کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

”اما القول فقوله ﷺ للجاریة این الله؟ قالت فی السماء۔ لیکن یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے باندی سے این اللہ فرمایا تو اس نے فی السماء کہا۔“

”وقد تکلم الناس علیه قدیما و حدیثا والکلام علیه معروف ولایقبله ذهن اهذ الرجل لانه شاء علی بدعة لا یقبل غیرها۔ (الرد علی نونیة ابن القیم)

حالانکہ اس لفظ کے بارے میں نئے پرانے سبھی ناقدین نے کلام کیا ہے اور اس پر تنقید مشہور ہے اور اس آدمی کا ذہن اس کو قبول نہیں کرتا اس لئے کہ یہ بدعت کے راستے پر چلتا ہے اور اس کے سوا کو قبول نہیں کرتا۔

حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

”وفی اللفظ مخالفة کثیرة۔ (تلخیص الجبیر ۳، ۲۲۳) اور اس لفظ میں کثیر اختلاف ہے۔“

”حدیث انس ان زینب بنت جحش کانت تفخر علی ازواج النبی ﷺ قول زوجکن اها لیکن و زوجنی الله من فوق سبع سمٰوت وفی لفظ کانت تقول ان الله الکحنی فی السماء وفی لفظ انها قالت للنبی ﷺ زوجنیك الرحمن من فوقه عرشه۔ حضرت انس کی روایت میں ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دیگر ازواج پر فخر کرتی تھیں کہتی یعنی کہ تم لوگوں کا نکاح تمہارے اجل خانہ نے کی ہے اور میرا نکاح اللہ نے

سات آسمان اوپر کی ہے اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمان میں کیا ہے اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ سے میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے عرش کے اوپر کیا ہے۔''

هذا حديث صحيح اخرجه البخاری ۔ یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام بخاری نے تخریج کی ہے۔

البانی نے کہا: واما اللفظ الثالث فهو فی توحید البخاری من حديث ۔ لیکن تیسرا لفظ تو وہ بخاری کی کتاب التوحید میں ہے انس ہی کی حدیث سے۔

فی التوحيد باللفظين الاولين۔ (مختصر العلو البانی حدیث ۶، ص ۸۴) کتاب التوحید میں اول کے دونوں الفاظ ہیں۔

حافظ ذہبی نے بخاری کا حوالہ دیا اس لئے پہلے بخاری میں دیکھتے ہیں۔

''انس عن رضی الله عنه قال قال كانت زينب تفخر على ازواج النبی ﷺ تقول زوجكن اهاليكن وزوجنی الله تعالیٰ من فوق سبع سمٰوت۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۴۲۰) حضرت انس سے مروی ہے انہوں نے کہا حضرت زینب دیگر ازواج پر ناز کرتی یعنی کہتی تھیں تم لوگوں کا نکاح تمہارے گھر والوں نے کی اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمان کے اوپر کیا۔''

دوسری جگہ یوں ہے:

''عن انس رضی الله عنه قال كانت تفخر على نساء النبی ﷺ وكانت تقول ان الله انكحنی فی السماء۔ (صحیح البخاری حدیث نمبر، ۷۴۲۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب دیگر ازواج پر فخر کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمان میں کیا ہے۔''

البانی نے کہا کہ تیسرا لفظ بخاری کی کتاب التوحید میں ہے یہ سراسر جھوٹ ہے، بہر حال تین طرح کے الفاظ نقل کئے گئے ایک میں ہے ساتوں آسمان کے اوپر دوسرے میں ہے عرش کے اوپر تیسرے میں ہے آسمان میں نکاح ہونا تو ٹھیک ہے لیکن من فوقه عرشه بخاری میں نہیں ہے اسے دھوکا کے طور پر نقل کیا گیا ہے۔

''حديث انس رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال فادخل على ربی وهو على عرشه تبارك ۔ عن انس عن النبی ﷺ قال فاستاذن على ربی فی داره فيؤذن لی۔ عن انس رضی الله عنه وفيه، فاتی باب الجنة فيسفتح لی فاتی ربی تبارك وتعالیٰ وهو على كرسيه اوسريره فاخر له ساجدا ۔ (مختصر العلو ۸۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بروز قیامت میں اپنے رب کے پاس داخل کیا جائے اور وہ اپنے عرش پر ہوگا۔ حضرت انس سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے رب کے پاس اس کے گھر میں جانے کی اجازت مانگوگا تو مجھے اجازت دی جائے گی۔ حضرت انس کی ایک روایت اس میں یہ ہے کہ میں جنت کے دروازے آؤں گا تو وہ میرے لئے کھول دیئے جائیں گے پھر میں اپنے رب کے پاس آؤں گا اور وہ کرسی پر یا تخت پر ہوگا تو میں اس کے لئے سجدہ میں گرجاؤں گا۔

تحقیق

پہلی روایت کی سند انتہائی ضعیف ہے، حافظ ذہبی نے جس سند سے اس کی تخریج کی ہے وہ یہ ہے:

''اخبرنا عبد الخالق بن علوان، نبأ ابو محمد بن قدامة ۔ ابنا محمد بن عبدالباقی و ابنا نا احمد بن الحسن انبأ ابو القاسم الحرفی حدثنا ابوبكر البخار، نا محمد بن عبد الله بن سليمان، نا محمد بن ابی بكر نا زائدة بن ابی الرقاد عن زياد النميری عن انس رضی الله عنه عن النبی ﷺ'' (العلو للذهبی ۱۷۳)

اس سند میں ایک راوی زائدہ بن ابی الرقاد ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''خال ابو حاتم الرازی۔(زائدہ بن ابوالرقاد)

محدث عن زیاد النمیری عن انس احادیث مرفوعة منکرة ولا ندری منه اومن زیاد۔ امام ابو حاتم رازی نے فرمایا کہ زائدہ زیاد سے اس کی حدیثیں مرفوعاً بیان کرتا ہے جو منکر ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ یہ نکارت زائدہ کی طرف آئی یا زیاد کی طرف۔''

''قال البخاری منکر الحدیث۔قال ابواحمد الحاکم، حدیثه لیس باالقائم قال الشائی فی کتاب الضعفاء منکر الحدیث وقال فی الکنی لیس بشقة وقال ابن جان یروی المناکیر عن المشاهیر لا یجتج بخبره۔ (تهذیب التهذیب جلد ۱ ص ۴۴۱) امام بخاری نے کہا زائد منکر الحدیث ہے۔ ابو احمد حاکم نے کہا اس حدیث درست نہیں۔ امام نسائی نے کتاب الصفاء میں منکر الحدیث کہا اور کتاب الکنی میں کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔''

امام ابن حبان نے کہا وہ مشاہیر سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے اس کی خبر سے استدلال نہیں کیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے اور یہ کلمات ''فادخل علی ربی وهو علی عرشه'' شاذ و منکر ہیں اور باب عائد میں بالکل ہی قابل اعتبار نہیں ہیں۔

دوسری روایت بخاری شریف میں ہے جسے امام بخاری نے یوں بیان کیا ہے:

''وقال حجاج بن منهال حدثنا هما هر بن یحیٰ حدثنا قتادہ عن انس رضی الله عنه ان النبی ﷺ ثم اعوذ الثانیة فاستاذن علی ربی فی داره فیؤذن کی علیه فاذا مریته وقعت ساجدا۔(صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۴۴۰) حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں دوسری مرتبہ پلٹونگا پھر اپنے رب کے پاس اس کے گھر میں آنے کی اجازت چاہوں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی تو میں اسے دیکھوں گا اور اس کو سجدہ کروں گا۔''

حدیث کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ امام بخاری کا تبدیلی اسلوب کسی راز کی طرف اشارہ کرتا ہے، یہاں انہوں نے حدثنا نہیں کہا جس کا حضرت انس کی روایت دوسرے مقام میں حدثنا کے ساتھ بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک بھی یہ عبارت صحیح نہ تھی اور واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کافی طویل ہے اسے حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں ان سے دوسرے لوگوں نے روایت کی مثلاً ابوعوانہ نے عن قتادہ عن انس بیان کیا اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور یہ روایت بخاری حدیث نمبر ۶۵۶۵ ر پر ہے: ہشام الاستوائی نے عن قتادہ عن انس بیان کیا، اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور یہ روایت بھی بخاری حدیث نمبر ۷۴۱۰ ر پر ہے۔

یعنی ہمام نے اپنے اوثق راویوں کی مخالفت کی ہے جس کے سبب یہ عبارت شاذ قرار پاتی اور شاذ ضعیف ہونے کے سبب باب عقائد میں ناقابل قبول ہے۔

تیسری روایت امام ابن خزیمہ کی کتاب التوحید میں ہے جس کی سند اس طرح ہے۔

''حدثنا الحسن بن محمد الزعفران قال ثنا عفان یعنی ابن مسلم قال ثنا حماد هو ابن سلمة قال ثنا ثابت عن انس رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال فانی باب الجنة فاقرع الباب فیقال من انث؟ فاقول محمد فیفتح فاتی ربی وهو علی سریره اولیٰ کرسیه۔ (کتاب التوحید جلد ۲ ص ۶۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں دروازِ جنت پر آؤں گا اور اسے کھٹکھٹاؤں گا کہا جائے گا کون؟ میں کہوں گا محمد تو میرے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا تو میں اپنے رب کے پاس آؤں گا اور وہ اپنے تخت یا اپنی کرسی پر بیٹھا ہوا ہوگا۔''

اس حدیث کی سند میں حماد بن سلمۃ راوی ہیں، اس کے بارے میں اہل فن کا کلام ملاحظہ کریں، امام حاکم فرماتے ہیں:

''شیخ بن ابی خالد النصری روی عن حماد بن

سلمة احادیث موضوعة فی الصفات۔ ابن ابی خالد نصری نے حماد بن سلمہ سے باب صفات باری تعالیٰ میں موضوع حدیثیں روایت کی ہیں۔" (المدخل الی الصحیح جلد اول ۱۴۷)

ابن سعد نے کہا: کان ثقة کثیر الحدیث وربما حدث بالحدیث المنکر۔ ثقہ کثیر الحدیث میں اور کبھی کبھی منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

امام عجلی نے کہا: ثقة رجل صالح حسن الحدیث۔

امام ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا:

"کان حماد بن سلمة لایعرف بهذه الاحادیث التی فی الصفات حتیٰ خرج مرة الی عباد ان فجاء و هو یرویها۔ فسمعت عباد بن صهیب یقول ان حمادا لا یحفظ وکانوا یقولون انها دست فی کتبه وقد قبل ان ابن ابی العوجاء کان ربیبه فکان یدس فی کتبه۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۲۰۰) حماد بن سلمۃ صفات الٰہی کی ان حدیثوں کو نہیں جانتے تھے ایک مرتبہ عباد ان کے پاس گئے پھر پلٹ کر آئے تو یہ حدیثیں بیان کرنے لگے میں نے عباد بن صہیب کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ حماد یاد نہیں رکھتا ہے اور وہ لوگ کہتے تھے کہ اس کی کتابوں میں دسیہ کاری کردی گئی تھی اور کہا گیا کہ ابن ابی عوجائ ان کا تربیت یافتہ تھا اس نے ان کتابوں میں دوسری چیزوں کی آمیزش کردی تھی۔"

امام سیوطی فرماتے ہیں:

"فان حماد بن سلمة تکلم فیه حفظه ووقع فی احادیثه مناکیر ذکروا ان ربیبه دسها فی کتبه و کان حماد لا یحفظ فحدث بها فوهم فیها ومن ثم لم یخرج له البخاری شیئاً ولا خرج له مسلم فی الاصول الامن روایته عن ثابت۔ (الحاوی للفتاویٰ سیوطی جلد ۲ ص ۲۰۳) حماد بن سلمۃ کی یادداشت کے بارے میں کلام کیا گیا ہے اور اس کی حدیثوں میں مناکیر آگئی ہیں، لوگوں نے بیان کیا کہ ان کا تربیت یافتہ نے ان کی کتابوں میں آمیزش کی ہے، اور حماد کو یاد نہیں رہتا تھا تو اسے بیان کرتے تو انہیں اس میں وہم ہو جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ بخاری نے ان سے کچھ بھی نہیں لیا اور مسلم نے اصول میں نہیں لیا مگر ایک روایت جو ثابت سے مروی ہے۔"

.... جاری

ص ۲۶ کا بقیہ.........

نہ لو بلکہ واپس کردو تاکہ انہیں نصیحت ہو اس میں تبلیغ بھی اور قوم کی اصلاح بھی اور قوم کی تباہی سے بچانا بھی ہے آج شادیوں میں باجے گانے جہیز وغیرہ سب ہی میں مقابلہ ہوتے ہیں اور مسلمان تباہ ہو رہے ہیں۔" (مرآۃ المناجیح ۵/۹۴)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم مسلمانوں کو اوامر شرع بجالانے اور منہیات شرع سے بچنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ص ۳۰ کا بقیہ.........

مذکورہ طریقے پر ایک امیر منتخب ہو جائے گا، تو مسلمانوں کی ہزاروں پریشانیاں ان شاء اللہ پل میں دور ہو جائیں گی، ہر شہر اور ہر بستی میں بہ آسانی ایک دفاعی تحریک اور فلاحی تنظیم قائم ہو جائے گی، جس کی وجہ سے کوئی ظالم تحریک ایک بار حملہ کرنے سے پہلے سو بار سوچے گی، اب کس کو سپورٹ کرنا ہے، اس کا فیصلہ وہ امیر کرے گا، کس کی حمایت کرنی ہے، اس کا فیصلہ وہ امیر کرے گا، کس کو ووٹ دینا ہے، اس کا فیصلہ امیر کرے گا، وہ امیر سیاسی فیصلہ بھی کرے گا اور سماجی فیصلہ بھی، دینی فیصلہ بھی کرے گا اور دنیوی فیصلہ بھی، پہلے نوے فی صد لوگ بات نہیں مانتے تھے، اس انتخاب کے بعد نوے فی صد لوگ ان شاء اللہ بات مانیں گے، ہم نے پہلے کہہ دیا ہے کہ یہ کام نہ تو یک لخت آسان ہے کہ چٹکی میں کرلیا جائے گا اور نہ ہی بالکل محال ہے کہ محنت وجانفشانی کے بعد بھی نہیں کیا جاسکتا، رب قدیر تمام اہل اسلام کی حفاظت فرمائے اور جملہ آفت وبلا سے تمام اہل ایمان کو محفوظ رکھے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

(از: مولانا فواد رضا خان مظہری *

جہیز سنت یا لعنت؟ ایک تجزیہ

یہ بات درست ہے کہ ہمارے معاشرہ میں فتنہ وفساد کے جہاں اور بہت سارے اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب جہیز کا نہ ہونا ہے، اگر مطالبہ جہیز پورا کر دیا فبہا ورنہ پھر نزاع وفساد کا دور دورہ شروع ہو جائے گا، اس کی وجہ سے نہ جانیں کتنی طلاقیں ہوتی ہیں، عورت مرد کی زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے، لہٰذا بہت ساری خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو ناقبل بیان ہیں اور یہ سب یعنی فتنہ وفساد یا طلاق یا مطالبہ جہیز یہ سب اس بنا پر ہیں کہ علم دین اور اس پر عمل کرنے سے بہت دوری ہے نہ علم وعمل ہے اور نہ اچھوں کی صحبت کہ جس سے زندگی کا خیال ہو اور عمل کی طرف رغبت ہو مشاہدہ یہی ہے کہ اچھی صحبت کا اثر بہت اچھا رہتا ہے اور بری صحبت کا اثر بہت برا ؎

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

کہتے ہیں کہ جب کوئی قوم یا معاشرہ زوال پذیر ہوتا ہے تو جو اسباب زوال ہوتے ہیں، ان سے اس قوم کو بے پناہ محبت ہو جاتی ہے یہی حال قوم مسلم کا ہے کہ ان کے جو اسباب زوال ہیں ان کو وہ کسی بھی طور پر چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں جب کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قوم مسلم کے زاول کی سب سے بڑی وجہ علم دین سے بے رغبتی اور کتب دینیہ وعلما دین سے دوری بلکہ معاذ اللہ ان کی تذلیل وتحقیر کرنا ہے جبکہ رب تبارک و تعالی فرماتا ہے: جاننے والے اور انجان برابر نہیں، یعنی عالم اور جاہل برابر نہیں اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ علم وہ نور ہے جو چیز اس کے دائرے میں آجائے آشکار ہو جاتی ہے جس سے جڑ جائے، اس کی صورت ہمارے ذہن میں نقش ہو جاتی ہے اور جہالت محض ظلمت وتاریکی ہے، انسان اور حیوان میں امتیاز علم سے ہے کہ کھانا پینا جاگنا سونا اگر انسان کر لیتا ہے تو جانور بھی کر لیتے ہیں دونوں کے مابین تفریق صرف علم سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تبارک وتعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”اغد عالما او متعلما او مستمعا او محبا ولا تكن الخامسة فتهلك، رواه البيهقي في شعب الإيمان و الطبراني في الكبير والصغير و الاصبهاني في حلية الاولياء واخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار۔ یعنی تو صبح کر اس حال میں کے تو خود عالم ہو یا طالب علم ہو یا عالم کی بات سننے والا ہو یا عالم سے محبت کرنے والا ہو مگر پانچواں نہ بننا کے ہلاک ہو جائے گا۔“

اللہ اکبر سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو عالم دین بننے یہ نہیں تو متعلم یہ نہیں تو عالم دین کی مجلس میں حاضر ہونے اور اگر یہ بھی نہیں تو محض ان سے محبت رکھنے کا حکم دیا اور ان کو برا کہنے ان کی گستاخی کرنے سے منع فرمایا کہ ہلاک ہو جائے گا، اب ذرا بتاؤ کامیاب ہونا ہے یا ہلاک؟ اگر کامیاب ہونا ہے تو شروع کے چار میں سے کوئی اختیار کرو، بلکے اس کی کوشش کرو خود عالم دین ہو تمہارے بچے عالم دین ہوں پھر دیکھو کیسے معاشرہ میں تبدیلیاں آتی ہیں اور اگر پانچواں بنے تو خود سوچ لو یہ فرمان عالی شان کس کا ہے ان کا ہے جن کی ہر ایک ایک بات سچی بلکے وہ وہی کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ﷺ، سارا مسئلہ تو یہی ہے کہ ہمارا معاشرہ علما کی بات نہیں سننا چاہتا ہے وہ سمجھاتے ہیں لیکن سمجھنا نہیں چاہتے ہیں کامیابی چھوڑ ہلاکت اختیار کرتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔

مجھے ایک واقعہ یاد آیا چند سال قبل ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا اس کا یہاں ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جس

* مضمون نگار دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف تخصص کے طالب علم ہیں۔

سے ہمارے معاشرہ کی تصویر سامنے آجائے گی خیر ہوا یوں کہ ایک سیٹھ صاحب نے قوم کی ریت توڑتے ہوئے ایک عالم دین سے متاثر ہوکر اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا جب رخصتی کا وقت ہوا تو ان کے یہاں ایک رسم تھی کہ لڑکی کا بھائی لڑکی کو گود میں اٹھا کر گاڑی تک لے جاتا ہے، لیکن لڑکی کا سگا بھائی نہیں تھا، تو کوئی رشتہ کا بھائی اس رسم کو انجام دیتا، ان عالم صاحب نے اپنا فریضہ نبھاتے ہوئے اس پر ٹوکا کہ یہ جائز نہیں ہے، بس پھر کیا تھا وہی سیٹھ صاحب جو ان عالم صاحب سے یہاں تک متاثر تھے کہ اپنی بیٹی کو ان کی زوجیت میں دے دیا تھا، وہ اور ان کے رشتے دار ان عالم صاحب کے سر ہو گئے کہ طلاق دو اور طلاق دلوا کر ہی مانے۔

وجہ یہ تھی کہ ابھی اتنا ٹوک رہا ہے بعد میں پتہ نہیں کیا کرے گا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ، تو یہ ہمارا معاشرہ ہے اگر علم دین حاصل کیا ہوتا جس کا حصول بحکم حدیث شریف ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے تو یہ حالات نہیں ہوتے، ان دنوں کچھ لوگ جہیز کی مانگ سے تنگ آ کر اس کے خلاف آواز بلند کئے ہوئے ہیں، لیکن کچھ اس طرح کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہیز محض لعنت ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اور ایک طبقہ جہیز کو سنت بھی کہتا ہے، دونوں میں صحیح کون؟ اوّلا سنت کی تعریف (Definition) ملاحظہ ہو کے سنت کہتے کسے ہیں؟ چنانچہ سنت نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ہر اس قول وفعل وتقریر کو کہتے ہیں جو قرآن کے علاوہ آپ ﷺ سے صادر ہوا۔

(مسلم الثبوت ۲/ ٦٦/ مصر قاہرہ)

تقریر کا معنی یہ ہے کہ مثلا کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کی اور حضور ﷺ نے اس سے آگاہ ہونے کے باوجود اس کام یا بات سے منع نہیں کیا، اس کا انکار نہ کیا، بلکہ اس پر خاموشی اختیار فرمائی اور اسے جائز و ثابت رکھا اسے تقریر کہتے ہیں۔ (مقدمہ اشعۃ اللمعات مترجم ص ۱۲۸)

تو اب جاننا یہ ہے کہ کیا جہیز حضور ﷺ کے قول وفعل یا تقریر سے ثابت ہے؟ ہاں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کو جہیز عطا فرمایا، اس کو متعدد ائمہ جیسے امام احمد، حاکم، ابن حبان نے روایت کیا، ائمہ صحاح میں سے امام ابن ماجہ اور نسائی نے بلکہ امام نسائی جہیز کے متعلق اپنی سنن میں مستقل باب لائے اور اور یہ حدیث روایت کی:

”جهز رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فاطمة في خميل و قربة و وسادة حشوها إذخر۔ یعنی حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو جہیز میں ایک چادر اور ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ دیا تھا جس میں خوشبودار گھاس بھری ہوئی تھی۔“

(سنن نسائی کتاب النکاح باب جہاز الرجل ابنتہ ص ٥٠٣: /المکتبۃ العصریۃ بیروت)

لہٰذا نفس جہیز سنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اپنی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا، تو جو کچھ بھی ماں باپ اپنی بیٹی کو بغیر طلب و مطالبہ از خود جہیز میں دیتے ہیں اس میں شرعا کوئی برائی نہیں بلکہ سنت سے ثابت، لعنت و بدعت تو وہ جہیز ہے جو مانگ کر زبردستی لیا جاتا ہے اس کے بغیر لڑکی سے رشتہ کرنے کو تیار نہیں ہوا جائے اس کو لعنت کہنے میں کوئی حرج نہیں یہ تو واقعی لعنت ہے نہ جانیں کتنی لڑکیوں کی شادی اس کے نہ ہونے یا کم ہونے کے سبب ٹوٹ گئیں لاحول ولاقوہ الا باللہ العلی العظیم، حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں:

”جہیز کی مقدار طے کرنا بلکے مقدار نہ بھی معین ہو کہیں شادی کرتے وقت جہیز کا مطالبہ ہی کرنا یا شادی کے وقت مطالبہ کرنا یا شادی ہونے کے بعد جہیز کا مطالبہ سب حرام ہے اور یہ رشوت مانگنا ہے (یعنی اس کے مترادف ہے) جو مال لیا حرام لیا رشوت لیا فرض ہے کہ اسے واپس کرے (مانگے ہوئے جہیز کو) اس کو استعمال میں لانا بھی حرام ہے، شامی کتاب الہبہ میں ہے: جعلت المال على نفسها عوضا عن النكاح وفي النكاح العوض لا يكون على المرأة ۔ یعنی: عورت جو مال اپنے نکاح کے عوض دے باطل ہے نکاح عوض عورت پر نہیں اور فرماتے ہیں، عورت دے یا اس کے ماں باپ بھائی دیں سب ایک حکم میں ہے، کتب

فقہ کی یہ تصریح کہ نکاح میں عوض عورت کے ذمہ نہیں سب کو شامل ہے۔'' (مقالات شارح بخاری ۱/ ۳۸۸)

جب جہیز کا مطالبہ ناجائز اور جولیا وہ مثل رشوت تو اس کا دینا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ گناہ پر اعانت جو کہ بحکم قرآن ناجائز ارشاد ہوا: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ یعنی: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (المائدۃ ۲)

ہم نے جو نقل کیا اس سے ثابت ہو گیا کہ نہ تو ہر جہیز لعنت اور نہ ہی سنت، آج کل جو عموماً رائج ہے کہ پہلے لین دین کی بات ہوتی ہے، اس پر رشتہ کا ہونا نہ ہونا منحصر ہوتا ہے، یہ ضرور لعنت ہے لیکن جو ماں باپ اپنی مرضی سے حیثیت کے مطابق لڑکی کو جہیز دیتے ہیں اور لڑکے والوں کی طرف سے کوئی زور وزیادتی، طلب ومطالبہ نہ ہو تو وہ سنت ہے اور جہیز عورت ہی کی ملک ہے عرفاً اور شرعاً بھی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی دختر کو دیا خاص ملک دختر ہے شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اس میں نہیں نہ اس کا تصرف بے اذن زوجہ ہو سکے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۵/ ۵۲۹)

اور فرماتے ہیں:

''شک نہیں کہ اب عامہ بلاد عرب وعجم کا عرف غالب وظاہر وفاش ومشتہر ومطلقاً یہی ہے کہ جہیز جو دلہن کو دیا جاتا ہے، دولہن کی ملک سمجھا جاتا ہے بلکہ جہیز کہتے ہی اسے ہیں جو اس وقت بطور تملیک دولہن کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ ۵/ ۵۴۰)

یہ ان مردوں کے لئے سوچنے کا مقام ہے جو جہیز کو اپنا مال سمجھتے ہیں، اسے خوب اڑاتے ہیں برباد کرتے ہیں جب کہ اس کی مالکن عورت ہے بغیر اس کی اجازت کے تصرف نہیں کر سکتے، الحمد للہ کلام اپنی انتہا کو پہنچا اخیر میں ان حضرات سے گزارش ہے جو اپنی لڑکیوں کو جہیز دیتے ہیں، ان کو چاہئے اس میں اور جملہ کاموں میں میانہ روش اختیار کریں اپنی حیثیت کے مطابق جو مناسب ہو وہ دیں اسراف نہ کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنین کی خصلت قرآن پاک میں یہ بیان فرمائی:

''وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ یعنی: اور وہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔'' (الفرقان: ۶۷)

یعنی مومنین میانہ روش پر رہتے ہیں اور ایک حدیث رسول ﷺ میں میانہ روی کو نبوت کا پچیسواں حصہ بتایا گیا، چنانچہ مشکاۃ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی فرمایا حضور ﷺ نے:

''الهدى الصالح والاقتصاد جزء من خمس و عشرين جزءا من النبوة۔ یعنی: نیک راستہ اور میانہ روش نبوت کا پچیسواں حصہ ہے، یعنی انبیائے کرام کی خصلتوں میں سے ایک خصلت ہے۔'' (لمعات شرح مشکاۃ ۸/ ۳۱۰ دار النوادر دمشق)

اور اگر ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہوئے جہیز میں شادی کے کھانوں وغیرہ میں کہ اس نے اتنا دیا تھا میں اپنی لڑکی کو اتنا دوں گا یا اس نے اتنے طرح کے کھانے بنوائے تھے میں دگنے بنواؤں گا، جو کہ آج کل دیکھنے کو ملتا ہے اور اس بلا کے سبب مسلمان قرض دار ہو کر برباد ہو رہے ہیں تو ایسوں کی ایسی دعوت شادی بیاہ میں جانا بحکم رسول ﷺ منع ہے مشکاۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی:

''المتباريان لا يجابان و لا يؤكل طعامهما قال احمد يعنى المتعارضين بالضيافة فخرا و رياء۔ (مشکاۃ صفحہ ۲۷۹ ط/ مجلس البرکات) یعنی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو ضدیوں کی دعوت نہ قبول کی جائے نہ ان کا کھانا کھایا جائے امام احمد نے فرمایا کہ ضدیوں سے مراد دعوت میں فخر وریا کے لئے مقابلہ کرنے والے ہیں۔''

اس حدیث کے تحت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''یعنی جو لوگ مقابلہ کی دعوتیں کریں تو ان کے گھر دعوت میں نہ جاؤ اور اگر وہ کھانا تمہارے یہاں بھیج دیں تو بقیہ ص ۲۳ / پر

از: مولانا محمد امثل حسین گلاب مصباحی*

عصر حاضر میں مسلمان کیا کریں؟

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

ایک خبر کے مطابق آج دنیا کے اندر کم وبیش ایک سو اسی کروڑ مسلمان ہیں، اس لحاظ سے دنیا کا ہر چوتھا شخص مسلمان ہے، قریباً ۵۷/ با اختیار اسلامی ممالک ہیں، سب سے زیادہ قدرتی کارخانے اسلامی ریاستوں کے اندر ہیں، سب سے زیادہ پہاڑ، نہر، دریا اور سمندر اسلامی ریاستوں کے اندر ہیں، سب سے اچھی آب وہوا ان ریاستوں کی ہیں، جو اسلامی ریاستیں ہیں، سب سے زیادہ تحقیقی علم وفن اسلام کے پاس ہے، ان سب کے باوجود مسلمانوں کے حالات ناگفتہ بہ ہیں، مسلمان جگہ جگہ بے چین اور پریشان ہے، غیر اسلامی ممالک کی کیا تخصیص، اسلامی ریاستوں کے اندر بھی اہل ایمان پرسکون نہیں ہیں، ان کی جان محفوظ نہیں ہے، ان کا مال محفوظ نہیں ہے، ان کے اہل وعیال محفوظ نہیں ہیں، ان کا وقار محفوظ نہیں ہے، ان کا تقدس محفوظ نہیں ہے، ان کا جاہ و منصب محفوظ نہیں ہے، ان کے آپس میں اتحاد نہیں ہے، اتحاد ہے، تو اس میں قوت نہیں ہے، اگر قوت ہے، تو اپنوں کے لیے ہے، اپنوں سے لڑنے کے لیے ہے، اپنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے ہے، ان کے معاشی حالات کمزور ہیں، ان کے اقتصادی معاملات کمزور ہیں، ان کی معیشت عملی کمزور ہے، ان کا نظام کمزور ہے، ان کا طرز بندوبست کمزور ہے، ان کا طریقۂ کار اور صلاح کار کمزور ہے، آخر کیوں؟ ان کے اسباب وعلل کیا ہیں؟ ان کی تباہی کے وجوہ کیا ہیں؟ ان کی بربادی کی داستانیں کیا ہیں؟ ان کا اتحاد کمزور کیوں ہے؟ ان کے پاس طاقت کیوں نہیں ہے؟ ان کا نظام کمزور کیوں ہے؟ ان کے معاشی حالات کمزور کیوں ہیں؟

مغرب میں یورپ اور امریکہ کی معیشت دیکھیں، دنیا میں ان کی معیشت کا ڈنکا بج رہا ہے، دنیا ان کی طاقت سے کانپ رہی ہے، دنیا ان کے نظام ومعیشت عملی کو دیکھ کر حیران ہے، مشرق میں چین، جاپان اور آسٹریلیا کی معیشت کو دیکھیں، ان کی طاقت وقوت کو دیکھیں، ان کے مضبوط نظام اور بندوبست کو دیکھیں، ان کے طریقۂ کار کو دیکھیں کہ اس نے دنیا کو اپنا فریفتہ اور گرویدہ بنا لیا ہے، شمال میں روس اور جنوب میں جنوبی افریقہ کی طاقت و قوت، ان کے نظام اور ان کی خوشحال معیشت کو دیکھیں، یہ سب تعمیر وترقی کے آسمان پر نیر تاباں بن کر جگمگا رہے ہیں، عظیم طاقت وقوت کے کوہ استقامت، مضبوط چٹان اور آہنی دیوار بنے ہوئے ہیں، مجال ہے روس کو کوئی آنکھ دکھائے؟ دم ہے کسی میں جو چین، جاپان اور امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرے، مگر اتنی کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود، اس فراوانی کے ساتھ قدرتی وسائل وذرائع ہونے کے باوجود مسلمان ایسی زبوں حالی کا شکار ہے کہ وہ پستی کی علامت اور پسماندگی اور کمزوری کا نشان بنا ہوا ہے، آخر کیوں؟

اس کے کئی وجوہ ہیں، پر مسلمانوں کی کمزوری اور پسماندگی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نظام حق کو چھوڑ دیا ہے، انھوں نے اپنے مقصد سے نظر پھیر لیا ہے، انھوں نے اپنے نصب العین سے رخ موڑ لیا ہے، انھوں نے اسلام کے بتائے ہوئے طریقۂ کار کو اپنا آئیڈیل نہیں بنایا ہے، انھوں نے اسلام کی رسی کو مضبوطی سے نہیں پکڑا ہے، بلکہ یوں کہہ لیجیے کہ انھوں نے ذکر حق سے گویا چہرہ پھیر لیا ہے، تو جو ایمان والا نظام حق سے منہ پھیرے گا، اس کے پاس کیا طاقت وقوت ہوگی، جو ایمان والا ذکر حق سے منہ موڑے گا، اس کے معاشی حالات کیسے بہتر اور وسیع ہوں گے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے اندر ارشاد فرماتا ہے:

* مضمون نگار فیض پور، سیتامڑھی بہار کے مقیم ہیں۔

"وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِیۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا۔ (طٰہٰ:۱۲۴) اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگی ہے۔"

عظیم الشان طاقت وقوت، عظیم اتحاد واتفاق، مضبوط بندو بست اور بہتر معیشت کے لیے نظام حق، فکر حق اور ذکر حق کا التزام کرنا ہوگا، ورنہ تباہی و بربادی سے لازمی دو چار ہونا پڑے گا، ارادہ تو یہ تھا کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کے درپیش مسائل اور ان کے حل پر کچھ روشنی ڈالوں، مگر تحریر کافی طویل ہو جائے گی، اس لیے صرف ملکی سطح پر یعنی اپنے وطن کے اندر اہل اسلام کے درپیش مسائل اور ان کا حل قلم بند کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، ان شاء اللہ آئندہ کبھی عالمی مسائل اور ان کے حل پر کچھ رقم کروں گا۔

آج اہل اسلام اپنے ملک کے اندر، اپنے شہر اور اپنی بستی کے اندر کافی پریشان ہیں، کبھی کسی ایمان والے کی جان پر جان لیوا حملے ہوتے ہیں، کبھی کسی کی دکان توڑ پھوڑ دی جاتی ہے، کبھی کسی کا مال لوٹ لیا جاتا ہے، کبھی کسی کی عفت اور پارسائی پر حملے ہوتے ہیں، کبھی کسی کو بلاوجہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے، کبھی کسی کو محض شبہ کی بنیاد پر گرفتار کر لیا جاتا ہے، کبھی کسی مسجد کو شہید کر دیا جاتا ہے، کبھی کسی مزار کو ڈھا دیا جاتا ہے، کبھی کسی کو بلاوجہ اس کے منصب سے برطرف کر دیا جاتا ہے، خانقاہوں اور مدارس اسلامیہ کے مسمار کرنے کی بات کی جاتی ہے، اور آگے چلیے، دین اسلام پر حملے ہوتے ہیں، قرآن مقدس پر حملے کیے جاتے ہیں، قرآن پاک کے اوراق جلا دیے جاتے ہیں، خانۂ کعبہ کا مذاق اڑایا جاتا ہے، گنبد خضری کی بے حرمتی کی جاتی ہے، اسلام کے پیغمبروں کی شان میں نازیبا کلمات کہے جاتے ہیں، خالق کائنات اللہ رب العزت کی ذات پاک کی طرف غلط چیزوں کی نسبت کی جاتی ہے، اس کی شان اقدس میں توہین آمیز جملے بولے جاتے ہیں اور آگے چلیے، ظالموں پر کاروائی نہیں کی جاتی، بلکہ مظلوم ایمان والے کو ہی سزا دی جاتی ہے، قاتلوں کے خلاف کاروائی نہیں ہوتی، بلکہ مقتول ایمان والے کے اہل وعیال پر ہی قتل کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔

اگر کوئی مسلمان گرفتار ہوا، تو سالوں سال قید و بند کی زندگی گزارتا ہے، سالوں سال اس کے مقدمے کی سماعت نہیں ہوتی، کوئی ایمان والا لنچنگ کا شکار ہوا، تو سالوں سال اس کے قاتل کی گرفتاری نہیں ہوئی، اگر کبھی کسی کی گرفتاری ہوئی بھی تو اس کے سزا کی کوئی خبر نہیں، اس کے تعذیب کی کوئی اطلاع نہیں، اس طرح کے ایک دو نہیں، ہزاروں واقعات ہیں، ہزاروں حقائق ہیں، کتنے واقعات قلمبند کروں؟ کتنے حقائق تحریر کروں؟ کتنے مجرموں کے نام پیش کروں؟ کتنے قاتلوں کے نام بیان کروں؟ کتنے ظالموں کو بے نقاب کروں؟ کتنے گستاخوں اور بدتمیزوں کا ناپاک چہرہ سامنے لاؤں؟ کتنے زہرا گلنے والوں کو دکھاؤں؟ اسی طرح کتنے مظلوم کا نام پیش کروں؟ کتنے مقتول کا نام پیش کروں؟ کتنے ان بے قصوروں کا نام پیش کروں، جو جیلوں کے اندر ہیں، کتنے ایسے لوگوں کا نام پیش کروں، جو برسوں جیل کے اندر رہے مگر ان کا کوئی جرم نہیں تھا، کتنے ان مسجدوں کے نام پیش کروں جو شہید کر دی گئیں؟ کتنی ان عمارتوں کا پتا لکھوں جو زمیں بوس کر دی گئیں؟ کتنے ایسے لوگوں کے نام پیش کروں جو مجرم معلن ہیں، مگر ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے؟ کتنے ایسے لوگوں کا نام پیش کروں جو قاتل معلن ہیں، مگر ابھی تک وہ گرفتار نہیں ہوئے؟ ایک شاعر منظور احمد کی زبان میں یہ کہوں کہ ؎

دیکھو گے تو ہر موڑ پہ مل جائیں گی لاشیں
ڈھونڈو گے تو اس شہر میں قاتل نہ ملے گا

تو یہ غلط نہیں ہوگا، تو اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں اور اہل اسلام کے ساتھ اس طرح کی سینکڑوں آفتیں، آزمائشیں، مصیبتیں، داستانیں، پریشانیاں اور بے چینیاں ہیں مگر "سنانے اپنی بربادی کے افسانے کہاں جائیں؟" اور "کس سے سنائیں حال دل بے قرار کا" اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے، آئیے ذیل میں درپیش مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے ایک حل پیش کرتا ہوں، بغور ملاحظہ فرمائیں۔

آج اہل اسلام کی تباہی و بربادی کی سب بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے دور ہو چکے ہیں، الا ماشاء اللہ! اور روز

بروز دور ہوتے جارہے ہیں، وہ مغربی تہذیب سے قریب ہو چکے ہیں اور دن بدن قریب تر ہوتے جارہے ہیں، برائیوں سے نفرت نہیں کررہے ہیں، نیکیوں سے محبت نہیں کررہے ہیں، قرآن وحدیث کے احکام وفرامین سے دور بھاگ رہے ہیں، اسلام کو آئڈیل نہیں بنارہے ہیں، اسلام کو رہنما نہیں بنارہے ہیں، چلنے، پھرنے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے، جاگنے، کھانے، پینے اور رہنے سہنے میں اسلام اور اس کی تعلیم کو فالو نہیں کررہے ہیں، داڑھی کاٹنے کو عیب یا برا نہیں سمجھ رہے ہیں، گھٹنے کھلے کپڑے پہننے کو عیب یا برا نہیں سمجھ رہے ہیں، کھڑے ہو کر کھانے پینے کو عیب یا برا نہیں سمجھتے ہیں، ہمیں اور آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام سے دور رہ کر ہم آپ کامیاب نہیں ہوسکتے، اسلام سے دور رہ کر فتح وظفر ہمارا مقدر نہیں بن سکتی، اسلام سے دور ہو کر ہمیں عزت وسرخروئی حاصل نہیں ہوسکتی، اسلام سے دور رہ ہو کر ہمارا وقار باقی نہیں رہ سکتا، اسلام سے دور ہو کر ہمارے مسئلوں کا حل نہیں نکل سکتا۔

اگر ہم آپ تبدیلی چاہتے ہیں، انقلاب چاہتے ہیں، چین و سکون چاہتے ہیں، عزت ووقار چاہتے ہیں، سرخروئی چاہتے ہیں، رفعت وسربلندی چاہتے ہیں، شان وشوکت چاہتے ہیں، ہر طرح کے دینی ودنیوی درپیش مسائل حل کرنا چاہتے ہیں، تو اس کے لیے ہم آپ کو اسلام کے قریب تر ہونا پڑے گا، ہمیں اور آپ کو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا ہوگا، ہمیں اور آپ کو ہر موڑ پر اسلام کو اپنا آئڈیل اور رہنما بنانا ہوگا، ہمیں اور آپ کو مکمل طور سے اسلام میں داخل ہونا پڑے گا، اللہ اور اس کے رسول عزوجل وعلیہ الصلاۃ والسلام سے اپنا تعلق مضبوط کرنا ہوگا، اللہ اور اس کے حبیب کو راضی کرنا ہوگا، عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور یہ انقلاب احتجاج سے نہیں آئے گا، یہ انقلاب ریلی سے نہیں آئے گا، مظاہرہ سے نہیں آئے گا، شکایت سے نہیں آئے گا، دلیل اور حوالہ سے نہیں آئے گا، میمورنڈم سونپنے سے نہیں آئے گا، حد محدود سے کم یا زیادہ سیکولر پنی دکھانے سے نہیں آئے گا، باقاعدہ کسی کی آرتھی اٹھانے سے انقلاب نہیں آئے گا، فیس بک، ٹوئٹر، انسٹا گرام اور ایمو پر آئی ڈی اور اکاؤنٹ بنانے سے انقلاب نہیں آئے گا، یوٹوب پر چینل بنانے سے انقلاب نہیں آئے گا، فری فائر کھیلنے سے انقلاب نہیں آئے گا، پبجی کھیلنے سے انقلاب نہیں آئے گا، اگر انقلاب آئے گا تو قرآن کی راہنمائی میں آئے گا، حدیث کی روشنی میں آئے گا، بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے سے آئے گا، انقلاب نماز پڑھنے سے آئے گا، قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے آئے گا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے سے آئے گا۔

احتجاج ہر مسئلے کا حل نہیں ہے، احتجاج سے کتنی تبدیلیاں آپ نے دیکھی ہیں؟ مظاہرہ ہر مسئلے کا حل نہیں ہے، مظاہرہ سے کتنے انقلاب آپ نے دیکھے ہیں؟ ریلی ہر مسئلے کا حل نہیں ہے، ریلی سے کتنے بدلاؤ آپ نے دیکھے ہیں؟ اگر ریلی، احتجاج اور مظاہرہ ہر مسئلے کا حل ہوتا تو سی اے اے پاس ہی نہ ہوتا، اگر احتجاج ہر مسئلے کا حل ہوتا، تو اخلاق کی بیوی کو انصاف مل گیا ہوتا، پہلو خان کے قاتلوں کو سزا مل چکی ہوتی، آصفہ کے مجرموں کو سزا مل چکی ہوتی، نجیب اپنی ماں کے پاس واپس آچکا ہوتا، ڈاکٹر کفیل خان اور صفورا کو مہینوں جیل میں نہیں رہنا پڑتا، تو ریلی ہر مسئلے کا حل نہیں، قبل ولادت سے لے کر بعد وفات تک کے ہر ہر مسئلے کا حل نکلے گا، تو اسلام سے نکلے گا، قرآن وحدیث سے نکلے گا اور صحیح معنوں میں انقلاب اور تبدیلی اس وقت آئے گی، جب ہم آپ مکمل طور سے اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور جب تک ہم آپ تبدیلیوں کے لیے تیاریاں نہیں کریں گے، بدلاؤ کے لیے کوششیں نہیں کریں گے، اس کے مقتضیات پر عمل نہیں کریں گے، تو کان کھول کر سن لیجیے اس وقت تک انقلاب نہیں آئے گا، اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے اندر ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۔ (الرعد: آیت ۱۱) بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کوئی پھیرنے والا نہیں اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔"

ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہم اپنا امیر منتخب کریں، ہم اپنا مشیر منتخب کریں، اس امیر کا قول شاہی فرمان ہو، تمام اہل اسلام اسے بسر وچشم تسلیم کریں اور ملکی سطح پر ایک مضبوط تحریک چلائیں، ایک مستقل تنظیم قائم کریں، تمام اہل اسلام مکمل طور سے اس کی حمایت کریں، اس کی تائید کریں، اس کا سپورٹ کریں، اس کے لئے ہر قسم کا تعاون پیش کریں، ہر صوبے، ہر شہر اور ہر بستی میں اس کے سینکڑوں ایسے ممبران تیار کیے جائیں، جو ہر وقت جوابی کارروائی کے لیے کمر بستہ رہیں، جو ہر موڑ پر ظلم کے خلاف آہنی تلوار بن کر کھڑے رہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنی بڑی تحریک چلائے گا کون؟ اتنی بڑی تنظیم قائم کرے گا کون؟ آپ چلائیے گا؟ نہیں چلائیے گا، آپ قائم کیجئے گا؟ نہیں کیجیے گا، آپ کے گھر والے چلائیں گے؟ نہیں چلائیں گے، آپ کے گھر والے قائم کریں گے؟ نہیں کریں گے، اگر آپ نے یا آپ کے گھر والوں نے کوئی تحریک شروع کی یا کوئی تنظیم قائم کی، تو سب سے پہلے ہم آپ کی اور آپ کے گھر والوں کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچیں گے اور سب سے پہلے ہم کہیں گے کہ انہوں نے کھانے کمانے کا دھندا شروع کر دیا ہے، اگر ہم یا ہمارے گھر والے کوئی تحریک چلاتے ہیں یا کوئی تنظیم قائم کرتے ہیں تو سب سے پہلے آپ ہماری ٹانگ کھینچیں گے اور سب سے پہلے آپ کہیں گے کہ انہوں نے کھانے کمانے کا دھندا شروع کر دیا ہے۔ (ہم آپ سے مراد وہ لوگ ہیں جو منفی ذہن رکھتے ہیں، جو مخالف فکر رکھتے ہیں، جو نہ خود کام کرتے ہیں اور نہ دوسرے کو کرنے دیتے ہیں، جو نہ تو خود دین کی محبت میں، دین کی تبلیغ کے لیے اپنا قدم آگے بڑھاتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کے قدم کو آگے بڑھنے دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ حسن عمل کی توفیق دے)

دوسری بات یہ ہے کہ ہم آپ کی رسائی ہی کتنی ہے؟ ہم آپ کی معرفت ہی کتنی ہے؟ اپنے محلے تک، اپنے گاؤں تک، اپنی بستی اپنے شہر اور بہت زیادہ تو اپنے صوبے تک، ہمارے پاس پیسے ہی کتنے ہیں، ہمارے پاس افراد اور احباب ہی کتنے ہیں؟ سو، دوسو، ہزار دو ہزار بہت زیادہ تو پانچ دس ہزار، ہم آپ کے پاس طاقت وقوت ہی کتنی ہے؟ پھر قیام تحریک، بنائے تنظیم، ان کی ترتیب، ان کے اخراجات کا انتظام، پھر ان کے عروجی مراحل! ان سب میں سیکڑوں سال سے بھی زیادہ لگ جائیں گے تو آخر یہ کام کرے گا کون؟

ہمارے ذہن میں ایک صورت ہے، یہ صورت یک لخت ممکن نہیں کہ چٹکی میں اس پر عمل درآمد ہو جائے اور کوئی مشکل درپیش نہ آئے، کوئی محنت نہ کرنی پڑے اور بالکل محال بھی نہیں ہے کہ محنت ومشقت کے باوجود اسے عملی جامہ نہ پہنایا جا سکے، وہ صورت یہ ہے کہ اپنے ملک کے اندر تقریباً ہر صوبے میں ایک ایسی خانقاہ اور ایک ایسا پیر ضرور موجود ہے، جس کا اس کے صوبے کے اندر رعب ودبدبہ، اثر ورسوخ، رسائی، اعتبار اور اعتماد قائم ہے، اس کی بات اکثر لوگ مانتے ہیں، تو ہم کسی خانقاہ یا کسی پیر کا نام لیے بغیر یہ عرض کرتے ہیں کہ کوئی بھی پیر کوئی بھی خانقاہ اس کا اقدام کرے، پھر ہر بڑی خانقاہ کے موجودہ سجادگان سے تبادلۂ خیال کرے کہ عصر حاضر کے جدید چیلنجز کا کیسے سامنا کیا جائے، مسلمانوں کی بے چینیاں کیسے دور کی جائیں، پریشانیوں کا حل کیسے نکالا جائے، پھر ایک خاص مجلس قائم کی جائے، اس میں پیران عظام، علمائے عظام اور بھی دیگر بڑی شخصیتوں کو مدعو کیا جائے، اسی مجلس میں اپنا ایک امیر اور اپنا ایک قائد متعین کر لیا جائے، ایک مجلس شوریٰ ہو، جس میں پیران وعلمائے عظام کے مشورے سے کسی مسئلہ کا حل نکالا جائے، پھر متفقہ رائے سے حل کردہ مسئلہ منتخب کردہ امیر وقائد بیان کرے اور اسے عوام وخواص میں شائع کرے۔

یاد رکھیے کہ جو کام ایک پیر کر سکتا ہے، وہ کام ایک ہزار مرید مل کر بھی نہیں کر سکتے، ایک خانقاہ سے جو کام ہو سکتا ہے، وہ کام ایک ہزار گھر سے بھی نہیں ہو سکتا، جس طرح ایک کام جو ایک مدرس اور ایک امام سے ہو سکتا ہے، وہ کام ایک ہزار طلبہ اور ایک ہزار مقتدیوں سے بھی نہیں ہو سکتا، جب بقیہ ص ۲۳ / پر

غیر مسلموں سے مسلم لڑکیوں کی شادی
اسباب و علاج

از: مولانا محمد ہاشم اعظمی مصباحی*

گزشتہ چند سالوں سے آئے دن اخبارات میں یہ خبریں پڑھنے اور سننے میں مسلسل آرہی ہیں کہ فلاں لڑکی اپنے ایک شناسا کے ساتھ گھر سے فرار ہوگئی بلکہ معاملہ اب تو اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ مسلم لڑکیاں اپنے غیر مسلم عاشق یا دوست کے ساتھ نکل جارہی ہیں، ملک کے مختلف علاقوں سے یہ روح فرسا خبریں مسلسل آرہی ہیں کہ مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں سے شادی کر رہی ہیں اور اپنا دین وایمان اور ضمیر وحیا بیچ کر اپنے خاندان اور اپنے سماج اور معاشرے پر بدنامی کا داغ لگارہی ہیں، اس طرح کے اکادکا واقعات پہلے بھی پیش آتے رہے ہیں، لیکن ادھر چند برسوں سے آئے دن ایسی لڑکیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، جو بے حیائی کے راستے پر بڑھتے ہوئے ارتداد تک پہنچ رہی ہیں۔

ابھی چند دن پہلے ایک صاحب علم نے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ میرے رہائشی شہر کے قریب ایک صنعتی شہر میں 200 سے زائد مسلمان لڑکیوں نے غیر مسلموں سے شادی کرلی ہے اور سب خاموش رہے کہیں سے کسی طرح کی کوئی آواز نہیں آئی، نہ کوئی ٹرینڈ چلا نہ کوئی ڈبیٹ ہوئی، لیکن تعجب ہے کہ کچھ دنوں قبل ٹاٹا کے جیولری برانڈ ''تنشق'' کا ایک کاروباری اشتہار بھی موضوع بحث بن گیا، اشتہار میں ایک ہندو لڑکی کو مسلم گھرانے کی بہو کے طور پر دکھایا گیا ہے، جہاں ایک مسلم خاندان کو اپنی ہندو بہو کی ''گود بھرائی'' کی تقریب میں ہندوانہ رسمیں کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، اشتہار کے منظر عام پر آتے ہی شدت پسندوں نے اسے ہندو تہذیب پر حملہ اور ''لو جہاد'' قرار دیتے ہوئے زبردست ہنگامہ شروع کردیا، جس کے نتیجے میں کمپنی کو اشتہار واپس لینے پر مجبور ہونا پڑا۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہمارے محض کوئی کاروباری اشتہار ''لو جہاد'' بن جاتا ہے، سارے ٹی وی چینلوں پر گھنٹوں گھنٹوں ڈبیٹ ہوتی ہے، لیکن اگر غیر مسلم لڑکے مسلم لڑکیوں سے شادی کر انھیں در در بھٹکنے کو چھوڑ دے رہے ہیں تو کوئی ڈبیٹ نہیں ہوتی ہے، کوئی ٹرینڈ نہیں چلتا، بتائیے اسے کون سا ''جہاد'' کہا جائے؟

ٹائمس آف انڈیا کی سروے رپورٹ کے مطابق گزشتہ تین سالوں میں چالیس ہزار سے زائد مسلم لڑکیوں نے غیر مسلموں سے شادی رچائی ہے، مزید برآں اس میں روز بروز تیزی کے ساتھ اضافہ بھی ہو رہا ہے اور اس سے بھی کربناک وافسوسناک خبر یہ کہ حیدرآباد کی ایک اعلی تعلیم یافتہ اچھی شکل وصورت کی مالک دولت مند باپ کی 24 سالہ بیٹی ایک موچی ذات کے 40 سالہ ہندو سے معاشقہ کے بعد شادی کرلیتی ہے اور جب اس شادی کو رسمی شکل دینے کی بات آئی تو اس تقریب میں اس لڑکی کا نام نہاد مسلم باپ اپنے پچاس سے زائد رشتہ داروں کے ساتھ بڑی گرم جوشی سے شرکت کرتا ہے۔

اس قسم کی خبریں جو آئے دن اخبارات کی زینت بن رہی ہیں، اس امر کی عکاسی کررہی ہیں کہ موجودہ دور میں مسلمان نہ صرف اپنا دین واخلاق بلکہ اپنا تشخص بھی کھوتا جارہا ہے، ان واقعات سے مسلمان، خصوصاً نوجوان اور خاص طور پر دیندار نوجوان گہرے قلق واضطراب کے شکار نظر آرہے ہیں، بہت سے قومی غیرت رکھنے والے کالم نویس اخبارات میں اپنے رنج والم غم وغصہ کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں، کوئی اسے آر ایس ایس کی سازش کا نام دیتا ہے، کوئی لڑکی کو مورد الزام ٹھہراتا ہے اور کچھ لوگ شادی بیاہ سے متعلق معاشرہ میں پائی جانے والی غیر ضروری رسم ورواج کو بیماری کا اصل سبب بتلاتے ہیں، مذکورہ باتیں اپنی جگہ مسلم ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آر ایس ایس کا ایجنٹ ان لڑکیوں تک کیسے

*مضمون نگار نوادہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی کے مقیم ہیں۔

پہنچا؟ ان لڑکیوں نے ایسا باغیانہ قدم کیوں اٹھایا؟ اور ایسے ظالمانہ رسم ورواج کو معاشرہ نے وجوب کی حیثیت کیوں دی؟ دانستہ یا نادانستہ سارے لوگ ان وجوہات سے چشم پوشی کرتے کیوں نظر آرہے ہیں؟ اگر کوئی اس طرف توجہ دیتا بھی ہے تو دبے الفاظ میں اس کا ذکر کیوں کرنا پڑتا ہے؟

ان واقعات کے تدارک کے لئے ضروری ہے کہ قوم کے غیور اور دانشور حضرات اصل سبب کو تلاش کریں، آر ایس ایس کے بجائے حقیقی مجرم کون ہے، اس کی نشاندہی کریں اور لڑکیوں کے ایسے باغیانہ قدم اٹھانے پر کیا شرعی احکامات مرتب ہوتے ہیں اسے واضح کریں، تا کہ مرض کا صحیح علاج کیا جاسکے بصورت دیگر ”لیهلك من عن بينة و يحي من حي عن بينة۔ تا کہ جو ہلاک ہو دلیل پر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل پر۔“ یعنی حق کو پہچان کر زندہ رہے۔

اس برائی کا اصل سبب

میری ناقص معلومات کے مطابق اس برائی کا اصل سبب دین کی کمی اور مسلم گھرانوں میں دینی ماحول کا فقدان ہے، آج ہمارے بچے یہ نہیں جانتے کہ ان کے مسلمان ہونے کا معنی کیا ہے؟ ہم مسلمان کیوں ہیں؟ ہم میں اور کافر میں کیا بنیادی اور حقیقی فرق ہے، یہ امر اچھی طرح ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اگر کوئی مسلم لڑکی کسی غیر مسلم سے شادی کرتی ہے، خواہ وہ والدین کی اجازت ہی سے کیوں نہ ہو، یہ معاملہ خطرناک سے خطرناک تر ہے کیونکہ شرعی طور پر ایسا نکاح باطل اور مزید یہ کہ ایسا عمل کفر اور دین سے ارتداد ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اور مشرک مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو مت دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لالیں۔“ (البقرہ:221)

نیز ارشاد فرمایا:

”یہ مومنہ عورتیں ان کے یعنی کافروں کے لئے حلال نہیں اور وہ کافر مرد ان کے یعنی مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں۔“ (الممتحنہ:10)

ان دونوں آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے اس وقت تک نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ برضا و رغبت مسلمان نہ ہو جائے، لہٰذا ایسی شادی جائز سمجھنا، اس پر راضی ہونا، اس پر موافقت کا اظہار کرنا علما کے نزدیک متفقہ طور پر کفر اور دین سے پھر جانا ہے، ایسا معاملہ بڑا ہی خطرناک ہے، وہ لڑکی جو کسی غیر مسلم سے شادی کرنا چاہتی ہے یا کر رہی ہے اور اس کے والدین اگر چہ طوعاً و کرہاً اس پر موافقت ظاہر کر رہے ہیں، انہیں یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ ان کی لڑکی اور وہ خود دین اسلام سے نکل کر دین کفر میں داخل ہو رہے ہیں اور بالآخر جنتیوں کے گروہ سے کنارہ کش ہو کر جہنمیوں کے گروہ میں داخل ہو رہے ہیں، ایسا شخص اگر نماز بھی پڑھتا ہے، روزہ بھی رکھتا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کام کو حلال سمجھ رہا ہے، لہٰذا کافر ہے اور اس کے کفر پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے، رب قدیر کا ارشاد ہے:

”یہ اس لئے کہ وہ ایسی راہ پر چلے جس سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کام کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے تمام اعمال اکارت کر دیئے۔“ (محمد:28)

نیز جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور کافر لوگ اس جہنم میں چیخیں ماریں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال لے، اب ہم اچھے کام کریں گے، برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے لیکن جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

”کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا، وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا، لہٰذا مزہ چکھو، ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“ (فاطر:36-37)

علاج اور تدارک

ارتداد کی تیزی سے بڑھتی ہوئی اس لہر کو روکنے کے لیے میری ناقص رائے یہ ہے کہ مندرجہ ذیل احتیاطی تدابیر پر عمل درآمد ضروری ہے:

(1) اسلامی نظام کے مطابق مسلمان بچیوں کو پردے کا پابند بنایا جائے، ان میں حیاداری، عفت وعصمت کی حفاظت کا جذبہ اورعقیدۂ توحید و رسالت کی عظمت پیدا کی جائے، روزانہ ہمارے گھروں میں آدھے گھنٹے ہی سہی کسی اچھی مستند اور ذہن و دل کو متأثر کردینے والی کتاب کو پڑھا جائے۔

(2) مخلوط نظام تعلیم سے اپنی بچیوں کو بچایا جائے، غیر مخلوط تعلیمی نظام کے قیام پر بھرپور توجہ دی جائے اور محفوظ ماحول میں معیاری تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

(3) جولڑکیاں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھ رہی ہیں، ان کی دینی تعلیم وتربیت اور ذہن سازی کی بھرپور کوشش کی جائے، ان کی عادات، اطوار، اخلاق پر پوری نظر رکھی جائے، کردار سازی میں معاون بننے والا لٹریچر انہیں مطالعے کے لیے دیا جائے۔

(4) ٹیوشن کلاس کے نام پر اجنبی لڑکوں سے اختلاط کا موقع نہ دیا جائے، کسی ٹیچر یا ساتھی طالب علم کے گھر پر کسی تعلیمی ضرورت کے نام سے بھی جانے کی اجازت نہ دی جائے، کالج لانے لے جانے کا خود انتظام کیا جائے۔

(5) اینڈرائڈ موبائل فون اور بائک خرید کر نہ دی جائے اور اگر دینا ضروری ہوتو اس پر نگرانی رکھی جائے کیونکہ یہ دونوں چیزیں بے حیائی کے دروازے کھولنے والی اور عفت وعصمت کی تباہی کے دہانے تک پہنچانے والی ہیں۔

(6) موبائل ریچارج یا زیراکس کام خود انجام دیں، لڑکیوں کو اس کے لیے بالخصوص غیر مسلموں کی دوکان پر جانے کی اجازت نہ دی جائے، اسی طرح کالج کے اندر یا اس سے قریب غیر مسلموں کے کینٹین سے بچنے کی ہدایت کی جائے۔

(7) غیر مسلم لڑکیوں کی دوستی سے بھی روکا جائے کہ آئندہ یہ دوستی بھی کسی فتنہ کا دروازہ بن سکتی ہے۔

(8) بچیوں کے مسائل اوران کو پیش آنے والی پریشانیوں پر خصوصی توجہ دی جائے، یادرکھیں! کہ گھر میں توجہ کی کمی باہر کا راستہ دکھاتی ہے۔

(9) اگر بچیاں کسی تعلیمی ضرورت سے انٹرنیٹ استعمال کررہی ہیں تو ان کی بھرپور نگرانی کی جائے، اس لیے کہ بھٹکنے اور بہکنے کے اکثر دروازے انٹرنیٹ کے ذریعہ کھلتے ہیں۔

□□□

ص ۴۷ رکا بقیہ..

نیاز میں ان ظالموں کی ہلاکت کی دعا فرمائیں گے، آپ کی دعا باب اجابت سے ٹکراتے ہی یاجوج وماجوج کی گردنوں میں خدائے قہار وجبار ایسے مہلک وجن لیوا کیڑوں کو پیدا فرمائے گا کہ چشم زدن میں وہ سب کے سب مر کر ہلاک ہوجائیں گے اور پوری زمین ان کی تباہ کاریوں اور فساد انگیزیوں سے نجات پالے گی۔

یاجوج وماجوج کی ہلاکتوں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو ساتھ لے کر کوہ طور سے زمین پر تشریف لائیں گے، وہ وقت ایسا سہانا وقت ہوگا وہ زمانہ ایسا سنہرا زمانہ ہوگا کہ پوری دنیا میں صرف اور صرف ایک ہی دین ہوگا اور وہ دین دین اسلام ہوگا، یعنی دنیا کے کسی گوشے پر بھی کافر نظر نہیں آئے گا، ہر طرف اسلام ہی اسلام ہوگا۔

واضح رہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دار فانی سے چالیس سال کا عرصہ گزاریں گے اس عرصے میں آپ نکاح بھی فرمائیں گے اور صاحب اولاد بھی ہوں گے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور میں آپ کی قبر پاک کے لئے جگہ محفوظ رکھی گئی ہے، بعد وصال اس میں آپ کی تدفین عمل میں آئے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال پرملال کے ایک مدت کے بعد جب وقوع قیامت کو چالیس سال کا عرصہ رہ جائے گا تو ایسی معطر وسرد ہوا چلے گی کہ اس کے اثر سے دنیا میں بسنے والے سارے مسلمانوں کی روحیں پرواز کرجائیں گی، نتیجتاً روئے زمین پر ایک بھی مسلمان باقی نہ رہے گا، چاروں طرف کافر ہی کافر نظر آئیں گے اور قیامت انہیں کافروں پر آئے گی، جیسا کہ ابوداؤد اور مشکوٰۃ کے اندر اس کی صراحت موجود ہے۔

□□□

شہنشاہ شہیداں ہو انوکھی شان والے ہو
حسین ابن علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے

چوتھی قسط

از: مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی*

ماہنامہ الرضا بریلی شریف! تعارف واشاریہ

گزشتہ سے پیوستہ

جلد(۱)نمبر۶۔جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل، پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور مولوی سید محمد عزیز حسین متخلص احقر متعلم مدرسہ عالیہ شہسرام کی لکھی ہوئی منقبت در شان پنجتن پاک علی سیدہم و سائرہم الصلاۃ والسلام، صفحہ ۲/و۳/ پر امام اہل سنت کی بارگاہ غوثیت میں لکھی ہوئی منقبت۔

حضرت صالح علیہ السلام اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر پر مشتمل مدیر رسالہ کا مضمون بعنوان ''نبینا حضرت صالح وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام''ص ۳تا۵/ استاد زمن کے پچھلے مضمون سے پیوستہ مضمون بعنوان ''غزوہ تبوک'' ص ۵/تا۷۔

شاہ غلام مخدوم صاحب فردوسی مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ شہسرام، کا لکھا ہوا کلام بعنوان ''چائے نامہ''ص ۷/و۸/ رسالہ کی خریداری سے متعلق ضروری اعلان، ص۸۔ استاد زمن کے رسالہ ''دین حسن'' کی آخری قسط، سولہ صفحات۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت پہلے حصہ کی چھٹی قسط، آٹھ صفحات۔ الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست۔ آخری دو صفحات۔

جلد(۱)نمبر۷۔رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر ماہنامہ الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔ پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور حضرت مولانا سید شاہ عبدالواحد شاہدی بلگرامی قدس سرہ کا لکھا ہوا متفرق فارسی کلام، ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

مرد بجنگ چو اول بصلح آمدہ
دمے بلطف نشیں تا زخویش برخیزم

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفر معراج کے حوالے سے ''معراج جسمانی'' کے عنوان سے مدیر رسالہ کا مضمون، ص ۲ تا ۴۔ چاند کے دوٹکرے کرنے کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ مبارکہ کے خلاف سائنسی ہفوات ومزخرفات کی تردید میں مولانا عرفان علی صاحب بیسل پوری کا معرکۃ الآرا مضمون۔ بعنوان ''شق القمر کا بیان اور سائنس کے ہذیان''ص ۴ تا ۸۔

غیر مقلدین کے عقائد ونظریات کے بیان اور ان کے پیچھے نماز کے عدم جواز کے حوالے سے امام اہل سنت کی تصنیف لطیف ''النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید''(۱۳۰۵ھ) ملقب بلقب تاریخی ''کاشف مکائد لامذہباں''(۱۳۰۵ھ) مطبوعہ مطبع حسنی، اس رسالہ میں قسط وار شامل ہے، پہلی قسط اسی شمارے میں آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

حرکت زمین سے متعلق سائنسی نظریات کے خلاف امام اہل سنت کی مشہور زمانہ کتاب ''فوز مبین دررد حرکت زمین''(۱۳۳۸ھ) جو علامہ حسنین رضا خاں کے اہتمام سے مطبع حسنی بریلی سے طبع ہوئی۔ اس کتاب کو بھی قسط وار اس رسالہ میں شائع کیا گیا، پہلی قسط اسی شمارے میں آٹھ صفحات پر مشتمل درج ہے۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی ساتویں قسط، آٹھ صفحات۔

جلد(۱)نمبر۸۔شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور اس کے بعد مولوی سید محمد عزیز حسین متخلص احقر متعلم مدرسہ عالیہ شہسرام کی لکھی ہوئی

نعت پاک جس کا مطلع یہ ہے ؎

کس کو ہے معلوم یار و عز و شان مصطفیٰ
دو جہاں کے کلمہ گو ہیں خادمان مصطفیٰ

بارگاہ غوثیت میں امام اہل سنت کی رقم فرمودہ منقبت، ص ۲ و ۳۔غیب داں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ سے متعلق امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے وہابیہ کی بہتان تراشی و غلط بیانی کے جواب میں ''محمدی نشان اور اس کی تین جنبشیں والا شان'' کے عنوان سے مولانا حافظ محمد عبدالحلیم محلہ جالی بمبئی کا لکھا مدلل مضمون۔ص ۳ تا ۵۔

فتاویٰ رضویہ شریف سے منقول رمضان شریف کے ضروری مسائل بعنوان ''مسائل ضروریہ'' ص ۶۔۵۔نقشہ اوقات روزہ ونماز برائے بریلی شریف ودیگر بلاد ہند مطابق رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ۔ص ۸،۷۔رسالہ النھی الاکید'' کی دوسری قسط۔آٹھ صفحات۔رسالہ فوزمبین درحرکت زمین'' کی دوسری قسط،آٹھ صفحات۔ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی آٹھویں قسط، آٹھ صفحات۔الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست، آخری دو صفحات۔

جلد(۱) نمبر ۹۔رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات،علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔پہلے صفحہ پر فہرست مضامین ساتھ ہی مولانا شفیع احمد خان رضوی بیسل پوری مفتی دارالافتاء بریلی شریف، کی وفات حسرت آیات پر امام اہل سنت کا لکھا ہوا تاریخ وفات پر مشتمل تعزیتی کلام، چوں کہ یہ کلام نایاب ہے ہم افادہ عام کی غرض سے یہاں نقل کیے دیتے ہیں، ملاحظہ کریں ؎

اہل الفتویٰ شفیع احمد
سنی و حنفی و قادری تھا

تھا مفتی و واعظ و مدرس
ہے چار شہادتوں کا جامع

جمعہ، رمضان، تپ، تعلم
مجھ کو کوئی امین فتویٰ

مرگ صدہا سے سخت تر ہے
امید ہے نزع و قبر میں ہو

تاریخ لکھی رضا نے فوراً
اہل التقویٰ شفیع احمد

سچا پکا شفیع احمد
فضلوں والا شفیع احمد

گر چاہے خدا شفیع احمد
طوبیٰ لک یا شفیع احمد

تجھ سا نہ ملا شفیع احمد
تیرا مرنا شفیع احمد

شافع میرا شفیع احمد
یارب تیرا شفیع احمد

۱۳۳۸ھ

حضرت صالح علیہ السلام اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر پر مشتمل مدیر رسالہ کا مضمون بعنوان ''نبینا حضرت صالح وشفیعنا حضرت محمد علیہما الصلاۃ والسلام'' جس کی پہلی قسط جمادی الاخریٰ کے شمارے میں شائع ہوئی اور اس شمارے میں دوسری قسط ہے،ص ۳ تا ۵۔ بندہ کا اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری سے غافل ہونا اور پھر بھی رب تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندے پر مہربان ہونا بلاشبہ اللہ پاک بڑا افضل والا ہے،اسی حوالے سے مولانا عرفان علی بیسل پوری کا مضمون بعنوان ''آبخورے کی نصیحت'' عمدہ مضمون ہے،ص ۵ و ۶۔اس مضمون کے آخر میں آپ نے نصیحت آمیز منظوم کلام بھی تحریر کیا ہے جو پڑھے جانے سے تعلق رکھتا ہے، ملاحظہ کریں ؎

شب و روز فکر شکم پروری ہے
کبھی یاد حق بھی ارے تو نے کی ہے

اگر تاش سے تجھ کو فرصت ملی ہے
تو چوسر میں شطرنج میں تیرا جی ہے

نماز اور روزے قضا ہو رہے ہیں
یہ سامان روز جزا ہو رہے ہیں
اگر کوئی نیکی کی جانب بلائے
برا تو کہے اس کو سو سو سنائے
مزے سے شب و روز کھائے اڑائے
مگر شکر مولیٰ زباں پر نہ آئے
یہ کفران نعمت خدا تجھ کو سمجھے
یہ دوزخ میں جھونکیں گے افعال گندے
مسلم ہے یہ بات سب کو فنا ہے
یہ ہے خواب غفلت تو حافظ خدا ہے
جو عرفان پاس شہ دوسرا ہے
ذرا بھی اگر خوف روز جزا ہے
خدا کے لیے تو فرائض ادا کر
کچھ اب جمع سامان روز جزا کر

غفلت کے سبب پتے یا درخت کا گر جانا یا جانور کا ذبح کیا جانا اور پھر بعد میں ان کا تسبیح میں مشغول ہو جانا ثابت ہے یا نہیں نیز اللہ پاک کے لیے ضمیر جمع استعمال ہو یا ضمیر مفرد کا؟ اس سوال کے جواب میں امام اہل سنت کا فتویٰ مبارکہ جو فتاویٰ رضویہ سے نقل کیا گیا ہے، فقہیات کے عنوان سے ص ۷ / و ۸ / پر درج ہے، ص ۸ / پر مفتی شفیع خان بیسل پوری کی وفات سے متعلق مدیر رسالہ کی جانب سے تعزیتی تحریر درج ہے۔ رسالہ ''فوز مبین'' کی تیسری قسط، آٹھ صفحات۔ رسالہ ''النھی الاکید'' کی تیسری قسط، آٹھ صفحات۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی نویں قسط، آٹھ صفحات۔

جلد (۱) نمبر ۱۰ / شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور سید شبیر حسن عارف بریلوی کی لکھی ہوئی نعت پاک جس کا مطلع درج ذیل ہے ؎

جو مصطفیٰ کے ہاتھ ہیں وہ کبریا کے ہاتھ
جو کبریا کے ہاتھ ہیں وہ مصطفیٰ کے ہاتھ

حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تذکرہ خیر کے حوالے سے مدیر رسالہ کے گزشتہ مضمون تیسری قسط، ص ۲ تا ۴۔ کچھ لوگوں کی جانب سے مولوی محمود الحسن دیوبندی کو شیخ الہند کا لقب دیے جانے اور مذہبی پیشوا بتائے جانے پر تاج العلما محمد میاں مارہروی نے تردیدی مضمون ''کیا مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی مسلمانوں کے مذہبی پیشوا ہیں'' کے عنوان سے تحریر فرمایا، جو اخبار الفقیہ امرت سر کے حوالے سے رسالہ ہٰذا میں شائع کیا گیا۔ ص ۵ تا ۸۔

مدیر اخبار کی طرف سے رسالہ کی اشاعتی دشواریوں کا ذکر، ص ۸۔ رسالہ ''فوز مبین'' کی چوتھی قسط، آٹھ صفحات۔ رسالہ ''النھی الاکید'' کی چوتھی قسط، آٹھ صفحات۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی دسویں قسط، آٹھ صفحات۔ الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست، آخری دو صفحات۔

جلد (۱) نمبر ۱۱ / ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر ''الرضا'' کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔ پہلے صفحہ پر فہرست مضامین ساتھ ہی امام اہل سنت کا نعتیہ فارسی کلام جس کا مطلع درج ذیل ہے ؎

ز عکست ماہ تاباں آفریدند
ز بوے تو گلستاں آفریدند

۱۴ / شوال المکرم کو مولانا پیر محمد عبد الغنی علیہ الرحمہ کی رحلت ہوئی جس پر مولانا محمد عبد السلام ہمدانی صاحب نے تاریخی قطعات کی فرمائش کی۔ ۱۹ / ذی القعدہ کو خط موصول ہوا مگر امام اہل سنت کی طبیعت ناساز تھی نصف شب میں جب قدرے افاقہ ہوا تو آپ نے بزبان عربی تعزیتی تاریخی دس اشعار تحریر فرمائیں جو صبح روانہ کر دیے گئے۔

یہ اشعار چوں کہ نایاب ہیں اس لیے یہاں ان کا نقل کرنا بے محل و فائدہ نہ ہوگا۔ ہم یہاں طلب تاریخ وفات کا خط جو شمارے کے دوسرے صفحہ پر اور امام کے تاریخی اشعار جو تیسرے صفحہ پر درج ہیں نقل کر رہے ہیں۔

نقل کارڈ بطلب تاریخ وفات بحضور فیض گنج سراپا رحمت یزدانی رئیس العلما والفضلا مجدد ماۂ ۃ حاضرہ دام ظلکم وفیوضکم علی رؤس المسلمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

پیشتر ازیں عالی جاہ! میں نے اطلاع دی تھی کہ جناب حضرت حامی سنت حاجی الحرمین الشریفین حافظ مولانا مولوی پیر محمد عبدالغنی صاحب بدارالبقا رحلت فرما ہوئے، ۱۴رشوال کو۔

اب ثانیاً نہایت ادب احترام کے ساتھ آپ سے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ ایک تاریخ جناب مولانا کے لیے تصنیف فرما کر برائے عنایت ومہربانی میرے نام روانہ فرما دیں کہ وہی قطعہ تاریخ آپ کے مقبرہ شریف پر چسپاں کیا جائے گا، تبرکاً، میں امید کرتا ہوں کہ حضور انور ضروری میری عرض کو قبول فرما کر مجھ عاجز خاطی کو ممنون فرمائیں گے، بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

بہت سے شعرا وعلمانے آپ کی تاریخی لکھ کر بھیجی ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ اگر آنجناب قطعہ تاریخ تحریر فرما کر روانہ فرما دیں تو وہی آپ کے مرقد پر تبرکاً چسپاں کیا جائے، خداوند احکم الحاکمین آپ کا سایہ عاطفت ہم گنہگاروں کے سروں پر قائم دائم رکھے اور میری مراد قلبی برلائے، آمین ثم آمین۔

امرت سر، از کٹرہ گربا سنگھ ہمدانی منزل

فقیر حقیر خاک پائے آنجناب، محمد عبدالسلام ہمدانی

یازدہم مبارک ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ یوم چہارشنبہ

تاریخ وفات از امام اہل سنت

اَلْمَوْتُ حَقٌّ یَاْلَهٗ مِنْ جَاءٍ

مُتَیَقَّنٍ وَ النَّاسُ فِیْ اِنْسَاء

موت حق ہے عجب اس آنے والے سے

جو یقینی ہے اور لوگ اس سے بھلاوے میں ہیں

اَنْسَاهُمُ الْاِنْسَاءُ فِیْ اٰجَالِهِمْ

مَعْ مَا یَرَوْنَ مِنْ اٰیِهٖ بِوِلَاءٍ

اُن کی موت میں ڈھیل نے اُنہیں بھلایا

حالاں کہ پے در پے اُس کی نشانیاں دیکھ رہے ہیں

اَلنَّقْصُ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَثِمَارِهِمْ

وَالْاَخْذُ بِالْبَاْسَاءِ وَ الضَّرَّاءِ

اُن کے مالوں اور پھلوں میں کمی

اور سختی وآزار کی گرفت

عَجَبًا لِّخَافِیَةٍ غَدَتْ مَخْفِیَّةً

وَبَدَتْ مِنَ الْخَضْرَاءِ وَالْغَبْرَاءِ

عجب اُس نہاں یا عیاں سے کہ پوشیدہ رہی

حالاں کہ آسمان وزمین سے ظاہر ہو رہی ہے

اَلطِّفْلُ شَبَّ وَشَابَ وَهُوَ کَمَا بَدَا

یَلْهُوْ وَیَلْعَبُ نَاسِیًا لِقَضَاءِ

بچہ جوان ہوا بوڑھا اور وہ روز اول کی طرح

کھیل کود میں ہے قضا کو بھولا ہوا

عَبْدُ الْغَنِیِّ مَضَیْتَ حِیْنَ قَضَیْتَ

اَلْحَبْلَ مِنْ نِکَایَةِ فِتْنَةِ الْخُبَثَاءِ

اے عبدالغنی! تم اُس وقت گئے جب اپنی منت

فتنہ خبیثاں کو زخم پہنچانے کی پوری کر چکے

قَدْ کُنْتَ صَاعِقَةً عَلٰی نَجْدِیِّهِمْ

وَرَزِیَّةَ الْمِرْزَا مَعَ الْمِرْزَائِیْ

تم وہابیوں پر بجلی تھے

اور مرزا اور مرزائی پر مصیبت

بِنِدَا رَسُوْلِ اللهِ فُزْ بِشَفَاعَةٍ

وَجَزَاءُ رَبِّ الْعَرْشِ خَیْرُ جَزَاءٍ

رسول اللہ کے فضل سے شفاعت پاؤ

اور مالک عرش کی جزا سب سے بہتر ہے

یَا مَالِكَ النَّاسِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی

اِشْفَعْ لِعَبْدِكَ دَافِعًا لِبَلَاءِ

اے تمام آدمیوں کے مالک نبی مصطفیٰ ﷺ

اپنے بندے کی شفاعت فرمائیے دفع بلا کرتے ہوئے

رَقَمَ الرِّضَا تَارِیْخَهٗ مُتَفَاءِلًا

عَبْدُ الْغَنِیِّ بِجَنَّةٍ عَلْیَاءِ

بقیہ ص ۴۳ رپر

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

واقعۂ کربلا
اسلام کی بقا اور اس کی سربلندی کا باعث

محرم اسلامی تقویم (Calendar) کا پہلا مہینہ ہے، اس سے سن ہجری کا نقطۂ آغاز ہے، اسلامی سال نو کا وہ مقدس اور متبرک مہینہ ہے، جسے رب کریم نے حرمت، عظمت اور امن کا ''شہر حرام'' قرار دیا ہے:

''ان عدۃ الشھور عن اللہ اثنا عشر شھرا ۔ بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔

(القرآن، سورۂ توبہ، آیت 36)

اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، یہ سیدھا دین ہے، تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو، یہ ان چار اسلامی مہینوں میں سے ایک ہے جنہیں خداوند قدوس نے ''اشہر حرم'' قرار دیا ہے، امن کا مہینہ قرار دے کر اس کے تقدس، احترام پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش سے لے کر شہادت عظمیٰ تک آپ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں پھر جو دونوں شہزادوں حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل میں احادیث کریمہ کے ذخیرہ میں موجود ہیں وہ الگ ہیں، جب سے دنیا قائم ہے اس وقت سے لے کر آج کی تاریخ کا اگر مطالعہ کریں تو بہت سے واقعات سامنے آتے ہیں، لیکن جس طرح کربلا کی سرزمین میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اپنے جانثاروں کے ساتھ ہوئی، اس طرح کی مثال پوری تاریخ میں نہیں ملتی، آپ کی ولادت سے لے کر شہادت تک کے واقعات کو پڑھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے، آپ کے بچپن کے واقعات بھی بہت ہی پیارے ہیں جن کو احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

اولاد علی اولاد نبی

حدیث پاک میں ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّیَتَہٗ کُلِّ نَبِیٍّ فِی صُلبِہٖ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ جَعَلَ ذُرِّیَتِ فِی صُلبِ عَلِیِّ اِبنِ اَبِی طَالِبٍ۔

فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت سے پیدا کی اور بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری اولاد (حضرت) علی ابن طالب کی پشت سے پیدا فرمائی۔''

(صواعق محرقہ ص، 154، خطبات کربلا، ص 49)

''سفاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰے (ﷺ) میں ہے، جس کا ترجمہ اس طرح ہے:

''سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد حضور ﷺ کی اولاد وفرزند کہلاتے ہیں ''ہر ماں کی اولاد اپنے عصبہ (فرزند نرینہ) کی طرف منسوب ہوتی ہے، جبکہ فاطمہ کی اولاد کا عصبہ اور ولی میں ہوں۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ہر ماں کی اولاد اپنے اولاد اپنے آبائی خاندان کی طرف منسوب ہوتی ہے، بجز اولاد فاطمہ کے جن کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔

آپ کی ولادت

ابن علی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نبی رحمت ﷺ کے چھوٹے نواسے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھوٹے بیٹے ہیں، آپ کی ولادت مبارکہ 5 شعبان 4 ہجری، بمطابق 8 جنوری 626ء کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ (10 محرم 61 ہجری بمطابق 10 اکتوبر 680ء کربلا، عراق میں شہید ہوئے۔)

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

حضور ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی، منہ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لیے دعا فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا، حضرت مفضل سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین کے ناموں کو حجاب میں رکھا یہاں تک حضور ﷺ نے اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا، کنیت، ابو عبد اللہ و لقب ''سبط رسول'' و ریحانۃ الرسول ہے۔

حدیث شریف میں ہے آپ ﷺ نے نے فرمایا کہ ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر و شبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انھیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔

(صواعق محرقہ ص 118)

ایک حدیث میں ہے:

''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں، عرب کے زمانہ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے۔'' (صواعق محرقہ، ص118)

آپ کا عقیقہ ساتویں دن کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقے میں ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔

حضرت امام حسن وحسین کی پرورش

آقائے نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں آپ کی پرورش ہوئی، ظاہر سی بات ہے وہ ہستی جس کو اللہ نے دنیا کو راہ راست پر لانے کے لیے رسول بنا کر بھیجا آپ کی نگہداشت میں جو بچہ پلے گا، بڑھے گا، اس کی تربیت کے کیا کہنے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

نور چشم رحمۃ اللّٰعالمین
آں امامِ اوّلین وآخریں
بانوئے آں تاجدار ھل اَتیٰ
مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
ما در آں قافلہ سالار عشق
ما در آں مرکزِ پر کار عشق

رحمت عالم ﷺ شہید کربلا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے اور آپ ﷺ نے معرکہ عظیم حق و باطل میں فرق کرنے والی جنگ کربلا کے دن کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خود تربیت فرمائی تھی اور آپ کے بارے میں صراحت فرماتے تھے کہ میرے اس بیٹے کو میری امت کے اوباش حاکم شہید کریں گے اور کبھی فرماتے: اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو یقین کر لینا کہ میرا لخت جگر شہید کیا گیا۔ (معجم الکبیر عربی)

پیغمبر اسلام ﷺ دونوں بچوں کی پرورش میں لگے رہتے، آپ ہی کے گہوارہ میں آپ دونوں پروان چڑھ رہے تھے، ایک طرف نبی آخر الزماں ﷺ جن کی زندگی کا مقصد ہی اخلاق انسانی کی تکمیل تھی جیسا کہ حدیث میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، کہا: رسول اللہ ﷺ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اخلاق کے مالک تھے۔

(مسلم، حدیث1500)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حکم ''خُذِ العَفوَ'' کو اختیار کرو کہ تفسیر کے سلسلے میں روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے بداخلاقی میں عفو کو اختیار کریں۔ (مسلم، باب عفو درگزر انتقام نہ لینے کا بیان، حدیث 4787)

آپ کے اخلاق کریمانہ کے سایہ میں اور دوسری طرف امیر المومنین علی ابن ابو طالب جو اپنے عمل سے خدا کی مرضی پر جانثار تھے تیسری طرف فاطمۃ الزہرا جو خواتین کے طبقہ میں پیغمبر اسلام کی دعوت کو عملی طور پر پہنچانے کے لیے ہی قدرت کی طرف سے پیدا ہوئی تھیں، اس پاک اور نورانی ماحول میں آپ حسین رضی اللہ عنہ کی پرورش ہوئی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ؎

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہیں کلی جس میں حسین و حسن پھول

نواسوں سے رسول اللہ ﷺ کی محبت

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ بہت محبت فرماتے، سینہ مبارک پر بٹھاتے، کاندھوں

پر چڑھاتے اور مسلمانوں کو تاکید فرماتے کہ ان سے محبت رکھو، لیکن چھوٹے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی محبت کا کچھ خاص امتیاز تھا، آپ ﷺ نماز میں سجدہ کی حالت میں تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ پشت (پیٹھ) مبارک پر آ گئے، یہاں تک کہ (بچہ) امام حسین رضی اللہ عنہ خود سے بخوشی پشت پر سے اتر گئے تو آپ نے سر سجدے سے اٹھایا۔

نبی کریم ارشاد فرماتے ہیں:

''اَحَبَّ اللّٰہُ مَن اَحَبَّ حُسَینًا۔ جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔'' (مشکوٰۃ، ص 571)

اسی لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور حضور سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ص056)

حضرت امام حسین سے آقا ﷺ کی محبت کی بہت سی مثالیں ہیں اور حدیثیں ہیں، ایک دل پذیر حدیث مطالعہ فرمائیں اور اپنے دل کو محبت حسین سے بھر لیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں، حضور نے ان کا منھ کھول کر بوسہ لیا پھر فرمایا:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ مَن یُّحِبُّہٗ۔ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما جو اس سے محبت کرے۔''

(نور الابصار ص،114، خطبات محرم ص،33)

نبی کریم ﷺ کی تربیت کا نتیجہ ہی تھا کہ آپ انتہائی عابد و زاہد اور بہت فضیلت کے مالک تھے، کثرت سے نماز، روزہ، حج، صدقہ اور دیگر امور خیر ادا فرماتے تھے، آپ نے پیدل چل کر 25 حج کئے، اللہ، اللہ! نماز کی پابندی کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کی شہادت بھی سجدے میں ہوئی آپ کی چاہت و محبت کا دم بھرنے والوں کو نماز سے بھی محبت ہونی چاہیے تبھی سچے حسینی کہلانے کے حق دار ہوں گے ورنہ دعویٰ بے دلیل صحیح نہیں ہوتا، آپ کے محاسن و کمالات احادیث سے لے کر بزرگان دین کی بیاض و تاریخ کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں، مسلمانوں کو چاہیے کہ آپ کے بچپن سے لے کر شہادت تک کے واقعات اپنے بچوں اور نئی نسلوں کو بتائیں تاکہ ان کے دلوں میں ایمانی حرارت پیدا ہو اور سچ و حق پر چلنے کی ترغیب ملے۔

ماہ محرم الحرام، اسلامی سن ہجری کی شروعات

اسلامی تاریخ سن ہجری کے آغاز کے حوالے سے متعدد روایات ملتی ہیں تاہم مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سن ہجری کا باقاعدہ ایجاد و نفاذ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ۲۰؍ جمادی الثانی بروز جمعرات ۱۷؍ ہجری کو عمل میں آیا سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے اسلامی کلینڈر کا شمار واقعہ ہجرت مدینہ کی بنیاد قرار پایا، جب خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے محرم الحرام کو نئے اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔ (رحمۃ للعٰلمین، جلد ۲؍ صفحہ ۳۹۲)

یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلامی کلینڈر کی شروعات واقعہ ہجرت نبوی سے ہے جو رحمۃ للعٰلمین اور آخر الانبیاء علیہم السلام اور صحابۂ کرام کی زندگیوں میں مشرکین مکہ کے ظلم و جبر کی انتہا ہوئی اور پھر پہلے مظلوم مسلمانوں اور آخر کار سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کو بھی ہجرت کا حکم ملا ہجرت کا حکم پاتے ہی سرکار دوجہاں ﷺ اپنے ہمدم و جاں نثار یار غار و مزار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کاشانے پر پہنچے اور انہیں بھی ہجرت کے حکم سے آگاہ فرمایا، چنانچہ ایک سن ہجری مطابق ۶۲۲ء کو ایک اونٹنی پر پیغمبر اعظم اور دوسری پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہو کر سفر ہجرت پر روانہ ہو گئے۔

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ''ہجرت نبوی'' انقلابی تحریک کا مقدر بن گئی یہ بھی ایک تاریخی سچائی ہے کہ اسلامی سال کا آغاز ''محرم الحرام'' سے ہوتا ہے جو اپنے دامن میں غم و حزن اور رنج و الم کی داستان سموئے ہوئے ہے، چنانچہ یکم محرم الحرام کو امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم کا یوم شہادت بھی ہے جبکہ عاشورہ

محرم جگر گوشہ حضرت علی و بتول سیدنا حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما و بہتر نفوس قدسیہ شہدائے کربلا کی شہادت عظمیٰ کی داستان رنج والم وظلم وستم لئے ہوئے ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے، یہ جرأت وشجاعت، تسلیم ورضا اور باطل کے سامنے سینہ سپر ہونے کا وہ پیغام ہے جس کی اہمیت کبھی کم نہ ہوگی۔

سانحۂ کربلا حق و باطل کا تاریخ ساز معرکہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وشہدائے کربلا نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے اسلام کی بقا اور دین کی سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کا بے مثال درس دیا، حضور خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

شاہ است حسین بادشاہ ہست حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسین

ایک وقت ایسا آیا کہ یزید جیسا شخص نواسۂ رسول امام حسین سے اپنی حکومت کی تائید کیلئے بیعت مانگ رہا تھا آپ کی تربیت رسول اکرم ﷺ نے فرمائی تھی حضرت امام حسین نے ایسے مشکل حالات میں وقت کی نزاکت اور اسلام کو درپیش مسائل کا جائزہ لیا اور فیصلہ کیا کی ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے، آپ نے فرمایا: میں نے نہ بغاوت کی نیت سے خروج کیا ہے اور نہ فساد کے لئے اور نہ ہی ظلم کے لئے بلکہ میرا تو ایک ہی مقصد ہے وہ یہ کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کروں اور امت محمدی کی اصلاح کروں حضرت محمد ﷺ کی سنت اور سیرت کو زندہ کروں آپ نے میدان عمل میں کتاب اللہ پر عمل کرتے ہوئے عدل وانصاف وحق کی قدر وقیمت بتائی اور کربلا کے مختلف مراحل میں خدا کے حضور بے انتہا خشوع وخضوع کا مظاہرہ فرما کر بتا دیا کہ کیسے ذات خدا کے لئے اپنے وجود کو وقف کیا جاتا ہے اور شہادت کا جام نوش کیا جاتا ہے۔

شہیدوں کی فضیلت قرآن مجید میں ہے اور احادیث مبارکہ میں وارد ہیں، انہیں فضیلتوں میں یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت شہیدوں کو ایسی لذت عطا فرماتا ہے جو اور کسی نعمت میں نہیں ہے، دنیا کی بے شمار نعمتوں سے انسان لذت حاصل کرتا ہے، کسی نعمت کو کھاتا ہے، کسی کو پیتا ہے، کسی کو دیکھتا ہے، کسی کو سونگھتا ہے، غرض کہ بے شمار نعمتوں سے انسان ذائقہ لیتا ہے لیکن شہید کو شہادت سے جو لذت ملتی ہے اس کے سامنے دنیا کی لذتیں ہیچ ہیں، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی جنت اور وہاں کی نعمتوں کو چھوڑ کر آنا پسند نہ کرے گا کہ جو چیزیں زمین میں حاصل تھیں پھر مل جائیں، مگر شہید تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹے اور ۱۰ ؍مرتبہ قتال کیا جائے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ ص ۳۳۰)

یوم عاشورہ وشہادت امام حسین اور ہماری ذمہ داریاں

ماہ محرم الحرام کا پہلا عشرہ نہایت برکت والا ہے، ۱۰؍ محرم الحرام جس کو اسلامی تاریخ میں ''یوم عاشورہ'' کہتے ہیں، تاریخ اسلام میں اس کو ایک اہم مقام حاصل ہے، یوم عاشورہ کو یوم زینت بھی کہا جاتا ہے، اس دن کا یہ نام اس لئے دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ۱۰؍انبیاء کرام علیہم السلام کو دس عظمتوں سے نوازا تھا۔ (غنیۃ الطالبین، جلد ۲، ص ۵۵)

یوم عاشورہ کا روزہ بہت فضیلت رکھتا ہے یوم عاشورہ کا روزہ اسلام سے قبل اہل مکہ اور یہودی لوگ بھی رکھا کرتے تھے، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: قریش زمانہ جاہلیت میں اس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، پھر جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو رمضان کے روزے فرض ہوئے، تب یوم عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا گیا، جس کا جی چاہے وہ یوم عاشورہ کا روزہ رہے اور جس کا جی چاہے وہ نہ رہے۔

(ابوداود، کتاب الصیام، باب فی یوم عاشورہ، غنیۃ الطالبین، جلد ۲، ص ۵۶)

سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام والمسلمین قطب الاقطاب حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے عاشورہ کے روزے کی فضیلت کے بارے میں فرمایا: کہ عاشورہ کے روزے میں جنگل کی ہرنیاں بھی

خاندان رسول ﷺ کی دوستی کے سبب اپنے بچوں کو دودھ نہیں دیتی، پس کیوں ایسے روزے کو چھوڑا جائے۔

(راحت القلوب ص ۵۸، شام کربلا ص ۲۸۸۔۲۸۷)

بعض علما و صوفیا نے لکھا ہے کہ اس دن وحشی جانور بھی روزہ رکھتے ہیں، نواسہ رسول سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اسلام کی خاطر میدان کربلا میں دس محرم الحرام یوم عاشورہ کو شہید ہوئے، واقعہ کربلا کی وجہ سے عاشورہ بہت مشہور و معروف ہو گیا دور حاضر میں یوم عاشورہ اور حضرت امام حسین کی شہادت کے تعلق سے ہمارا کردار یقیناً قابل افسوس اور حیرت ناک ہے جو قوم خیر امت بن کر آئی اور انسانوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا راستہ دکھانے آئی، وہی قوم عاشورہ کے دن ہر معروف و خیر کو چھوڑ کر منکرات اور خرافات جس کا نہ ہی اسلام سے ناطہ ہے اور نہ ہی شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت سے لگاؤ ہے انجام دیتی ہے، ذرا غور کریں محرم الحرام و یوم عاشورہ میں جو کچھ کر رہے ہیں کیا وہ ہمارا اسلامی کردار ہے؟

حضرت امام حسین کے روضۂ اقدس کا فرضی نقشہ بنانا، تعزیہ بنانا، امام حسین کا دلدل (زخمی گھوڑا) بنانا، گلیوں میں گھمانا، عشرۂ محرم میں کالے کپڑے پہن کر سوگ منانا طرح طرح کی غیر شرعی رسموں کو ماننا، افسوس صد افسوس! آج ملت اسلامیہ محرم الحرام اور یوم عاشورہ کی فضیلتوں، برکتوں، عاشورہ کے دن کی عبادتوں کو پس پشت ڈال چکی ہے، اللہ کے رسول نے فرمایا: جو عاشورہ کے دن چار رکعتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اسکے پچاس برس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے لئے نور کا ممبر بناتا ہے اور فرمایا: جو عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال پر وسعت کرے اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال وسعت (برکت) فرماتا ہے۔

(نزہۃ المجالس، جلد اوّل، ص ۱۷۸۔۱۷۷، بیہقی، مشکوٰۃ ص ۱۷۰)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اسے بالکل ایسے ہی پایا، اس دن کا روزہ چھوڑ کر شب عاشورہ کی عبادت چھوڑ کر واہیات رسمیں کرتے ہیں جن کا تعلق نہ ہی محرم الحرام سے ہے، نہ ہی یوم عاشورہ سے نہ ہی شہادت امام حسین سے ہے حضرت امام حسین کی محبت کا تقاضہ سینہ کوبی اور گریہ وزاری و مرثیہ خوانی نہیں حضور ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا: اور مرثیہ سننا یا پڑھنا گناہ و حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۹ ص ۸۸)

شہادت امام حسین ہم سب کو یہ درس دیتی ہے کہ حوصلہ اور عزم کو اپنے اندر پیدا کریں جو حق کی حفاظت کے لئے ضروری ہے، اسلام کی سربلندی کے لئے آپ نے جام شہادت نوش فرمایا اور بتا دیا کہ فاسق و فاجر کو پیشوا نہیں مانا جا سکتا، یزید جوا کھیلتا تھا، شراب پیتا تھا، وہ گھمنڈی اور ڈکٹیٹر تھا، آپ نے فرمایا وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا، مسلمانوں کا پیشوا اور خلیفہ وہی ہوگا جو مسلمانوں میں سب سے زیادہ صالح اور پرہیزگار ہو اعلان خداوندی ہے:

"اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْن۔ (القرآن، سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۵) بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔"

جس طرح ہم کسی نبی کی توہین برداشت نہیں کر سکتے ہیں، اسی طرح اہل بیت اطہار، صحابۂ کرام اور دیگر شخصیات اسلام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے ہیں، بلا شبہ اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت اہل خاندان، ازواج مطہرات اور آپ کی تمام اولاد سے محبت کی جائے حد درجہ ان کے ساتھ ادب و احترام کا معاملہ کیا جائے، کوئی ایسا عمل، کوئی ایسی حرکت یا کوئی ایسا فعل صادر نہ ہو جو رسول اکرم ﷺ کی اولاد یا اہل بیت کی شان میں گستاخی اور بے ادبی مانی جاتی ہو ایک موقع پر آپ ﷺ نے اہل بیت کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے مشابہت دیتے ہوئے ان کی محبت اور عظمت کو ذریعۂ نجات قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ، ص ۲۷۳)

شہدائے کربلا کو خراج تحسین

عاشورہ کے دن ہمارا اسلامی کردار اس طرح ہونا چاہئے، نویں، دسویں محرم کو روزہ کا اہتمام کرنا چاہئے حضرت امام حسین اور دیگر شہیدان کربلا کے ایصال ثواب کے لئے رشتہ داروں، دوستوں کو اکٹھا کر کے قرآن خوانی کا اہتمام کریں، نذر و نیاز اور فاتحہ کے بعد شربت، مالیدہ، کھچڑا، یا جو میسر ہو لوگوں میں تقسیم

کریں، شہدائے کربلا یا کسی کے ایصال ثواب کے لئے حلال اور جائز کھانے پر فاتحہ ہوسکتی ہے، صدقہ وخیرات کا خوب اہتمام کریں، کھانے پینے کی چیز لٹانا، بھیڑ میں پھینکنا اس طرح کے زمین پر گرے اور قدموں تلے روندا جائے یہ رزق کی بے حرمتی اور بے ادبی ہے اور یہ ناجائز وحرام ہے، تعزیہ داری میں باجا گاجا کا اہتمام کرنا یہ حسینی کردار نہیں ہے، ذکر امام حسین کی محفلیں قائم کریں کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے، باعث برکت ہے لیکن اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ فرضی قصے کہانیاں، جھوٹی کرامات، وحکایات فاسدہ نہ ہوں۔

اس سلسلے میں خطاب کے لئے ذمہ دار علما کا انتخاب کریں، سچے عاشقان امام حسین وہ ہیں جو پنج وقتہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ نیز دیگر اعمال صالحہ کرتے ہوں، شراب، زنا، سود، جھوٹ، غیبت سے دور رہتے ہوں، نفرت کرتے ہوں، ان کاموں کا ارتکاب کرنے والے ہرگز ہرگز عاشقان امام حسین نہیں ہوسکتے، صرف الفاظ کے ذریعے محبت کا اظہار کرنے سے محبت کا حق ادا نہیں ہوتا، رب العزت ارشاد فرماتا ہے: اللہ نے وعدہ کیا ہے ان سے جو ان میں ایمان والے اچھے کام والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔ (القرآن، سورۂ فتح، آیت 29)

ایمان ومحبت کا دعویٰ عمل کے بغیر صحیح نہیں حضرت امام حسین کے عمل کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں، دعا ہے کہ ہم سب کو اللہ رب العزت عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق رفیق بخشے اور اللہ کے محبوب بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی قوت عطا فرمائے، قیامت کے دن نبین، صدیقین، شہدا اور صالحین کے دامن کرم میں ہم سب کا حشر فرمائے اور حسینی کردار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

□□□

ص ۷۳ رکا بقیہ...

رضا نے فال کے طور پر اُس کی تاریخ لکھی
عبد الغنی بہشت بریں میں ہیں
۱۳۳۸ھ

اسلامی تعلیمات اور مذہبی درسگاہوں کے حوالے سے صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین قادری محدث مراد آبادی علیہ الرحمۃ کا تحریر کردہ فکر انگیز اور نصیحت آمیز مضمون بنام ''مدارس اسلامیہ'' ص ۴ تا ۸۔ رسالہ ''فوز مبین'' کی پانچویں قسط، آٹھ صفحات۔

رسالہ ''النھی الاکید'' کی پانچویں قسط، آٹھ صفحات۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی گیارہویں قسط، آٹھ صفحات۔ دو صفحات غائب ہیں۔ الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست، آخری دو صفحات۔

.........جاری□□

ص ۵۳ رکا بقیہ...

اپنے مردے دفن کرسکتے ہیں اور دوسرے جو ہیں ان کی قبروں کی حرمت نہیں ہے اور اگر ہڈیاں گل سڑ گئی ہیں بالکل بوسیدہ ہو گیا ہے تو وہاں بھی اپنے مردے دفن کرسکتے ہیں اور اگر ان کی ہڈیاں وغیرہ نظر آئیں تو ہٹا دے۔

.........جاری□□

ص ۵۴ رکا بقیہ...

جس پر میں نے بالتفصیل لکھا تھا اور وہ شائع بھی ہوا۔

حضرت مولانا کمال احمد علیمی نظامی صاحب سے اسی وقت سے تعلقات مربوط ہیں، مولیٰ تعالیٰ تاحیات سلامت رکھے اور مولانا موصوف کی جملہ قلمی وتصنیفی تحقیقی کاوشات کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

میں اس تصنیف لطیف کی طباعت واشاعت پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ □□□

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

دوسری اور آخری قسط

از: علامہ سید اولادرسول قدسی*

حضرت ذوالقرنین کے مبارک اسفار

گزشتہ سے پیوستہ

یہ امر بھی پیش نگاہ رہے کہ قرآن مقدس نے بجائے حضرت ذوالقرنین کے نام کے لقب کا اس لئے اظہار فرمایا تا کہ کفار مکہ کا سوال جس عظیم فاتح وحکمران سے متعلق تھا اس کی واضح طور پر تعین ہوجائے۔ کیوں کہ آپ کے نام سے متعلق تاریخ میں ایسے مختلف فیہ اقوال ملتے ہیں کہ جن سے یہ جاننا انتہائی پیچیدہ ہو جاتا ہے کہ کس کا لقب ذوالقرنین تھا مثلاً اہل فارس انہیں سکندر تو اہل یونان فورس اور عبرانی سائرس تو عرب خسرو کہتے رہے۔ برخلاف اس کے لقب ذوالقرنین صرف یہود ونصاریٰ کی مذہبی کتب ہی میں نہیں بلکہ قدیم تاریخی کتابوں میں جلی حرفوں کے ساتھ موجود رہا، علاوہ ازیں لفظ ذوالقرنین سے یہود ونصاریٰ کو بڑی انسیت اور اس پر متزاد یہ کہ حضرت ذوالقرنین سے پہلے مختلف حضرات نے آپ کے سلسلے میں پیش گوئیاں کر رکھی تھیں، ان پیش گوئی کرنے کرنے والوں میں تین ایسی شخصیتوں کے اسماء پائے جاتے ہیں جنہیں توریت میں انبیاء کرام کے زمرے میں شمار کیا گیا، مثلاً جناب سعیاہ نے حضرت ذوالقرنین کے ایک سو ساٹھ سال قبل اور جناب پرمیاہ نے ساٹھ سال قبل پیش گوئی کی تھی کہ بخت نصر کے ظلم وستم کے بعد عنقریب ایک ایسا بادشاہ ظہور پذیر ہوگا جس کا نام ذوالقرنین ہوگا اور وہ دنیا میں آنے کے بعد بنی اسرائیل کو بخت نصر کی قید سے آزاد کرائے گا، دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا اور بیت المقدس کی بازیابی کا سہرا بھی اس کے سر ہوگا، اسی طرح جناب دانیال سے متعلق بھی کتب تاریخ وسیر میں مذکور ہے کہ انہوں نے فتح بابل کے موقع پر حضرت ذوالقرنین سے جناب سعیاہ اور پرمباہ کی پیشن گوئیاں بتائیں تو آپ نے بڑی مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا، واضح رہے کہ جناب دانیال کو بھی توریت میں صف انبیاء میں شامل کیا گیا ہے۔

سورۂ کہف میں حضرت ذوالقرنین کے تین اسفار اور تین قوموں کا ذکر ملتا ہے، ہرگز اس کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ کا فقط ان تین قوموں سے واسطہ پڑا بلکہ سیکڑوں اقوام سے آپ نبرد آزما ہوئے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ان تین اسفار اور تین اقوام کا خصوصی طور پر ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ ان کے نشانات اور کھنڈرات کا آج بھی وجود ہے جو صداقت قرآنیہ کا غماز ہے۔

اب آیئے حضرت ذوالقرنین کے دوسرے سفر کی مختصر روداد قرآن مقدس کی روشنی میں ملاحظہ کریں، حضرت ذوالقرنین نے اپنے پہلے مغربی سفر کے بعد دوسرا سفر مشرق کی جانب کیا، جب آپ مطلع شمس یعنی سورج کے طلوع ہونے کی ایسی جگہ پر پہنچے کہ جس کے اور آفتاب کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی۔ نہ کوئی پہاڑ اور نہ کوئی درخت وہ ایک ایسا عجیب وغریب خطہ تھا جہاں کوئی چاہ کر بھی کوئی کسی قسم کی عمارت بنا نہیں سکتا تھا اور اگر عمارت تعمیر کر لی بھی جاتی تو اس کا قائم رہنا ممکن نہیں تھا، وہاں آپ نے ایک ایسی قوم دیکھی جو منسک کہلاتی تھی اور اس قوم کا حال یہ تھا کہ جو راہی سورج طلوع ہوتا وہ لوگ زمین کے غاروں میں اپنے آپ کو مقید کر لیتے اور جب سورج ڈھلتا تو وہ غاروں سے باہر نکل کر حصول رزق کی جستجو میں مصروف کار ہوجاتے، آپ نے اس قوم پر لشکر کشی کی اور قوم ناسک کی طرح ان میں ایسے جو ایمان سے مشرف ہوا اس کے ساتھ حسن سلوک کیا اور جو کفر پر مضر رہا اسے تہہ تیغ کر دیا۔

حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شمال کی طرف پہاڑوں کے درمیانی علاقے میں اپنی ایک لاکھ فوجوں کے ساتھ پہنچے تو اس علاقے کے لوگوں نے حضرت ذوالقرنین جسے کروفر

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کا معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

والے بادشاہ کو اور ان کے زبردست سازوسامان اور انتہائی حوصلہ مند وطاقتور لشکر جرّار کو دیکھا تو سب نے بیک زبان ان کی بارگاہ میں قوم یاجوج وماجوج کے ظلم وستم اور شروفساد کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بے بسی ومظلومیت کی روداد سنائی اور آپ کی مدد کے طالب ہوئے۔

صاوی شریف کی تیسری جلد میں یہ مرقوم ہے کہ یاجوج و ماجوج کا یافت بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک انتہائی ظالم وجابر اور فسادی گروہ سے تعلق تھا، وہ درندوں اور وحشیوں سے بھی زیادہ خونخوار اور قتل وغارت گری ان کا محبوب ترین پیشہ و مشغلہ تھا۔ وہ تھے تو انسان مگر ان کا رہن سہن اور طرز زندگی ہو بہو جانوروں کی طرح تھا، یہ سارے کے سارے غاروں میں رہا کرتا تھا، ان کا طریقۂ کار اور معمول یہ تھا کہ جب موسم ربیع آتا تو یہ گروہ در گروہ اپنے غاروں سے خروج کرتے اور سب کچھ کھا جاتے یہاں تک کہ موذی چیزوں مثلاً سانپ، بچھو، گرگٹ تک کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ خوب شکم سیر اور مسٹنڈے ہو کر جب اپنے غاروں میں واپس جاتے تو تمام خشک چیزوں کو بھی لاد کر لے جاتے۔

واضح رہے کہ یافت بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے پانچ قومیں معرض وجود میں آئیں، پہلی قوم ''ترک'' دوسری قوم ''بربر'' تیسری قوم ''خفالیہ'' چوتھی قوم ''یاجوج'' اور پانچویں ''ماجوج'' طوفان نوح کے بعد تمام دنیا میں حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں یعنی سام بن نوح، حام بن نوح اور یافت بن نوح کی اولاد چلی آرہی ہے، یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ پوری دنیا میں کل چالیس ہزار قومیں ہوئی ہیں، یاجوج وماجوج سے متعلق تاریخ میں مندرج ہے کہ ان کی تعداد انتالیس ہزار قوموں کی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ یاجوج وماجوج کی کثرت تعداد کی کردو تمہیں کتب تاریخ میں قلمبند کی گئی ہیں، ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان کی پیدائش سے لے کر اب تک ان میں موت واقع نہیں ہوئی، جب موت ہی طاری نہیں ہوئی تو پھر ان کی تعداد میں بھی کمی واقع نہیں ہوئی، دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ آپس میں جنگ وقتال بھی نہیں کرتے، یہاں تک کہ ان کی تعداد گھٹ جائے، تیسری وجہ کے تناظر میں یہ بتایا گیا کہ ان کی موت تو ہوتی ہے مگر اس وقت جب ان میں سے کوئی ایک ہزار اولاد کا باپ ہو جاتا ہے۔ تیسری وجہ بھی اگر تسلیم کر لی جائے تو بھی ان کی تعداد کی کثرت ثابت ہو جاتی ہے۔

یہ بات تھی یاجوج وماجوج کی تعداد کی رہا ان کا قد تو اس سلسلے میں مورخوں نے لکھا ہے کہ یاجوج کا قد ماجوج سے دوگنا زیادہ ہے اور ماجوج قد ساٹھ بالشت یعنی دس گز کا ہے تو پھر یاجوج کا قد اس کا دوگنا ایک سو بیس بالشت یعنی بیس گز کا ہوا کرتا ہے۔

یاد رہے کہ قرآن مقدس میں دو مقامات ایسے ہیں جہاں یاجوج وماجوج کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تو سورۂ کہف میں اور دوسرے سورۂ انبیاء میں سورۂ کہف کے اندر یاجوج وماجوج کے شروفساد، سد سکندری اور قیامت تک کے لئے ان کے قیدو بند کا تذکرہ ہے اور سورۂ انبیاء کی چھیانوے نمبر آیت ''یہاں تک جب کھولے جائیں گے یاجوج وماجوج اور وہ ہر بلندی سے ڈھلتے ہوں گے (ترجمہ) کے اندر ان کے سد سکندری سے باہر نکلنے کا بیان ہے۔

جیسا کہ پہلے گزرا کہ جب حضرت ذوالقرنین اپنا آخری سفر کرتے ہوئے منزل مقصود پر پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے آپ سے منت وسماجت کی کہ حضور والا یاجوج وماجوج جیسی مہیب وفسادی قوم سے ہمیں نجات دلائیے، اس سلسلے میں ہم حتی المقدور آپ کا مالی تعاون کریں گے، حضرت ذوالقرنین نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ہمیں تمہارے کسی قسم کے مالی تعاون کی ضرورت نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں جو نعمتیں عطا کی ہیں وہ دنیا کے مال و اسباب سے بدرجہا بہتر ہیں، ہاں اگر تم تعاون کرنا چاہتے ہو تو مالی نہیں بلکہ جسمانی طور پر ہماری امداد کرو، یعنی دیوار بنانے میں اپنی جسمانی قوت کا مظاہرہ کرو، جب جب تمہاری ضرورت پڑے بھائی دوڑ کر ہمارا ہاتھ بٹاؤ اور اپنے گراں قدر مشوروں سے تکمیل مقصد کی سبیلیں ہموار کرو اور ہمارے حکم کی تعمیل میں لگے رہو۔

یہاں ایک اہم امر قابل غور ہے وہ یہ کہ وہاں کی قوم نے حضرت ذوالقرنین سے ان کے اور یاجوج وماجوج کے درمیان

''سند''، یعنی دیوار بنانے کی فریاد تھی لیکن آپ نے ''سند'' (دیوار) نہیں بلکہ ''روم''، یعنی آڑ بنانے کی بات کہی۔

چونکہ یاجوج وماجوج انتہائی پرخطر اور وحشی قوم کا نام تھا اور ان کے لئے ''سند'' (دیوار) کو توڑنا آسان ہوسکتا تھا اس لئے حضرت ذوالقرنین رضی اللہ عنہ نے بجائے ''سند'' کے ''روم'' فرمایا، یعنی میں تمہارے اور ان کے درمیان ایسی مضبوط سے مضبوط تر اور قوی سے قوی تر آڑ بناؤں گا کہ لاکھ کوششیں کرلیں مگر وہ اس آڑ کو قیامت تک نہیں توڑ پائیں گے۔

حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے نکلا ہوا جملہ کہ میں ایسا روم یعنی مضبوط ترین آڑ بناؤں گا کہ تا قیامت یاجوج وماجوج لاکھ کوشش کے بعد بھی توڑ نہ سکیں گے حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوا۔ جانے کتنی صدیاں گزر گئیں مگر یاجوج وماجوج دیوار گرانا یا توڑنا تو بہت دور کی بات ہے اس کی ایک اینٹ پر بھی ذرہ برابر خراش تک نہ لا سکے، خدا کا کرنا کہ ان کی کوششیں جتنی تیز ہوتی جاتی ہیں اتنی میں دیوار مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جاتی ہے، سچ کہا مولانا روم علیہ الرحمہ نے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

''مدارک التنزیل'' اور ''صاوی شریف'' میں مذکور ہے کہ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیوار کی تعمیر سے پہلے بنیاد کھدوانے کا کام شروع کیا اور یہ بنیاد دو پہاڑیوں کے درمیان کھدوائی گئی۔ بنیاد چوڑی، کھلی اور گہری اس وقت تک کھودی جاتی رہی جب تک کہ پانی نہ نکل آیا، پھر آپ کے حکم پر گردونواح میں جتنے جنگلات تھے وہاں سے پتھروں اور لکڑیوں کا اچھا خاصا ذخیرہ لایا گیا، نیچے سے بنیاد کی بھروائی کا آغاز کیا گیا، پگھلائے ہوئے تانبے کے گارے سے پتھر جمائے گئے، لکڑیوں کو جلا کر ان کی تیز آنچ سے لوہے کو سرخ اور نرم بنایا گیا پھر اوپر اور نیچے لوہے کے تختوں کو چنا گیا اور ان کے درمیانی حصوں کو لکڑیوں اور کوئلوں سے پر کر کے اس میں آگ لگوا کر پہاڑ کی بلندی تک دیوار کو اونچا کر دیا گیا اور دونوں پہاڑوں کو ایسے ملا دیا گیا کہ درمیان میں کوئی بھی فاضل جگہ نہیں رکھی گئی، دیوار کو مزید مضبوط بنانے کے لئے اس میں پگھلا ہوا تانبہ پلا دیا گیا، نتیجتاً یہ دیوار قوی سے قوی تر اور انتہائی پائیدار و مستحکم بن گئی، واضح رہے کہ اس دیوار کی بلندی نوے فٹ موٹائی پچاس گز اور لمبائی تین میل ہے۔

اگرچہ یاجوج وماجوج کا قد بہت لمبا ہے اور ان کی زور آوری بھی مسلم ہے مگر اس کے باوجود نہ وہ دیوار کو توڑنے پر اب تک قادر ہو سکے نہ اسے پھلانگنے پر کامیاب ہو سکے اور نہ اس پر چڑھنے پر کیوں کہ یہ دیوار بلند ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد سپاٹ اور چکنی بھی ہے۔

کتب تفاسیر بتاتی ہیں کہ یاجوج وماجوج بائیس قبیلوں میں آباد تھے، ان بائیس قبیلوں سے ایک قبیلے کے لوگوں پر حضرت ذوالقرنین کے لشکر جرار کے کروفر اور شوکت وسطوت کو دیکھ کر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ وہاں سے بھاگ نکلے اور آج تک اس دیوار میں اکیس قبیلوں کے لوگ مقید ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ جس وقت یاجوج وماجوج کے اکیس قبیلوں کے افراد سد سکندری میں مقید کئے گئے تھے اس وقت ان کی تعداد اسی ہزار کی تھی اب خدا جانے ان کی تعداد کتنی ہو چکی ہوگی۔

حدیث پاک میں بھی ''یاجوج وماجوج'' کا تذکرہ متعدد مقامات پر ملتا ہے، بالخصوص صحیح المسلم میں جہاں قیامت کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہاں بڑی صراحت کے ساتھ ان کا ذکر موجود ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک تم ان نشانیوں کو نہ دیکھ لو پھر ان نشانیوں کا ذکر کیا اور فرمایا ''دھواں''، دجّال، دابۃ الارض، پچھّم سے سورج کا نکلنا، عیسیٰ بن مریم کا نازل ہونا، یاجوج وماجوج، تین مقامات پر زمین کا دھنسنا، ایک مشرق میں، دوسرے مغرب میں اور تیسرے جزیرۂ عرب میں اور ان کا دسواں وہ آگ ہے جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو گھیر کر محشی یعنی ملک شام کی طرف لے جائے گی، نیز حدیث پاک میں یاجوج وماجوج سے متعلق مندرج ہے کہ یہ روزانہ باری باری صبح سے شام تک دیوار کو توڑنے کی

کوششوں میں خوب زور آزمائی کرتے ہیں اور جب تھک جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ آج اتنا ہی چلو آرام کرتے ہیں پھر کل ہم اسے توڑیں گے، جب دوسرے روز صبح وہ دیوار توڑنے کی غرض جمع ہوتے ہیں تو یہ دیکھ کر ان کی حیرتوں کی انتہا نہیں رہتی کہ دیوار گذشتہ کل کی بہ نسبت اور مضبوط ہوگئی ہے، وہ متحیر وہراساں ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد تاسف کرتے ہیں اور مزید اپنی طاقتوں کا استعمال کرتے ہیں مگر انجام کار ہر آئندہ کل ان کے سامنے یہی حیرت ناک منظر نظر آتا ہے۔

یاجوج و ماجوج کی کوششیں صدیوں سے بدستور جاری ہے مگر انہیں کامیابی اس وقت ملے گی جب وقوع قیامت کا وقت قریب آجائے گا، روایتیں اس امیر حقیقت پر غماز ہیں کہ قرب وقوع قیامت کے وقت یاجوج وماجوج میں سے ایک فرد کہے گا اب چلو ان شاء اللہ کل اس دیوار کو توڑ دیں گے۔

ان شاء اللہ کہتے ہی اس کلمۂ مقدس کی ایسی برکتیں ظہور پذیر ہوں گی کہ وہ سد سکندری جو ہزاروں سال سے ٹوٹ نہ سکا تھا چشم زدن میں ٹوٹ جائے گا پھر ایک بار گی یاجوج و ماجوج سیلاب کی مانند ایک بہت بڑی تعداد کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے وحشیانہ انداز میں باہر نکل پڑیں گے۔

بہار شریعت میں مندرج ہے کہ یاجوج و ماجوج کا خروج اس وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجّال کو قتل کرنے کے بعد سارے مسلمانوں کے ساتھ کوہ طور پر محصور ہوں گے، یاجوج و ماجوج باہر نکلتے ہی اس قدر تباہی و بربادی مچائیں گے کہ روئے زمین کا کوئی حصہ ان کے روح فرسا فتنہ وفساد سے محفوظ نہیں ہوگا۔ ہر طرف وہ بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتے جائیں گے مگر تین شہروں میں وہ چاہ کر بھی داخل نہیں ہو پائیں گے، وہ تین مقدس شہر ہیں مکۃ المکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس، بعض حضرات نے چوتھی جگہ کی بھی روایت کی ہے یعنی ایسی جگہ جہاں کوئی شخص عبادت میں مشغول ہو یا مسجد میں پوشیدہ بیٹھا ہو، ان کی جرأت وجسارت کی یہ کیفیت ہوگی کہ وہ آسمان کی طرف ان کا پھینکا ہوا ہر پتہ خون سے لت پت زمین پر آ گرے گا، ان سے کوئی چشمہ اور تالاب محفوظ رہے گا اور نہ کوئی جانور یعنی وہ تمام جانوروں کو کھا جائیں گے اور چشموں اور تالابوں کا سارا پانی پی جائیں گے۔

یہ تباہ کاریاں ایک دو دن تک نہیں بلکہ متواتر چالیس دن تک جاری وساری رہیں گی، اس وقت کسی کے اندر اتنی ہمت و جرأت نہیں ہوگی کہ وہ اس فسادی گروہ کا مقابلہ کر سکے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا سکے، صورت حال یہ ہوگی کہ خواہ انسان ہوں یا حیوان جمادات ہوں یا نباتات سب کے سب یاجوج و ماجوج کے ظلم واستبداد کے شکار ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ قیامت کی ایک ایسی نشانی ہوگی جو قیامت صغریٰ کا دل دوز و جانکاہ منظر پیش کرے گی، کتابوں میں یہاں تک درج ہے کہ دریاؤں اور تالابوں کی کیا تخصیص وہ سمندر کا بھی سارا پانی پی جائیں گے یہاں تک کہ سمندروں میں خشکیاں چھا جائیں گی صرف یہی نہیں بلکہ وہ لوگ جو دجال کے ماننے والے کفار ہوں گے انہیں بھی وہ چٹ کر جائیں گے۔

اس سے پہلے کہ ہم یاجوج وماجوج کی ہلاکت کا ذکر کریں ایک اہم بات ذہن نشین رہے کہ بعض مورّخین و مصنّفین نے چنگیز اور ہلاکو خان کے لشکر کو یاجوج وماجوج لکھا ہے۔ یہ بات بالکل غلط اور قرآن مقدس کے فرمودات کے منافی ہے۔ کیوں کہ قرآن مقدس نے صراحۃً سد سکندری کا ذکر کیا ہے اور یاجوج وماجوج کا اس میں مقید ہونا بھی جیسا کہ آپ نے سابق صفحات میں ملاحظہ فرمایا ہے۔

ثانیاً یہ کہ یاجوج وماجوج کا نکلنا قرب قیامت کی علامات میں سے ہے اور یہ علامت اس وقت ظاہر ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا اور آپ کے ہاتھوں دجال کا قتل عمل میں آئے گا۔

المختصر جب یاجوج و ماجوج تباہی مچا رہے ہوں گے اور جب ان کا ظلم وستم حد سے متجاوز ہو جائے گا اور وہ بے خوف وخطر اپنی تباہ کاریوں میں مصروف ومشغول ہوں گے ایسے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب لم یزل کی بارگاہ بے بقیہ ص ۳۳ / پر

از: غلام مصطفیٰ رضوی *

کلام تاج الشریعہ میں عشق وعرفان کی موجیں

بامعنی اشعار روح کو تڑپا دیتے ہیں، دل کو مہکا دیتے ہیں، فکروں میں ارتعاش پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر تھکی تھکی طبیعت تازہ ہو اٹھتی ہے۔ پژمردہ دل کھل اٹھتے ہیں۔ اشعار کی دنیا کا عجیب عالم ہے، ہر ہر بامعنی اور نکتہ آفریں شعر کشش ورعنائی رکھتا ہے، تو پھر جب شاعری کا محرک وہ جذبہ ہو جس کا تعلق ظاہر سے نہیں باطن سے ہو، محبوب مجازی سے نہیں محبوب رب کائنات سے ہو، جہاں محبتوں کے گلگن سایا فگن ہوں تو جو شعر ان کے جلوؤں سے منصۂ شہود پر آئے گا وہ حقیقت کا عکاس اور مرض دل کا نباض ہوگا، آئینہ صدق و جمال ہوگا۔ صنف سخن میں ''نعت'' کی قدرومنزلت آشکار اور حق شعار رہی ہے، اس میں محبت وعشق کا التزام ضروری ہے یوں عرفان حاصل ہوتا ہے۔ نعت کا قصر رفیع خدائی اکرام و انعام سے نہال ومالا مال ہے اور اس میں ہر آن اہتمام شریعت کی پاس داری ورعایت درکار ہوتی ہے، یہاں ریاو تصنع کی بنیادیں نہیں چاہییں بلکہ صدق وصفا کا عنصر چاہیے، الفت وعقیدت کی واقعیت کے لیے صرف شعری حسن ہی درکار نہیں پاس شرع کا التزام بھی ہر لحظہ محل نظر رہے۔

فنی وشعری لوازمات کے ساتھ شریعت کی مکمل پاس داری علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں اخترؔ بریلوی کے کلام میں رچی بسی اور جلوہ ساماں دکھائی دیتی ہے، آپ کا اصل میدان تو خدمت شرع وحدیث اور دعوت وتبلیغ ہے لیکن قلب گداز کی تسکین اور موروثی دولت عشق وعرفان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترویج واشاعت کی خاطر زبان اختر محبوب کی یاد میں جب وا ہوتی ہے تو ایسے اشعار بھی ادب کے دامن کو نہال وبحال کر جاتے ہیں اور تپش دل کو بڑھا جاتے ہیں کہ الفت ومحبت الفاظ کی قبائے دل کش پہن لیتی ہے ۔

عطا ہو بے خودی مجھ کو خودی میری ہوا کر دیں
مجھے یوں اپنی الفت میں مرے مولیٰ فنا کر دیں

پی کے جو مست ہو گیا بادۂ عشق مصطفیٰ
اس کی خدائی ہو گئی اور وہ خدا کا ہو گیا

حضرت اخترؔ بریلوی اس محتاط ادبی اسکول کے تربیت یافتہ ہیں جہاں حزم واحتیاط کو فوقیت حاصل ہے، جہاں ادب واحترام کا شعور دیا جاتا ہے اور محبت بارگاہ نبوی کے آداب و احترام سکھائے جاتے ہیں، اس لیے کلام سحر طراز بے جا سے محفوظ رہتا ہے اور شعر شعر کا بنیادی مصدر قرآن مقدس ٹھہرتا ہے، اس جہت سے جب ہم عہد رواں کے محتاط وممتاز شاعر حضرت اخترؔ بریلوی کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو لفظ لفظ اور حرف حرف سے عشق و عرفان کی خوش بو پھوٹتی اور پھیلتی محسوس ہوتی ہے اور روح جھوم جھوم جاتی ہے، ایمان طراوت پاتے ہیں، الفاظ صف در صف نظر آتے ہیں۔ ہر ہر لفظ یوں جیسے انگوٹھی میں نگینہ اور اس زمیں پہ مدینہ، قلب بے قرار طیبہ کی یاد میں مچل اٹھتا ہے اور ایسے شعر بھی سخن کو اوج عطا کرتے ہیں ۔

جاں توئی جاناں قرار جاں توئی
جان جاں جان مسیحا آپ ہیں

مہ وخورشید وانجم میں چمک اپنی نہیں کچھ بھی
اجالا ہے حقیقت میں انھیں کی پاک طلعت کا

اٹھاؤ بادہ کشو! ساغر شراب کہن
وہ دیکھو جھوم کے آئی گھٹا مدینے سے

محبت میں ادب وآداب کا لحاظ بڑا نازک امر ہے اس لیے کہ محبوب خدا کا ادب واحترام ایمان کی کسوٹی ہے یہ اگر مجروح ہوا تو دل کا عالم زیروزبر ہو جائے گا، عقیدے کی فصل جل جائے

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

گی، فکر کی جولانی ماند پڑ جائے گی۔نعت کی نازک منزل میں بھی حضرت علامہ اختر رضا بریلوی کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی بلکہ وہ شریعت کے ادب و آداب کی پاس داری کو مقدم رکھتے ہیں، اسی لیے آپ کے اشعار سے جہاں سخن کو تابندگی ملتی ہے وہیں دل کے سب داغ دھل جاتے ہیں اور محبت وعشق کے دیے جل اٹھتے ہیں۔تو ایسے اشعار بھی تخیل کا جھومر بنتے ہیں ؎

چشم تر وہاں بہتی دل کا مدعا کہتی
آہ! باادب رہتی مونھ میرا اسل جاتا

دل کا ہر داغ چمکتا ہے قمر کی صورت
کتنی روشن ہے رخ شہ کے خیالات کی رات

یاد رخ شہ دل کا قرار اور ایمان کا سنگھار ہے اور اسی لیے جب ''بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے''۔ایک درکریمی ہے جس سے دور ہو رہنے سے انسانیت کی رسوائی ہے، ذلت و ناکامی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج غم دوراں نے مسلمانوں کو خون رلا دیا ہے، غم عشق نبی ﷺ فکر ونظر میں سما جائے تو دنیا کا کوئی غم حسرت و یاس میں نہ ڈال سکے گا، شعور کے نشیمن کو خاکستر نہ کر سکے گا، عقیدے کی دنیا میں خزاں نہ لا سکے گا ؎

جب کبھی ہم نے غم جاناں کو بھلایا ہوگا
غم ہستی نے ہمیں خون رلایا ہوگا

جب محبت وعقیدت کی بہاریں شبستاں میں عود کر آئیں، تو محب کی ہر ہر ادا محبوب کی محبت کی غمازی کرنے لگتی ہے، آج بساط عالم میں تقویٰ وطہارت، نجابت واستقامت، الفت ووارفتگی، اسوۂ حسنہ پر عمل اور سنتوں کی ادائیگی میں علامہ اختر رضا خاں ازہری کی ذات ایک مثال بن چکی ہے اور کردار کی چمک، افکار کی دمک، اخلاص کی مہک نے کلام کو مؤثر بنا دیا ہے، جو پڑھتا ہے وارفتہ ہو جاتا ہے، عشق نبوی کی چنگاری سلگ اٹھتی ہے اور تمنائے زیست کشاں کشاں کوچۂ محبوب میں منزل حیات ''قضا'' سے ہم کنار ہوا چاہتی ہے، وہ موت کی گھڑی میں محبوب کے جلوؤں کی تمنائی ہوتی ہے، کیسی ایمان افروز تمنا کہ جسے سخن کی معراج قرار دینا بجا کہیے ؎

زندگی اب سر زندگی آگئی
آخری وقت ہے اب مدینے چلیں

گل ہو جب اختر خستہ کا چراغ ہستی
اس کی آنکھوں میں تیرا جلوۂ زیبائی ہو

ڈنمارک کے شاتمان رسول نے ایسی جسارت کر لی کہ جس کے تصور سے ہی روح کانپ کانپ اٹھتی ہے، خیالی کارٹون بنا کر ان سے منسوب کیا یوں متاع عشق کو ناپنا چاہا، مسلمانوں کے جائے قرار کی توہین کر کے ایمان کو بے قرار کرنا چاہا، ایمانی درجۂ حرارت کو ناپنا چاہا تو ضروری ہوا کہ عہد کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے اس طرح سے کہ رحمت عالم ﷺ کے عشق وعرفان کا درس دیا جائے، دشمنان اسلام کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا جائے، ویسے تو رب تعالیٰ نے جب خود اپنے محبوب کے ذکر کو بلند فرما دیا تو پھر ہر لحہ ذکر محبوب کیوں نہ کیا جائے، اب جب کہ مخالفت کی آندھیاں چلائی جا رہی ہیں تو ضروری ہوا کہ نعت کے نغمات الاپے جائیں، ان کے تذکار کی خوش بو سے ہر ذرۂ دہر کو مہکا دیا جائے۔ کلام اختر جذبات کو سہارا دیتے ہیں، اشعار سے روح کیف آشنا ہو جاتی ہے، درد محبت دکھوں کا مداوا بن جاتا ہے ؎

درد الفت میں دے مزا ایسا
دل نہ پائے کبھی قرار سلام

راقم نے قلم برداشتہ لکھے گئے اس مختصر سے مضمون میں علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری کے نعتیہ اشعار میں نبوی عشق وعرفان کی موجوں کی ایک سرسری جھلک دکھا دی ورنہ اس موضوع پر حق تحریر کوئی ادب شناس ہی ادا کر سکتا ہے۔آپ کے نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش'' (مطبوعہ ممبئی و بریلی و دہلی) میں شرعی التزام و اہتمام کے ساتھ شعور محبت رسول ﷺ کو پروان چڑھایا گیا ہے عہد رواں کی باد مسموم میں اسی عشق ومحبت کے عرفان کی ضرورت ہے ''جو قلب کو تڑپا دے اور روح کو گرما دے۔'' اور کشت ایماں کو سرسبز وشاداب کر دے۔

☐☐☐

اٹھائیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تا کہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تا کہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی اٹھائیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض... ۲۴: اگر کسی کو قرض دیا ہو تو کیا ان پیسوں پر زکاۃ واجب ہوگی؟

ارشاد...: اس پر زکاۃ ہے جب کہ وہ قرض زندہ ہو یعنی وہ مدیون سے قرض لے سکتا ہے وہ موجود ہے اور اس پر شہادت اور گواہ اس نے کر لئے ہیں اور مدیون سے قرض لینا آسان ہے اور وہ اس سے لے سکتا ہے اگر قرض زندہ ہے اس طور پر تو اس میں یہ ہے کہ جب تک اُس کے پاس رہا زکاۃ اس پر سال بہ سال واجب ہوگی اور اس کی ادائیگی جب واجب ہوگی جب کہ وہ پورا قرض یا بقدر خمس نصاب، نصاب کا پانچواں حصہ جب مل جائے گا تو اس کی ادائیگی اس پر واجب ہوگی۔

عرض... ۲۵: کیا کسی مذہبی ٹی وی چینل کو زکاۃ یا فطرہ دیا جاسکتا ہے؟

ارشاد...: مذہبی ٹی وی چینل! میرے نزدیک تو سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کون سا ٹی وی چینل مذہبی ہے اور کون سا غیر مذہبی ہے؟ اور جو تصویر کشی اور تصویر کی نمائش کی جاتی ہے اس سے کوئی چینل مذہبی نہیں رہتا اور کوئی پروگرام مذہبی نہیں رہتا یہ دین کو تماشا بنانا ہے اور زکاۃ اور فطرہ وغیرہ صدقات واجبہ کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس کا مصرف فقیر مسلم ہے ٹی وی چینل یا مدرسہ یا مسجد یا قبرستان اس کا مصرف نہیں ہیں۔

عرض...۲۶: کسی ایسی مذہبی جماعت یا تحریک کو زکاۃ یا فطرہ کی رقم دی جاسکتی ہے جن کے بدمذہبوں سے تعلقات ہوں؟

ارشاد...: زکاۃ اور فطرہ کی ادائیگی کے سلسلے میں یہ سوال مکرر ہے اس کا تو بارہا بتادیا گیا کہ اس کی مستحق نہ کوئی جماعت ہے نہ کوئی ادارہ ہے اور نہ کوئی مسجد ہے نہ مدرسہ ہو وہ مذہبی ہو وہ خالص مذہبی جماعت ہو یا کسی بدمذہب سے متصل ہو تعلق رکھتی ہو اس کا مصرف جماعت وغیرہ نہیں ہیں اس کا مصرف فقیر مسلم ہے فقیر مسلم کو حیلہ کر کے وہ رقم کسی کو دے دی گئی تو زکاۃ ادا ہو جائے گی البتہ یہ اور بات ہے کہ کوئی تحریک یا جماعت بدمذہبوں سے تعلقات جس کے ہیں وہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کی امداد اور اعانت اور خصوصاً زرِ زکاۃ سے کی جائے یہ سخت بے جا ہے۔

عرض...۲۷: اگر سید لڑکی کی شادی شیخ لڑکے سے ہو جائے تو کیا لڑکی کا نسب ختم ہو جائے گا اور وہ سید کی جگہ شیخ ہو جائے گی؟

ارشاد...: نہیں اس سے تو نسب ختم ہونے کی کوئی بات نہیں ہے وہ اپنے نسب پر رہے گی اور سید زادی کا نکاح اگر شیخ سے کردیا اور شیخ عام طور پر عربوں میں جو قریش خاندان کے فاروقی، صدیقی، عثمانی یا علوی ان میں سے کسی سے کردیا تو اس صورت میں عرب، قریش آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں نکاح صحیح ہے (اسی طرح) اس وجہ سے وہ لڑکی سیدوں میں دی گئی اس بنا پر وہ لڑکی سید نہیں ہو جائے گی۔

عرض...۲۸: کیا پلنگ پر گدے کے اوپر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: گدے کے اوپر نماز پڑھنے کے لئے شرط یہ ہے کہ گدا اگر سخت ہے اور پیشانی سجدے میں جم جائے گی تو اس صورت میں نماز پڑھ سکتے ہیں اور نماز ادا ہو جائے گی ورنہ اگر وہ اتنا نرم ہے کہ پیشانی نہیں جمتی ہے تو نماز نہیں ہوگی۔

عرض...۲۹: اگر کوئی پلنگ پر نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے سامنے سے گزر سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد...: سامنے سے گزرنے کا یہی ہے کہ اگر اس کے اعضا جو پلنگ پر نماز پڑھ رہا ہے گزرنے والے کے اعضا کے اگر محاذی ہیں تو اس صورت میں اگر اس کی موضع سجود جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے خاشعین کی سی اگر نماز پڑھتا ہے اور موضع سجود پر نظر جما کر نماز پڑھتا ہے تو جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے اس حد تک اس کے سامنے سے گزرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ زیادہ اونچا ہے اور اِس کے اعضا اُس کے اعضا کے محاذی نہیں ہیں تو اس صورت میں گزر سکتا ہے۔

عرض...۳۰: سونے، چاندی یا فارن کرنسی پر زکاۃ اس کی قیمت خرید کے مطابق دینی ہوگی یا حالیہ مارکیٹ ویلیو کے مطابق؟

ارشاد...: حالیہ مارکیٹ ویلیو کے مطابق۔

عرض...۳۱: کیا نماز جنازہ کے لئے وضو کی ضرورت ہے؟

ارشاد...: وضو بہتر ہے اور اگر نمازِ جنازہ تیار ہے وضو میں مصروف ہوگا تو نہیں ملے گی تو تیمم کر سکتا ہے اور نمازِ جنازہ میں شریک ہو سکتا ہے اس لئے کہ نمازِ جنازہ حقیقتاً یہ نماز نہیں ہے بلکہ میت کے لئے دُعا ہے۔

عرض...۳۲: اللہ ہو کا جوذکر کیا جاتا ہے اس کے کیا معنیٰ ہیں؟

ارشاد...: اللہ ہو کے کیا معنیٰ ہیں؟ یہ تو عجیب سوال ہے! اللہ اسم جلالت ہے مستجمع جمیع صفات کمال، اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے یہ اسم خاص ہے اور حقیقتاً یا مجازاً کسی اور کے لئے یہ نام بولنا اور اطلاق کرنا ناجائز ہے باقی اس سے اور کیا پوچھنا چاہتے ہیں سائل یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

عرض...۳۳: میں نے بچپن میں اپنی چچی کا دودھ پیا ہے یعنی وہ میری رضاعی ماں ہیں کیا میں ان کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہوں؟

ارشاد...: نہیں اس صورت میں جب آپ نے چچی کا دودھ پیا ہے، وہ آپ کی رضاعی ماں ہوگئی تو اس کی بیٹی آپ کی رضاعی بہن ہے۔

''**انہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب۔** (سنن ابن ماجۃ، ۳/۱۱۹) نسبی اور خون کے رشتوں سے جو رشتے حرام ہیں، وہ دودھ کے رشتے سے بھی حرام ہیں۔''

عرض...۳۴: کیا عورت عورتوں کی جماعت کرواسکتی ہے اور امام بن سکتی ہے؟

ارشاد...: ناجائز ہے مکروہ تحریمی ہے۔

عرض...۳۵: کیا خواتین اپنے گھر پر عیدین کی نماز پڑھ سکتی ہیں؟

ارشاد...: اس کی اجازت نہیں ہے۔

عرض...۳۶: آج کل اعتکاف کے دوران مسجد میں ٹی وی بھی رکھا جاتا ہے جس میں مذہبی پروگرام چلائے جاتے ہیں جن میں بے حیائی، بدنگاہی یا موسیقی نہیں ہوتی تو اعتکاف میں اس کی اجازت ہے اور کیا اعتکاف پر اس سے کوئی فرق آئے گا؟

ارشاد...: نہ اعتکاف میں اس کی اجازت ہے اور نہ کسی طور پر اس کی اجازت ہے اور یہ مذہبی پروگرام ہے ہی نہیں دین کو تماشا بنانا ہے اور ٹی وی کا استعمال اور خصوصاً مسجد میں یہ زیادہ حرام اشد حرام ہے۔

عرض...۳۷: میں پینٹ (کلرنگ) کا کام کرتا ہوں ہمارے علاقے میں بدمذہبوں کی مسجد ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ میں وہاں نیا پینٹ کروں اور وہ مجھے اس کی اجرت دیں گے کیا یہ میرے لئے جائز ہے؟

ارشاد...: پیشے کے طور پر پینٹنگ کا پیشہ ہے یہ جائز پیشہ ہے لیکن اگر بدمذہبوں کی اجرت سے اور ان کا مزدور بننے سے احتراز کر سکتا ہے تو احتراز کرے اس لئے کہ بدمذہبوں سے معاملت بھی جائز نہیں ہے۔

عرض...۳۸: آج کل فلیور ملا ہوا مسواک ملتا ہے مثلاً لیمن، منٹ وغیرہ تو روزے کی حالت میں اس مسواک کا استعمال کر سکتے ہیں؟

ارشاد...: اس میں یہ ہے کہ دُرِّ مختار میں فرمایا:

"کرہ لہ ذوق شیئ۔ (درمختار، ۲/۴۱۶) کسی چیز کا روزے کی حالت میں چکھنا مکروہ ہے۔"

اور یہاں کراہت تحریمی نہیں ہے بلکہ کراہت تنزیہی ہے یعنی یہ خلاف اولیٰ ہے اس کا مآل مگر اس سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا البتہ بہتر یہ ہے کہ بچے۔

عرض...۳۹: کیا الٹی (قے) آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ارشاد... : اگر منہ بھر تے آئی اور کچھ وہ ضبط نہ کر سکا اور کچھ اس کے حلق میں واپس ہوگئی تو روزہ چلا گیا بشرطیکہ اس کو روزے دار ہونا یاد ہو۔

عرض...۴۰: کیا پورے انتیس یا تیس دن کی تراویح ایک ہی مسجد میں ایک ہی امام کے پیچھے پڑھنا ضروری یا مستحب ہے؟ یا مختلف مساجد میں ادا کر سکتے ہیں؟

ارشاد...: مختلف مساجد میں ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اس میں کیا حکمت اور کون سی مصلحت ہے؟ اگر آپ کسی محلے کے رہنے والے ہیں تو آپ کے لئے آپ کی مسجدِ محلہ میں جو تراویح قائم ہے اور امام جامع شرائط امامت ہے اور وہ صحیح القراءت ہے صحیح الطہارت ہے اور مسائل نماز سے واقف ہے اور اس کے مخارج وغیرہ صحیح ادا کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ چھوڑ کر الگ الگ جائیں البتہ کسی ضرورت کی بنا پر آپ گئے تو مختلف مساجد میں آپ پڑھ سکتے ہیں۔

عرض...۴۱: عمرہ کے لئے حکومت کی طرف سے پابندی ہے کہ چالیس سال سے کم سنگل لوگوں کو ویزا نہیں ملے گا مگر لوگ یا تو خود کسی نہ کسی کا جھوٹا محرم بن کر ویزا لے لیتے ہیں یا گروپ والے کسی کا جھوٹا محرم بنا دیتے ہیں کیا ایسی صورت میں عمرہ کرنا جائز ہوگا؟

ارشاد...: عمرہ جائز ہے اس سے عمرہ کے جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ دھوکہ دینا اور جھوٹ بولنا اس کا ارتکاب جائز نہیں۔

عرض...۴۲: ۳، ۵، ۶، ۱۰ روزہ تراویح کا کیا حکم ہے؟

ارشاد...: کم از کم تین دن میں قرآن شریف ختم ہونا چاہئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے یہی فرمایا اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ صحیح القراءت، تصحیح مخارج کے ساتھ اور تجوید کے ساتھ پڑھے اور سارے الفاظ شروع سے لے کر آخر تک سب مسموع ہوں، ادا ہوں تو یہ کم از کم تین دن اور پانچ، چھ اور دس دن اور زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور یہ جو لوگوں نے نکالا ہے کہ ایک ہی روز میں ختم کرتے ہیں اس میں بھی یہ ہے کہ اگر اتنی جلدی اس نے پڑھا کہ یعلمون، تعلمون کے سوا کچھ پتا نہیں لگتا تو اس صورت میں اس شیینے کا کیا پوچھا جائے وہ تراویح اور وہ نماز اصلاً ہوگی نہیں۔

عرض...۴۳: ہمارے امام صاحب کہتے ہیں کہ ایصال ثواب کے لئے ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھیں اور پھر وہ خود ہی بلند آواز سے سورۂ فاتحہ وسورۂ اخلاص کی تلاوت کرتے ہیں برائے کرم یہ بتائیے کہ کیا ہمیں اس وقت سورۂ فاتحہ وسورۂ اخلاص کی تلاوت کرنی چاہئے جب وہ پڑھ رہے ہوتے ہیں یا ہمیں ان کی تلاوت سننی چاہئے؟ برائے کرم اردو میں جواب عنایت فرمادیں۔ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اگر امام نے یہ کہا کہ ایصال ثواب کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھئے اور تین تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھئے تو اس صورت میں اگر اس نے قراءت آواز سے شروع کر دی تو اس صورت میں فرض ہے کہ اس کی قراءت کو سنیں اور اس کی قراءت کے دوران خاموش رہیں اور اس کی قراءت کے بعد آپ اپنی قراءت اس کے فارغ ہونے کے بعد آہستہ آہستہ پڑھ سکتے ہیں۔

عرض...۴۴: اگر مال پر قبضہ کئے بغیر بیچ دیا تو آمدنی حلال ہوگی یا حرام؟

ارشاد...: بیع کی صحت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس چیز کو بیچ رہا ہے وہ اس کے قبضے میں ہو اور غیر مقبوض کی بیع سے حدیث میں منع فرمایا گیا ہے اور آمدنی کے حلال اور حرام ہونے میں کتب فقہ میں اس کی تفصیل ہے جو سر دست مجھے مستحضر نہیں ہے بہارِ شریعت وغیرہ سے اس کا مطالعہ کر کے معلوم کیا جائے اور اگر مبیع اس کے قبضے میں نہیں تھا اس صورت میں ثمن یہی سمجھ آتا ہے کہ وہ ثمن اس کو ناجائز ہے جب تک کہ وہ اس پر قبضہ نہ کرادے۔

عرض...۴۵: کیا میں اپنی منگیتر کے ساتھ کام کر سکتا ہوں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: کام کی کیا نوعیت ہے؟؟

عرض...۴۶: کیا میاں بیوی شادی کے بعد دو سال کے لئے علیحدہ علیحدہ رہ سکتے ہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: میاں اور بیوی کا علیحدہ علیحدہ رہنا اور وہ بھی سال دو سال کے لئے اگر بغیر کسی مجبوری کے ہے تو یہ اچھا نہیں ہے اور بعض حالات میں یہ سخت مضر ہے اور اگر اس میں کوئی حاجت شرعیہ یا ضرورت ہے تو اس کے اعتبار سے حکم بدل جائے گا اگر وہ مجبور ہے رہنے پر مثلاً اس کا کاروبار یا اس کا روزگار وہیں پر ہے اور وہ بیوی کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تو اس صورت میں اجازت ہے۔

عرض...۴۷: نماز تراویح میں کتنی رکعات ہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: بیس رکعات۔

عرض...۴۸: بُرے اور ڈراؤنے خوابوں سے بچنے کے لئے کوئی وظیفہ یا عمل عنایت فرمائیں؟

ارشاد...: آیت الکرسی پڑھیں ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت اور چاروں قل ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت پڑھیں ان شاء اللہ بدخوابی نہیں ہوگی۔

عرض...۴۹: میں فارن ایکسچینج کا بزنس کرنا چاہتا ہوں اس کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ میں ہزار ڈالر خریدوں گا پھر جب اس کی قیمت بڑھ جائے گی تو اسے بیچ دوں گا جس سے مجھے منافع ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی رقم گر جائے تو نقصان کا بھی اندیشہ ہے کیا یہ طریقۂ تجارت جائز ہے؟

ارشاد...: اگر یہ طریقہ ایسا ہے جیسا کہ آج کل شیئر وغیرہ خریدتے ہیں کہ شیئر خریدتا ہے آدمی اور فوراً اس کی قیمت گر جاتی ہے اور کبھی صفر ہو جاتی ہے تو یہ تو مخاطرت بالمال اور ایک طرح سے جوئے کی صورت ہے جو ناجائز ہے اور اگر اس میں عام طور پر ایسا نہیں ہوتا اور عام حالات میں اس کو نفع کی امید ہے اور اس کا مال ڈی ویلیو نہیں ہوگا اور وقت ضرورت جب موقع آئے گا مناسب تو اس کو وہ اچھی قیمت پر بیچ سکتا ہے تو اس صورت میں یہ تجارت جائز ہے۔

عرض...۵۰: ایک قبرستان ہے عیسائیوں کا جس میں ساٹھ سالوں سے کوئی بھی دفن نہیں کیا گیا اس کے برابر میں مسلمانوں کا قبرستان ہے جو فل ہو چکا ہے کیا مسلمان یہ عیسائیوں کا قبرستان خرید سکتے ہیں اور مسلمان دفن کر سکتے ہیں؟

ارشاد...: ساٹھ سال سے خالی ہے اور اس میں کوئی دفن نہیں کیا جاتا تو اس کو خرید سکتے ہیں خالی جگہوں میں بقیہ ص ۴۳ پر

(از: مولانا محمد اسلم رضا قادری اشفاقی *

دینی مدارس کا نظام تعلیم! ایک تعارف

محقق عالم اہل سنت، گرامی قدر حضرت علامہ مولانا کمال احمد علیمی نظامی صاحب استاذ جامعہ علیمیہ، جمدا شاہی (یوپی) کی گراں قدر مختصر مگر جامع تصنیف لطیف ہے، جو قدیم وجدید نظام تعلیم وتربیت پر محیط ہونے کے ساتھ دینی ودنیوی علوم کی تعلیم وتبلیغ وتدریس کی طرف رغبت پیدا کرنے والی ایک مفید ترین کتاب ہے جس کا مطالعہ افادہ سے خالی نہیں۔

تحصیل وتکمیل علوم دینیہ کی جانب قرآن وحدیث میں جابجا توجہ مبذول کرائی گئی ہے اور اس کی ضرورت واہمیت کو بارہا بیان کر کے اذہان وقلوب کو شوق دلایا گیا، تاکہ قوم مسلم دینی علوم میں مصروف ومنہمک رہ کر اقوام عالم پر سرداری کرے۔

آج امت مسلمہ میں مدارس وجامعات کے بنا وقیام کا جو تصور ومزاج پایا جاتا ہے وہ اس نبوی درسگاہ تعلیم وتربیت کا صدقہ وثمرہ ہے جسے اصحاب صفہ کہا جاتا ہے، جہاں سے عالم انسانیت کو عظیم وجلیل محدث ومفکر اور مدبر عطا ہوئے، اسی مدرسہ نبوی میں حضرت ابوہریرہ وابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی مشکوۃ رسالت سے فیض یاب ہو رہے تھے جن کی علمیت ودیانت کے روبرو آج سارے اہل علم کی گردنیں خم ہیں۔

مولانا موصوف نے اپنی اس کتاب میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے:

"اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے والد ماجد امام المتکلمین، حضرت علامہ مفتی نقی علی خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اے عزیز علم اشرف صفات اور افضل کمالات ہے، کسی صفت سے دل کو وہ روشنی اور صفائی اور وسعت اور فراخی حاصل نہیں ہوتی جو علم کی بدولت ہاتھ آتی ہے۔"

حضرت سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"علم مدار کار اور قطب دین ہے جو کچھ زمین وآسمان میں ہے علم وعبادت کے واسطے ہے۔" (تفسیر سورۃ الم نشرح، ص ۱۹)

دینی مدارس ومکاتب کا نصاب تعلیم اور نظام تربیت موجودہ دور کی ضروریات سے بالکل خالی بھی نہیں ہے ہاں حالات حاضرہ کے حساب سے کچھ جدید علوم وفنون کو شامل کرنا قرین از قیاس ہے، جیسا کہ مؤلف کتاب نے اس رائے کا اظہار بھی کیا ہے، ہاں فقہ وحدیث اور علوم قرآن کی ترسیل وتعلیم کبھی کمزور نہ ہونے پائے ورنہ دین مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا سارا نظام درہم برہم ہوسکتا ہے۔

لہٰذا جو حضرات دینی جامعات کے منشا ومقصود سے واقف ہیں وہ کبھی بھی اس قسم کی جدت کو مخالف نہیں جانتے ہیں، انگریزی کی تعلیم ایک زمانہ تک ہمارے مدارس کے لئے مضر سمجھی جاتی تھی لیکن اب الحمدللہ تمام مدارس میں زور وشور سے پڑھائی جاتی ہے اور اس کا خاطر خواہ فائدہ بھی حاصل ہو رہا ہے، اس حوالے سے خود امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر بھی فرمایا ہے، میرے ممدوح نے اس حوالے سے اچھا تأثر پیش کیا ہے۔

مولانا محترم جہاں ایک قابل وماہر عربی استاد ہیں وہیں جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کے نامور اور لائق وفائق فاضل جلیل ہیں، فقیر کے موصوف سے پچھلے کئی سالوں سے روابط وتعلقات ہیں، میں نے انھیں ایک مخلص وپیکر محبت پایا ہے، جب خلیفہ اعلیٰ حضرت، مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر "پیام حرم" کا "مبلغ اسلام نمبر" کے عناوین کا انتخاب کیا جا رہا تھا تو اس موقع پر راقم کے نام بھی ایک دعوت نامہ بعنوان "مبلغ اسلام کے معاصرین" آیا تھا بقیہ ص ۴۳ رپر

* مضمون نگار سنی ایجوکیشنل ٹرسٹ باسنی، ناگور شریف کے رکن ہیں۔

از: مفتی شمشاد احمد مصباحی*

آہ! شہباز دکن ہم سے رخصت ہو گئے

ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلے شوشل میڈیا کے ذریعہ یہ افسوس ناک خبر موصول ہوئی کہ حیدرآباد دکن کی سرزمین پر بریلی کی نمائندگی کرنے والے، اسلام کے عظیم داعی، مسلک کے بے باک ترجمان، مفتی اعظم ہند کے خلیفہ، حضرت علامہ مفتی مجیب علی رضوی رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف ادھر کچھ دنوں سے بیمار چل رہے تھے، علاج کا سلسلہ جاری تھا، ماہر ڈاکٹر علاج ومعالجہ کے ذریعہ بچانے میں لگے تھے مگر رب کا بلاوا آ گیا اور آپ سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر سفر آخرت کی طرف کوچ کر گئے، انتقال کی خبر سے پوری جماعت اہل سنت میں سوگ کی لہر دوڑ گئی، کیوں کہ حیدرآباد کی سرزمین پر جس مضبوطی سے آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرواشاعت کا کام کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے، صلح کلیت کے ماحول میں مسلکی تصلب کا چراغ روشن کرنا سب کے بس کی بات نہیں، مفتی مجیب علی رضوی پر رضویت کی چھاپ تھی، وہ مفتی اعظم ہند کے شیدائی تھے اور تاج الشریعہ کے دیوانے بھی، تمام اختلافی مسائل میں شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے فیصلے کے مطابق عمل کرتے اور اپنے مریدین کو بھی اسی کے مطابق عمل کی ترغیب دیتے، انھوں نے حیدرآباد میں مسلمانوں کو صلح کلیت سے بچانے کے لیے ایک عظیم ادارہ اور ایک وسیع وعریض مسجد بھی بنائی تھی جس میں دور دور سے لوگ جمعہ کے لئے آتے تھے اور مفتی مجیب علی کی تقریروں سے اپنے دین وایمان کو مضبوط کرتے، ان کے مدرسے کے فارغین اور شاگردوں کے ذریعہ بھی حیدرآباد میں تصلب کا اچھا ماحول بنا اور یہی ادارہ قائم کرنے مقصد بھی تھا۔

اگر بزرگوں نے مفتی صاحب موصوف کا حیدرآباد کے لئے انتخاب نہ کیا ہوتا تو حیدرآباد میں میں شاید کسی سنی صحیح العقیدہ امام کا ملنا بھی دشوار ہوجاتا، مفتی صاحب مسلک ومذہب کے حوالے سے بہت حساس تھے، جب بھی مذہب ومسلک کے خلاف کوئی فتنہ پیدا ہوتا اس کی روک تھام کے لئے فوراً سرگرم ہوجاتے اور بڑے پیمانے پر پمفلٹ، کتابچہ یا جلسہ کرکے فتنوں کا سدباب کرتے، ان کے جلسوں میں خطبا کا عنوان مقرر ہوتا، اسی عنوان پر تقریر کے وہ پابند ہوتے اور ضرورت اور حالات کے مطابق عناوین بدلتے رہتے، سال میں دو تین بار مجھ فقیر کو بھی مدعو کرتے، تین طلاق کی شرعی حیثیت، حسام الحرمین اور مسئلہ تکفیر، فضیلت امیر معاویہ، افضلیت صدیق اکبر، فضیلت صحابہ و اہل بیت، فضیلت امام جعفر صادق، مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟ بیس آیاتِ جہاد کی صحیح تشریح جیسے درجنوں عنوانات پر میری تقریریں کرائیں اور خود موجود رہ کر تقریر سنتے اور خوب خوب دعاؤں سے نوازتے، میری آخری ملاقات ابھی دو تین ماہ پہلے شعبان ھ مطابق اپریل ء کو مرکز اہل سنت حیدرآباد کے سالانہ "استقبال رمضان" کے جلسے میں ہوئی اور تقریر کے بعد مجھ فقیر کے بارے میں جن الفاظ میں اپنے گرانقدر تاثرات کا اظہار فرمایا وہ میرے لیے نہایت قیمتی سرمایہ ہیں۔

آج جبکہ وہ ہم سے رخصت ہو گئے ان کی ایک ایک بات یاد آرہی ہے ان کا حسین اور خوبصورت چہرہ، ان کی خوبصورت تلاوت، گرجدار آواز، پر مغز خطاب، بلند اخلاق، شاندار ضیافت، کرم فرمائی وذرہ نوازی، بار بار آتے رہنے کی تلقین، ساری باتیں یاد آرہی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی تمام دینی خدمات قبول فرما کر مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو بالخصوص حضرت مولانا اویس رضا قادری اور محامد رضا کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔ ❑❑❑

* مضمون نگار جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو کے مفتی اور استاد ہیں۔

دلوں میں شوقِ شہادت حسین آپ سے ہے

(از: مولانا محبوب گوہر اسلام پوری، مظفر پور

کشادہ بابِ عزیمت حسین آپ سے ہے
دلوں میں شوقِ شہادت حسین آپ سے ہے

ہے انقلاب کی شہ سرخی آپ سے روشن
عیاں بقا کی عبارت حسین آپ سے ہے

تپش رگوں میں ہے موجود سرفروشی کی
لہو میں باقی حرارت حسین آپ سے ہے

جہاں رہے گا بہر حال سرخرو ہوگا
جسے بھی سچی محبت حسین آپ سے ہے

تحفظاتِ شریعت میں جاں لٹانے کی
جہاں میں زندہ روایت حسین آپ سے ہے

نہ زندگی میں سکوں ہے نہ بعدِ مرگ نجات
جسے بھی بغض وعداوت حسین آپ سے ہے

نہ دست و بازو میں آئے گی اس کے کمزوری
کہ فیضیاب شجاعت حسین آپ سے ہے

ہر ایک قصر عداوت زمین بوس ہوا
فصیل عشق سلامت حسین آپ سے ہے

یہ تم بھی بول دو شعری زبان میں گوہر
متاعِ صبر وصداقت حسین آپ سے ہے

دعوئ عدل اس کا ہے مثلِ حباب

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

ہند میں کیسا یہ آیا ہے عذاب
زیست ہوتی جارہی ہے نیم خواب

ہر طرف آہ و بکا کا ہے سماں
درد سہنے کی کہاں کس میں ہے تاب

بابری مسجد کی آہوں کا اثر!
کرب میں ہے مبتلا بھارت جناب

بہتا جاتا ہے لہو کشمیر کا
حکمراں کی بے بسی ہے پر شباب

آہ بھرتی جاتی ہے مظلومیت
جانے کب تک وار ہے گا شر کا باب

دیکھ کر بے بس کسانوں کا ہجوم
شرم سے جمہوریت ہے آب آب

جو تھا پہلے بحر ناپیدا کنار
بن گیا چشم زدن میں وہ سراب

کیسے ہو پائیں گے اب از بر دروس
دیمکوں کا ہے نوالہ جب کتاب

اب نہ بچ پائے گا ظالم قہر سے
ظلم ہوتا جارہا ہے بے حساب

جس کو اندازہ نہیں ہے سطح کا
کیسے وہ دیکھے گا کیا ہے زیر آب

کوئی مانے یا نہ مانے سچ ہے یہ
کیف سے رہتا ہے غم کا انتساب

روتی ہے جمہوریت اب زار زار
پیتا ہے حاکم مظالم کی شراب

جس کی خو ہے مسجدوں کا انہدام
دعوئ عدل اس کا ہے مثلِ حباب

جاننا ہے گر تمہیں وجہِ زوال
پہلے کرنا ہوگا اپنا احتساب

ظلم سے ہو جائیں تائب حکمراں
ورنہ لے ڈوبے گا کووِڈ کا عذاب

قوم مسلم بھی کرے خود سے سوال
چاہیے بربادیوں کا گر جواب

اس سے کیا امید رکھیں عدل کی
چاٹتا رہتا ہے جو اپنا لعاب

ایک ہی صورت ہے قدسی امن کی
لانا ہوگا ہند میں اب انقلاب

یوم ولادت پہ بارگاہ امام احمد رضا میں خراج عقیدت

شیخ الاسلام والمسلمین مجدد اسلام سیدنا سرکار امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یوم ولادت کے موقع پر مورخہ ۱۰؍شوال المکرم ۱٤٤٢ھ کو برمکان بانی رضا اسلامک مشن ومفتی اعظم گنگا گھاٹ اناؤ حضرت مولانا تحسین رضا صاحب قادری میں یوم رضا کی محفل منعقد ہوئی، جس میں مشن ہذا کے ممبران حضرات وغلامان غوث وخواجہ رضا نے شرکت فرمائی۔

شرکا حضرات میں سے محمد توفیق رضا، محمد حسن نواز، محمد ادیب رضا، حافظ محمد اویس رضا قادری، مولانا عبد الغفور ازہری نے بارگاہ اعلیٰ حضرت میں منظوم خراج عقیدت پیش کر کے داد وتحسین حاصل کئے، آخر میں حضرت مفتی محمد تحسین رضا قادری بانی مشن ہذا نے سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علامہ شاہ عبد المصطفیٰ احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان اعلیٰ وارفع میں بیان فرمایا اور کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس بندہ کو چاہتا ہے عظیم المرتبت مقام پر فائز فرما دیتا اور دنیا والوں کی نگاہوں میں اس ذات بابرکت کی عزت ووقار کو بڑھا دیتا ہے۔

انہیں مقدس ذاتوں میں ایک صاحب علم وعمل زہد وتقویٰ وصاحب بصیرت والی ذات سرکار امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی کی ذات ہیں، اللہ پاک نے اعلیٰ حضرت کو 56 زبانوں پر ملکہ اور عبور عطا فرمایا تھا جہاد بالقلم کا وصف خاص عطا فرمایا تھا قوم کی رہنمائی کے لئے تقریباً گیارہ سو سے زیادہ کتابیں لکھ کر عظیم الشان انقلاب پیدا فرما دیا تھا، جس میں سب اہم اور معتبر ومستند فتاویٰ کی شکل میں ''فتاویٰ رضویہ شریف'' ۱۲؍جلدوں میں پوری دنیا کے ہر مکتبہ فکر کی کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں، جس کا تاریخی نام ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ'' ہر مکتبہ فکر کے دار الافتاء میں فتویٰ لکھنے والے مفتیوں کے لئے علمی جواہر پارے کی صورت میں موجود ہیں، آپ نے اپنے بے گانوں کی مخالفتوں کی پرواہ کئے بغیر ببانگ دہل حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کی جس جرأت کا مظاہرہ کیا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

احقاق حق اور ابطال باطل کے حوالے سے پوری دنیائے اسلام وسنیت پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی کا عظیم احسان ہے، اعلیٰ حضرت کا سب سے بڑا وصف عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جو حدائق بخشش پڑھنے والوں پر روز روشن کی طرح عیاں اور ظاہر و باہر ہے، آخر میں قل شریف پڑھا گیا مفتی تحسین رضا قادری رفاعی اشرفی کی دعا پر ''ذکر رضا'' کی اس محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹ: رضا اسلامک مشن گنگا گھاٹ اناؤ

□□□

شہباز دکن، مفتی مجیب علی رضوی کا انتقال پر ملال

شہباز دکن، خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند، پیکر اسلاف حضرت علامہ مفتی مجیب علی رضوی بانی مرکز اہل سنت حیدر آباد رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے وصال سے اہل سنّت ایک سنجیدہ و باوقار عالم دین کے سایۂ برکت سے محروم ہو گئے ہیں، خصوصاً حیدر آباد دکن کے افراد خود کو یتیم محسوس کر رہے ہیں کیوں کہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی ذات علاقہ دکن میں علم وعمل کا سنگم اور فکری واعتقادی تصلب میں اسلاف کی آئینہ دار تھی۔ آپ کی تعلیمی وتبلیغی خدمات سے پورا دکن فیض یاب ہوا، ان کے قائم کردہ ادارے جہاں دین وسنیت کی ترویج واشاعت میں کوشاں ہیں تو ان کی خانقاہ سے بے راہ روں کو راہ ہدایت نصیب ہوئی۔ ان کی روح پرور تلاوت سے خطابت کی بزم میں رونق تھی، وہ زندگی بھر خدمت دین اور تعلیم وتبلیغ میں منہمک رہے۔

کچھ مدت سے حضرت مسلسل علیل چل رہے تھے مگر جذبہ ایسا تھا کہ ہر کام کی نگرانی خود فرماتے تھے، آج اچانک ان کے وصال کی خبر آئی اور دل کی دنیا میں ماتم چھا گیا، ان کا وصال باعث رنج وغم ہے، جو جا رہے ہیں ان کے پیچھے پُر نہ ہونے والا خلا رہ جاتا ہے، گزشتہ سال عید میلاد النبی ﷺ کے پر بہار موقع پر سید مسرور صاحب کی معیت میں ان کے ادارے میں اسٹیج پر ہی پہلی

اور آخری ملاقات ہوئی۔

خلافت تاج الشریعہ کی نسبت سے بڑا احترام کیا، اپنے بغل میں ہی کرسی لگوائی اور بڑی محبتوں سے نوازا کیا پتا تھا کہ یہی ملاقات آخری ملاقات بن جائے گی، مولیٰ تعالیٰ انھیں بلند مراتب پر فائز فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اہل سنت کو ان کے امثال عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

سوگوار غلام مصطفےٰ نعیمی
مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی، روشن مستقبل دہلی

عرس تاج الشریعہ کے موقع پر فری میڈیکل کیمپ کا انعقاد

زیر سرپرستی: خلیفۂ تاج الشریعہ، پیر طریقت، شیخ الحدیث علامہ محمد یونس شاکر اختر القادری مدظلہ، زیر انتظام: انتظامیہ جامع مسجد دارالسلام و دارالعلوم حنفیہ رضویہ، ناظم آباد، کراچی۔

عالم اسلام کے معروف علمی و روحانی پیشوا تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری الازہری علیہ الرحمہ کے تیسرے عرس کے موقع پر آپ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے دو روزہ پروگرام کا انعقاد کیا گیا، پہلی نشست: ہفتہ 3 جولائی 2021ء بعد نماز عشا محفل نعت و بیان کا اہتمام ہوا، محفل کا آغاز مولانا حافظ محمد عمران شاکر اختر القادری صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا، حافظ محمد عمران شاکر اختر القادری، علامہ حافظ محمد بلال اختر القادری، مولانا محمد فضل احمد رضا اختر القادری، محمد تابش اختر القادری اور عالم اسلام کے معروف ثنا خواں جناب الحاج محمد زبیر مکی صاحب نے بارگاہ رسالت میں نعت شریف پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت علامہ احمد رضا امجدی صاحب و امین المشائخ حضرت علامہ سید زمان علی جعفری کے خطابات ہوئے، علمائے کرام نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی سیرت اور تعلیمات کی روشنی میں عوام الناس کو دور حاضر میں میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلنے والے فتنوں سے اپنے ایمان کی حفاظت، صلح کلیت سے بچنے اور بدمذہبوں سے دور رہنے ان سے تعلق رکھنے، مناکحت سے بچنے کی تلقین کی، محفل میں خلیفۂ تاج الشریعہ علامہ حافظ شاکر اختر القادری صاحب، مفتی احمر حشمتی صاحب، مولانا مجاہد حسین اختر القادری، جناب عبید الرحمٰن اختر القادری نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی، دریں اثناء دارالعلوم حنفیہ رضویہ شعبۂ حفظ کے طلبا کی دستاربندی اور اسناد بھی عطا کی گئیں، بعدازاں مناقب، صلوٰۃ وسلام، قل شریف پر محفل کا اختتام ہوا اور حاضرین کو لنگر شریف پیش کیا گیا۔

دوسری نشست: اتوار 4 جولائی 2021ء کو صبح 10:30 تا 2:30 بجے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے ایصال ثواب کے لئے فری میڈیکل کیمپ کا انعقاد کیا گیا، جس میں تجربہ کار ڈاکٹرز نے مریضوں کا معائنہ کیا اور بلا معاوضہ ادویات فراہم کی گئیں، کیمپ میں ویٹ چیک، بلڈ پریشر چیک، شوگر ٹیسٹ، ہڈیوں کا ٹیسٹ بھی فری کیا گیا، تقریباً 300 افراد نے ان سہولیات سے استفادہ کیا، اللہ کریم ہم سب کو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فیوضات و برکات سے مالا مال فرمائے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے اور اسے مزید عام کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

رپورٹ: اراکین تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

□□□

عرسِ تاج الشریعہ پر اہم پیش کش! وَداعِ تاج الشریعہ

مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خان اعظمی کے مشاہدات کا قلمی گلدستہ

اخترِ قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اِک قادری کے لیے

ہاں! وہ خلد میں چل دیئے، اہلِ سُنّت سوگوار ہو گئے، علم کی بزم سونی ہو گئی، تقویٰ کی بزم میں اُداسی چھا گئی، وہ کون ہیں جو دِلوں پر چھائے ہوئے ہیں، جن کا تذکرہ ایمان کو تازگی عطا کرتا ہے، وہ عالم ربانی حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کے وصال کے زخم ابھی بھی تازہ ہیں، تین سال کی مدت گزری؛ ان کے وصال کو لیکن اب تک ہر اِک بزم میں چرچا اُنھیں کا ہے، اِس باب میں ہم آج مفکر اسلام علامہ قمر الزماں خان اعظمی

بقیہ ص ۶ / پر

September-2021 Rs. 25/-

محرم الحرام/صفر المظفر ۱۴۴۳ھ/ستمبر ۲۰۲۱ء





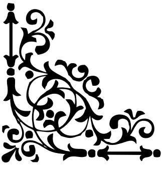
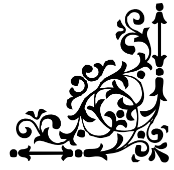
مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

اے امام احمد رضا

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت کے عشق رسالت کا ایک روشن باب

محبوب کے محبوبوں سے محبت

اداریہ

عاشق کو اپنے معشوق ومحبوب کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے تین جادے اختیار کرنے پڑتے ہیں: اوّل محبوب کی مدح سرائی، دوم محبوب کے محبوبوں کی تعظیم وتوصیف، سوم گستاخان محبوب سے حقیقی نفرت وعداوت اوران کی مذمت۔

ان طریقوں کو اپنائے بغیر معشوق کی نظر التفات کا خیال محض خیال خام ہے، عاشق کو ہراس شئے کو اپنے دل میں بٹھانا پڑتا ہے جسے معشوق سے کسی طرح کی ادنیٰ سی بھی نسبت حاصل ہو یا بالفاظ دیگر عاشق کو ہر ان تنکوں، ہر ان ذروں اور قطروں کو اپنے سر اور آنکھوں پہ جگہ دینی پڑتی ہے جنھوں نے کبھی معشوق کے جسم اطہر کا لمس پایا ہو، جو کبھی معشوق کے دست ناز سے بہا ہو، محبوب کی ناز برداریاں تو تقریباً سبھی کر لیتے ہیں لیکن محبوب کے محبوبوں کی ناز برداری ہمہ شما کے بس کی بات کہاں؟ درحقیقت محبت کا حق اس وقت تک ادا نہیں ہوتا جب تک محب ہر اس ادا کو اپنی حیات کا جز نہ بنا لے، جب تک محب ہر اس ہستی کو محبوب نہ رکھے جو محبوب کا محبوب ہو، جب تک محب ہر اس شئے کو قابل احترام نہ گردانے جسے محبوب محترم رکھتا ہو۔

امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق ومحبت میں اس قدر سرشار تھے کہ آپ سے ادنیٰ سی نسبت رکھنے والوں سے بھی غایت درجہ محبت کرتے تھے، وہ چاہے آل مصطفیٰ ہوں یا اصحاب مصطفیٰ! تابعین تبع تابعین ہوں یا نائبین مصطفیٰ، آپ کے تبرکات ہوں یا منسوبات، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت کو صحابۂ کرام سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی شان میں ذرا بھی گرا ہوا لفظ آپ کو ناقابل برداشت تھا، حضرت علامہ طحاوی جیسے عظیم الشان فقیہ نے ایک مقام پر یہ جملہ لکھا ہے کہ ”بعض صحابۂ کرام کو وہم ہوا ہے“ اعلیٰ حضرت کو یہ جملہ نشتر کی طرح لگا، آپ فوراً تنبیہ فرماتے ہیں:

”میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ ادب سے بعید ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔“

خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اپنی تصنیف لطیف ”حیات اعلیٰ حضرت“ میں یوں رقم طراز ہیں:

”علمائے کرام نے اپنی مستند تصانیف میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی محبت وتعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس ﷺ سے نسبت واضافت ہے، اس کی تعظیم وتوقیر کرنی اور اس میں سادات کرام جزء رسول ہونے کی وجہ سے سب سے مستحق تعظیم وتوقیر ہیں اور اس پر پورا عمل کرنے والا میں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو پایا، اس لئے کہ کسی سید صاحب کو وہ ان کی ذات حیثیت ولیاقت سے نہیں دیکھتے بلکہ اس حیثیت سے ملاحظہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ کا جز ہیں پھر اس اعتقاد ونظریات کے بعد جو ان کی تعظیم وتوقیر کی جائے، سب درست وبجا ہے، اعلیٰ حضرت اپنے قصیدۂ نوریں یوں عرض کرتے ہیں۔“

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

[حیات اعلیٰ حضرت قدیم، ص۲۰۱]

اب آپ خود ہی ملاحظہ فرمائیے کہ اپنے وقت کا ایک رفیع الدرجت اور عظیم المرتبت امام اپنے معشوق سے نسبت رکھنے والوں کی کس طرح ناز برداریاں کرتا ہوا نظر آرہا ہے، ملاحظہ فرمائیے علامہ ارشد القادری کی زبانی:

”امام اہل سنت کی سواری کے لئے پالکی دروازے پر لگا

دی گئی تھی، سیکڑوں مشتاقان دیدار انتظار میں کھڑے تھے، وضو سے فارغ ہوکر کپڑے زیب تن فرمائے، عمامہ باندھا اور عالمانہ وقار کے ساتھ باہر تشریف لائے، چہرۂ انور سے فضل وتقویٰ کی کرن پھوٹ رہی تھی، شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا، طلعت جمال کی دل کشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بے خودی کا عالم طاری تھا، گویا پروانوں کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور عندلیبان شوق کی انجمن میں ایک گل رعنا کھلا ہوا تھا، بڑی مشکل سے سواری تک جانے کا موقع ملا، پابوسی سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہاروں نے پالکی اٹھائی، آگے پیچھے دائیں بائیں نیاز مندوں کی ہمراہ بھیڑ چل رہی تھی، کہار پالکی کے کرتھوڑی ہی دور چلے تھے کہ امام اہل سنت نے آواز دی ''پالکی روک دو'' حکم کے مطابق پالکی روک دی گئی، ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہی رک گیا، اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے، کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرّائی ہوئی آواز میں دریافت کیا: آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں؟ اپنے جد اعلیٰ کا واسطہ سچ بتائیے، میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔

اس سوال سے اچانک ان میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا، پیشانی پر غیرت وپشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں، بے نوائی، آشفتہ حالی اور گردش ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے، کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظریں جھکائے دبی زبان سے کہا:

مزدور سے کام لیا جاتا ہے، ذات پاک نہیں پوچھا جاتا، آہ! آپ نے میرے جد اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا، سمجھ لیجئے کہ میں اسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں، جس کی خوشبو سے آپ کی مشام جاں معطر ہے، رگوں کا خون نہیں بدل سکتا، اس لئے آل رسول ہونے سے انکار نہیں ہے، لیکن اپنی خانماں برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے، چند مہینے سے آپ کے اس شہر میں آیا ہوا ہوں، کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اسے اپنا ذریعۂ معاش بناؤں، پالکی اٹھانے والوں سے رابطہ قائم کر لیا ہے، ہر روز سویرے ان کے جھنڈ میں آکر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصہ کی مزدوری لے کر بال بچوں میں لوٹ جاتا ہوں، ابھی اس کی بات تمام بھی نہیں ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر التجا کر رہا تھا۔

''معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دو، لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہوگئی ہے، ہائے غضب ہوگیا، جن کے کفش پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے، ان کے کاندھے پر میں نے سواری کی، قیامت کے دن اگر سرکار نے کہیں پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میرے فرزندوں کا دوش نازنین اسی لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائیں؟ تو میں کیا جواب دوں گا، اس وقت بھرے میدان محشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی، آہ! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے۔''

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر اپنے روٹھے ہوئے معشوق کو مناتا ہے، بالکل اسی انداز میں وقت کا ایک عظیم المرتبت امام اس کی منت وسماجت کرتا رہا اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز منظر دیکھتے رہے۔

یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امام اہل سنت نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کیا، چونکہ راہ عشق میں خون جگر سے زیادہ وجاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے، اس لئے لاشعوری کی اس تقصیر کا کفارہ جب ہی ادا ہوگا کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے کاندھے پر اٹھاؤں، اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل دہل گئے، وفور اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہوگئیں، ہزاروں انکار کے باوجود آخر سید زادہ کو عشق جنون خیز کی ضد پوری کرنی ہی پڑی۔

آہ! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا جب اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں کی قطار سے لگ کر اپنے علم وفضل،

جبہ و دستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودیٔ حبیب کے لئے ایک گم نام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا تھا، شوکت عشق کا یہ ایمان افروز نظارہ دیکھ کر پتھروں کے دل بھی پگھل گئے، کدورتوں کا غبار چھٹ گیا، غفلتوں کی آنکھ کھل گئی اور دشمنوں کو بھی مان لینا پڑا کہ آل رسول کے ساتھ جس کے دل کی عقیدت و اخلاص کا یہ عالم ہے خود رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس کی وارفتگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔" [لالہ زار، ص ۱۴۹]

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

یہ ہے اعلیٰ حضرت کا جذبۂ عشق رسالت! جس کی پاسداریوں کی صرف ایک ہلکی سی جھلک آپ کے معشوق زادے کے ساتھ آپ نے صفحۂ قرطاس کے سہارے تصوّر کے پردے پر دیکھا، ذیل میں چند جھلکیاں اور ملاحظہ فرمایئے اور عشق رسالت کے اس بحر ذخار قاسم سے جذبۂ عشق رسول کی دولت خیرات لیجئے:

"جناب سید ایوب علی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ملک العلماء اور سید قناعت علی صاحب کے بیعت ہونے کے بعد ایک دفعہ عید کے موقع پر بعد نماز عید دست بوسی کے لئے عوام نے ہجوم کیا مگر جب سید قناعت علی دست بوس ہوئے تو حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ہاتھ چوم لئے .... یہ خائف ہوئے اور دیگر مقربان سے تذکرہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضور کا یہ معمول ہے کہ بموقع عیدین دوران مصافحہ سب سے پہلے جو سید مصافحہ کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت اس کی دست بوسی فرمایا کرتے ہیں، غالباً آپ موجود سادات کرام میں سب سے پہلے دست بوس ہوئے ہوں گے۔" [حیات اعلیٰ حضرت قدیم، ص ۲۰۱]

اعلیٰ حضرت کے یہاں "مجلس میلاد مبارک" میں بوقت تقسیم شیرینی سادات کرام کو بہ نسبت دیگر حضرات کے دوگنا حصہ ملا کرتا تھا:

"ایک سال بارہویں شریف کے موقع پر حاضرین کے اژدہام میں سید محمود جان صاحب علیہ الرحمہ کو عام لوگوں کی طرح شیرینی ملی، موصوف خاموشی کے ساتھ اپنا حصہ لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آج حضور کے یہاں سے مجھے عام حصہ ملا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا سید صاحب تشریف رکھئے اور قاسم شیرینی کو طلب کیا اور سخت اظہار ناراضگی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ابھی ایک سینی میں جس قدر حصے آسکیں فوراً بھر کر لاؤ، چنانچہ فوراً تعمیل حکم ہوئی، سید صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور میرا یہ مقصد نہ تھا، ہاں قلب کو تکلیف ضرور ہوئی جسے برداشت نہ کر سکا، آپ نے فرمایا سید صاحب یہ شیرینی تو آپ کو قبول کرنی ہی پڑے گی ورنہ مجھے سخت تکلیف ہوگی اور پھر قاسم شیرینی سے ارشاد فرمایا "ایک آدمی کو سید صاحب کے ساتھ کر دو جو اس خوان کو مکان تک پہنچا آئے۔" [حیات اعلیٰ حضرت قدیم، ص ۲۰۳]

"ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بعد نماز جمعہ پھاٹک میں تشریف فرما تھے، آپ کے ارد گرد شیدائیوں کا ہجوم لگا ہوا تھا، باہر سے مولوی نور محمد کے "قناعت علی، قناعت علی" پکارنے کی آواز حضرت کے گوش گزار ہوئی، فوراً انہیں طلب کیا اور ارشاد فرمایا "سید صاحب کو اس طرح پکارتے ہو، کبھی آپ نے مجھے بھی نام لیتے ہوئے سنا؟

مولوی نور احمد صاحب نے ندامت سے نظریں جھکا لیں، آپ نے فرمایا تشریف لے جایئے اور آئندہ سے اس کا لحاظ رکھئے اور مزید اسی وقت یہ بھی فرمایا کہ شریف مکہ کے زمانے میں حاجیوں سے ٹیکس بڑی سختی سے وصول کیا جاتا تھا، یہاں تک کہ اس کے کارکن مستورات تک کی جامہ تلاشی کرتے تھے، ایک عالم صاحب مع مستورات وہاں پہنچے، ان کی مستورات کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا، عالم صاحب کو یہ بات بہت شاق گزری اور انہوں نے رات بھر شریف صاحب کو برا بھلا کہا اور بد دعائیں دیں، صبح ہوتے ہی آنکھ لگ گئی خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے (حضور) ارشاد فرماتے ہیں: مولوی صاحب کیا میری اولاد ہی آپ کی بد دعا کرنے کو رہ گئی تھی؟ پھر اعلیٰ حضرت نے

فرمایا کہ سید کو قاضی اگر حد لگائے تو یہ خیال نہ کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں بلکہ یہ خیال کرے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ بھر گئی تھی، اسے صاف کر رہا ہوں۔''

[حیات اعلیٰ حضرت قدیم، ص ۲۰۴]

''جس زمانے میں اعلیٰ حضرت کے دولت کدہ کی مغربی جانب نیا کتب خانہ تعمیر ہو رہا تھا، اس لئے مستورات آپ کے برادر اوسط مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان منتقل ہوگئیں تھیں اور حضور کا مکان مردانہ ہوگیا کہ ہر وقت راج مزدوروں کا ہجوم لگا رہتا تھا، یوں ہی کئی مہینوں تک وہ مکان مردانہ ہی رہا، جن صاحب کو حضور کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کرنا ہوتا بے کھٹک پہنچ جایا کرتے تھے، جب کتب خانہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تو حسب دستور مستورات اس مکان میں واپس آگئیں، اتفاق کہ ایک سید صاحب جو کچھ دنوں پہلے آچکے تھے دوبارہ تشریف لائے اور چونکہ مکان کو مردانہ پایا تھا، اس لئے اس خیال سے کہ مکان مردانہ ہے، بے تکلف اندر تشریف لے گئے، جب نصف آنگن میں گئے تو مستورات انہیں دیکھ کر گھبرا کر پردے میں ہوگئیں جو اِدھر اُدھر اپنے خانہ داری میں مصروف تھیں، ان کے اِدھر اُدھر بھاگنے کی آہٹ سے سید صاحب کو علم ہوگیا کہ یہ مکان زنانہ ہوگیا ہے، مجھ سے سخت غلطی ہوئی جو اندر چلا آیا اور ندامت کے مارے سر جھکائے واپس ہونے لگے کہ اعلیٰ حضرت دکھن کی جانب سائبان سے فوراً تشریف لائے اور جناب سید صاحب کو لے کر اس جگہ پہنچے جہاں آپ تصنیف و تالیف میں مشغول رہا کرتے تھے اور سید کو بٹھا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے تا کہ سید صاحب کی پریشانی و ندامت دور ہو سکے، پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی لاعلمی کا اظہار کیا کہ مجھے مکان کے زنانہ ہونے کا علم نہ تھا، اعلیٰ حضرت سراپا الفت نے فرمایا کہ حضرت یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں، آپ آقا اور آقا زادے ہیں، معذرت کی کیا حاجت ہے، میں خود سمجھتا ہوں، حضرت اطمنان سے تشریف رکھیں، غرض بہت دیر تک سید صاحب کو وہیں بٹھا کر ان سے بات چیت کی، پان منگوا کر انہیں کھلایا، جب دیکھا کہ سید صاحب کے چہرے پر آثار ندامت نہیں ہیں اور سید صاحب نے اجازت چاہی تو ساتھ ساتھ تشریف لائے اور باہر پھاٹک تک پہنچا کر ان کو رخصت کیا۔''

[حیات اعلیٰ حضرت قدیم، ص ۲۰۷]

سبحان اللہ! واقعی حب رسول ہو تو ایسا، ایک سید صاحب نہایت غریب، مفلوک الحال تھے، بڑی عسرت سے (زندگی) بسر ہوتی تھی، اس لئے سوال کیا کرتے تھے، مگر سوال کی شان عجیب تھی:

''جہاں سوال کرتے ''دلواؤ سید کو'' کی آواز لگایا کرتے تھے، اتفاق سے ایک روز پھاٹک میں کوئی نہ تھا، سید صاحب تشریف لائے اور سیدھے زنان خانے کے دروازے پر پہنچ کر صدا لگائی ''دلواؤ سید کو'' اعلیٰ حضرت کے پاس اسی روز ذاتی اخراجات علمی یعنی کتاب کاغذ وغیرہ داد دہش کے لئے دو سو روپئے آئے تھے، جس میں نوٹ بھی تھے، اٹھنی چونی بھی تھے کہ جس چیز کی ضرورت پڑے، صرف فرمائیں، اعلیٰ حضرت نے آفس بکس کے اس حصہ کو جس میں یہ سب روپئے تھے، سید صاحب کی آواز سنتے ہی ان کے سامنے لا کر حاضر کر دیئے اور ان کے روبرو لئے ہوئے کھڑے رہے، جناب سید صاحب دیر تک ان سب (پیسے) کو دیکھتے رہے، اس کے بعد ایک چونی لے لی، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضور یہ سب حاضر ہیں، سید صاحب نے فرمایا مجھے اتنا ہی کافی ہے، الغرض سید صاحب چونی لے کر سیڑھی اتر آئے، اعلیٰ حضرت بھی ساتھ ساتھ تشریف لائے، پھاٹک پر ان کو رخصت کر کے خادم سے فرمایا: دیکھو سید صاحب کو آئندہ آواز دینے صدا لگانے کی ضرورت نہ پڑے، جس وقت سید صاحب پر نظر پڑے فوراً ایک چونی حاضر کر کے سید صاحب کو رخصت کر دیا کرو۔''

[حیات اعلیٰ حضرت قدیم، ص ۲۰۸]

حضرت علامہ حسنین رضا خاں قادری بریلوی فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کا خاندان سادات کرام کی عزت وعظمت کے لئے مدت سے مشہور ہے، اعلیٰ حضرت قبلہ کے دادا حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب روزانہ نماز فجر پڑھ کر سادات کرام نومحلہ کی خیریت معلوم کرنے اور سلام عرض کرنے جایا کرتے تھے، ان کے اس معمول میں کسی مجبوری ہی سے فرق پڑتا تھا، یہ خاندان نجیب بھی سادات کرام کا عجیب خاندان تھا، ان کے اخلاق کریمہ یہ کہلوا لیتے تھے کہ ان کی رگوں میں خون سرکار رسالت ہے اور سارا خاندان حسین وجمیل، خوب صورت اور خوب سیرت تھا، مولانا رضا علی خاں صاحب کے بعد مولانا نقی علی بھی اسی خاندان سے وابستہ رہے، ہر دعوت میں، ہر تقریب میں وہ اپنے یہاں سادات کرام کو ضرور شریک کرتے تھے اور ان کا اعزازی حصہ سب سے دوگنا ہوتا تھا، اعلیٰ حضرت اگر کبھی ناخوش ہوئے تو کھانا یا حقہ یا پان چھوڑ دیتے تھے، جس سے انہیں سخت تکلیف ہوتی تھی، کبھی یہ مجاہدہ ہو ہی جاتا تھا پہلے تو خاندان والے اور احباب اس غصہ کو فرو کرنے کی کوشش کرتے، اگر وہ اس مجاہدے کو نہ ختم کر اس کے تو سید صاحبان سے عرض کیا جاتا تھا، اعلیٰ حضرت کو سید صاحب کے حکم کی تعمیل کرنی پڑتی تھی۔

اعلیٰ حضرت قبلہ نے ایک بار کھانا چھوڑا اور صرف ناشتہ پر قناعت کی، کوئی اضافہ منظور نہ فرمایا، سارے خاندان اور ان کے احباب کی کوشش رائگاں گئی، سید مقبول صاحب کی خدمت میں نومحلہ حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا کہ آج دو مہینے ہونے کو آگئے کہ اعلیٰ حضرت نے کھانا چھوڑ دیا ہے، ہم سب کوشش کر کے تھک گئے ہیں، آپ ہی مجبور کر سکتے ہیں، اس پر انہوں نے فرمایا کہ ہماری زندگی میں انہیں یہ ہمت ہوگئی کہ وہ کھانا چھوڑ بیٹھے ہیں، ابھی کھانا تیار کراتا ہوں اور لے کر آتا ہوں، حسب وعدہ سید مقبول صاحب ایک نعمت خانہ میں کھانا لے کر خود تشریف لائے، اعلیٰ حضرت قبلہ زنانے مکان میں تھے، سید صاحب کی اطلاع پاتے ہی باہر آگئے، سید صاحب سے قدم بوس ہوئے، اب بات چیت شروع ہوئی، سید صاحب نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے، اعلیٰ حضرت نے عرض کیا کہ میں تو روزانہ کھاتا ہوں، سید صاحب نے فرمایا مجھے معلوم ہے جیسا آپ کھاتے ہیں، آپ نے عرض کیا حضور میرے معمولات میں اب تک کوئی فرق نہیں پڑا ہے، میں اپنا سب کام بدستور کر رہا ہوں، مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، تو سید صاحب برہم ہو گئے اور کھڑے ہو کر فرمانے لگے اچھا تو میں کھانا لئے جاتا ہوں، کل میدان قیامت میں سرکار دوجہاں کا دامن پکڑ کر عرض کروں گا، ایک سیدانی نے بڑے شوق سے کھانا پکایا اور ایک سید لے کر آیا مگر احمد رضا نے کسی طرح نہ کھایا، اس پر اعلیٰ حضرت کانپ گئے اور عرض کیا میں تعمیل حکم کے لئے حاضر ہوں، ابھی کھائے لیتا ہوں، سید صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اب تو یہ کھانا جب ہی تم کھا سکتے ہو جب یہ وعدہ کرو کہ اب عمر بھر کھانا نہ چھوڑو گے، چنانچہ اعلیٰ حضرت نے عمر بھر کھانا نہ چھوڑنے کا وعدہ کیا تو سید صاحب قبلہ نے اپنے سامنے کھلایا اور خوش خوش تشریف لے گئے۔

اعلیٰ حضرت کے لئے سادات کرام کا جائز حکم آخری ہوتا تھا، سادات کرام کے حکم کے بعد اعلیٰ حضرت کو سوائے تعمیل حکم کے کوئی چارۂ کار ہی نہ ہوتا تھا، ہم نے ان کے والد ماجد کا دور تو نہیں دیکھا مگر یہ دیکھا کہ اللہ ورسول کے حکم کے بعد اعلیٰ حضرت کے یہاں سادات کرام ہی کا حکم نافذ ہو سکتا تھا، یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سرکار کی آخری وصیت (انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتی۔ میں تم میں دو بھاری امانتیں چھوڑتا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد) پر پورا پورا عمل کر کے اس دور میں اعلیٰ حضرت قبلہ ہی نے دکھایا۔'' [سیرت اعلیٰ حضرت، ص۹۱-۹۰]

حضرت مولانا سید محمد سعید صاحب مغربی آپ کے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت سے متأثر ہو کر حسب رواج عرب سلسلۂ کلام میں تخاطب کے وقت ''یاسیدی'' فرمایا کرتے تھے، بظاہر یہ کوئی

اداریہ

ایسی بات نہیں کہ اسے شرمندگی وخجالت محسوس ہو، مگر امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت کے جذبۂ عشق نے اس بات کو گوارہ نہ کیا، فرماتے ہیں:

''شیخ الدلائل حضرت مولانا سید سعید صاحب مغربی کے الطاف کی تو حد ہی نہ تھی، اس فقیر سے خطاب ''یا سیدی'' فرماتے، میں شرمندہ ہوتا، ایک بار میں نے عرض کی حضرت سید تو آپ ہیں، فرمایا: واللہ سید تم ہو، میں نے عرض کی میں تو سیدوں کا غلام ہوں، فرمایا: یوں بھی سید ہوئے، نبی ﷺ فرماتے ہیں ''مولی القوم منھم'' قوم کا آزاد شدہ غلام انہیں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ سادات کرام کی سچی غلامی اور ان کے صدقے میں آفات دنیا، وعذاب قبر، وعذاب حشر سے کامل آزادی عطا فرمائے، آمین۔''

[الملفوظ، حصہ دوم، ص ۳۹-۳۸]

تعظیم سادات سے اعلیٰ حضرت کی حیات کی صبح و شام اور شب و روز معطر ہیں، کس کس سے صفحۂ قرطاس کو زینت بخشی جائے، آپ کے عشق کا جلوہ مفتی اعظم ہند کی حیات بابرکت میں نظر آیا، جسے سیکڑوں نے بچشم خود ملاحظہ کیا، عشق رسول ہو تو تعظیم آل رسول از خود پیدا ہو جاتی ہے، سادات کرام تو جزء بدن ہیں، اعلیٰ حضرت نے تو آثار مبارکہ کی بھی غایت درجہ تعظیم کی اور ''بدر النور فی آداب الآثار، شفاء الواله فی صور الحبیب و مزاره ونعاله''، اور دیگر کئی مستقل رسالے تعظیم آثار مقدسہ کے باب میں تصنیف فرمائی۔

نائبین مصطفیٰ کا اکرام

چونکہ علمائے کرام وارث انبیا اور نائب رسول ہیں اور علما کی تعظیم مثل تعظیم رسول ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ جس نے علما سے مصافحہ کیا، گویا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، لہٰذا علمائے کرام بھی محبوب مقبول بارگاہ رسول ہیں، اعلیٰ حضرت نے علمائے کرام کی غایت درجہ تعظیم وتوقیر کی اور یہ درس دیا کہ تعظیم علمائے کرام بھی تعظیم رسول کا ایک فرد ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے:

''مولانا احمد رضا صاحب بہ مضمون اشداء علی الکفار رحماء بینھم جس قدر کفار و مرتدین پر سخت تھے، اسی درجہ علمائے اہل سنت کے لئے ابر کرم اور سراپا کرم تھے، جب کسی سنی عالم سے ملاقات ہوتی دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے اور ان کی ایسی عزت وقدر کرتے کہ وہ خود اپنے کو اس کا اہل نہ خیال کرتے، خصوصاً مولانا عبد القادر صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب میں جو اخلاص ومحبت واتحاد و وداد کے تعلقات تھے دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے، مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو مولانا عبد القادر صاحب اپنے عزیز ترین بھائی سے کسی طرح کم نہ سمجھتے تھے، اپنی قوت بازو خیال فرماتے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی ان کو اپنا بزرگ بھائی جانتے، ان کے اعزاز و اکرام میں مافوق العادات کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں فرماتے، حتی کے ان کے سامنے حقہ نہ پیتے پان نہ کھاتے۔''

[حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۹۶]

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت محدث سورتی حضرت مولانا وصی احمد صاحب کے یہاں پیلی بھیت تشریف لے گئے، دوران قیام ایک روز کسی صاحب کے یہاں دعوت تھی اور حضرت کو بوجہ نقاہت پالکی سے تشریف لے جانا ہوا، حضرت کے متوسلین ومعتقدین خود حضرت محدث سورتی بھی پالکی کے پیچھے پیچھے پیادہ پا ہو لئے، چونکہ کہاروں کی رفتار تیز تھی، آپ نے سعی فرمائی، یہاں تک کہ دوڑنا شروع کر دیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ نعلین شریفین در بغلیں کر لیں، شارع عام پر تمام حضرات حیرت واستعجاب میں پالکی اور حضرت محدث ممدوح کو دیکھ رہے تھے، یکایک کہاروں نے کاندھا بدلنے کی غرض سے پالکی روک دی، چونکہ محدث صاحب تیز روی سے دوڑ رہے تھے، لہٰذا پالکی کا سامنا ہو گیا، فوراً اعلیٰ حضرت کی نظر محدث سورتی پر پڑی کہ برہنہ پا پالکی کے ہمراہ ہیں، کہاروں کو حکم فرمایا پالکی یہی رکھ دو اور فرمایا مولانا یہ کیا غضب کر رہے ہیں، انہوں نے فرمایا: حضرت تشریف تو رکھیں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، محدث صاحب نے فرمایا آپ بہت کمزور

ہیں اور مکان ابھی کافی دور ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اچھا تو آپ یہیں سے واپس تشریف لے جائیے، تب میں پالکی میں بیٹھوں گا ورنہ میں بھی پیدل چلوں گا، بالآخر حضرت محدث سورتی کو واپس ہونا پڑا، تب پالکی آگے بڑھی۔

چونکہ محدث صاحب بھی وہاں مدعو تھے، اعلیٰ حضرت کے پہنچ جانے کے بعد ان رئیس صاحب نے دوبارہ پالکی محدث سورتی کے لئے بھیجی۔ [حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۹۹]

ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں:

''جس زمانے میں میں قصیدہ امال الابرار اعلیٰ حضرت کو سنایا کرتا تھا، جب میں اس شعر پر پہنچا۔ ؎

اذا صلوا تمصرت الابادی
اذا راحوا فصار المصرید

جب وہ تشریف فرما ہوتے ہیں تو ویرانہ شہر بن جاتا ہے اور جب کوچ کر جاتے ہیں تو شہر ویرانہ بن جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ یہ تو محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ یہ واقعہ ہے، حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا عبد القادر صاحب علیہ الرحمہ کی یہی شان تھی کہ جب یہاں فروکش ہوئے، عجب رونق اور چہل پہل ہو جاتی اور جب تشریف لے جاتے تو اداسی اور ویرانیت چھا جاتی، حالانکہ ان کے سوا سب موجود ہوتے۔''

[حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۹۶]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علمائے کرام کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہونے دیتے، آپ کو علمائے کرام سے بھی والہانہ عقیدت و محبت تھی۔

اکرام حجاج

اعلیٰ حضرت کو حجاج اکرام سے بھی والہانہ عقیدت و محبت تھی، جب کوئی صاحب حج بیت اللہ کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تو نہایت عجز وانکساری سے ان سے ملتے اور احترام عقیدت سے ان کی خاطر و مدارت فرماتے، لوگوں کا بیان ہے کہ آپ حجاج کرام کے قدم چوم لیا کرتے تھے، جناب سید ایوب علی رضوی صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حضور کی خدمت میں حج بیت اللہ کر کے حاضر ہوتے تو آپ کا پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار میں حاضری دی؟ اگر جواب اثبات میں ہوتا تو فوراً ان کے قدم چوم لیتے اور اگر جواب نفی میں ہوتا تو مطلق تخاطب نہ فرماتے۔

[حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۰۹]

ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک حاجی صاحب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، چنانچہ حسب معمول شریف یہی استفسار ہوا کہ سرکار میں حاضری ہوئی تو انہوں نے آب دیدہ ہو کر عرض کیا جی حضور مگر صرف دو دن قیام رہا، اعلیٰ حضرت نے فوراً ان کی قدم بوسی فرمائی اور ارشاد فرمایا، وہاں کی (چند) سانسیں بھی بہت ہیں، آپ نے تو بحمد اللہ دو دن قیام فرمایا۔

[حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۰۹]

جناب سید ایوب علی رضوی صاحب کا بیان ہے:

''صدر الشریعہ مولانا مولوی حاجی مفتی حکیم ابو العلیٰ محمد امجد علی صاحب رضوی مدظلہ کی زیارت حرمین شریفین سے آمد پر حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنفس نفیس ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے گئے تھے، حضور کے ساتھ معتقدین کا ایک بہت بڑا ہجوم بڑی شان و شوکت سے نعت خوانی کرتا ہوا آستانۂ عالیہ واپس آیا، یہاں مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمن خان صاحب نے ابھی نعت شریف شروع نہیں کی تھی کہ حضور نے فرمائش کی کہ ؎

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

جس کو سن کر مجمع میں بے خودی اور کیف و مستی کی کیفیت طاری ہوگئی۔'' [حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۰۹]

یہ تھی اعلیٰ حضرت کی حجاج کرام کے ساتھ الفت و محبت! آپ حجاج کرام کے قدموں کو وفور شوق میں چوم لیا کرتے تھے کہ ان قدموں نے کوچۂ جاناں کی خاک چھانی ہے، میرے لئے تو یہ بھی باعث عزت و عظمت ہے۔

□□□

اداریہ

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

نبی کی کہانی سناؤ

اسلامیات

رات کو سونے سے پہلے ہمارے بچے زنیرہ فاطمہ اور محمد (اریب مصطفیٰ) یہ پیاری سی فرمائش کرنا نہیں بھولتے "ابو! نبی کی کہانی سناؤ" صدیوں سے ہمارے معاشرے میں بچوں کو کہانی سنانے کی رسم چلی آرہی ہے، شاید ہی کوئی گھر ایسا ہو جہاں بچوں کو کہانی نہ سنائی جاتی ہو، یا بچے گھر والوں سے کہانی سنانے کی فرمائش نہ کرتے ہوں، کیوں کہ جب تک کہانی نہ سنائی جائے بچوں کو نیند نہیں آتی۔

ایک ہاتھی، ایک راجہ، ایک رانی کے بغیر
نیند بچوں کو نہیں آتی، کہانی کے بغیر

کہانیاں ہماری تہذیب وثقافت کا اہم حصہ ہیں، دنیا کی ہر تہذیب میں قصہ گوئی کی روایت موجود رہی ہے، عام طور پر کہانی سنانے کی ذمہ داری دادا دادی یا نانا نانی کے حصے میں آتی ہے، ایک تو ان کے پاس فرصت کی کمی نہیں ہوتی دوسرے بچوں کے مزاج سے ان کی ہم آہنگی بھی جلد ہو جاتی ہے، کبھی کبھی یہ ذمہ داری خالہ/ پھوپھی اور ماں باپ بھی نبھا لیا کرتے ہیں۔

عموماً کہانیاں بچوں کو بہلانے کے لیے سنائی جاتی ہیں، لیکن کہانیاں سنانے کا بنیادی مقصد بچوں کی تربیت اور ان کی ذہنی نشو ونما ہونا چاہیے، تا کہ بچے کھیل کھیل میں ان چیزوں کو سیکھ جائیں جو ان کی فکر وشخصیت کا لازمی حصہ بن جائیں تا کہ جب وہ شعور سنبھالیں تو یہ چیزیں ان کی طبیعت میں رچ بس چکی ہوں، مشہور مفکر ارسطو کا کہنا تھا:

"ادب اور کہانیاں صرف انسانوں کی تفریح کے لیے نہیں بلکہ انسانیت کا سبق سکھانے اور قاعدے قانون بنانے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔"

عام طور پر ہمارے معاشرے میں بچوں کو پریوں، راجہ، رانی، بھوت پریت اور فرضی کہانیاں سنانے کا رواج زیادہ ہے، مگر اسلام نے اس حوالے سے بھی ہماری اچھی رہنمائی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے قصہ گوئی کو فکر وتدبر اور عبرت ونصیحت کا ذریعہ قرار دیا ہے:

"لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (یوسف:۱۱۱) بے شک ان کے قصوں سے عقل مندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں۔"

"فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ (الاعراف: ۱۷۶) تو تم نصیحت (دینے والی کہانی) سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں۔"

یعنی بچوں کی ذہنی صلاحیت کے مدنظر ایسے قصے کہانیاں سنائی جائیں جن میں واقعات کے ساتھ اعتقادی واصلاحی فکر، نظریاتی تبلیغ اور معاشرتی اچھائیوں کا پہلو بھی شامل ہو تو اس سے بچوں کی ذہنی تفریح بھی ہوگی اور کہانی کہانی میں اخلاقی اور نظریاتی طور پر بھی پختہ ہوتے جائیں گے۔

کہانی سنانے کا فائدہ

بچے جب دنیا میں آتے ہیں تو ان کا دل ودماغ ہر نقش وصورت سے خالی اور کورے کاغذ کی طرح ہوتا ہے، وہ اپنے آس پاس کا ماحول دیکھتے ہیں اور قریب کی آوازوں کو سنتے ہیں، دیکھ کر اور سن کر ہی وہ سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ماہرین کے مطابق بچے کسی بھی چیز کو تین طرح سے سیکھتے ہیں:

(1) دیکھ کر (2) سن کر (3) حرکت کرکے! حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"بچہ والدین کے پاس امانت ہے، اس کا پاک دل ایک ایسا جوہر نایاب ہے جو ہر نقش وصورت سے خالی ہے لہٰذا وہ

*مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

ہر نقش کو قبول کرنے والا اور جس طرف اسے مائل کیا جائے اس کی طرف مائل ہو جانے والا ہے، اگر اسے اچھی باتوں کی عادت ڈالی جائے اور اس کی تعلیم و تربیت کی جائے تو اسی پر اس کی نشوونما ہوتی ہے، جس کے باعث وہ دُنیا و آخرت میں سعادت مند ہو جاتا ہے۔'' (احیاء العلوم)

یعنی بچے کی ذہنی ڈوائس پوری طرح بلینک (Blank) ہوتی ہے، اس کے آس پاس جیسا پروگرام ایکٹو ہوتا ہے بچے کی میموری میں ویسا ہی پروگرام انسٹال ہو جاتا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم بچے کے ارد گرد ایسا ماحول بنائیں جو اس کی ذہنی نشوونما کو اچھی طرح ڈیولپ کرے، اسے ارتقا پذیر کر سکے تا کہ بچہ کی شخصیت نکھر کر سامنے آئے۔

جرنل آرکائیوز آف ڈیزیز ان چائلڈ ہڈ (Journal Archives of Diseases in childhood) نامی میگزین میں شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق کہانیاں بچے میں سوچنے کی صلاحیت کو مہمیز کرتی ہیں جبکہ ان کی یادداشت اور سیکھنے کی صلاحیت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، علاوہ ازیں بچوں کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ ان کی زبان بھی بہتر ہوتی ہے، تحقیق میں کہا گیا ہے کہ کہانیاں سننے کے برعکس جو بچے رات سونے سے قبل ٹی وی دیکھتے ہیں یا اسمارٹ فون، کمپیوٹر یا ویڈیوز گیمز کھیلتے ہیں انہیں سونے میں مشکلات پیش آتی ہیں، بچوں کی تربیت کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہماری رہنمائی فرماتا ہے:

''أَدِّبُوا أَوْلَادَكُم على ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُم، وَحُبِّ أَهلِ بَيتِهِ، وَقِرَاءَةِ القُرآنِ۔ (الجامع الصغير، و أخرجه الدّيلمي في الفردوس) آقائے کریم ﷺ فرماتے ہیں: اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ، اپنے نبی کی محبت، اہل بیت کی محبت اور قرآن کی محبت۔''

صالحین کا قول ہے:

''علم ولدك القرآن والقرآن سيعلمه كل شئ۔ اپنی اولاد کو قرآن سکھاؤ قرآن اسے سب کچھ سکھا دے گا۔''

کئی بار لوگ یہ سوچتے ہیں کہ چھوٹے بچوں کو کس طرح سکھایا جائے؟ ابتداً میں بھی یہی سوچا کرتا تھا مگر پھر سوچا کہ جب ہم بچوں کو گود میں کھلاتے ہیں یا گلے سے لگا کر تھپ تھپاتے ہیں تو "میرا گڈا کتنا پیارا، میرا بابو کتنا سوہنا، میرے مُنے سَوجا، میرا راجہ کتنا اچھا" جیسے جملے ضرور دہراتے ہیں تو اس وقت انہیں قرآن کی تلاوت یا نعت مصطفیٰ سنانے میں کیا پریشانی ہے؟ بس اس کے بعد فقیر نے اپنے بچوں کو قرآن/نعت سنانا معمول بنالیا۔

کئی بار تو ایسا ہوتا کہ رات کے کسی پہر بچے رونا شروع کرتے، ان کی والدہ جب خاموش کراتے تھک جاتیں تو ہمیں اٹھا کر بچے سونپ دیتیں اور خود فری ہو جاتیں، اس وقت بچوں کو سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص، سورۂ یٰسین وغیرہ سنانا شروع کر دیتا اور بچے پر سکون ہو جاتے، سنتے سنتے ہی سو جایا کرتے تھے، جب بچوں نے بولنا شروع کیا تو فقیر نے حضور نبی اکرم ﷺ کے سیرت پاک کے چنندہ واقعات کہانی کے طور پر سنانا شروع کیے، اس ضمن میں حضور کی بچوں سے محبت، حضرت عائشہ کی سوئی کھونے کا واقعہ، ہرنی کے جال میں پھنسنے کا واقعہ، بچوں کے اذان کی نقل اتارنے کا واقعہ، صحابی کے اونٹ کا واقعہ، جیسے درجنوں واقعات سنا چکا ہوں اور لگاتار سناتا رہتا ہوں، کچھ واقعات لگاتار دہراتا بھی ہوں، اس کا نتیجہ یہ آیا کہ اب بچے خود فرمائش کرتے ہیں، دو روز پہلے میں نے بڑے شہزادے محمد میاں سے کہا کہ آج آپ مجھے نبی کی کہانی سناؤ۔

مجھے بے حد خوشی ہوئی جب ہمارے ڈھائی سالہ بیٹے نے اپنے انداز میں ہرنی کا پورا واقعہ سنا ڈالا، یعنی بچے کو جو سنایا گیا وہ ضائع نہیں گیا، بلکہ اس کے دل و دماغ میں پیوست ہو گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے بچے اب یہ فرمائش بھی کرنے لگے ہیں کہ ''ابو! نبی کے شہر لے کر چلو'' اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہی نہیں یقین کامل ہے کہ ہمارے بچوں کی خواہش ایک دن ضرور بالضرور حرمین شریفین کی زیارت کا موقع فراہم کرے گی، ان شاء اللہ۔

کہانی سنانے کا طریقہ

بچے چونکہ تشکیلی دور سے گزر رہے ہوتے ہیں، اس لیے

ادیبانہ اور فلسفیانہ انداز کو بالکل نہیں سمجھ پائیں گے، اس لیے انہیں سمجھانے کے لیے سادہ اور عام فہم الفاظ اور انداز کی ضرورت ہے، چند طریقے جو مفید ثابت ہو سکتے ہیں، سادہ الفاظ استعمال کریں، تاکہ بچے کو سمجھنے میں آسانی ہو، فطری لہجے میں ہی کہانی سنائیں، بناوٹی اور مصنوعی انداز اختیار نہ کریں، بچے کے تاثرات اور ہاؤ بھاؤ پر نظر رکھیں کہ وہ توجہ سے سن رہا ہے کہ نہیں، تاکہ اس کی دلچسپی کا پتا چل سکے، بچے کے تاثرات دیکھتے ہوئے کہانی کے الفاظ و انداز میں ہلکی پھلکی تبدیلی بھی کرتے رہیں تاکہ دلچسپی بنی رہے، کہانی کے اختتام پر اس کا خلاصہ یا کہانی میں موجود سبق ضرور بتائیں۔

رات کو سونے سے قبل اپنے بچے کے ساتھ کچھ وقت ضرور گزاریں اس سے بچوں اور والدین کے تعلق مضبوط ہوتے ہیں، اس وقت والدین تمام بیرونی سرگرمیوں اور دیگر افراد سے دور صرف اپنے بچے کے ساتھ ہوتے ہیں جو ان میں تحفظ کا احساس پیدا کرتا ہے، ایسے موقع پر والدین موبائل، ٹی وی میں نہ لگے رہیں، بچوں کے ساتھ کھیلیں، بات کریں، ہنسیں اور انہیں ایسی کہانیاں سنائیں جو ان کی تفریح کے ساتھ شخصیت سازی بھی کریں، بہ حیثیت والدین یہ ہماری ذمہ داری اور بچوں کا حق ہے۔ ◻◻◻

ص ۱۶ /کا بقیہ.............................

عزیز چیز کے ساتھ اس طرح کی سفاکی اور بے دردی گوارا کرنا انتہا درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔

لڑکا ہی چاہیے لڑکی نہیں، خدائی نظام سے بغاوت

اولاد کی چاہت میں صرف لڑکا ہی ہو بیٹی سے نفرت کیوں؟ کسی کی بیٹی ہی آپ کی زندگی کو چار چاند لگائے ہوئے ہے، پھر یہ قوت و طاقت صرف اور صرف رب تعالیٰ کے اختیار میں ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہے پیدا کرے، جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے، یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں دونوں ملا دے اور جسے چاہے بانجھ کر دے، بے شک وہ قدرت والا ہے۔“

آسمانوں اور زمین کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ ان میں جیسا چاہتا ہے، تَصَرُّف فرماتا ہے اور اس میں کوئی دخل دینے اور اعتراض کرنے کی مجال نہیں رکھتا۔ (تفسیر خازن، ص 342)

ایک آنے والا بچہ دو ہاتھ دو پیر ایک پیٹ لے کر پیدا ہوتا ہے، کھانے کا نظام قدرت نے کر رکھا ہے ماں کے رحم میں بھی رب تعالیٰ اسے رزق دیتا ہے، کون سی حکومت ہے جو بچے کے پیٹ میں کھانا پہنچاتی ہے؟ پھر بچے کم پیدا کرنے کی پالیسی بنانا چہ معنیٰ دارد، اوّلاد اللہ کی انمول نعمت ہے یہ اس سے پوچھو جس کو اولاد نہیں؟ یہ اس سے پوچھو جس کو بیٹی ہے بیٹا نہیں؟ یہ اُس سے پوچھو جس کو بیٹا ہے بیٹی نہیں وغیرہ وغیرہ، اللہ ہم سب کو اولاد جیسی نعمت کی قدر کرنے تعلیم دلانے تربیت دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ ◻◻◻

ص ۱۹ /کا بقیہ.............................

(3) **غَدّار**: یہ مصر کے اَطراف اور یمن میں بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے، اسے دیکھتے ہی انسان بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے۔

(4) **وَلْہَان**: یہ ویران سمندری جزیروں میں رہتا ہے، اس کی شکل ایسی ہے جیسے انسان شتر مرغ پر سوار ہو، جو انسان جزیروں میں جا پڑتے ہیں انہیں کھالیتا ہے۔

(5) **شِقّ**: یہ انسان کے آدھے قد کے برابر ہوتا ہے، دیکھنے والے اسے بن مانس سمجھتے ہیں، سفر میں ظاہر ہوتا ہے۔

(6) بعض جِنّات انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں اور انہیں تکلیف نہیں پہنچاتے۔

(7) بعض جِنّات کنواری لڑکیوں کو اُٹھالے جاتے ہیں۔

(8) بعض جِنّات کتّے کی شکل اور

(9) بعض چھپکلی کی شکل میں ہوتے ہیں۔

(عُمْدَۃُ الْقَارِی ج ۱۰ ص ۶۴۴) ◻◻◻

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

اولاد کی پرورش بھاری! کتے کی پرورش پیاری

بھارت نوجوانوں کی طاقت سے بھرا ہوا ملک ہے، بھارت جیسے عظیم ملک میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ ہے، خود اعتمادی سے بھرا ہوا بھارت نوجوانوں کی تعداد پر فخر کرتا ہے، یہ کیوں کر ممکن ہوا چین کی طرح شرح پیدائش صرف ایک بچہ کے قانون کے تحت کیا یہ ممکن ہوتا؟ ہمارے ملک کے سیاست داں کبھی اس جانب بھی سوچیں، ہمارے پرائم منسٹر مسٹر نریندر دامودر مودی جی تو نوجوانوں کا بڑا گن گان کرتے ہیں، نوجوانوں کی طاقت سے نئی توانائی، نئی رفتار، نئی قوت حاصل کرنے والا بھارت اب نئے نئے قانون لا کر آبادی کنٹرول کرنا چاہتا ہے، چین کی مثال ہمارے سامنے ہے، خیر قدرت کا نظام اور انسانی نظام میں زمین آسمان کا فرق ہے، جو قدرتی نظام میں اپنی مرضی ٹھونسے گا قدرت اسے معاف نہیں کرے گی۔

نیک اولاد نعمت الٰہی ہے بیٹا ہو یا بیٹی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللّٰهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (سورۂ نحل 16: آیت 18)

بلا شبہ اولاد اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے، اولاد کے لیے انبیائے کرام نے اللہ سے دعائیں مانگی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دُعا مانگا:

''رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۔اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۔تو ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک عقلمند لڑکے کی۔''

(سورۃ الصفٰت، آیت ۱۰۰-۱۰۱)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ''نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے'' اس لیے جب بھی اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگی جائے تو نیک اور صالح کی دعا مانگی جائے، حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی جس کا ذکر قرآن مجید میں اور احادیث طیبہ و بیاض مفسرین کرام کی کتب میں موجود ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اولاد کے لیے

حضرت زکریا علیہ السلام کی اہلیہ ''ایشاع'' بانجھ تھیں، جس کی وجہ سے وہ بھی بے اولاد تھیں دونوں بوڑھے ہو چکے تھے اور ظاہری طور پر اولاد ہونے کے امکانات بھی ختم ہو چکے تھے، لیکن جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت بی بی مریم کے پاس بے موسمی نہایت اعلیٰ قسم کے پھل دیکھے، تو آپ کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ جب میرا رب بے موقع پھل عطا کر سکتا ہے، تو اس کے لیے اولاد دینا کیا مشکل ہے، اولاد کی تمنا وخواہش نے دعا کا روپ اختیار کر رب تعالیٰ کے حضور مانگنے کی ہمت پیدا کر دی اور پھر بے اختیار اُن کے منہ سے لبوں پر یہ دعا آ گئی:

''هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا مانگی، عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی کرم نوزی دیکھی تو وہیں بیت المقدس کی محراب میں دروازے بند کر کے پاکیزہ اولاد کی دعا مانگی، دعا کے آداب میں یہ بھی ہے جس جگہ رحمت الٰہی کا نزول ہوا ہو، وہاں دعا مانگنی چاہیے جیسے جس مقام پر حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غیب سے رزق ملتا تھا، وہیں حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی، اسی وجہ سے خانہ کعبہ

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

اسلامیات

اور تاجدارِ رسالت ﷺ کے روضہ اقدس پر دعا مانگنے میں زیادہ فائدہ ہے کہ یہ مقامات رحمتِ الٰہی کی بارش برسنے کے ہیں، اللہ رب العزت نے اپنے محبوب نبی کی دعا قبول فرمایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ فوری جاؤ اور میرے نیک بندے زکریا کو بیٹے کی بشارت دے دو، ارشاد باری ہوا:

''یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ِاسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا۔ اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں، جس کا نام یحیٰی ہے، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی دوسرا نہ بنایا۔''

رب تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی جو آپ کی طلب کے مطابق (آپ کے علم اور آلِ یعقوب کی نبوت کا) وارث ہوا یحیٰی نام کا اس سے پہلے کوئی دوسرا نہ تھا۔ (تفسیر جلالین، ج7/ص 254) تفصیل کے لیے سورہ آلِ عمران اور سورہ مریم کی تلاوت اور تفسیر پڑھیں۔

آبادی کنٹرول، ہم دو ہمارے دو، ایک سیاسی کھیل

آبادی روکنے کے لیے چین نے کتنے سخت قوانین لگائے، نتیجہ کیا نکلا لکھنے بتانے کی ضرورت نہیں اور اب ان کی پالیسی کیوں تبدیل ہو رہی ہے ''نیتا گڑن'' دھیان دیں سنٹرل میں، آسام میں، چندی گڑھ میں اور کئی صوبائی حکومتوں میں یہ پہلے سے ہی لاگو ہے اور اب اتر پردیس کی حکومت نے 11 جولائی 2021 کو ''نئی آبادی پالیسی New population policy کے مسودے کو لانچ کر دیا ہے، اس کے فوائد کا کلمہ نقوی سے لے کر سبھی بی جے پے نواز لیڈران و عوام پڑھ رہے ہیں، جبکہ موجودہ یوپی کی، اس وقت ہندستان اخبار و اور دوسرے اخبارات و معتبر ویب سائٹ کے مطابق بی جے پی حکومت میں شامل 8/ایم ایل اے 6/بچوں کے باپ ہیں، 15/ایم ایل اے 5/اور 44/ایم ایل اے 4/اور 83/ایم ایل اے 3/اور 103/ایم ایل اے 2/ اور 34/ایم ایل اے ایک بچوں کے باپ ہیں جبکہ 15/ایم ایل اے کو ایک بھی اولاد نہیں ہے، کیا قانون کو لانے والے اِن کا استعفیٰ لیں گے؟ کہیں پے نگاہیں کہیں پے نشانہ! الیکشن آرہا ہے دیکھیں کیا، کیا ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو ردِ عمل دینے کی ضرورت نہیں

خدارا، خدارا مسلمان آپا نہ کھوئیں بی جے پی کوئی بھی قانون لائے مسلمان اس کی اس کی مخالفت کریں یہ ضروی تو نہیں جہاں مسلمان پر ڈائرکٹ اثر ہو وہاں چپ بھی نہ بیٹھیں، آبادی کنٹرول قانون کی مخالفت وش ہندو پریشد اور بی جے پی کے ساتھ چلنے والی پارٹیاں بھی کر رہی ہیں، مزہ لیجیے آگے آگے دیکھئے اِنہیں میں کشتی، دھینگا مستی ہونے والی ہے، اپنا کیا جاتا ہے، ہمیں تو رب تعالیٰ کے فرمان پر ایمان رکھنا ہے۔

اولاد کے قاتلوں کو نصیحت

دوران حمل بچہ گرانا سخت گناہ ہے، فرمانِ خداوندی ہے:

''قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَھُمْ سَفَھًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَھُمُ اللّٰہُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ۔ بے شک وہ لوگ تباہ ہو گئے جو اپنی اولاد کو جہالت سے بے وقوفی کرتے ہوئے کرتے ہیں اور اللہ نے جو رزق انہیں عطا فرمایا ہے، اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام قرار دیتے ہیں، بے شک یہ لوگ گمراہ ہوئے اور یہ ہدایت والے نہیں ہیں۔''

یہ آیت کریمہ زمانۂ جاہلیت اور جو آج کل ہو رہا ہے بچیوں کو ماں کے رحم میں نہایت سنگ دلی اور بے رحمی کے ساتھ مار دیتے ''حمل گرا دیتے ہیں'' انتہائی گناہ کا کام ہے، قبیلہ ربیعہ اور مُضَر میں اس کا بہت رواج تھا بعض لوگ لڑکوں بھی قتل کرتے تھے اور بے رحمی کا یہ عالم تھا کہ ''کتّوں کی پرورش کرتے اور اولاد کو قتل کرتے تھے، جیسا کہ آج بھی بعض لوگ صرف ایک یا دو اولاد کے بعد پیدائشی عمل پر روک لگا دیتے ہیں اولاد کی پرورش بھاری لگتی ہے کئی کئی کتّوں کو پالتے ان کی غلامی کرتے ہیں اُن کی نسبت یہ ارشاد ہوا کہ ''وہ تباہ ہوئے'' اس میں شک نہیں اولاد اللہ کی انمول نعمت ہے اولاد کی ہلاکت سے اپنی تعداد کم ہوتی ہے، اپنی نسل مٹتی ہے، یہ دنیا کا خسارہ ہے، گھر کی تباہی ہے اور آخرت میں اس پر عذابِ عظیم ہے، یہ عمل دنیا اور آخرت دونوں میں تباہی کا باعث ہے، اولاد جیسی خدائی نعمت اور پیاری بقیہ ص ۱۴/ پر

ایک معروف اہل علم کے قلم سے

جنات کی مختلف شکلیں اور ان کے اقسام

جنات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک عجیب وغریب ہیں، اللہ نے انھیں کئی اعتبار سے امتیازی وانفرادی شان بخشی ہے، علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (١٢٧٠ھ) لکھتے ہیں:

"جنات اجسام ہوائیہ ہیں، جن میں سے بعض یا سب مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں، ان کی خاصیت یہ ہے کہ وہ مخفی رہتے ہیں اور بسا اوقات اپنی اصلی شکل کے علاوہ کسی اور شکل میں نظر آتے ہیں، بلکہ بعض مرتبہ اپنی خلقی صورت میں بھی نظر آجاتے ہیں، لیکن ان کو اصلی شکل میں دیکھنا انبیاء علیہم السلام اور بعض اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔"

(روح المعانی، ج ٢٩ ص ١٣٠)

تفسیر عزیزی میں ہے: احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شکلوں میں بہت اختلاف ہے یعنی ان کی ایک معین شکل نہیں ہے بعض کے پَر ہوتے ہیں، وہ تیز ہوا میں اڑتے ہیں، بعض سانپ اور کتے کی شکل بن کر پھرتے ہیں، بعض آدمیوں کی صورت میں ہوتے ہیں اور ان کے گھر بار ہوتے ہیں کہ کوچ اور قیام بھی کرتے ہیں لیکن ان کے گھر اور ٹھہرنے کی جگہ اکثر ویرانہ جنگل اور پہاڑ ہوتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی، پ ٢٩)

جنات اپنی شکلیں کس طرح تبدیل کرتے ہیں؟

حضرت علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ٨٥٥ھ) لکھتے ہیں:

"قاضی ابویعلی نے فرمایا کہ شیاطین کو اپنی خلقت یا شکل تبدیل کرنے پر کوئی قدرت نہیں ہے، ہاں یہ اس وقت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے کلمات یا افعال سکھا دے کہ جنہیں وہ پڑھیں یا کریں تو ایک شکل سے دوسری شکل میں منتقل ہوجائیں۔" (عمدۃ القاری، ج ١٠ ص ٦٤٤)

جن شیخ نجدی کی شکل میں

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ذکر فرمایا کہ کُفّارِ قریش دار الندوہ (کمیٹی گھر) میں رسولِ کریم ﷺ کی نسبت مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تو ابلیس لعین ایک بُڈھے کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں شیخ نجد ہوں، مجھے تمہارے اس اجتماع کی اطلاع ہوئی تو میں آیا، مجھ سے تم کچھ نہ چھپانا، میں تمہارا رفیق ہوں اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا، انہوں نے اس کو شامل کرلیا اور سید عالم ﷺ کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی، ابوالبختری نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کو پکڑ کر ایک مکان میں قید کردو اور مضبوط بندشوں سے باندھ دو، دروازہ بند کردو، صرف ایک سوراخ چھوڑ دو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے اور وہیں وہ ہلاک ہوکر رہ جائیں۔

اس پر شیطانِ لعین جو شیخ نجدی بنا ہوا تھا بہت ناخوش ہوا اور کہا نہایت ناقص رائے ہے، یہ خبر مشہور ہوگی اور ان کے اصحاب آئیں گے اور تم سے مقابلہ کریں گے اور ان کو تمہارے ہاتھ سے چھڑا لیں گے، لوگوں نے کہا: شیخِ نجدی ٹھیک کہتا ہے، پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ان کو (یعنی محمد ﷺ کو) اونٹ پر سوار کرکے اپنے شہر سے نکال دو پھر وہ جو کچھ بھی کریں، اس سے تمہیں کچھ ضرر نہیں، ابلیس نے اس رائے کو بھی ناپسند کیا اور کہا جس شخص نے تمہارے ہوش اُڑا دیئے اور تمہارے دانشمندوں کو حیران بنادیا اس کو تم دوسروں کی طرف بھیجتے ہو، تم نے اس کی شیریں کلامی، سیف زبانی، دل کشی نہیں دیکھی ہے، اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے قلوب تسخیر کرکے ان لوگوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے۔

اہلِ مجمع نے کہا شیخ نجدی کی رائے ٹھیک ہے، اس پر ابو

اسلامیات

جہل کھڑا ہوا اور اس نے یہ رائے دی کہ قریش کے ہر ہر خاندان سے ایک ایک عالی نسب جوان منتخب کیا جائے اور ان کو تیز تلواریں دی جائیں، وہ سب یکبارگی ان پر حملہ آور ہو کر قتل کر دیں تو بنی ہاشم قریش کے تمام قبائل سے نہ لڑ سکیں گے، غایت یہ ہے کہ خون کا معاوضہ دینا پڑے، وہ دے دیا جائے گا، ابلیس لعین نے اس تجویز کو پسند کیا اور ابو جہل کی بہت تعریف کی اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا، حضرتِ جبریل علیہ السلام نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ گزارش کیا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ! اپنی خواب گاہ میں شب کو نہ رہیں، اللہ تعالیٰ نے اِذن دیا ہے، مدینہ طیبہ کا عزم فرمائیں، حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شب میں اپنی خواب گاہ میں رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہماری چادر شریف اوڑھو، تمہیں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی اور حضور ﷺ دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے اور ایک مشت خاک دست مبارک میں لی اور آیت {اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا} پڑھ کر محاصرہ کرنے والوں پر ماری، سب کی آنکھوں اور سروں پر پہنچی، سب اندھے ہو گئے اور حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکے اور حضور مع سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غارِ ثور میں تشریف لے گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کو امانتیں پہنچانے کے لئے مکہ مکرمہ میں چھوڑا۔

مشرکین رات بھر سید عالم ﷺ کی دولت سرائے کا پہرہ دیتے رہے، صبح کو جب قتل کے ارادہ سے حملہ آور ہوئے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ان سے حضور ﷺ کو دریافت کیا گیا کہ کہاں ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں، کفار تلاش کے لئے نکلے، جب غار پر پہنچے تو مکڑی کے جالے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر اس میں داخل ہوتے تو یہ جالے باقی نہ رہتے، حضور ﷺ اس غار میں تین روز ٹھہرے پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

(ماخوذ از خزائن العرفان، الانفال، تحت الآیۃ ۳۰)

جن مفتی کی شکل میں

حضرت یحییٰ بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفص طائفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ منیٰ میں تھا کہ (ہم نے دیکھا) ایک شیخ جو سفید سر والا اور سفید داڑھی والا تھا (یعنی جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے) لوگوں کو فتویٰ دے رہا ہے، حضرت حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا ’’اے ابو ایوب! کیا تم اس بوڑھے کو دیکھ رہے ہو جو لوگوں کو فتوے دے رہا ہے، یہ عفریت جن ہے‘‘ یہ فرمانے کے بعد حضرت حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے قریب گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، جب حضرت حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی طرف غور سے دیکھنا شروع کیا تو اس نے اپنے جوتے اٹھائے اور بھاگنا شروع کر دیا، لوگ بھی اس کے پیچھے بھاگے، حضرت حفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہنے لگے ’’اے لوگو! یہ عفریت جن ہے۔‘‘

(آکَامُ الْمَرْجَانِ فِیْ اَحْکَامِ الْجَانِ، ص ۸۰)

جن اونٹ کی شکل میں

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ’’تم اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ کے قریب نماز مت پڑھو! کیونکہ اونٹ جنوں میں سے بھی پیدا کئے گئے ہیں، کیا تم ان کی آنکھوں اور ان کی پھولی ہوئی سانسوں کو نہیں دیکھتے، جب وہ بدکتے ہیں، ہاں! بکریوں کے باڑے کے قریب نماز پڑھو کیونکہ وہ رحمت کے زیادہ قریب ہیں۔‘‘

(اَلْمُسْنَدُ لِلْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَل، الحدیث ۲۰۵۸۰ رج ۷ رص ۳۴۲)

جن کتے کی شکل میں

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ (بعض) کتے بھی جنات ہوتے ہیں اور یہی کمزور قسم کے جنات ہیں، لہٰذا جس کے کھانے کے وقت کتا آجائے تو وہ اسے بھی کچھ کھلا دے یا اسے بھگا دے۔

(آکام المرجان فی احکام الجان، ص ۲۴)

جنات اصلی شکل میں نظر کیوں نہیں آتے؟

جنات بھی ہمارے ساتھ اس زمین میں رہتے ہیں لیکن وہ ہمیں دیکھتے ہیں اور ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے، اللہ تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے:

''اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔(پ۸/ الاعراف ۲۷) بے شک وہ اوراس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے بے شک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔'' (کنزالایمان)

صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ(۱۳۶۷ھ) اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جنوں کو ایسا اِدراک دیا ہے کہ وہ انسانوں کو دیکھتے ہیں اور انسانوں کو ایسا اِدراک نہیں ملا کہ وہ جنوں کو دیکھ سکیں۔''

حضرتِ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے سموم (یعنی جہنم کی آگ کے سترویں حصے) سے ابوالجنات کو پیدا فرمایا اوراس سے پوچھا: ''اے ابوالجن! تمہاری کیا خواہش ہے؟ اس نے کہا میری تمنا یہ ہے کہ ہم سب کو دیکھیں اور ہمیں کوئی نہ دیکھے اور ہم زمین میں چھپ جائیں اور ہمارا ادھیڑ عمر بھی نہ مرے یہاں تک کہ اس کی جوانی واپس آجائے۔(یعنی ہمارا ادھیڑ عمر بھی جوان ہو کر مرے)'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تمنا پوری فرمادی، اسی لئے جنات ہم سب کو دیکھتے ہیں لیکن ہم لوگ انہیں نہیں دیکھ پاتے اور جب وہ مرتے ہیں تو زمین میں غائب ہوجاتے ہیں اور ان کا بوڑھا بھی جوان ہو کر مرتا ہے۔

(آکام المَرْجَانِ فِیْ اَحْکَامِ الْجَانِ، ص ۱۲)

علامہ بدرالدین شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ(۷۶۹ھ) لکھتے ہیں: حضرت ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو عادل شخص یہ گمان کرے کہ اس نے جن کو دیکھا ہے تو میں اس کی گواہی باطل قرار دیتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔''(پ۸/ الاعراف ۲۷) مگر یہ کہ وہ نبی ہو۔ (آکام المرجان، ص ۲۳)

یاد رہے کہ عام انسان جنات کو اصل حالت میں نہیں دیکھ پاتا لیکن اگر یہ کسی اور شکل میں ہوں تو انسان کا ان کو دیکھنا کثیر روایات سے ثابت ہے۔

جنات کی مختلف شکلیں

علامہ بدرالدین شبلی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ(۷۶۹ھ) اپنی کتاب ''آکَامُ الْمَرْجَانِ فِیْ اَحْکَامِ الْجَانِ'' میں لکھتے ہیں:

''بلاشبہ جنات انسانوں اور جانوروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں چنانچہ وہ سانپوں، بچھوؤں، اونٹوں، بیلوں، گھوڑوں، بکریوں، خچروں، گدھوں اور پرندوں کی شکلوں میں بدلتے رہتے ہیں۔'' (آکام المرجان فی احکام الجان، ص ۲۱)

جنات کی قسمیں

حضرت سیدنا ابوثعلبہ خشنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنات کی تین قسمیں ہیں؛ اوّل: جن کے پر ہیں اور وہ ہوا میں اڑتے ہیں؛ دوم: سانپ اور کتے کی شکلوں اور سوم: جو سفر اور قیام کرتے ہیں۔'' (اَلْمُسْتَدْرَكُ لِلْحَاكِم، الجن ثلاثۃ اصناف، الحدیث ۳۷۵۴، ج ۳، ص ۲۵۴)

شارح بخاری علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۵ھ) نے قرآنِ پاک، احادیثِ مبارکہ اور آثار میں غور وفکر کر کے جِنّات کی چند اَقسام بیان فرمائی ہیں:

(1) غول: اسے عفریت بھی کہتے ہیں، یہ سب سے خطرناک اور خبیث جن ہے جو کسی سے مانوس نہیں ہوتا، جنگلات میں رہتا ہے، مختلف شکلیں بدلتا رہتا ہے اور رات کے وقت دکھائی دیتا ہے اور تنہا سفر کرنے والے مسافر کو عموماً دکھائی دیتا ہے جو اسے اپنے جیسا انسان سمجھ بیٹھتا ہے، یہ اس مسافر کو راستے سے بھٹکاتا ہے۔

(2) سِعلاۃ: یہ بھی جنگلوں میں رہتا ہے، جب کسی انسان کو دیکھتا ہے تو اس کے سامنے ناچنا شروع کر دیتا ہے اور اس سے چوہے بلی کا کھیل کھیلتا ہے۔

بقیہ ص ۱۴/ پر

از: شکیل احمد سبحانی*

سعودی چاند کی حقیقت

تبصرہ / تجزیہ

سعودی چاند؟ ایک فریب اور دھوکہ ہے، اس ویڈیو کلپ نے سعودیوں کے سب سے بڑے مفتی کا پوسٹ مارٹم کر دیا، کیا عمرہ کے لیے جانے والے کروڑوں مسلمانوں کے ایک ایک روزے قضا ہوگئے؟ کیا دنیا کے کروڑوں مسلمان حج کی سعادت سے محروم رہ گئے؟ قرآن وسنت پر عمل کرنے کا جتنا ڈھنڈھورا اہل سنت مخالف علما کی جانب سے پیٹا جاتا ہے، اس سے کہیں زیادہ یہ علما قرآن وسنت کی ہدایات کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

جس کا ایک کھلا ثبوت رویت ہلال ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں بڑی مشہور ومعروف ہیں، جس میں مسلمانوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید مناؤ۔'' اسی طرح حدیث پاک میں اس بات کی بھی تاکید موجود ہے کہ اگر 29 تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو مہینے کے 30 دن مکمل کیے جائیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں کہیں بھی یہ بات نہیں کہی گئی کہ پوری دنیا میں، یا آدھی دنیا میں، یا آس پاس کے ملک اور ریاستوں میں، ایک ہی دن سے روزہ شروع کیا جانا چاہیے اور ایک ہی دن عید منائی جانی چاہیے، اس کے باوجود سعودی عرب نے 14 ممالک میں ایک ساتھ عید منانے کی غرض سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں ایک نیا نظام بنایا اور ایک نیا کیلنڈر ایجاد کرتے ہوئے مسلمانوں کے مابین رویت ہلال کے مسئلہ پر فتنہ فساد اور خلفشار پیدا کر کے رکھ دیا ہے۔

سعودیوں کی وفاداری کا ثبوت پیش کرنے کے لیے سعودی امداد سے پلنے والے مدارس کے علمانے بھی دنیا کے مختلف خطوں میں اپنے مسلک کے ماننے والوں کا ذہن اور دماغ خراب کر کے رکھ دیا، یہی وجہ ہے کہ وہ رہتے تو امریکہ، افریقہ، برطانیہ، ہندستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں ہیں، لیکن بات سعودی عرب کے چاند کے اعلان کی کرتے ہیں، اپنی نظروں کے سامنے موجود آسمان انہیں نظر نہیں آتا۔

نہ ہی بادلوں میں چھپے اور گھرے چاند کو تلاش کرنے کی توفیق انہیں کبھی ملتی ہے، اسی لیے وہ موبائیل پر سعودی چاند کے اعلان کا تماشہ شوق سے دیکھتے اور دکھاتے پھرتے ہیں اور اس کے ذریعے عام مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، میں نے جان بوجھ کر یہاں تماشے کا لفظ استعمال کیا ہے، اس لیے کہ مجھے معلوم ہے سعودی چاند کی حقیقت کتنی ہے؟

اللہ کا فضل ہے کہ علمائے اہل سنت کے دامن کرم سے وابستہ ہونے کے سبب مجھے اس بات کا بھی علم ہے کہ موبائیل، فیس بک اور وہاٹس اپ پر چاند دیکھ کر اسے شرعی شہادت مان لینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی کیسی کھلی ہوئی خلاف ورزی ہے؟

جو مولوی مفتی صاحبان شوشل میڈیا کی خبر اور فیس بک واٹس اپ کے چاند پر یقین کر کے مختلف شہروں اور ضلعوں میں رمضان اور عید کا اعلان کرتے ہوئے خوب واہ واہی لوٹتے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ اس معاملے میں وہ خود سخت الجھن کا شکار ہیں، اگر اس مسئلہ میں انہیں کم علم اور جاہل کوئی کہے تب بھی غلط نہیں ہوگا، اس لیے کہ کب ٹی وی اور موبائیل کی خبر کو شہادت کا درجہ دیا جائے؟ کب اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے؟ اس کا کوئی بھی اصول اور ضابطہ ان کے پاس نہیں، جیسی ہوا چلتی ہے، اسی کے مطابق وہ کبھی ٹی وی موبائیل کی خبر کو شہادت مان لیتے ہیں اور کبھی اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

کبھی ذرا ان سے پوچھئے کہ مولوی صاحب جب ٹی وی، ریڈیو اور شوشل میڈیا پر ایمان ہی لانا ہے تو پھر 24 گھنٹے کی تاخیر کے بعد کیوں ایمان لاتے ہو؟ سعودیوں کے ساتھ ہی کیوں نہیں رمضان کی ابتدا اور انتہا کرنا سیکھ جاتے؟ تب معلوم ہوگا کہ اس آسان سے اور چھوٹے سے سوال پر بڑے بڑے القابات رکھنے والے ان مولوی صاحب کی کیا حالت بنتی ہے؟ سعودی عرب کو چھوڑ ئیے وہ تو بہت دور ہے، ہمارے ملک ہندوستان میں کیرلا کے لوگ ہمیشہ ایک دن قبل سعودیوں کی اتباع میں رمضان شروع کرتے ہیں اور عید مناتے ہیں۔

کیا غیر مقلد دیوبندی اور وہابی علما بتا سکتے ہیں کہ کیرلا کے لوگوں کی نقل اور اتباع کرنے میں انہیں کون سی دقت اور پریشانی ہے؟ ایک اہم بات یہاں یہ بھی ہے کہ جرم کرنے کے بعد بھی اس معاملے میں مجرم کو گناہ گار نہیں سمجھا جاتا، قرآن وسنت کے احکامات کی کھلی ہوئی خلاف ورزی کرنے والے مولویوں کو جب قرآن وسنت پر عمل کرنے کا سرٹیفکٹ دیا جانے لگے، تو پھر یہ مان لینا چاہیے کہ قیامت ہم سے کس قدر قریب پہنچ چکی ہے۔

اب آئیے سعودی چاند کی خبر لیتے ہیں، جس سعودی چاند کو لے کر اہل سنت کے مخالف علما دنیا کے ہر ملک میں ہمیشہ اختلاف وانتشار پیدا کرتے تھے، اب اس سعودی چاند کی حقیقت دنیا کے سامنے خود ان کے اپنے لوگوں نے فاش کر کے رکھ دی ہے کہ وہابی فرقے سے وابستہ سعودیوں کا چاند ایک دھوکہ ہے اور ایک فریب ہے، یہ بات میں نہیں کہتا، اس ویڈیو کلپ کو دیکھیے، جس میں ایک مولوی صاحب یہ سب کچھ اور اس سے بہت زیادہ کچھ کہہ رہے ہیں، ان مولوی صاحب کا نام ثمیر الدین قاسمی جھارکھنڈ، بھارت کے رہنے والے ہیں، فی الحال مانچسٹر، برطانیہ میں مقیم ہیں، تعلیم: دارالعلوم دیوبند سے اسلامیات کی ہے اور رویت ہلال کمیٹی (ساوتھ افریقہ) کے چیئرمین بھی ہیں۔

یہی مولوی ثمیر الدین اپنے ہم عقیدہ اور نام ورسعودی مفتی عبداللہ بن باز کا آپریشن بھی اس ٹی وی شو میں کر رہے ہیں، انہیں ایک خطرناک بدعت کا موجد بھی قرار دے رہے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' بھی لگا رہے ہیں، وہ صاف صاف اپنے دیگر علما کی موجودگی میں یہ انکشاف کر رہے ہیں کہ سعودی عرب کے چاند کو لے کر عید پر جو اختلاف اٹھا اور کچھ مساجد میں جہاں سعودی چاند کو فالو کیا جاتا تھا وہاں سعودی چاند کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا گیا تو اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ مولوی صاحب اس ویڈیو کلپ میں بڑے دعوے کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ سعودی عرب میں 24 ستمبر 1985 سے جس شاہی کیلنڈر کے مطابق حج اور عیدین کا اعلان ہو رہا ہے، وہ سعودی کیلنڈر سنت اور شریعت کے بالکل خلاف ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ اس سعودی کیلنڈر پر 14 ممالک نے اتفاق کیا اور اس کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی تھی، اس میں صرف ایک عالم تھا، باقی سب چودہ ممالک کے وزرا شامل تھے جو عالم تھا، وہی اس کمیٹی کا سربراہ تھا، جسے دنیا عبداللہ بن باز کے نام سے جانتی ہے، معلوم ہوا کہ چاند دیکھے بغیر چاند کا اعلان کرنے والے سعودی عرب کے بدعتی کیلنڈر کو وہابی فرقے کے سب سے بڑے مفتی نے جنم دیا ہے، سر پیٹنے کی بات تو یہ ہے کہ ایک سنت کو ختم کر کے اس بدعت کو کس دن اور کس تاریخ کو پیدا کیا گیا یہ سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود اہل حدیث، دیوبندی، مودودی اور غیر مقلد علما نے اس کی مذمت اور مخالفت نہیں کی، بلکہ برسوں سے اس کی تائید اور حمایت میں سرگرم ہیں اور اس پر عمل کر رہے ہیں۔

اس کے باوجود قرآن اور سنت پر عمل کرنے کا ان کا جھوٹا دعویٰ محفوظ اور برقرار ہے، پوری دنیا میں چاند کو لے کر ہمیشہ جو اختلافات پیدا ہوتے ہیں اس کی جڑ اور بنیاد یہی سعودی کیلنڈر ہے، اسی کلپ میں ایک اہل سنت مخالف ٹی وی چینل کے ذریعہ یہ مولوی صاحب ایک اور بڑی حیران کن بات بھی کہہ رہے ہیں کہ سعودی عرب کے کیلنڈر کے مطابق تو وہاں 29 تاریخ کو چاند دیکھا جاتا ہے مگر ان کا دعویٰ ہے کہ وہ 29 تاریخ نہیں ہوتی بلکہ 28 تاریخ ہی ہوتی ہے، ماتم کرتے ہوئے انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ سعودی کیلنڈر کے مطابق جو لوگ 29 تاریخ کو چاند دیکھنے کا دعوی کرتے ہیں ان کا یہ دعوی کیسے صحیح ہوسکتا ہے،

اس لیے کہ حقیقت میں وہ 28 تاریخ ہوتی ہے اور 28 تاریخ کو چاندنظر آنا ممکن ہی نہیں ہے۔

یہ مولوی صاحب، افسوس کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ عوام کو یقین ہی نہیں ہوتا کہ اتنا بڑا ملک اتنی بڑی خطا کرسکتا ہے اور دنیا کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے ایک روزے قضا اور حج کو برباد کرسکتا ہے لیکن سچائی یہ ہے کہ سعودی عرب میں ایسا ہو رہا ہے، اس بات کی تصدیق کے لیے ایک بڑی ہی اہم ویب سائٹ کا بھی انہوں نے حوالہ دیا ہے، اسی طرح ایک بہت ہی خطرناک بات بھی ان مولوی صاحب نے بیان کی ہے کہ سعودی مفتی عبد اللہ بن باز نے تو رویت ہلال یعنی چاند دیکھنے اور چاند کی شہادت لینے دینے والے مسئلہ کو تو بالکل نظر انداز ہی کر دیا ہے اور رویت ہلال کی بجائے وجود قمر کے تحت چاند کو تسلیم کرنے کی وہ بدعت پیدا کی جس سے چاند کی شہادت کا کوئی تعلق نہیں بچا۔

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ 14 مما لک کا کسی ایک کیلنڈر پر چاند کی شہادت سے متفق ہونا ممکن ہی نہیں تھا، اس لیے شہادت قمر کی بجائے ایک نیا ہتھکنڈہ استعمال کرتے ہوئے وجود قمر کو ایک سعودی کیلنڈر کی بنیاد بنایا گیا، یہ شریعت کے ساتھ اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ کیسا کھلا مذاق ہے اسے محسوس کیا جا سکتا ہے، لیکن سوال یہی اٹھتا ہے کہ جب گزرے تیس برسوں سے ہر سال مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں لاکھوں مسلمانوں کے ایک ایک روزے قضا ہوتے رہے، جب ان کے بیان کی روشنی میں تیس برسوں سے ہر سال دنیا کے لاکھوں مسلمانوں کو حج کی سعادت سے محروم کیا جاتا رہا۔

اس وقت یہ تمام لوگ کیوں تماشائی بنے ہوئے تھے؟ اور آج بھی اس معاملے کو شدت کے ساتھ کیوں نہیں اٹھایا جا رہا ہے؟ ان کے ذمہ دار علما اور تنظیموں کی طرف سے اس کی وسیع پیمانے پر مخالفت کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ یہ کوئی چھوٹی موٹی بات نہیں، درگزر کرنے کا معاملہ نہیں، بڑا ہی سنگین مسئلہ ہے، جو پوری دنیا کے مسلمانوں سے جڑا ہوا ہے، کروڑوں مسلمان اس صورت حال میں حج کی سعادت سے محروم ہو سکتے ہیں، اس لیے کہ جب حج کا دن ہی نہیں آیا تو پھر حج کی ادائیگی کہاں سے ہو سکتی ہے؟ عمرہ کی ادائیگی کی غرض سے مکہ شریف اور مدینہ شریف جانے والے کروڑوں مسلمان رمضان کے ایک روزے سے محروم ہو سکتے ہیں؟ سعودی ریال سے بنائے گئے بڑے بڑے مدارس کے تمام سعودنواز مفتی کیا سعودیوں کے بدعتی کیلنڈر سے اٹھنے والے ان خدشات کا جواب دے کر دنیا کے مسلمانوں کے اضطراب اور بے چینی کو ختم کر سکتے ہیں؟

□□□

ص ۲۳ رکا بقیہ..

استعمال کیا ہے انہوں نے اس لفظ کو کفر کا آئینہ دار بنا دیا ہے، اس رویہ سے اس لفظ کا تقدس پامال ہو رہا ہے، اس پر غور کریں اور سمجھنے کی کوشش کریں، میں نے اس لفظ کے تعلق سے اپنا عندیہ پیش کر دیا ہے اوروں کا اس تعلق سے کیا نظریہ ہے وہ جانے اور اس کا کام جانے ہمیں اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔

□□□

ص ۲۷ رکا بقیہ..

البانی نے جن کلمات سے استدلال کیا وہ ہے کان الذی فی السماء، ان کلمات کی روایت میں امام مسلم متفرد ہیں اس حدیث کو امام بخاری نے متعدد مقامات پر امام داؤد اور خود امام مسلم نے دوسری جگہ روایت کی مگر ان کلمات کو ترک کر دیا تو یہاں دو صورتیں ہو سکتی ہیں اول یہ کان الذی فی السماء سے مراد ملائکہ ہیں تو یزید بن کیسان کے کلمات امام اعمش اور زرارہ کے کلمات کی شرح جاتی گے اور کوئی مخالفت نہیں ہوگی دوم یہ کہ وہ مراد لئے جاتیں جو البانی و ذہبی چاہتے ہیں یعنی ذات باری تعالیٰ تو اس صورت میں یہ عبارت شاذ و مسکر قرار پائے گی کیوں کہ یزید بن کیسان نے امام اعمش اور زرارہ کی مخالفت کی ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری و امام ابوداؤد نے ابن کیسان کے کلمات کو ترک کر دیا اور ان کا ان کلمات کو ترک کرنا دلیل پر شذوذ ہے اور کلمات شاذہ سے باب عقائد میں استدلال درست نہیں۔

□□□

تیسری اور آخری قسط

از: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی*

لفظ ”حضرت“ معنی و مفہوم اور اس کا نشیب و فراز

گزشتہ سے پیوستہ

ابوطالب کے نام کے ساتھ ”حضرت“ کا استعمال

ابو طالب کو کون نہیں جانتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور حضرت علی کے والد تھے۔ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کیا؟ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ روز روشن کی مانند روشن ہے۔ مگر یہ معاملات اسی وقت کارگر اور مؤثر ہوتے ہیں جب ان کے ساتھ ایمان ویقین کی رعنائیاں پائی جاتی ہیں اور اگر ایسا نہیں ہوا کرتا ہے تو لوگ اسے نظر انداز کر دیا کرتے ہیں، دور حاضر میں بھی بہت سے غیر مسلم اپنے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور سماجی ومعاشرتی طور طریقے برتا کرتے ہیں جن کی وجہ سے کسی کا بھی دل اس کی جانب قدرے مائل ہو جایا کرتا ہے، اس کی عزت کرتا ہے اس کا استقبال کرتا ہے اسے سر اور جناب کرتا ہے اس کا شکریہ بھی ادا کرتا ہے مگر کوئی اسے ”حضرت“ نہیں کہتا ہے، ابوطالب کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پاک میں جو خوبصورت جذبہ تھا، آپ نے اس جذبہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: چچا جان ایمان لے آئیے کلمہ پڑھ لیجیے، اس التماس ابوطالب نے کہا لوگ ہمیں طعنہ دیں گے، یہاں تک آپ نے فرمایا: میرے کان میں کلمہ پڑھ دیجیے مگر انہوں نے کہا: اخترت النار علی العار۔ یعنی میں طعنہ پر جہنم کو ترجیح دیتا ہوں“، اسی تعلق سے یہ آیت نازل ہوئی ہے

”انك لا تهدي من احببت“ بے شک آپ منزل تک نہیں پہنچا سکتے جنہیں آپ پسند کرتے ہیں، اس آیت پاک سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابوطالب ایمان ویقین سے مستفیض نہیں ہو پائے، اس لئے آہ کا حسن رویہ بھی بے نتیجہ رہا اور عذاب میں مبتلا ہو گئے، اس لئے میرا ماننا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ ”حضرت“ کا سابقہ مناسب نہیں اور نہ ہی اس سابقہ کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ جہاں تک ان کے ”حسن رویہ“ کی بات ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ اسے انسانیت اور قرابت داری کے جذبوں سے مملو تو ہو سکتا ہے مگر ایمان نہ لانے کے سبب اسے ”عظمت دینی“ کے زمرے میں نہیں لایا جا سکتا ہے اس لئے ابوطالب کو ”حضرت“ نہ کہا جائے۔ پھر وہ حسن رویہ کسی کو متأثر کر سکتا ہے جو عملی طور پر پایا جائے صرف اس کا خوشگوار تصور کسی کلمہ تعظیم کا مستحق نہیں، جو انہیں حضرت کہتے ہیں یا ان کی وکالت وترجمانی کرتے ہیں میرے خیال میں اس رویہ کو دینی عظمت کے طور پر لیتے ہیں یا لینے کی کوشش کرتے ہیں، میں انہیں مشورہ دیتا ہوں کہ جذبات کے رومیں نہ بہیں بلکہ ٹھہر کر فکر وشعور سے کام لیں اور تفکر کو بروئے کار لاتے ہوئے اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔۔

”حضرت“ کا مفہوم ایمان اور مومن ہو سکتا ہے

کسی لفظ کے تعلق سے لغات میں جو معانی بیان کیے جاتے ہیں وہی کافی نہیں ہوتے کیوں کہ لفظ کے معنی ومفہوم میں تغیر وتبدل اور وسعت وارتقا محل استعمال کے سبب ہوتے رہتے ہیں۔ اس بنیاد پر کہا جاتا ہے جب لفظ ”حضرت“ کسی عظیم شخصیت کی حیز میں ہوتا ہے تو اس کا معنی کچھ اور ہوتا ہے اور جب شخصیت سے الگ ہوا کرتا ہے تو اس کا ایک سادہ سا مفہوم ہوتا ہے کہ وہ ایک کلمہ تعظیم ہے اور بس۔ جب کسی صاحب ایمان اور عالی مرتبت نیز رتبہ عالیہ کی حامل شخصیت کے ساتھ اس کا سابقہ ہوتا ہے تو اس میں ایمان ویقین کی رمق آ ہی جاتی ہے اور اس کے مفہوم میں ایمان وایقان شامل ہو جایا کرتے ہیں مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جن افراد نے ابوطالب کے ساتھ حضرت کا

بقیہ ص ۲۲ پر

تقدونظر

* مضمون نگار مدرسہ شمس العلوم، گھنٹہ گھر، بدایوں کے پرنسپل ہیں۔

پانچویں اور آخری قسط

از: مولانا کوثر امام قادری *

عقیدۂ تجسیم اور شیخ البانی

تسلسل

گزشتہ سے پیوستہ

حافظ ذہبی نے فرمایا:

"حماد بن سلمة فالاحتياط ان لا يحتج به فيما يخالف الثقات۔ (منہج الاماھرا لنسائی ۶۸۱) احتیاط یہی ہے کہ حماد نے جن روایتوں میں ثقات کی مخالفت کی ہے ان سے استدلال نہ کیا جائے۔"

حماد بن سلمۃ کی بزرگی وثقاہت میں کوئی کلام نہیں ہاں حافظ میں کلام ہے نیزان کی کتاب میں ان کے پروردہ نے تحریف کر دی تھی اور عبادان سے ملاقات کے پہلے وہ احادیث صفات نہیں پایا کرتے تھے پھر ملاقات کے بعد انہوں نے احادیث صفات بیان کرنا شروع کر دیا علاوہ ازیں حضرت انس کی روایت جو ثقہ لوگوں نے بیان کی ہے، اس کے خلاف یہ الفاظ ہیں، اس لئے یہ باب عقائد کے لائق بالکل ہی نہیں لیکن البانی کے عقیدے کے مطابق تھی، اس لئے اسے صحیح سمجھ کر تنقید نہیں کی اور آگے بڑھ گئے۔

"حديث سعد بن ابي وقاص ان النبي ﷺ قال سعد بن معاذ لقد حكمت فيهم بحكم الملك من فوق سبع سماوات۔ هذا حديث صحيح اخرجه النسائي قال البانی، واستاده حسن۔ (مختصر العلو ۸۰) حضرت سعد بن وقاص کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن معاذ سے فرمایا قرسنیا میں نے تجھے ان لوگوں میں حاکم بنایا ہے اس بادشاہ کے حکم سے جو سات آسمانوں کے اوپر ہے۔"

یہ حدیث صحیح ہے اسے امام نسائی نے تخریج کی ہے، اس حدیث کو سعد بن ابراہیم سے دو لوگوں نے روایت کی ایک محمد بن صالح نے اور دوسرے امام شعبۃ نے امام شعبۃ کی روایت میں فوق سبع سماوات کے الفاظ نہیں ہیں اسے محمد بن صالح تمار نے روایت کی اور اس میں امام شعبہ کی مخالفت کی ہے، امام نسائی نے امام شعبہ کی روایت پیش کر کے فرمایا:

"قال حكمت فيهم بحكم الملك" قال ابو عبد الرحمن خالفه محمد بن صالح۔ (سنن النسائی حدیث نمبر ۵۹۰۵) امام نسائی نے کہا محمد بن صالح نے اس کی مخالفت کی ہے۔"

ابن ابوحاتم نے کہا:

"سألت ابي عن حديث رواه خالد بن عبد الرحمن عن محمد بن صالح الشمار المدني عن سعد بن ابراهيم عن عامر ابن سعد عن ابيه قال اني سعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوم حكم في بني قريظة فذكر الحديث قال ابي رواه شعبة عن سعد بن ابراهيم عن ابي امامة بن سهل بن حنيف عن ابي عن النبي ﷺ وهوا شبه وذالك خطأ محمد بن صالح شيخ لا يعجيني حديثه۔ (العلل لا بن ابی حاتم جلد ۱، ۳۲۵۔۹۷۱) میں نے اپنے والد سے اس روایت بارے میں دریافت کیا جسے خالد نے از محمد صالح از سعد بن ابراہیم از عامر بن سعد عن ابیہ روایت کی ہے کہ حضرت سعد رسول اللہ کے پاس آتے اس دن جس دن ان کو سنو قریظہ کا حاکم بنا گیا پھر پوری حدیث ذکر کی تو والد گرامی نے فرمایا اس روایت کو امام شعبہ نے از سعد بن ابراہیم از ابوامامہ از ابوسعید بیان کی ہے اور یہی صحیح ہے اور وہ روایت غلط ہے، محمد بن صالح بڑے شیخ ہیں لیکن ان کی روایتیں مجھے پسند نہیں۔"

* مضمون نگار دارالعلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی باز ار مہاراج گنج کے استاذ ہیں۔

امام دارقطنی نے فرمایا:

"رواہ محمد بن صالح الشمار المدنی عن سعد بن ابراھیم عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ و وھم فیہ ایضاً والصواب ما رواہ شعبۃ عن سعد بن ابراھیم عن ابی امامۃ بن حنیف عن ابی سعید الخدرمی۔" (علل دار قطنی جلد ۴، ۲۹۱۔ ۲۹۲)

صحیح وہ ہے جس کو امام شعبہ نے از سعد از ابوامامہ از ابو سعید خدری روایت کی ہے۔

شعیب الانوار نے کہا:

"واما الزیادۃ فقدرواھا ابن سعد فی الطبقات و اوردھا الذھبی فی العلوم وصححھا کالشارح مع انہ تفردبھا محمد بن صالح الشمار ومثلہ لایقبل تفردہ۔ (شرح العقیدۃ جلد ۲، ۳۰۸) لیکن زیادتی تو اس کو ابن سعد نے طبقات میں روایت کی ہے اور اسے ذہبی نے العلو میں ذکر کیا اور شارح کی طرح اس کو صحیح کیا ہے باوجود اس کے کہ اس میں محمد بن صالح متفرد ہے اور ایسے لوگوں کا تفرد قبول نہیں کیا جاتا۔"

یعنی البانی و ذہبی کے محل استدلال کلمات حدیث نبی نہیں ہیں بلکہ راوی کے بڑھا کے ہوتے کلمات میں جو منکر و شاذ کے درجے میں ہونے باعث باب عقائد کے لائق بالکل ہی نہیں ہیں۔

"حدیث عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان اللہ علی العرش وکان قبل کل شئی و کتب فی اللوح کل شئی یکون ھذا حدیث صحیح قد خرجہ البخاری فی مواضع۔ (مختصر العلو ص ۹۸) عمران بن حصین کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عرش پر تھا اور ہر چیز سے پہلے تھا اور لوح محفوظ میں ان تمام چیزوں کو لکھا جو پیدا ہونے والی تھیں۔"

مذکورہ حدیث میں محل استدلال کان اللہ علی العرش ہے، ذہبی اور البانی دونوں نے حدیث کے صحیح ہونے کو تسلیم کیا ہے اور ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ ہے اور البانی نے اس کی تائید کی ہے اور بخاری سے پوری حدیث نقل کرتے ہوں۔

"عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال دخلت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعقلت ناقتی بالباب فاتاہ ناس من نبی لمیم فقال اقبلوا البشری یا نبی تمیم قالوا قد بشر تنا فاعطنا رتین ثم دخل علیہ نابس من اھل السیمن فقال اقبلوا البشریٰ یااھل ایمن اذلم یقبلھا بنو تمیم قالوا قد قبلنا رسول اللہ قالوا جتناک نسائلک عن ھذا الامر قال کان اللہ ولم یکن شئی غیرہ وکان عرشہ علی الماء۔ (صحیح البخاری حدیث نمبر ۳۱۹۱) عمران بن حصین نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اپنی اونٹنی دروازے کے ساتھ باندھ دیا پھر بنوتمیم کے کچھ لوگ آئے تو حضور نے فرمایا بشارت قبول کروائے بنوتمیم انہوں نے کہا آپ نے ہمیں بشارت دی تو ہمیں دومرتبہ نوازیں، پھر یمن کے کچھ لوگ آئے تو آپ نے فرمایا خوش خبری قبول کروائے یمن والو جسے بنوتمیم نے قبول نہیں کیا، انہوں نے کہا ہم نے قبول کرلیا یا رسول اللہ، ہم لوگ اس بڑی بات کو پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے سوا کوئی چیز نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔"

دوسری جگہ بھی یہی کلمات ہیں:

"کان اللہ ولم یکن شئی قبلہ۔ (صحیح البخاری حدیث نمبر ۷۴۱۸)، اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی۔"

بخاری میں کلمات کان اللہ علی العرش کہیں نہیں آیا لیکن استاذ و شاگرد دونوں نے دھوکا دینے کے لئے بخاری شریف کی صحیح حدیث میں اپنے مطلب کی چیز داخل کردیا، استغفر اللہ!

"حدیث عن عمارہ بن عمیر الدھنی عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال الکرسی موضع القدمین ولہ اطیطا کاطیطا الرحل الباقی کما و

اسنادہ موقوف صحیح ۔(مختصر العلو ۱۲۴) حضرت ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا کرسی دونوں قدم رکھنے کی جگہ پر ہے اوراس کے لئے چرچراہٹ ہے جیسے کجاوہ کے لئے ہوتی ہے۔

اس کی سند میں انقطاع ہے پھر کیسے البانی نے دھوکا دیا اورصاف صاف لکھ مارا کہ یہ صحیح ہے، کیا صحت روایت کے لئے اتصال سند شرط نہیں ہے؟ محقق کتاب للسنۃ لابن احمد نے اس کی تحقیق میں کہا:

''فی اسنادہ التفطاع لان عمارۃ لم یدرك ابا موسی ۔ (کتاب السنۃ ۱، ۳۰۲) اس کی اسناد میں انقطاع اس لئے عمارہ نے ابوموسیٰ کونہیں پایا۔''

''حدیث عن عمارہ الدھنی عن سعید بن جبر عن ابن عباس وسع کرسیہ السموات والارض قال الکرسی موضع القدمین ولا بقدر قدر عرشہ۔ (معجم کبیر طبرانی ۱۲، ۳۹) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس کی کرسی آسمانوں اورزمین کووسیع ہے کیا کہ کرسی دونوں قدموں کے رکھنے کی جگہ ہے اوروہ اس کے عرش کے برابر نہیں ہے۔''

اس کوعمار دہنی نے سعید بن جیر سے روایت کی جبکہ سعید سے اس کی سماعت ثابت نہیں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

''لم یسمع الدھنی من سعید بن جبر۔(جامع التحصیل ۵۵۰) دہنی نے سعید بن جبر سے سماع نہیں کی۔''

عمارہ کی یہ روایت بھی منقطع ہونے کے باعث ضعیف ٹھہری۔

''حدیث عن عمارۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال الکرسی موضع القدمین والعرش الایقدر احد قدرہ البانی نے کہا صحیح موقوف ۔(مختصر العلو ۱۰۲) حضرت ابن عباس نے فرمایا کرسی دونوں قدموں کے رکھنے کی جگہ ہے اورعرش تو کوئی اس کی مقدار کے برابر نہیں۔''

عمارہ کی ایک روایت یہ بھی ہے۔

''عن عمارۃ الدھنی عن مسلم البطین قال الکرسی موضع القدسین ۔(تفسیر طبری ۳، ۱۰) مسلم بطین نے کہا کہ کرسی دونوں قدموں کے رکھنے کی جگہ ہے۔''

یعنی عمارۃ کی جوبھی روایتیں یہاں پیش کی گئی ہیں ان میں کوئی بھی صحیح نہیں لیکن ازراہ فریب کاری ان پرصحت کا حکم لگا دیا گیا خود غور کیجئے ،الکرسی موضع القدمین کوعمارہ ابوموسیٰ اشعری سے کبھی سعید بل جبر سے کبھی ابن عباس سے اور کبھی مسلم بطین سے روایت کرتے ہیں، سعید بن خبیر اور موبوسیٰ اشعری والی دونوں سندیں ضعیف ہیں اور حضرت ابن عباس والی روایت خود یعنی عباس کے موقف کے خلاف ہے جس کے سبب مرحوم و مخدوش ہے، اس سلسلے میں حضرت ابن عباس کا موقف کیا ہے، امام ابن جریر فرماتے ہیں:

''حدثنا ابو کریب وسلم بن جنادۃ قالا حدثنا ابن ادریس عن مطرف عن جعفر بن ابی الفیسرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس (مع کرسیہ) قال علمہ۔ (تفسیر طبری ۳، ۹) حضرت ابن عباس نے فرمایاوسع کرسیہ(میں کرسی سے مراد) اس کاعلم ہے۔''

واضع ہوا کہ عمارہ الدہنی کی روایت کی سند میں اضطراب بھی ہے انقطاع بھی ہے اور ابن عباس کے موقف کے خلاف بھی ہے پھر بھی البانی نے اسے صحیح کہا تو یہ زبردستی کا فیصلہ ہے۔

''حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الاتأمتوفی وانا امین فی السماء؟ یأتینی خبر السماء صاحاً ومساعراً۔ متفق علیہ، مختصر العلو۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم لوگ مجھ پراعتماد نہیں کرتے حالانکہ میں اس کا آمین ہوں تو آسمانوں میں ہے، میرے پاس صبح وشام آسمان کی خبرآتی ہے۔''

امام بخاری نے حسب ذیل سند سے ان کلمات کی تخریج کی ہے۔

''حدثنا فتیبة حدثنا عبدالواحد عن عمارة بن القعقاع بن شبرمة حدثنا عبد الرحمٰن بن ابی نعم قال سمعت ابا سعید الخدری (صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۳۵۱) (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۰۶۴) یہاں یہ چیز ملحوظ رہے کہ عمارۃ نے من فی السماء کے الفاظ روایت کئے جبکہ ان سے اعلیٰ راوی نے ان کے خلاف روایت کی۔''

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

''حدثنا قبیصة حدثنا سفیان عن ابیه عن ابیه عن ابی نعم عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ فمن یطیع الله اذا عصیته قیامننی علی اهل الارض ولا تامنونی۔(صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۳۳۲) (صحیح البخاری حدیث نمبر ۳۳۴۴) (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۰۴۴)(سنن النسائی الصغریٰ حدیث نمبر ۳۵۷۸) (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۷۶۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون اللہ کی اطاعت کرے گا جب میں ہی اس کی نافرمانی کروں، تو اس نے مجھ کو اہل زمین پر آمین بنایا حالانکہ لوگ مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے۔''

امام بخاری و امام مسلم نے ایک ایک مقام پر عمارۃ کے کلمات لئے اور بقیہ مقامات پر ان کے کلمات کو ترک کر دیا اور سعید بن سروق کے الفاظ لئے جس میں انا امین من فی السماء نہیں ہے اسی طرح امام نسائی امام ابوداؤد امام احمد بن حنبل نے یہ کلمات ترک کر دیئے وجہ یہی ہے کہ یہ کلمات شاذ ہیں اس لئے کہ عمارۃ نے سعید بن سروق کی مخالفت کی اور قاعدہ ہے کہ جب ثقہ اوثق کی مخالفت کرے تو اس کی روایت شاذ ہوتی ہے اور روایت شاذہ جب باب احکام میں مقبول نہیں تو باب عقائد میں قابل قبول کیسے ہوسکتی ہے۔

''حدیث ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الذی نفسی بیده مامن رجل یدعو مرائة الی فراشه فتأبی علیه الا کان الذی فی السماء ساخطا علیها حتیٰ یرضی عنها زوجها اخرجه مسلم۔ (مختصر العلو حدیث ۸ ص ۸۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کی قدرت میں میری جان ہے نہیں کوئی مرد جس نے اپنی بیوی کو بستر پر بلایا تو اس نے انکار کر دیا مگر وہ جو آسان ہے اس غضبناک ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے شوہر کو راضی کرے۔''

امام مسلم کے نزدیک اس حدیث کی سند یہ ہے:

''حدثنا ابن ابی عمر حدثنا مروان عن یزید بن کیسان عن ابی حازم عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الخ (مسلم حدیث نمبر ۱۴۳۶) حضرت ابوہریرہ کی اس روایت کو یزید ابن کیسان نے عن ابی حازم بیان کیا اور اس روایت امام اعمش نے بھی عن ابی حازم بیان کیا ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔''

''عن الاعمش عن ابی حازم عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا دعا الرجل امراته الی فراشه فلم تأته فبات غضبان علیها لعنتها الملائکة حتیٰ تصبح ۔(صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۳۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے پھر اس نے انکار کر دیا تو وہ رات گذارتی ہے اس حال میں کہ اس پر غضب ہوتا ہے اور ملائکہ اس پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ صبح کرے۔''

یہی روایت امام بخاری نے بھی لی ہے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۲۳۷ صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۱۹۳)

حضرت ابوہریرہ کی یہی روایت امام بخاری نے عن قتادہ عن زراہ عن ابی ہریرہ بھی تخریج کی ہے۔(صحیح بخاری ۵۱۹۴)

اس روایت کو امام ابوداؤد نے بھی لی ہے۔(سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۲۱۴۱)

بقیہ ص ۲۲ پر

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

حسان الہند علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی! ایک تعارف

اسلاف وا خلاف

5 رجولائی کو خلد آباد میں آپ کا عرس منایا جاتا ہے، ہندوستان کی تاریخ میں اپنے تحقیقی، فکری، روحانی، تاریخی، ادبی کارہائے علمیہ کے اعتبار سے حسان الھند علامہ میر سید غلام علی آزاد چشتی بلگرامی علیہ الرحمۃ کا اسم ممتاز حیثیت کا حامل ھے۔

(1) حسان الہند علامہ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ بارہویں صدی ہجری کے عظیم مؤرخ ہیں۔

(2) بچپن ہی میں آپ کو خواب میں جلوۂ حبیب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور پھر تسکین قلب کے لیے زیارتِ حرمین طیبین کے لیے تنِ تنہا پروانہ وار نکل پڑے۔

(3) شہر محبت مدینہ مقدسہ میں حضرت شیخ محمد حیات سندھی مدنی سے علم حدیث کا درس لیا۔

(4) فریضۂ حج ادا کیا اور کئی ماہ مکۂ مکرمہ میں قیام کیا، مقاماتِ مقدسہ اور اسلامی آثار کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔

(5) علامہ آزاد بلگرامی ایک عظیم شاعر بھی تھے، آپ کی شاعری کو ہندوستانی عربی ادب کا شاہکار کہا گیا ہے۔

(6) آپ کے عربی اشعار کی تعداد محققین نے سترہ ہزار (17000) کے قریب شمار کی ہے جو عربی ادب کی فنی لطافتوں اور صوفیانہ نغمگی سے پُر ہے۔

(7) علامہ آزاد بلگرامی کی شاعری کا موضوع مدحت آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اسی لیے انہیں ''حسان الھند'' جیسے باوقار اور عظیم لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(8) علامہ آزاد بلگرامی نے اپنی شاعری میں جا بجا حب الوطنی کا اظہار کیا ہے۔

(9) آپ نے سب سے پہلے اپنی نظم ونثر میں عظمتِ ہند کے نغمے گنگنائے ہیں اور عظمت ہند کے تئیں اسلامی نسبتوں کا ذکر کیا ہے۔

(10) آپ کی تصانیف کے نام اس طرح ہیں:

1- سبحۃ المرجان فی آثارِ ہندوستان

2- شمامۃ العنبر ماورد فی الھند من سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم (شمامۃ العنبر کی اشاعت ڈاکٹر سید علیم اشرف نے دار العلوم جائس سے کی۔)

3- بریلی شریف سے مآثر الکرام کی اشاعت عمل میں آئی۔

4- مالیگاؤں سے روضۃ الاولیاء کی اشاعت آل انڈیا سُنّی جمعیۃ العلماء کے زیر اہتمام ہوئی۔

جب کہ کئی کتابیں بیروت، قاہرہ وغیرہ سے شائع ہوئیں، کئی مخطوطات علی گڑھ ولکھنؤ کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔

(11) آپ کے عربی شعری دیوان سے متعلق ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی (پروفیسر مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی حیدرآباد) نے نشان دہی کی ہے کہ آپ کے صرف چار دیوان مطبوع ہیں۔

(12) علامہ ارشد القادری کے فرزند مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی (مقیم امریکہ) نے آپ کی عربی نگارشات پر مقالۂ تحقیق قلم بند کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

(13) علامہ آزاد بلگرامی نے بحیثیت شاعر وادیب اور سیاح و مؤرخ اپنی علمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

(14) بحیثیت محدث آپ نے بخاری شریف کی کتاب الزکاۃ تک کی شرح تحریر کی۔

(15) آپ نے عربی وفارسی میں سیرت اور ہندوستان کی اسلامی تاریخ سے متعلق متعدد کتابیں تحریر فرمائیں جن سے آپ کی مؤرخانہ ومحققانہ شان وعظمت اجاگر ہوتی ہے، نیز سلاطین ہند کے تذکرے بھی قلم بند فرمائے، شوکت اسلام کے کئی ادوار حیطۂ تحریر میں لائے، سلاطین نے آپ کی قدر کی اور عظمتوں کے

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

معترف ہوئے۔

(16) آج بھی علمی وادبی تحریروں میں آپ کی تحقیق کو قولِ فیصل مانا جاتا ہے، بڑے بڑے علما و مؤرخین آپ کی کتابوں کے حوالے تحریر کرتے ہیں، امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت نے بھی فتاویٰ رضویہ میں آپ کی عبارتیں ذکر فرمائی ہیں۔

(17) علامہ آزاد بلگرامی ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے مگر بنیادی طور پر وہ ایک صوفیِ باصفا اور عالم دین تھے۔

(18) علامہ آزاد بلگرامی! نے زندگی کے آخری ایام گوشہ نشینی میں گزارے، مدینۃ الاولیاء خلدآباد میں خلیفۂ محبوب الٰہی حضرت امیر علاء سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پہلو میں ایک قطعہ اراضی خریدا، اس کا نام ''عاقبت خانہ'' رکھا، وصال سے کچھ دنوں قبل دکن کے صوفیا اور فقرا کی دعوت کی اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے۔

(19) 24 ذی القعدہ 1200ھ میں علم وفن کا یہ ماہ تاب اپنے کمالات کی تمام تر رعنائیاں بکھیر کر وصال کی لذت سے سرشار ہو گیا، خلدآباد میں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے؛ آستانے کی تزئین جدید حضرت سید بادشاہ میاں واسطی بلگرامی صاحب کی نگرانی میں جاری ہے، آپ کا عرس ہر سال سنی جمعیۃ العلماء مالیگاؤں کے زیر اہتمام خلدآباد میں منایا جاتا ہے، عرس کا انعقاد سنی جمعیۃ العلماء کی طرف سے ہوتا ہے۔

آسماں عینک لگا کر مہر و ماہ کی دیکھ لے
جلوہ انوارِ حق ہے صبح و شام بلگرام

(اعلیٰ حضرت محدث بریلوی)

□□□

ص ۱۴؍ کا بقیہ.................................

اپنے اصحاب میں شامل فرمالیتے۔''

(۱۱) تصانیف رضا کی گیارہویں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی تصانیف مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے عقیدہ میں پختگی عمل میں مضبوطی علم میں اضافہ فکر میں وسعت مزاج میں اعتدال کفار و بد مذہب پر سختی مومن پر نرمی بدعات و منکرات سے پرہیزگاری عشق رسول وغیرہ کا حصول ہوتا ہے۔

حکیم الامت صاحب تصانیف کثیرہ مفسر قرآن مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ نے اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے ایک رسالہ "عطایا القدیر فی حکم التصویر" کا جب مطالعہ کیا تو اتنے متحیر ہوئے کہ اپنا تاثر ان الفاظ میں دیتے ہوئے نظر آتے ہیں:

''چوں کہ میری طالب علمی دیوبندی مکتب فکر کے اساتذہ سے متاثر تھی کہ علمی تحقیق صرف علمائے دیوبند کی تالیفات میں ملتی ہے جب میں نے مذکورہ رسالہ مطالعہ کیا تو اس کے لکھنے والے کے تبحر علمی اور دقت نظری کے کمال کا گرویدہ ہو گیا سچ یہ ہے کہ اس رسالے نے میری ذہنی اور اعتقادی دنیا میں انقلاب برپا کردیا۔''

تصانیف رضا کی ایک سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف چودہ سوسالہ علم کے ذخیرے کا عطر تحقیق ہے جس نے تصانیف رضا کا مطالعہ کیا گویا اس نے چودہ سوسالہ تاریخ میں لکھی گئی تمام فقہی اعتقادی کتابوں کو پڑھ لیا۔

نوٹ: عوام وخواص کے عقائد واعمال کی حفاظت وعلم وادب کے فروغ کے لئے امام اہل سنت کی تصانیف مبارکہ کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے ہر شہر قصبہ گاوں میں لائبریری قائم کر کے امام اہل سنت کی کتب کو رکھا جائے اہل علم وشائقین مطالعہ کو تحفے میں پیش کی جائیں صرف نارے باجی سے کچھ نہیں ہوگا امام کی روح حقیقت میں ان کی تصانیف مبارکہ کو عام کرنے سے ہی خوش ہوگی۔

□□□

از: مولانا مجتبیٰ اشرف قادری*

مفتی اعظم ہند اور ان کے علمی کمالات

وہ شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان، جنھوں نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت اقدس میں گیارہ سال رہ کر اکتساب فیض کیا وہ فرماتے ہیں ،حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے 1910ء میں صرف اٹھارہ سال کی عمر میں سب سے پہلا فتویٰ تحریر فرمایا، پھر یہ فتویٰ امام اہل سنت، امام عشق ومحبت ،سیدی اعلی حضرت قدس سرہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے بغیر کسی ترمیم کے اس کی تصحیح فرمائی اور خوش ہو کر انعام عطا فرمایا اور ساتھ ہی میں آپ کے نام کی مہر بنوا کر عنایات فرمائی۔

آپ مفتیان کرام سے پوچھیں گے تو معلوم ہوگا کہ فتویٰ نویسی میں سب سے پہلے یہ غور کیا جاتا ہے کہ سائل پوچھنا کیا چاہتا ہے! وہ الجھا ہوا کہاں ہے؟ اس نے مافی الضمیر کو ادا کیا بھی ہے یا نہیں؟ ان سارے پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھ کر اپنے سلجھے ہوئے انداز اور جامع مانع کلمات میں جواب لکھتا ہے۔۔تو کیا زندگی میں پہلا فتوی لکھنے والا ان باتوں کی رعایت کر سکے گا یہ ایک امر مشکل ہے، ذہین و فطین علما برسہا برس تک مشاقی کرنے اور ماہرین فن افتا سے اصلاح لینے کے بعد اس چیز پر قادر ہوتے ہیں کہ وہ ایک فتویٰ لکھ سکے،لیکن جو خوبی دیگر ذہین وفطین علما برسہا برس میں تنقید اصلاح اور ہدایت کے بعد حاصل ہوتی ہے، وہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو پہلے ہی دن حاصل تھی اور تصحیح کے لئے فتویٰ اس عظیم بارگاہ میں پیش کیا گیا تھا کہ جس کی بصیرت اور تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کلمہ کے ہزار معانی بھی ہوتے تو اوّل نظر میں ہی احاطے میں آجاتے، وہ ذات جس کے بارے میں علمائے حرمین نے فرمایا۔

اگر انھیں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور ان کو اپنے تلامذہ میں داخل فرما لیتے ،ایسی ذی علم ذات کو بھی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے پہلے فتویٰ کی اصلاح کی ضرورت نہ پڑی ، یہ ہے حضور مفتی اعظم ہند کا علمی کمال،آپ کی عمر کے یہی ایام تھے کہ علمائے رام پور سے اذان ثانی کے مسئلہ پر بحث چھڑ گئی اور علمائے رام پور کوئی معمولی علما نہ تھے، بلکہ یہ وہ اکابر علما تھے جن کے علم وفضل کا رعب و دبدبہ پورے ہندوستان میں چھایا ہوا تھا،علمائے رام پور نے اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ اذان ثانی کے مسئلہ پر بحث شروع کر دی تو امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کے افہام وتفہیم کے لئے اپنے اس نوجوان فرزند کو حکم فرمایا تو مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے علمائے رام پور کے ابحاث علمیہ کے ایسے مبرہن و مدلل جواب دیئے کہ وہ دم بخود رہ گئے اور ان پر ایسی گرفت فرمائی کہ وہ انگشت بدنداں رہ گئے۔

آپ اپنے دور کے جملہ علما و مشائخ میں بلاشبہ ملجائے خواص وعام اور مرجع اصاغر و اکابر تھے،آپ کی ذات گرامی جماعت اہل سنت کے لیے ایسی بافیض اور بابرکت تھی کہ آپ کی حیات تک جماعتی تمام فتنوں کا دروازہ بند تھا۔آپ کے دور کے اصاغر ہوں یا اکابر،عوام ہوں یا خواص کسی اندر یہ جرأت نہ تھی کہ علم بغاوت بلند کر سکے،جس سے جماعت اہل سنت میں افتراق وانتشار ہو اور لوگ مختلف گروپوں میں بٹ جائیں اور اہم سے اہم فقہی، دینی اور ملی مسائل میں آپ علیہ الرحمۃ والرضوان کا ارشاد سند کا درجہ رکھتا تھا اور آپ کا حکم حرف آخر ہوتا تھا۔ (جہان مفتی اعظم ہند)

حدیث جبریل جس میں قیامت کے علم کو ان پانچ علوم میں سے شمار کرایا ہے کہ جنھیں بے بتائے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

* مضمون نگار خانقاہ عمادیہ منگل تالاب، پٹنہ بہار سے متعلق ہیں۔

جس حدیث کو میں کئی بار طلبہ کو پڑھا اور سمجھا چکا تھا، لیکن ایک بار مجھے خود حدیث جبریل کو حضور مفتی اعظم ہند سے سمجھنے کا شوق ہوا، میں نے حضور مفتی اعظم ہند سے دریافت کیا کہ حضور! اس حدیث میں پہلی چیز تو یہ ہے کہ مخلوق کے لئے پانچ علوم کے ذاتی نہ ہونے کی تخصیص ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ پانچ ہی کی کیوں تخصیص ہے، حالانکہ مخلوق کو کسی چیز کا علم ذاتی نہیں، حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا یہاں تخصیص کہاں ہے؟ تخصیص تو خاص کلمات کے ذریعہ مثال کے طور پر نفی، استثناء، تقدیم وتاخیر اور کلمہ انما کے ذریعہ ہوتی ہے، حالانکہ یہاں ایسی کوئی صورت نہیں ہے، لہٰذا یہاں تخصیص کہنی ہی نہیں چاہئے۔

پھر حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا: بے شک عالم کے کسی ذرے کا علم مخلوق کو بے عطائے الٰہی حاصل نہیں کہ علم ذاتی خاص ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور حدیث شریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پانچ چیزوں کا علم ذاتی مخلوق کو نہیں اور ان پانچ کے سوا علم ذاتی معاذ اللہ مخلوق کو ہے، اصل میں پانچ کی تخصیص ذکر کے ساتھ اس لئے کی گئی کہ اس زمانہ میں کاہن وساحر وغیرہ ان پانچ علوم کے جاننے کے مدعی تھے تو قرآن وحدیث میں ان کا رد کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے بے بتائے جو یہ دعویٰ کر رہے ہیں یہ باطل ہے چونکہ ان علوم کو وہی جانتے ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ بتائے اور یہ کاہن وغیرہ نہیں جانتے، یہ تخصیص بالذکر کی وجہ ہے۔ (جہان مفتی اعظم ہند)

مفتی محمد اعظم صاحب فرماتے ہیں: مجھے حضور مفتی اعظم ہند کے مبلغ علم کی بلندیاں اور تعمق نظر وفکر کا خوب اندازہ ہو گیا کہ حضور مفتی اعظم ہند کا درس نظامی پر بھی گہرا مطالعہ ہے، اگرچہ مفتی اعظم ہند کہلاتے ہیں مگر مدرس اعظم بھی ہیں۔

شارح بخاری علیہ الرحمہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی ایک علمی مجلس کا ذکر یوں فرماتے ہیں: شرح مائۃ عامل کے حاشیہ میں ایک عربی مقولہ ہے: النار فی الشتاء خیر من اللہ ورسولہ تو حاشیہ شرح مأۃ عامل کے مطابق من وہاں پر قسمیہ ہے تو معنی ہوگا کہ اللہ ورسول کی قسم آگ جاڑے میں بہتر ہے مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ اللہ کی قسم کھانا تو جائز ہے مگر رسول کی قسم کھانا جائز نہیں، مابین العلماء اس پر مذاکرہ ہوا، سب نے اپنی علمی بساط کے مطابق جوابات دیئے، پھر آخر میں حضور مفتی اعظم ہند سے استفسار کیا گیا تو آپ نے ایسا جواب عنایت فرمایا کہ اس سے جملہ کی توجیہ بھی ہو گئی اور اشکال بھی اٹھ گیا، حضرت نے فرمایا: اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، آپ لوگ روزمرہ کے محاورے میں بولتے ہیں، یہ بات منجانب اللہ ہے اسی طرح اس جملہ کو سمجھئے، یعنی یہاں من ابتداے غایت کے لئے ہے تو اس صورت میں معنی ہوگا اللہ ورسول کی جانب سے آگ جاڑے میں بہتر ہے۔ (مقدمہ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ج1 ص68-69)

ایک دفعہ ایک بنارسی مولوی نے سوال کیا کہ حدیث پاک میں ہے، صلوا خلف کل بر و فاجر۔ ہر فاسق و فاجر کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، تو پھر فاسق کے پیچھے نماز پڑھنے سے واجب الاعادہ کیوں؟ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس فقہی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے یوں فرمایا، جواز صحت کے معنی بھی ہوتا ہے اور حل کے معنی میں بھی، اگر فاسق ومبتدع کی بدعت حد کفر کو نہ پہنچی تو اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یعنی صحیح ہوتی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہوتی ہے، فرض گردن سے اتر جاتا ہے اور ناجائز ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور انھیں امام بنانا۔

مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے سید عبد الرؤوف مناوی قدس سرہ شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں: صلوا جوازا خلف کل بر و فاجر ای فاسق فإن الصلاۃ خلفہ صحیحۃ لکنہا مکروھۃ۔ پھر آپ نے فرمایا، جو نماز کسی مکروہ تحریمی کے ساتھ پڑھی گئی ہو تو وہ واجب الاعادہ ہوتی ہے۔

(فتاویٰ مصطفویہ ج2 ص45 اشاعت جدید رضا اکیڈمی)

□□□

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اسلاف و اخلاف

(از: ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلوی*

سادات نومحلہ کی بریلی تشریف آوری

جنگ آزادی میں سادات نومحلہ کا حصہ اور انگریزوں کے مظالم، محلہ نومحلہ کی تاریخ

اسلاف و اخلاف

افغانیوں کا ایک قبیلہ بڑہیچ ہے جس میں کئی انبیائے کرام اور بہت سے عظیم المرتبت عاملین اور کاملین اولیائے کرام ہوئے ہیں، والئی روہیل کھنڈ حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں اسی قبیلے کے ایک معزز و مؤقر فرد تھے، یہ قبیلہ ہمیشہ سے سادات کرام کی انتہائی عزت و توقیر کرتا رہا ہے اور اس کی قدر دانی کرنا اپنے لیے اعزاز سمجھتا ہے (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے ہے، یہ گھرانا سادات کی عزت و تکریم کے معاملہ میں آج بھی ضرب المثل ہے) چنانچہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں کا جب ہندوستان کے صوبہ اتر پردیس کے علاقہ کٹھیر پور جو بعد میں روہیل کھنڈ ہو گیا پر تسلط قائم ہوا تو سادات کے ساتھ حسن سلوک کے باعث اطراف و اکناف عالم اسلامی سے صحیح النسب سادات کے اکثر قبائل اور پیرزادے روہیل کھنڈ میں آ کر سکونت پذیر ہو گئے، حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں نے ان سب کو وظائف، جاگیریں اور حویلیاں نذر کیں تا کہ کمال اطمینان سے گزر اوقات کر سکیں، مذکورہ سادات کے مستند خاندانوں میں سے ایک سید احمد عرف شاہجی بابا اور دوسرا خاندان سید محمد شفیع (م ۱۷۸۳ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اوّل الذکر سید احمد عرف شاہجی بابا کے پیر محترم حضرت سید معصوم شاہ حافظ رحمت خاں کے پیر تھے، بڑے نیک خصلت، اہل باطن، عقل و دانش میں منفرد زمانہ اور تہور و مردانگی میں یگانہ روزگار تھے، سادات ترمذ میں سے تھے، سادات ترمذ سید محمد ترمذ صاحب مدنی ابن سید حسام الدین خلف سید شاہ ناصر علیہ الرحمہ کی نسل سے ہیں، جن کا آبائی سلسلہ ابو عبد اللہ حسین اصغر بن امام زین العابدین بن سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ شہید کربلا تک پہنچتا ہے، سید حسن ابن سید موسیٰ ابن سید علی ابن ابو عبد اللہ حسین اصغر مدینہ منورہ سے ترک سکونت کر کے ترمذ چلے گئے تھے، ان کے فرزند سید محمد جو ہمراہ تھے شاہ ناصر ترمذی کے نام سے مشہور ہوئے اور حسین اصغر جو سادات مدینہ منورہ کے بنی حسین کہلائے ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔

یہ خاندان ترمذ سے منتقل ہو کر روہیلہ دار الحکومت آنولہ میں قیام پذیر ہوا، آنولہ ریلوے اسٹیشن سے جو سڑک آنولہ کی آبادی کی طرف جاتی ہے اس پر ڈاک بنگلہ کے قریب سید احمد صاحب کے شکستہ قلعہ کے آثار پائے جاتے ہیں، یہ قلعہ حافظ رحمت خاں نے سید احمد صاحب کو نذر کیا تھا۔

نواب خیر اندیش خاں ثانی عہد مغلیہ میں بریلی کے ناظم تھے، انہوں نے ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا، اس کا نام خیر نگر رکھا اس کا قدیمی نام مکرند پور سرکار ہے خیر نگر قلعہ سے ملحق ایک مسجد بھی بنوائی تھی، ۱۷۴۹ء میں علی محمد خاں کے انتقال کے بعد حافظ رحمت خاں نے روہیل کھنڈ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا، اس وقت قلعہ خیر نگر لاوارث پڑا تھا جس کو حافظ رحمت خاں اپنے پیر و مرشد سید محمد معصوم ترمذی کے تصرف میں دے دیا بعد میں سید محمد معصوم کے پدر بزرگوار حضرت سید احمد عرشاہ جی بابا بھی تشریف لے آئے اور اس علاقہ کا نام خیر نگر سے نومحلہ ہو گیا، سید احمد عرف شاہجی بابا اور سید معصوم بابا کے مزارات مسجد نومحلہ میں مرجع خلائق ہیں، کتب تاریخ سے سید معصوم شاہ کا ۱۷۷۰ء تک حیات ہونا ثابت ہے، یہ دونوں بزرگ صاحب کشف و کرامت ہونے کے ساتھ صاحب سیف بھی تھے اور حافظ الملک حافظ رحمت کی حکومت میں رسالدار کے عہدہ پر فائز تھے، آپ کی اور سید محمد شفیع کی اولاد سادات نومحلہ کہلاتی ہیں، بریلی کی سرزمین پر ان اشرف و اعلیٰ خاندانوں کو حافظ رحمت خاں نے آباد کر کے **مدینۃ الرسول** کے انوار بریلی میں روشن

کر دیئے، ان دونوں (سید احمد شاہ جی اور سید معصوم ترمذی) بزرگوں نے حافظ رحمت خاں کی طرف سے کئی جنگوں میں سفارت کے فرائض بھی انجام دیئے، چنانچہ والی فرخ آباد نواب قائم خاں بنگش جو خود بھی افغانی تھے، ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کی سازش کا شکار ہوئے اور حافظ رحمت خاں سے آمادہ جنگ ہوئے، حافظ رحمت خاں نے اتمام حجت کے لیے سید احمد شاہ المعروف شاہ جی بابا والد سید معصوم شاہ کو جو ولی کامل بزرگ تھے، مع دو علمائے باعمل کے ساتھ قائم خاں بنگش کے پاس بھیجا تا کہ ان کو سمجھا بجھا کر جنگ سے باز رکھا جائے، شاہ جی قائم خاں بنگش کے پاس گئے اور ارادہ جنگ ترک کرنے کی نصحت کی لیکن قائم خاں راضی نہ ہوا بلکہ بہت اہانت آمیز طریقہ سے ان کے ساتھ پیش آیا، شاہ جی بابا اس سے ناراض ہو کر حافظ رحمت خاں کے پاس واپس آئے اور قائم خاں کے ساتھ ہوئی گفتگو کو دہرا کر پیش گوئی فرمائی کہ آپ پوری خاطر جمعی کے ساتھ جنگ کیجئے ان شاء اللہ فتح و فیروزی نصیب ہوگی کیونکہ جب میں مخالفین کے پاس سے رخصت ہوا تو میں نے قائم خاں بنگش اور دیگر مخالفین کے جسموں پر سر نہیں دیکھے ہیں، چنانچہ سید شاہ جی بابا کی نگاہ ولایت نے جیسا دیکھا تھا وہی ظہور میں آیا قائم خاں اور اس کے ساتھی جنگ میں قتل ہوئے حافظ رحمت کو فتح و نصرت حاصل ہوئی اور بدایوں پر ان کا قبضہ ہو گیا۔

اس خاندان کے آخری نور سید یحیٰ میں عرف مجو میاں صاحب ابن سید محمد لطیف صاحب تھے سید صاحب کے فرزند سلطان احمد نے عین عالم جوانی میں انتقال کیا مدفن الہ باد ہے۔ سید محمد یحیٰ صاحب نور و اخلاق محمدی کی نشانی تھے ۲۶ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۱۱ء بروز منگل وصال کیا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے قبر میں اتارا اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ اس خاندان کی ایک بزرگ خاتون سیدہ افضال بیگم بنت سید عبد اللطیف ہمشیرہ سید محمد یحیٰ میاں عرف مجو میاں تا حیات نومحلہ میں مقیم رہیں، یہ مکان کستور با گرلس انٹر کالج کی مغرب کی جانب کالج کے برابر میں ہے، اب اس مکان میں پشتینی کرایہ دار اسمٰعیل صدیقی کی اولادیں معمولی کرایہ پر رہ رہی ہیں، سیدہ افضال بیگم کی ایک دختر سیدہ منظور بی بی کا عقد مارہرہ مقدسہ کے معزز و موقر خاندان سادات کے چشم و چراغ تاج العلماء حضرت محمد میاں علیہ الرحمہ کے ساتھ ہوا تھا، حضرت مولانا مفتی محمد میاں کو شاندار علمی ادبی اور مذہبی کارناموں کی بدولت تاج العلماء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، تقویٰ و پرہیزگاری، علم اور اہل علم سے محبت کی وجہ سے آپ ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں، وہ ایک مہربان اور مشفق مرشد بھی تھے اور مضبوط اصول و ضوابط والے قائد بھی تھے بعد وصال مارہرہ میں تدفین عمل میں آئی، منظور بی بی صاحب لاولد تھیں آپ کا وصال بھی مارہرہ مقدسہ میں ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔

کہا جاتا ہے کہ کستور با گرلس انٹر کالج، ڈاکٹر پرویز صدیقی کا اسپتال، اسلامیہ انٹر کالج، اسلامیہ گرلز انٹر کالج، گورنمنٹ انٹر کالج، سٹی پوسٹ آفس، آریہ سماج اناتھالیہ (یتیم خانہ) ضلع اسپتال وغیرہ سادات نومحلہ کی جاگیر تھی، تقسیم ہند کے بعد بچے کھچے سادات نومحلہ کی بڑی تعداد پاکستان چلی گئی، کستور با گرلز انٹر کالج اور ڈاکٹر پرویز صدیقی کا اسپتال اور دیگر علاقہ کسٹوڈین میں چلا گیا، کستور با گرلس انٹر کالج کسٹوڈین سے حضور مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی ذاتی رقم سے خرید لیا تھا جو آج تک ان کی ملکیت ہے، ڈاکٹر پرویز صدیقی والا مکان کسی دوسرے شخص نے کسٹوڈین سے خرید لیا تھا بعد میں ڈاکٹر پرویز صدیقی نے خرید کر اسپتال قائم کیا سیدہ منظور بی صاحبہ زوجہ تاج العلماء سید محمد میاں کے خالہ زاد بھائی سید شجاعت علی روڈویز میں ملازم تھے، بی بی سیدہ منظور فاطمہ نے کچھ جائداد کا پٹہ ان کے نام کر دیا تھا، سید شجاعت حسین نے روڈویز کی ملازمت سے سبکدوشی کے بعد آخری عمر میں ساری جائداد فروخت کر دی تھی، سیدہ افضال بیگم کی رشتہ کی ایک بہن جھمن بیگم ان کے ساتھ رہتی تھیں، بعد میں محلہ قرولان میں سکونت پذیر ہو گئی تھیں ان کے فرزند سید اقبال یوسف بقید حیات ہیں، ستر برس سے زیادہ عمر ہے، اسکول میں ٹیچر تھے، خوش وضع، خوش خصال، خوش اخلاق اور باوقار شخصیت کے مالک ہیں۔

ثانی الذکر سید محمد شفیع ۱۷۸۳ء کا خاندان بھی سادات نومحلہ کا

موقر ومعزز خاندان ہے، آپ کا کاندان بھی نواب حافظ رحمت خاں کی نوابی کے عہد میں بریلی آکر آباد ہوا، آپ کے فرزند سید امیر علی عرف میرن شاہ ۱۷۶۷ء تا ۱۸۶۶ء شریف النفس تقویٰ شعار نیک اور ولی صفت انسان تھے، آپ کا سلسلۂ نسب تقریباً تیس واسطوں سے سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت میرن شاہ قدس سرہ کو عارف معارف سید شاہ شمس الدین آل احمد اچھے میاں صاحب مارہروی سے خلافت حاصل تھی، آپ کو حضرت آل احمد اچھے میاں صاحب نے صاحبزادے کی ولادت کی بشارت دی اور صاحبزادے کا فضل غوث نام رکھا اور اپنی کلاہ شریف اور دیگر تبرکات عطا فرمائے، گیارہ سال کی عمر میں پیران پیر دستگیر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روحانی ملاقات میں اپنا فرزند اور مرید قرار دے کر حقائق، معارف سے سینہ معمور فرمایا، اس کے علاوہ سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز نے آپ کو تخلص ساقیؔ عطا فرمایا۔

حضرت ساقی نے بچپن مین قرآن مجید ناظرہ اور گلستاں سعدی کا دیباچہ پڑھ لیا تھا، اس کے علاوہ آپ نے ظاہری تعلیم حاصل نہ کی لیکن علم لدنی کا ایسا خزانہ آپ کو ملا تھا کہ علما فضلائے عصر آپ کی خدمت میں مسائل شریعت وطریقت وحقیقت ومعرفت میں تسکین خاطر حاصل کرتے تھے، ۱۸۴۸ء میں آبائی مکان واقع محلہ نومحلہ سے محلہ کسگران میں ذاتی مکان تعمیر کرا کر وہاں منتقل ہو گئے تھے، مکان مسکونہ سے ملحق ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی بعد رحلت اسی مسجد کے صحن میں دفن ہوئے، محلہ سوداگران کی گلی کے سامنے پرکاش فوٹو اسٹیٹ کی دکان کے پیچھے گلی میں اب یہ مسجد میدان میں تبدیل ہو چکی ہے اور اس ولی کامل کی قبر کوڑے کے ڈھیر میں گم ہو گئی ہے، حضرت عالم لدنی تھے آپ نے اردو، فارسی، ہندی کی تین چار سو تصنیفات چھوڑی ہیں، آپ کے خاندان کے کچھ لوگ ابھی بھی بریلی میں موجود ہیں لیکن اس عظیم روحانی شخصیت کی مسجد ومزار ان کی عدم توجہی اور غفلت کا شکار ہیں، کوئی فاتحہ تک پڑھنے نہیں آتا۔

جنگ آزادی میں سادات نومحلہ کا حصہ اور انگریز کے مظالم

سادات نومحلہ نے علمی، ادبی، مذہبی کارناموں کے ساتھ ساتھ ملک کی جنگ آزادی میں بھی کلیدی کردار ادا کیا، چنانچہ ۱۸۵۷ء میں امام العلماء مولانا رضا علی جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کی سرپرستی اور نبیرۂ حافظ الملک حافظ رحمت خاں جناب خان بہادر خان شہید کی قیادت میں انگریزی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو سادات نومحلہ نے اپنے اجداد اور خان بہادر خان کے جد امجد حافظ رحمت خاں سے خاندانی، روابط اور احسان مندی کی وجہ سے اور وطن عزیز کی محبت میں خان بہادر خان کی مدد وتعاون کا کامل یقین دلایا اور کھل کر انگریزوں کے خلاف خان بہادر خاں کا ساتھ دیا، محلہ نومحلہ اور مسجد نومحلہ انقلابیوں کی سرگرمیوں کا مرکز تھی، انگریزوں کے خلاف بغاوت میرٹھ سے شروع ہوئی اور پورے ملک میں پھیل گئی، لیکن یہ بغاوت ناکام ہو گئی صرف بریلی (روہیل کھنڈ) میں امام العلماء مولانا رضا علی خان کی فراست ودانش مندی، خان بہادر خاں کی قیادت اور سادات نومحلہ کی مدد وتعاون کی بدولت کامیاب ہوئی اور بریلی پر مجاہدین کا قبضہ ہو گیا، شہر کی اکثریت خان بہادر خاں کو نواب منتخب کرنا چاہتی تھی، لیکن مبارک شاہ خاں جو بریلی کے اہم پٹھان رہنما تھے، دولت وشہرت کے سبب ان کا بہت اثر تھا، وہ بھی نوابی کے دعوے دار تھے لیکن سادات نومحلہ کی خان بہادر خاں کی حمایت کی وجہ سے مبارک شاہ نے اپنی دعویداری واپس لے لی اور خان بہادر خاں روہیل کھنڈ کے نواب قرار پائے، علاقہ روہیل کھنڈ میں خوش حالی نے اپنے قدم جمالئے، لیکن افسوس یہ خوش حالی عارضی ثابت ہوئی، تلوار بندوق کا مقابلہ نہ کر سکی، بریلی اور اس کے نواحی علاقوں پر پھر انگریز کا قبضہ ہو گیا، خان بہادر خاں گرفتار ہوئے اور ۲۴ر مارچ ۱۸۶۰ء کو پرانی کوتوالی پر ان کو پھانسی دے دی گئی، مکانوں کو لوٹا گیا۔

سادات کی خواتین کو بیوہ، بچوں کو یتیم اور سیکڑوں سادات کو خانماں برباد کیا گیا، پورے علاقہ کو ظلم وستم کی چکی میں پیسا گیا، قتل وخون کا بازار گرام ہوا، پورا نومحلہ برباد کر دیا گیا، صرف نومحلہ

مسجد چھوڑ دی گئی، برٹش جاسوس انقلابیوں کو گرفتار کرا رہے تھے اور سزا دلوا رہے تھے، کسی کو اپنی صفائی کا موقع تک نہیں دیا گیا، مقدمہ چلائے بغیر لوگوں کو گولی ماردی جاتی تھی یا پھانسی پر چڑھا دیا جاتا تھا، نومحلہ کے ایک بڑے مکان میں پچاس ساٹھ مجاہدین جمع تھے، انگریزوں کی ۹۳ ریجمنٹ نے اس مکان کو گھیر لیا اور انگریز حاکم میکڈونالڈ کے حکم پر مکان میں آگ لگا کر سارے مجاہدین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سادات نومحلہ کے ایک بزرگ سید آل محمد، مقیم کراچی نے مشہور ادیب سید مصطفیٰ علی کو بتایا کہ:

''میرے (سید آل محمد کے) والد سید احمد حسن مرحوم ومغفور ایک دن گورمنٹ ہائی اسکول بریلی کے وسیع وعریض احاطہ سے گزر رہے تھے تو آپ نے ایک کھجور کے درخت کی طرف باچشم تر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ درخت ہمارے مکان کے عالی شان دروازہ کے باہر تھا، انگریزی فوجیں شہر میں داخل ہوئیں ستراسی کے قریب مستورات نوحلہ کے عظیم الشان کوئیں میں گر کر شہید ہوگئیں، ایک خاتون کسی نہ کسی شکل میں بچ کر نکل بھاگیں گود میں خوردسال بچہ تھا شہر سے باہر کسی گاؤں میں پہنچیں تو کچے کوئیں میں گر پڑیں کچھ خدا ترس لوگوں نے نکال کر پناہ دی امن قائم ہونے پر واپس آئیں، انھوں نے اپنے بچہ کی خالص اسلامی طرز پر پرورش کی۔''

اس زمانہ میں لوگ بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے بیٹے فیروز شاہ کی دلیرانہ سرگرمیوں سے بہت متأثر تھے، اس لیے اس بچہ کا نام فیروز شاہ رکھا گیا، مرحوم بہت اعلی درجہ کے تیراک تھے، برسات کے موسم میں بریلی سے گزرنے والی قلعہ ندی طغیانی پر ہوتی تھی تو کمالات فن کا اکثر مظاہرہ کرتے تھے، اسی خاندان کے ایک اور بزرگ سید اسمٰعیل شاہ میاں مسجد نومحلہ میں اذان دیتے ہوئے شہید ہوئے، بیک وقت ۱۴؍سنگینیں ان کے جسم میں پیوست کردی گئیں لیکن جب تک سانس رہی اذان دیتے رہے اور دوران اذان گر پڑے اور شہید ہوگئے۔

سید میاں جان، سید میرن جان، سید فیض اللہ، مفتی سعید احمد وغیرہ سادات نومحلہ کے قائدین میں تھے، سادات نومحلہ نے آخری دم تک خان بہادر خاں کا ساتھ دے کر اپنے عہد کا ایفا کیا اور انگریزی فوجوں کے خلاف ٹکٹیا کے آخری معرکہ میں اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ اپنی جان مال کی قربانیاں پیش کیں۔

سید واصل شہید المعروف بہ پہلوان شاہ بابا سادات نومحلہ کے فرد تھے، آپ کا مزار شریف ناولٹی سنیما کے سامنے ہے، خدا رسیدہ ولی کامل تھے، آپ نے انگریزی حکومت کے خلاف اپنے مریدوں کو صف آرا کیا، جہاں آپ کا مزار شریف ہے، وہی آپ کی قیام گاہ تھی، انگریزوں کے خلاف جنگ میں شہید ہوئے، قیام گاہ پر ہی آپ کی تدفین عمل میں آئی انگریزی فوج نے اس علاقہ کو تباہ کردیا تھا مزار شریف کے اردگرد عمارتیں تباہ کر کے میدان بنادیا تھا کافی عرصہ تک یہ علاقہ ویران پڑا رہا کچھ زمین مافیا کی بدنگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں تو معززین شہر مثلاً خان بہادر رحیم دادا خان وغیرہ کی درخواست پر سیدہ افضال بیگم صاحبہ جو اس جگہ کی مالک ومتولی تھیں نے ۵؍جون ۱۹۴۱ء کو مزار واصل شہید اور اس سے متعلقہ آراضی گورستان کو وقف کردیا تھا اور اس کا نگراں خان بہادر رحیم دادا خاں کو مقرر کردیا تھا جو پہلے سے ہی مسجد نومحلہ اور اس سے ملحق گورستان کے نگراں تھے۔

(وقف نامہ کی زیراکس کاپی مملوکہ راقم السطور)

اس طرح سادات نومحلہ پر قیامت صغریٰ نازل ہوئی، مقتولین کے ڈھیر لگ گئے، سادات نومحلہ کے بیشتر افراد شہید ہوئے، جو بچے وہ روپوش ہوگئے، موضع کلیان تحصیل آنولہ میں سادات نومحلہ کے بعض افراد نے پناہ لی بعض شہر بریلی کے محفوظ گوشوں میں گمنام ہوگئے اور بعض امن قائم ہونے کے بعد واپس آگئے، سادات نومحلہ کی بہادر خاتون کا گھرانا نومحلہ میں ہی قیام پزیر رہا، نومحلہ کا گورستان نہ معلوم کتنے بے کفن شہدا کا مدفن ہے، آج جن کے نام سے بھی ہم واقف نہیں۔

نومحلہ کی وجہ تسمیہ

محلہ نومحلہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں لوگوں کی مختلف رائے ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ زمانہ قدیم میں محلوں کے نام ایک

محلہ دو محلہ اور تین محلہ ہوتے تھے، اسی نسبت سے اس علاقہ کا نام نومحلہ ہوا لیکن تاریخی اعتبار سے یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اس طرح کے نام تاریخ میں کہیں اور نہیں ملتے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہاں کا رقبہ بہت وسیع تھا اور یہاں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نو محل تھے اس لیے اس کا نام نومحلہ پڑا اور یہ قرین قیاس بھی لگتا ہے کیونکہ سٹی پوسٹ آفس، کستوربہ گرلس کالج، ضلع اسپتال کا آئیسولیشن وارڈ اور گورمنٹ انٹر کالج کی ہر ایک عمارت ایک ہی طرز تعمیر کی تھیں، جو راقم الحروف نے اپنے زمانہ طالب علمی میں دیکھی تھیں، ضلع اسپتال کا آئیسولشن وارڈ اور گورمنٹ انٹر کالج کی پرانی عمارت کی جگہ نئی عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں لیکن سٹی پوسٹ آفس اور کستوربہ گرلس انٹر کالج آج تک تقریباً اپنی قدیمی حالت میں موجود ہیں، اس لیے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس علاقہ میں نو محل ہونے کی وجہ سے اس کا نام ''نومحلہ'' ہوا۔

مسجد نومحلہ

۲۸ ؍فروری ۱۹۵۰ء اور ۲۳ ؍جولائی ۱۹۵۵ء کو دو درخواستیں سنی سینٹرل وقف بورڈ لکھنؤ کو سیدہ افضال بیگم صاحبہ اور دیگر معززین شہر کی جانب سے مسجد نومحلہ کی تولیت تبدیل کیے جانے کی غرض سے بھیجی گئی تھیں (درخواستوں کی زیراکس کاپی مملوکہ راقم السطور) درخواستوں میں کہا گیا ہے کہ مسجد نومحلہ میرے (افضال بیگم) جدامجد سید احمد شاہ جی بابا نے تعمیر کرائی تھی، یہ بات صحیح نہیں، صحیح یہ ہے کہ مسجد نواب خیر اندیش خاں جو عہد مغلیہ میں بریلی کے ناظم تھے، انہوں نے تعمیر کرائی تھی، ہمارے اس وعدے کو درج ذیل دلائل کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔

(۱) زمانۂ قدیم میں یہ روایت تھی کہ مسلم حکمراں یا ان کے حکام جب کوئی شاندار عمارت، قلعہ یا خانقاہ وغیرہ تعمیر کراتے تھے تو عمارت کے اندر یا اس کے قریب مسجد کی تعمیر لازمی طور پر کرائی جاتی تھی تاکہ نمازوں کی باجماعت ادائیگی میں کوئی دقت و پریشانی نہ ہو، اس روایت کے مطابق نواب خیر اندیش نے قلعہ کے ساتھ مسجد کی بھی تعمیر کرائی۔

(۲) سطور بالا میں ذکر آچکا ہے کہ حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں نے اپنے دور اقتدار میں روہیل کھنڈ میں بسنے والے سادات کو جاگیریں وغیرہ نذر کی تھیں اور مساجد و مدارس وغیرہ تعمیر کرائے تھے، سید احمد عرف شاہ جی بابا ان کے پیر طریقت سید معصوم بابا کے پدر بزرگوار تھے اور حافظ رحمت خاں جیسے غیور افغانی نواب کی غیرت کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ ان کے دور اقتدار میں ان کے پیر کے والد کو اپنی ذاتی رقم سے مسجد تعمیر کرانا پڑے، اس لیے یہ بات صاف ہے کہ مسجد شاہ جی بابا نے تعمیر نہیں کرائی بلکہ وہ پہلے سے ہی موجود تھی، نواب خیر اندیش نے تعمیر کرائی تھی۔

(۳) سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسجد نومحلہ کی طرز تعمیر مغلیہ دور کی طرز تعمیر کی گواہی دے رہی ہے چونکہ نواب خیر اندیش اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں بریلی کے ناظم تھے اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ۴ ؍مارچ ۱۷۰۷ء کو ہوئی لہٰذا مسجد نومحلہ کی تعمیر اس سے پہلے ہوئی ہوگی، ۱۹۴۹ء میں حافظ رحمت خاں برسر اقتدار آئے اس وقت قلعہ خیر نگر لاوارث پڑا تھا، اگر قلعہ خیر نگر کی تعمیر آبادی اور ویرانی کی مدت ۶۰ ؍سال فرض کر لی جائے تو سن تعمیر ۱۷۰۶ ہوتی ہے، یہ سن نواب خیر اندیش کے آغاز نظامت کا ہو سکتا ہے، قیاس کہتا ہے مسجد نومحلہ کی تعمیر سترہویں صدی کی آخری دہائیوں میں ہوئی، اس طرح یہ مسجد تین سو سال پرانی ہے، دراصل تعمیر مسجد کی تاریخ میں غلط فہمی تاریخ تعمیر مسجد کا کتبہ نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی، اگر کتبہ تاریخ تعمیر ہوتا تو کوتنازعہ نہ ہوتا۔

مسجد نومحلہ کی طرز تعمیر مغلیہ عہد کی گواہی دیتی ہے، اس کی طرز تعمیر بریلی کی دیگر مساجد سے منفرد ہے اور اس کی امتیازی حیثیت کئی وجہ سے ہے، مسجد کی تعمیر اونچی کرسی پر نہ ہو کر نیچی کرسی پر ہوئی ہے، اس لیے اس کا پیش منظر بلند رکھنا مناسب نہ تھا، دروازہ کو بلند اسی وجہ سے نہیں رکھا گیا مسجد چھوٹی محرابوں سے نہ صرف چھت کے وزن کو تقسیم کیا گیا بلکہ اندرونی حسن کاری میں تاثر پیدا کیا گیا ہے، چونکہ مسجد کی کرسی نیچی ہے اس لیے اس کا پیش منظر بلند رکھنا مناسب نہیں تھا، چھوٹی بڑی محرابوں کی تعمیر مغل طرز تعمیر کا طرۂ امتیاز ہے، مغل سنگ سرخ اور سنگ مرمر

کے دلدادہ تھے لیکن بریلی میں اس وقت سنگ سرخ اور سنگ مرمر دستیاب نہیں تھا، اس لیے محرابیں اینٹوں کی دیواروں پر سرخی چونے کے مصالحے سے تعمیر کی گئیں، مسجد کے پیازی شکل کے گنبد مغلیہ فن کاری کا بہترین نمونہ ہیں، مسجد کا صحن پختہ ہے، صحن سے ملحق جانب شرق گورستان ہے، جمعہ کے خطبہ کی آذان کے لئے صحن کے کنارے سیڑھیوں پر بنا چھوٹا سا چبوترہ ہے، مسجد کے مینار بھی مغلیہ دور کی آرٹ کا امتیازی نمونہ ہیں، ان کو بھی خشت و چونے سے بنایا گیا ہے اور سرخی چونے کے دبیز پلاسٹر پر نقاشی کی گئی ہے، مسجد میں حوض بھی ہے جو مسجد کی قدامت کو ظاہر کرتا ہے۔

مسجد نومحلہ کے صحن میں جناب سید احمد شاہ عرف شاہجی بابا اور آپ کے فرزند سید معصوم شاہ بابا اور دیگر سادات نومحلہ کے مزارات ہیں، مسجد کے مشرقی گورستان میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بزرگ مولوی ناصرالدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے، آپ کا وطن ضلع سہارنپور تھا، آپ کا عرس رمضان شریف میں بڑے دھوم دھام سے منعقد ہوتا ہے، مرزا نظیر بیگ نائب تحصیلدار بریلی کی کوشش سے اگلا دالان بنا، کچھ عرصہ بعد کلیتاً خان بہادر رحیم دادا خاں کی مالی مدد سے وسیع وفراخ احاطہ اور پختہ وخوش گوار حوض تیار کرایا گیا، ابتدا میں حوض ایسا نہ تھا۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ نومحلہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انقلابیوں کا مرکز تھا اور مسجد نومحلہ میں جمعہ کے دن اور دیگر ایام میں انگریزوں کے خلاف تحریر وتقریر کے ذریعہ آتش حریت بھڑکائی جاتی تھی، اسی مسجد میں انگریزوں کے خلاف فتوے جہاد کا اعلان ہوا، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی میاں جان، امام العلماء مولانا رضا علی خاں، رئیس الاتقیاء مفتی نقی علی خاں وغیرہ کے فتویٰ جہاد پر دستخط تھے، عوام نے اس فتویٰ جہاد کا اثر قبول کیا اور پورے عزم وولولے کے ساتھ میدان جہاد میں کودنے کو تیار ہو گئے، حالات انگریزوں کے خلاف دیکھ کر انگریزی دلال مولوی احسن نانوتوی نے موقع پا کر مسجد نومحلہ کے مجمع کثیر میں فتویٰ جہاد کے خلاف اور انگریزوں کی حمایت میں تقریر کی، بلی تھیلے سے باہر آچکی تھی، چنانچہ امام العلماء کی تحریر پر مولوی احسن نانوتوی کا بائیکاٹ کیا گیا، مسلمان اتنے بیزار ہو گئے تھے کہ ان کو ٹھکانے لگا دیتے مگر انگریزوں کی حمایت کی وجہ سے بدرالدین کوتوال نے بریلی سے راہ فرار اختیار کرنے میں ان کی مدد کی اور وہ بریلی سے بھاگنے کو مجبور ہوئے۔

مگر تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ بریلی کالج، بریلی کے شعبۂ تاریخ کے پروفیسر ڈاکٹر جوگا سنگھ ہوٹی نے اپنی ہندی تصنیف ''مہا کرانتی نائک خان بہادر خان'' میں کئی جگہ مولوی احسن نانوتوی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے ''مولوی احسن نے ۲۲ رمئی کہ عید سے پہلے بڑی بھیڑ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا برطانیہ حکومت کے خلاف جنگ جائز ہے'' صفحہ ۱۱، جب کہ حقیقت اس کے خلاف ہے، مولوی احسن نانوتوی کے سوانح نگار پروفیسر ایوب قادری نے اپنی کتاب ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' میں صفحہ ۵۰ پر لکھا کہ ۲۲ رمئی کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسن نے بریلی کی مسجد نومحلہ میں تقریر کی، اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے، اسی کتاب میں آگے چل کر انگریز مورخ ہنری جارج کے حوالے سے یہی بات کہی گئی ہے، اگر مولوی احسن انگریز مخالف ہوتے تو انگریزی حاکم بدرالدین کوتوال ان کو راہ فرار اختیار کرنے میں مدد کیوں کرتا، جب کہ انگریز اپنے مخالفین کو گولیوں سے بھون رہے تھے یا پھانسی کے پھندے پر لٹکا رہے تھے، درحقیقت مولوی احسن نانوتوی انگریزوں کے وفادار، نمک خوار اور وظیفہ دار تھے، پروفیسر جوگا سنگھ ہوٹی سے یہی غلطی نہیں ہوئی، اس سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے امام العلماء مولانا رضا علی خاں اور مفتی نقی علی خاں کی جدوجہد آزادی اور کارناموں کا کوئی ذکر نہیں کیا، بہر حال مسجد نومحلہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہی نہیں ہے بلکہ جدوجہد آزادی کی ایک عظیم یادگار بھی ہے اور سادات نومحلہ اور مسلمانان بریلی کے عظمت ووقار کی ایک بڑی علامت بھی ہے۔

مسجد نومحلہ کی تولیت کی تبدیلی کے متعلق جو درخواستیں وقف بورڈ میں دی گئی ہیں، ان کا ذکر کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں،

اسلاف واخلاف

راقم السطور کے پاس دو درخواستوں کی زیراکس موجود ہے، ایک درخواست ۲۸؍فروری ۱۹۵۵ء اور دوسری ۲۳؍جولائی ۱۹۵۵ء کو دی گئی ہے، درخواستوں کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے، درخواستیں سیدہ افضال بیگم کی جانب سے ہیں اور اس کی تائید و حمایت میں معززین شہر و مصلّیان کے علاوہ رئیس اعظم شہر بریلی سردار خان بہادر رحیم دادا خاں کے دستخط ہیں، ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ مذکورہ درخواستوں پر اس وقت کی جماعت رضائے مصطفیٰ کی مہر بھی ہے، درخواستوں میں کہا گیا ہے کہ اس مسجد کو میرے (سیدہ افضال بیگم) مورث اعلیٰ قطب الاقطاب سید شاہجی بابا نے اپنی زمین پر بڑی شان سے بنوایا تھا اور کچھ آراضی قبرستان کے لئے چھوڑی تھی، اس میں شاہجی بابا کا مزار شریف اور سادات کی قبریں ہیں، میرے والد ماجد (افضال بیگم) قبلہ سید مجو میاں علیہ الرحمہ مسجد و مزارات وغیرہ کا انتظام کرتے تھے، ضعیف العمر ہونے پر اپنی سہولت کے لیے جناب سردار خان بہادر رحیم خان کو اس مسجد کا نگراں بنایا اور خود بھی کام کرتے رہے۔

خان بہادر سنی صحیح العقیدہ اور شہر کے رئیس اعظم تھے، انہوں نے بہت دلچسپی سے کام کیا، کیونکہ ان کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، اس لیے ان کے انتقال کے بعد ان کے بھتیجے اور داماد سردار خان بہادر شاکر داد خاں ان کے جانشین ہوئے، خان بہادر شاکر داد خاں از خود متولی بن گئے تھے لیکن مسجد کا کام بحسن خوبی انجام دیا، انھوں نے اپنی حیات میں کسی کو متولی نہ بنایا کیوں کہ انہیں اس کا کوئی حق نہیں تھا، ان کے انتقال کے بعد ان کی دختر ملکہ پروین شمس آرا بیگم بھی از خود متولی بن گئیں، شہر کے معززین، مصلیان اور میں (افضال بیگم) ان کے متولی بننے سے خوش نہیں ہیں، بلکہ شمس آرا بیگم نے بغیر کسی حق و استحقاق کے غیر قانونی طور پر مسجد نومحلہ کو انجمن اسلامیہ جو وہابیوں اور بدعقیدہ لوگوں کی انجمن ہے، اس کو دے دیا اور وقف بورڈ میں اندراج کرا دیا، جس سے بریلی کے تمام مسلمان اور میں خود بہت ناراض ہوں، یہ مسجد ہمیشہ سے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کے زیر انتظام رہی ہے، اس لیے مسجد کے تمام مصلیان، معززین شہر اور خود میں نے وقف بورڈ میں تولیت کے خلاف درخواستیں دی ہیں اور اتفاق رائے سے قبلہ مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں صاحب جو سنی مسلمانوں کے مذہبی اور روحانی پیشوا ہیں کو متولی منتخب کیا گیا، اس لیے میری اور شہر کے تمام سنی مسلمانوں کی درخواست ہے، مسجد نومحلہ کے متولی کے طور پر مفتی اعظم حضرت مصطفیٰ رضا خاں کا نام درج کیا جائے۔

درخواستوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے قبل بھی وقف بورڈ سے خط و کتابت کی گئی اور وقف بورڈ نے جانچ وغیرہ بھی کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا، مسجد آج بھی انجمن اسلامیہ کے زیر انتظام ہے، اس کی آمدنی بھی وہی وصول کرتی ہے، ہاں امام سنی صحیح العقیدہ مقرر ہوتے رہے ہیں۔

□□□

ص ۵۸؍ کا بقیہ..

تھی تاب کس میں انھیں دیکھ پاتا جی بھر کے
وہ والضحیٰ سے ضیا بار ایسا چہرہ تھا

خدا کی دید سے آنکھیں تھیں ان کی یوں سرشار
ہر ایک غیب شہادت کا درجہ رکھتا تھا

اندھیرا ہو کہ اجالا وہ دیکھتے یکساں
یوں رب کے فیض کا آنکھوں میں آنا جانا تھا

جبین پاک تھی ان کی کشادہ نورانی
چمک تھی ایسی کہ جیسے چراغ جلتا تھا

بیان ایسا کہ رس گھولتا تھا کانوں میں
زبان ایسی کہ ہر بے زباں بھی شیدا تھا

وہ جب بھی بولتے جھڑتے تھے ہونٹ سے موتی
حلاوتوں کا یہ عالم کہ شہد پھیکا تھا

جمائی آتی نہیں تھی کبھی شہ دیں کو
دہن میں ان کے یوں پاکیزگی کا پہرا تھا

تھیں گوشت سے بھر چوڑی ہتھیلیاں ان کی
ہویدا اس میں دو عالم کا ذرّہ ذرّہ تھا

ملیں کبھی مجھے نعلین ان کی قدسی کہوں
نصیب ور ہوں رہوں گا، نصیب والا تھا

□□□

از: غلام مصطفیٰ رضوی *

افکارِ رضا کی کرنیں اور منفی افکار کے جراثیم

سُنی سُنائی باتوں پر کان دھرنا اہل علم کا طریقہ نہیں، وہ تو بزم تحقیق ومطالعہ سجاتے ہیں

جھوٹ، مغالطہ، پروپیگنڈہ اہلِ علم کا شیوہ نہیں، اہلِ علم تو بِنا تحقیق کوئی بات نہیں کہتے، سُنی سُنائی باتوں پر کان نہیں دَھرتے، جھوٹ کو سچ بنا کر نہیں پیش کرتے، لیکن! برا ہو عصبیت کا، حسد کے جراثیم جب پنپتے ہیں تو وَحشت میں ہر نقشہ اُلٹا نظر آنے لگتا ہے، یہی کچھ امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) سے متعلق کیا گیا، جب دیکھا گیا کہ اعلیٰ حضرت کے علم وفن، تحقیق وتدقیق کا شہرہ ہو رہا ہے، پاکیزہ فکریں! علم کی بنیاد پر خدماتِ اعلیٰ حضرت کی سمت مائل ہو رہی ہیں تو پروپیگنڈا مہم چلائی گئی، جھوٹ بولا، کہا، لکھا، چھاپا گیا، اِس ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقم طراز ہیں:

''مطالعہ ومشاہدہ نیک و بد اور خیر وشر کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہے، پروپیگنڈے سے کچھ وقت کے لیے خیر کو شر اور نیک کو بد بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے مگر ہمیشہ کے لیے نہیں؛ مطالعہ کے بعد جب جہل ولاعلمی کے پردے اُٹھتے ہیں تو مطلع صاف نظر آنے لگتا ہے۔''(۱)

پھر ہوا بھی یہی کہ جب خوب جھوٹ بولا گیا، لکھا گیا، شائع کیا گیا، تو اہلِ تحقیق سچ کی تلاش میں چل پڑے، مطالعۂ رضویات کے ابواب کُھل گئے، تہ در تہ مغالطے کی فضا چاک ہونے لگی، مطلع صاف نظر آنے لگا، سچ کی صبح طلوع ہوئی، مینارِ قصرِ رضا کی بلندی صاف دکھائی دینے لگی ؎

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
مِری سرشت میں ہے پاکی و درخشانی

باطل تحریکات نے بڑا زور لگایا کہ علمی دنیا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کارناموں سے غافل رَہ جائے، لیکن روشنی ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے، اس کے نصیب میں چھپنا نہیں، مکر وفریب کے پردے چاک ہو کر رہتے ہیں اور حق واضح ہو جاتا ہے بہ قول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد:

''۱۹۵۷ء سے راقم مسلسل لکھ رہا ہے لیکن امام احمد رضا کی سوانح اور علمی وسیاسی خدمات کی طرف ۱۹۷۰ء میں متوجہ ہوا، جب دیکھا کہ اربابِ علم ودانش اس طرف سے برابر پہلو تہی کر رہے ہیں اور غلط فہمیوں کی برابر تشہیر کی جا رہی ہے، تو شرم وندامت کے اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے جس کے تلے ہمارے محققین ومؤرخین دَب رہے تھے، اس طرف متوجہ ہونا پڑا، اور یہ فرض کفایہ ادا کرنا پڑا...''(۲)

بہ ایں وجہ آپ نے امام احمد رضا پر سب سے پہلا مقالہ ''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' لکھا جس نے مقبولیت کی بلندی پر اپنا علَم نصب کر دیا، یونیورسٹیوں کے پروفیسرز اور اہلِ تحقیق دنگ رہ گئے اور اُجالا پھیل گیا، جھوٹ کی اندھیریاں چھٹ گئیں، سچ ہے کہ ''مطالعہ ہی غیر محبوب کو محبوب بنا دیتا ہے اور سچ کو جھوٹ سے الگ کر دیتا ہے...''(۳)

تو جو سرمایۂ ملت کا علَم بردار تھا، اسلام کی سچی تعلیمات کا داعی تھا، اسی کی ذات کو نشانہ بنایا گیا، اُس کی خدمات کو قصداً چھپانے کی کوشش کی گئی، اُس کی تصانیف کے خلاف رُکاوٹیں کھڑی کی گئیں، کہ علمی دُنیا میں حسن بے نقاب نہ ہو جائے، مسعود ملت نے سچ کہا:

''حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی نے پوری قوت کے ساتھ سوادِ اعظم اہل سنّت کے اس عالمی مسلک کی حفاظت اور مدافعت فرمائی اور اس کو دُشمنوں کے ہاتھوں برباد نہیں ہونے دیا...''(۴)

اعلیٰ حضرت نے اہل سنّت کو باطل کی تیز وتند آندھیوں

رضویات

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

سے بچایا، قادیانیت کی بیخ کنی کی، وہابیت کے نئے و باطل عقائد سے چمنِ اسلام کی حفاظت کی، ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرے دیئے، یہ فکر دی۔

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دُنیا سے مسلمان گیا

پھر ایک وقت آیا، جب جامعات کی فضائیں ذکرِ رضا سے گونجنے لگیں، جب مدارس و دانش کدے نغماتِ رضا سے گونج گونج اُٹھے، ہر سمت تحقیقاتِ رضویہ کے اُجالے پھیل گئے۔

گونج گونج اُٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

آج ہر بزم میں چرچا رضا کا ہے، مطبوعات کا ہجوم ہے، افکارِ پاکیزہ کی چمک سے بزمِ علم منور ہے، تحقیق کے نئے نئے ابواب کھل رہے ہیں، اشاعتِ دین کے کئی تحقیقی مینارے فکرِ رضا کی روشنی میں نہائے ہوئے ہیں، ہر روز نئی کرن، نیا اُجالا، نئی روشنی، پوری بزم منور ہوگئی۔۔۔

احمد رضا کی شمع فروزاں ہے آج بھی
خورشیدِ علم ان کا درخشاں ہے آج بھی

بہرکیف! تحقیقی فکر کا تقاضا ہے کہ:

[۱] سُنی سُنائی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں۔

[۲] پروپیگنڈوں پر کان دَھرنا اہلِ علم کا شیوہ نہیں، جب کوئی خبر آئے تو پہلے تحقیق کی جائے، پھر کوئی رائے سچ کی روشنی میں قائم کی جائے۔

[۳] جھوٹ کی عمر مختصر ہوتی ہے، ممکن ہے کہ سچے کے بارے میں جھوٹ کے سہارے دلی عناد کا مظاہرہ کیا جا رہا ہو، ممکن ہے کہ حسد کی بنیاد پر کام کی راہ میں رُکاوٹیں قائم کی جا رہی ہوں، آج یہی کام وہ طبقے بھی کر رہے ہیں، جنھیں کام نہیں بھاتا، جنھیں کام پسند نہیں، کام کے مقابل پروپیگنڈے کا سہارا لیتے ہیں، لیکن! پاکیزہ مزاج منصفانہ نگاہ رکھتے ہیں، وہ سُنی سُنائی پر کان نہیں دَھرتے، تحقیق سے کام لیتے ہیں، سچ ہی قبول کرتے ہیں، جھوٹ کو مسترد کر دیتے ہیں، آج اسی کی ضرورت ہے، آج اعلیٰ حضرت کی خدمات کی قندیل فروزاں کر کے دل و دماغ کو منور کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم اہلِ علم سے گزارش کریں گے کہ وہ اعلیٰ حضرت کی خدمات کا مطالعہ کریں، انھیں پڑھیں، ان کی تصانیف اسلاف کے مسلک کی ترجمان ہیں، تحقیق و تدقیق کا مرجع ہیں، انھوں نے مسلک سلف صالحین کی نمائندگی و ترجمانی کی، ان شاء اللہ! مطالعہ سے سچ کی راہ ظاہر ہوگی، فکر و نگاہ کا قبلہ درست ہوگا، ایمان تازہ ہوگا، عقیدہ و عقیدت میں نکھار آئے گا، رہِ حق واضح دکھائی دے گی، اللہ تعالیٰ قبولِ حق اور سچائی کی توفیق بخشے، سُنی سُنائی پر کان دَھرنے سے بچائے، شعورِ صدق و وَفا دے، آمین۔

حوالہ جات:

۱۔۔۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، گناہ بے گناہی، المجمع الاسلامی مبارک پور ۱۹۹۳ء، ص ۴

۲۔۔۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، آئینۂ رضویات، ج ۴، مرتب عبدالستار طاہر مسعودی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۲۰۰۴ء، ص ۱۲

۳۔۔۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ادارۂ مسعودیہ کراچی ۲۰۰۰ء، ص ۲۷

۴۔۔۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، تقدیم البریلویت کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، رضا اکیڈمی ممبئی ۲۰۰۶ء، ص ۲۱

□□□

ص ۵۸ رکا بقیہ.................

جیلاں کے شرف حضرتِ مولیٰ کے خلف ہیں
اے ناخلف اُٹھ جانب تعظیم خلف جا

تفضیل کا جویا نہ ہو مولیٰ کی وِلا میں
یوں چھوڑ کے گوہر کو نہ تو بہر خذف جا

مولیٰ کی امامت سے محبت ہے تو غافل
اَربابِ جماعت کی نہ تو چھوڑ کے صف جا

کہہ دے کوئی گھیرا ہے بلاؤں نے حسن کو
اے شیر خدا بہر مدد تیغ بکف جا

از: مولانا محمد توصیف رضا

تصانیف رضا کی خصوصیات وانفرادیت

نویں صدی کے مجدد خاتم الحفاظ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ کے بعد سب سے زیادہ کثرت سے کتب چودھویں صدی کے مجدد مجدد، صاحب حجت القاہرہ مؤید ملت طاہرہ الشاہ امام احمد رضا خاں حنفی ماتریدی قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمائی، آپ نے اپنے عصر کے رائج شدہ علوم پر مختلف موضوعات ومختلف زبانوں میں کم وبیش ایک ہزار کتب ورسائل تحریر فرمائے۔

(۱) تصانیف رضا کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی اکثر کتب کے نام عربی زبان میں ہیں۔

(۲) تصانیف رضا کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی کتب کے عربی نام نظم کی صورت میں ہیں مثلاً العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبۃ، الحجت الموتمۃ فی آیت الممتحنۃ، دوام العیش فی الائمۃ من قریش، ازاحت العیب بسیف الغیب، شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، وغیرہ۔

(۳) تصانیف رضا کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی کتب کے نام سے ہی موضوع کا علم ہوجاتا ہے۔

(۴) تصانیف رضا کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی کتب کے نام کے اعداد نکالنے سے سن تصنیف معلوم ہوجاتا ہے۔

(۵) تصانیف رضا کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی تصانیف فصاحت و بلاغت سے لبریز ہیں جس کی شہادت العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ کا خطبہ دیتا ہوا نظر آتا ہے۔

(٦) تصانیف رضا کی چھٹویں خصوصیت یہ ہے کہ بعض وہ مسائل جن میں ایک دو دلیل سے زیادہ کا امکان نہیں ہوتا وہاں آپ کی تصانیف مبارکہ میں دلائل کی جھڑیاں نظر آتی ہیں جس کی شہادت آپ کا رسالہ مبارک لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی دیتا ہوا نظر آتا ہے۔

(۷) تصانیف رضا کی ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی تصانیف مبارکہ میں بے جاں طوالت سے اجتناب کیا گیا ہے۔

(۸) تصانیف رضا کی آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی تصانیف مبارکہ مرجع العلما ہے۔

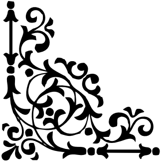
(۹) تصانیف رضا کی نویں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی تصانیف مبارکہ کی انفرادیت کا اعتراف غیروں تک نے کیا ہے دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ہندو پاک کے مشہور مفکر کوثر نیازی اپنے ایک رسالہ بہ مسمی " امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت" کے صفحہ ۳۱ / پر رقم طراز ہیں:

"فقہ حنفی میں ہندوستان میں دو کتابیں مستند ترین ہیں ان میں ایک فتاویٰ عالمگیریہ جو دراصل چالیس علما کی مشترکہ خدمت ہے جنہوں نے فقہ حنفی کا ایک جامع مجموعہ ترتیب دیا دوسرا فتاوی رضویہ ہے جس کی انفرادیت یہ ہے کہ جو کام چالیس علمانے مل کر انجام دیا وہ اس مرد مجاہد نے تنہا کر کے دکھایا اور مجموعہ فتاوی رضویہ فتاوی عالمگیریہ سے زیادہ جامع ہے۔"

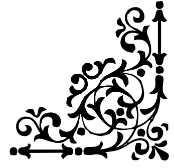
(۱۰) تصانیف رضا کی دسویں خصوصیت وانفرادیت یہ ہے کہ آپ کی بعض تصانیف مبارکہ کو جس میں الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبۃ، الکفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراھم، المعتمد المستند کا بعض حصہ جب علمائے حجاز نے دیکھا تو آپ کو اس دور کا مجدد ماۂ حاضرہ تسلیم فرمایا، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے مشہور معروف عالم شیخ سید اسماعیل بن خلیل علیہ الرحمہ اپ کے بعض فتاویٰ کو دیکھ کر فرماتے ہیں:

"اللہ کی قسم اگر آپ کے فتاوی کو امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ دیکھتے توان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی اور آپ کو بقیہ ص ۲۹ / پر

رضویات پر تحقیقات کے لئے ایک عالمی کثیر اللسان



جرنل کی ضرورت واہمیت



از: انجینئر محمد یاسر رضا باندوی*

اس وقت برصغیر ہندو پاک میں اہل سنت کے اشاعتی اداروں سے لاتعداد رسائل وجرائد شائع ہورہے ہیں، یہ جرائد ادبی، نیم ادبی، سیاسی، مذہبی، سماجی اور دیگر موضوعات پر مشتمل ہیں، رسائل وجرائد کی اشاعت کی ایک طویل تاریخ ہے اور موضوعات کے اعتبار سے ان کی بڑی اہمیت ہے، جبکہ اگر کتابوں کی بات کریں تو ان میں کسی ایک موضوع پر ایک ہی قلم کار کے مضامین ہوتے ہیں اور بیشتر میں یکسانیت ہوتی ہے، لیکن رسائل وجرائد میں مختلف عنوانات پر مختلف ادیبوں کے خیالات پڑھنے کو ملتے ہیں، اسی طرح رسائل وجرائد کے خصوصی شماروں کی بھی زبردست اہمیت ہوتی ہے، جن میں متعدد ماہرین کے مضامین ہوتے ہیں جو بڑے متنوع اور جدا جدا اندازِ نگارش کے ساتھ انتہائی معلومات افزا ہوتے ہیں، ان کی اہمیت وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے کیونکہ آگے چل کر یہی رسائل وجرائد مختلف تحقیقات میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

بعض معیاری وتحقیقی جرائد کی اہمیت تو کتابوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے جس کی بنیادی وجہ ان کی معیاری اشاریہ سازی (Indexing) عصری انداز ترتیب (Modern Sequence) اصولی ضوابط (Logical Regulations) معیاری انداز بیان (Phraseology Standard) اعلیٰ اثر عنصری (High Impact Factor) جدید تحفظ حقوق نقل واشاعت (Modern Copyright Reservation) وغیرہ ہے اور انھیں کی بنیاد پر ہی پی ایچ ڈی، ایم فل وغیرہ کرنے والے محققین کو ان کی یونیورسٹی ان کے کام کا معیار طے کرتی ہے اور اسی کی بنیاد پر ہی ان کے نگران تحقیق ان کی مدد کر پاتے ہیں، ساتھ ہی اپنی اسی انفرادیت کی بنیاد پر اس میں مضامین شائع کرانے والے پروفیسرس کو یونیورسٹی کی نگاہ میں قلم کار سمجھتے ہوئے اعزاز واکرام سے بھی نوازا جاتا ہے۔

جب جرائد کی مذکورہ فکر کے تناظر میں دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے پاس کوئی ایسا معیاری جریدہ نہیں جس کو وہ مقام حاصل ہو کہ تحقیق کے ان عصری تقاضوں کو پورا کرنے کے سبب اس کو تحقیقی جریدہ کہا جاسکے یا اس کی غیروں کی نظر میں کوئی اہمیت ہو اور اگرچہ ایک اس معیار کے جریدے مل بھی جائیں تو اس کے اندر تحقیقی چاشنی نہیں ملتی اور اگر عصری تقاضوں کے عین مطابق تحقیقی چاشنی مل بھی جائے تو اہل سنت کی جڑ سمجھے جانے والے رضویات کے اتنے وسیع شعبے میں کوئی ایسا جریدہ موجود نہیں جس کے ذریعہ ہند کی پانچ ممتاز زبانوں: ہندی، اردو، انگریزی، عربی اور فارسی میں اجمالی طور پر عصری اسلوب کے پیش نظر سب کو تحقیقی ماحول ملے اور وقت کے تقاضے کے مطابق ان تحقیقات کی نشر واشاعت ہوسکے جبکہ رضویات کے اندر تحقیق کے اتنے باب دن بدن کھل رہے ہیں۔

ساتھ ہی اہل سنت کے علما بھی اپنی تحریر وتقریر سے ضرورت کے مطابق دین کے مختلف شعبہ جات میں تحقیقات کے مزید ابواب کھول رہے ہیں اور ساتھ ہی احادیث مبارکہ کی وسیع تحقیق نظام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت کے مطابق علمائے حق کے ذریعہ جاری ہے، ان سبھی تحقیقات کو عصری اسلوب کے کشکول میں سمیٹنے کے لئے اگر ابھی سے قدم نہ اٹھایا گیا تو پھر اس کو مستقبل میں مطلوبہ جدید رنگ وڈھنگ سے مرتب کرنا ہمارے لئے محال ہوجائے گا۔

دور حاضر پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ ان اسلوب پر یونیورسٹیوں میں سنی اسلام پر ہونے والی تحقیقات اور اس کے متنوع ابواب

* مقالہ نگار کنزالایمان فاؤنڈیشن، بریلی شریف کے نائب صدر ہیں۔

پر عموماً اور اسلاف امت کے افکار و نظریات کی ترجمانی کرنے والے باب" رضویات" پر خصوصاً تحقیق کا گراف تیزی سے گرتا جا رہا ہے، جس کی بنیادی وجہ مذکورہ ومطلوبہ عصری تقاضوں (Modern Parameters) کو نظر انداز کرنا ہے، اگر ہمارے طلبائے کرام مدارس سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد تحقیق کے لئے عصری اداروں کا رخ کرتے ہیں تو انہیں بہت سی پریشانیوں کا سامنہ کرنا پڑتا ہے کیونکہ وہ تحقیق کے ان جدید تقاضوں سے واقفیت تو دور ان کے اسلوب کے نام تک سے بھی واقف نہیں ہوتے، یہ بھی ایک المیہ ہے کہ ان معیار پر پورا اترنے والا کوئی اکیڈمک جریدہ (Academic Journal) ماضی میں ان کی نظر سے نہیں گزرا، اور نہ ہی ان کے مدرسے کی لائبریری میں موجود تھا، حالانکہ تحقیق کے میدان میں کام کرنے کے لئے اور اس سے بھی بالاتر ہر معاملے میں یونیورسٹیوں میں معاشی مواقع (JobOpportunities) زیادہ وسیع ہوتے ہیں، پھر بھی جدید اسلوب تحقیق (Modern Research Parameters) سے ناواقفیت کی بنیاد پر طلبا کو خاصہ وقت لگ جاتا ہے، تیزی سے گزرتا وقت اور گھریلو ذمہ داریاں اور قلت معاش کے سبب فارغ البال نہیں ہو پاتے اور کھل کر کام کرنے کا موقع بھی مشکل سے ملتا ہے، اب اگر معاشی معاملات درست بھی ہوں اور موقع فراہم ہو بھی گیا تو انگریزی سیکھنا اور اگر انگریزی آتی ہے تو اس فن کو انگریزی میں سیکھنا ان کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج رہتا ہے۔

اب اگر فن کو انگریزی زبان میں سیکھنے کے بعد وہ اپنی زبان اردو عربی یا فارسی میں سے کسی ایک میں سے، کسی مخصوص فن کی کتاب کو انگریزی میں منتقل کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں، مگر یہ صلاحیت ان کو محدود کام سے محدود دائرے میں روشناس ہونے کا ہی موقع دے پاتی ہے مگر ان جرائد کے ماحول سے وابستگی کے سبب تعاونات وتعینات کے ابواب کھلنے کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور پھر کسی شئے کی عدم موجودگی تحقیق کو نہیں روک پاتی، یہ منفرد المثال عصری جرائد تحقیق کے نتائج، تازہ ترین تحقیق پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں ہونے والے تحقیقی امکانات سے بھی ہم آہنگ کراتے رہتے ہیں، مستزاد یہ کہ اسکالر کو اپنے شعبے میں کام کرنے کے لئے مشترکہ طور پر تحقیقی تعاون کا ذہنی دائرہ وسیع ہوتا ہے جس کی وجہ سے کسی خاص فرد میں مخصوص علم کی عدم موجودگی کے باوجود اشتراک (Collaboration) سے کار تحقیق نہ صرف اپنے کامیاب انجام تک پہنچتا ہے بلکہ تحقیق اپنی عمیق خصوصیت کو حاصل کر لیتی ہے، آسان لفظوں میں کہیں تو ذہنوں کے تحقیقی اشتراک (Collaborative Research) سے بنا یہ مربع تحقیق ایک طرح کا معجون یا مرکبہ لاجواب معیاری ومنفرد حیثیت سے مزین ہو جاتا ہے۔

جرائد کی معیاری اشاعت کے قوانین (Article Processing Control) کے پیش نظر علوم دینیہ سے فارغ التحصیل طلبا کی بہت محنت کے بعد کے چند مقالے ہی اشاعت پذیر ہو پاتے ہیں اور اشاعت کے بعد جرائد کی مجلس تحریر کے مشوروں پر بار بار تصحیح (Peer Review Process) کے مشورے ہوتے رہتے ہیں جس کے سبب علمی مذاکرات کی محافل گرم ہوتی رہتی ہیں، ساتھ ہی کسی مقالے کو عالمی سطح پر نشر ہونے پر مبارکباد کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے، الحاصل یہ کے مطالعہ، تحقیق اور پھر مقالہ لکھنے سے لے کر اُن کی تصحیح کے مراحل پھر اُن کی اشاریہ سازی سے لے کر عقل سے بالاتر جدید نشری مراحل (جس میں مقالہ نگار کی تحریر کا معیار طے کر کے اس کو دنیا کے کونے کونے میں مختلف ذرائع سے بھیجا جاتا ہے) تک ایک منظم نظام کا ماحول انہیں عصری وتحقیقی جرائد سے ملتا ہے، بشرط کہ تسلسل کے ساتھ ان کا معیاری وقار باقی رہے۔

اب یہ بات تو واضح ہوگئی کہ تحقیقی تعاونات اور تعینات میں کس طرح یہ جرائد اپنا کلیدی کردار ادا کرتے ہیں مگر تحقیقی تعاونات کی اہمیت رضویات کے میدان میں کتنی ہے؟ اس بات کو مزید سمجھنے کے لئے ۱۰۱/ رویں عرس رضوی کی مبارک تقریب میں کنز الایمان لائبریری، خانقاہ صدر العلماء، بریلی شریف کے ہال میں، کنز الایمان فاؤنڈیشن (ٹرسٹ) کے زیر اہتمام سالانہ منعقد ہونے والی دوسری اکیڈمک کانفرنس بتاریخ ۲۳/ ا کتوبر

۲۰۱۹ء بعنوان" رضویات: ایک بین الاقوامی نظریہ میں اپنا مقالہ پڑھنے سے پہلے استاد محترم جامع معقول ومنقول، جانشین امام علم وفن حضرت علامہ قاضی شہید عالم رضوی صاحب نے اس عنوان پر ایک مدلل خطاب کیا تھا، جس کے چند جملہ ملاحظہ ہوں:

" ضرورت اس بات کی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو موجودہ زمانے میں (فن کے تقاضوں کے عتبار سے) انگریزی اور عربی زبان میں منتقل کیا جائے تا کہ پوری دنیا میں رضویات کا صحیح تعارف ہو سکے اور اس کے لئے مترجم کو بنیادی طور پر چار باتوں کا جاننا اشد ضروری ہے: مثال کے طور پر کسی فن کی کتاب کا اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا ہو تو (۱) دونوں زبانیں اردو اور انگریزی جانتا ہو۔ (۲) دونوں زبانوں میں اس کے مباحث واصطلاحات سے واقفیت ہو۔ (۳) اس فن سے واقفیت ہو۔ (٤) دونوں زبانوں میں اس فن سے واقفیت ہو، ان چار چیزوں میں جو کامل دسترس رکھے گا، وہی ترجمہ کر سکتا ہے، مثال کے طور پر" فوز مبین در رد حرکت زمین" میں اعلیٰ حضرت نے زمین کی حرکت کا رد کیا، یہ کتاب اردو زبان میں چھپ گئی ہے، اس اردو کتاب کی بنیاد پر اسٹیجوں پر چیلنج کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے زمین کی حرکت کا رد کیا ہے اور نیوٹن اور آئن اسٹائین کے فارمولے کا رد کیا، مگر موقع پر مخالفین کو انگریزی میں دکھا پانے کی ابھی تک ہمیں توفیق نہیں ہوئی، بعض جگہ کچھ لوگوں نے ترجمہ کرنے کی کوشش کی، مجھ کو لا کر دیا، میرے سامنے دشواری یہ کہ میں انگریزی جانتا نہیں تو کیسے کہہ سکتا ہوں کہ ترجمہ صحیح ہوا یا نہیں، بعد میں بہت سے انگریزی کے ماہرین کو دکھایا گیا تو ان کے مشاہدے سے معلوم ہوا کہ ترجمہ نہیں ہو پایا، اس میں اغلاط بہت زیادہ ہیں اور ایسے اغلاط ہیں کہ جن کی وجہ سے اصل مباحث تک رسائی نہیں ہو پا رہی ہے تو معلوم ہوا کہ کما حقہ ترجمہ نہیں ہو سکا، اس کی بنیادی وجہ یہ کہ مترجم انگریزی سے تو واقف ہے ہو سکتا ہے کہ فن کی مصطلحات سے بھی واقف ہوں مگر اردو زبان میں جو مصطلحات ہیں، علم مثلث سطحی کے، علم مثلث کروی کے، زیج کے، علم ہیئت وغیرہ کے، ان سے واقفیت نہیں پائی جاتی تھی تو ترجمہ کا مکمل طور پر حق ادا نہیں ہو سکا، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس سے تعلق رکھنے والے علما کو بھی ان علوم وفنون میں دست رس حاصل ہو، پھر ان کا عصری اداروں سے تعلق رکھنے والے انگریزی میڈیم کے طلبا اسکالر اور محققین کا آپس میں تال میل ہونا ضروری ہے، جب ایسا ماحول دیا جائے گا تو اس سے ذہن بنے گا، پھر ان کے درمیان ہم آہنگی ہوگی تو ظاہر بات ہے کہ وہ کتاب لے کر آئیں گے، ملاقاتیں ہوں گی اور مذاکرہ ہوگا تو پھر ان مباحث کو سمجھنا اور سمجھنے کے بعد پھر مکمل طور پر جیسا چاہیے ویسا انگریزی میں ترجمہ ہو سکے گا، اگر ایسا نہیں ہوا تو بہت دشواریوں کا سامنا ہوگا۔

اس لئے محترم حضرات میں گزارش کروں گا جو لوگ محبان اعلیٰ حضرت ہیں اور ساتھ ساتھ وہ عصری علوم میں بھی دسترس رکھتے ہے تو ان کو چاہئے کہ وہ اہل علم کے قریب آئیں اور علمائے کرام بھی ان حضرات کے سر پر ہاتھ رکھیں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں تو پھر اس طرح جب دونوں گروپ سے مل کر یہ ہمارا قافلہ آگے بڑھے گا تب ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے ان علوم فنون کو دنیا والوں کے سامنے جیسا پیش کرنا چاہیے، ویسا ہم پیش کر سکے، اگر ایسا نہ ہوا تو پھر بڑی پریشانی کا سامنہ ہوگا۔"

اگر چہ بیشتر تحقیق میں اس کے مقالہ نگار، نگران، معاونین وغیرہ سب نے تحقیق میں اعتذار (Barrier in Research) کے حوالے سے بہت سارے عناوین پر فکری بحث کی ہے، مختلف یونیورسٹیوں میں راقم نے اس موضوع پر سیمیناروں سمپوزیم وغیرہ میں شرکت کر کے سیکڑوں لیکچر بھی سنے ہیں، مگر باہمی تعلقات اور اسکالر کے تعاون سے متعلقہ تحقیق (collaborative research) کے عنوان پر سنا گیا میری زندگی کا یہ پہلا منفرد المثال وعظ تھا، اس کی اہمیت کے پیش نظر رضویات کے صاحبان علم و دانش نے اس کو خوب سراہا، انٹرنیٹ پر یہ آواز بھی لائیو نشر

کی گئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، اہل علم سنتے گئے اور اس کی گونج تیز ہوتی گئی، بعدہ اس نے رضویات کے اسکالرس کے جذبۂ تحقیق کے لئے آب حیات کا کام کیا، ساتھ ہی فکر رضا کو تجدد بخشنے میں بریلی شہر پھر سے سبقت لے گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت کے مذکورہ لائحۂ عمل پر ہندوستان میں اسکالرس جمع ہونے لگے۔

کانفرنس کے بعد قاضی شہید عالم صاحب قبلہ کی صدارت میں ملک بھر سے آئے ہوئے اسکالرس سے ساتھ مزید مذاکرہ ہوا جس میں صد سالہ عرس رضوی کی اکیڈمک کانفرنس میں بمقام امام احمد رضا اکیڈمی بتاریخ ۳ رنومبر ۲۰۱۸ء کو ایک سال قبل لئے گئے فیصلے کی تجدید کرتے ہوئے اس عبارت کو اجتماعی فیصلے کے طور پر پڑھ کر سنایا گیا:

"دور حاضر کے تقاضوں کے اعتبار سے موجودہ ادبی مواد یونیورسٹیوں کے طلبا کو ان کی تحقیقی راہوں پر محدود بصیرت فراہم کرتا ہے جن میں انفرادی محقق مختلف باہمی تعاون کے منصوبوں میں شامل ہونے کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں اور اس کا کوئی آپشن نہیں ملتا، اس انتخاب میں یہ اکیڈمک جرائد نہ صرف تحقیق کے لئے ایک مستقل روشن ذریعہ ہیں بلکہ مذاکرہ ومکاشفہ اور تصحیح وترتیب کے لئے کے مکمل دستور عمل بھی ہیں، اِس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ عہد میں نظریات کی پیش کش، عناوین کی جانچ پڑتال اور مقالہ کے مذاکرات کے لئے مستقل اور شفاف فورم کے طور پر ایک کثیر السان (Mutilingual Multiacademic) جریدے کی اشاعت کی جائے جس میں پانچ زبانوں یعنی اردو، انگریزی، ہندی، عربی اور فارسی میں باقاعدہ باب قائم کر کے جدید تحقیقی اصولوں کو فراخ دلی سے قبول کرتے ہوئے یونیورسٹیوں کے علمی تقاضوں کے مطابق رضویات پر ایک اکیڈمک جریدے کی اشاعت کی جائے اور اس کا معیار ووقار کو بنانے اور باقی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، اس جریدے کے لئے ہر زبان کا الگ شعبہ بنایا جائے، جو ذمہ داری کے ساتھ اس کی اشاعت بھی کرے، ساتھ ہی وقتاً فوقتاً متعدد مرتبہ مقالات کا جائزہ لے کر ان کی تصحیح کا بھی فریضہ انجام دیتا رہے اور اسی بنیاد پر جریدے کی مختلف اداروں سے اشاریہ سازی کرائی جائے تا کہ جریدہ کا ایک اچھا سا تاثر (Impact Factor) نکل کر سامنے آتا رہے اور ہر محاظ پر اس کا حوالہ معیاری سمجھا جائے، مستزاد یہ کہ اس کا مواد تمام نقلیات و فرضیات سے پاک حقائق ودلائل پر مبنی اصل حقیقی تحقیق اور عقیدہ اہل سنت بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت کی علمی توثیق مع تبصرہ وتائید کے شامل ہوں، اسی ماحول میں اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد بابرکت کی عملی ترجمانی ہو کہ تحریر تقریر سے زیادہ دیرپا اور اثر انگیز ہوتی ہے، طلبا میں تحریری رجحانات پیدا کئے جائیں۔

بعدہ گزشتہ سال کی محنت کی بنیاد پر مذکورہ تقاضوں کا حامل رضویات پر دنیا کا پہلا کثیر اللسان جریدہ جدید طرز کی انگریزی، اردو، عربی اور فارسی زبان میں بعنوان "عالمی کنز الایمان اکیڈمک جرید بر رضویات" (Kanzuliman Academic International Journal On Razawiyat(KAIJOR معروف بہ "کیجور" کے پہلے ایڈیشن کا اجرا نبیرۂ استاذ زمن شہزادۂ تحسین ملت حضرت مولانا حسان رضا خان صاحب قبلہ کے ہاتھوں سے ہو گیا، بعدہ اس کے آن لائن نظام کو بھی تفصیل سے سمجھایا گیا اور اس کی ہارورڈ یونیورسٹی میں اشاریہ سازی ہوجانے کی خوشخبری سنائی گئی، جس کے لئے علمائے کرام نے تنظیم کی مجلس تحریر وتحقیق کو اور بالخصوص جریدے کے پانچوں رئیس البحاث کو مبارکباد پیش کی، اس تقریب میں نواسۂ صدر العلماء مولانا حسن رضا خان، استاد منظر اسلام مولانا طاہر رضوی رامپوری، مولوی علی بوالحسن صاحب بنگال، مولانا توحید رضا، انجینئر محمد وقار، محمد ولی، حسنین رضا اور جامعہ ملیہ سے ذیشان رضا سمیت ملک کے کونے کونے سے عصری ودینی اداروں سے تعلق رکھنے والے طلبا، اسکالر، محققین،

قلمکار وغیرہ موجود تھے، بعد میں ان سب حضرات کی موجودگی میں تحقیق کرنے والوں کے لئے مواد کی فراہمی کو یقینی بنانے کی غرض سے ان سبھی زبانوں کے شعبہ والوں کو اسکالرز کی تحریری امداد کے لئے راضی کیا گیا اور پھر رضویات کی ریسرچ ہیلپ ڈیسک اور ریسرچ لائبریری کا بھی اعلان کر دیا گیا۔

اس فکری کام پر مزید تبصرہ مع تحقیقی وتعریفی جملہ پروفیسر افروز قادری چریا کوٹی، استاد ڈلاس یونورسٹی کیپ ٹاؤن ساتھ افریقہ نے اپنی ایک تقریظ میں کیا ہے جو جریدے کی ابتدا میں لگی ہوئی ہے اس کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں:

''الحمدللہ! زیر نظر اکادمی جریدہ عہد موجود کے سبھی ناگزیر تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، دیکھنے میں آیا ہے کہ پی، ایچ، ڈی، اسکالرز ایسے معیاری جرائد کے متلاشی ہوتے ہیں، جن میں ان کے مقالے اشاعت پذیر ہو کر ان کے لیے اکیڈمک ایڈوانٹیج مہیا کرسکیں، اس کے لیے اکادمی جریدہ کی اشاعت تمام معاصر تقاضوں جیسے امپیک فیکٹر، یو جی سی، ایچ ای سی، پلیجرزم وغیرہ کے کڑے معیار پر کرنی ہوتی ہے، مستزاد یہ کہ مقالہ نگار کے حقوق کو عالمی سطح پر محفوظ رکھتے ہوئے، اس کے مقالے کو متعلقہ قارئین تک پہنچانا اور علمی وعالمی سطح پر اس کی اشاعت کرنا بھی ایک اچھے جرنل کے خصائص میں آتا ہے۔

دور حاضر کے بیشتر مذہبی رسائل کی حیثیت اب حدیث المجالس کی سی ہو کر رہ گئی ہے، نہ انہیں اپنے رسائل کو اپ گریڈ کرنے کی فکر ہے اور نہ ہی وہ عصری تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں، امر واقعہ یہ ہے کہ اس دور پُر آشوب میں جبکہ اسلامیات کے متنوع ابواب پر عموماً اور اسلاف امت کے افکار ونظریات پر خصوصاً، پی. ایچ. ڈی اور تحقیق کا گراف تیزی سے گرتا جارہا ہے، ایسے نازک موقع پر صرف تقدیر کا شکوہ کرنا، یا کف افسوس ملنا مسئلے کی تحلیل میں معاون نہ ہوگا بلکہ یہ غیر دانشمندانہ رویہ تو اسلامی اسکالرز کے مستقبل کے تاریک ہونے کا خدشہ مزید بڑھا دے گا؛ لہٰذا اَب ہمیں اس کے لیے کمر ہمت کسنی ہوگی اور معاصر چیلنجز کو فراخ دلی کے ساتھ قبول کرنا ہوگا کہ یہ ایک ناگزیر مذہبی اور عصری ضرورت ہے۔......................الخ''

مزید وضاحت کے لئے کنزالایمان کے اراکین سے یہ جریدہ لیا جاسکتا ہے یا اس جریدے کی ویب سائٹ سے اکتساب کیا جاسکتا ہے، اب مذکورہ فکر کا دوسرا باب کھلتا ہے اور پھر اس کانفرنس کے ایک سال بعد پاکستان سے بھی اس کی آواز سنائی دیتی:

"۳۰/دسمبر ۲۰۲۰ء کو ادارہ تحقیقات کے زیر اہتمام کراچی میں ہونے والی چالیسوی سالانہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۲۰ء کے موقع پر احقر نے خطبۂ استقبالیہ میں محبان رضا کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہم کو چاہئے کہ اب امام احمد رضا کو بطور مسلم سائنسدان (مراد ماہر علوم عقلیہ جدید وقدیم) پیش کریں اور دنیا میں امام احمد رضا پر تحقیق کرنے والے ادارے اس سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون کریں (اشارہ ہے collaborative research کی طرف)، اس موقع پر راقم نے سب سے پہلے امام احمد رضا کی سائنس پر لکھی جانے والی معرکتہ الآرا تصنیف" فوز مبین در رد حرکت زمین" پر کام کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کو جس میں متعدد سائنسی علوم ہیں، انگریزی زبان میں ترجمہ کرا کر دنیا بھر کے سائنسدانوں کے سامنے پیش کیا جائے......الخ"

ڈاکٹر مجید اللہ قادری

(ماہنامہ معارف رضا، شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۲۱/صفحہ ۱۶)

جب ہم تحقیق کی فکر میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علامہ شاہ احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب پر تحقیق کی اشد ضرورت تو ہے بالخصوص جدید علوم عقلیہ پر لکھے گئے رسائل حاشیے اور سیکڑوں فنی نگارشات جیسے فوز مبین در رد حرکت زمین پر کام کرنے کی ضرورت کے حوالے سے مذکورہ تحریر پر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

صاب قبلہ نے اتنی ذمہ داری کے ساتھ اس انداز میں تحقیق کا یہ سفر شروع کیا، اس طرح سے اپنے ملک میں عصری تقاضوں پر مبنی تحقیقی کے سفر کی قیادت کرنا آپ ہی کی شخصیت کے شایان شان ہے، اسی وجہ سے اہل علم آپ کو سید وجاہت رسول صاحب قبلہ کی تحقیقات کی نشاۃ ثانیہ کہتے ہیں، آپ کے اس قول وفعل سے رضویات کی مختلف مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب ورسائل جیسے رسالہ المعنی المجلی لمغنی وظلی، قانون رویت الہلال، قانون رویت اہلہ، کشف العلہ ان سمت قبلہ، حاشیہ زیج بہادر خانی، حاشیہ جامع بہادر خانی، حاشیہ الغ خانی، حاشیہ للبر جنذی، مسفر المطالع للتقویم والطالع، حاشیہ شرح چغمینی، حاشیہ اور حدائق نجوم، استخراج تقویمات کواکب، استخراج وصول قمر برراس کے علاوہ سیکڑوں علمی وفنی نگارشات ہزاروں علوم عقلیہ ونقلیہ جیسے اشتشراق، رسم الفنا، علم ریاضی، علم مثلث کروی وسطحی، علم زیج، علم ہئیت وہندسہ وغیرہ پر تحقیق کی فکر کا باب کھل گیا ہے، ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ باہمی تعلقات (Academic Relations) اور اسکالر کے تعاون (Scholarly Contribution) سے متعلقہ تحقیق (collaborative Research) کی کتنی ضرورت ہے اور اس محاذ پر طلبا واسکار کی ٹریننگ کے لئے وورکشاپ وغیرہ کا سلسلہ رواں کرنا کتنا اہم ہے، جب ایک صحافی نے پوچھا کہ ہم کو مزید کتنی محنت کرنی ہوگی کہ ہم اپنے مذکورہ مقاصد میں کامیاب ہو جائیں تو مجلس کے ارباب حل دانش برجستہ پکار اٹھے۔ ؎

دور جانا ہے رہا دن تھوڑا
راہ پر خار ہے کیا ہونا ہے

یعنی یہ کام تو دائمی ہے ہمیں اس کی ذمداری سمجھنے کی ضرورت ہے، ہم کو علما کی سرپرستی کی ضرورت ہے، نامعلوم ہمارے بعد اس مجلس تحریر میں کون آئے؟ اور ذمداری کے معاملے میں وہ کیسا ہو؟ کیسا کردار ادا کرے؟ ہماری آنے والی نسلیں علم کے معاملے میں کسی ہوں؟ لہٰذا اس نظریہ فکر پر زندگی رہتے ہر سانس کو مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں وقف کر دیا جائے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرح کے مزید جریدے اہل سنت کے معاصر اداروں سے شایع ہوں اور عہد موجود کے ناگزیر تقاضوں کو فراخ دلی سے قبول کرتے ہوئے زمانہ جدید میں تحریری نظم وضبط کی تجدید کا پرتولیں تا کہ اسلاف امت بالخصوص اعلیٰ حضرت کی علمی نگارشات سے دنیا کے اہل علم کو متعارف کرایا جاسکے۔

◻◻◻

ص ۵۶ رکا بقیہ.................................

وہ کہاں کھڑی ہوں؟ بیوی شوہر کے ساتھ اور بیوی کی بہن پیچھے یا دونوں شوہر کے پیچھے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: شوہر (مرد) کے پیچھے دونوں کھڑی ہوں۔

عرض...۴۰: کیا ہاتھ کے بجائے اسٹین لیس اسٹیل یا پلاسٹک کے چمچ سے کھانے کی اجازت ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: کوئی حرج نہیں۔

عرض...۴۱: کچھ دنوں پہلے مجھے خواب میں حضرت کی زیارت نصیب ہوئی الحمد للہ! اور اسی صبح میں نے جاگتے میں اپنے بیڈ روم میں ایک اجنبی شخص کو دیکھا جس نے کالے رنگ کا بردہ (کمبل یا چادر) پہنی ہوئی تھی اور سبز عمامہ شریف پہنا تھا پھر وہ غائب ہو گیا اور دو دن بعد پھر میں نے اُسی شخص کو دیکھا اور وہ پھر غائب ہو گیا اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ کوئی ہر وقت میرے ساتھ ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے مجھے اب بہت ڈر محسوس ہوتا ہے حضرت کرم فرمائیں اور مجھے اس خوف سے چھٹکارا عطا فرمائیں؟

ارشاد...: آیت الکرسی پڑھیں اور چاروں قل ہر نماز کے بعد پڑھیں اور سوتے وقت پڑھیں، ان شاء اللہ آسیب سے حفاظت ہے۔

عرض...۴۲: میرے خاوند ہر چار رکعت والی سنت غیر مؤکدہ (عصر اور عشا) صلاۃ التسبیح اور نفل نمازوں میں قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھتے ہیں اور تیسری رکعت ثنا، تعوذ وتسمیہ سے شروع کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: جی یہ درست ہے۔

.........جاری

پانچویں قسط

از: مفتی ذوالفقار خاں نعیمی ککرالوی*

ماہنامہ الرضا بریلی شریف! تعارف واشاریہ

گزشتہ سے پیوستہ

جلد(۱) نمبر ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

ابتدائی صفحہ پر امام اہل سنت کے رسالہ منیرہ ''النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید'' اور استاذ زمن کی کتاب ''دین حسن'' کا اشتہار۔ پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور مولانا عرفان علی بیسل پوری کا لکھا ہوا نعتیہ کلام، جس کا مطلع یہ ہے ؎

نام اقدس جو لیا کر تو مطہر ہو کر
بخشوائے گا تجھے شافع محشر ہو کر

صدرالافاضل کے مضمون سابق سے پیوستہ مضمون بعنوان ''مدارس اسلامیہ کے دردناک نظارے'' ص ۲ تا ۴۔ فقہیات کے عنوان سے خلافت اسلامیہ اور ہجرت سے متعلق فتاویٰ رضویہ شریف سے منقول امام اہل سنت کے دو فتوے، ص ۴ تا ۶۔ امام اہل سنت کے در دولت پر ۱۶ر سے ۱۸ر ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ تک ہونے والے مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا مولانا شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کی تقریبات کی اجمالی روداد، جسے مولانا نور محمد صاحب رضوی نے ترتیب دیا ہے، اس میں امام اہل سنت کے خطاب نایاب کا ذکر بھی ہے، ص ۷-۶۔

رسالہ الرضا کی طباعتی، اشاعتی اور خریداری سے متعلق ناظرین سے گزارشات بعنوان ''معزز ناظرین'' ص ۸، ۷۔ رسالہ ''فوز مبین'' کی چھٹی قسط، آٹھ صفحات۔ رسالہ ''النھی الاکید'' کی چھٹی قسط اور آخری قسط، ۱۲ر صفحات۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت کے پہلے حصہ کی بارہویں اور آخری قسط، آٹھ صفحات۔ الرضا کے دفتر کی خاص مطبوعہ کتابوں کی فہرست۔ آخری دو صفحات۔

جلد(۲) نمبر ۱۔ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات، علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔ پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور سیدنا شاہ آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی متخلص فقیر علیہ الرحمہ کا نعتیہ فارسی کلام، جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

اے در طلب نام تو آوار انشا نہا
گم کردہ رہ معنی وصف تو بیا نہا

نماز کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے مدیر رسالہ کا تحریر کردہ مضمون بعنوان ''نماز'' ص ۲ تا ۶۔ مولانا ابوالحسن سلیمانی نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی اور رافضی کی محبت کا تقابل پیش کیا ہے، مضمون کا عنوان یہ ہے ''سنی بھائی اور مظلوم کربلا'' اور روافض اور امام مظلوم، ص ۶ تا ۸۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم کی پہلی قسط، سولہ صفحات پر مشتمل۔ رسالہ ''فوز مبین'' کی ساتویں قسط، آٹھ صفحات۔ ماہ صفر ۱۳۳۹ھ کی نمازوں کے اوقات کا نقشہ، آخری صفحہ۔ پشت رسالہ پر امام اہل سنت کے رسالہ منیرہ ''النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید'' اور استاذ زمن کی کتاب ''دین حسن'' کا اشتہار۔

جلد(۲) نمبر ۲۔ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ

ابتدائی صفحہ پر الرضا کے خریداروں کے لیے ضروری ہدایتیں اور مضمون نگار حضرات سے گزارشات۔ علاوہ ازیں رسالہ میں اشتہارات کی اجرت کے حوالے سے تفصیل۔ پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور جناب ہدایت یار خاں متخلص قیس کا نعتیہ کلام بعنوان ''ترانہ قیس'' جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

بحمداللہ کتاب اللہ کی بھی ابتدا تم ہو
کہ اسم اللہ تم الصاق با نام خدا تم ہو

مسلمانوں کی زبوں حالی وبربادی کے اسباب اور اس کا

*مضمون نگار نوری دارالافتا، کاشی پور، اتراکھنڈ کے مفتی ہیں۔

علاج اس حوالے سے تاج العلماء محمد میاں مارہروی نے ''مسلمانوں کی تنزلی کا اصلی سبب اوراس کا کارگرعلاج'' کے عنوان سے فکر انگیز ونصیحت آمیز مضمون، ص ۲ تا ۴۔ گھن کی نصیحت'' کے عنوان سے مولانا عرفان علی بیسل پوری کا اصلاح کن مضمون، ص ۴ تا ۶۔ آخر میں آپ نے اصلاح آمیز چند اشعار لکھے ہیں، ان کا یہاں نقل کرنا بے فائدہ نہ ہوگا۔

حذر آپ اسراف بے جا سے کرتے
اگر پیر چادر کے اندر ہی دھرتے
جو قرضے سے ہر وقت ہر آن ڈرتے
تو کڑھ کڑھ کے رنج والم میں نہ مرتے
تمہاری مشیخت نے تم کو ڈبویا
بلا شک تمہیں دین و دنیا سے کھویا

مگر حالت تو یہ ہے

اگر آپ شادی کے کرنے پہ آئیں
تو بیٹے کے گھر بیسوں چکر لگائیں
گرو گاؤں رکھ کر جو قرضہ نہ لائیں
تو مشہور رنڈی کہاں سے نچائیں
چلی جائے جانے دو ساری کمائی
رہے دوستوں میں مگر نام باقی

میری نصیحت

سنبھل جاؤ اب بھی نہیں کچھ گیا ہے
کہ لاتسرفوا صاف حکم خدا ہے
ہر اک سمت سے آرہی یہ صدا ہے
وہ مٹ کر رہا ہے جو حد سے بڑھا ہے
جو اسراف بے جا یوں ہی تم کروگے
پڑے قعر پستی میں عرفاں رہوگے

۱۳۳۸ھ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ سے صدر الشریعہ نے حضور اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں نیاز نامہ ارسال فرمایا، جسے یہاں نقل کرنا بے محل نہیں ہوگا، غالباً یہ نایاب خط ہے، اس خط کے بریلی شریف پہنچنے کی خوشی میں مدرسہ منظر اسلام کے طلبہ نے مجلس میلاد شریف منعقد کی۔

مخدومنا ومولانا الحاج مولوی محمد امجد علی صاحب کا وہ گرامی نامہ جو مکہ مکرمہ سے تشریف لایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضور پرنور دامت برکاتہم العالیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضو کا خادم مع الخیر ہے، البتہ جدہ میں طبیعت خراب ہوگئی تھی اور بہت زیادہ خراب تھی مگر بہت جلد افاقہ بھی ہوگیا، بعض ضرورت کی چیزیں بھی جدہ میں گم ہوگئیں، مکہ معظّمہ میں ایک سال سے بالکل بارش نہیں ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے گرمی کی نہایت شدت تھی، مگر اس ہفتہ میں ایک دن خوب بارش ہوئی جس کی وجہ سے اب گرمی کم ہوگئی، بلکہ قبل حج اس قدر گرمی پڑی کہ پچھلا قافلہ جو جدہ سے چلا اس میں سے تقریباً دو سو حجاج کا راستہ میں انتقال ہو گیا، غالباً کل پرسوں تک مدینہ طیبہ کا قافلہ روانہ ہوگا، کرایہ بہت زیادہ ہوگیا، یعنی اٹھارہ گنی، یہاں کے علما کی خدمت میں حاضر ہوا سب حضرات نہایت اخلاق سے پیش آئے۔ جس نے سنا کہ یہ حضور کا کفش بردار ہے اس نے نہایت عزت کی اور سب کو حضور کی دیدار کا نہایت مشتاق پایا، خصوصاً قاضی القضاۃ وشیخ علی مالکی و شیخ مرزوقی، قاضی القضاۃ کی خدمت میں چند بار دار الحکومت میں حاضر ہوا نہایت خلیق وبامروت اور ذی علم شخص ہیں، جب میں حاضر ہوتا کھڑے ہوجاتے اور اعزاز کے ساتھ بٹھاتے اور حضور کا تذکرہ کرتے اور شوق زیارت ظاہر فرماتے، پہلی ہی بار کی حاضری میں بواب سے فرمادیا کہ جب یہ شخص آئے مجھے فوراً اطلاع دو!

خلیل احمد یہاں اب تک ہے مگر نہایت گمنامی کی حالت میں، نہ کچھ خباثت اس نے ظاہر کی نہ ظاہر کرسکتا ہے، یہاں کے اکابر علما سے ایسا ہی سنا، والعلم عند اللہ رسالہ مبارکہ ''الدولۃ المکیۃ'' علما کی خدمت میں پیش کردیا، قاضی القضاۃ نے ایک نسخہ اور طلب فرمایا تھا کہ مصر بھیجنے کا انہوں نے ارادہ ظاہر فرمایا، کل وہ دوسرا نسخہ بھی دے آیا، کل براہین قاطعہ طلب فرمایا تھا مگر وہابیہ کی تمام

کتابیں جدہ میں رہ گئیں اس واسطے کہ سامان کے لیے میں نے الگ اونٹ کیا تھا مگر آتے وقت سامان کے لیے اونٹ نہ ملا مجبوراً تمام سامانا جدہ میں چھوڑنا پڑا۔ رسالہ مبارکہ ''شمائم العنبر'' پر بفضلہ تعالیٰ پندرہ علمائے کرام نے مہر فرمادی ہے، مفتی شافعیہ جنہوں نے سال گزشتہ میں خلاف کیا تھا انہوں نے بھی مہر کردی، آج تک برابر اسی کوشش میں رہا اور تمام علما کے پاس جاتا رہا بلکہ اس کام کو عمرہ پر میں نے مقدم سمجھا کہ اس درمیان میں صرف چار عمرے کیے اور صبح سے شام تک دوڑتا پھرتا رہا، یہاں تک کہ اب کافی ووافی تصدیقات حاصل ہوگئیں، مولوی عبدالکریم صاحب بخیریت ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں اور طالب دعا ہیں، ان کی وجہ سے فقیر کو بہت آرام ملا، کسی بات میں انہوں نے تکلیف نہ ہونے دی، ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ اس سفر میں کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوتا، مولیٰ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔'' ص ۸، ۷۔

عربی وفارسی زبان میں اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی نعتیہ غزل، ص ۸۔ مطلع یہ ہے ؎

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا
کہ بریاد شہ کوثر بنا سازیم محفلہا

ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم کی دوسری قسط، سولہ صفحات پر مشتمل۔ رسالہ ''فوز مبین'' کی آٹھویں قسط، آٹھ صفحات، ماہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کی نمازوں کے اوقات کا نقشہ۔ آخری صفحہ، پشت رسالہ پر امام اہل سنت کے رسالہ منیرہ ''النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید'' اور استاذ زمن کی کتاب ''دین حسن'' کا اشتہار۔

جلد (۲) نمبر ۳۔ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

ابتدائی صفحہ پر ''جواب فغان فرجاد'' کے عنوان سے منظوم کلام جس میں گاندھوی ملاؤں کی خوب خبرگیری ہوئی ہے، لکھنے والے کا نام درج نہیں ہے، پہلے صفحہ پر فہرست مضامین اور امام اہل سنت کا نعتیہ کلام، جس کا مطلع درج ذیل ہے ؎

تاج جتنے ہیں جہاں داروں کے
کاسے ہیں ان کے اُلش خواروں کے

دوسرے صفحہ پر حضرت سیدنا مولانا سید شاہ اسمٰعیل حسن قادری مارہروی قدس سرہ کا لکھا ہوا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں منظوم فارسی استغاثہ جس کا مطلع درج ذیل ہے ؎

ما فقیریم شہا کن بفقیراں مددے
ملجا وشاہ وگدا فخر سلیماں مددے

اللہ کی تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت اور اس کے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت ومعرفت کے حوالے سے امام اہل سنت کی ایک خالص علمی وتحقیقی تقریر منیر، ص ۳ تا ۸۔ (ایک قسط ہی دستیاب ہے)

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات طیبہ اور آپ کے آسمان پر ہونے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج جسمانی نیز میلاد شریف اور ذکر شہادت کے حوالے سے خلیفۂ اعلیٰ حضرت برہان ملت علامہ برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ کے چار فتاویٰ، اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند کی تصدیقات کے ساتھ، ص ۹ تا ۱۸۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم کی تیسری قسط، سولہ صفحات۔ .... جاری

ص ۵۸ رکا بقیہ.........................

وہ قلزم توحید کا بے مثل شناور
اسرار الٰہی کی بیاں جس نے کی تعبیر
اسلام کی عظمت کا علم ہاتھ میں جس کے
ہم شکل قلم رب نے عطا کی جسے شمشیر
دل حب رسالت میں دھڑکتا رہا جس کا
اس نے ہی سکھائی ہمیں سرکار کی توقیر
جس نے بھی کی سرکار دوعالم کی اہانت
میدان میں خم ٹھونک کے اترا بلا تاخیر
اسلاف کی افکار کا احیا کیا جس نے
آمیزش باطل سے کیا دن کی تطہیر
شاہین ہے وہ وسعت صحرائے نبی کا
گستاخ مولوں کو بنا دیتا ہے نخچیر
ہے شہر بریلی میں اسی شاہ کا مسکن
اسلام کی تابندہ کیا ہند میں تصویر
آئینۂ ایام میں معکوس ہے اب بھی
کہتے ہیں قمرؔ جس کو رضا صاحب تدبیر

انتیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگروہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی انتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

۲۲ر اگست ۲۰۱۰ء، بمبئی، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض...۱: لائف انشورنس کی اب تک جتنی اقساط دی ہیں کیا ان کی بھی زکاۃ دینی ہوگی؟

ارشاد...: یہ چند سوالات زکاۃ کے سلسلے میں مکرر کئے گئے ہیں اس سے پہلے بھی چند سوالات ہیں اور اس کے بعد بھی میں نے سوالات سنے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سائل یہ پوچھ رہے ہیں کہ جو رقم قرض دی گئی ہے یا لائف انشورنس وغیرہ میں کہیں ڈپوزٹ رکھی گئی ہے اس رقم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں جنھوں نے قرض کے بارے میں پوچھا وہ بھی اور لائف انشورنس والے اور بینک ڈپوزٹ والے اور ڈاکخانوں میں جن کا ڈپوزٹ ہے ان سب کے لئے یہ جامع جواب ہے کہ جب تک وہ رقم ڈپوزٹ رہے گی یا قرض دار کے پاس رہے گی سال بہ سال اس پر زکاۃ واجب ہوتی رہے گی اور اس کی ادائیگی زکاۃ دہندہ پر اس وقت ہوگی جب نصاب بھر یا نصاب کا پانچواں حصہ اس کو مل جائے جب یہ رقم پوری ملے یا نصاب کا پانچواں حصہ مل جائے تو گزشتہ سالوں کی زکاۃ ادا کرے اور اب اگر نصاب بھر بچ جائے تو اس سال موجودہ کی بھی زکاۃ ادا کرے اور زکاۃ جس نے قرض دیا ہے قرض دہندہ پر ہے اور قرض دار پر اس مال پر زکاۃ نہیں ہے جو اس نے قرض لیا ہے

یہ جامع جواب تمام سوالات کا ہو گیا اب اس میں اُس سوال کا بھی جواب ہو گیا جس میں زید نے مکان کرائے پر لیا اور زرِ ضمانت مالک مکان کو دو یا دو لاکھ روپیہ تو یہ دو لاکھ روپیہ اگر اس کے پاس قرض ہے اور قرض کے طور پر اس نے اس کو دیا ہے یا ڈیپوزٹ کرایا ہے اور یہ طے پایا ہے کہ جب مکان خالی کرے گا تو یہ دو لاکھ روپیہ واپس ہو جائے گا تو اس کا بھی حکم وہی ہے جو ڈیپوزٹ کا اور قرض کا ہے جو حکم بیان کر دیا گیا یعنی سال بہ سال اس پر زکاۃ واجب ہوتی رہے گی۔

عرض... ۲: کیا حنفی سنی شافعی امام کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتا ہے؟

ارشاد...: پڑھ سکتا ہے اور دُرِّ مختار میں اس پر کچھ تفصیل بھی ہے اور اس میں یہ ہے کہ اگر شافعی امام حنفی کی مراعات کرے اور ایسے وضو میں یا طہارت میں یا کوئی فعل اس کا ایسا نہ ہو جس سے کہ حنفی مذہب میں طہارت صحیح نہ ہو اور وضو وغیرہ حنفی مذہب پر اس کا صحیح ہو جائے یا بدن کی یا کپڑے کی یا مکان کی جو طہارت حنفی مذہب میں جس طور پر مطلوب ہے اُس کی اگر اُس نے مراعت کی اور مسائل نماز میں بھی اس نے مراعت کی اور کسی مفسد کا ارتکاب نہیں کیا حنفی مذہب میں جس پر نماز فاسد ہو جاتی ہے تو نماز صحیح ہے اور اگر شک ہے اُس صورت میں نماز صحیح نہیں ہے اور عام طور پر شوافع احناف کی مراعات کرتے ہیں جہاں یہ یقینی طور پر معلوم ہو یا مظنون بظن غالب ہو اور وہ شافعی سُنّی صحیح العقیدہ ہو نام کا شافعی نہیں جیسے آج کل کچھ سلفی اور غیر مقلد جو شافعی مذہب کی تقلید کرتے ہیں اور تقلید کو حرام اور ناجائز بلکہ شرک و بدعت جانتے ہیں ایسا نہ ہو پکا سُنّی شافعی ہو اور مذہب حنفی کے مقتدیوں کی وہ رعایت کرے یا مظنون بظن غالب ہو یا یقین ہو تو نماز بلاشبہ صحیح ہے

عرض... ۳: اگر کسی پر زکاۃ فرض ہوگئی ہو اور اس نے ادا نہ کی ہو بعد میں وہ صاحب نصاب نہیں رہا تو اب کیا کرے؟

ارشاد...: بعد میں صاحب نصاب نہیں رہا اور اس نے زکاۃ ادا نہیں کی تو وہ اس کے لئے گناہ گار ہے اور سالہائے گزشتہ میں جب وہ صاحب نصاب تھا زکاۃ ادا نہیں کی اس کے لئے بھی وہ گناہ گار رہا تو بہ کرے استغفار کرے جب پھر صاحب نصاب ہو گا تو سالہائے گزشتہ کی زکاۃ اس پر واجب ہوگی اور سال موجودہ کی بھی واجب ہوگی۔

عرض... ۴: میں ایک یتیم لڑکی سے شادی کر رہا ہوں اُن کا ایک بھائی بارہ سال کا ہے اور سات بہنیں ہیں دو کی شادی ہو چکی ہے اور دو نوکری کر کے گھر کا خرچہ چلاتی ہیں میں انہیں زکاۃ کی رقم گفٹ کے بہانے دینا چاہتا ہوں کیوں کہ اگر انہیں زکاۃ کا بتایا تو وہ نہ لیں گی کیا اس طرح زکاۃ کا بتائے بغیر رقم دینے سے زکاۃ ادا ہو جائے گی؟

ارشاد...: زکاۃ کی ادائیگی کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ فقیر مسلم کو تملیک کی نیت سے دے دے۔ دل میں مالک بنانے کی نیت ہے اگر چہ عیدی کہہ کر دے یا گفٹ کہہ کر دے اور اس صورت میں تو تملیک ہو ہی جاتی ہے یہاں تک فقہا نے فرمایا کہ دل میں یہ نیت ہے کہ میں نے یہ رقم دے دی اور نام لیا قرض کا تو بھی زکاۃ ادا ہو جائے گی۔

عرض... ۵: ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں انکم ٹیکس دیتا ہوں میرا یہ ماننا ہے کہ یہ بھی ایک طرح کی زکاۃ ہی ہے کیوں کہ یہ پیسہ بھی گورنمنٹ کے ذریعے غریبوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو کیا یہ بات صحیح ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

ارشاد...: غلط ہے، باطل ہے وہ زکاۃ نہیں ہے اور اس کے اوپر زکاۃ فرض ہے۔

عرض... ۶: روزے کی حالت میں ناپاکی ہو جائے یا پہلے ہی سے ناپاکی ہو تو کیا روزہ ہو جائے گا؟

ارشاد...: اس سے روزے پر کوئی خلل نہیں پڑے گا اب ناپاکی روزے کی حالت میں کس طور پر ہوئی یہ سوال تفصیل طلب ہے اور تفصیل سے اس کا سوال کیا جائے اس کا جواب دیا جائے گا، پہلے سے اگر جنابت ہوئی تو اس صورت میں یہ جنابت مانعِ صحتِ صوم نہیں ہے اور اس کی نیت اس نے روزے سے پہلے سے کر لی ہے، سحری کر لی اور نیت کر لی ہے، تو اس کا روزہ بلاشبہ صحیح ہے

ملفوظات

غسل کر کے نماز وغیرہ پڑھے اور روزے کے درمیان جنابت ہوئی وہ کس طور پر ہوئی یہ سوال تفصیل طلب ہے اس کی تفصیل کرے جواب دیا جائے گا۔

عرض...۷: پچھلے سیشن میں نے ایک سوال کیا تھا کہ عید گاہ میدان کو کرائے پر لیکر نماز پڑھنے کے مسئلے پر اور میں نے غلطی سے گاؤں لکھ دیا تھا ہمارے یہاں کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہے کیا یہ جگہ گاؤں میں شمار ہوگی یا شہر میں؟ اور عید کی نماز کیا یہاں پر پڑھائی جا سکتی ہے؟

ارشاد...: آبادی پر دارومدار نہیں ہے اگر وہ جگہ ضلع یا پرگنہ ہے پھر اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہیں اور وہاں حاکم مستقل رہتا ہے جو اپنی شوکت وحشمت سے ظالم سے مظلوم کا انصاف لے سکتا ہے مثلاً اس جگہ کچہری ہے اور وہاں پر حاکم مستقل رہتا ہے مقدمات وہاں پر فیصل ہو سکتے ہیں تو وہ جگہ مصر کے حکم میں ہے شہر کے حکم میں ہے اور مذہب حنفی میں جمعہ اور عیدین کے لئے شہر شرط ہے اور جو جگہ مصر یا فنائے مصر نہیں ہے وہاں پر جمعہ اور عیدین صحیح نہیں ہے بلکہ مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ اس جگہ پر نماز پڑھنا یہ ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو شرعاً صحیح نہیں ہے لہٰذا اگر وہ جگہ مصر یا فنائے مصر، شہر یا فنائے شہر ہے یا بڑا پرگنہ ہے قصبہ ہے مختلف دیہات گنے جاتے ہیں اور اس کے اندر بازار متعدد گلی کوچے ہیں اور شہر کی طرح ہے تو اس صورت میں وہاں پر جمعہ صحیح ہے۔

عرض...۸: کیا ماں بچے کو روزے کی حالت میں دودھ پلا سکتی ہے اور اگر اس سے روزہ نہ رہتا ہو تو کیا ماں کے لئے اجازت ہے کہ بچے کو دودھ پلانے کی ضرورت کی وجہ سے وہ روزہ چھوڑ دے؟

ارشاد...: روزے کی حالت میں ماں بچے کو دودھ پلا سکتی ہے اور اس سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ اگر وہ روزہ رکھے گی اور بچے کے لئے پستان میں دودھ نہیں اترے گا تو اس صورت میں اس کے لئے بچے کی خاطر یہ اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور دنوں میں اس کی قضا کرے۔

عرض...۹: کیا آپ کے تمام مریدوں کو مجموعۂ اعمال رضا اور سلسلے کے تمام وظائف پڑھنے کی اجازت ہے؟

ارشاد...: تمام مریدوں کو تو نہیں جو اجازت چاہیں ان کو اجازت ہے مجموعۂ اعمال رضا کی اور سلسلے کے جو اوراد ہیں وہ سب کے لئے عام ہیں وہ شجرہ میں ہیں اور جو الوظیفة الکریمہ میں ہیں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اس کی ہر سُنّی کو اجازت دی ہے۔

عرض...۱۰: کپڑے پر کوئی ناپاکی ہو یا خون کے دھبے لگ گئے اور انہیں پانی سے دھولیا یعنی ان پر پانی بہالیا اب پانی سوکھنے کے بعد دھبے نہ جائیں تو کیا وہ کپڑا پاک شمار کیا جائے گا؟

ارشاد...: دھبوں کا بقدر طاقت، طاقت بھر کا ازالہ ضروری ہے اگر وہ اتنے گہرے ہوں کہ ان کو نکالنے میں مشقت ہے تو معافی ہے اور اگر ان کے نکالنے میں تقصیر کی تو اس صورت میں وہ کپڑا پاک نہیں ہوگا۔

عرض...۱۱: اسی طرح کپڑوں پر ناپاکی ہو اور انہیں پانی سے نہ دھویا مگر وہ سوکھ گئی اور داغ بھی چلا گیا تو کیا یہ کپڑا پاک ہو چکا؟

ارشاد...: نہیں، کپڑے سے ناپاکی کو چھڑانا ضروری ہے اور اس صورت میں وہ اگر خشک تھی اور کھرچ کر اس کو چھڑا دیا تو پاک ہو گیا اور اگر وہ کپڑے میں جذب ہو گئی اور اب نظر نہیں آرہی ہے تو نجاستِ غیر مرئیہ کا حکم یہ ہے کہ کپڑے کو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ خوب اچھی طرح سے نچوڑے کہ قطرے آنا بند ہو جائیں اور اس میں قوت عاصر جو نچوڑ رہا ہے اُس کی قوت کا اعتبار ہے وہ اپنی قوت سے نچوڑے اور ہر مرتبہ اس طور پر نچوڑے کہ قطرے آنا بند ہو جائیں تو اس صورت میں وہ کپڑا پاک ہوگا یا تیز دھار کے نیچے اُس کپڑے کو رکھ دے اور پانی بہادے تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔

عرض...۱۲: نماز میں سلام پھیرتے وقت کہاں دیکھنا چاہئے؟ کندھوں پر یا جہاں تک نظر جائے وہاں تک؟

ارشاد...: اس سلسلے میں مجھے کوئی تفصیل اس وقت یاد نہیں ہے سلام پھیرے اور یہی مجھے یاد ہے کہ جو فرشتے کاندھوں پر ہیں ان کو سلام کی نیت کرے اور جو پیچھے حاضرین ہیں ان کو سلام کی

نیت کرے۔

عرض... ۱۳: وضو کا بچا ہوا پانی پینا جائز ہے؟

ارشاد... : جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

عرض... ۱۴: جمعہ کے خطبے کے بیچ میں دُعا مانگی جاسکتی ہے؟

ارشاد...: اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا ایک رسالہ ہے ''رعایۃ المذھبین فی الدعاء بین الخطبتین'' اور مذہب حنفی جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اس میں یہ ہے کہ امام جب خطبے کے لئے بیٹھے اس وقت سے لے کر خطبے سے فارغ ہونے تک مقتدیوں کو، سامعین کو خاموش رہنا اور سکون کے ساتھ استماع اور انصات سکون کے ساتھ بیٹھنا ان کے اوپر ضروری ہے اور صاحبین کا غالباً مذہب یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان اس کو دُعا مانگنے کی اجازت ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا عمل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا کہ میں جب مؤذن اذان کہتا ہے تو میں خاموشی سے اس کی اذان سنتا ہوں حالانکہ خطیب کو جواب دینا جائز ہے لیکن میں دل میں اس کو جواب دیتا ہوں اور دونوں خطبوں کے درمیان قل ھو اللہ احد پڑھتا ہوں۔

عرض... ۱۵: جماعت سے پہلے اقامت نہ کہی تو کچھ حرج ہے؟ اور کیا جماعت ثانی کے لئے اقامت کہی جائے گی؟

ارشاد...: اقامت کہنا چاہئے اس لئے کہ یہ سنت دائمہ مستمرّہ ہے اگر ایک مرتبہ چھوڑا تو بُرا کیا اور جماعت ثانی کے لئے بھی اقامت کہی جائے گی۔

عرض... ۱۶: کیا تنہا اپنی فرض نماز سے پہلے بھی اقامت کہنا چاہئے؟

ارشاد... : اگر کہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

عرض... ۱۷: آج کل عمرہ ویزا جو کہ فری ہوتا ہے وہ اچھی خاصی رقم دے کر ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ رشوت کی قسم ہے کیا ایسی صورت میں ویزا لینا ٹھیک ہے؟

ارشاد...: اس کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

عرض... ۱۸: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل مومن کے دل میں رہتا ہے یا اللہ عزوجل ہر جگہ موجود ہے کیا ایسا کہنا ٹھیک ہے؟

ارشاد...: یہ کہنا کہ اللہ عزوجل ہر جگہ موجود ہے یہ صحیح نہیں ہے اللہ عزوجل مکان سے اور جگہ سے پاک ہے حلول اور اتحاد سے پاک ہے۔ حلول اور اتحاد، یہ مذہب بدعقیدوں کا ہے اور ہمارا عقیدہ اس سے منزہ ہے اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے اپنی قدرت سے اور اپنے علم سے یعنی ہم اس کے علم کے احاطے میں ہیں اور اس کی قدرت کے دائرے میں ہیں اس سے کہیں باہر نہیں جاسکتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ زمان سے اور مکان سے منزہ ہے اور مومن کے دل میں اللہ عزوجل رہتا ہے مطلب یہ ہے کہ مومن کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد اور اللہ کا جلوہ اس کے دل میں رہتا ہے اور اس سلسلے میں ایک حدیث شریف بھی ہے:

''قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ۔ (روح البیان، ۳/ ۱۳۳)

مومنوں کے دل اللہ تبارک وتعالیٰ کا عرش ہیں۔''

تو اس طور سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا عرش، اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر بیٹھنے سے اور اس پر اتصال سے اور اس پر ہونے سے منزہ ہے ویسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کے دل میں آنے سے حقیقی طور پر منزہ ہے مطلب اس کا یہی ہے کہ جس طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ عرش پر مستوی ہے کہ وہ اس کی ملک ہے اور عرش پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی تجلیٔ خاص ہے اسی طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی خاص تجلی مومن کے دل میں ہے کہ مومن کے دل میں ایمان ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی یاد ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم حقیقتاً مومن کے دل میں اُترے ہوئے ہیں۔

عرض... ۱۹: جدہ کے سیشن میں حضرت نے فرمایا کہ ختم قادریہ میں بھی جو غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے اسماذ کر کئے جاتے ہیں اس میں کچھ اسما شان اقدس کے خلاف ہیں کیا حضرت کی مراد قصیدہ غوثیہ سے ہے یا کچھ اور؟ وضاحت فرمادیں۔

ارشاد...: قصیدۂ غوثیہ سے مراد نہیں ہے اس میں کچھ اسما جو نام

حضور غوث اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے لئے جاتے ہیں جن میں فقیر محی الدین، درویش محی الدین اس قسم کے نام شانِ اقدس کے خلاف ہیں اس لئے علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب محدث کبیر نے ان ناموں کو غالباً حذف کرا دیا ہے اور اب ختم قادریہ بعض جگہوں پر میں نے سُنا کہ ان ناموں کے بغیر اس ترکیب پر پڑھا جاتا ہے۔

عرض... ۲۰: کیا رمضان میں تراویح کی نماز میں امام مائک پر قرآن پاک پڑھ سکتا ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: نہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔

عرض... ۲۱: اہل کتاب کون ہیں؟ کیا یہ یہود ونصاریٰ ہیں؟ کیا ان سے نکاح جائز ہے؟

ارشاد...: اہل کتاب کا مصداق یہود ونصاریٰ ہی ہیں اور یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح قرآن کریم میں اس کی اجازت دی گئی۔ ذبیحے میں تفصیل ہے اور سائل نے ذبیحہ کا سوال کیا بھی نہیں ہے اس کا ذکر ضمناً آ گیا۔ اگر خالص اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام پر وہ ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ جائز ہے اور اگر خالص نصرانیہ ہو اپنی نصرانیت پر باقی ہو تو اس سے نکاح جائز ہے لیکن آج کل کے جو نصرانی ہیں وہ اپنی اُس نصرانیت پر باقی نہیں رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو وہ نبی نہیں بلکہ ریفورمر اور مصلح مانتے ہیں لہٰذا آج کل کے جو نصرانی ہیں ان کی عورتوں سے اب نکاح کے جواز کی صورت نہیں ہے۔ بہت سارے احکام اختلاف زمانہ سے بدل جاتے ہیں یہ حکم بھی اسی میں ہے اور یہودیوں کا حال معلوم نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ ان سے بھی نکاح نہ کیا جائے پھر یہ بات بھی ہے کہ یہ یہودی اور نصرانی اس وقت کے وہ حربی ہیں اور حربیوں کے احکام ذمیوں سے بہت معاملات میں جداگانہ ہیں۔

ان کے لوگ اس وقت جو اسلام دشمنی میں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کر رہے ہیں اُن کے ساتھ نکاح کرنا اور اُن کے ساتھ اس قسم کے معاملات محبت کے اور مودّت کے کرنا یہ مسلمان کی شان نہیں ہے اور یہ اُس کے اسلام اور ایمان کے لئے بہت مضر ہے لہٰذا رائے یہی ہے اور سبیل یہی ہے کہ آدمی ان سے نکاح کرنے سے پرہیز کرے۔

عرض... ۲۲: کپڑوں پر یا مسجد کے صحن میں پرندوں کی بیٹ (گندگی) پڑ جائے اور وہ سوکھ جائے تو کیا وہ کپڑا یا جگہ ناپاک کہلائے گی؟

ارشاد...: کپڑے پر اگر پڑ گئی تو اس کو کُھرچ دے اگر تر ہے تو پانی بہا کر اس کو دھو دے اور زمین کا حکم یہ ہے کہ سوکھنے سے زمین پاک ہو جاتی ہے اگر اس جگہ سے نجاست کو کھرچ دیا گیا زمین پاک ہو جائے گی اور اگر وہ تر ہے تو وہاں پر پانی بہا دے۔

عرض... ۲۳: اگر جدہ کے حساب سے رمضان کا روزہ رکھنا شروع کیا اور اب پاکستان اٹھائیس (۲۸) رمضان کو سفر کیا، اب پاکستان میں اور سعودیہ میں دو دن کا فرق ہو گیا اب کیا تیس کی گنتی پوری کرے یا اکتیس روزے پورے کرے؟

ارشاد...: اس کے اوپر پاکستان جب وہ آیا تو یہاں پر اس کو تیس کی گنتی پوری کرنا ہوگی اور جو روزہ اس نے سعودیہ میں رکھا اگر خالص نفل کی نیت سے اُس نے رکھا ہے تو وہ روزہ اس کا نفلی ہوگا اور اگر نیت میں تردد تھا تو اس صورت میں وہ روزہ صحیح نہ ہوا۔ تردد کا مطلب یہ کہ اُس کو معلوم نہیں کہ یہ رمضان ہے اس نے یونہی روزہ رکھ لیا کہ نفل ہے تو نفل فرض ہے تو فرض اس صورت میں نیت صحیح نہیں ہوئی اور اگر وہاں پر شرعی طور پر رمضان ثابت نہیں ہوا تھا چاند کی شہادت نہیں آئی تھی اُس نے فرض رمضان کی نیت سے روزہ رکھا تو یہ روزہ نفلی ہوا اس صورت میں یہی حکم ہے کہ عدت، گنتی مہینے کی پوری کرے گا **فأکملوا العدّة** (تکمیل عدت)، لہٰذا پاکستان کے حساب سے چلے گا۔

عرض... ۲۴: عشا کی چار فرض جماعت کے ساتھ یا تنہا پڑھ لی تو اس سے پہلے کی چار رکعات سنت غیر مؤکدہ جو رہ گئی تھی اس کو بعد میں پڑھنا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھنا ہے تو کب؟

ارشاد...: نفل کی قضا نہیں ہے اگر وقت باقی ہے تو وقت میں پڑھ لے اور اگر وقت چلا گیا تو اس کی قضا نہیں وقت اگر باقی ہے جب چاہے پڑھ لے۔

ملفوظات

عرض... ۲۵: کیا نابالغ بچیوں کو پلاسٹک کے زیورات پہننے کی اجازت ہے؟اور کیا عورتوں کو بھی؟(انگریزی سوال)

ارشاد...: اس میں کوئی حرج نہیں۔

عرض... ۲۶: کن رنگوں کا عمامہ شریف پہننا سنت ہے؟

ارشاد...: سفید کے لئے حدیث میں ترغیب آئی ہے اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے سفید بھی استعمال فرمایا ہے اور سیاہ کے سلسلے میں بھی روایت آئی ہے اور رنگوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

عرض... ۲۷: کیا عمامہ شریف یا قمیض پر چاندی یا کسی دھات کا بنا ہوا نقش نعلین مبارک لگا سکتے ہیں؟

ارشاد...: لگا سکتے ہیں۔

عرض... ۲۸: کیا آپ مجھے عقیقہ کے بارے میں بتا سکتے ہیں میرا ایک دوست ہے جس کے دو بیٹے ہیں اور وہ دونوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے اس نے کسی سے پوچھا تو بتایا گیا کہ ایک گائے کی قربانی سے دونوں کا عقیقہ ہو جائے گا اس لئے کہ گائے کی قربانی میں سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں، تو کیا دونوں کے عقیقہ کے لئے ایک گائے کی قربانی کی جا سکتی ہے یا ہر لڑکے کے لئے دو بکرے قربان کرنے ہوں گے؟(انگریزی سوال)

ارشاد...: (ایک گائے کی قربانی) کر سکتے ہیں۔

عرض... ۲۹: اگر دار الحرب میں عید کی نماز نہ پڑھی جائے تو کیا گناہ ہوگا؟

ارشاد...: دار الحرب میں جمعہ فقہا لکھتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے اور اسی طور پر عیدین بھی دار الحرب میں لوگوں پر واجب نہیں ہے اگر نہیں پڑھی تو کوئی گناہ نہیں۔

عرض... ۳۰: کیا ہم عید الاضحیٰ کے چوتھے دن قربانی کر سکتے ہیں جیسا کہ کچھ لوگ چوتھے دن قربانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھی سنت ہے؟(انگریزی سوال)

ارشاد...: چوتھے روز اگر کریں گے تو صحیح نہیں ہوگی۔

عرض... ۳۱: میں حضرت سے مرید تو ہوا مگر ان کی صحبت نہ پا سکا اور نہ ہی میرے پاس شجرہ شریف ہے میں حضرت اور سلسلے کے دیگر مشائخ کے فیوض و برکات حاصل کرنا چاہتا ہوں رہنمائی فرمائیں؟

ارشاد...: شجرہ شریف منگوالیں اور شجرہ کے وظائف پڑھیں اور جو شجرہ کی ہدایتیں ہیں اُن پر عمل کریں۔

عرض... ۳۲: سلسلہ تیجانیہ کیا ہے؟ کیا یہ اہل سنت و جماعت کے سلاسل میں سے کوئی سلسلہ ہے؟

ارشاد...: یہ سُنّی صوفیائے کرام میں سے سلسلہ ہے اور عرب میں اکثر لوگ تیجانی سلسلے سے مرید ہیں اور اس سلسلے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہے۔

عرض... ۳۳: کیا تیس دن اعتکاف کے بھی وہی احکام ہیں جو دس دن اعتکاف کے ہیں؟

ارشاد...: احکام اعتکاف کے وہی ہیں۔

عرض... ۳۴: حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا لقب ''آل رحمٰن'' ہے تو کیا اپنے بچوں کا نام آل رحمٰن رکھ سکتے ہیں؟

ارشاد...: رکھ سکتے ہیں۔

عرض... ۳۵: کیا روزے کی حالت میں منہ کو تر کرنے کی اجازت ہے چاہے پیاس لگی ہو یا نہ لگی ہو؟(انگریزی سوال)

ارشاد...: حلق میں پانی نہ پہنچے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

عرض... ۳۶: شجرہ شریف میں جہاں نام پاک ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے اس کے ساتھ ہم ''سیدنا'' کا اضافہ کر سکتے ہیں؟(انگریزی سوال)

ارشاد...: یہ مستحب ہے، اچھا ہے، سیدنا کا اضافہ کرنا چاہئے۔

عرض... ۳۷: کیا عورت حیض کی حالت میں شجرہ شریف پڑھ سکتی ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: پڑھ سکتی ہے۔

عرض... ۳۸: مرد اپنی بیوی اور بیوی کی بہن کے ساتھ جماعت کر سکتا ہے؟ یا عورتوں کو صرف محرم کے ساتھ ہی جماعت جائز ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: محرم اور غیر محرم جماعت میں مردوں کے پیچھے اگر اتفاقیہ طور پر کھڑی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور عموماً عورتوں پر جمعہ اور جماعت، عیدین فرض نہیں ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

عرض... ۳۹: اگر جماعت کی صورت جائز ہو تو بقیہ ص ۴۷ پر

اعلیٰ حضرت کا ایک علمی لطیفہ

(از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی (کالپی شریف)

اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوعمری کا واقعہ ہے کہ آپ ایک طبیب کے ہاں تشریف لے گئے، ان کے استاد ایک نواب صاحب (جو علم عربی بھی رکھتے تھے) اور علوم جدیدہ کے گرویدہ تھے ان کو مسئلہ جاذبیت سمجھا رہے تھے کہ ہر چیز دوسری چیز کو جذب کرتی ہے اثقال کے زمین پر گرتے ہیں نہ اپنے میل طبعی بلکہ کشش زمین اس کا سبب ہے؟

اعلی حضرت قبلہ: بھاری چیز اوپر سے دیر میں آنا چاہیے اور ہلکی جلد کہ آسان کھنچے گی حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔

نواب صاحب: جنسیت موجب قوۃ جذب ہے ثقیل میں میں اجزائے ارضیہ زائد ہیں، لہٰذا زمین اسے زیادہ قوت سے کھینچتی ہے۔

اعلیٰ حضرت: جب ہر شے جاذب ہے اور اپنی جنس کو نہایت قوت کے ساتھ کھینچتی ہے تو جمعہ وعیدین میں امام ایک ہوتا ہے اور مقتدی ہزاروں چاہیے کہ مقتدی امام کو کھینچ لیں۔

نواب صاحب: اس میں روح مانع اثر جذب ہے۔

اعلیٰ حضرت: ایک جنازے پر دس ہزار نمازی ہوتے ہیں اور اس میں روح نہیں کہ نہ کھینچنے دے تو لازم ہے کہ مردہ اڑ کر نمازیوں سے لپٹ جائے۔

نواب صاحب خاموش ہو گئے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 27 ص 237)

امام احمد رضا اور آئن سٹائن

(از: عالمہ اے رضویہ

معلمہ جامعہ نظامیہ صالحات کرلا ممبئی

ایک صاحب کہنے لگے آئن سٹائن اگرچہ مسلمان نہیں تھا، لیکن وہ علم کے لحاظ سے سب مسلمان سائنسدانوں پہ بھاری تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ لاکھوں سلام ہوں بریلی کے شاہ تجھ پر تو نے اس زمانے میں اس کا رد کیا جب ساری دنیا سمیت مسلمانوں کے اس کی قائل ہو چکی تھی کہ "زمین سورج کے گرد گھومتی ہے"

آئن سٹائن نے جب یہ بات چند دلائل سے کی تو ہر طرف کہرام مچ گیا امام صاحب کے ایک شاگرد نے خط لکھا کہ سائنس کہتی ہے کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے اب آپ ''قرآن مجید'' سے یہ بات ثابت کریں تا کہ ہم کہہ سکیں کہ جو تم آج ثابت کر رہے قرآن میں پہلے سے موجود ہے۔

پھر ساری دنیا نے دیکھا جب مسلمانوں کے بڑے بڑے سائنسدان مان رہے تھے، مسلمانوں کے ایک رہنما نے انکار کر دیا اور فتاویٰ رضویہ میں قرآن وحدیث سے دلائل دیئے کہ ''زمین سورج کے گرد نہیں گھومتی۔''

جب علمائے کرام نے قرآن وحدیث کے دلائل پڑھے تو سر جھکا لیا، اب مسئلہ غیر مسلم سائنسدانوں کو مطمئن کرنے کا تھا، امام نے اس زمانے میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "فوز مبین" ہے اور آئن سٹائن کے چند دلائل کے جواب میں 105 ناقابل تسخیر سائنٹیفک دلائل سے ثابت کیا کہ زمین سورج کے گرد نہیں گھومتی۔

وقت گزرا مجدد وقت وصال فرما گئے ان کی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا، ان کی وفات کے دس سال بعد اس کتاب کو جرمنی بھیجا گیا وہاں کے 100 سائنسدانوں نے جب ان دلائل کا مطالعہ کیا تو آئن سٹائن کا رد کرتے ہوئے ایک کتاب لکھی:

"100 Authors Against Einstein"

کچھ عرصہ قبل گلیکسو کے ایک سائنسدان نے بھی کتاب لکھی جس میں کہا کہ سائنس کو اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے، ان کے دلائل کا کسی طرح رد نہیں کیا جا سکتا، 105 دلائل تو دور کی بات ہے 1 دلیل بھی ایسی نہیں جس کا رد کیا جا سکے۔

پاکستان کے مانے جانے سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا جنگ نیوز میں کالم چھپا تھا، جہاں پر انہوں نے امام احمد رضا کی تحقیق کی تعریف کی۔

سائنس نہ جانے کتنے سال لگا دیئے تب جا کے ثابت ہو کہ زمین سورج کے گرد نہیں گھومتی پر مسلمانوں کا امام ایک سادے مکان میں بیٹھ کر یہ بتا گیا کہ زمین سورج کے گرد نہیں گھومتی۔

منظومات

وہ نورِ حق تھے لبادہ مگر بشر کا تھا

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

بتاؤں میرے نبی کا سراپا کیسا تھا
وہ نورِ حق تھے لبادہ مگر بشر کا تھا

بدن تھا ایسا کہ جیسے بنا ہو چاندی سے
ملاحت ایسی کہ ہر حسن دست بستہ تھا

نہ بیٹھی مکھی کبھی ان کے جسم اطہر پر
نفاستوں کا ہر اک لحظہ دریا بہتا تھا

جسے بھی مل گیا اک قطرۂ عرق ان کا
وہ تا حیات کبھی عطر کو نہ ترسا تھا

ہو چاندنی کہ ہوں سورج کی آتشیں کرنیں
سراپا نور تھے ان کا نہ کوئی سایہ تھا

جدھر سے ان کا گزر ہوتا رہ گزر ساری
مہک سی جاتی عجب قدرتی کرشمہ تھا

نہ پوچھتے تھے صحابہ کدھر سے گزرے وہ
لطیف خوشبوئے تن سے سراغ ملتا تھا

حسین مہر نبوت تھی بیچ شانوں کے
نہیں شریک کوئی رب کا اس میں لکھا تھا

نبی کے قد کا تھا یہ معجزہ زمانے میں
سر ان کا بھیڑ میں لاکھوں بشر سے اونچا تھا

نہ گھنگرو تھے نہ کہ سیدھے موئے پاک نبی
تھے لٹکے ایسے کہ بادل کرم کا چھایا تھا

شفائے دائمی اس سے ملی مریضوں کو
یہ تجربہ بھی نبی کی صحابیہ کا تھا

ہے موئے پاک نبی ضامن فلاح وظفر
ہمیشہ حضرت خالد نے آزمایا تھا

جب آپ خوش نظر آتے تو چہرۂ انور
یوں نور بھرتا کہ خود چاند سر جھکاتا تھا

تھا بحر صدق رواں ان کے روئے انور پر
ضیائے فضل و شرف سے وہ جگمگاتا تھا

بقیہ ص ۳۸ پر

اُٹھ سوئے نجف سوئے نجف سوئے نجف جا

(از: استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں قادری بریلوی

اے حبِ وطن ساتھ نہ یوں سوئے نجف جا
ہم اور طرف جاتے ہیں تو اور طرف جا

چل ہند سے چل ہند سے چل ہند سے غافل
اُٹھ سوئے نجف سوئے نجف سوئے نجف جا

پھنستا ہے وبالوں میں عبث اخترِ طالع
سرکار سے پائے گا شرف بہرِ شرف جا

آنکھوں کو بھی محروم نہ رکھ حسن ضیا سے
کی دل میں اگر اے مہِ بے داغ و کلف جا

اے کلفتِ غم بندۂ مولیٰ سے نہ رکھ کام
بے فائدہ ہوتی ہے تری عمر تلف جا

اے طلعتِ شہ آ تجھے مولیٰ کی قسم آ
اے ظلمتِ دل جا تجھے اُس رُخ کا حلف جا

ہو جلوہ فزا صاحبِ قوسین کا نائب
ہاں تیرِ دعا بہرِ خدا سُوئے ہدف جا

کیوں غرقِ اَلم ہے دُرِ مقصود سے منہ بھر
نیسانِ کرم کی طرف اے تشنہ صدف جا

بقیہ ص ۴۰ پر

ہم شکل قلم رب نے عطا کی جسے شمشیر

از: مولانا قمر الحسن قمر بستوی، بولٹن امریکہ

فطرت نے کیا اس کو عطا ناخن تدبیر
وا جس نے فراست سے کیا عقدۂ تقدیر

وہ ہند میں توحید کا سرگرم مبلغ
اللہ نے بخشی جسے آفاق کی تسخیر

تقدیس رسالت کا وہ بے باک مفسر
آداب رسالت کی کو جو کرتا رہا تفسیر

نے سنجر و دارا و نہ کیخسرو و جمشید
وہ عشق رسالت کا تھا اک بندہ دل گیر

بقیہ ص ۵۰ پر

October-2021 Rs. 25/-

صفر المظفر / ربیع الاول ۱۴۴۳ھ
اکتوبر ۲۰۲۱ء



جشن عید میلاد النبی ﷺ
مبارک ہو

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی



نفرتوں اور سازشوں کا طوفان! ہوشیار رہیں مسلمان

مسلمانو! غیر مسلموں سے شادی تمہاری بربادیوں کا پیشگی جشن ہے



ادار یـــــــــہ

اٹھو ورنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی
دوڑو! زمانہ چال قیامت کی چل گیا ہے

ملک میں ہندو انتہا پسند تنظیموں کے ذریعہ پھیلائی گئی مذہبی منافرت اس وقت پورے عروج پر ہے، جس کے سبب دن بدن حالات سنگین اور نازک ہوتے جارہے ہیں، جب سے سیاسی گلیاروں میں ''بھگوا گچھا'' ڈال کر مسلمانوں کو'' مارنے، کاٹنے اور گولی مارنے'' والے اونچی اونچی کرسیوں پر براجمان ہونے لگے ہیں، تب سے سرعام ہی نہیں بلکہ برسر اسٹیج بھی دھرم کا نام لے کر مسلمانوں کو گالیاں دینے کا ایک مقبول ترین ٹرینڈ سا چل پڑا ہے، آج کل جسے دیکھو گلے میں بھگوا کپڑا ڈال کر ہر گلی نکڑ پر برساتی مینڈھکوں کی طرح صرف مسلمانوں کے خلاف ''ٹرٹر'' کرتا ہوا نظر آتا ہے ''ہندو خطرے میں ہے، ہندو جاگ گیا ہے، ملّے کاٹے جائیں گے، قرآن آتنک واد پھیلا رہا ہے، اسلام دہشت گردپیدا کررہا ہے، پیغمبر اسلام کافروں کو قتل کا حکم دیتے ہیں، گھر میں گھس کر مسلمان تمہاری بہوبیٹیوں کا ریپ کریں گے'' اور نہ جانے کیسے کیسے گھناؤنے الزامات رکھے جاتے ہیں۔

اس طرح کی سنگین زہر افشانی کر کے ہندوؤں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت کا ماحول بنایا جارہا ہے اور ان کو ''گئو ہتیا، دھرم پریورتن اور لوجہاد'' جیسی کوئی بھی فرضی کہانی گڑھ کر مارا، پیٹا اور کاٹا جارہا ہے، جس ملک کی آزادی کے لئے ہمارے اسلاف نے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ دیا، آج وہی ہمارا مقتل بنتا نظر آرہا ہے اور اسی سے ہمیں نکالنے کی سازش رچی جارہی ہے۔۔۔

جب پڑا وقت گلستاں پہ لہو ہم دیا
اب بہار آئی تو کہتے ہیں ترا کام نہیں

آج ملک کے کونے کونے میں، ہندو مہاسبھا، ہندو رکشا دل، ہندو جاگرن منچ، ہندو یوا واہنی جیسی ہزاروں فرقہ پرست تنظیمیں مسلمانوں کے خلاف نفرتوں کی سوداگری کرنے میں لگی ہوئی ہیں، کیوں کہ نفرت کے اس کاروبار سے انھیں کئی طرح کے فائدے ہوتے دکھ رہے ہیں، ایک تو لوکل انتظامیہ پر ان کی دھاک بیٹھ جاتی ہے جس کے سبب پولیس والے انھیں داماد سے کم نہیں سمجھتے، جس کی آڑ میں ''اُگاہی'' کا دھندا خوب پھلتا پھولتا ہے، اپنے مفاد کے لئے کسی بھی معاملے کو ''ہندو مسلم'' کا رنگ دے کر سامنے والے کا جنازہ نکالنا بڑا ہی آسان ہوجاتا ہے اور قانون کے ہاتھ لمبے ہونے کے باوجود بھی ان غنڈوں کے گریبان تک نہیں پہنچ پاتے بلکہ بعض اوقات تو قانون کے یہ لمبے ہاتھ اس ''شبھ کاریہ'' میں اپنی ''سہبھاگیتا'' نبھانے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔

دوسرے سیاسی گلیاروں میں ایسوں کی رسائی بہت جلد ہو جاتی ہے، جو جتنا مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتا ہے اس کا سیاسی قد اتنا ہی اونچا ہوجاتا ہے اور اگر کوئی ''گولی مارو سالوں کو'' جیسا سپر ہٹ نعرہ لگا دیا تو بس راتوں رات منسٹری اور کیبینیٹ تک میں جگہ مل جاتی ہے، مطلب یہ کہ اس ''بھگوا گچھا'' اور ''ہندو'' شبد کی آڑ میں پرلے درجے کی غنڈہ گردی ''سیوا'' ہوجاتی ہے اور بڑے سے بڑا ناجائز کام ''جائز''، پھر تو آپ گئو رکشا کے نام پر پشو تسکروں سے اُگاہی کیجئے، داداگیری کیجئے یا رنگداری! کوئی روک ٹوک نہیں اور اگر کبھی محلے کے کسی مسلمان سے تو تو میں میں ہوجائے تو بس اپنے مکان پر'' مکان بکاؤ ہے'' لکھ دیجئے پھر دیکھئے، ایسے حالات پیدا کردیئے جائیں گے کہ بے چارہ وہ مسلمان اَونے پَونے داموں میں اپنا مکان بیچ کر بھاگتا ہوا نظر

آئے گا، غرض کہ۔ ع

سو طرح کا فائدہ ایک بھگوا دھارنے میں ہے

انھیں سیاسی امیدوں اور دنیاوی مفاد کو حاصل کرنے کے حرص وہوس میں آج کل ہندو انتہا پسند تنظیموں کی طرف سے بڑے زور وشور سے یہ باور کرانے کی بھر پور کوشش کی جارہی ہے کہ ''مسلمان لڑکوں اور غیر مسلم لڑکیوں کے درمیان نکاح کے جو واقعات پیش آرہے ہیں، وہ کوئی پیار ومحبت کا معاملہ نہیں بلکہ ایک منصوبہ بند عمل ہے، جس کا مقصد ہندو لڑکیوں کو پیار ومحبت کے جال میں پھنسا کر ان سے شادی کرنا اور بالآخر ان کو مسلمان بنانا ہے'' جسے ''لَو جہاد'' کا اختراعی نام دیا جارہا ہے، اس کے ساتھ ہی یہ تأثر دیا جارہا ہے کہ مسلمان چاہے جنگ کے میدان میں ہو یا پیار کے میدان! ہر حال میں وہ صرف ''جہادی'' ہوتا ہے، جبکہ اس حقیقت کو پارلیامینٹ میں سابق ہوم منسٹر راج ناتھ سنگھ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ''ہندوستان میں لو جہاد جیسی کوئی چیز نہیں ہے'' ایک سوال کے جواب میں وزیر جی کشن ریڈی نے بھی لوک سبھا میں کہا تھا کہ ملک میں ''لو جہاد'' نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ابھی تک کسی بھی ایجنسی نے اس سلسلہ میں کوئی اطلاع یا رپورٹ نہیں دی ہے، نہ ہی مرکز یا ریاستوں نے کوئی ایسا سروے کرایا جس سے پتہ چل سکے کہ ملک میں ''لو جہاد'' کا کوئی معاملہ معرض وجود میں آیا ہے، ان سبھی حقائق کے باوجود بی جے پی کی زیر اقتدار کئی ریاستیں اس فرضی ''لو جہاد'' کے خلاف قانون بنا چکی ہیں اور کچھ اس کی تیاروں میں مصروف ہیں۔

یہ طرز عمل اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ یہ صرف مسلمانوں کو بدنام کرنے اور ان کے خلاف نفرت کا ماحول پیدا کرنے کی ایک گندی سازش ہے اور کچھ نہیں، لَو جہاد کا فرضی شوشہ سب سے پہلے کچھ موقع پرست سیاسی لیڈروں نے چھوڑا، پھر میڈیا نے اس مفروضے کو نمک مرچ لگا کر اس قدر اچھالا کہ آج ملک کا ہر تیسرا ہندو ''لو جہاد'' کے فسانے کو حقیقت تسلیم کرنے لگا ہے، جبکہ حقیقت سے اس کا دور دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔

مسلم لڑکوں کو برباد کرنے کا طریقہ

نفرت وعداوت کے ان سوداگروں کے ذریعہ نفرتوں اور سازشوں کا ایسا جال بُنا گیا ہے کہ کوئی بھی مسلمان لڑکا یا لڑکی ان کے دست برد سے محفوظ نہیں، مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کو محبت کے دام تزویر میں پھانس کر ان کی زندگی تباہ وبرباد کرنے کے لئے ہندو لڑکوں اور لڑکیوں کو ٹریننگ دی جارہی ہے، اس کام کو پلاننگ کے تحت منظم طریقے سے انجام دینے کے لئے موبائل آپریٹر کمپنیوں سے مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کے نمبر حاصل کئے جاتے ہیں، پھر مسلم لڑکوں سے ہندو لڑکیاں اور مسلم لڑکیوں سے ہندو لڑکے موبائل پر رابطہ کرتے ہیں، ان سے پیار محبت کی باتیں کرتے ہیں، رفتہ رفتہ ان سے راہ ورسم بڑھاتے ہیں، ملاقاتیں کرتے ہیں، ساتھ میں گھومتے پھرتے ہیں اور انھیں اپنے اعتماد میں لے لیتے ہیں۔

کچھ مسلم لڑکوں کو تو ہندو لڑکیوں سے دوسری تیسری ملاقات ہی میں ''لَو جہاد'' کی فرضی کہانی بنا کر مذکورہ فرقہ پرست تنظیمیں اس قدر توڑ پھوڑ دیتی ہیں کہ وہ برائے نام ہی زندہ رہ پاتا ہے اور کچھ مسلم لڑکے ان ہندو لڑکیوں کے دام محبت میں اس قدر گرفتار ہو چکے ہوتے ہیں کہ انھیں لے کر گھر سے فرار ہو جاتے ہیں، پھر یہ تنظیمیں اپنے من گڑھت ''لو جہاد'' کا شور وغوغا کر کے آسمان سر پہ اٹھا لیتی ہیں، لڑکوں کے گھر پر یہ فرقہ پرست تنظیمیں حملہ کرتی ہیں، مار پیٹ، لوٹ پاٹ سب کرتی ہیں، ماں باپ، بھائی بہن گھر بار چھوڑ کر جان بچانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، دور کے رشتہ دار تک محفوظ نہیں رہتے، پولیس والے اس معاملے میں ''شیر ببر'' بن جاتے ہیں اور آنکھ بند کر کے بوڑھے ماں باپ پر ایسی لاٹھیاں برساتے ہیں جیسے وہ انسان نہیں پتھر ہوں اور جب یہی ''بھگوا دھاری'' ان پولیس والوں کی مرمت کرتے ہیں تو ان کے سامنے یہ بھیگی بلّی بن جاتے ہیں، ان کے ڈر سے لڑکے اور اس کے گھر والوں کو مہینوں دربدر کی زندگی گزارنی پڑتی ہے، پھر پولیس انھیں زبردستی ''دھرم پریورتن'' کے جرم میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیتی ہے اور لڑکی کو ناری نکیتن بھیج دیا جاتا ہے جہاں سے پھر وہ اپنے اگلے

شکار پر رواں دواں ہوجاتی ہے، جبکہ مسلم لڑکا سالہا سال تک اس ناکردہ گناہ کی سزا بھگتا ہے اور اپنی بربادیوں کا ماتم کرتا ہے، ان پر مزید کئی طرح کے دیگر سنگین مقدمے بھی درج کردیئے جاتے ہیں، جس سے ان کی رہائی کے راستے تقریباً مسدود ہوجاتے ہیں۔

ممکن ہے اس میں کچھ جوڑے سچ مچ پیار کے چکر میں پڑ جاتے ہوں، لیکن انھیں اور ان کے گھر والوں کو بھی فرقہ پرستوں کے اس من گڑھت ''لوجہاد'' کی چکی میں پس کر مشق ستم بننا پڑتا ہے، لڑکی لاکھ ویڈیو جاری کرے کہ وہ خود اپنی مرضی سے اس لڑکے کے ساتھ بھاگی ہے اور یہ کہ وہ عاقل، بالغ ہے اور اپنا بھلا برا بخوبی سمجھتی ہے۔

مسلم لڑکیوں کو برباد کرنے کا طریقہ

مسلم لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھانس کر ان کی زندگی تباہ و برباد کرنے یا ان کا دھرم پریورتن کرانے کے لئے بجرنگ دل جیسی ہندوانتہاپسند تنظیمیں ہندو لڑکوں کو باقاعدہ ٹریننگ دیتی ہیں، انھیں ایسے اسکول، کالج اور یونیورسٹی کو ٹارگیٹ کرنے کو کہا جاتا ہے جہاں مسلم لڑکیاں زیادہ پڑھتی ہیں، انھیں کتنی مسلم لڑکیوں کو پھانسنا ہے اس کا ہدف دیا جاتا ہے اور پکڑے جانے پر انھیں ہر طرح کی قانونی ومعاشی امداد فراہم کرنے کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ڈھائی ڈھائی لاکھ روپئے بھی مہیا کرائے جاتے ہیں۔

اس پلاننگ کے تحت ہندو لڑکے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مسلم لڑکیوں کو منتخب کرتے ہیں، ان سے راہ و رسم بڑھاتے ہیں، موبائل نمبر شیئر کرتے ہیں، انھیں اعتماد میں لے کر ان کا جنسی استحصال بھی کرتے ہیں اور جب اپنی فرضی محبت کی سچی یقین دہانی کرانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو انھیں لے کر ایک دن گھر سے فرار ہوجاتے ہیں، بے چارے ماں باپ، بھائی بہن کہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں رہتے، سماج میں طرح طرح کی باتیں اور طعنہ زنی کی جاتی ہے، موجودہ حالات پر گہری نظر رکھنے والے ایک فرد کے مطابق: کچھ ہندو نوجوانوں کے پاس گاؤں کی مسلم لڑکیوں کے نمبرات ہیں، جن کے ذریعہ وہ انھیں پھانستے ہیں، پیار کا جھانسا دیتے ہیں اور ان سے ان کا دین، ان کی عزت، ان کی آبرو چھین لینے کے بعد انھیں کہیں کا نہیں چھوڑتے، ایسے حالات میں سماج کے ڈر سے ماں باپ بھی اپنی مظلوم لڑکیوں کو اپنانے سے کتراتے ہیں، اس کے بعد وہ لڑکی کہیں کی نہیں رہتی، یا تو خودکشی کرلیتی ہیں، یا پھر جسم فروشی کے دلدل میں اتر جاتی ہیں۔

اس وقت ''لوجہاد، لوجہاد، لوجہاد'' چلّا کر سینہ پیٹنے والی یہ فرقہ پرست تنظیمیں دور دراز کے شہروں میں مسلم لڑکیاں بھگانے والے ان ہندو لڑکوں کو چھپنے کی محفوظ جگہ فراہم کرتی ہیں، ان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہیں، چھ چھ مہینے تک کے لئے ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے کا انتظام کرتی ہیں، ڈھائی ڈھائی لاکھ روپئے کا انعام دیتی ہیں تاکہ دوسرے ہندو لڑکے بھی مسلم لڑکیوں کو پیار کے جال میں پھانسیں، پھر یہ ہندو تنظیمیں مسلم لڑکیوں سے اس طرح پیش آتی ہیں کہ یہ انھیں اپنا مسیحا سمجھنے لگتی ہیں، بعد میں جب ان کا اصلی چہرہ سامنے آتا ہے تب لڑکی ان کے طلسم سے باہر آتی ہے لیکن تب تک بہت دیر ہوچکی ہوتی ہے، بدنامی اور ڈپریشن کا شکار ہوکر لڑکی ایک زندہ لاش میں تبدیل ہوجاتی ہے، اہل خاندان کی بھی عزت وعظمت اور وقار واعتبار کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں۔

ہندو جاگرن منچ کے صدر راجو چوہان کے مطابق ہندو تنظیموں کے ذریعہ ہندو لڑکوں کو یہ ذمہ داری دی گئی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے کے اسکولس، کالجز، یونیورسٹیز، آفسیز اور کمپنیز میں مسلم لڑکیوں سے میٹھی میٹھی باتیں کریں، جان بوجھ کر انھیں کسی پریشانی میں ڈال کر بھی ان سے جھوٹی ہمدردی کریں، ان کی مدد کا ڈرامہ کر کے ان کا یقین واعتماد حاصل کریں، پھر رفتہ رفتہ انھیں پیار و محبت کے جال میں پھانسیں اور اس حد تک ان کا برین واش کریں کہ وہ اپنے ماں باپ، اپنا گھر بار، یہاں تک کہ اپنا مذہب بھی چھوڑنے کو تیار ہوجائیں۔ (جرنلسٹ پونم پانڈے کی ایک رپورٹ پر مبنی)

آئے دن اخبارات کی سرخیاں بننے والی مسلم لڑکیوں کے ارتداد کی خبریں کوئی اتفاقی نہیں بلکہ اسی خطرناک مہم کا حصہ ہیں، ہندو انتہاپسند تنظیمیں سرعام ہندو نوجوانوں کو ورغلا رہی ہیں کہ وہ

مسلمان لڑکیوں کو اپنی طرف مائل کریں اور انھیں پیار محبت کے جال پھانس کر ان سے شادی کریں، یعنی ''لوفساد'' کے لئے یہ تنظیمیں خود ہندو لڑکوں کو ورغلا رہی ہیں اور ''لو جہاد'' کا ٹھکرا مسلمانوں کے سر پھوڑ رہی ہیں، ان تنظیموں پر ''چور مچائے شور'' کی کہاوت صادق آتی ہے۔

گزشتہ سالوں میں بنگلور اور وجے پور کے رجسٹرار آف میریج کے دفتر میں نوٹس بورڈ پر ایسی درخواستیں چسپاں دیکھی گئیں جن میں کئی مسلم لڑکیوں نے غیر مسلموں کے ساتھ شادی کی درخواست دی تھیں، اسی طرح پچھلے مہینے مہاراشٹرا خاص ممبئی میں غیر مسلموں سے شادی کرنے والی مسلم لڑکیوں کی ایک لمبی فہرست سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی تھی، جو پوری امت مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ اور تازیانۂ عبرت ہے، اگر ہم اب بھی خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور اپنی نسل نو کو ان خطرناک سازشوں سے نہ بچایا تو آنے والے دنوں میں ہمارا وجود خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

یہ بات بھی مشاہدے پر مبنی ہے کہ مسلم سے ہندو بنی مسلم لڑکیاں ہندوؤں کے لئے کبھی ''ہندو'' نہیں بن پاتیں، انھیں ''شدر'' سے بھی نیچ اور اچھوت مانا جاتا ہے، نتیجے کے طور پر کوئی لڑکی ''رقیہ'' سے ''مسکان'' بن کر بھی در بدر کی ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے تو کوئی ''شبینہ'' سے ''انّو'' بن کر بھی اپنی بدقسمتی کو روتی ہے۔

''راجندر'' عرف ''راجوڈانگی'' ولد بابولال ڈانگی (اودے پور، کچی بستی کٹیچھا) نے شادی کا جھانسہ دے کر ''انّو'' عرف ''شبینہ پروین'' ولد شمیم انصاری (بلیا بلاک جھارکھنڈ) کو بھگا کر دہلی پھر بنگلور لے گیا اور چار سال تک اس کے جسم سے کھیلتا رہا، جب وہ حاملہ ہوگئی تو راجو ڈانگی اسے بنگلور چھوڑ کر اودے پور واپس آ گیا، اودے پور آ کر اس نے کسی دوسری ہندو لڑکی سے شادی کر لی، واضح ہو کہ اس پورے معاملے میں راجو کے گھر والوں نے اس کا مکمل ساتھ دیا، اب ''انّو'' عرف ''شبینہ پروین'' ایک بچہ کو لے کر در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔

چار سال قبل ''فردوس بانو'' نے ایک ہندو لڑکے کے پیار میں پھنس کر اس سے شادی کی، لڑکے نے تین سال تک اسے استعمال کر کیا اور اسے مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا، ان تین سالوں کے درمیان اس پر طرح طرح کے ظلم وستم کئے گئے، جہیز لانے کی فرمائش کی جاتی، مارا پیٹا جاتا، اس دوران اسے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی، جس پر وہ ہندو لڑکا بہت ناراض ہوا کہ تم نے لڑکی کیوں پیدا کی؟ آج کی تاریخ میں ''فردوس بانو'' بھی اپنی نافرمانیوں اور بربادیوں پر مرثیہ خوانی کر رہی ہے۔

نسل نو کو اس ارتدادی مہم سے کیسے بچائیں؟

ایسے میں ان فرقہ پرستوں سے مسلم لڑکیوں کی عزت وآبرو کو بچانا اور ان کو ارتداد کے قعر مذلت میں گرنے سے روکنا اہم مسئلہ بن گیا ہے، اس سلسلے میں ہمارے ائمہ مساجد کلیدی رول ادا کر سکتے ہیں، ہر جمعہ میں اصلاح معاشرے کے کسی نہ کسی موضوع پر سنجیدہ تقریر کریں، خاص کر ایمان وکفر، عقیدۂ توحید ورسالت اور فرقہ پرستوں کی آج کی اس خطرناک مہم کے بارے میں قوم کی نسل نو کو ضرور باخبر کریں، اس کے نقصانات پر بھرپور روشنی ڈالیں، دنیا وآخرت کی بربادیوں اور اس کی ہولناکیوں سے آگاہ کریں۔

مسلم والدین بھی اپنی نسل نو کو اس ارتدادی مہم کے زہر ہلاہل سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی بچیوں کو اسلامی پردے کا پابند بنائیں، ان میں شرم وحیا اور عفت وعصمت کی حفاظت کا جذبہ پیدا کریں، ان کے دلوں میں اللہ ورسول کا مقام ومرتبہ اور ان کی عزت وعظمت پیدا کریں، ایمان واسلام کو ان کے دلوں میں راسخ کریں، انھیں خواتین اسلام کے پاکیزہ واقعات سنائیں، اپنے سبھی گھر والوں کو جمع کر کے کسی اصلاحی کتاب کا درس دیں یا کسی سنجیدہ مقرر کی تقریر سنیں، اسکول، کالج، یونیورسٹی اور ٹیوشن سینٹر میں پڑھنے والی لڑکیوں کی دینی تعلیم وتربیت کی کوشش کریں، ان کے آنے جانے پر بھی گہری نظر رکھیں، حتی الامکان انھیں غیر مخلوط تعلیم گاہوں میں تعلیم دلائیں، انھیں تعلیمی ضرورت کے لئے بھی کسی سہیلی کے گھر نہ جانے دیں، بوقت ضرورت ان کا موبائل نمبر اپنے ہی ڈاکومینٹ پر جاری کرائیں، ان کا موبائل بھی خود سے یا اپنے لڑکوں کے ذریعہ ریچارج کرائیں، ان کے

ڈاکومینٹ کی فوٹو کاپی بھی خود سے ہی کرائیں۔

باقاعدہ ان کے اسکول، کالج، یونیورسٹی اور ٹیوشن کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہیں، گھر میں ان کو بھر پور توجہ دیں اور نرم روی کے ساتھ انھیں پیش آنے والے مسائل پر ان سے گفتگو کریں، انھیں اسلامی اخلاق و آداب اور عادات واطوار سے مزین کریں، اپنے بچوں کو تنہائی میں اینڈرائڈ موبائل اور انٹرنیٹ نہ استعمال کرنے دیں، بوقت ضرورت سب کے سامنے استعمال کرائیں، کیونکہ آج نسل نو کی تباہی و بربادی میں انھیں دونوں ذرائع کا بنیادی رول ہے، انھیں نرم لہجے میں غیر مسلموں کے دام محبت میں پھنس کر شادی کرنے والی ان مسلم لڑکیوں کے شرمناک اور دردناک واقعات بتائیں جو نہ گھر کی رہیں نہ گھاٹ کی۔

جہاں تک دوالگ الگ مذہب کے پیروکاروں کے درمیان شادیوں کے مکروہ رجحان کا تعلق ہے تو وہ آج کل ہر مذہب کے نوجوانوں میں عام اور کم وبیش یکساں ہے، اس لئے اس کی وجہ سے صرف مسلمانوں کو ٹارگیٹ کرنا غلط اور ان پر ظلم و زیادتی ہے، اس قسم کا غلط رجحان مخلوط تعلیم اور مغربی کلچر کے سبب ہر مذہب کی نوجوان نسل میں عام ہو رہا ہے، جسے روکنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے، ہمیں بین مذہب شادیوں کے راستے مسدود کرنے ہوں گے اور نوجوانوں کو ایسی شادیوں کے نقصانات سے آگاہ کرنا ہوگا، یہ ہماری قومی، ملی اور سماجی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ مذہبی فریضہ بھی ہے۔

□□□

ص ۱۳ رکا بقیہ...

وجہ سے انہیں یہ ثواب حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے طاعت وعبادت اور شریعت کے واجبات پر عمل کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ عبادات جو واجب نہیں لیکن منت مان کر انہیں اپنے او پر واجب کرلیا تو انہیں بھی ادا کرتے ہیں، آگے رب تعالیٰ فرمارہا ہے:

''وَيُطۡعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسۡكِينٗا وَيَتِيمٗا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمۡ جَزَآءٗ وَلَا شُكُورًا إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوۡمًا عَبُوسٗا قَمۡطَرِيرٗا۔

(سورۂ دہر 76: آیت 10 سے 8) یعنی اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ہم تمہیں خاص اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں۔ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔ بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش، نہایت سخت ہے۔''

اللہ کے نیک بندے اللہ کے حکم اور رسول ﷺ کی کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اللہ کے بندوں، مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت ہوتی ہے، اللہ والے نیک بندے مسکینوں، یتیموں، قیدیوں، غریبوں کو اللہ کی محبت میں اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے کھلاتے ہیں، یقیناً یہی دین، ایمان و نبی پاک سے محبت اور ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہے اور سیرت رسول ﷺ پر عمل ہے اللہ تمام مسلمانوں کو سیرت رسول ﷺ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

□□□

ص ۱۷ رکا بقیہ...

کرنا سراسر فریب ہے........ اخلاق مندی فطرت کا حصہ ہونا چاہیے مطلب کا نہیں.... جیسا کہ سیرت النبی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جس طرح باہر والوں کے لئے سراپا اخلاق تھے... اس سے کہیں زیادہ اہل خانہ پر مہربان تھے........ ہمیں چاہیے کہ ہم سیرت النبی کا یہ پہلو اپنی زندگی میں شامل کریں تا کہ ہمارے گرد وپیش کا ماحول بدلے.... کدورتیں دور ہوں... محبتیں پروان چڑھیں اور الفت ومحبت کے پھولوں کی خوشبو سے معاشرہ لالہ زار بن جائے۔

□□□

ص ۳۴ رکا بقیہ...

بھی انہی سے مسموع ہوئی، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنا ''انی انا اللہ۔ میں ہوں رب اللہ سارے جہاں کا'' کیا درخت نے کہا تھا؟ حاشا بلکہ اللہ نے، یونہی یہ حضرات اس وقت شجر موسیٰ ہوتے ہیں۔" (احکام شریعت، ص93)

□□□

اداریہ

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

سیرت رسول اعظم انسانیت کے لیے مشعل راہ

اسلامیات

وہ دانائے سُبُل، مولائے کُل، ختم الرُّسُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

[اقبالؔ]

وَاَبیض یُستَسقَی الغَمامُ بِوَجھِہٖ
ثِمَالَ الیَتَامٰی عِصمَۃً لِلاَرَامِلِ

[ابوطالب]

یعنی وہ گورے مکھڑے والا، جس کے روئے زیبا کے واسطے سے، ابر رحمت کی دُعائیں مانگی جاتی ہیں، وہ یتیموں کا سہارا! وہ بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست۔

سیرتِ رسول کریم ﷺ کے مطالعہ کا ایک ہی مقصود ہے، حضور کے پیغام کی مشعل کو ساری انسانیت کے سامنے پیش کی جائے، یہ بتایا جائے کہ رسول کریم ﷺ انسانیت کے سب سے بڑے محسن ہیں، حضور ﷺ کی سیرت ہمارے اندر بجز اس کے کسی طرح جلوہ گر نہیں ہو سکتی کہ ہم اس نصب العین کے لیے ویسی ہی جدوجہد کرنے اُٹھیں جس کے لیے حضور ﷺ کی پوری زندگی کو ہم وقف پاتے ہیں۔

آپ ﷺ کی سیرت پر ہم سب پوری قوت سے عمل پیرا اور مصروف رہیں، آپ کی سیرت ایک فرد کی سیرت نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی سیرت تاریخی طاقت کی داستان ہے، جو ایک انسانی پیکر میں جلوہ گر ہوئی، آپ کی سیرت اجتماعی تحریک کی روحِ رواں ہے، آپ کی سیرت محض ایک اِنسان کی نہیں بلکہ آپ ایک انسان ساز کی روداد ہیں، آپ کی سیرت تمام عالم نو کے معمار کے کارنامے پر مشتمل ہے، پوری انسانیت کی ہدایت کی اِنقلابی کارنامے کی تفصیل اپنے اندر لیے ہوئے ہے، نبی رحمت ﷺ کی سیرت غارِ حرا سے لے کر غارِ ثور تک، حرمِ کعبہ سے لے کر طائف کے بازار تک، اُمہاتُ المومنین کے حجروں سے لے کر میدان ہائے جنگ تک ہر چہار جانب پھیلی ہوئی ہے، محسن انسانیت و محسن کائنات کی سیرت کے نقوش بے شمار نیک بندگانِ خدا کی کتابِ حیات کے اوراق کی زینت ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ و حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت عمار و یاسر، خالد و خویلد اور حضرتِ بلال و صہیب رضوان اللہ علیہم اجمعین، سب کے سب آپ ہی کی کتابِ سیرت کے اوراق ہیں، اسی لیے رب تبارک و تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن مجید میں آپ کی سیرت و اُسوۂ حسنہ کی پیروی کو سبھی کے لیے مشعلِ راہ بتایا گیا ہے:

”لَقَد کَانَ لَکُم فِی رَسُولِ اللہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَن کَانَ یَرجُوا اللہَ وَالیَومَ الاٰخِرَ وَذَکَرَ اللہَ کَثِیرًا۔ (القرآن، سورہ احزاب 33: آیت 21) بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے، اس لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔“ (کنزالایمان)

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ سید المرسلین ﷺ کی سیرت میں پیروی کے لیے بہترین طریقہ موجود ہے، زندگی کے تمام اُمور میں پیروی کا حکم ہے، حقیقی طور پر کامیاب زندگی وہی ہے، جو تاجدارِ رسالت ﷺ کے نقش قدم پر ہو، اگر ہمارا جینا مرنا، سونا جگنا، حضور پر نور ﷺ کے نقش قدم پر ہو جائے تو ہمارے سب کام عبادت بن جائیں گے، رب تعالیٰ نے کائنات میں نہ کوئی آپ جیسا کامل انسان بنایا ہے نہ بنائے گا کیونکہ آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کی تکمیل بھی بدرجہ اتم پوری ہوگئی، بقول شاعر؎

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام و خطیب ہیں۔

عرش و کرسی سے بالا ہے بام آپ کا
آگے اللہ ہی جانے مقام آپ کا
آپ جیسا کوئی دو جہاں میں نہیں
اِس زمیں میں نہیں آسماں میں نہیں
حُسن صورت عجب حسنِ سیرت عجب
پھر عجب اُس پہ حسن کلام آپ کا
ہر نمازی کی ہے التحیات میں
آپ کا تذکرہ بعد ذکر خدا
ہر مؤذن کی میں نے اذاں میں سُنا
ایک اللہ کا نام ایک نام آپ کا
کیوں میں مانوں کسی اور دستور کو
اور کیا میں جانوں کسی اور منشور کو
سب کتابوں سے افضل کتاب آپ کی
سب نظاموں سے ہے اعلیٰ نظام آپ کا

[سید سلمان گیلانی]

آپ ﷺ کو اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے بے شمار اوصاف و کمالات اور اخلاقِ کریمانہ سے نوازا اور آپ کی اِن صفات کی بلندی کو خود رب تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ بیان فرمایا:

''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ یعنی ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا۔'' (کنز الایمان)

حضور پُرنور ﷺ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کی اطاعت کرنا مخلوق پر لازم کر دیا ہے حتیٰ کہ کسی کا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اس کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور اس کی عبادت کرنا اس وقت تک مقبول نہیں جب تک وہ رسولِ کریم ﷺ پر ایمان نہ لے آئے اور ان کی اطاعت نہ کرنے لگے، پورا قرآن نعت مصطفی، شانِ مصطفی، اوصافِ حمیدہ سے بھرا ہے، اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ بے شک آپ ﷺ یقیناً عظیم اخلاق پر ہیں۔''

اور ایک جگہ فرمایا:

''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ (القرآن، سورہ، الم نشرح: 94 آیت 4)

مفسرین کرام نے آقا ﷺ کا ذکر بلند ہونے کی بہت سی توجیہات بیان فرمائی ہیں، آپ ﷺ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا مخلوق پر لازم کر دیا حتیٰ کہ کسی کا اللہ پر ایمان لانا، اس کی وحدانیت کا اِقرار کرنا اور اس کی عبادت کرنا اس وقت تک مقبول نہیں جب تک وہ ختم المرسلین پر ایمان نہ لے آئے اور ان کی اطاعت نہ کرنے لگے۔

''مَن يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ۔ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔'' (النساء 8)

پورا قرآن ہی آپ پر نازل ہوا اور آپ کے اوصافِ حمیدہ خوب خوب بیان ہوئے، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو صورت و سیرت ہر لحاظ سے بے مثل بے مثال پیدا فرمایا، آپ کو اخلاق عالیہ کے بلند ترین مراتب پر فائز فرمایا، آپ کے اخلاقِ عالیہ و خصائل کا حسین تذکرہ قرآنِ مجید و دیگر آسمانی کتابوں میں بھی فرمایا، جو برگزیدہ صفات اور فضائل و کمالات مختلف پیغمبروں کو عطا کیے گئے وہ تمام حضور ﷺ کی ذات مجمع کمالات میں جمع کر دئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کہ آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''انما بعثت لأتمم مکارم الاخلاق۔ یعنی مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا۔''

(سنن کبری للبیہقی، ج10: ص192: حدیث 2399–40141)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ اپنے عشق رسول کا اِظہار اس طرح کرتے ہیں۔ ؎

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے کلام و بقا کی قسم

دوسری جگہ اس طرح کہتے ہیں۔ ؎

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اور صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تو اپنی عقیدت ومحبت وعشق رسول ﷺ کا اظہار کتنے پیارے انداز میں اس طرح کیا۔

وَأَحسنُ مِنكَ لَم تَرَ قَطُّ عَينِي
وَأَجملُ مِنكَ لَم تَلِدِ النِّساءُ
خُلِقتَ مُبَرَّءً مِن كُلِّ عَيبٍ
كَأَنَّكَ قَد خُلِقتَ كَما تَشاءُ

[حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ]

یعنی یارسول اللہ ﷺ! آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں، آپ ﷺ سے زیادہ حسن وجمال والا کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔

آپ ﷺ ہر عیب سے پاک وصاف پیدا کیے گئے ہیں، گویا کہ آپ ﷺ اس طرح پیدا کیے گئے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے چاہا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ کے اخلاق قرآن کا آئینہ ہیں یہ اُن کے علم اور آداب کا ثبوت ہے۔

دنیا کے سب سے بلند ترین شخصیت محمد مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی سیرت اور سوانح پر، زندگی کے بڑے بڑے کاموں اور آپ کی نمایاں مہمات، اُمورِ عظیمہ اور آپ کے اخلاق وعادات کو بیان کر دیا جائے تو بھی آپ کی سیرت ہرگز مکمل اور پوری نہیں ہوگی، محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ وسیرتِ طیبہ کے مدرسے سے ایک حاکم، ایک امیر ایک وزیر، ایک افسر، ایک ملازم، ایک آقا، ایک سپاہی، ایک تاجر، ایک مزدور، ایک جج، ایک معلم، ایک واعظ، ایک ریفارمر، ایک فلسفی، ایک ادیب، ہر کوئی کے سیرت کے مدرسے میں ایک باپ، ایک ماں، ایک بیوی، ایک ہم سفر کے لیے، ایک پڑوسی کے لیے یکساں مثالی نمونہ موجود ہے، ایک بار جو بھی اس مدرسے سے درس گاہ تک آپہنچتا ہے، پھر اسے کسی دوسری درس گاہ کسی دوسرے دروازے کو کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اِنسانیت جس بامِ عروج پر، جس آخری کمال تک پہنچ سکتی تھی، وہ آپ ﷺ کی ہستی میں جلوہ گر ہے، اسی لیے اس ہستی کو ''اِنسانِ عظیم'' کے لقب سے پکارنے پر ساری دنیا مجبور ہے۔

انسانی تاریخ کے پاس ''اِنسانِ عظیم'' صرف اور صرف یہی ایک ہستی ہے، جس کو چراغِ راہ بنا کر ہر دور میں ہم اپنی زندگی کو روشن کر سکتے ہیں، کروڑوں، عربوں افرادِ انسانی نے اسی سے روشنی لی، لاکھوں بزرگوں نے اپنے علم وعمل کے چراغ اسی ''اِنسانِ عظیم'' کی سیرت سے تابناک وروشن کیئے، دنیائے انسانیت آپ کی دی ہوئی تعلیم سے فائدہ اُٹھا رہی ہے، کوئی انسان ایسا نہیں جو اس ''اِنسانِ عظیم'' کا کسی نہ کسی پہلو Aspects سے زیر بارِ احسان نہ ہو، لیکن اس کے احسان منداس کو جانتے نہیں، اس سے تعارف نہیں رکھتے، جو جانتے ہیں جو اس ہستی پر ایمان رکھتے ہیں، وہ بھی آج کے دور میں آپ ﷺ کی تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں (الا ماشاء اللہ) آپ ﷺ کی ہستی کے تعارف اور آپ کے پیغام کے فروغ کی ذمہ داری اس کی اُمت پر ہے، لیکن اُمت محمدیہ ہی اس کے پیغام سے دور بہت دور ہو گئی ہے، اس کے پاس کتابِ الٰہی قرآن مجید اور نبوی تعلیم کا ذخیرہ احادیث طیبہ کی کتابوں کے اوراق میں سب کچھ موجود ہے لیکن آج اِن پاک کتابوں سے اُمت محمدیہ کی دوری اِنتہائی شرمناک اور افسوس ناک ہے یہی وجہ ہے کہ آج اُمت مسلمہ کی حالت زار اِنتہائی خراب ہے۔

آؤ سوچیں اور جائزہ لیں، ہم کہاں کھڑے ہیں

آج انسانیت کتنی گرتے جا رہی ہے، محسن اِنسانیت ﷺ کا یہ مقدس انقلاب تھا جس کے ہم پاسبان بنائے گئے تھے، یہی وہ پیغام ہے جو رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب اور اُن کی اُمت کو دیا:

''وَكَذٰلِكَ جَعَلنٰكُم اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيكُم شَهِيدًا۔

یعنی (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی)

بہتر امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو۔" (القرآن، سورہ البقر 2: آیت 143)

رب تبارک وتعالیٰ امت محمدیہ کو بہترین امت بنایا تا کہ مسلمان تمام لوگوں پر گواہ بنیں اور محمد ﷺ ہم سب کے گواہ بنیں، یعنی اے مسلمانوں! جس طرح ہم نے تمہیں ہدایت دی اور خانہ کعبہ کو تمہارا قبلہ بنایا اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا، حضور پُرنور ﷺ کی امت زمانہ کے لحاظ سے سب سے آگے یعنی افضل ہے، افضل کے لیے یہاں "وسط" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور عربی میں بہترین کے لیے بھی وسط کا لفظ استعمال ہوتا ہے، مسلمان کو بلند ترین منصب پر فائز کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو اس امانت یعنی ایمان ودعوت کی تبلیغ کی ذمہ داری دی گئی ہے کہ حضور کی نیابت وسیرت کی روشنی میں ہم قیامت تک اِنسانیت کے نجات دہندہ بنیں۔

آج پوری انسانیت بحران کا شکار ہے، بڑی بڑی قوتیں کمزور ملکوں اور کمزور انسانوں پر اپنا جابرانہ نظام تھوپ رہی ہیں، ظلم وجبر کا پہاڑ توڑ رہی ہیں، عالمی قیادت خدا ناشناس طاقتوں کے ہاتھ میں ہے، افسوس صد افسوس نام نہاد اسلامی ملک بھی انھیں طاقتوں کے غلام بنے ہوئے ہیں، فلسطین، افغانستان، سیریا، مینمار، کشمیر، روس وغیرہ وغیرہ کے انسانوں کے عرصہ حیات تنگ کئے ہوئے ہیں، اِن مظلوم انسانوں کی مدد تو دُور، عیاش واوباش مسلم حکمراں دریوزہ گر (گداگر، بھکاری) بن کر رہ گئے ہیں، اسرائیل، امریکہ، روس، وغیرہ سے دوستی کر بیٹھیں ہیں، حالات کی ٹھوکریں ہمیں نہ جانے کب بیدار کریں گی؟ ذِلتیں اور نامرادیاں ہمارے احساس ندامت اُبھار نہیں سکیں، عالم اسلام خود انتشار اور انسانیت کے بحران میں شانہ بشانہ کھڑی ہیں، حق بولنے والوں ایسا غائب کر دیا جاتا ہے، جیسے کہ وہ پیدا ہی نہ ہوا ہو، سوچیں اور جائزہ لیں کیا اسلام لانے والے نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے، اسلام کے پانچوں ارکان کلمہ، نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ کے ساتھ ساتھ حُسنِ معاشرت کی تعلیم پر بہت زور دیتا ہے۔

رب تعالیٰ کے احکامات اور آپ ﷺ کی تعلیمات

اِسلام دین فطرت اور دین انسانیت ہے، آپ ﷺ کی سیرت میں انسانوں کی عزت وتکریم اور تمام انسانوں کے ساتھ انصاف کرنے کی بار بار تاکید آئی ہے، آپ ﷺ نے سبھی انسانوں کا احترام سکھایا چھوٹوں پر شفقت ومحبت، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تعلیم دی، مسلم شریف کی روایت ہے:

"اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ۔ یعنی مخلوق اللہ کی عیال (کنبہ) ہے تو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ مخلوق (بندہ) ہے جو اس کے عیال (کنبہ) کے ساتھ حسن سلوک کرے۔"

(مسلم، بیہقی فی شعب الایمان)

دوسروں کے اچھا ہونے کا انتظار نہ کریں بلکہ خود اچھا بن کر لوگوں کو سکھائیں کہ اچھا انسان کیسا ہوتا ہے، انسانیت کی خدمت کرنے کے بہت سے طریقے ہیں، بیواؤں اور یتیموں کی مدد، مسافروں، محتاجوں اور فقرا ومساکین سے ہمدردی، بیماروں، معذوروں، قیدیوں اور مصیبت زدگان کی مدد وخدمت کرنا، بلا تفریق مذہب وملت انسانیت کی بنیاد پر مذہب سے اوپر اُٹھ کر ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں اللہ کے یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ہیں جو انسانوں کے لیے سب سے زیادہ نفع بخش ہوں، آپ کی سیرت پر آپ کے صحابہ نے پوری طرح سے عمل کیا بے شمار واقعات شاہد ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی سیرت پر کتنے پیارے انداز میں عمل فرمایا، خود رب تعالیٰ نے اُن کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا:

"يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا۔ یعنی اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔" (سورۂ دہر 76: آیت 7/کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نیک بندوں کا ثواب بیان فرمانے کے بعد اب ان کے وہ اعمال ذکر فرمائے جارہے ہیں جن کی بقیہ ص ۹ ر پر

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مشائخ نقشبندیہ

کچھ دنوں قبل دیوبندی فرقے کی ایک نقشبندی رحمانی خانقاہ سے وابستہ شخص کی جذباتی پوسٹ دیکھی؛ جس نے جی بھر کر اہتمام میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف زہر افشانی کی؛ سوچا کہ دعویٰ نقشبندیت کا ہے تو ایسے شخص کو آئینہ دکھا دیا جائے کہ اکابرِ نقشبندیہ کا منہج وطریق کیا تھا؛ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ میلاد سے بغض وحسد نے آج کے بعض دیوبندی پیروں کو مشائخ نقشبندیہ کے عقائد ومعمولات کا باغی بنا دیا ہے، شیطانی طبع نے رحمانی نسبت سے عاری کر دیا ہے، چشم صداقت وا کریں اور اصل نقشبندی تعلیمات کا مطالعہ کریں، نقشبندیت کی خوشبو میلاد و ذکرِ رسول کی محفلوں میں عقیدہ وعقیدت کو مہکاتی نظر آئے گی۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اکبری الحاد کا خاتمہ کیا، دین کو بُری رَسموں سے پاک کیا، باطل نظریات کی بیخ کنی کی، ظالم کے روبرو کلمۂ حق کہا، مراسمِ اسلامی کو تقویت عطا کی، آپ نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پھونک دی، آپ ہند میں سرخیلِ سلسلۂ نقشبندیہ ہیں، مشائخ نقشبندیہ نے ہر عہد میں ذکرِ رسول و محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کیا، اس کے ذریعہ پیغامِ سیرت عوام تک پہنچایا، دین کی خدمت کی، مسلمانوں کو اسوۂ حسنہ سے قریب کیا، مشائخ نقشبندیہ کے حوالے سے اِس تحریر میں میلاد وذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر روشنی ڈالی جائے گی۔

خانوادۂ مجدد الف ثانی کے چشم و چراغ حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی (م ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء، مدفون مدینہ منورہ) میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام کی ترغیب ان لفظوں میں دیتے ہیں:

''جس طرح آپ خود اپنی ذات پر درود وسلام بھیجا کرتے تھے؛ ہمیں چاہیے کہ ہم آپ کے میلاد کی خوشی میں جلسہ کریں، کھانا کھلائیں اور دیگر عبادات اور خوشی کے جو طریقے ہیں (ان کے) ذریعہ شکر بجالائیں۔''(۱)

آپ نے میلاد شریف کے عنوان پر تین کتابیں تحریر کیں:

(۱) سعید البیان فی مولد سید الانس والجان [اردو مطبوعہ]

(۲) الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف [فارسی]

(۳) اثبات المولد والقیام [عربی مطبوعہ]

ارشاداتِ حضرت شاہ احمد سعید مجددی

میلادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) محفلِ میلاد دراصل وعظ ونصیحت ہے اس کے لیے جو کان لگائے اور متوجہ ہو، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: نصیحت کرو بے شک نصیحت مومنین کے لیے مفید ہے۔(۲)

(۲) شرح سنن ابن ماجہ میں اس یوم (میلاد) کی تصریح بھی ہے اور امام جلال الدین نے فرمایا کہ: میلادِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام معظم ومکرم ہے، آپ کا یومِ ولادت مقدس و بزرگ اور یومِ عظیم ہے، آپ کا وجود عشاق کے لیے ذریعۂ نجات ہے؛ جس نے نجات کے لیے ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا اہتمام کیا اس کی اقتدا کرنے والے پر بھی رحمت و برکت کا نزول ہوگا۔(۳)

(۳) سید الاولین والآخرین کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے، ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ عبادت اور نیکی کی جائے۔(۴)

(۴) حسین بن ابراہیم مفتی مالکیہ بمکہ فرماتے ہیں: ہاں! ذکر ولادت کے وقت قیام بہت علما نے پسند کیا اور یہ قیام حسن ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واجب ہے، واللہ

*مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

اعلم۔

(۵) محمد عمر ابن ابی بکر مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ کا ارشاد ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے ذکر کے وقت قیام واجب ہے کیوں کہ روح اقدس حضور معلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس وقت تعظیم وقیام لازم ہوا، جید علمائے اسلام اور اکابر نے قیام مذکور کو پسند فرمایا ہے۔

(۶) محمد بن یحییٰ مفتی حنابلہ مکہ مشرفہ نے بھی ذکر ولادت کے وقت قیام کے استحباب واستحسان کی تصریح فرمائی ہے۔(۵)

حضرت شاہ احمد سعید مجددی میلاد شریف کے ضمن میں فرزند اکبر کو لکھتے ہیں: آتے وقت ''مولد شریف'' مولفہ مولوی حبیب النبی صاحب، مولوی ولی النبی صاحب سے یا جہاں کہیں سے ملے اپنے ہمراہ لائیں۔(۶)

کتاب ''غایۃ المرام'' جو میلاد شریف وقیام کے استحباب میں علمائے دہلی ورامپور و بریلی کے فتاویٰ جات پر مشتمل ہے؛ اس پر شاہِ دہلی بہادر شاہ ظفر کے بعد ساتویں تصدیق حضرت شاہ احمد سعید مجددی کی ہے، کل ۶۳ رعلما کی تصدیقات موجود ہیں۔

محافل کا اہتمام

نبیرۂ حضرت شاہ احمد سعید مجددی؛ شاہ ابوالخیر مجددی ہر سال میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اہتمام کرتے، شاہ ابوالحسن زید فاروقی ایسی ہی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں: ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۳۸ھ مطابق ۴ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو دن کے دس بجے آپ (شاہ ابوالخیر) باہر تشریف فرما تھے اور باہر کے آئے ہوئے وہ تمام افراد موجود تھے جو محفلِ مبارک میلاد شریف میں شریک ہوئے تھے اور دلی کے بھی وہ تمام افراد تھے جن جن کو آپ نے میلادِ مبارک کی خوشی کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔(۷)

''ولادتِ شریفہ کا ذکر مبارک ہوا، سب ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے...... میلاد خوانوں نے اس مقدس جناب میں سلام پیش کیا، جس وقت میلاد خواں ہدیہ سلام پیش کر رہے تھے، آپ (شاہ ابوالخیر) پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو گئی، آپ کی آنکھوں سے سیل اشک جاری تھا، ہاتھ ناف پر بندھے ہوئے تھے...... افسوس صد افسوس کہ ایسی مجلیٰ ومزکیٰ و معطر محفلِ مبارک کو حجابِ علم نے بعض افراد کی نظر میں جامۂ قبح پہنا دیا ہے اور دُنیا بھر کی خرابیاں ان کو اس مبارک محفل میں نظر آنے لگی ہیں۔ ع

چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند''(۸)

شاہ ابوالخیر کا یہ قول ہے کہ: ہم یہ مبارک محفل (میلاد) اس لیے منعقد کرتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو، آپ کی محبت اصلِ ایمان ہے، اس اصل ہی کو حاصل کرنے کے لیے اس مبارک محفل کا قیام کیا جاتا ہے۔(۹)

حضرت شاہ احمد سعید مجددی کی مجالس کے حاضر باشوں میں حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی تھے، جو اویسِ دوراں حضرت فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے مرشد ہیں، خانقاہِ فضل رحمانی گنج مرادآباد میں خانوادۂ اویسِ دوراں کے یہاں بھی قدیم وقتوں سے میلاد وسلام با قیام کی محافل سجتی رہی ہیں، خود مالیگاؤں میں مولانا محمد اسحاق نقشبندی علیہ الرحمہ کے مزار پر میلاد وسلام کی محافل مدتوں سے اب تک جاری ہیں، شاید اس کی روحانی وجہ یہی ہوگی کہ ان کے مشائخ نے میلاد وسلام با قیام کے استحباب پر کتابیں تصنیف کیں۔

خانوادۂ مجدد الف ثانی کے چشم وچراغ مولانا شاہ محمد معصوم مجددی (م ۱۳۴۱ھ، مدفون مکہ مکرمہ) نے میلاد کے جواز پر کتاب بنام ''احسن الکلام فی اثبات المولد والقیام'' (۱۳۰۵ھ) لکھی، آپ فرماتے ہیں ؎

محفلِ میلاد میں ہوتا ہے ان کا ہی ظہور
کچھ بصیرت چاہیے وہ مہ لقا یہی تو ہیں

حضرت شاہ معصوم کے فرزند حافظ محمد ابوسعید مجددی (م ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء) کو عرب دنیا کی محافل میلاد میں پڑھا جانے والا مشہور زمانہ ''مولود برزنجی'' حفظ تھا۔(۱۰)

فتح پوری مسجد کے سابق شاہی امام، مفتی اعظم دہلی، مفتی شاہ مظہر اللہ نقشبندی کے یہاں بھی پابندی سے محافل میلاد ہوا کرتیں، جس میں اعلیٰ حضرت کا سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام''

اسلامیات

اہتماماً پڑھا جاتا، متعدد مقامات پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی نے یہ پہلو ذکر کیا، فتح پوری مسجد میں اس روایت کو مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

خانقاہِ نقشبندیہ بالا پور کے نائب سجادہ حضرت سید ذکی میاں نقشبندی دام ظلہ نے راقم کو بتایا کہ: ہمارے یہاں صدیوں سے محافل میلاد النبی ﷺ سجتی رہی ہیں، جس میں سلام با قیام ہوتا ہے۔ فی زمانہ ہم اعلیٰ حضرت کا سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' بہت اہتمام سے پڑھتے ہیں، تمام سلاسل کے مشائخ نے رسول اللہ ﷺ کے میلادِ پاک کا انعقاد کیا، محافل منعقد کیں، محافل میلاد تمام بلادِ اسلامیہ میں آراستہ کی جاتی ہیں۔

راقم نے مدینہ منورہ و بغداد مقدس میں ایسی محافل میلاد میں شرکت کی سعادت حاصل کی ہے، آج بھی ساری دُنیا میں محفلیں سجتی ہیں، عرب میں بھی، عجم میں بھی، شرق و غرب میں بھی، جہاں رحمتوں برکتوں کا ظہور ہوتا ہے، ایمان کو تازگی و حرارت ملتی ہے، محبتوں کی سوغات تقسیم ہوتی ہے، غریبوں کی داد رسی ہوتی ہے۔

حوالہ جات

[۱] شاہ احمد سعید مجددی: اثبات المولد والقیام، لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۲۴

[۲] اثبات المولد والقیام، مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۲۱

[۳] مرجع سابق، ص ۲۳۔ ۲۴

[۴] مرجع سابق، ص ۲۴

[۵] مرجع سابق، ص ۳۳

[۶] تحفۂ زواریہ، مرتب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، مترجم محمد ظہیر الدین بھٹی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی ۲۰۱۱ء، ص ۱۳۴، ص ۱۶۵

[۷] مقاماتِ خیر ۱۳۹۲ھ، شاہ ابوالحسن زید فاروقی، شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی ۱۹۸۹ء، ص ۲۸۳

[۸] مرجع سابق، ص ۳۱۰۔ ۳۱۱؛ ملخصاً

[۹] مرجع سابق، ص ۴۴۳

[۱۰] تاریخ الدولۃ المکیۃ، عبدالحق انصاری، بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال ۲۰۰۶ء، ص ۷۴

□□□

ص ۱۹ رکا بقیہ..

پاتے ہی سارے گھروں کو اپنے حصار میں لے لیا اور پورے گاؤں پر دھاوا بول دیا، ہر سمت آہ و بکا، چیخ و پکار کی فلک شگاف صدائیں گونج رہی تھیں مگر اس کے قبیح ہونٹوں پر اب بھی پر فریب مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

سچ تو یہ ہے کہ اس کا ظلم وستم اس قدر اپنی حدود سے متجاوز ہو چکا تھا کہ ادھر گاؤں والوں کے دلوں پر آرے چل رہے تھے اور اُدھر اس کی فلک بوس عمارت کھنڈرات میں تبدیل ہو رہی تھی اور وہ۔

ایک درد کا پہاڑ بنا مبہوت کھڑا تھا اور ان کے دل سوز مناظر کو دیکھنے کی اپنے اندر طاقتیں فراہم کر رہا تھا، جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا اور ظلم بے حد بڑھ جاتا ہے تو پھر عذابِ الٰہی آن پڑتا ہے، ہوا بھی یوں کہ آسمان کا منھ کھل گیا، بادلوں نے سیاہ چادریں تان لیں اور بجلیاں بڑے آب و تاب کے ساتھ گرجنے اور چمکنے لگیں، اسی اثنا میں جب وہ سیاہ فام اپنی عالی شان عمارت کا جنازہ دیکھ ہی رہا تھا کہ ناگہاں ایک زور دار بجلی کوندی اور سیدھے اس پر اس طرح گری کہ آن کی آن میں وہ جل کر خاکستر ہو گیا، گاؤں والے اس کے اور اس کی عمارت کے بھیانک انجام کو دیکھ کر حیرت و عبرت کے سمندر میں ڈوبتے چلے گئے اور ان کی زبان سے یہی الفاظ جاری تھے کہ ظلم جب حد سے گزرتا ہے تو مر جاتا ہے۔

□□□

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

(از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*



گھر میں پہلوان نہیں مہربان بن کر رہیں



حضور سید عالم ﷺ جب لوگوں سے ملاقات کرتے تو چہرے پر مسکراہٹ ہوتی...... جس کی وجہ سے ہر ملنے والا آپ کے اخلاق کریمہ کا گرویدہ ہوجاتا..... آپ نے امت کو بھی بار بار مسکرانے کی تعلیم دی... یہاں تک کہ مسکرانے کو کار ثواب بنا دیا........ آپ کا فرمان ہے:

''تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ۔ یعنی اپنے بھائی کے سامنے تمہارا مسکرانا تمہارے لیے صدقہ ہے۔''

(ترمذی، رقم الحدیث 1956)

سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں سے ملاقات پر انتہائی خوش مزاجی اور اعلی اخلاقی قدروں سے پیش آتے تھے...... آپ کا اخلاق کریمہ ہی تھا، جس نے پتھر دلوں کو موم بنا دیا تھا... چہرے پر موجود تبسم کی دل آویزیاں ہی تھیں کہ مردان عرب اپنے دل ہار بیٹھے تھے..... سرکار ابد قرار ﷺ جس سے ملتے وہ آپ کی مسکراہٹ پر فدا ہوجاتا..... مگر سرکار کی یہ مسکراہٹ مصنوعی یا بناوٹی نہیں تھی... بلکہ یہ آپ کے مزاج کا لازمہ تھی........ ہر جگہ، ہر محفل میں آپ پیکر اخلاق نظر آتے....... ایسا نہیں تھا کہ آپ گھر سے باہر مسکراتے اور گھر والوں سے ترش روئی سے پیش آتے...... جس طرح باہر والوں کے لئے سراپا اخلاق تھے، ویسے ہی اہل خانہ کے لئے سراپا مہربان تھے! اس زمانے میں کتنے ہی لوگ چہروں پر مسکراہٹ کا غازہ مل کر گھومتے ہیں.......... لوگ ان کی خوش اخلاقی کے قصیدے پڑھتے ہیں.......... لیکن جیسے ہی گھر میں قدم رکھتے ہیں..... مسکراہٹ کو اس طرح پی جاتے ہیں جس طرح جون کی پیاسی زمین ساون کے قطروں کو پی جاتی ہے.... گھر میں داخل ہوتے ہی باہری مہربان، داخلی پہلوان بن جاتے ہیں.... مجال ہے کہ جو بیوی بچوں سے ہنس کر بات کرلیں، حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

''خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔ یعنی تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سے بہتر ہوں۔''

(سنن ترمذی رقم الحدیث 3830)

کتنی ہی ایسی بیویاں ہیں جو لوگوں سے اپنے شوہر کی خوش مزاجی، خوش طبعی اور ہنس مکھ ہونے کا چرچا سنتی ہیں.... لیکن وہی شوہر جب گھر میں آتا ہے تو اس پر بد اخلاقی، تندخوئی، کنجوسی اور سخت مزاجی کا خول چڑھا ہوتا ہے........ بات بات پر غصہ کرتا ہے... معمولی باتوں پر آنکھیں لال پیلی کرتا ہے.... بچوں کے ہنسنے پر چیختا چلاتا ہے....... گھریلو ضرورتوں پر بخیلی دکھاتا ہے، حضرت اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا رسول اللہ ﷺ گھر والوں کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے، پھر جب نماز کا وقت ہوتا آپ وضو کرتے اور نماز کے لئے نکل جاتے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث 676)

دنیا میں ایسے کتنے لوگوں کے بارے میں ہم سنتے ہیں کہ وہ بڑے بااخلاق اور نہایت سخی ہیں...... لیکن جن والدین، بھائی بہن، بیوی بچوں کا ان پر سب زیادہ حق ہے وہ ان سے نہایت ترش روئی کا رویہ اپناتے ہیں.... زمانے سے ہنس ہنس کر ملتے ہیں مگر اپنوں سے ملنے سے بچتے ہیں.... رسماً ملتے بھی ہیں تو اس قدر سرد مہری دکھاتے ہیں کہ سامنے والا آئندہ نہ ملنے کی دعائیں کرتا ہے، دوستو!! ہنسنا مسکرانا اخلاق مند ہونے کی نشانی ہے.. لیکن مسکراہٹ کو اپنے مطلب کے لئے استعمال بقیہ ص ۹ پر

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

اسلامیات

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*



درد کا پہاڑ



اسلامیات

گاؤں کے وسط میں ایک فلک بوس عمارت سر اٹھائے کھڑی تھی، ایسا لگتا تھا جیسے یہ کوئی عمارت نہ ہو بلکہ پورے گاؤں کا ایک تہلکہ ماڈرن حفاظتی دستہ ہو، اسی عمارت میں سکونت پذیر تھا ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام بڑی بڑی مونچھ والا انسان، اس کی بھنوئیں تنی ہوئی اور آنکھیں بڑی ڈراونی تھیں، گویا اس کے جسم کی ساخت ہی ایسی تھی جسے دیکھتے ہی دلوں میں رعب و دبدبہ کے سانپ رینگتے محسوس ہوتے اور خوف و ہراس کا ایک سماں بندھ جاتا۔

اس کے پاس دولت کی بے پناہ فروانی تھی، اس کا مقدر ایک ایسا کھلا ہوا آسمان تھا جہاں ہر سمت مال و اسباب کے ستارے مسکراتے نظر آرہے تھے، مگر اس نے اپنی بے بہا دولت کا غلط مفہوم سمجھ رکھا تھا، نتیجتاً اس کا سینہ کبر و نخوت سے اکڑا رہتا، اس کا طریقہ کار دن بدن حقارت آمیز ہوتا جا رہا تھا اور اس کے کردار و گفتار سے ظلم و استبداد کی راحت شکن بو اٹھ رہی تھی جس نے پورے گاؤں والوں کا سکون درہم برہم کر رکھا تھا۔

ہر روز عمارت میں نئے نئے زاویوں سے عیش و عشرت کی محفلیں سجتیں اور وہ بے انتہا کیف و طرب کے اتھاہ ساگر میں غرق ہو جاتا، اسے اتنی فرصت ہی کہاں تھی کہ وہ ستم زدہ پڑوسیوں کے حالات معلوم کرتا اور ان کی کیفیات کا جائزہ لیتا، بجائے خلوص و محبت کے روز روز وہ جور و جفا کا ایک نیا ریکارڈ قائم کرتا چلا رہا تھا، یہ وہ سفاک انسان تھا جس نے نہ جانے کتنے گھروں کی پھولتی پھلتی کلیوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ مسل چکا تھا اور کتنے شاد و آباد خاندانوں کو تباہی و بربادی کے غار تک پہنچا دیا تھا، نہ اسے بچوں کی بلبلاہٹ تڑپاتی اور نہ بیواؤں کی آہ و زاری، وہ اپنی ہی دھن میں مست و سرشار تھا، گویا وہ اپنے احساس کے ناپاک خون سے بربریت کی ہولی کھیل رہا تھا، لوگ اس کے اطوار و کردار سے بے حد جلے ہوئے تھے، مگر ان پر سراسیمگی کی ایسی کیفیت مسلط تھی کہ زبان گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔ یہ محض کوئی اتفاقیہ حادثہ نہیں تھا کہ آیا، گیا اور لوگ بھول بھلیوں میں کھو جاتے، یہاں تو روز ایسی پُرتشدد وارداتیں رونما ہوتیں جن کی تاب و بالِ جاں گزر رہی تھی۔ جب لوگوں کی صبر آزما طبیعتوں پر لالے پڑ گئے تو ایک رات۔

ان لوگوں نے ایک خفیہ طور پر اجتماعی نشست بلائی، یہ ایک ایسی نشست تھی جسے دیگر نشستوں کی بہ نسبت ممتاز مقام حاصل تھا گاؤں سے بوڑھے، بچے اور جوان خاصی تعداد میں درد وغم کی روداد لے کر امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح جمع ہونے لگے، ایک ایک فرد خون کے آنسو روتا ہوا المناک واردات کے اوراق الٹ رہا تھا اور سامعین کرب وستم کا مجسمہ بنتے جا رہے تھے، لوگوں کی کیفیت ناقابل دید تھی اور ان کے قلب و جگر کی پر سوز رقتوں کو دیکھ کر آسمان کالے بادلوں کے شامیانوں میں اپنا نکھرا ہوا چہرہ ڈھانپ کر سسکیاں بھر رہا تھا، جب میٹنگ اختتام پذیر ہو رہی تھی ٹھیک اس وقت موسلا دھار ایسی بارش شروع ہوئی جسے دیکھ کر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ آسمان ان کے درد و کرب کی تاب نہ لا کر چیخ چیخ کر رو رہا ہے اور اپنے آنسوؤں کے متواتر قطروں سے اس عمارت کو جھنجھوڑ رہا ہے جہاں وہ کالا انسان اپنے سیاہ کردار کی نس نس میں انمٹ بدنما داغ لیے خراٹے بھر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ آنسو اس کی آسائشوں کے سارے شیرازے بکھیر کر ہی دَم لیں گے۔

صبح کا سپیدہ کیا نمودار ہوا ایک سیلِ بلا چل پڑا، ظالم نے اپنے خلاف کل رات کی نشست کی اطلاع بقیہ ص۱۶ر پر

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے معروف قلم کار ہیں۔

از: مفتی جمیل احمد قادری*



تم بھی فوجی ہو



ملک کا شہری تو سب ہوتے ہیں، مگر قانون سب کے لئے یکساں نہیں ہوتا، عام شہریوں کو آزادی ہوتی ہے، وہ چاہے جو لباس پہنیں، جیسا پہنیں، کھانے کے اوقات، زندگی گزارنے کا طریقہ، وہ خود طے کرتے ہیں، سونا اٹھنا ان کی مرضی پر ہے، کوئی روک ٹوک نہیں پڑھنا لکھنا ان کی مرضی پر ہے، جو پڑھیں، جتنا پڑھیں یا ایک دم نہ پڑھیں، ان پر کوئی جبر نہیں ہاں دور حاضر میں تعلیم پر جو زور دیا جا رہا ہے وہ ترغیباً ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی پڑھنا لکھنا نہیں جانتا، تو مجرم ہے، سزا کے قابل ہے

لیکن ایک فوجی عام شہری جیسا آزاد نہیں ہوتا، اس کا لباس الگ کھانے پینے کے اوقات الگ سونے اٹھنے کے لیے اپنی مرضی کا مالک نہیں ہوتا کہ جب چاہا، سو گیا جب چاہا، اٹھ کر گھومنے پھرنے لگا۔

فوجیوں کی زبان تو ملکی ہوتی ہے، مگر آداب وضابطے کے پابند ہوتے ہیں، کس سے کیسے بات کرنا ہے، انہیں بتایا گیا ہوتا ہے وہ ہر ایک سے مل نہیں سکتے، بلا اجازت کہیں آجا نہیں سکتے ان کی چھٹیاں محدود ان کی خوشیاں محدود! ۲۴ رگھنٹے اپنے مقصد اور فرائض کے لئے ہمہ تن آمادہ رات کے ۲ ربجے بھی انھیں جگایا جائے تو اٹھنا پڑتا ہے، جنگل میں یا پہاڑ پر جہاں بھیجا جائے، جانا پڑتا ہے۔

اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود کوئی فوجی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتا بلکہ اپنے آپ میں فخر محسوس کرتا ہے کہ ہم عام لوگوں جیسے نہیں، ہمارا ایک رتبہ ہے، ہماری ایک شان ہے۔

ٹھیک اسی طرح مدارس کے طلبہ اور علما ایک مذہبی فوجی ہوتے ہیں، ان کا لباس الگ عادات واطوار الگ کھانے پینے اور چلنے پھرنے میں یہ بھی قانون (اسلام) کے پابند ہوتے ہیں، سونے اٹھنے کے اوقات ان کے بھی متعین ہیں، عشا سے پہلے سو نہیں سکتے، نماز فجر سے پہلے اٹھنا لازم ہے، تمام شہریوں کی طرح ہر جگہ جا نہیں سکتے وہیں جائیں گے، جہاں شریعت اجازت دیتی ہے، فوجیوں کی طرح ان کے کھانے بھی گنے چنے ہوتے ہیں، ہر چیز نہیں کھا سکتے ہر پینے کی چیز نہیں پی سکتے، فوجیوں کی طرح یہ بھی ہر قسم کی خوشی نہیں منا سکتے، جو ان کا دین کہے گا، وہی خوشی منانا ہے۔

دیش کو جب دشمنوں سے کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے تو حکومت شہریوں کو نہیں چھیڑتی، بلکہ فوجیوں کو سامنے لاتی ہے ٹھیک اسی طرح دین ومذہب کو جب کسی فتنے کا سامنا ہوتا ہے تو عوام علما کو ڈھونڈتے ہیں اور انہیں آگے بڑھاتے ہیں۔

فوجی جب ملک وقانون کی حفاظت کرتے کرتے مرتا ہے تو اسے شہید کا درجہ دیا جاتا ہے، اسے احترام واعزاز کے ساتھ دفنایا جاتا ہے، علما جب اس دنیا سے جاتے ہیں تو ان کی بھی ایک الگ شان ہوتی ہے۔

اتنی یکسانیت کے باوجود ایک چیز محسوس کرتا ہوں کہ کوئی فوجی اپنے لباس کو برا نہیں سمجھتا، تراش خراش کے ذریعہ اس مخصوص وردی کا حلیہ نہیں بگاڑتا تو پھر مذہبی فوجی خصوصاً مدارس کے طلبہ، خود کو کمتر کیوں سمجھتے ہیں؟

اپنے مخصوص اسلامی وردی کا حلیہ کیوں بدلتے رہتے ہیں؟ جب فوجی اپنے آپ کو کبھی چھپاتا نہیں، تو دینی فوجی اپنی اصلیت کو کیوں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں؟ کبھی ٹوپی اتار کر کبھی پاجامہ کی جگہ پینٹ یا جنس پہن کر کبھی مقدس داڑھی کاٹ کر کبھی اپنی ذمہ داریوں سے بھاگ کر!

میں تو کہتا ہوں کہ آپ خوش نصیب ہیں، جس طرح ایک

اسلامیات

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

فوجی ہزار شہریوں میں سے چن کر ایک بنتا ہے، اسی طرح ہمارے مذہبی فوجی بھی ہزاروں میں ایک ہوتے ہیں۔

ملک کا فوجی، ملک کے افسران چنتے ہیں اور دین کا فوجی خدائے پاک چنتا ہے، آپ نے حدیث پڑھی ہوگی "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کا فقیہ بناتا ہے" یعنی علمائے دین خود نہیں بنتے بلکہ اللہ انہیں بناتا ہے، اس لحاظ سے دینی علما زیادہ خوش نصیب ہیں کہ ان کا انتخاب ان کے رب نے فرمایا ہے، احساس کمتری اپنے اندر آنے نہ دیں، خود کو برتر و اعلیٰ سمجھیں۔

فوجیوں کو حکومت نے دیش کی حفاظت کے لئے ہتھیار دیئے ہیں تو علما کو ان کے رب نے قلم اور زبان دیا ہے علما کی طاقت ان کی علمی استعداد ہے، فوجی جسمانی مشقت کے ذریعہ خود کو طاقتور بنائے رکھتا ہے، علما مطالعہ کتب اور دینی معلومات سے خود کو پختہ بنائیں فوجیوں کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے، کچھ سالوں بعد وہ عام انسانوں کی صف میں آجاتے ہیں جبکہ علما کو ان کے رب نے ہمیشہ کے لئے بنایا ہے، فوجی ریٹائرڈ ہوتا ہے علمائے دین کبھی ریٹائرڈ نہیں ہوتے مرتے دم تک، بلکہ قبر و حشر میں بھی ان کی اعزازی شان ہوتی ہے۔

□□□

ص ۲۴ ر کا بقیہ......

شریف، ۲۰ ر صفر کو شہدائے کربلا کا چہلم شریف، ۲۲ ر کو شاہ مینا لکھنوی، ۲۳ ر صفر کو امام باقر، ۲۴ ر کو حضرت شمس الدین سیالوی، ۲۵ ر کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، ۲۶ ر کو علامہ عینی، ۲۸ ر کو امام حسن (شہادت) ۲۹ ر کو پیر مہر علی گولڑوی اور ۳۰ ر صفر المظفر کو امام حاکم نیشاپوری وصال فرمائے، (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) جن میں سے اکثر کی دربار میں ان کے اعراس کے وقت ارادت مندوں کا ہجوم رہتا ہے اور ان کے اعراس ان کے محبین کے لیے عید جیسے ہوتے ہیں، بانی سلسلۂ رشیدیہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"پیر کا عرس مرید کی عید ہے۔"

گویا ان بزرگان دین کی اس مہینہ میں وفات نے اس منحوس (بزعم بعضے) ماہ کو مسعود بنا دیا ہے۔ ؎

بجھی شفق تو ستاروں نے ضیا پائی
کسی کی موت کسی کی حیات بنتی ہے

□□□

ص ۲۹ ر کا بقیہ......

اتر جاتا ہے تو ہلاک کر کے ہی دم لیتا ہے اور بچیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کریں، تاکہ وہ حرام وحلال میں تمیز کر سکیں اور والدین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جب بچیاں شادی کے قابل ہو جائیں تو انھیں زیادہ دنوں تک گھر نہ بٹھائے رکھیں بلکہ مناسب رشتہ تلاش کر جلد از جلد ان کی شادی کر دیں اور رشتہ اگر اجنبی لڑکے کے ساتھ طے ہو رہا ہے؛ تو اس کی آئی۔ ڈی۔ دیکھ کر یہ اطمینان کر لیں کہ اس کا دین اور مذہب اسلام ہے یا نہیں؟ تاکہ وہ کسی بھی طرح کے فریب سے محفوظ رہیں۔ □□□

ص ۵۶ ر کا بقیہ......

دن کی ہے تو یہ دن حیض کے ہوں گے پیریڈ کے شمار کئے جائیں گے باقی دن استحاضہ کے ہوں گے وہ دن گزر جائیں تو وہ نہا کر پاک ہو کر نمازیں پڑھ سکتی ہیں اور وہ معذور کے حکم میں ہیں لہٰذا اگر ان دنوں کے گزرنے کے بعد مثلاً بیس دن میں یا ان کی عادت کے علاوہ جو دن ہیں ان دنوں میں ہر وقت قطرہ خون کا آتا رہتا ہے اور کوئی نماز کا وقت ایسا خالی نہیں گزرتا جس میں خون کا قطرہ نہ آتا ہو وہ معذور کے حکم میں ہیں اور معذور کا حکم یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے جب اس کا وقت آجائے وہ وضو کرے گا اور اُس وقت میں وہ فرض پڑھے گا اور اگر اس پر کچھ قضا ہے وہ پڑھے گا اور نوافل وغیرہ وہ پڑھ سکتا ہے اور اس کے بعد جب نماز کا وقت گزر گیا اُس کا وضو ٹوٹ گیا اب جب دوسری نماز کا وقت آئے گا تو پھر وضو کرے گا اور آپ کی اہلیہ پر یا جس پر اس قسم کا عذر لاحق ہوا اس پر یہ واجب ہے کہ دواؤں کے ذریعے سے یا اور طریقوں سے تقلیل عذر کی کوشش کرے۔

.... جاری □□

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

کیا ایمان سے بڑھ کر "ادب" ہے؟

نقد و نظر

پچھلے دنوں ایک معروف خانقاہی شیخ کی ایک ویڈیو نگاہ سے گزری جس میں موصوف خانقاہ ومدرسے کے مابین غیر ضروری تقابل کرتے ہوئے یوں فرماتے نظر آئے:

"مدرسہ سے پوچھا جائے کہ ارکان اسلام کتنے ہیں تو جواب ملے گا پانچ ،لیکن خانقاہ سے پوچھا جائے تو جواب ملے گا چھ، مدرسے کی ترتیب میں سب سے پہلے توحید ہے اس کے بعد نماز روزہ حج اور زکواۃ ہے۔لیکن خانقاہی ترتیب میں سب سے پہلے ادب ہے پھر توحید اور دیگر اعمال ہیں۔"

پیر صاحب کی گفتگو سے انکشاف ہوا کہ ارکان اسلام پانچ نہیں چھ ہیں، جس میں سب سے اہم رکن ادب ہے، جو نہ صرف ایمان سے الگ ہے بلکہ ایمان سے پہلے بھی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل مدارس ارکان اسلام کی تعداد پانچ کیوں بتاتے ہیں، کیا انہیں ارکان اسلام طے کرنے کا حق حاصل ہے، کہ وہ جتنی چاہیں تعداد بیان کردیں؟لیکن یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ ارکان اسلام کی تعداد کسی مولوی یا مدرسے کی نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ ہے، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"قَالَ النَّبِيُّ ﷺ :بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ :شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔"

(بخاری شریف، کتاب الایمان، رقم الحدیث 8)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوجاتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے ہی ارکان اسلام کی تعداد پانچ بتائی ہے، اب اہل مدرسہ پر اعتراض کا کوئی محل نہیں رہ جاتا کہ وہ تو نبی اکرم ﷺ کا ہی فرمان نقل کرتے ہیں، اگر کسی کو اس تعداد پر اعتراض ہے تو وہ اعتراض مدرسے پر نہیں بلکہ سیدھا حدیث رسول پر پڑتا ہے، بات صرف یہیں نہیں رکتی بلکہ یہاں دو سوال اور بھی اٹھتے ہیں:

1 کیا کسی فرد کو حدیث رسول پر اضافہ کرنے کا حق حاصل ہے؟

2 کیا ادب کا مقام توحید ورسالت سے بڑا ہے؟

چند اہم نکات بھی ذہن میں رکھیں جو معاملہ سمجھنے میں معاون ثابت ہوں گے:

- ارکان اسلام میں پہلے نمبر پر عقیدہ توحید ورسالت ہے، بقیہ چار ارکان نماز، روزہ، حج اور زکواۃ کا تعلق اعمال سے ہے، عقیدہ توحید ورسالت بیج اور درخت کی مانند ہے جس پر قائم رہنا ہمیشہ لازم وضروری ہے، اگر کسی مسلمان کو توحید ورسالت کے بعد بقیہ ارکان اربعہ میں کسی پر بھی عمل کا موقع نہیں ملا تب بھی وہ مومن مانا جائے گا۔
- عقیدہ توحید ورسالت کی اہمیت اس سے بھی واضح ہے کہ اگر کوئی صاحب ایمان، نماز روزے وغیرہ سے دور ہو تب بھی وہ گنہگار تو ہوگا لیکن رہے گا مومن ہی، اس کی عملی کمزوریاں قابل مغفرت ہیں، رب کی رحمت، شفاعت رسول یا سزا کے بعد وہ بخشش کا حقدار ہوگا۔
- کوئی شخص عقیدہ توحید قبول نہ کرے بھلے ہی ادب وتہذیب اور احترام واکرام کا پیکر ہو مگر وہ مسلمان نہیں ہوسکتا، قبر کی زندگی اخروی زندگی کا پہلا زینہ ہے، قبر میں انسان سے جو سوالات کئے

جاتے ہیں وہ عقائد سے ہی متعلق ہیں، تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ تمہارے نبی کون ہیں؟ اگر کوئی عمل عقیدہ توحید سے بڑھ کر ہوتا تو سوالات قبر میں ضرور شامل ہوتا۔

نبی اکرم کا طریقہ تبلیغ

حضور پرنور ﷺ جب بھی دعوت دین پیش کرتے تو اس طرح فرماتے:

"یا أیها الناس قولوا:لا إله إلا الله تفلحوا۔ یعنی اے لوگو! کہہ دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تا کہ تم فلاح پاؤ۔" (أخرجه الإمام أحمد في مسنده 15448)

آپ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو ارشاد فرمایا:

"إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَلْيَكُن أَوَّلَ، مَا تَدْعُوهُم إِلَيه شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وفي رواية: إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ۔ یعنی تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو، تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، دوسری روایت میں ہے کہ تم انہیں سب سے پہلے اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کریں۔"

(بخاری شریف، رقم الحدیث 1496)

یعنی آپ ﷺ سب سے پہلے دعوت توحید پیش فرماتے اور صحابہ کو بھی اسی منہج و طریقے کی تلقین فرماتے، اگر توحید سے پہلے کوئی اور رکن ہوتا تو حضور ضرور بالضرور توحید سے پہلے اسی کی دعوت دیتے۔

ادب اور توحید ایک جائزہ

ادب کی تعریف میں کئی اقوال ملتے ہیں مختصراً اتنا سمجھ لیں، حسین لہجے، خوب صورت پیرایہ میں بات کرنے، متانت وسنجیدگی، عزت واحترام، اخلاق وتہذیب، عجز وانکساری اور شرم وحیا وغیرہ کو ادب میں شمار کیا جاتا ہے، یعنی بہر حال ادب کا تعلق انسانی اعمال سے ہے عقیدے سے نہیں۔

دوسری جانب توحید ورسالت دنیا کی سب سے بڑی اچھائی اور کمال کا نام ہے، اس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی بیان کرتے ہیں:

"قُلْتُ:يَا رَسُولَ الله، قُلْ لِي فِي الإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا غَيْرَكَ، قَالَ: "قُلْ: آمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ یعنی یا رسول اللہ مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتا دیں کہ میں آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں، آپ نے فرمایا کہ یوں کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور اس پر قائم رہو۔" (صحیح مسلم کتاب الایمان 1/65 رقم الحدیث 38)

الفاظ حدیث پر غور فرمائیں کہ حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی وہ بات جاننا چاہتے ہیں جو سب سے افضل ہو، جواب میں حضور ﷺ انہیں توحید کے اقرار اور اس پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے ہیں، اگر ادب عقیدہ توحید سے بڑھ کر ہوتا تو نبی رحمت ﷺ توحید ورسالت کی بجائے ادب کی تلقین فرماتے۔

یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہونا چاہے تو حکم یہ ہے اسے پہلی فرصت میں توحید ورسالت کا اقرار کرایا جائے، قبول اسلام کرانے میں ذرا سی تاخیر بھی جائز نہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فرماتے ہیں:

"جو کافر تلقین اسلام چاہے اسے تلقین فرض ہے اور اس میں دیر لگانا اشد کبیرہ بلکہ اس میں تاخیر کو علما نے کفر لکھا۔"

(فتاویٰ رضویہ، 21/172)

پیر صاحب کی مانی جائے قبول اسلام کو آنے والے کافر سے یہ کہا جائے گا پہلے ادب سیکھو اس کے بعد مسلمان بنایا جائے گا، اگر ادب سیکھنے دوران وہ مر جائے یا اس کا ارادہ بدل جائے تو اس کے کفر کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی؟

صحیح بات یہ ہے کہ پیر صاحب جوش غضب میں نہایت کمزور بات کہہ گئے جس کی زد سیدھے فرمان رسول پر پڑتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ادب عقیدہ توحید ورسالت کے بعد کا درجہ ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

"لِّتُؤْمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَ تُوَقِّرُوهُ وَ تُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّ أَصِيلًا۔ (سورۃ الفتح 9) تا کہ اے لوگو تم اللہ

اوراس کے رسول پر ایمان لاؤاور رسول کی تعظیم وتوقیر کرواور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔"

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ یعنی اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔" (سورۃ الحجرات 2)

ان آیات میں توحید ورسالت کے بعد ہی تعظیم وتوقیر رسول ﷺ کا حکم دیا گیا، تعظیم وتکریم ادب کا ہی نام ہے جیسا کہ صدرالافاضل فرماتے ہیں:

"یعنی جب حضور کی بارگاہ میں کچھ عرض کروتو آہستہ پست آواز سے عرض کرو، یہی در باررسالت کا ادب واحترام ہے۔"

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"الإيمان بضع وسبعون شعبة، فأفضلها: قول لا إله إلا الله، وأدناها: إماطة الأذى عن الطريق، و الحياء شعبة من الإيمان۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه (یعنی وحدانیت الٰہی) کا اقرار کرنا ہے اور ان میں سب سے نچلا درجہ کسی تکلیف دہ چیز کا راستے سے ہٹا دینا ہے۔ اور حیا بھی ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے۔" (بخاری شریف، کتاب الإیمان)

درج بالا حدیث میں حیا (ادب) کو ایمان کی شاخ قرار دیا گیا ہے یعنی ادب خود ایمان کی شاخ ہے، شاخ کتنی ہی اچھی اور بڑی ہوجائے مگر اپنی جڑ اور اصل سے کبھی نہیں بڑھ سکتی اور نہ اس سے پہلے ہوسکتی ہے۔

ادب کو توحید سے پہلے ماننا ایسا ہی ہے جیسے شاخ کو درخت اور اولاد کو باپ سے پہلے مانا جائے جو ناممکن ہے، اصل چیز یہ ہے کہ ادب اہل ایمان کا زیور اور مشرب ہے، یعنی اصل ادب ملتا ہی ایمان کے بعد ہے، ایمان سے پہلے جو بھی ادب ہے وہ بس نمائشی اور کاغذی ہے، عقیدہ توحید ورسالت کو چھوڑ کوئی ادیب منشی پریم چند اور شیکسپیئر تو ہوسکتا ہے لیکن مخدوم سمناں اور امیر خسرو نہیں ہوسکتا۔

□□□

از: مولانا انصار احمد مصباحی*

صفر کا مہینہ! منحوس یا مسعود؟

صفر کے آخری بدھ کی حقیقت اور اس ماہ میں ہونے والے اعراس

تصادو نظر

صفر المظفر سنہ ہجری کا دوسرا بابرکت مہینہ ہے، محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں، ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے:

''عرب کے نزدیک "صفر" پیٹ کے اندر کے سانپ کے ہیں، جو انسان کو بھوک کی حالت میں ڈستا رہتا ہے اور "کرمانی شرح بخاری" میں ہے کہ یہ (صفر نام کی بیماری) خارش (کھجلی) سے بھی زیادہ متعدی بیماری ہے۔''

(ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

''ھو داءٌ یأخُذُ البطن۔ صفر وہ بیماری ہے جو پیٹ میں پیدا ہوتی ہے۔'' (بخاری: 5717)

ماہ صفر کے تعلق سے پھیلی ہوئیں منحوس روایات و توہمات آج کی پیداوار نہیں ہیں؛ بلکہ اس کا تعلق زمانہ جاہلیت ہی سے ہے، دور جاہلیت میں لوگ اس مہینے کو منحوس سمجھتے اور صفر میں شادی بیاہ، لین دین، تجارتی سفر اور کسی بھی طرح کا مہتم بالشان کام کرنے سے گریز کرتے تھے، امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ مشارق الانوار میں لکھتے ہیں:

''اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ماہ صفر کو بڑھا کر ماہ محرم کو بھی اس میں شامل کر لیتے تھے یا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ لوگ محرم کا مہینہ ساٹھ دن کا کر کے بیچ سے صفر کو حذف کر دیتے ہوں جیسا کہ احادیث کی شروحات میں لکھا ہے یا پھر دو مہینے ملا کر تیس دن کر دیتے ہوں، اس معنی کی ایک حدیث طبرانی میں آئی ہے کہ دو مہینے کبھی تیس دن کے نہیں ہوسکتے۔''

یہ تو بنی نوع آدم پر پیغمبر اعظم مصطفیٰ کریم ﷺ کا احسان عظیم ہے کہ آپ نے دنیا سے ساری غیر انسانی اور غیر اخلاقی برائیوں کا قلع قمع کیا، اس مہینے کی توہمات کو ختم کر کے یہ تعلیم دی کہ ہر دن، ہر مہینہ اور سال اللہ کا ہے، کوئی دن یا مہینہ منحوس نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے اس منحوس سمجھے جانے والے صفر کو ''مظفر'' کا حسین ترین لبادہ پہنا دیا۔

نہایت افسوس کی بات ہے صریح احادیث موجود ہونے کے باوجود آج بھی کچھ حلقوں میں اس مہینے کو بالخصوص اس کے آخری بدھ کو منحوس سمجھا جاتا ہے، خطبات الناصحین نامی کتاب میں ایک لمبی حدیث مرقوم ہے، جس کا آخری حصہ ہے کہ حضرت جبرئیل امین نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ حضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے تمام بلائیں دس حصوں میں تقسیم کی ہے ان میں سے نو حصے صرف ماہ صفر میں نازل ہوتی ہیں۔'' (ص547)

اسی طرح یہ قول بھی حضرت شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمہ کی جانب منسوب کی جاتی ہے کہ ہر سال دو لاکھ اسی ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں اور صرف ماہ صفر میں تین لاکھ اسی ہزار بلائیں (ایضاً) لطف کی بات یہ ہے کہ مرزا غالب کے دور میں صفر کی نحوست اتنی مشہور تھی کہ غالب نے صفر کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کے استعارے میں ایک مکمل کلام ہی لکھ ڈالا ہے، جس کا پہلا شعر ہے۔ ؎

ہے چہار شنبہ آخر ماہ صفر چلو
رکھ دیں چمن میں بھر کے مے مشک وبو کی ناند

ماضی قریب میں حضور بحر العلوم علامہ مفتی عبد المنان اعظمی صاحب علیہ الرحمہ کے پاس ایک استفتا آیا، جس میں سائل نے پوچھا تھا:

''کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین؟ صفر کے آخری چہار

شنبہ کی کیا حقیقت ہے؟ کئی جگہ لوگ بڑے اہتمام سے وضو کرتے ہیں، پرانے برتنوں کو توڑ دیتے ہیں، نئے برتنوں میں کھانا پکا کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نیاز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی دن حضور کو صحت حاصل ہوئی تھی اور کہتے ہیں کہ صفر کے آخری بدھ کو حضور اقدس کو مرض وصال شروع ہوا تھا۔" (فتاویٰ بحر العلوم 5/ص 266)

اس طرح کی تمام روایات موضوع، من گھڑت، خود ساختہ اور نو پیدہ ہیں، جن کو حقیقت سے دور کا بھی رشتہ نہیں، مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی فتاویٰ رضویہ شریف کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"بعض جگہ کچھ لوگ اس دن (مذکورہ بالا) کو منحوس خیال کر کے برتنوں وغیرہ کو توڑتے ہیں یہ بھی فضول خرچی اور گناہ ہے، صفر کے مہینے کے آخری بدھ کی اسلام میں کوئی خصوصیت نہیں۔" (غلط فہمیاں اور ان کی اصلاح)

چند احادیث دیکھیے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تعدّی (ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانا) اور فر کی کوئی حقیقت نہیں۔" (بخاری، 5717/مسلم، 5919)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شگون، تکلیف، ایذا اور چھوت کسی پر اثر انداز نہیں ہوتی نیز کوئی مہینہ کبھی ساٹھ دن کا نہیں ہوتا۔ (ما ثبت بالسنۃ بحوالہ طبرانی)

اس ماہ مبارک کے تعلق سے پھیلی واہمات کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بظاہر صفر کے مہینہ میں کوئی خاص اسلامی تہوار نہیں ہے۔

عید مریداں

غور کیا جائے تو ماہ صفر ایک حیثیت سے دیگر کئی مہینوں سے ممتاز نظر آتا ہے، سال کے گیارہ مہینوں میں جتنے بزرگان دین کے اعراس منعقد ہوتے ہیں، کم و بیش اتنے ہی عرس تنہا ماہ صفر میں آتے ہیں، صحیح حدیث میں آیا ہے:

"عِندَ ذِکرِ الصالِحِینَ تَنزّلُ الرّحمۃ۔ یعنی صالحین کے ذکر کی جگہ خدا کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔"

ظاہر ہے مردان خدا کے عرسوں میں ان کا ذکر خیر ہی ہوتا ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"اعراس سے ارواح اولیا سے عشق و محبت پیدا ہوتا ہے اور فنا فی الشیخ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے، اسی راز کے تحت اعراس مشائخ کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کے مزارت کی زیارت پر مداومت اور ان کے لیے فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔" (تحفۂ محمدیہ، ص 24)

شاہ اسماعیل دہلوی (قتیل) نے بھی اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے:

"پس امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں، عرسوں اور نذر و نیاز کی خوبی میں شک وشبہ نہیں۔" (صراط مستقیم، ص 76)

اعراس

آئیے اس ماہ میں ہونے والے عرسوں پر سرسری نظر ڈالتے ہیں، پہلی تاریخ کو مارہرہ مقدسہ میں عرس قاسمی شریعت مطہرہ کے دائرہ میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے نیز دیوا شریف ضلع بارہ بنکی میں عرس وارث پاک منایا جاتا ہے۔

دوسری تاریخ کو محدث پیلی بھیتی، تین کو حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی، حضرت خواجہ دانا، سورت چار کو حضرت یعقوب چرخی، قطب الدین جونپوری، پانچ کو سیدتنا میمونہ، چھ کو شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی کے اعراس ہیں۔ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

اسی طرح ۷ر کو شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی، ۹ر کو امام موسیٰ کاظم، ۱۱ر کو مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خان، ۱۲ر کو حضرت رقیہ، مجاہد آزادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی، جزیرہ انڈمان نکوبار، ۱۳ر کو حضرت امام نسائی، ۱۴ر کو حضرت مالک بن دینار، ۱۵ر کو سلطان المشائخ حضرت بایزید بسطامی، علامہ ارشد القادری (رضی اللہ عنہم) کے وصال کی تاریخیں ہیں۔

یوں ہی ماہ صفر کے نصف اخیر کی بات کریں تو ۱۶ر صفر کو عاشق رسول حضرت سید احمد کبیر رفاعی، ۱۸ر کو حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری لاہوری، ۱۹ر کو حضرت سید احمد، کالپی بقیہ ص ۲۰ ر پر

از: مولانا محمد شہر یار نظامی*

ہائے! یہ کیسی آزادی؟



وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

نفرت وعصبیت، قتل وغارت، دل آزار بیانات، جور و ظلم اور کفر وارتداد کی آندھیوں کے بیچ، آج وطن عزیز یوم آزادی منا رہا ہے، دل مغموم ہے، قلب وجگر پارہ پارہ ہے پھر بھی لبوں پر جاری ہے" یوم آزادی مبارک"

جب ہم پر وقار اور روشن ماضی کو دیکھتے ہیں اور ہماری نگاہیں اسلاف کرام کی قربانیوں پر پڑتی ہیں تو ہماری روحیں تڑپ اٹھتی ہیں، رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور آنکھیں اشک بار ہوجاتی ہیں کہ جس وطن عزیز کی حریت کے باغ کو مسلمانوں نے خون جگر سے سینچا تھا، اس کی آزادی کی خاطر سمندروں کے تھپیڑوں میں کود پڑے تھے اور موجوں سے لڑتے ہوئے ساحل سمندر میں پہنچے تھے، بہت سی قربانیاں پیش کر کے جس کو آباد کیا اور پروان چڑھایا تھا، آج ان کی جدو جہد اور قربانیوں کو بھلا دیا جا رہا ہے، وہ ملک جس کی آزادی کے لئے ہمارے بزرگوں نے پھانسی کے پھندے کو چوما، تختۂ دار پر لٹکے، کالے پانی کی سیر کی، آج ان کی قربانیوں کو تاریخ کے صفحات سے مٹانے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے، وہ ملک جسے ہم نے اپنے خون سے امن وشانتی کا گہوارہ بنایا تھا، آج وہی ہمارے لیے مقتل کی شکل میں تیار کھڑا ہے، ہمیں یہاں سے دھکے مار کر نکالنے کی ناپاک کوششیں کی جارہی ہیں، ہماری قربانیوں اور ہماری حصے داریوں کا سرے سے ہی انکار کیا جا رہا ہے اور دل برداشتہ زبان سے یہ کہنا پڑ رہا ہے۔ ؎

ہم نے ہی تو سینچا تھا کبھی خون سے گلشن
کیوں باد سحر آج خفا ہم سے ہوئی ہے

ہندوستان کی آزادی میں مسلمانوں کی قربانیوں اور ان جد وجہد کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے، ان کی قربانیوں کے تذکرے کے بغیر تاریخ کا ہر صفحہ ادھورا اور ہر باب نامکمل ہے، آج کا حال اشک بار ہے، ملک کا ہر ہر گوشہ ماتم کناں ہے، بے چارگی، بے بسی اور مظلومیت پر ملک کے ہر مسلمان کا دل مغموم ہے، ملک کے کونے کونے سے مسلمانوں کو ہراساں کئے جانے کے واقعات اور ان کی بہو بیٹی کی عصمتوں پر حملے اور ارتدادی فتنے میں مسلم بچیوں کی شمولیت سے مسلمانوں کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب ہے۔

ہائے! یہ کیسی آزادی؟

کہ مسلمانوں کی جان ومال محفوظ نہیں، ہماری عزت وآبرو اور دین وایمان پر حملے ہورہے ہیں، سازش کے تحت مسلم لڑکیوں کو دام محبت میں پھنسا کر کفر وارتداد کی طرف دھکیلنے کی کوشش جاری ہے، جبری ''جے شری رام'' کے نعرے لگوائے جارہے ہیں، ہماری مسجدوں وممبروں کو مسمار کیا جارہا ہے، کتاب مقدس قرآن مجید کی بے حرمتی کی جارہی ہے، مدارس ومکاتب پر بنیاد پرستی اور دہشت گردی کے فروغ کا الزام لگایا جارہا ہے، خدائی قانون اور قرآن مجید کی ترمیم کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے، آئے دن نفرت انگیز نعروں اور دل آزار بیانوں کے ذریعہ ہم مسلمانوں کے جذبات واحساسات کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے، ہمارے حقوق سلب کرنے کی سازش کی رہی ہے۔

جب ہم مسلمانوں کے لہولہان حالات اور روح فرسا واقعات جب دیکھتے، سنتے اور پڑھتے ہیں تو دل لرزنے لگتا ہے، زبانیں

احوال وطن

گنگ ہوجاتی ہیں اور دل سے ایسی آہ نکلتی ہے کہ اگر ہمارے مجاہدین ان حالات کو دیکھتے تو کبھی انگریزوں کی غلامی سے ملک کو آزاد کرانے کے لیے اتنی بڑی قربانیاں نہ دیتے، اگر آج من کے کالوں، نفرت کے سوداگروں اور اہل اقتدار کی کالی کرتوتوں کو دیکھتے تو شمشیر برہنہ لے کر نہ میدان میں آتے اور نا ہی انگریزوں کے خلاف جنگ کا فتویٰ صادر فرماتے۔

امت کے غیور فرزندو! کب تک اپنی مسجدوں کو منہدم ہوتے ہوئے اور اپنی بہو بیٹیوں کی عزت و ایمان کے ساتھ کھلواڑ ہوتے ہوئے دیکھتے رہوگے؟ کب تک اپنے وجود و بقا کی بھیک غیروں سے مانگتے رہوگے؟ ہمیں خود کو بدلنا ہوگا، ہر میدان میں اپنی حصے داری ثابت کرنی ہوگی، تعلیمی، اقتصادی، معاشی اور سیاسی اعتبار سے ہمیں مضبوط ہونا پڑے گا، اگر ہم یوں ہی سوتے رہے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو کتنے بیت المقدس ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے، کتنی مسجدوں کو بابری مسجد کی شکل دے دی جائے گی اور کتنی مسلم بچیاں کفر ارتداد کی آندھیوں میں خس و خاشاک کی طرح بہ جائیں گی، یاد رکھو اس کے لئے آنے والی نسل کبھی تمہیں معاف نہیں کرے گی۔

آؤ! مایوسی کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں امیدوں کا چراغ جلاتے ہیں، ملت کی فلاح و بہبودی اور عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے اسلاف کرام کے نقش قدم کو مشعل راہ سمجھ کر آگے بڑھتے ہیں، تم انقلابی امت ہو، تم حالات کا رخ موڑنا جانتے ہو، ہندوستان کے مستقبل کو امن و آشتی اور خوشحالی و ترقی میں بدل سکتے ہو، بس اپنے اندر روح بلالی اور جذبہ فاروقی پیدا کرو، حسینی کردار سے لیس ہو جاؤ، تمہارا زوال عروج میں بدل جائے گا، ماضی کی طرح تمہارا مستقبل بھی شاندار اور پروقار ہوگا، وقت اور حالات کا تقاضا بھی یہی ہے اسی میں فلاح و کامرانی کا راز مضمر ہے۔

□□□

ص ۴۹ رکا بقیہ.......................................

خون سے اس گرد کو صاف کرتے، جب یہ جماعتوں نے سر چڑھ کر بکواسیں کرنا شروع کر دی اور سنی مسلمانوں کے عقیدوں کو خراب کرنے کی بھرپور کوشش کی، جب اعلیٰ حضرت مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے، تقویۃ الایمان نامی کتاب کے ذریعہ سارے ملک میں وہابیت کا فتنہ پھیل چکا تھا، اعلیٰ حضرت کی پیدائش سے پہلے کافی اکابرین نے اس کی رد میں کئی کتابیں تصنیف کیں، تاریخ گواہ ہے کہ وقت کا بڑے سے بڑا فتنہ نقاب ڈالے سامنے آیا اور آپ نے اپنی قلم سے انھیں پاش پاش کر دیا، وہابیوں دیوبندیوں نے دین کے نام پر مدارس بنائے تعلیم کے نام پر ہندوستان کے سنی مسلمان بچوں کے ذہن میں بدعقیدگی کا زہر گھولنا شروع کیا، ان ساری تفصیلات سے ہندوستان کے اکثر مسلمان بالکل بے خبر تھے۔

اعلیٰ حضرت نے حوصلہ مندی کے ساتھ اپنی پوری زندگی داؤ پر لگا دی، اگر آج وہ ان کے گندے عقیدوں کو دنیا کے سامنے نہ لاتے تو اہل سنت کا شیرازہ بکھر گیا ہوتا، امام اہل سنت نے ان کے کفر کو سامنے لا کر عشق رسول تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحب صحابہ، عظمت اہل بیت، عقیدت اولیا کے چراغ دلوں میں روشن کئے، دین کے یہ سچے محافظ سرکار اعلیٰ حضرت رحمت الٰہی کے جوار میں مسلمانوں کے دلوں پر حکومت کرنے لگے اور ہر وقت لوگوں کا ہجوم بندھ گیا، بریلی صاف ستھرے عقیدے اہل سنت کی پہچان بن گیا۔

□□□

ص ۵۳ رکا بقیہ.......................................

ہوں گی جو دین و دنیا دونوں کے لیے سعادت کا سبب بنیں گی، لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں ماؤں کو اپنے ذمے داری سے ذرہ بھر بھی غفلت نہیں برتنی چاہیے کہ آخرت میں ان سے اس بارے میں بھی سوال ہوگا، اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں اسلامی طرز معاشرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین الاشرف الافضل النجیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

(حاصل مطالعہ کتاب: کامیاب ماں)

□□□

احوال وطن

(از: مولانا بدرالدجیٰ الرضوی المصباحی*

مسلم لڑکیوں کا غیر مسلموں کے ساتھ فرار! ایک لمحہ فکریہ

احوال وطن

آج کل مسلم لڑکیوں کی غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی کے ویڈیو بڑی تیزی کے ساتھ وائرل ہو رہے ہیں جو اپنے آپ میں نہایت ہی شرمناک بات ہے کہ مسلم گھرانے کی پروردہ دخترانِ اسلام مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی رچانے کے بجائے اپنے دین وایمان کو خطرے میں ڈال کر غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ فرار ہو رہی ہیں، اس طرح وہ اپنی عزت وآبرو کو بھی نیلام کر رہی ہیں اور اپنے گھر، خاندان بلکہ پورے اسلامی معاشرے کی عزت اور وقار کو بھی خاک میں ملا رہی ہیں۔

مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ حلال ذرائع کے ہوتے ہوئے حرام ذرائع کو بروے کار لا کر شادی کرنے اور کرانے کا انجام دنیا میں بھی نہایت خطرناک ہے اور آخرت میں بھی اس کی سزا نہایت ہی بھیانک ہے، ایک مسلمان کے لیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت سب سے اہم اور ضروری یہ ہے کہ وہ اس دنیا میں جو چند روزہ ہے، اپنے دین وایمان کے ساتھ زندگی گزارے اور اسی پر اس کا خاتمہ بھی ہو، وہ اپنی تمام عائلی (ازدواجی) اور غیر عائلی مسائل ومعاملات کو اسلامی دائرے میں رہ کر انجام دے، مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کا غیر مسلم لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ نکاح اللہ تعالیٰ نے ناجائز وحرام قرار دیا ہے اور نہایت نفیس پیرایۂ بیان میں یہ سمجھایا ہے کہ بندۂ مومن کا مومنہ عورت کے ساتھ نکاح مشرکہ کے ساتھ نکاح سے بہتر ہے، اسی طرح مومنہ عورت کا مومن مرد کے ساتھ نکاح مشرک کے ساتھ نکاح سے بہتر ہے اور یہ بہتری دنیا اور آخرت ہر لحاظ سے ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۔ [البقرہ:۲۲۱] یعنی شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی ہے، اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو، جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو، وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔“ (کنزالایمان)

اس آیتِ مبارکہ کا پس منظر یہ ہے کہ بعد ہجرت حضور ﷺ نے حضرت مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس غرض سے مکۃ المکرمہ روانہ فرمایا کہ وہ وہاں سے بچے کھچے مسلمانوں کو نکال کر مدینہ لے آئیں، آپ حکم رسالت پر عمل کرتے ہوئے مکۃ المکرمہ جا پہنچے، وہاں عناق نامی عورت رہا کرتی تھی؛ جسے قبل اسلام آپ محبوب رکھتے تھے، جب اسے مکہ میں آپ کی آمد کا پتا چلا تو وہ آپ کے پاس آئی اور خلوت کی طالب ہوئی، آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ: اب اسلام ہمارے اور تمہارے درمیان حائل ہے، اس نے کہا: کیا تم مجھ سے نکاح کر سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن میں اس معاملے کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کروں گا، جیسا حکم صادر ہوگا؛ ویسا کروں گا، اس وقت یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ [تفسیر ابی سعود، ج1ص221]

اس آیت میں مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب تک مشرکہ عورت ایمان نہ لے آئے تم اس سے نکاح نہ کرو، اسی طرح

* مضمون نگار دار العلوم، ضیاء العلوم خیرآباد، مئو، یوپی کے استاد ہیں۔

مسلمہ عورتوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ جب تک مشرک مرد ایمان نہ لے آئے تم اس سے نکاح نہ کرو اور علیٰ سبیلِ التنزل یہ فرمایا گیا ہے کہ: اگر مسلمان مشرک کے اعتبار سے کم رتبہ بھی ہے جب بھی وہ دنیاوی اعتبار سے اعلیٰ رتبہ رکھنے والے مشرک یا مشرکہ سے بہتر ہے، بلکہ فقہا نے یہ فرمایا ہے کہ: مسلمہ عورت کے نکاح کے جواز کی شرط یہ ہے کہ اس کا ہونے والا شوہر مسلمان ہو بصورتِ دیگر شرعاً اس کا نکاح ہی صحیح نہیں ہوگا، جیسا کہ ہدایہ اولین کے حاشیہ میں ہے:

"لان اسلام الزوج شرط جوازِ نکاح المسلمة"

[ہدایہ اولین، باب فی الاولیاء والاکفاء، ص300/ حاشیہ نمبر15]

ظاہر سی بات ہے جب لڑکا مسلمان نہیں ہوگا اور اس سے مسلم لڑکیاں فرار ہو کر شادی رچائیں گی یا ان کے اولیا غیر مسلموں کے ساتھ اپنی بیٹی بیاہیں گے تو یہ نکاح شرعاً باطل اور حرام ہوگا اور جب یہ نکاح حرام ہوگا تو غیر مسلم شوہر کے ساتھ مسلم لڑکی کا اختلاط اور قربت بھی حرام ہوگی، لہٰذا آزاد خیال مسلم لڑکیاں ہوش کے ناخن لیں اور خود کو حرام کاری اور زنا سے باز رکھیں اور حفظِ نفس کے لیے اپنی ہونے والی اولاد کو شرم سار نہ کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اسلام سے وابستگی ہی دنیا اور آخرت میں نیک نامی اور خیر وفلاح کا باعث ہے، بہتر ہوگا کہ وہ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں، بالخصوص صحابیات کی سیرت وسوانح کو اپنے لیے نمونہ بنائیں اور اسی کی روشنی میں اپنی زندگی کا فیصلہ کریں۔

حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت صاحبِ فضیلت، بہادر اور نامور صحابیہ ہیں اور مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں، جب اسلام کی آمد ہوئی تو یہ اسلام لے آئیں اور اپنے شوہر مالک بن نضر کو دعوتِ اسلام دی؛ جس سے وہ ناراض ہو گئے اور انھیں مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے، وہیں پر ان کا انتقال ہو گیا، پھر حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے؛ انھوں نے حضرت ام سلیم کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت ام سلیم نے اس پیغام کو اس شرط سے منظور کیا کہ وہ اسلام لے آئیں، حضرت ابوطلحہ نے اس شرط کو قبول فرما لیا، پھر حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے نکاح کیا۔ [تہذیب التہذیب، ج12/ ص471]

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ نکاح غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ نکاح کے لیے بے تاب مسلم لڑکیوں کے لیے نمونہ ہے، اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حرم نبوی میں داخل ہوئیں تو ان کے والد حضرت ابوسفیان جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے؛ بیٹی سے ملاقات کے لیے مدینۃ المنورہ میں ان کے مکان پر حاضر ہوئے، حضور علیہ الصلاۃ و السلام کا بستر بچھا ہوا تھا، اس پر بیٹھنا چاہا؛ تو بیٹی نے بستر فوراً ہی کھینچ لیا اور اسے تہ کر کنارے رکھ دیا؛ جس پر ابوسفیان غضب ناک ہو گئے، پوچھا: بیٹی! بستر میرے لائق نہیں ہے یا میں بستر کے لائق نہیں ہوں؟ بیٹی نے جواب دیا:

"یہ اللہ کے رسول کا بستر ہے اور آپ کفر وشرک کی نجاست سے ملوث ہیں، اللہ کے رسول جیسی مقدس ہستی کے بستر پر کفر وشرک کی نجاست سے آلودہ شخص کو بیٹھنے دوں؛ یہ میرے لیے ناممکن ہے۔"

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کفر وشرک سے اس قدر اجتناب اور بیزاری کہ باپ ہونے کے باوجود انھیں اپنے بستر پر بیٹھنے نہیں دیا اور آج کی دخترانِ اسلام کا یہ شیوہ کہ وہ کفار ومشرکین کے ساتھ نکاح کر رہی ہیں یا نکاح کے لیے پر تول رہی ہیں، العیاذ باللہ۔

آج جس تیزی کے ساتھ یہ وبا پھیل رہی ہے؛ اس کی ذمہ داری سے والدین بھی بچ نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ نے ماں اور باپ پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے اخلاق کی کڑی نگرانی کریں اور ان کی کسی بھی کوتاہی، ضد اور ہٹ دھرمی کو ہرگز نظر انداز نہ کریں بالخصوص وہ اس پر دھیان دیں کہ: ان کی بچیاں کیا کرتی ہیں؟ کہاں آتی اور جاتی ہیں؟ کس سے یارانہ رکھتی ہیں؟ ان کی سہیلیوں کا کیریکٹر کیا ہے؟ اور سب سے ضروری یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں میں کسی بھی قسم کا موبائل نہ جانے پائے؛ کیوں کہ یہ زہرِ ہلاہل ہے، جب رگ وپے میں بقیہ ص ۲۰/ پر

از: پیر محمد اجمل رضا قادری*

غیض و غضب اور اسلامی تعلیمات

اسلامیات

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر مختلف قسم کی خوبیاں، مختلف قسم کی صلاحیتیں اور مختلف قسم کے جذبات رکھے ہیں، انسان طاقت ور اتنا ہے کہ بڑے بڑے شیر، بڑے بڑے ہاتھی، بڑے بڑے اونٹ، گھوڑے، بڑے بڑے دریا اپنے کنٹرول میں کر لیتا ہے اور کمزور اتنا زیادہ ہے کہ بعض اوقات ایک چھوٹی سی مکھی بھی اس کے ہاتھ نہیں آپاتی، یہ محبت کرنے پہ آئے تو اس کا دل دریا سے بھی زیادہ بڑا ہو جاتا ہے اور جب نفرت کے جذبات پیدا کر لیتا ہے تو خوفناک قسم کے افکار و خیالات کا مالک بن جاتا ہے۔

انسان کی انھیں خوبیوں اور انھیں خرابیوں پر اسلام نے ہماری تربیت فرمائی، دین نے ہمیں خوبصورت اسلوبِ زندگی عطا فرمایا، انسان کی خوبیوں اور کمزوریوں کی جب ہم تلاش کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے درگزر کی عادت بھی رکھی ہے، محبت بھی رکھی ہے، شفقت بھی رکھی ہے، پیار بھی رکھا ہے، دوسروں کا احساس بھی رکھا ہے، یہ کئی دفعہ کسی کی تکلیف پر بڑا کھل کے روتا ہے لیکن اسی انسان کے مزاج کے اندر اللہ تعالیٰ نے غیض و غضب بھی رکھا ہے، غصے کے جذبات بھی اس کے اندر شامل ہوتے ہیں لیکن حکم یہ دیا گیا ہے کہ تمہارا جو غصہ ہے وہ اس وقت ہونا چاہئے جب دین کی حدوں کو توڑا جائے، تمہارا غصہ ہونا چاہئے لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے لئے، رسولِ پاک علیہ السلام کے بے اَدَبوں کے لئے، اپنوں کے لئے تمہارا غصہ نہیں ہونا چاہئے، تمہیں لوگوں سے درگزر کرنا چاہئے، معافی دینی چاہئے۔

قرآن مجید نے کہا:

"**وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ**۔ یعنی جو غصہ پی جاتے ہیں، لوگوں سے درگزر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔" (سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۳۴)

ہمارے معاشرے کے اندر، سوسائٹی کے اندر غصہ بڑا عروج پکڑتا جا رہا ہے، اس غصے نے بڑی بڑی عجیب چیزیں پیدا کر دی ہیں، اگر میں کہوں کہ ۸۰ر سے ۹۰ رفیصد جو غلطیاں ہیں، کمزوریاں ہیں، ظلم ہیں، اس کے پیچھے غصہ کارفرما ہے، تو شائد یہ بات زیادہ غلط نہ ہوگی، آپ دیکھ لیں کہ طلاق کے روز بہ روز بڑھتے ہوئے واقعات ہیں، پس منظر میں غصہ ہے، آپ یہ دیکھ لیں کہ جو لوگ قتل کرتے ہیں، کسی انسانی جان کو ہی ضائع کر دیتے ہیں تو جب آپ اس کے پیچھے کارفرما عناصر کی تلاش کریں گے تو دیکھیں گے کہ اس کے پیچھے غصہ ہے۔

خودکشی کا جو بڑھتا ہوا رجحان ہے اس کو بھی کبھی آپ غور سے دیکھ لیں تو اس کے اندر بھی عدمِ برداشت ہے، غصے کو کنٹرول نہ کرنا ہے، اس نے خودکشی جیسا گناہ پیدا کر دیا ہے، غصہ تو اتنی خوفناک چیز ہے کہ انسان کے منہ سے کفریہ کلمات نکل جاتے ہیں، معاذ اللہ، ایسی باتیں کر دیتا ہے کہ وہ دارۂ دین سے ہی خارج ہو جاتا ہے۔

اس لئے میرے نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''ایلوا'' جس طرح شہد کے اندر آئے تو اسے بگاڑ کر رکھ دیتا ہے، اسی طرح غصہ تمہارے ایمان کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے، ایسی چیزیں پیدا کر دیتا ہے جو تمہارے دین اور ایمان کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتی ہیں، اپنی زندگی کے اندر دلیری پیدا کی جائے، اپنے دل کو بڑا کیا جائے، درگزر کے جزبات پیدا کئے جائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جو ہمیں اتنا معاف کرتا ہے تو ہم بھی اللہ کے بندوں کو معاف کرنے کا مزاج بنائیں، رب تعالیٰ ہمارے

* مضمون نگار تحریک اصلاح معاشرہ کے بانی ہیں۔

گناہوں پر جلدی پکڑ نہیں کرتا تو اگر ہم بھی ذرا اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کے بارے میں اپنے دلوں کے اندر نرمی پیدا کرلیں اور ہم بھی بہت جلدی غیض وغضب کا شکار نہ ہوں تو شائد سوسائٹی کے اندر جو اتنا خوفناک رجحان ہے، یہ تھوڑا ٹھیک ہو پائے۔

نبی کریم ﷺ ایک جگہ سے گزر رہے تھے تو کچھ لوگوں پہ نظر پڑی، ان کی کیفیت روٹین سے ذرا ہٹ کے تھی، منتشر سے وہ لوگ بیٹھے تھے تو فرمایا یہ کون لوگ ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ پہلوان ہے اور ایسا پہلوان ہے کہ ہمیشہ ہر مقابلے کے اندر فتح یاب ہوتا ہے، کبھی بھی اسے ناکامی کا سامنہ نہیں کرنا پڑا، نبی پاک ﷺ نے فرمایا" میں تمہیں نہ بتاؤں بڑا پہلوان کون ہوتا ہے" یا رسول اللہ ﷺ، بتائیے:

تو فرمایا بڑا پہلوان تو وہ ہوتا ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ کو کنٹرول کرلے، جسے اپنے جزبات پر قابو رکھنا آئے، جو شیطان کے وار سے بچ جائے، وہ بڑا پہلوان ہے، دنیا کے اندر تو لوگ پہلوان بنتے ہی ہیں، پہلوان کہلاتے ہی ہیں، پہلوان ہونے کا اعلان کرتے ہی ہیں، بڑے طاقتور وہ بتائے اور سکھائے اور دکھائے تو جاتے ہیں لیکن اصل دلیر وہ شخص ہے کہ اس کے جذبات میں پورا مدوجزر آجائے، حالات پورے خراب ہوتے دکھائی دیں لیکن اس کے باوجود وہ شخص اپنے غصے کو کنٹرول کرے، اپنے جذبات کو قابو رکھے، شیطان جو اس کے دل کے اندر خوفناک خواہشات پیدا کرتا ہے اس سے اپنے آپ کو بچائے تو یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس کے ساتھ درگزر کا معاملہ کرے گا۔

نبی پاک ﷺ نے بار بار اپنے غلاموں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی اور حضور ﷺ نے تربیت فرمائی اور مختلف انداز میں لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ تم نے اپنے غیض وغضب کو اپنے غصے کو ہمیشہ کنٹرول (قابو) کے اندر رکھنا ہے۔

حضرت سیدنا سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی" یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی نصیحت کردیں" تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا" غصہ نہ کرنا" عرض کرتے ہیں میں نے دوبارہ عرض کی حضور ﷺ کوئی نصیحت کردیں تو فرمایا" غصہ نہ کرنا" تیسری دفعہ پھر عرض کی حضور ﷺ کوئی نصیحت کریں، تو فرمایا غصہ اپنے کنٹرول میں رکھنا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا تھا" یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں، میں وہ کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں" تو حضور ﷺ نے فرمایا، غصہ نہ کر، اپنے جذبات کو قابو میں رکھ، رب تجھے جنت عطا کردے گا۔

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے" یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل جاننے کی خواہش ہے جو اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرے" تو حضور ﷺ نے فرمایا، غصہ نہ کیا کر، رب بھی تیرے اوپر غضب نہیں فرمائے گا۔

تو حضور ﷺ نے ہمیں اس بات کی طرف پوری طرح متوجہ کیا ہے کہ تم اپنے جذبات کو تھوڑا ٹھہراؤ پیدا کرو، تھوڑا سا تم رکو، ہر موقع ایسا نہیں ہے کہ جس کے اندر تم یہ چاہو کہ اب جو میں نے غصہ کیا ہے تو میں وہ کرکے ہی دکھاؤں گا۔

ایک موقع پر حضور ﷺ نے اس طرح بھی تربیت فرمائی تھی، ایک شخص اپنے غلام کو مار رہے تھے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، جتنا تمہیں اس پر اختیار حاصل ہے نہ، اس سے کہیں بڑھ کر میرے رب کو تم پر اختیار حاصل ہے، تو اتنا تم اس پر اپنا غصہ نکال سکتے ہو اگر مالک چاہے تو تم پر بھی غصہ نکال سکتا ہے۔

اپنے غصے کو قابو میں رکھنا، اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا، سوسائٹی کے اندر یہ چیزیں امن پیدا کریں گی اور بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو غصہ زیادہ کرتے ہیں تو ان کی ذہنی صلاحیتیں کمزور ہو جاتی ہیں، اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پاتے، اپنا نقصان کرنا شروع کردیتے ہیں، گھر کی چیزیں توڑتے ہیں، اپنے آپ کو زخمی کرلیتے ہیں تو آہستہ آہستہ اس طرح کے لوگ نفسیاتی مریض کہلانے لگتے ہیں۔

تو اپنے آپ کو بہت زیادہ قابو میں رکھا جائے، اب غصہ کسی کو آتا ہے تو وہ کہتا ہے یار میں کروں کیا، تو نبی پاک ﷺ نے وہ طریقہ بھی ہمیں ارشاد فرمایا، حضور علیہ السلام نے ایک

شخص کو دیکھا کہ وہ شدید غصے میں تھے، ان کی ناک پھول رہی تھی، تو اللہ کے محبوب ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر یہ شخص وہ کلمہ پڑھے تو اس کا یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے، غصہ قابو میں آسکتا ہے، یارسول اللہ ﷺ وہ کلمہ کیا ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ"

اِس کو پڑھے گا تو غصہ قابو میں رہے گا، غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے تو جب یہ اعوذ باللہ پڑھے گا تو شیطان اس سے دور ہوگا تو غصہ بھی دور ہو جائے گا، پھر میرے نبی پاک ﷺ نے ایک دوسرا حل بھی ارشاد فرمایا، فرمایا جب تمہیں غصہ آجائے تو خاموش ہو جاؤ، جب غصہ تمہیں آئے تو تم خاموشی اختیار کرو، مسند امام احمد بن حنبل میں حدیث موجود ہے، اس لئے کہ جب آپ خاموش ہو جاتے ہیں تو بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو غصہ آپ سے کہلوانا چاہتا ہے، وہ رک جاتی ہیں، بہت سے ایسے کام جو غصہ آپ سے کرانا چاہتا ہے، وہ رک جاتے ہیں اور کئی دفعہ غصے میں آپ وہ کچھ کہہ دیتے ہیں اور ایسے لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ لفظ بھی واپس نہیں آتے اور ان بڑوں کی، ان معزز لوگوں کی، ان خوبصورت لوگوں کی، جن کا ادب ہمارے ذمے تھا، ان لوگوں کی ہم کچھ ایسی بے ادبیاں کر بیٹھتے ہیں جن کے پھر دل دوبارہ جوڑنے مشکل ہو جاتے ہیں۔

غصہ آنے پہ خاموشی اختیار کی جائے، اپنے آپ کو سنبھالا جائے، ان جملوں کو قابو میں کرلیا جائے کہ جو اگر اپنی زبان سے نکلیں گے تو سامنے والے کے دل کو، اس کی روح کو چھلنی کر دیں گے، اس کو وہاں لا کے کھڑا کر دیں گے کہ جہاں وہ بڑی تکلیف محسوس کرے گا، اسی طرح اللہ کے محبوب ﷺ نے غصے کے موقع پر وضو کرنے کا بھی حکم ارشاد فرمایا، اس لئے کہ غصہ شیطان کے طرف سے ہے، وہ آگ سے بنا ہے، تو پانی جو ہوتا ہے، یہ آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔

بہت زیادہ شدید غصہ آئے تو آپ وضو کریں، وضو جو ہے وہ قابو کرے گا آپ کے غصے کو، تو کوشش فرمائیں، اپنے لب و لہجے کے اندر درگزر کے پہلو کو نمایاں کریں اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک اور بات بھی لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں "خوفِ خدا ہو تو غصہ ویسے ہی نہیں آتا" مزید وہ فرماتے ہیں "للّٰہیت زیادہ ہو تو غصہ ویسے ہی نہیں آتا۔"

توجہ رب رسول (عزوجل و ﷺ) کی طرف بڑھی ہو تو پھر بندہ اپنے اوپر ہی ناراض زیادہ ہوتا ہے، لوگوں پر ناراض کم ہوتا ہے، ہماری چونکہ توجہ اللہ کی جانب زیادہ ہونے کے بجائے بندوں کی جانب زیادہ ہوگئی، اس لئے غصہ زیادہ آتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے، مالکِ کریم ہمیں صحیح معنوں میں شریعت اسلامیہ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

□□□

ص ۴۶ رکا بقیہ..

تحفظ دین اسلام کا سبق پڑھا رہا ہے بدعتوں گمراہوں کو مٹا کر مردہ سنتوں کو زندہ کر رہا ہے، شریعت مقدسہ کے احکام کو عملی جامہ پہنا کر دنیائے اسلام میں کتاب وسنت کی سچی تعلیم پھیلا رہا ہے۔

چنانچہ ہندوستان میں باطل جب وہابیت و دیوبندیت کی مکروہ شکل میں نمودار ہوا تو اس کی سرکوبی کے لیے امام اہل سنت نے وہ نمایاں کردار ادا کیا اور اپنے زور قلم سے باطل کے ایوانوں میں ایسا زلزلہ بپا کر ڈالا کہ منکرین کو آپ کے مقابلے کی جرئت نہ ہو سکی، اعلیٰ حضرت کی تحریک سے ہی مسلمانان اہل سنت وہابی دیوبندی عقائد باطلہ سے باخبر ہو کر ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے لگے آپ نے اتنی قلیل مدت میں ردوہابیت پر اس قدر خدمات کی کہ اتنی مدت میں ایک ادارہ اور تنظیم بھی سرانجام دینے سے قاصر ہیں۔

خدانخواستہ امام اہل سنت نے فتنۂ وہابیت والحاد کے سیلاب پر بند نہ باندھا ہوتا تو آج اہل سنت کا شیرازہ بالکل بکھر گیا ہوتا۔ ؎

تو نے باطل کو مٹایا اے امام احمد رضا
دین کا ڈنکا بجایا اے امام احمد رضا

□□□

ایک محقق کے قلم سے

نعرۂ ''انا الحق'' اور حسین بن منصور حلاج

تاریخ میں آپ کی شخصیت کو ایک متنازع شخصیت کے طور پر دیکھا گیا ہے، آپ کی وفات کے بعد علما کے ایک گروہ نے آپ کو کافر و زندیق تک قرار دیا، جن میں امام اصفہانی جیسے لوگ بھی شامل ہیں اور بعد کے بھی کافی علمائے کرام نے ابن حلاج کے اقوال کو گمراہی قرار دیا ہے، جن میں امام ابن جوزی ابن حجر مالکی، علامہ ذہبی جیسے علمائے کرام شامل ہیں۔

جبکہ دوسرے علما و صوفیا کے گروہ نے جن میں رومی، شیخ شعیب حریفیش، شیخ علی ہجویری، نظام الدین اولیا، شیخ فرید الدین عطار، امام احمد رضا اور ڈاکٹر اقبال جیسے عظیم لوگ شامل تھے، انہوں نے انھیں ولی اور شہید حق کا درجہ دیا، میں اپنے ''ورشہ پیج'' کے دوستوں کو تاریخ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے علما کے دونوں موقف کو پوری دیانت داری سے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، باقی آپ کو اختلاف رائے کا حق ہے، میں اپنی اس تحقیقی پوسٹ کو قدرے تفصیل سے لکھ رہا ہوں جو شائد آپ نے پہلے کبھی نہ پڑھی ہوگی، میں نے اسے کافی محنت سے تیار کی ہے، سب سے پہلے اپنے ورشہ پیج کے دوستوں کو حسین بن منصور حلاج کی زندگی کے حالات کے متعلق بتانا چاہوں گا۔

اکثر لوگ ان کو ''منصور حلاج'' کے نام سے پکارتے ہیں جو کہ درست نہیں، ان کے والد کا نام ''منصور'' اور ان کا اپنا نام ''حسین'' تھا، 858ء میں فارس (موجودہ ایران) کے شمال مشرق میں واقع ایک قصبہ ''الطور'' میں پیدا ہوئے، آپ ایک فارسی صوفی اور مصنف تھے، پورا نام ''ابوالمغیث الحسین ابن منصور الحلاج'' تھا، والد کپڑا بنتے تھے، جس کی وجہ سے نسبت ''حلّاج'' پڑ گئی، بارہ برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا، بچپن ہی سے آیات کے باطنی معانی تلاش کرنے کا شوق تھا، عمر کا ابتدائی زمانہ عراق کے شہر ''واسط'' میں گزرا، پھر ''اہواز'' کے ایک مقام ''تستر'' میں سہل بن عبداللہ اور پھر بصرہ میں عمرو مکی سے تصوف میں استفادہ کیا، عمر کا بڑا حصہ سیر و سیاحت میں بسر کیا، بہت سے ممالک کے سفر کیے جن میں مکہ اور خراسان خصوصی طور پر شامل ہیں۔

874ء میں سولہ برس کی عمر میں تعلیم مکمل کر لی، جس میں صرف و نحو، قرآن اور تفسیر شامل تھے اور تستر چلے گئے، جہاں سہل التستری کے حلقۂ ارادت میں شمولیت اختیار کر لی، جن کی تعلیمات نے ان کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے، 876ء میں اس زمانے کے تصوف کے اہم مرکز ''بصرہ'' چلے گئے اور وہاں عمرو المکّی کے سلسلۂ طریقت میں شامل ہو گئے، 878ء میں ابو ایوب الاقع کی بیٹی سے شادی کر لی جس کی وجہ سے عمرو المکّی ان کا مخالف ہو گیا، کچھ عرصے بعد بغداد چلے گئے، جہاں ان کی مشہور صوفی بزرگ ''جنید بغدادی'' سے ملاقات ہوئی اور آپ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے، 897ء میں دوسرا حج کرنے کے بعد بحری جہاز کے ذریعہ ہندوستان کا سفر اختیار کیا، جس کے دوران ''ہندومت'' اور ''بدھ مت'' کے پیروکاروں سے واسطہ پڑا، ہندوستان میں انھوں نے ملتان اور منصورہ کا سفر کیا، بغداد سے واپسی پر آپ پر جادو، افسوں طرازی اور جنات سے رابطے کے الزامات بھی لگے، گلیوں، بازاروں میں والہانہ انداز میں اشعار پڑھتے اور خدا سے اپنے عشق کا اظہار کرتے، کہتے ہیں اکثر خود کھانا کھانے کی بجائے اپنے سیاہ رنگ کے کتے کو کھلایا کرتے تھے، جس کو وہ اپنا نفس کہا کرتے تھے، اسی دوران ایک دن صوفی بزرگ ''شبلی'' کے دروازے پر دستک دی، جب شیخ شبلی نے پوچھا کون ہے، تو جواب میں یہ مشہور فقرہ ''انا الحق'' (میں حق ہوں) کہا یا بعض کے نزدیک ''انا الاحق'' کہا۔

تحقیقات

چوتھی 913ء میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور نو برس تک نظر بند رکھا گیا، نظر بندی کے دوران ''کتاب الطواسین'' مکمل کی، آخری بار وزیر حامد العباس کے ایما پر مقدمہ چلایا گیا، قاضی ابو عمر ابن یوسف نے حکم نامہ جاری کر دیا کہ ''تمہارا خون بہانا جائز ہے'' 25 مارچ 922ء کی رات کو قید خانے میں ابن خفیف آ کر ملے، پوچھا: عشق کیا ہے؟ حلاّج نے جواب دیا، کل خود دیکھ لینا، بالآخر 26 مارچ 922ء پہلے ان کے ہاتھ کاٹے گئے، پھر پیر کاٹے گئے اور آخر میں سر قلم کر دیا گیا، اس کے بعد ان کی لاش پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی اور راکھ دریائے دجلہ میں بہا دی گئی۔

اس کی وجہ بھی یوں بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ کی روح جسد خاکی سے پرواز کر گئی تو آپ کے جسم سے "انا الحق" کی آوازیں آنے لگیں، لوگوں نے کہا کہ یہ بہت خطرناک حالت ہے، پھر آپ کی لاش کو جلا دیا گیا، اس میں سے بھی "انا الحق" کی آوازیں آنے لگیں، آخر کار آپ کی راکھ کو دجلہ میں ڈال دیا گیا تو راکھ کے ڈالتے ہی دجلہ کے پانی میں سے بھی "انا الحق" کی آوازیں آنے لگیں اور دریا جوش مارنے لگا، آپ نے پہلے ہی اپنے خادم کو نصیحت کر دی تھی کہ جب یہ حالت ہو تو میرا خرقہ دریا کی طرف کر دینا، چنانچہ خادم نے آپ کا خرقہ دریا کی جانب کر دیا، جس کو دیکھتے ہی دریا کا جوش ٹھنڈا ہو گیا اور پانی اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔

حضرت منصور الحلاج ایک ایسے ولی اللہ ہیں جنہوں نے سرِ عام ''انا الحق'' کا نعرہ بُلند کیا تھا، ذیل میں اُن کے بارے میں بعض جلیل القدر اولیائے کرام اور علما کی رائے پیش کی جا رہی ہے تاکہ کچھ کم علم لوگ جن کو ''منصور الحلاج'' کے بارے میں کوئی غلط فہمی ہے، وہ دُور ہو جائے اور وہ اُن کا بھی ایسا ہی ادب و احترام کریں جیسے دوسرے اولیاء اللہ کا کرتے ہیں۔

حضور داتا صاحب علی بن عثمان الہجویری

''انہیں میں سے مستغرق معنیٰ ابو الغیث حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ عنہ ہیں، آپ سرمستان بادۂ وحدت اور مشتاقِ جمالِ احدیت گزرے ہیں اور نہایت قوی الحال مشائخ تھے۔'' (کشف المحجوب، ص300)

حضرت مولانا روم

گفت فرعونے انا الحق گشت پست
گفت منصورے انا الحق گشت مست

لعنۃ اللہ ایں انا را در قفا
رحمۃ اللہ ایں انا را در قفا

یعنی فرعون نے "انا الحق" کہا تو ذلیل ہو گیا اور منصور نے "انا الحق" کہا (عشق و محبت میں) تو مست قرار پایا، فرعون کی خودی کے لیے تو بعد میں اللہ کی لعنت ہی رہ گئی اور منصور کی خودی کے لیے بعد میں اللہ کی رحمت رہی ہے۔ (مثنوی روم)

محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء

خواجہ نظام الدین اولیاء (م725) حلاج کی بزرگی کے اس قدر قائل تھے کہ آپ نے فرمایا:

''ذکر مشائخ کا ہو رہا تھا، بندہ نے عرض کیا کہ سیدی احمد (سید احمد رفاعی) کیسے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ بزرگ شخص تھے، عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کو بزرگی سے یاد کرتے ہیں تو اسے سیدی کہتے ہیں، وہ شیخ حسین بن منصور حلاج کے زمانے میں تھے، جب کہ ان کو جلایا گیا اور ان کی خاک دجلہ میں ڈالی گئی، سیدی احمد نے ذرا سی خاک اس میں سے تبرکاً اٹھا کر کھا لی تھی، یہ ساری برکتیں اسی سبب سے انہیں حاصل تھیں۔'' (فوائد الفواد، ص471)

امام احمد رضا خان قادری بریلوی

فاضل بریلوی سے سوال کیا گیا:

''حضرت منصور و تبریز و سرمد نے ایسے الفاظ کہے جن سے خدائی ثابت ہے، لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں اور فرعون، شداد، ہامان و نمرود نے دعویٰ کیا تھا تو مخلد و النار ہوئے، اس کی کیا وجہ ہے؟

ارشاد فرمایا:

"اِن کافروں نے خود کہا اور ملعون ہوئے اور اُنہوں نے خود نہ کہا، اس نے کہا جسے کہنا شایاں ہے اور آواز بقیہ ص۹ر پر

(از: مفتی غلام آسی مونس پورنوی *

علامہ سراج الحق نوری کشن گنجوی! سیرت وشخصیت

اسلاف واخلاف

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس جہان فانی میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک لاکھوں انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے بندوں کی رہنمائی وہدایت کے لئے مبعوث فرمایا، یکے بعد دیگرے انبیا ومرسلین تشریف لاتے رہے، کسی کو پروردگار عالم جل جلالہ نے نئی شریعت دے کر دنیا میں بھیجا، کسی کو کسی کا معاون بنا کر بھیجا، کوئی کسی خطے کا نبی بنا کر بھیجا گیا، کوئی کسی خطے کی نبوت ورسالت سے سرفراز کیا گیا، سارے انبیائے کرام علیہم السلام یکے دیگرے تشریف لاتے رہے اور سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو ساری کائنات کے لئے نبی بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت کا دروازہ بند فرمایا اور اعلان فرمایا اب میرے محبوب کی نبوت ورسالت کے بعد کسی کی نبوت ورسالت نہیں، اب قیامت تک میرے محبوب کی نبوت و رسالت کا سکہ کھنکے گا۔

جب پروردگار عالم نے نبوت ورسالت کے دروازے پر مہر لگادی، تو انسانی ذہن میں اک سوال پیدا ہوا، کہ مولیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک لاکھوں پیغمبران عظام تشریف لائے سبھوں نے تیرے بندوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا، سبھوں نے تیرے بندوں تک تیرا پیغام پہنچایا اور وحدانیت کی تسبیح پڑھی، مگر اب تیرے حبیب کی حیات ظاہری کے بعد تیرے بندوں کو ہدایت کے ساحل سے کون ہم آہنگ کرائے گا؟ قیامت تک تیرے اور تیرے محبوب کے دین کی نشر واشاعت کیسے ہوگی؟

اس سوال کا جواب پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث دیتی ہوئی نظر آئی اور فرمایا کہ اے میرے امتیو، تمہیں گھبرانے کی ضرورت ہرگز نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالی نے دین موسوی کو چلانے کے لئے سینکڑوں انبیاء کرام کو موسیٰ علیہ السلام کا معاون بنا کر بھیجا تھا، کیونکہ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے اب میں اپنی شریعت کی نشر واشاعت کے لیے اپنی شریعت کی تحفظ وبقا کے لئے اپنی امت کے علماء کا انتخاب کرتا ہوں اور فرمایا:

”العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح دین کا کام کریں گے۔“

اب میرے بعد دین کا کام میری امت کے علما کے ہاتھوں میں ہوگا، جب میرے دین پر یلغاریں ہونگی تو اس وقت میرے وارثین اس کا دفاع کریں گے، جو اسلام کا منکر ہوگا اس کو اسلام کے فلسفۂ حیات سے آگاہ فرمائیں گے، خلاصہ یہ ہے کہ جو کام انبیائے کرام علیہم السلام سے بحیثیت نبی لیا جاتا تھا، کیونکہ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں، اب وہ کام میری امت کے علماء سے بحیثیت نائب النبی لیا جائے گا۔

انہیں نائبین انبیا میں شہر کشن گنج بہار کا ایک ایسا چہرہ، جن کا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا کھانا پینا، سلام وکلام کرنا سب سنت رسول ﷺ میں ڈھلی ہوئی تھی، جن کو دنیا استاذ العلماء پیکر اخلاص ووفا سراج العلماء حضرت علامہ ومولانا الشاہ محمد سراج الحق نوری علیہ الرحمہ کے نام جانتی اور پہچانتی ہے۔

علامہ سراج العلماء کی پیدائش ۱۰/نومبر ۱۹۶۳ء میں صوبہ بہار کے ضلع کشن گنج کے مولانی طیب پور گاؤں میں ہوئی، کون جانتا تھا کہ ریاست بہار کے چھوٹے سے ضلع کی چھوٹی سی بستی مولانی طیب پور میں جناب نبی بخش کے دولت خانے میں پیدا ہونے والا سراج الحق ایک دن سراج العلماء کی حیثیت سے دنیا

کے سامنے نمودار ہوگا اور اپنی شعاع علمی کو ایسا بکھیرے گا کہ اس کی ضیاء بار کرنوں سے خلق خدا اپنے آپ کو منور کرے گی، جن کی علمی روشنی کے سائے میں اپنے وقت کے بڑے بڑے علمائے کرام و مفتیان عظام زانوئے ادب تہہ کر کے شیخ الحدیث و شیخ الافتاء والتدریس کے مسند زرین پر براجمان ہوں گے۔

حضور سراج العلماء ایام طفلی سے ہی بڑے ذہین تھے، کچھ کر گزرنے کا جذبہ بچپن سے ہی دل میں موجزن تھا، اکتساب علم کے شعلے آپ کے ذہن و دماغ میں بھر کتے تھے، اکتساب علم کا شعلہ بھڑک کر جب جوالہ مکھی کی صورت میں تبدیل ہو گیا، تو آپ نے اپنے والد گرامی کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا، والد گرامی نے فراست ایمانی سے دیکھ لیا تھا کہ ننھا سا بچہ سراج الحق جس کے دل میں جذبۂ حصول دین کی جواریں بلند ہو رہی ہے اور اس کے اکتساب علم کے ساحل میں سنامیوں کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں، اب تو اس کی راہیں ہموار کرنے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ والد گرامی نے قصبہ ٹھا کر گنج ضلع کشن گنج کے مدرسہ اصلاح المسلمین میں آپ کا داخلہ کرا دیا، کئی سالوں تک وہاں علم دین کے صاف وشفاف چشمے سے سیراب ہوتے رہے، ابتدائی درسی کتب حضرت علامہ مفتی سلیم اختر صاحب سے پڑھی، پھر جب علم کی پیاس اور بڑھی تو آپ نے ضلع بھاگلپور کا رخ فرمایا، اس وقت دارالعلوم فیضیہ بھاگلپور پورے ہندوستان میں کوہ نور کی حیثیت سے جانا اور پہچانا جاتا تھا۔

کیونکہ اس وقت دارالعلوم فیضیہ بھاگلپور کے مسانید درس و تدریس پر استاذ مطلق امام علم وفن حضرت علامہ مفتی خواجہ مظفر حسین علیہ الرحمہ اور جلالت العلم حضرت علامہ مفتی ایوب مظہر علیہ الرحمہ اور استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی مشتاق احمد صاحب اور بھی بڑے بڑے نامور اکابرین کی متبرک اور متحرک جماعت کا قبضہ تھا، جو اپنے علم کی دھاروں کے وسیلے سے میخواران علوم نبوت کو علوم دین کے آب حیات سے سیراب فرما رہے تھے، آپ نے دارالعلوم فیضیہ میں داخلہ لیا اور مسلسل کئی سالوں تک وہاں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد ۱۹۸۹ء میں دارالعلوم فیضیہ کے سالانہ اجلاس کے پر بہار موقع پر مقتدر مشائخان طریقت و اکابر علمائے کرام کے دستہائے متبرکہ سے ممتاز نمبرات سے دستار و سند حاصل کی۔

دل میں علم دین عام کرنے کا جذبہ تو پہلے سے ہی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اس لیے بعد فراغت دارالعلوم معین الاسلام ضلع بھڑوچ گجرات کے ذمہ داران کی دعوت پر دارالعلوم کی درسگاہ کو زینت بخشنے کے لئے دارالعلوم کی درسگاہ پر براجمان ہوئے اور ایک سال تک طالبان علوم نبویہ کو علم دین کے شیریں جام سے سیراب فرمایا، مگر کچھ نامساعد حالات کے تحت وہاں سے لکھنؤ تشریف لے آئے، پروردگار عالم شہر لکھنؤ میں سراج العلماء کے وسیلے زمینی کام لینا چاہتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روزی بھڑوچ سے لکھنؤ منتقل فرما دی، آپ معمار قوم وملت حضرت الحاج قاری ابوالحسن قادری علیہ الرحمہ کی دعوت پر ۱۹۸۱ء میں شہر لکھنؤ تشریف لائے اور آتے ہی مدرسہ وارثیہ کی فلاحی فکر میں مستغرق ہو گئے اور اپنے آپ کو مدرسہ وارثیہ کے لئے ہبہ کر دیا۔

دن رات ایک کر کے مدرسہ وارثیہ لکھنؤ کی ترقی کی پلاننگ کرتے اور اس پلاننگ پر کام کرتے جاتے، کبھی پلاننگ کامیاب ہوتی اور کبھی ناکام مگر ناکامی پر کبھی افسوس کا اظہار نہ فرمایا، جس وقت آپ لکھنؤ تشریف لے آئے اس وقت شہر لکھنؤ کی حالت بہت ہی قابل رحم تھی، اپنے اور پرائے کی تشخص باقی نہ تھی، لکھنؤ کے چپے چپے پر ندوہ و دیوبند کے چمچوں کا قبضہ تھا، اس بے سروسامانی کے عالم میں آپ نے اپنے حکمت عملی کی بنیاد پر کامیابیوں کی دہلیز پر قدم رکھا، اللہ کی قدرت اشارہ دے رہی تھی کہ سراج الحق اسی طرح کام کرتے چلے جاؤ، ایک دن وہ آئے گا جب کوئی مؤرخ تاریخ رقم کرے گا تو یہ تیرے کارنامے یہ تیری قربانیاں آب زر سے لکھی جائیگی، المختصر یہ کہ جب مچھلی محال لکھنؤ میں طالبان علوم نبویہ کہ ہجوم کی بنیاد پر مدرسہ وارثیہ کی دیواریں تنگ ہونے لگیں، تو آپ نے معمار قوم وملت حضرت قاری ابوالحسن قادری علیہ الرحمہ سے فرمایا، کیا ہی اچھا ہوتا کہ مدرسہ وارثیہ کسی وسیع وعریض آراضی پر منتقل ہو جاتا، کیونکہ اس وقت لکھنؤ کی سرزمین پر مسلک اعلی

حضرت کی ترویج واشاعت کے لئے کوئی ادارہ موجود نہیں ہے، اس لئے ایک مرکزی درسگاہ کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، اتنا سننے کے بعد معمار قوم وملت حضرت قاری ابوالحسن قادری علیہ الرحمہ نے فرحت وشادمانی کا مظاہرہ فرمایا اور آپ کے ماتھے کو چوم کر فرمایا مولانا آپ جیسے مرد مجاہد کی شہر لکھنؤ میں اشد ضرورت تھی، تو اللہ نے آپ کو شہر لکھنؤ میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لئے منتخب فرمایا، یہ تمام باتیں رازداروں کے مابین ہوئی، پھر اس پلان پر کام شروع ہوا، دھیرے دھیرے اسباب مہیا ہونا شروع ہو گئے، آخر وہ دن بھی آ گیا مدرسہ وارثیہ مچھلی محال سے نکل کر گومتی ندی کے اس پار اجریاؤں گاؤں سے متصل سنسان بیابان میں ایک وسیع وعریض آراضی پر آباد ہو گیا، آج وہ جگہ اور اس کا گردونواح شہر لکھنؤ کے سب سے وی آئی پی علاقوں میں گنا جاتا ہے۔

اب ضرورت تھی دارالعلوم وارثیہ کو بام عروج تک پہنچانے کی، سراج العلماء اپنی عادت متواتر کے مطابق دل میں عشق خدا اور رسول کا چراغ روشن کر کے دارین کی منازل کا سفر طے کرنے لگے اور برائے تبلیغ دین متین آبادیوں کی طرف سرگرم عمل ہوئے، اس کا اثر یہ ہوا کہ عوام آپ کے حلقۂ عقیدت میں جمع ہوتیں گئیں، یہاں تک کہ آپ کے عقیدت مندوں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہو گئیں، آپ نے ان کی عقیدت کے وسیلے دارالعلوم وارثیہ کی راہیں ہموار کرنا شروع کر دیا، دھیرے دھیرے دارالعلوم وارثیہ کی عمارتیں پایۂ تکمیل تک پہنچنے لگیں، دن رات ایک کر کے اپنا خون جگر جلا کر اپنی راتوں کی نیندیں قربان کر کے دارالعلوم وارثیہ کی راہوں میں حائل ہونے والے پتھروں کو اپنے نازنین ہاتھوں سے ہٹایا اور دارالعلوم وارثیہ کو اس مقام ومنزل پر لا کر کھڑا کیا کہ دارالعلوم کو جس مقام ومنزل پر ہونا چاہئے تھا اور سراج العلماء کی کاوشوں نے دارالعلوم وارثیہ کو ایک الگ میعار عطا فرمایا، معمار قوم وملت حضرت قاری ابوالحسن قادری صاحب علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے، کہ اللہ نے سراج العلماء کو میرا ناصر وہمنوا بنا کر لکھنؤ بھیجا ہے۔

یہ حق ہے کہ دارالعلوم وارثیہ کی بنیاد معمار قوم وملت نے ڈالی، مگر یہ بھی سچ ہے کہ دارالعلوم وارثیہ کی کچی دیواروں کو سراج العلماء نے اپنے خون جگر سے سیراب کیا، یہ حق ہے کہ گلستان وارثیہ معمار قوم وملت نے لگایا، مگر یہ بھی سچ ہے کہ اس کی باغبانی سراج العلماء نے فرمائی، یہ حق ہے کہ وارث پاک کے فیضان کا چراغ معمار قوم وملت نے جلایا، مگر یہ بھی سچ ہے کہ اس میں لہو بشکل روغن سراج العلماء نے ڈالا، اتنی محنتوں اور کاوشوں کو دیکھنے کے بعد موسم خزاں نے شرم سے اپنا چہرہ چھپا لیا اور موسم بہار نے زمین وارثیہ پر حاضری اور اسی کا ہو کر رہ گیا، پھر کیا تھا دارالعلوم وارثیہ کی تعلیمی میعار کی خوشبو زمین ہند کے تقریباً سبھی بلاد وامصار میں پھیلتی چلی گئیں، اس انوکھی اور نرالی خوشبو سے اپنے مشام جان کو معطر کرنے کے لئے طالبان علوم نبوت کے قافلوں نے دارالعلوم وارثیہ کی جانب لنگر اٹھانا شروع کر دیا۔

سراج العلماء نے بحیثیت رئیس الاساتذہ تعلیم وتعلم کا ایسا نظم ونسق پیدا فرمایا کہ ہر ایک طالب علم کی دلی خواہش ہوتی کہ وہ بھی دارالعلوم وارثیہ میں رہ کر تعلیم دین متین کا مکتسب ہو، المختصر یہ ہے کہ دارالعلوم وارثیہ کو اس مقام تک پہنچانے میں سراج العلماء نے معمار قوم وملت کا راست بازو بن کر اپنی رفاقت کا کما حقہ حق ادا فرمایا۔

آج جو آسمان کو آنکھیں دکھائی عمارتیں آراضی وارثیہ پر سینہ تان کر کھڑی ہیں ان کی بنیاد میں معمار قوم وملت کے ساتھ ساتھ سراج العلماء کا بھی لہو شامل ہے اور آج جو سنیت کی بہاریں زمین لکھنؤ پر دیکھنے کو مل رہی ہیں یقیناً اس میں سراج العلماء کا سب سے بڑا یوگدان ہے، ایسی درجنوں مساجد کو اپنے قبضے میں لیا جو اغیار کے اڈے ہوا کرتے تھے، اپنی تلامذہ کا جال پھیلا کر شہر لکھنؤ کے ان جگہوں پر قابض ہوئے جن جگہوں پر اغیار کا قبضہ ہوا کرتا تھا، اپنے اور اپنے شاگردوں کے وسیلے ہاتھوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم لیکر یلغاریں کیں، شب خون مارے اور لکھنؤ کے ہر علاقے کو فتح کرتے چلے گئے اور مسلک اعلیٰ حضرت سے عوام کو روشناس کرایا، لکھنؤ میں جب بھی کہیں کوئی دینی ملی مسائل در

پیش ہوئے مثلاً کسی علاقے میں امام کی ضرورت ہوئی تو امام مہیا کرایا، خطیب کی ضرورت ہوئی خطیب عنایت کیا، مدرس کی ضرورت ہوئی مدرس عطا فرمایا، کسی کے گھر کا سنتولن بگڑا تو اس کے گھر کے سنتولن کو سنبھال کر اس گھر کے اداسیوں کے چہرے پر زناٹے دار طمانچہ رسید کیا۔

الغرض دین وملت کو جہاں جہاں سراج العلماء کی ضرورت درپیش ہوئی سراج العلماء وہاں وہاں پیش رونظر آئے، مگر کہتے ہیں کہ جو جتنا عظیم ہوتا ہے اس کی آزمائشیں بھی اتنی ہی سخت ہوا کرتی ہیں، سراج العلماء نے بہت سے آزمائشوں کے طوفانوں کا سینہ تان کر مقابلہ کیا اور ہر مقابلے میں کامیاب ہوئے، مگر ان کی زندگی میں ایک موڑ ایسا بھی آیا کہ ایسے موڑ پر انسان اپنے آپ کو کھودیتا ہے، جب کسی باپ کے سامنے اسکے جوان بیٹے کی میت پڑی ہو، اس درد کا احساس کوئی صاحب اولاد ہی کرسکتا ہے، ایسا ہی کچھ حادثہ سراج العلماء کے ساتھ بھی ہوا، یعنی سن ۲۰۰۷ء میں آپ کے بڑے صاحبزادے محمد فیضان رضا کا انتقال ہوگیا، مگر اس وقت بھی آپ نے اپنے رب کا شکر ادا کیا اور ہاتھ سے صبر کا دامن نا جانے دیا اور بھی کئی بڑے بڑے حادثات آپ کی زندگانی میں رونما ہوئے، اپنوں نے پیٹھ پوچھنے کے بہانے پیٹھ میں خنجر اتار دیا مگر کبھی آپ نے کوئی شکوہ وگلہ نہ فرمایا، ہمیشہ صبر وشکر کو اوڑھنا بچھونا بنا کر دین وملت کے تخیلات میں مستغرق ہو کر بستر استراحت پر دراز ہوتے، نیند کرم کا شامیانہ تان کر اپنے آغوش میں جھولا جھولانے لگتی اور جب بیدار ہوتے تو وہی صبح کی چمک، وہی سارے جھنجھٹ و جھمیلے مگر سب کو پرے رکھ کر دین وملت کی بہتری کی راہیں کیسے ہموار ہوں، یہی غور وخوض دم آخر تک آپ کا مشغلہ رہا۔

مگر افسوس صد افسوس اتنی جلدی مصطفےٰ جان رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ عاشق صادق جس کے دل کی دھڑکن ہر دم نبی نبی بولتی تھی، جو صفات قلندری کا حامل تھا، ۸ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱ر اپریل ۲۰۲۱ء بروز بدھ تقریباً رات ساڑھے دس بجے، دنیا کو خیر آباد کہہ کر ملک عدم کے راہی ہوگیا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دوسرے دن یعنی ۹ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ بروز جمعرات کو نماز ظہر سے پہلے گومتی نگر کے مشہور قبرستان گورشہیداں اجریاؤں میں ہزاروں نے اپنے نمناک آنکھوں کے ساتھ آپ کو سپرد خاک کیا، آپ کے جنازے کی نماز آپ ہی کے عزیز از جان حضرت قاری ہارون رشید صاحب قبلہ نے پڑھائی اور آپ کے تلمیذ خاص حضرت علامہ مفتی شیر محمد مصباحی صاحب قبلہ شیخ الحدیث دارالعلوم وارثیہ نے بڑی ہی رقت انگیز دعا کی، اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے سراج العلماء کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کا فیضان ہم سبھوں پر جاری فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

□□□

ص ۵۷ر کا بقیہ..

یہ بچاتی ہے دشمن کی یلغار سے
اہل حق کے لیے پاسباں ہے نماز
مومنوں کے لئے نور فتح وظفر
بہر کفار تیغ وسناں ہے نماز
گفتگو کا ذریعہ ہے معبود سے
بندگی کا حسیں آسماں ہے نماز
تیر آئے نکل ہو نہ محسوس بھی
اب علی جیسی کس کی کہاں ہے نماز
دل کو معمور کرتی ہے انوار سے
عاصیوں پر یوں رحمت کناں ہے نماز
اس کے پڑھتے ہی جھڑ جاتے ہیں سب گناہ
عابدوں کے لئے سائباں ہے نماز
ہے جو گستاخ سرکار کون و مکاں
اس کی بے سود اور رائگاں ہے نماز
قدسیؔ للّٰہیت کی ہو جس میں ضیا
ایسے سجدے کی خود مدح خواں ہے نماز

□□□

از: محمد سلیم انصاری ادروی*

برصغیر میں علمائے اہل سنت کی کتب احادیث پر خدمات

برصغیر ہندو پاک میں علمائے اہل سنت اور مشائخ ملت کے کارہائے دینیہ آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں، ان علما ومشائخ کے خدمات وکارنامے لائق تحسین بھی ہیں اور قابل تقلید بھی، ذیل میں ہم ان کی علم حدیث پر تصنیفی خدمات کی ایک مختصر سی جھلک پیش کرتے ہیں جس سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے کارنامے کس قدر مہتم بالشان اور عظیم ہیں:

صحیح بخاری

شروحات:

- شرح صحیح بخاری: شیخ یعقوب صرفی کشمیری علیہ الرحمہ۔
- تیسیر القاری شرح صحیح البخاری: شیخ نور الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

شرح صحیح البخاری: شیخ الاسلام محمد بن فخر الدین دہلوی علیہ الرحمہ

- نور القاری شرح صحیح البخاری: شیخ نور الدین احمد آبادی علیہ الرحمہ
- ضوء الدراری شرح صحیح البخاری: علامہ غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ
- شرح غوثیہ (فارسی): علامہ سید شاہ محمد غوث صاحب لاہوری ثم پشاوری علیہ الرحمہ
- شرح صحیح بخاری (نامکمل): علامہ سید نعیم الدین مفسر مراد آبادی علیہ الرحمہ

بشیر القاری شرح صحیح البخاری: علامہ غلام جیلانی محدث میرٹھی علیہ الرحمہ

نعیم الباری فی انشراح البخاری: مفتی احمد یار خان نعیمی محدث بدایونی علیہ الرحمہ

الفیض الجاری شرح صحیح البخاری: علامہ فیض احمد اویسی محدث بہاول پوری علیہ الرحمہ

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری: مفتی شریف الحق امجدی اعظمی علیہ الرحمہ

نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری: علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ

- منحۃ الباری فی حل صحیح البخاری: مفتی اختر رضا خاں قادری ازہری محدث بریلوی علیہ الرحمہ
- فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری: علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری علیہ الرحمہ

تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری: علامہ غلام رسول رضوی محدث امرت سری علیہ الرحمہ

شرح صحیح بخاری المعروف بہ جمال السنہ: علامہ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

شرح صحیح بخاری: علامہ لیاقت علی رضوی حفظہ اللہ

حبیب القاری شرح صحیح البخاری: علامہ محمد یار شاہ نقشبندی حفظہ اللہ

حواشی:

- حاشیہ صحیح بخاری: امام محمد بن طاہر پٹنی علیہ الرحمہ

صحیح البخاری بحاشیۃ الامام السندی: علامہ ابو الحسن کبیر ٹھٹھوی المعروف بہ علامہ سندھی علیہ الرحمہ

حاشیہ صحیح بخاری: علامہ احمد علی محدث سہارن پوری علیہ الرحمہ

حاشیۃ البخاری، حاشیہ عمدۃ القاری، حاشیہ فتح الباری

حاشیہ ارشاد الساری: امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمہ

- حاشیہ صحیح بخاری: علامہ سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمہ

حاشیہ بخاری شریف: قاضی عبد السبحان ہزاروی علیہ الرحمہ

تراجم:
- صحیح بخاری (فارسی): شیخ سلام اللہ محدث رام پوری علیہ الرحمہ
- صحیح البخاری (اردو): علامہ عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ
- صحیح بخاری شریف: مفتی محمد ابراہیم حنفی چشتی علیہ الرحمہ
- صحیح بخاری شریف (اردو): علامہ محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری حفظہ اللہ

دیگر:
- منحۃ الباری فی جمع مکررات صحیح البخاری: علامہ محمد عابد انصاری محدث سندھی علیہ الرحمہ
- الاحسان الساری بتج صحیح البخاری: مفتی عمیم الاحسان مجددی برکتی علیہ الرحمہ
- تعلیقات الازہری علیٰ صحیح البخاری: مفتی اختر رضا خاں ازہری محدث بریلوی علیہ الرحمہ

درس بخاری: مولانا محمد احمد برکاتی امجدی حفظہ اللہ

(علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی حفظہ اللہ کے درس بخاری کا مجموعہ)

شان حبیب الباری من روایات البخاری: علامہ غلام مصطفیٰ مجددی علیہ الرحمہ

صحیح مسلم

شروحات:
- شرح صحیح مسلم: شیخ نور الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

شرح منبع العلم علیٰ صحیح مسلم: شیخ محب اللہ دہلوی علیہ الرحمہ
- تلخیص شرح مسلم امام نووی: علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی علیہ الرحمہ
- شرح صحیح مسلم: علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ

شرح صحیح مسلم: علامہ لیاقت علی رضوی حفظہ اللہ

نفحۃ المسلم فی حل مقدمۃ مسلم — البیان المفہم فی شرح قطعۃ من مسلم: علامہ بدر الدجیٰ رضوی مصباحی حفظہ اللہ

حواشی:
- حاشیہ صحیح مسلم: امام محمد بن طاہر پٹنی علیہ الرحمہ

حاشیہ صحیح مسلم: علامہ ابو الحسن کبیر ٹھٹھوی علیہ الرحمہ

حاشیہ صحیح مسلم: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ

حاشیہ صحیح مسلم: علامہ سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمہ

حاشیہ صحیح مسلم: علامہ مفتی نظام الدین رضوی

تراجم:
- ترجمہ مسلم شریف مع مختصر حاشیہ: علامہ فیض احمد اویسی محدث بہاول پوری علیہ الرحمہ

صحیح مسلم شریف: علامہ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ
- صحیح مسلم شریف: حافظ محمد خان نوری

سنن ابو داؤد

شروحات:
- شرح سنن ابی داؤد: مولانا وصی احمد قادری محدث سورتی علیہ الرحمہ
- شرح ابو داؤد شریف: علامہ قمر الدین قمر اشرفی اعظمی علیہ الرحمہ
- شرح سنن ابو داؤد: علامہ قاری محمد طیب نقشبندی حفظہ اللہ
- شرح ابو داؤد شریف: علامہ لیاقت علی رضوی حفظہ اللہ

کنز الودود اردو شرح سنن ابو داؤد: علامہ مفتی محمد امتیاز قادری
- نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد: علامہ عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری حفظہ اللہ

حواشی:
- فتح الودود شرح سنن ابی داؤد: علامہ ابو الحسن کبیر ٹھٹھوی علیہ الرحمہ

حاشیہ سنن ابو داؤد: علامہ سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمہ

ابواب مختارۃ من سنن ابی داؤد (تعلیق وتحشیہ): علامہ صدر الوریٰ مصباحی حفظہ اللہ

تراجم:
- سنن ابو داؤد شریف (ترجمہ وتحشیہ): علامہ عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ
- ترجمہ سنن ابو داؤد شریف: علامہ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

● سنن ابوداؤد: مولانا ابوالعرفان محمد انور مگھالوی

سنن ابن ماجہ

شروحات:

● شرح سنن ابن ماجہ: علامہ عبدالرزاق بھترالوی علیہ الرحمہ

● شرح سنن ابن ماجہ: علامہ قاری محمد طیب نقشبندی حفظہ اللہ

سنن ابن ماجہ: علامہ لیاقت علی رضوی حفظہ اللہ

حواشی:

● حاشیہ ابن ماجہ: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ

حاشیہ سنن ابن ماجہ: علامہ سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمہ

تراجم:

● ترجمہ سنن ابن ماجہ: علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ

ترجمہ سنن ابن ماجہ: علامہ ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

● سنن ابن ماجہ شریف (ترجمہ وتخریج): علامہ عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری حفظہ اللہ

جامع ترمذی

شروحات:

● فیوض النبی شرح جامع الترمذی: علامہ ارشد القادری الرضوی الباکستانی حفظہ اللہ

● شرح ترمذی شریف: علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی حفظہ اللہ

● تقریرات الالمعی فی کشف مافی جامع الترمذی: علامہ صدرالوریٰ مصباحی حفظہ اللہ

شرح جامع ترمذی: مولانا محمد عبداللہ ضیائی حفظہ اللہ

شرح جامع ترمذی: مفتی محمد ہاشم خان عطاری المدنی حفظہ اللہ

حواشی:

حاشیہ جامع ترمذی (نامکمل): علامہ ابوالحسن کبیر ٹھٹھوی علیہ الرحمہ

● حاشیہ جامع ترمذی: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ

حاشیہ جامع ترمذی: علامہ سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمہ

تراجم:

● ترجمہ ترمذی شریف مع مختصر حاشیہ: علامہ فیض احمد اویسی محدث بہاول پوری علیہ الرحمہ

ترجمہ جامع ترمذی مع شمائل ترمذی: مولانا محمد صدیق سعیدی ہزاروی

جامع ترمذی شریف: علامہ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

دیگر:

● تعلیقات شروح اربعہ ترمذی: مولانا وصی احمد قادری محدث سورتی علیہ الرحمہ

● تقریرات ترمذی: سید رفیع الدین شاہ سلطان پوری علیہ الرحمہ

سنن نسائی

شروحات:

● فیوض الزاھی فی شرح سنن النسائی: ڈاکٹر مفتی محمد کریم خان حفظہ اللہ

● شرح سنن نسائی شریف: علامہ لیاقت علی رضوی حفظہ اللہ

حواشی:

● سنن النسائی بشرح الحافظ جلال الدین السیوطی وحاشیۃ الامام السندی: علامہ ابوالحسن کبیر ٹھٹھوی علیہ الرحمہ

حاشیہ نسائی: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ

حاشیہ نسائی: علامہ سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمہ

تراجم:

● ترجمہ سنن نسائی شریف: علامہ ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

سنن نسائی: مولانا ملک محمد بوستان حفظہ اللہ

سنن نسائی: مولانا دوست محمد شاکر حفظہ اللہ

دیگر:

● تعلیقات سنن نسائی: مولانا وصی احمد قادری محدث سورتی علیہ الرحمہ

مشکوۃ المصابیح

شروحات:

- اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ (فارسی): شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

۱ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ (ترجمہ وتحشیہ): مولانا محمد سعید احمد نقشبندی علیہ الرحمہ

۲ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ (ترجمہ/ ایک جلد): مولانا منشی سیف الدین شمسی اعظمی علیہ الرحمہ

۳ مقدمہ شرح مشکوۃ (شرح): مولانا ناصر الدین ناصر المدنی عطاری حفظہ اللہ

(شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تصنیف "مقدمہ شرح مشکوۃ" کی شرح)

- لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح (عربی): شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

۱ لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح (تحقیق وتخریج): علامہ صدر الوریٰ مصباحی حفظہ اللہ

جامع البرکات منتخب شرح المشکوۃ: شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

شرح مشکوۃ المصابیح: مولانا وصی احمد قادری محدث سورتی علیہ الرحمہ

مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح: مفتی احمد یار خان نعیمی محدث بدایونی علیہ الرحمہ

شرح مشکوۃ المصابیح: علامہ ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ

شرح مشکوۃ: مفتی انس رضا قادری حفظہ اللہ

حواشی:

- حاشیہ مشکوۃ المصابیح: امام محمد بن طاہر پٹنی علیہ الرحمہ

حاشیہ مرقاۃ المفاتیح، حاشیہ اشعۃ اللمعات: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ

حاشیہ مشکوۃ المصابیح: علامہ فیض الحسن سہارن پوری علیہ الرحمہ

- حاشیہ مشکوۃ شریف: قاضی عبد السبحان ہزاروی علیہ الرحمہ

عزیز المرقاۃ الی مطالب مشکوۃ (تصحیح وتحشیہ): علامہ مفتی عبد العزیز چشتی مزنگوی علیہ الرحمہ

تراجم:

- مظاہر حق: علامہ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی علیہ الرحمہ

(مشکوۃ المصابیح کا یہ ترجمہ اپنے تاریخی نام "مظاہر حق" نواب قطب الدین خاں دہلوی کی طرف منسوب ہے، مگر یہ ترجمہ درحقیقت شاہ اسحاق کا کیا ہوا ہے۔ حیات شاہ محمد اسحاق/ص ۱۴۰)

ترجمہ مشکوۃ المصابیح (پنجابی): علامہ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمہ

مشکوۃ شریف: علامہ عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ

شرح معانی الآثار

- تعلیقات شرح معانی الآثار: مولانا وصی احمد قادری محدث سورتی علیہ الرحمہ

- حاشیہ طحاوی: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ

کشف الاستار حاشیہ شرح معانی الآثار: مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ

فائض الانوار شرح معانی الآثار: قاضی عبد السبحان ہزاروی علیہ الرحمہ

خلاصۂ شرح معانی الآثار: علامہ عبد الرزاق بھترالوی علیہ الرحمہ

شرح معانی الآثار المعروف طحاوی شریف مع خلاصۂ مضامین: علامہ محمد صدیق ہزاروی حفظہ اللہ

خلاصہ شرح معانی الآثار: مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی حفظہ اللہ

شرح طحاوی شریف (ترجمہ وشرح): علامہ لیاقت علی رضوی حفظہ اللہ

تفہیم الطحاوی: مولانا ابو حامد خلیل احمد عطاری المدنی حفظہ اللہ

- سراج الافکار فی توضیحات شرح معانی الآثار المعروف خلاصہ فقہ اسلامی (ترجمہ، تخریج اور تشریح): سید زاہد حسین حفظہ اللہ

A Comparative study of legal

School's of Islam.

(ترجمہ،تخریج اورتشریح): سیدزاہدحسین حفظہ اللہ

مؤطا امام مالک

شروحات :

- المسویٰ من احادیث الموطا (عربی): امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ
- المصفیٰ فی شرح مؤطا (فارسی): امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ

شمس السالک فی شرح مؤطا مالک (عربی): علامہ شمس الہدیٰ مصباحی حفظہ اللہ

تراجم:

- مؤطاامام مالک (ترجمہ وتحشیہ): علامہ عبدالحکیم خاں اخترشاہ جہاں پوری علیہ الرحمہ
- الموطاامام مالک: علامہ ابوالعلاء محمدمحی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

مؤطا امام محمد

شروحات :

- شرح مؤطاامام محمد: علامہ محمدعلی علیہ الرحمہ

الموطاامام محمد(ترجمہ وشرح): علامہ ابوالعلاء محمدمحی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

حواشی:

- التعلیق المجد علی مؤطاالامام محمد: علامہ عبدالحیٔ محدث لکھنوی علیہ الرحمہ

۱ التنبیہ المسددعلی مافی التعلیق المجد : علامہ صدر الوریٰ مصباحی حفظہ اللہ

- مؤطاامام محمد (ترجمہ وتحشیہ): علامہ محمدیٰسین قصوری نقشبندی حفظہ اللہ

مسند امام اعظم

شروحات:

- تنسیق النظام فی مسندالامام: علامہ محمدحسن سنبھلی علیہ الرحمہ
- شرح مسندامام اعظم: علامہ محمدواحدبخش غوثوی مہاروی علیہ الرحمہ
- فیضان اسلم فی شرح مسند الامام الاعظم: ابوالاحمدمحمدنعیم قادری رضوی
- شرح مسند امام اعظم: علامہ محمدیٰسین قصوری نقشبندی حفظہ اللہ
- مسندامام اعظم (ترجمہ وتشریح): مولانادوست محمدشاکر حفظہ اللہ

مصباح الکلام فی شرح مسند الامام: مفتی عبدالمجید خاں رضوی مصباحی حفظہ اللہ

حاشیہ:

- حاشیہ مسندامام اعظم: امام احمدرضامحدث بریلوی علیہ الرحمہ

ترجمہ:

- مسندالامام الاعظم (ترجمہ): حافظ محمدنویدعلوی قادری

ترتیب :

- المواہب اللطیفہ شرح مسند الامام ابی حنیفہ (عربی): علامہ عابدانصاری محدث سندھی علیہ الرحمہ

مسند امام شافعی

- شرح مسندالامام الشافعی: علامہ عابدانصاری محدث سندھی
- مسندالامام الشافعی (ترجمہ): علامہ ابوالعلاء محمدمحی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

مسند امام احمد بن حنبل

حواشی:

- حاشیۃ السندی علی مسندالامام احمدبن حنبل: علامہ ابوالحسن کبیر ٹھٹھوی علیہ الرحمہ
- حاشیہ مسندامام احمدبن حنبل: امام احمدرضامحدث بریلوی علیہ الرحمہ

شمائل ترمذی

شروحات:

- انوارغوثیہ شرح الشمائل النبویہ المعروف شمائل ترمذی:

سیدامیرشاہ قادری گیلانی علیہ الرحمہ

- شرح شمائل ترمذی: علامہ ناصرالدین ناصرالمدنی عطاری

تراجم :

- بہار خلد ترجمہ شرح شمائل ترمذی: علامہ سید کفایت علی کافی مرادآبادی علیہ الرحمہ
- شمائل ترمذی: علامہ محمد صدیق ہزاروی حفظہ اللہ

شمائل ترمذی (ترجمہ وتخریج): علامہ ظفرعلی سیالوی حفظہ اللہ

مصنف عبد الرزاق

تراجم:

- مصنف عبدالرزاق: علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ

١ مصنف عبدالرزاق (ترتیب): مفتی محمد راحت خان قادری

المصنف عبدالرزاق (مکمل ترجمہ): علامہ ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

سنن دار قطنی

شرح :

- انوار المغنی فی شرح دار قطنی: علامہ فیض احمد اویسی محدث بہاول پوری علیہ الرحمہ

ترجمہ:

- سنن دارقطنی: علامہ ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

سنن درامی

حاشیہ :

- حاشیہ سنن درامی: امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ

ترجمہ:

- سنن درامی: علامہ ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

صحیح ابن حبان

ترجمہ:

- صحیح ابن حبان: علامہ ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

صحیح ابن خزیمہ

ترجمہ:

- صحیح ابن خزیمہ: علامہ ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

المستدرک علی الصحیحین

ترجمہ:

- المستدرک علی الصحیحین: حافظ محمد شفیق الرحمن قادری رضوی

مسند الامام زید

ترجمہ:

- مسندالامام زید: علامہ ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر حفظہ اللہ

المعجم الکبیر

ترجمہ:

- المعجم الکبیر: علامہ غلام دستگیر چشتی سیال کوٹی

المعجم الصغیر

ترجمہ:

- المعجم الصغیر: مفتی شفیق الرحمن قادری رضوی

□□□

ص ۵۱ رکا بقیہ.................................

ہونے کی ضرورت ہے بلکہ ہمیں ''عورت بچاؤ مہم'' چلانا چاہئے تاکہ حکمران scandanaviyan belt کی طرح سخت قوانین بنانے پر مجبور ہوجائیں، سوشل میڈیا کی طاقت سے جہاں پر خاوند لیبر روم میں موجود ہوتا ہے، ہمارے ہاں تو اس کی زیادہ ضرورت ہے حتی المقدور نارمل کیس کی کوشش کی جاتی ہے آخری حد تک، ہمارے ہاں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا، مصنوعی دردوں کے انجکشن نہیں لگوائے جاتے بلکہ قدرتی دردوں کو برداشت کرنے کا کہا جاتا ہے، ہمارے ہاں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ فرانس میں ہر حاملہ خاتون اور بچوں کو قانوناً چنے روزانہ کھلائے جاتے ہیں، فولاد کی کمی پوری کرنے کے لئے ہمارے ہاں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟

نوٹ: مضمون نگار کی رائے سے سوفی صد نہ سہی تو کم از کم ۹۵ ر اتفاق ضرور کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ یہاں کے اکثر ہاسپٹلز میں روز مرہ پیش آنے والے واقعات اس کے شاہد ہیں، ویسے کچھ ڈاکٹر آج بھی ایسے ہیں جو اپنے فرائض سے انصاف کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ [فاروقی]

□□□

(از: مولانا مرزا غالب نقشبندی *

بریلی میں اگر احمد رضا پیدا نہیں ہوتا

دنیائے سنیت کا وہ عظیم المرتبت تاجدار جس نے اجڑے ہوئے گلستاں کو نئی زندگی دی جس نے اپنے سیف قلم سے سرکش باطل پرستوں کو مجروح ومردہ کر کے گلشن عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہرا بھرا کیا ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگوں کو اسلام وسنیت کا حلقہ بگوش بنایا جس نے عرب وعجم حل وحرم میں دشمنان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر برق خاطف گراتے ہوئے بارگاہ احدیت کی عزت وجلالت اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وحرمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجایا جس کو دنیا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت تاجدار عشق رسالت پاسبانِ ناموس رسالت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا خان قادری رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔

آج دنیا کے کڑوروں سنی مسلمان اعلی حضرت پر اپنی جانیں کیوں چھڑ کتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کیا چیز ہے کہ جس کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی ہے، اعلیٰ حضرت کے اندر دین وایمان کی وہ کونسی خوبی تھی جس کی وجہ سے" بریلوی" کا لفظ اب سنی صحیح العقیدہ حق پرست طبقے کا علامتی نشان بن گیا ہے، ان تمام باتوں کا جواب ان کی مقدس زندگی کے کارناموں پر نگاہ ڈالے بغیر ملنا ناممکن ہے، چنانچہ ماننا پڑے گا کہ خدائے پاک جل جلالہ نے اپنے اس خاص بندے کو اپنے دین متین کی حفاظت وحمایت ہی کے لیے پیدا فرمایا تھا۔

دین کی تجدید وتبلیغ، اسلام کی حمایت ونصرت اور سنیت کی حفاظت وصیانت ہی آپ کی زندگی تھی آپنے ساری زندگی اسلام و سنیت کے احیا وتجدید پر قربان کردی اور کفار ومشرکین ومرتدین کی طرف سے ہونے والے تمام حملوں کا دندان شکن جواب دیا، دین کی تجدید واحیا کے فرض منصبی کو آپ نے جس خوبی کے ساتھ انجام دیا وہ آپ کی تصنیفات مقدسہ سے ظاہر ہے دنیا میں مشرکین ومرتدین کا کوئی ایک بھی ایسا مشہور فرقہ نہیں جس کے رد میں آپ کی متعدد تصنیفات نہ ہوں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کے علماے اسلام کے زمانے میں چونکہ وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور خود وہابیت بھی تنہا تھی، اس کا ساتھ دینے والا کوئی دوسرا مذہب وفرقہ نہ تھا اس لیے ان حضرات علمانے تنہا وہابیت ہی کا مقابلہ کر کے اس کو پسپا کیا اور اپنے فرائض منصبی کو پورا کر کے سبکدوش ہو گئے، لیکن اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں وہابیت شباب پر تھی اور وہ اپنے پیٹ سے کئی نئے مذاہب یعنی دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت، چکڑالویت، دہریت، ندویت اور صلح کلیت وغیرہ کو بھی جنم دیئے چکی تھی، اعلیٰ حضرت نے ان سب سے چوکھیا لڑائی لڑنے کے ساتھ ساتھ باطل پرستوں کے حملے کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پھر وہ اپنی کمر سیدھی نہ کر سکے۔

تاریخ شاہد ہے کہ وقت کا بڑے سے بڑا فتنہ چاہے اپنے چہرے پر کتنا ہی خوبصورت نقاب ڈا کر سامنے آیا ہو، اعلیٰ حضرت کے قلم کی ضرب سے پاش پاش ہو کے رہ گیا، عمل تطہیر کی اس مہم کے پیچھے نہ کسی حکومت کی سرپرستی نہ کسی دولت مند کی منت پزیری تھی، ایک بے قرار ناخدا کی طرح وسائل واسباب کی پروا کئے بغیر امت کی کشتی کو طوفان کی زد سے بچانے کے لیے وہ تن تنہا بپھری ہوئی موجوں سے لڑتے رہے۔

ہاں ان کے پاس دو عظیم طاقتیں تھیں جن کے بل پر انہوں نے ہر موڑ پر کامیابی کا جھنڈا گارتا چلا گیا ان میں ایک عشق ویقین کی طاقت جبکہ دوسری طاقت علم وفقاہت کے رسوخ معلومات کے نتیجے، فکر ونظر کی گہرائی، خداداد قوت حافظہ وادراک کی عجوبہ

رضویات

کاریوں اور قدسی روحانیت کی توانائی کی تھی، جن کے جلوے ان کی تصنیفات کے ہزار صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں جس کی زندہ مثال خود فتوی رضویہ شریف ہے۔

سابق علمائے اسلام نے ردِ وہابیت کے سلسلے میں تحریر سے زیادہ تقریر سے کام لیا تھا، جس سے صرف حاضرین خوب فیضیاب ہوئے لیکن اعلیٰ حضرت نے تقریر کے ساتھ تحریری رد کے انبار لگا دئیے اور وہابیت کے کلیات و جزئیات سب کا ابطال فرما دیا، اعلیٰ حضرت نے مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی حق بین نگاہوں سے دیکھ لیا تھا کہ وہابیت کو صرف موجودہ فتنوں کے پیدا کرنے پر چین نہ آئے گا بلکہ آگے چل کر وہ نئے نئے فتنوں کو بھی جنم دے گی اس لیے آپ نے ایک طرف احقاق حق وابطال باطل کی خاطر اپنے دور کے تمام فتنوں کی سرکوبی فرمائی اور دوسری طرف حق کو بلند کرنے اور باطل کو مٹانے کے واسطے عام سنیوں کو بھی دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے مسلح فرد یا اور سنیوں کی آئندہ نسل کے لیے سامان جنگ کا ذخیرہ اتنا کافی جمع کر دیا کہ جب بھی حق کے مقابلے میں بے دین فرقے وہابی، دیوبندی سر ابھاریں تو انہیں کچل کر رکھ دیا جائے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اپنے انہیں کارناموں کے باعث علما مشائخ اور عام سنیوں کی عقیدت کا مرکز بن گئے، لہٰذا جس نے بھی امام اہل سنت کی زندگی کو پڑھا اور ان کے کارناموں پر نظر ڈالی وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ ؎

نہ جانے حال کیا ہوتا تمامی اہلسنت کا
بریلی میں اگر احمد رضا پیدا نہیں ہوتا

خدائے تعالیٰ کا وہ برگزیدہ بندہ جس کا نیزہ قلم یادگار ذوالفقار جس کے مبارک نام کی ہیبت سے بے دینیوں کے کلیجے شق ہو جاتے تھے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سچا عاشق، سیدنا غوث وخواجہ رضی اللہ عنہما کا سچا نائب و جانشین اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے والا کفر کے قلعوں کو ڈھا دینے والا جب اس نے اپنی شمشیر خارا شگاف سے اللہ عزوجل کی چادر عظمت پر کذب وعیب کا دھبہ لگانے والوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں صریح گالیاں لکھنے والوں اور مسئلہ ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تو وہابیوں دیوبندیوں ندویوں نے اس جلیل القدر مرد مومن کے خلاف افترا و بہتان کا طوفان کھڑا کر دیا اور عام مسلمانوں کو بھڑ کانے کے لیے کتابوں رسالوں اور اخباروں میں شور مچا دیا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان مکفر المسلمین ہیں بات بات پر مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں حالاں کہ اعلیٰ حضرت نے کسی بھی مسلمان کو کافر نہیں بنایا بلکہ جو لوگ ضروریات دین کا انکار کر کے خود ہی کافر و مرتد ہو چکے تھے، لیکن اپنی منافقت کی وجہ سے اپنے کو مسلمان کہلواتے رہے ان مرتدوں کے کفر وارتداد کو اعلیٰ حضرت نے منظر عام پر کر دیا اور بحکم شریعت اسلامیہ ان کے کافر ہونے کا فتویٰ شائع فرما دیا۔

اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ کے تعلق سے انہیں باطل فرقوں کا ایک مولوی مرتضی حسن دربھنگوی تحریر کرتا ہے کہ اگر مولانا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند یعنی گنگوہی، نانوتوی، تھانوی، انبٹھوی، وغیرہ پیشوان وہابیہ واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انھیں سمجھا تو مولانا احمد رضا خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی کہ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے جس طرح علمائے اسلام پر مرزا قادیانی کو کافر و مرتد کہنا فرض تھا ٹھیک اسی طرح اعلیٰ حضرت پر ان مولیوں کو کافر کہنا فرض تھا۔

(سوانح اعلیٰ حضرت، علامہ بدرالدین قادری بحوالہ اشد العذاب)

جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جبل استقامت کی طرح جم کر ان باطل فرقوں اور باطل پرستوں کا مقابلہ کر کے ان کی گمراہیوں، بدعتوں اور فتنوں کو بے نقاب فرمایا تو ان دشمنان دین نے آپس میں سازش کی اور اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو ہر طرح سے کھنگالا آپ کی کتابوں کو ٹٹولا تحریروں کا ایک ایک جملہ پرکھا لیکن یہاں انہوں نے صرف یہی پایا کہ دین متین کا یہ مجدد اگر ایک طرف تقدیس الٰہی کا خطبہ پڑھ رہا ہے، عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نغمہ سنا رہا ہے، عزت انبیا کا گن گا رہا ہے اور مذہبی ڈاکوں کی سرکوبی کا سامان تیار کر رہا ہے تو دوسری طرف بقیہ ص ۳۲ / پر

از: معلمہ اے رضویہ*

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کون؟

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جو حضور سراپا نور مجسم ﷺ کا سچا وارث بن کر اپنی نورانی کرنوں سے بدمذہبی کی کالی گھٹا کو تتر بتر کردے، سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں پر قہر الٰہی کی بجلی بن کر گرے۔

سرکار اعلیٰ حضرت وہ ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب بن کر اپنے قلمی تلوار سے تھانوی اور پنجابی مُسیلمہ کذّ اب کو موت کے گھاٹ اتار دے، سرکار اعلیٰ حضرت وہ ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آئینہ بن کر اسلامی مسائل اور شرعی احکام کے چہروں سے گرد وغبار صاف کر کے ان کو اپنی اصلی شکل میں پیش کرے، سرکار اعلیٰ حضرت وہ ہیں جو حضور غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مظہر بن کر الحاد کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کو چیر دے، سرکار اعلیٰ حضرت وہ ہیں جو اپنے زمانے کا امام ابو منصور ما تریدی اور امام ابوالحسن اشعری بن کر ڈ راؤن اور نیوٹن کے فلسفے کا شیشہ چکنا چور کردے اور نیچریت کی کھال ادھیڑ کر رکھ دے، سرکار اعلیٰ حضرت وہ ہیں جو آفتاب رشد وہدایت بن کر وہابیت کی تیز وتند آندھیوں کا مقابلہ کرے۔

سرکار اعلیٰ حضرت وہ ہیں جو دین کا بادشاہ بن کر ایمان کے ڈاکوؤں کا بھیجا نکال باہر کردے، سرکار اعلیٰ حضرت وہ ہیں جو محمدی کچھار کا شیر بن کر مذہبی بھیڑیوں کا قلع قمع کردے، سرکار اعلیٰ حضرت وہ ہیں جو اپنے تجدیدی کارناموں سے امتِ مرحومہ کا دین تازہ اور حضور اقدس سید عالم ﷺ کی مردہ سنتوں کو زندہ کردے، سرکار اعلیٰ حضرت وہ ہیں جو مخصوص گروہ والے ہیں جن کے لئے رحمت عالم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُلھا دِیْنَھَا۔ یعنی ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لئے اس کا دین تازہ کردے گا۔ (ابوداؤد شریف، جلد ثانی، ص 241)

حدائق بخشش اور امام احمد رضا

حدائق بخشش قرآن وحدیث کا ترجمان مضامین ہے اور کہیں کہیں تو قرآن وحدیث کے بعینہٖ کلمات وعبارت جلوہ گر ہیں اور آقائے دو جہاں ﷺ کے مقدس وخوبصورت شمائل وخصائل بیان کرتی ہوئی ایک خوبصورت نعتیہ دیوان ہے جس سے آپ کی اللہ کے حبیب ﷺ سے سچے عشق کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے حضور کے لئے ایسے الفاظ اور ایسے استعارے استعمال کی ہیں جو انتہائی ادب محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں، تمام کلام شروع سے آخر تک پڑھتے جائیں لفظ ''یثرب'' کہیں نہ پائیے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قدوم ناز سے تمام برائیوں اور بیماریوں کو دور فرما کر ''یثرب'' کو ''طیبہ'' بنا دیا ہے۔

شریعت کے حدود سے ناواقف شعرا جوش وعقیدت میں اولیائے کرام کو صحابہ عظام پر فضیلت دے جاتے یا سرکار دوعالم ﷺ کا مقابلہ دیگر انبیائے کرام سے اس طرح کرتے ہیں کہ حضراتِ انبیائے کرام کا احترام باقی نہیں رہتا، اعلیٰ حضرت کے کلام میں اس قسم کی باتیں نہ ملیں گی، اکثر شعرا نے کعبہ، عرش، حرم، مسجد، جنت، رضوان وغیرہ کی حرمت کو ٹھیس پہنچائی ہے اور بت خانہ، میخانہ، کفر وزنا وغیرہ کی عظمت ثابت کی ہے، یہ بہت ہی معیوب اور ایمان کش روش ہے، اعلیٰ حضرت کا کلام اس قسم کی لغویات سے بالکل پاک ہے۔

رضویات

* مضمون نگار جامعہ نظامیہ صالحات کرلا ممبئی کی معلمہ ہیں۔

آپ کا کلام جھوٹ، مبالغہ، ریا، تصنع، تکلف سے بالکل منزہ ہے ہر جگہ خلوص وعقیدت، صدق وحقانیت اور جذب دل کی ترجمانی ملے گی، عقائد اہل سنت کی تبلیغ، اطاعت ومحبت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تلقین، باطل پرستوں کی تردید بھی آپ کے کلام کی خصوصیت ہے، سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بے انتہا نیازمندانہ عقیدت بھی آپ کی امتیازی شان ہے، دشمنانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقبیح وتفضیح میں آپ کا شعروسخن شاعر بارگاہِ رسالت ''سید ناحسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے پاکیزہ کلام کا آئینہ ہے۔

''سچ تو یہ ہے کہ حقیقتاً نعت لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے، البتہ حمد لکھنا آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے، غرض حمد میں ایک اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔'' (الملفوظ، حصہ دوم، صفحہ ۳۰)

اعلیٰ حضرت نے حدود شریعت میں رہ کر جس جوش اور خلوص سے اپنے آقا سید عالم ﷺ کی عظمت وجلالت کے خطبے پڑھے ہیں اور جس ولولہ اور کیف کے ساتھ اپنے مولیٰ کی ثنا کے نغمے گائے ہیں وہ آپ اپنی مثال ہیں، میدان نعت ومنقبت میں آپ کا کوئی حریف ومقابل نہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں۔ ؎

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہِ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

امام اہل سنت کے خطبات اور اہل سنت کے لئے پیغام

امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرح قلم کے دھنی تھے، اسی طرح میدانِ خطابت کے شہسوار بھی تھے، اگر آپ کی تحریر تحقیقات وتدقیقات کے دریا بہاتی تو آپ کی تقریر حقائق وعرفان کے انوار برساتی تھی لیکن چونکہ ہمیشہ اور قائم ودائم اور امت مسلمہ تک علم دین وحق کو پہنچانا صرف تحریر کو حاصل ہے کہ آئندہ کے دور میں ہر جگہ علم رضا ہی کی روشنی کی ضرورت رہے گی، اس لئے آپ کی مقدس زندگی کے اوقات تصنیفاتِ کتب میں صرف ہوئے، تاہم خود شہر بریلی میں ہر سال آپ کے تین زبردست وعظ تو پابندی کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔

1 ایک وعظ مدرسہ میں جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر۔

2 دوسرا جلسہ عید میلاد النبی ﷺ میں جو ہر سال بارھویں ربیع الاوّل شریف میں شاندار طریقے سے منایا جاتا رہا۔

3 تیسرا بیان مرشد برحق حضرت شیخ المشائخ سید آل رسول صاحب مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس شریف کے موقع پر۔

ان کے علاوہ مسلمانوں کی عرض وتمنا پر شہر اور بیرنجات میں بھی آپ کے بیانات ہوتے تھے، آپ کی تقریروں تحریروں اور تمام تصنیفوں کے خلاصے میں تین باتیں ہوتی ہیں۔

1 دنیا بھر کی ہر ایک لائق محبت ومستحق تعظیم چیز سے زیادہ اللہ ورسول جل جلالہٗ ﷺ کی محبت وتعظیم ہے۔

2 اللہ ورسول ہی کی رضا کے لئے اللہ ورسول کے دوستوں سے دوستی ومحبت جل جلالہٗ ﷺ۔

3 اللہ ورسول ہی کی خوشی کے لئے اللہ ورسول کے دشمنوں سے نفرت وعداوت جل جلالہٗ ﷺ۔

آپ ساری عمر دنیا کو یہی بتاتے رہے کہ جس مسلمان کے دل میں ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی کامل نہیں تو اس کا ایمان بھی کامل نہیں، الغرض کے آپ نے مسلمانانِ عالم کو شانِ الٰہی کا سچا ادب سکھایا پیارے مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا سبق پڑھایا، حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت وحرمت کے گن گانا بتایا، صحابۂ کرام واہلِ بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت وعقیدت کا درس دیا حضرات اولیا قدست اسرارہم کے احترام واکرام کا چراغ روشن کیا، محبوبانِ بارگاہ الٰہی کے دشمنوں سے دور اور نفور رہنے کا شرعی حکم سنایا، شریعت وطریقت کی سچی تعلیم دی، نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر خود بھی عمل پیرا رہے اور اپنے لوگوں کو بھی عمل کراتے رہے۔ ؎

ہم نے سمجھا نہ تھا مرتبہ آپ ﷺ کا
اک ولی نے مگر ہم پہ احسان کیا

سرمہ عشق آنکھوں میں پہنا دیا
ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ

سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

مسلک اعلیٰ حضرت کیا چیز ہے

یہ بات جاننے کے قابل ہے کہ آج دنیا کے کروڑوں سنی مسلمان اعلیٰ حضرت پر اپنی جان کیوں چھڑکتے ہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کیا چیز ہے جس کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی ہے، اعلیٰ حضرت کے اندر دین وایمان کی وہ کونسی خوبی تھی جس کی وجہ سے "بریلوی" کا لفظ اب سنی صحیح العقیدہ حق پرست طبقے کا علامتی نشان بن گیا ہے، آپ اگر گہرائی سے جائزہ لیں گے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کسی کو ماننے کے لیے دو ہی طرح کے جذبے محرک ہوا کرتے ہیں:

1 سیاسی مالی اور مادی اقتدار کی خواہش
2 عقیدہ اور دینی قدروں کے ساتھ ہم آہنگی

مثال کے طور پر قادیانی مذہب کو لے لیجئے جو انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ایک جھوٹی باطل اور مصنوعی نبوت کی بنیاد پر کھڑا کیا گیا، اس کا باطل ہونا اتنا واضح اور روشن تھا کہ یہ مذہب جہاں سے شروع ہوا تھا، وہیں اسے دفن ہو جانا چاہئے تھا لیکن مسلم نما لوگ انگریزی حکومت کے تلوے چاٹنے والے اور اقتدار کی لالچ میں اس قدر اندھے ہو گئے تھے، آنکھوں سے دیکھ کر جان سمجھ کر بھی اس جھوٹی مصنوعی نبوت پر ایمان لے آئے اور ایک صریح کفر کو انھوں نے حلق کے نیچے اتار لیا، جس کے کفر ہونے پر نبوت کا دعویٰ کرنے والوں سے جنگ عہد صحابہ سے لے کر عہد حاضر تک پورے سلسلے کے ساتھ ڈیڑھ ہزار برس کی بوجھل شہادتوں کا انبار لگا ہوا تھا لیکن برطانوی حکومت کے بطن سے پیدا ہونے والا ایک جھوٹا مذہب صرف اسی لئے دنیا میں پھیل گیا کہ اس کے پیچھے مادی آسائش اور مادی منافع کا جذبہ پوری طرح کارفرما تھا۔

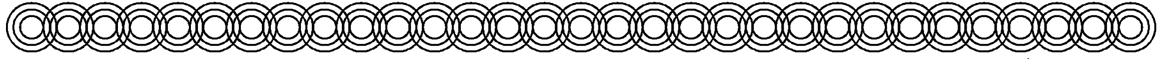
یہی تاریخ تبلیغی جماعت کی بھی ہے، اس کی بنیاد بھی حکومت برطانیہ کے سائے میں رکھی گئی اور اسی کی مالی سرپرستی میں پروان چڑھے، یہ الزام نہیں جو انکار کر دے بلکہ یہ راز فاش بھی انھیں لوگوں نے کیا جو تبلیغی جماعت کے اکابر کی حیثیت سے آج بھی اپنے گروہ میں مانے اور جانے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل اس خفیہ تعلق کی پول خود ان لوگوں نے نہ کھولی ہوتی تو کسی کو بھی اس اسلامی دشمن کا سراغ تک نہ ملتا اور اب سعودی عرب کے ریال اور امریکہ برطانیہ کے ہمنوا حکومتوں کے سیاسی رسوخ نے تبلیغی جماعت کو دنیا کے کونے کونے پہنچا دیا ہے، آپ اگر تبلیغی جماعت کے اندرونی نظام کا جائزہ اگر غیر جانبداری کے ساتھ لیں تو پتہ چل جائے گا کہ ہوائی جہازوں کے پروازوں سیر سیاحت اور چلّے کے نام پر لمبے لمبے سفروں کے پیچھے مادی کشش کے کیسے کیسے ساز و سامان موجود ہیں، دین کے نام پر روپیوں کی لالچ میں اس دور بلا میں عوام کی بھیڑیوں ہی نہیں لگ رہی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو مالی اور اقتدار لالچ و دنیا کا منافع کمانے میں اپنے دین اور مُلک کے ساتھ غدّاری کر گزرے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کو برا ثابت کیا، در اصل اسلام سے ان کا کوئی لینا دینا ہی نہیں کیونکہ دل میں محبت ایمان اور لالچ ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

اب آئے حیرت و مسرت کے ملے جلے ان صاف ستھرا عقیدوں کے جذبات کو دیکھیں کہ عقیدہ اور دین کی ہم آہنگی کی بنیاد پر کسی کے گرد لوگ کیسے جمع ہوتے ہیں، مذہب اہل سنت اپنی پوری روایات و تفصیلات کے ساتھ چودہ سو سال سے منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت سے لے کر آج تک ہر دور میں امت کے محترم علما عظام عرفا و مشائخ و صالحین نے اس شجرہ کی آبیاری کی، اس کی عظمتوں کو ہر طرح کی تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے دشمن دین سے اسے سنبھالا اور ہر فتنوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے رہے تب جا کر یہ دین کا چمن ہرا بھرا نظر آ رہا ہے، جس کے گل کھلے ہوئے ہیں اور ہمارے دلوں کو معطر و منور کئے ہوئے ہیں۔

یہی وجہ ہے کے جہاں دین کے دشمن اسلام کو گرد آلود کرتے وہاں دین کے نگہبان و محافظین اپنے بقیہ ص ۲۷ پر

ایک حقیقت آشنا کے قلم سے

حاملہ خواتین اور نوزائیدہ بچوں کی پریشانیاں



اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ آج کل ڈیلیوریز نارمل کیوں نہیں ہوتی ہیں حالانکہ آج کل جدید ترین ہاسپٹل، طبی سہولیات میسر ہیں، جب کسی خاتون کو امید ہوتی ہے تو وہ فوراً لیڈی ڈاکٹر کے پاس جاتی ہے، نو ماہ اس کی زیر نگرانی باقاعدگی سے چیک اپ کراتی ہے، اس کی تجویز کردہ ادویات بھی کھاتی ہے، ان کی مہنگی فیسیں بھی ادا کرتی ہے، مگر جب ڈیلیوری کا وقت آتا ہے تو پھر کیس نارمل کیوں نہیں ہوتا؟ نو ماہ مسلسل فولک ایسڈ اور کیلشیم کی گولیاں کھانے اور venofer کی ڈرپس لگوانے کے باوجود ڈیلیوری کے وقت خون کی کمی کیوں ہو جاتی ہے؟

میرے عزیزو! اس سوال کا جواب کچھ اس طرح ہے کہ ڈیلیوری نارمل نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ مسکولر ٹشوز کا سخت ہونا ہے اور رطوبت تلیہ Lyphatic liquids کا کم ہونا ہے یاد رکھیں کہ عورت کے جسم میں جتنی لچک اور Flexibility ہو گی، بچہ کے اتنے ہی چانسز نارمل کے ہوں گے اور جتنے سخت ہوں گے اتنا ہی آپریشن کا امکان زیادہ ہوگا، مندرجہ ذیل عوامل عورت کے جسم کے مسکولر ٹشوز کو سخت اور راستوں کو تنگ کر دیتے ہیں اور ان کے اندر کی رطوبت تلیہ lympatic liquids بھی کم ہو جاتی ہیں جو لبریکیشن کا کام کرتی ہیں، فطرت اور نیچر کے خلاف جب ہم چلے گے تو فطرت ہمیں سزا ضرور دے گی، یعنی فطرت سے روگردانی کی سزا کی وجہ سے ہمیں آپریشن سے گزرنا پڑتا ہے، قطع نظر اس کے کہ بہت بڑی بڑی بلڈنگز ہیں، ہاسپٹل کے آلات ہیں، مہنگے ڈاکٹرز ہیں، مہنگی ادویات اور مہنگے انجکشنز، ائیر کنڈیشنڈ کمرے۔

یاد رکھیں یہ سب کچھ کبھی بھی فطرت کا متبادل نہیں ہو سکتے، پیسے کا لالچ اور ہوس اور انسانیت سے دوری، مریض کی زندگی اور صحت سے زیادہ مریض کی جیب پر نظر کا ہونا دوسری بڑی وجہ ہے، عورتوں کا سہل پسند ہونا اور یہ تصور کہ حمل ہو جانے کے بعد کام نہیں کرنا، سارا دن فارغ بیٹھے رہنا، مسکولر ٹشوز اور خصوصاً اووری کے مسلز کو نرم اور flexible بنانے کے بجائے stiff اور سخت بنا دیتا ہے، فارغ سارا دن لیٹے رہنے کی بجائے اگر مخصوص ورزش خصوصاً آخری مہینوں میں کی جائے یا گھر کے کام کاج کئے جائیں جیسے جھاڑو دینا، ڈسٹنگ کرنا، اس سے اووری کے مسلز کو حرکت ملے گی، جس سے حرارت پیدا ہوگی جو مسلز کو نرم کرے گی۔

خوراک میں جب ہم فولک ایسڈ یا venofer کے انجکشن لگائیں گے تو یہ لوہا ہونے کی وجہ سے جسم کے مسلز کو انتہائی زیادہ سخت کرے گا، کیونکہ یہ مسلز کی خوراک ہے، جس سے راستہ کھلنے کے بجائے اور زیادہ تنگ ہوگا، اس کی جگہ اگر کالے چنے، مربہ ہڑڑ، مربہ املہ، مربہ ہی، سیب، پالک، ساگ، کلیجی، دودھ، انڈا، شہد، گھی، منقیٰ، آڑو، لونگ، دارچینی، بادام، زعفران کا استعال کیا جائے تو اس سے جسم کو قدرتی فولک ایسڈ اور خون بھی وافر مقدار میں ملے گا اور جسم کے مسکولر ٹشوز سخت ہونے کے بجائے طاقتور اور نرم ہوں گے، خوبصورت بچے پیدا ہوں گے۔

دوسری طرف کیلشیم کی گولیاں ہڈیوں کو سخت کر دیتی ہیں، نو ماہ بے دریغ کیلشیم کی گولیاں کھانے سے ماں اور بچے دونوں کی ہڈیاں سخت، تو آپ اندازہ کر لیں مسکولر ٹشوز بھی سخت، ہڈیاں بھی سخت، اسی لیے بعض اوقات کہہ دیا جاتا ہے کہ بچے کا سر بڑھا ہوا ہے، ماں کی ہڈی بڑھی ہوئی ہے اپریشن ہی ہوگا، بھائی نو ماہ اندھا دھند گولیاں کھلا کھلا کر آپ نے نارمل ڈیلیوری کا چانس چھوڑا ہی کب ہے، کیونکہ اس سے کمائی زیادہ ہے، آپریشن سے تو پیسے بنتے ہیں، نارمل سے کیا ملنا ہے۔

اگر قدرتی کیلشیم دودھ، دہی، انڈے، گھی کھلایا جاتا تو کبھی کیلشیم کی کمی نہ آتی اور ہڈیاں مضبوط تو ہوتیں، نہ بڑھتیں، سخت نہ ہوتیں، ہاں! دکان کی سیل کم ضرور ہو جاتی، کمیشن ضرور کم ہو جاتا، اسٹور کی سیل کم ہو جاتی، آپس میں لڑائی پڑ جاتی، بینک بیلینس کم ہو جاتا۔

کیونکہ عملی طور پر ہمارا یقین اللہ تعالیٰ کی ذات اور انسانیت پر زیرو ہے، تقریروں اور گفتگو میں 1000 فی صد ہے، ڈیلوری نارمل نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ جیسا کہ میں نے بتایا، ہڈیوں کا سخت ہونا، مسکولر ٹشوز کا سخت ہو کر ان میں لچک کا کم ہونا اور اس میں رطوبات صالح کی کمی کا ہونا ہے جو لبریکیشن کا کام کرتی ہیں، ان سب کے لیے آخری ماہ، صدیوں سے آزمودہ فارمولہ ہے جو ہماری مائیں استعمال کرتی آرہی تھیں، ایک تو جسمانی مشقت اور ورزش تھیں پاؤں کے بل، تو دوسری اہم چیز دیسی گھی، دودھ میں ڈال کر چھواروں، زعفران کا استعمال تھا، جس میں فولاد، کیلشیم، گندھک، یعنی حرارت وافر مقدار میں موجود ہوتی ہیں۔

اس کا چھوڑ دینا اور سارا دن عورتوں کا بستر پر لیٹے رہنا اور کیلشیم فولک ایسڈ کی گولیاں کھانا اور venifer کے انجکشن لگوانا ہے، پھر ڈیلیوری کے روز اور دوران ڈیلیوری جو ظلم وستم ہوتا ہے، اللہ کی پناہ!

ایک تو شرم وحیا کی دھجیاں اڑا دی جاتی ہیں، جسم دکھایا جاتا ہے، استغفر اللہ! پھر پیسے کے لالچ اور حرص میں ہم اس حد تک گر چکے ہیں کہ نارمل کیس کو کٹ لگوا کر جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے، ایک اور ظلم جس کی طرف بطور خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اس کا درجہ حرارت ۷۰ر سے ۹۰ر تک ہوتا ہے، لیبر روم میں ائیر کنڈیشن ہونے کی وجہ سے ایک تو ماں کے عضلات سردی سے سکڑتے ہیں، یہ سائنس کا اصول ہے کہ سردی سے چیزیں سکڑتی اور حرارت سے پھیلتی ہیں۔

کمرے میں ۱۶ر درجہ کا ٹمپریچر ہونے سے رحم سکڑے گا یا پھیلے گا؟ یقیناً سکڑے گا تو یہ چیز نارمل ڈیلوری میں معاون ہوگی یا رکاوٹ؟ یقینی جواب ہے: رکاوٹ! مگر نازک مزاج ڈاکٹر صاحبان کو گرمی لگے گی، لہٰذا مریض جائے بھاڑ میں یا موت کے منہ، آں جناب کی طبع نازک یہ برداشت نہیں کر سکتی، ڈاکٹر ہو کر اس کی ناک پر پسینہ آجائے، اتنا بڑا ظلم؟ حد تو یہ ہے کہ ڈاکٹر تو ڈاکٹر ہیں، لیبر روم کا صفائی والا عملہ، اس کا نخرہ اور اس کا رعب، اللہ کی پناہ، وہ آسمان پہ ہوتا ہے، مگر سلام ہے، ہماری ان ماؤں اور بہنوں کو جو لیبر روم میں انگیٹھیاں جلا کر پسینے سے شرابور ہو کر گھر میں ہی اس فطری عمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتی تھیں۔

اس سلسلے میں ایک اور مسئلہ بچے کا سانس اکھڑنا اور incobeter میں ڈالنا ہے، پیارے بھائی! جب بچہ یک دم تقریباً ۸۰ر-۹۰ر کے ٹمپریچر سے یک دم ۱۶ر کے ٹمپریچر پہ آئے گا تو اس کا سانس نہیں اکھڑے گا تو اور کیا ہوگا؟ پھر درد کے انجکشن لگوانے کی سزا بلکہ بھینسوں والے انجکشن پابندی کے باوجود لگائے جاتے ہیں، جو عورت کو ساری زندگی کمر درد کی صورت بھگتنا پڑتی ہے، پھر ایک ایک دن کا گننا اور ایک دن بھی اوپر نہ جانے دینا کہ گاہک کسی اور دکان کا رخ نہ کر جائے، ظلم پہ ظلم، ڈاکے پہ ڈاکہ۔

اس سلسلے میں صرف اتنا عرض ہے کہ پھل جب پکتا ہے تو خود بخود نیچے گرتا ہے، دردیں قدرتی اور فطری ہونی چاہیے، یاد رکھیں فطرت انسان کی دوست ہے، دشمن نہیں، مصنوعی دردیں کہ گاہک دوسری دکان پر نہ چلا جائے کے خوف سے بھینسوں والے ٹیکے لگائیں گے تو فطرت کے ساتھ بھیانک مذاق ہے، پھر نتائج تو بھگتنا پڑیں گے، سزا تو ضرور ملے گی، فطرت کسی کو معاف نہیں کرتی، پھر یاد رکھیں کہ بچوں کے اندر جتنے کینسر، خون کی کمی کے آرہے ہیں، وہ سب کے سب مصنوعی فولک ایسڈ اور مصنوعی کیلشیم کی وجہ سے ہیں کیونکہ اس سے تلی spleen کا فعل متأثر ہوتا ہے، جس سے وہ انیمیا کا شکار ہو جاتے ہیں، المختصر فطرت سے جتنا دور ہٹیں گے اتنی ہمیں سزا زیادہ ملے گی، اس موضوع پر بہت کچھ ہے لکھنے کو، مگر عمل کرنے کے لئے یہی ہے۔

میرے پیارے پیارے بھائیو! یہ ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی زندگیوں کا مسئلہ ہے، اس لئے سب کو بیدار بقیہ ص ۴۴ر پر

طب و صحت

از: مشاہد رضوی بلا گر ٹیم

لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور ماؤں کی ذمہ داریاں

اسلام ایک مکمل دین ہے، اس نے زندگی کے ایک ایک گوشے کے بارے میں ہماری رہنمائی کی ہے، اگر اسلام ہمیں عبادات وریاضات کے طریقے سکھاتا ہے تو ہمارے معاملات اور معمولات پر بھی بھرپور روشنی ڈالتا ہے کہ اسلام کے ماننے والے کسی دوسرے مذہب کے محتاج نہ رہیں، قرآن وحدیث اور سرورِ کائنات ﷺ کی مقدس سیرت سے ہم اگر صحیح طور پر درس لیں تو ہماری زندگی نکھری اور ستھری ہوئی بسر ہوگی، اسلام نے جہاں مردوں کے حقوق مقرر کیے ہیں وہیں عورتوں کے حقوق کی بھی تاکید کی ہے، اگر یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے تو غریبوں کی ہمدردی کا بھی سبق دیا ہے، اگر بڑوں کے ادب واحترام کا سلیقہ بتایا ہے تو بچوں پر شفقت ومحبت کی تلقین بھی کی ہے، غرض یہ کہ اسلام نے ہر فردِ بشر کے حقوق کی ایسی حفاظت کی ہے کہ کسی کو بھی اپنی حق تلفی کا احساس نہیں ہوتا۔

اسلام سے پہلے جہاں اور لوگوں کے حقوق پامال ہوتے تھے، وہیں عورتوں کی حق تلفی سب سے زیادہ ہوتی تھی، عورت معاشرے میں سب سے کم تر تصور کی جاتی تھی، ماں کے روپ میں بھی عورت کی کوئی عزت ووقعت نہ تھی، بیٹی کے روپ میں تو الامان والحفیظ! اُسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، یہ احسان ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کہ آپ نے عورت کی عزت وحرمت کی حفاظت کی اور اس کو ذلت وپستی کی تاریکیوں سے نکال کر عظمت ورفعت کے منصب پر لا کھڑا کیا۔

کس نے دنیا کو یہ بتایا ہے
ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے
بنت حوا کو کس نے دی عزت
یہ مرے مصطفیٰ کی برکت ہے

ماں کا مقام ومنصب اپنے اندر عظمت ورفعت سے معمور ہے، اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے ماں کی گود کو اولین درس گاہِ حیات کا درجہ حاصل ہے، اس لیے ماں کو چاہیے کہ اپنی بیٹیوں کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دے کیوں کہ اگر بچی نیک، سلجھی ہوئی، اچھے اوصاف کی حامل اور سلیقہ شعار ہوگی تو سب ماں کی ہی تعریف کریں گے، کیوں کہ عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر لڑکی سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو سب فوراً یہی کہتے ہیں کہ تمہاری ماں نے تمھیں یہی سکھایا ہے۔

لڑکی کو شروع سے ہی نماز کی پابندی کا درس دیا جائے کہ اگر بچپن ہی سے نماز کی پابندی سکھا دی جائے تو ان شآء اللہ بڑی ہو کر بھی وہ نماز کی پابندی کیا کرے گی، نیز اس کو جلدی اٹھنے کی عادت ڈلوائیں اور امورِ خانہ داری سے متعلق چیزیں اس کو ضرور سکھائیں، ان کے اندر صبر وضبط اور تحمل پیدا کیا جائے کہ اگر بیٹی کی زبان دراز ہوگی تو وہ اگلے گھر جا کر ایسے ہی تیز زبانی کا مظاہرہ کرے گی اور اس طرح ہمیشہ دُکھی اور پریشان رہے گی۔

اسی طرح مائیں بعض اوقات بیٹی کو یوں بھی خراب عادتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ اگر گھر میں بہو ہو تو بیٹی کو کام کرنے نہیں دیا جاتا اور پھر جب وہ اپنے سسرال جاتی ہے اور اسے اچانک کام کرنا پڑتا ہے تو وہ پریشان ہو اٹھتی ہے، پھر اس طرح ماں کا غلط رویہ اور بے جا لاڈ پیار اس کے لیے سوہانِ روح بن جاتا ہے کام میں مہارت نہ ہونے کی وجہ سے اسے بے حد پریشانی اٹھانا پڑتی ہے، لڑکی کے اندر دوسروں کی خدمت کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے، لڑکی کو عشقیہ ناول، افسانے، فکشن اور کہانیوں سے دور رکھا جائے کہ ایسا مطالعہ اس کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے، اسی طرح ٹی وی سیریلوں سے بچانا تو بے حد ضروری ہے کیوں کہ ان

کے ذریعے بری عادتیں بہت جلد پروان چڑھتی ہیں۔

لڑکی جب بالغ ہوجائے تو اس کو پردے کی تلقین کی جائے تانک جھانک سے بچایا جائے، میک اپ وغیرہ سے روکا جائے، اس کے اندر شرم وحیا کا مادہ پیدا کیا جائے، چھوٹے بہن بھائیوں سے حسن سلوک کی ترغیب دی جائے اور بڑوں کا ادب سکھایا جائے، بھابھی اور دیگر رشتے داروں سے حسن سلوک سکھایا جائے، بہت سی مائیں اپنی بیٹیوں کے ساتھ نندوں اور دیورانیوں وغیرہ کی برائی کرتی رہتی ہیں جس سے ان کے نازک ذہن میں ان رشتوں کے غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ اپنی ماں کی نندوں اور دیورانی وغیرہ کو تو ظالم تصور کرتی ہی ہے اور جب وہ شادی ہو کر اپنے گھر جاتی ہے تو غیر محسوس طور پر اپنے اِن رشتوں سے نباہ اُس کی مشکل ہوجاتی ہے اور وہ اپنی دیورانی، جٹھانی اور نندوں وغیرہ سے ترش کلامی سے ہی پیش آتی ہے۔

بیٹی کو گھر صاف ستھرا رکھنے کا سلیقہ بھی سکھانا ضروری ہے کہ اگر اس کو یہ کام نہ سکھایا گیا تو بعد میں اس کے لیے مسائل کھڑے ہوسکتے ہیں شادی کے بعد اس کو صفائی ستھرائی اور گندگی وغلاظت کا احساس بھی نہیں ہوگا اور لوگ اس کی بدسیلقگی کو بھی ماں کی غلط تربیت سے ہی تعبیر کریں گے۔

جب لڑکی شادی کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کے لیے دین دار لڑکا تلاش کیا جائے کہ حسن و دولت اور حسب ونسب سے بہتر دین داری ہے اور جب اس کی شادی ہوجائے تو اس کو تلقین کریں کہ وہ سسرال والوں کے ساتھ حُسن سلوک کرے، ساس سسر، نندوں دیوارنی، جٹھانی وغیرہ کے ساتھ ادب، محبت اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرے گی تو بدلے میں اس کو بھی پیار ملے گا کیوں کہ محبت کے بدلے محبت ملتی ہے اور نفرت کے بدلے نفرت، بالفرض اگر کوئی غلط بات ہوبھی جائے تو شوہر سے اس کی شکایت نہ کی جائے کیوں کہ چغلی لگانا ایک بری عادت ہے اور اس سے ایک بیٹے یا بھائی کے دل میں نفرت پیدا ہونے کا غالب اندیشہ ہے، جس کا انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، بیوی کی طرف داری کرنا یہ نفسیاتی امر ہے لیکن اس سے خاندان میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں اور بسااوقات ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ شوہر الٹا بھڑک اٹھے اور اُسی کے خلاف ہوجائے۔

خصوصاً اپنی سسرال میں جو بھی معاملات ہوں، بات چیت ہو، تلخ کلامی ہو یا کسی بھی قسم کی کوئی بھی تکلیف ہو اُس کو اپنے ماں باپ اور گھر والوں کو ہرگز نہ بتائیں کہ اس طرح سے "اولاد کی محبت جوش" مارنے لگتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گھر بگڑنے لگتا ہے نتیجتاً دونوں خاندانوں کا امن وسکون غارت ہوجاتا ہے، مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ بیٹی کے حقوق کے بارے میں فرماتے ہیں:

(۱) اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بل کہ نعمتِ الٰہیہ جانے۔

(۲) اسے سینا، پرونا، کاٹنا، کھانا پکانا سکھائے۔

(۳) بیٹیوں سے زیادہ دل جوئی وخاطر داری رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے۔

(۴) دینے میں انھیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول کے برابر رکھے۔

(۵) جو چیز دے پہلے انھیں دے کر بیٹوں کو دے۔

(۶) نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے، نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے۔

(۷) شادی برات میں جہاں گانا، ناچ ہو، ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اوران نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے بل کہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے، گھر کو ان پر زنداں کردے، بالاخانوں پر نہ رہنے دے، گھر میں لباس وزیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں۔

(۸) جب کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے۔

(۹) خبردار خبردار! کسی فاسق وفاجر خصوصاً بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

اسی طرح مائیں اپنی بچی کے اندر خوفِ خدا کا جذبہ پیدا کریں کہ ان شاء اللہ آنے والی نسلیں بہترین بقیہ ص ۲۷ پر

نسوانیات

تیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات و فرمودات کو ''ملفوظات'' کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات و فرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد و ہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات و فرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال و جواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲ر سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری و ساری رہا، اس دوران آپ نے کم و بیش ۷۰۰۰ رہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، ''ملفوظات تاج الشریعہ'' صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات و جوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم و دانش سے التماس کرتا ہے کہ ''ملفوظات تاج الشریعہ'' میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل و مرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی تیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض... ۴۳: ایک مسئلہ کسی نے بیان کیا کہ خواتین وضو کے بعد نیل پالش لگا سکتی ہیں لیکن اگر وضو سے پہلے نیل پالش لگائی ہوگی تو اسے صاف کرنا ہوگا جب کہ نیل پالش میں الکوحل ملا ہوتا ہے؟

ارشاد...: اگر یہ ثابت ہے تو نیل پالش کا لگانا مطلقاً جائز نہیں ہے نہ وضو کے بعد نہ وضو سے پہلے۔

عرض... ۴۴: کیا خون ٹیسٹ ضروری ہو تو روزے کی حالت میں خون ٹیسٹنگ کے لئے 2—4ml خون دیا جاسکتا ہے؟

ارشاد...: اگر اس سے احتراز کی صورت نہیں تو کرے ورنہ اس سے بچے۔

عرض... ۴۵: جو شخص سجدہ مسنون طریقے پر ادا نہ کرسکتا ہو اُس پر قیام فرض ہے یا نہیں؟

ارشاد...: قیام اس پر فرض ہے، فرضیت قیام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

عرض... ۴۶: جو شخص زمین پر بیٹھنے کے بعد با آسانی کھڑا نہیں ہوسکتا کیا وہ نماز میں کرسی کا استعمال کرسکتا ہے؟

ارشاد...: کرسی کے استعمال کی اجازت نہیں ہے اور اس کا جواب بہت پہلے بھی میں دے چکا ہوں اور یہ سخت محل نظر ہے اور اکثر حالات میں کرسی پر جو نماز پڑھی جائے گی وہ نماز فاسد ہوگی ادا نہیں ہوگی اور مسجد میں کرسیوں کا ڈالنا جماعت کی جگہ کو گھیرنا ہے

اوراس سے قطع صف بھی لازم آتا ہے یہ جائز نہیں ہے۔

عرض...۴۷: کیا فرض کی ہر رکعت میں قیام فرض ہے؟

ارشاد...: قیام تو فرض ہے اور اس سلسلے میں تفصیل مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہے۔

عرض...۴۸: میں جب بھی کسی کو وجد (حال) میں دیکھتا ہوں تو مجھے بہت ڈر لگتا ہے برائے کرم کوئی وظیفہ یا عمل عنایت فرمائیں جس سے ڈر ختم ہو؟

ارشاد...: حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور آیت الکرسی پڑھیں۔

۲۹/اگست ۲۰۱۰ء، بریلی شریف، ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض...۱: کیا عورت بغیر محرم کے عمرہ ادا کرسکتی ہے یعنی تنہا جب کہ اس کا خاوند حرم شریف میں اپنے دو سالہ بچے کو لئے بیٹھا ہو؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: اس صورت میں اگر وہ تنہا عمرہ ادا کرتی ہے تو وہ کرسکتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ عمرہ کی ادائیگی کے دوران محرم کا ساتھ ہو جو اسکی عمرے میں مدد کرے اور اگر محرم دستیاب نہیں ہے تو وہ دوسری عورتوں سے عمرہ ادا کرنے میں مدد لے اور اپنے آپ کو عورتوں کے درمیان رکھے۔

عرض... ۲: میرے تین مکان ہیں ایک مکان میں، میں رہتا ہوں جب کہ دو مکان میں نے اپنے بچوں کے مستقبل کے لئے لے رکھے ہیں اور ان کو بیچنے کا کوئی ارادہ نہیں تو کیا مجھے ان دو مکانوں پر زکاۃ دینا ہوگی یا نہیں؟ (انگریزی سوال)

ارشاد... : اس صورت میں آپ کو زکاۃ نہیں دینی ہوگی۔

عرض... ۳: کیا عورت جب اپنے گھر میں اعتکاف میں بیٹھتی ہے تو کیا اس کے گھر کے محرم افراد اس کمرے میں اس کے ساتھ افطار کرسکتے ہیں؟

ارشاد...: کرسکتے ہیں۔

عرض... ۴: کیا عورت اعتکاف میں دن کے ایک مخصوص وقت میں اسی کمرے میں بیان (جیسے اسلامی کتاب سے تعلیم وغیرہ) دے سکتی ہے؟

ارشاد...: عورتوں کو بیان دینے کا حکم نہیں ہے البتہ جو مسئلہ اس کو اچھی طرح سے یاد ہو فقہ اور احکام کی معتمد اور مستند کتابوں سے مثلاً بہارِ شریعت، احکام شریعت، عرفانِ شریعت، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ افریقہ اس سے خوب پہلے مسئلے کو سمجھ کر اور ہو بہو اس کو بیان کرے عورتوں میں تو اس میں حرج نہیں ہے۔

عرض... ۵: میرے پاس ایک کار ہے کیا مجھے اس کی زکاۃ دینا ہوگی؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: جو کار آپ کے استعمال میں ہے آپ پر اس کی زکاۃ نہیں ہے۔

عرض...۶: کیا کسی کو قرآن اٹھا کر یہ کہنے کی اجازت ہوسکتی ہے کہ میں نے کبھی گناہ نہیں کیا اس کوشش میں کہ اپنے گناہ چھپائے کیوں کہ گناہوں کا چھپانا واجب ہے۔ (انگریزی سوال)

ارشاد...: جب گناہ کا اظہار نہیں کیا تو وہ پوشیدہ ہے۔ اسے حکم دیا گیا ہے کہ گناہ چھپائے۔ تو اس کی ضرورت نہیں کہ گناہ کو چھپانے کے لئے قرآن اُٹھائے اور حلف لے یہ کہتے ہوئے کہ اس نے کبھی گناہ نہیں کیا، اس کی اجازت نہیں، اسے جھوٹ سمجھا جائے گا۔

عرض...۷: اسلام ڈیموکریسی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ حوالہ بھی دیجئے۔

ارشاد...: ڈیموکریسی یہ ایک اصطلاح ہے پہلے اس اصطلاح کی تشریح کی جائے پھر اس کے بعد اس کا حکم پوچھا جائے۔

عرض...۸: زید وسوسوں کی وجہ سے اپنے آپ کو حالت احتلام میں لایا تو کیا اس کا روزہ باقی رہا؟

ارشاد...: وسوسے کی وجہ سے؟ سوال کچھ سمجھ میں نہیں آیا، احتلام کی صورت میں روزہ واجب (فاسد) نہیں ہوتا اور یونہی اگر تفکر کی وجہ سے مادہ خارج ہوجائے اس صورت میں بھی روزہ نہیں جاتا اور دوسری صورتیں مادہ منویہ کے اخراج کی وہ مفسد روزہ ہیں۔

عرض... ۹: جو سلام موبائل یا ای میل کے ذریعے اپنے مسلمان بھائی کو ہم بھیجتے ہیں کیا اس کا جواب دینا واجب ہے؟

ملفوظات

ملفوظات

ارشاد...: **علما** نے یہ لکھا ہے کہ خط اور نامے اور کتاب میں جو سلام لکھا جائے وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ زبان سے کوئی سلام کرے اور قلم کے بارے میں یہ ہے کہ:

''**القلم احد اللسانین۔**'' (درمختار، فصل فی البیع، ۶/ ۴۱۰)

آدمی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو زبانیں دی ہیں، ایک اس کے منہ میں ہے اور ایک زبان اس کے ہاتھ میں ہے جو قلم ہے، تو دو زبانوں میں سے ایک زبان قلم بھی ہے اور قرآن کریم کا حکم مطلق ہے:

''**وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا -** (سورۃ النساء، جز آیت ۸۶) اگر تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے اچھا تحیہ اور اس سے اچھا سلام جواب میں کہو یا اسی کو پھیر دو۔''

تو سلام کا جواب دینا فرض ہے قرآن نے اس کو مطلق رکھا زبان سے ہو یا قلم کے ذریعے ہو السلام علیکم اس طور سے کہا گیا اور ادا کیا گیا جس کو پہنچا اور جس نے سُنا اس پر اس کا جواب دینا فرض ہے۔

عرض...۱۰: کسی مفتی صاحب نے بتایا کہ جسم میں نئے خون کی جگہ بنانے کے لئے پرانا خون نکلوانا چاہئے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر تھوڑے عرصے بعد اپنا خون نکلوایا کرتے تھے کیا یہ ٹھیک ہے؟ اگر ہاں تو اس خون مبارک کا کیا استعمال ہوتا تھا؟

ارشاد...: بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کا خون اقدس بعض صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے نوش کرلیا اور پی لیا حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دُعا فرمائی تو ان کی بہادری اور شجاعت بہت زیادہ بڑھ گئی اور کوئی ان کے مقابلے میں ان کے سامنے ٹک نہیں پاتا تھا، سرِ دست مجھے غالباً یہ حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ روایت یاد ہے جو شفا وغیرہ میں ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے جسم کے فضلات طیبہ کی خصوصیت ہے کہ ان کے جسم سے جو فضلہ جدا ہو وہ بھی طیب وطاہر ہے اور اس کا تناول جائز ہے اس حدیث سے یہ پتہ لگتا ہے۔

عرض...۱۱: پاکستان میں سیلاب کی آفت آئی، اگر کوئی آرگنائزیشن (سُنّی یا غیر سُنّی) ان کی مدد کے لئے پیسے جمع کر رہی ہو اور کہے کہ پیسے ان کے علاوہ کسی اور جگہ خرچ نہیں کئے جائیں گے اور ہم اس میں پیسے دیں تو کیا اس سے زکاۃ ادا ہو جائے گی؟

ارشاد...: **زکاۃ** ادا ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مزکّی جو زکاۃ ادا کر رہا ہے وہ خود تملیک کی نیت سے فقیر مسلم کو دے یا جس کو وہ دے رہا ہے اس کو وکیل بنا دے اور وہ اس کی اجازت سے اس کی نیابت میں فقیر مسلم کو وہ رقم دے دے اب صورت مسئولہ میں غیر سُنّی حضرات کو وکیل بنانا درست نہیں اور اس صورت میں یہ زکاۃ ایک معمولی معاملہ نہیں ہے بلکہ عبادت مالیہ ہے، سُنّی نے اگر مثال کے لئے وہابی، دیوبندی یا رافضی یا قادیانی کو اپنی زکاۃ دینے کا وکیل بنایا کہ یہ رقم زکاۃ کی ہے میری طرف سے میں تم کو وکیل بناتا ہوں فلاں لوگوں کو یہ زکاۃ دے دو اس صورت میں اس کی تملیک درست نہیں ہوگی اور اس صورت میں زکاۃ ادا نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ مرتد، بدمذہب اہل عبادت نہیں ہیں اور یہ عبادت مالیہ ہے اس میں اس کی طرف سے اس کو نائب بنانا اور اس کا نائب ہونا صحیح نہیں لہٰذا لوگ اس بات، زکاۃ کے دینے میں یہ احتیاط کریں کہ زکاۃ خود دے دیں یا کسی سُنّی صحیح العقیدہ ادارے کو یا شخص کو وکیل بنا دیں کہ وہ ان کی طرف سے زکاۃ ادا کردیں تا کہ ان کی زکاۃ صحیح طور پر ادا ہو جائے۔

عرض...۱۲: میری بیوی کو ایک مہینے سے زیادہ ہوگیا ان کے پیریڈ ٹھیک نہیں ہوئے اب اس مہینے کیا وہ بیمار کے حکم میں ہے یا پیریڈ کے حکم میں؟ اور ان کے لئے دُعا فرما دیں کہ ان کی یہ بیماری ختم ہو جائے۔

ارشاد...: اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی ہر بیماری کو ختم کر دے اور ان کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آپ کی اہلیہ کی عادت کیا ہے؟ اس عادت کے اعتبار سے حکم دیا جائے گا مثلاً ان کی عادت چھ دن یا سات دن کی ہے یا زیادہ سے زیادہ دس بقیہ ص ۳۸ ر پر

لو پناہ اس کی راحت رساں ہے نماز

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

تحفۂ خالق دوجہاں ہے نماز
سرور دیں کی تسکین جاں ہے نماز
کرنا ہر حال میں اس کی پابندیاں
دین کا امتیازی نشاں ہے نماز
اس میں پنہاں ہے رب علی کی رضا
مومنوں کی یہ روح رواں ہے نماز
ہے حدیث نبی دیں کی بنیاد ہے
اور ایمان کی عزو شاں ہے نماز
دیکھو کرکے ادا اس کو اخلاص سے
کس قدر روز و شب مہرباں ہے نماز
اس میں شامل اگر ہو خشوع و خضوع
پھر تو قرب خدا کا سماں ہے نماز
اس میں ہے درد و غم کا مداوا نہاں
دائمی وجہ امن و اماں ہے نماز
تنگ گر گردش دہر کرنے لگے
لو پناہ اس کی راحت رساں ہے نماز
تنگ دستی پہ طاری ہے خوف و ہراس
باعث برکت قلب و جاں ہے نماز
حشر میں اس پہ ہونا ہے پہلا سوال
یوں فرائض میں بین نشاں ہے نماز
روکتی ہے بُرائی سے بندوں کو یہ
رہبر و رہنما بے گماں ہے نماز
یہ شفاعت کرے گی قیامت کے دن
کیسے کہتے ہو پھر بے زباں ہے نماز
ہے قیام اس کا دین مبیں کا قیام
کلمہ طیبہ کی اذاں ہے نماز
کرتی ہے پاک آلائشوں سے عجب
یوں شوابوں کا بحر رواں ہے نماز

بقیہ ص ۳۸ پر

دین حق کی امانت ہیں میرے رضا

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

رب عالم کی نعمت ہیں میرے رضا
سرور دیں کی رحمت ہیں میرے رضا
با کمال ایسے قرباں ہے ان پر کمال
نازش قدر و قیمت ہیں میرے رضا
عرض رب سے کریں گے یوں آل رسول
زندگی بھر کی دولت ہیں میرے رضا
ان سے قائم ہے بزم فقاہت کا نور
شرع کی زیب و زینت ہیں میرے رضا
ان کے مسلک کی کرتے رہو پیروی
دین حق کی امانت ہیں میرے رضا
ان سے لو عشق شاہ زمن کا سبق
قرب رب کی ضمانت ہیں میرے رضا
خود کو منسوب رکھو بریلی سے تم
چرخ رشد و ہدایت ہیں میرے رضا
سامنے ان کے خم اہل علم و ہنر
صاحب فضل و عظمت ہیں میرے رضا
قسمت فکر و فن میں چمک آ گئی
جان اشعار مدحت ہیں میرے رضا
قول سرکار الحبُّ فی اللّٰہ کی
جلوہ گاہ صراحت ہیں میرے رضا
غیر ممکن ہے ان کو بھلا دے کوئی
ایسی روشن حقیقت ہیں میرے رضا
علی پرواز پر ان کی حیراں ہے عقل
آسمان ذہانت ہیں میرے رضا
ڈھونڈتے رہیے دنیا میں ان کی مثال
ربِّ اکرم کی آیت ہیں میرے رضا
ہے یہ دعویٰ ہمارا کہ ہم حق پہ ہیں
اس کی بین شہادت ہیں میرے رضا

منظومات

کارواں حق کا یونہی رہے گا رواں
قائد دین وملت ہیں میرے رضا
زیست کا لمحہ لمحہ رہا نور بار
روح اقدار سنت ہیں میرے رضا
ان کے دامن سے لپٹے رہو تا حیات
دین وایماں کی ثروت ہیں میرے رضا
ہوگئی ان سے حقانیت سربلند
قاطع شرک و بدعت ہیں میرے رضا
سرور دو جہاں کے ہیں وہ معجزہ
اور سراپا کرامت ہیں میرے رضا
ناز کرتا رہا ان پہ زہد و ورع
حامل حسن سیرت ہیں میرے رضا
عشق سرکار گر ہے مجسم تو پھر
وہ حسیں ذات وصورت ہیں میرے رضا
ان کی یادوں سے لپٹی ہے تسکین قلب
درد میں وجہ راحت ہیں میرے رضا
ان کی ہر سوچ تھی وقف دیں کے لیے
باغ عقبیٰ کی نکہت ہیں میرے رضا
ان کے گرویدہ ہیں اہل ایمان سب
مرکز خلق والفت ہیں میرے رضا
آہ بھرتا رہے گا عدو کا مشن
قدسی غیبی حمایت ہیں میرے رضا

اہلِ سنت کی فتح مبین، ندوی مولوی کی شکست فاش

سنیت کی فتح کا روشن نظارا ہوگیا
بول بالا اہلِ باطل پر ہمارا ہوگیا

مورخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۳ ستمبر ۲۰۲۱ء جمعہ مبارکہ کو موضع سدھونا ردولی شریف کی مسجد میں اذانِ ثانی کو لے کر کچھ دیوبندی مولوی اور علمائے اہلِ سنت اکٹھا ہوئے، دیوبندیوں کی قیادت مولوی شبیر ندوی کر رہے تھے جب کہ علمائے اہلِ سنت کی قیادت تاج الشعراء حضرت علامہ مولانا سلمان رضا فریدی صاحب خطیب وامام نوری مسجد مسقط عمان فرما رہے تھے جب کہ ساتھ میں حضرت مولانا مفتی احتشام الحق رضوی مصباحی، حضرت مولانا ارشد رضا مصباحی، مولانا محمد احمد صاحب برکاتی، مولانا محمد ہشام الدین حنیفی قادری، حافظ غلام یٰسین اور دیگر دار العلوم مخدومیہ ردولی شریف کے علما وحفاظِ کرام شریکِ سعادت رہے اور ٹکوا مئو سے مولانا محمد ذاکر صاحب، مولانا شمیم صاحب، مولانا اویس مرکزی اور مولانا پرویز عالم وغیرہم نے شرکت کی۔

ندوی مولوی شبیر نے بڑے جوش وخروش میں "بین یدی" کا لفظ پیش کر کے یہ بیان کرنے کی کوشش کی کہ جمعہ کی اذانِ ثانی امام کے سامنے مسجد کے اندر ہونی چاہیے جس کے جواب میں حضرت مولانا سلمان رضا فریدی صاحب نے ابو داؤد شریف کی مرویہ روایت "علی باب المسجد" کو پیش کیا اور مسجد کے باہر اذان ہونے پر مزید حوالے جات پیش کیے جسے سننے کے بعد ندوی مولوی نے غلط تشریح و تاویل پیش کرنے کی اور ترجمہ میں بھی ڈنڈی مارنے کی کوشش کی اس کے جواب میں مولانا سلمان فریدی صاحب نے پوچھا کہ کس مدرسہ کے فارغ التحصیل ہو بولا کہ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ ہوں مولانا سلمان فریدی صاحب نے کہا کہ میں نے سنا تھا کہ وہاں بڑی اچھی عربی سکھائی اور پڑھائی جاتی ہے لیکن تمہیں ابھی "علی باب المسجد" کا ترجمہ ہی نہیں معلوم ہے بالآخر وہ مبہوت ہوا بد مذہب کی شکست فاش ہوئی اہلِ حق کا بول بالا ہوا سچ فرما گیا "الحق یعلی ولا یعلیٰ" مسجد کے مصلّیان نے مسجد کے امام حافظ وقاری مقصود احمد سے کہا کہ آج ہم لوگوں کے اوپر حق واضح ہو گیا ہے، اب ان شاء اللہ ہمیشہ خارجِ مسجد اذان ہوتی رہے گی واضح رہے کہ مناظر اسلام، حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صدیقی رضوی حشمتی مدظلہ العالی (ردولی شریف) نے اپنی علالت کی وجہ سے قیادت کا یہ ذمہ فریدی مصباحی کو سونپا تھا، حضرت کی دعائیں لے کر یہ قافلہ روانہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کے صدقے کامیابی عطا فرمائی۔

رپورٹ : محمد عاصم قادری موضع کوپے پور، اتر پردیش

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

OCTOBER-2021
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

جشن عید میلاد النبی

امام احمد رضا خان قادری
برکاتی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

۱۰۳/ واں عظیم الشان عرس قادری رضوی

حامدی
نوری
جیلانی
تاج الشریعہ

SATURDAY 02
SUNDAY 03
MONDAY 04
OCTOBER 2021

۲۳ صفر المظفر
۲۴ صفر المظفر
۲۵ صفر المظفر

امام احمد رضا کانفرنس

مرکز الدراسات الاسلامیہ
جامعۃ الرضا
بریلی شریف یو۔پی، ہند

مرکز کے دیگر شعبہ جات

زیر سرپرستی
مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری رضوی

Live Sunne Ke Liye Yahan Click Karen
https://www.mixlr.com/jamiaturraza

https://facebook.com/MuftiAsjadRazaKhanQadiri/
https://www.instagram.com/muftiasjadraza/
https://twitter.com/MuftiAsjadRaza
https://www.youtube.com/muftiasjadraza

ONLINE
ऑन लाइन
آن لائن

تمام برادران اہل سنّت کو اطلاع دی جاتی ہے کہ موجودہ حالات کے پیش نظر اس سال بھی عرس رضوی آن لائن منعقد ہوگا لہٰذا جملہ برادران اہل سنّت اور عاشقان اعلیٰ حضرت اپنے اپنے گھروں یا علاقوں میں فاتحہ خوانی کا اہتمام کریں اور پروگرام آن لائن سنیں۔

तमाम बिरादराने अहले सुन्नत को इत्तिला दी जाती है कि मौजूदा हालात के पेशे नज़र इस साल भी उर्से रज़वी ऑन लाइन मुनअकिद होगा लिहाज़ा जुम्ला बिरादराने अहले सुन्नत और आशिकाने आला हज़रत अपने अपने घरों या इलाकों में ही फ़ातेहा ख्वानी का एहतेमाम करें और प्रोग्राम ऑन लाइन सुनें.

LIVE /MUFTIASJADRAZA https://www.mixlr.com/jamiaturraza

الداعیان صاحبزادہ محمد حسام احمد رضا قادری، صاحبزادہ محمد ہمام احمد رضا قادری
امام احمد رضا ٹرسٹ
سوداگران رضا نگر بریلی شریف

www.aalaahazrat.com, www.cisjamiaturraza.ac.in, www.jamatrazaemustafa.org, Mob.: 9897007120

Design by.: Akram Art Prints (Bhiwandi) Mob.: 9322632375